قرآنی سورتوں کا نظمِ جلی



- زمانۂ نزول
- کتابی ربط
- کلیدی الفاظ اور مضامین
- نظمِ جلی
- مرکزی مضمون

خلیل الرحمٰن چشتی

الاحسان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآنی سورتوں کا نظمِ جلی

فہمِ قرآن میں معاون

ایک

اہم کتاب

مرتب

خلیل الرحمن چشتی

پتہ

House # 1, Street # 15A, E-11/4,
Golra, Islamabad

Tel: 0300-55-60-900, 051-22 22 455, 051-22 22 466

Email:khaleelchishti@yahoo.com

- نام کتاب ———— قرآنی سورتوں کا نظمِ جلی
- مرتب ———— خلیل الرحمٰن چشتی
- کمپیوٹر گرافکس ———— حافظ افضال احمد
- پہلا ایڈیشن ———— جولائی 2011ء
- دوسرا ایڈیشن ———— جولائی 2012ء
- صفحات ———— 762
- قیمت ———— /-1100 روپے
- طابع ———— دار الکتب السّلفیہ، اقراء سینٹر، غزنی اسٹریٹ، اُردو بازار، لاہور

ملنے کے پتے

1۔ خلیل الرحمٰن چشتی، E-11/4، اسلام آباد — فون نمبر: 0300-55-60-900

2۔ ادارۂ منشورات اسلامی، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور — فون نمبر: 042-78 40 584

3۔ ادارۂ معارف اسلامی D-35، Block 5، فیڈرل B ایریا، کراچی۔
فون نمبر: 0307-235-8829, 3679-201, 021-3634-9840

4۔ دار الکتب السّلفیہ، اقراء سینٹر، غزنی اسٹریٹ، اُردو بازار، لاہور
فون نمبر: 0333-433-4804, 37361505, 042-3724-4404

5۔ مکتبہ تحریک سنت، جی ٹی روڈ، واہ کینٹ، پاکستان — فون نمبر: 051-453 5334

6۔ البلاغ۔ 18 عدنان پلازہ، جی ٹین مرکز، اسلام آباد — فون نمبر: 051-222-4146/47

البلاغ۔ 16 شالیمار سینٹر ایف ایٹ مرکز، اسلام آباد — فون نمبر: 051-228-1420

البلاغ۔ 5-LG لینڈ مارک پلازہ، جیل روڈ، گلبرگ، لاہور — فون نمبر: 042-3571-7842/3

البلاغ۔ 6-LG لینڈ مارک پلازہ، جیل روڈ، گلبرگ، لاہور — فون نمبر: 042-3571-7842/3

البلاغ۔ اپل چوک، نزد بیریئر نمبر 3، شاہ ولی کالونی، واہ کینٹ — فون نمبر: 051-454-1148

7۔ بک ڈسٹری بیوٹرز B-153، فلیٹ GF،A-3، خداداد کالونی، کراچی
فون نمبر: 0334-392-2268, 021-3278-7137

فہرست مضامین

ابتدائیہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ أَحْمَدُهُ وَأَسْتَعِينُهُ وَأَسْتَغْفِرُهُ وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

قرآن مجید کی ایک سو چودہ (114) سورتوں کا نظم جلی حاضر خدمت ہے۔ یہ کئی سالوں پر محیط کام ہے، جسے بہت پہلے شائع ہو جانا چاہیے تھا، لیکن مختلف داخلی اور خارجی اسباب کے سبب ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔ میں صمیم قلب سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ الحمد للہ اس کام کی تکمیل ہوئی، اگرچہ یہ سال میری زندگی کے سخت ترین سالوں میں سے ہے۔ نیک لوگوں کے درجات بلند کرنے کے لیے اُنہیں آزمائشوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ ہم جیسے گنہگار اور خطاکار معمولی انسانوں پر آزمائشوں سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

وقت کو اے صفی برا نہ کہو　　　وقت پیغمبروں پہ آیا ہے

میں اللہ تعالیٰ سے قوی اُمید اور توقع رکھتا ہوں اور پختہ ایمان بھی کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا اور اذیت رسانیوں کا صلہ عطا فرمائے گا۔

اس کتاب میں ہر سورت کے حوالے سے پہلے زمانۂ نزول کی بحث ہے، پھر سورۃ کی بعض خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سورت کی فضیلت میں صحیح احادیث مل سکی ہیں، اُنہیں درج کر دیا گیا ہے۔ ہر سورت کا اگلی اور پچھلی سورت سے ربط تلاش کیا گیا ہے۔ سورت کے اہم اور کلیدی مضامین کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد سورت کا نظم بتایا گیا ہے کہ یہ کتنے پیراگرافوں پر مشتمل ہے اور ہر پیراگراف کا ذیلی موضوع کیا ہے۔ آخر میں تمام پیراگرافوں کو جوڑتے ہوئے سورت کا مرکزی مضمون بیان کیا گیا ہے۔

اس طرزِ تفہیم کا بنیادی مقصد:

اس کتاب کی مربوط تفہیم کا بنیادی مقصد، جدید تعلیم یافتہ طلبہ کو قرآن کے نظم جلی (Macro-Structure) کو تفصیل سے اور نظم خفیف (Micro-Structure) کو اختصار سے متعارف کرانا ہے، تاکہ وہ لفظ کو لفظ سے، جملے کو جملے سے اور پیراگراف کو پیراگراف سے جوڑنے کا فن سیکھ سکیں اور ربطِ کلام اور وحدت کو دریافت کر سکیں، ورنہ عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ طلبہ عربی زبان پر معمولی دسترس کے بعد بہت حد تک صحیح ترجمہ کرنے کی استعداد تو پیدا کر لیتے ہیں، لیکن فہم قرآن سے بہت حد تک محروم رہتے ہیں اور سیاق وسباق (Context) پر گہری توجہ نہیں کرتے۔ وہ عمارت کے لیے درکار تمام خام اشیاء کو پہچان لیتے ہیں کہ یہ اینٹ ہے، یہ لوہا اور یہ سیمنٹ ہے، لیکن عمارت کے مخصوص مقصد کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔

شہتیروں (Beams) کا مقصد، عمارت کا استحکام اور لوڈ ٹرانسفر (Load Transfer) ہوتا ہے۔ ایک مضبوط اور مربوط کلام میں بھی، ابتدائی بات کو کسی اور مناسب جگہ مناسب انداز میں دہرایا جاتا ہے۔ اسے آپ رجوع طلب حوالوں (Cross References) کا نام

دے سکتے ہیں قرآن مجید میں یہ چیز بہت عام ہے۔ جیسے سورۃ الرحمن میں ﴿ذوالجلال والاکرام﴾ کا لفظ دو(2) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ درمیان میں بھی اور آخر میں بھی۔

قرآن اللہ کا کلام ہے۔ زندہ معجزہ ہے۔ اس کی تاثیر دراصل اُس کی زبان، اُس کی بلاغت، اُس کے اسالیب، اُس کے مضامین، اُس کی تصریف اور اُس کے خاص کلیدی الفاظ اور خاص اصطلاحات میں پوشیدہ ہے۔ محض ترجموں کی مدد سے قرآن کو گہرائی اور گیرائی کے ساتھ سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ بالخصوص مکی سورتوں کی جامعیت اور پختگی، جسے خود قرآن نے ﴿احکام﴾ کا نام دیا، اس کا بین ثبوت ہے۔

نظمِ قرآنی کے سلسلے میں افراط و تفریط:

افراط و تفریط کہاں نہیں؟ نظمِ قرآنی کا معاملہ بھی یہی ہے۔ بعض علماء نے نظم کا سرے سے انکار کیا ہے۔ دوسرے وہ ہیں، جنہوں نے بے جا تکلف اور تصنع سے کام لیا اور یہاں تک آگے بڑھے کہ بعض ثابت شدہ صحیح احادیث کا بھی انکار کر دیا۔ اللہ تعالی ہمیں افراط و تفریط سے بچائے۔ میں قرآنِ مجید کا ایک معمولی سا طالبِ علم ہوں۔ اس موضوع پر جنہوں نے لکھا، وہ ہم سے بہت بڑے تھے، ہم اُن کی خاکِ پا بھی نہیں، لیکن ایک سیدھے سادھے مسلمان کی حیثیت سے میں نہ تو کسی آیت کا انکار کرتا ہوں اور نہ کسی صحیح حدیث کا نہ تو میں نظم کا منکر ہوں اور نہ منہجِ سلف کا۔ قرآن میں تدبر، تفکر اور تعقل کو ضروری سمجھتا ہوں۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اس کے عجائب واسرار کبھی ختم نہ ہوں گے۔ لوگ قیامت تک نئے نئے موتی چنتے رہیں گے۔ البتہ اس میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کوئی تاویل و تفسیر ایسی نہ ہو، جو وحیِ جلی اور وحیِ خفی سے یا اجماع سے متصادم ہو۔

اس کتاب کی روشنی میں قرآن کا مطالعہ کیسے کیا جائے؟

اس کتاب کے قاری سے میری درخواست ہے کہ وہ اپنا ذاتی قرآنی نسخہ لے کر ہر سورت کو میری تقسیم کے مطابق سرخ قلم کی لکیر سے بڑے بڑے اجزاء میں تقسیم کرلے۔ میں نے اس کتاب میں جن اہم الفاظ کی نشاندہی کی ہے، انہیں اپنے ذاتی قرآنی نسخے میں پیلے قلم (Yellow high Lighter) کی مدد سے نشان زد کرلے۔ حاشیہ میں ہر پیراگراف کا ذیلی عنوان اور موضوع لکھ لے۔ پھر بار بار ایک ہی سورت کا مطالعہ کرتا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ چند سالوں میں وہ ہر سورت کو ابتداء تا انتہاء جوڑنے کے قابل ہو جائے گا۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ وہ اُن گوشوں کو دریافت کرلے اور اُن مناظر کو دیکھ لے، جو مجھ سے اوجھل رہے۔

کبھی نئی بھی ہوتی ہے، اور کبھی پرانی ہوتی ہے	ہر اچھی صورت لیکن جانی پہچانی ہوتی ہے
نئے مناظر کی دھن میں، آگے بڑھتا جاتا ہوں	سفر مزے سے کٹتا ہے، ہر دم حیرانی ہوتی ہے

اس کتاب میں نظمِ خفیف سے زیادہ بحث نہیں کی گئی۔ یہ مفسرین کا کام ہے اور تمام بڑی بڑی تفسیروں میں اس موضوع پر اچھا خاصہ مواد موجود ہے۔ وہ مشکل الفاظ کی تشریح کرتے ہیں۔ ایک بڑی آیت میں موجود چھوٹے چھوٹے جملوں کے باہمی ربط کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس کے کچھ اشارے میں نے سورت ﴿التین﴾ کے نظم کے سلسلے میں کر دیے ہیں، قاری وہاں اسے دیکھ لے۔

نمازِ تراویح سے پہلے یا مد خلاصہ:

رمضان المبارک کے مبارک مہینے میں ہمارے علماء، خطیب اور معلمینِ قرآن اگر اس خلاصے کی مدد سے قرآنی سورتوں کا جامع تعارف پیش کر سکیں تو اس امت کے ذہین افراد کو قرآن فہمی کے سلسلے میں بہت مدد مل سکتی ہے اور وہ مضامینِ قرآن سے مناسبت پیدا کر سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ

اس طرح کے کام میں غلطیوں کے امکانات بہت ہوتے ہیں۔ جو حق ہے، وہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دے، جو غلط ہے، وہ دلوں اور دماغوں سے محو کر دے۔ لیکن الحمد للہ میں نے کوئی غلطی جان بوجھ کر نہیں کی ہے۔ بشری تقاضوں کے تحت نادانستہ غلطی ہو سکتی ہے فہم کا قصور ہو سکتا ہے، لیکن میں اپنی کسی غلطی پر اصرار کرنا نہیں چاہتا۔ اہل علم سے درخواست ہے کہ وہ غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اصلاح فرمائیں، تاکہ فوراً اگلے ایڈیشن میں تبدیلی کی جا سکے۔

میں اُن تمام حضرات کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہتا ہوں اور اُن کے لیے دعاگو بھی ہوں، جنہوں نے کسی نہ کسی طرح میرے کام میں معاونت کی، میرا حوصلہ بڑھایا، مشکل ایام میں ڈھارس بندھائی اور میرے لیے دعاگو رہتے ہیں۔ بالخصوص استاذی مولانا ڈاکٹر سہیل حسن صاحب مدظلہ العالی، مخدومی حافظ محمد ادریس صاحب مدظلہ العالی، بیوی ہما چشتی، بیٹی حسین چشتی، حافظ افضال احمد صاحب، محمد وقاص صاحب، میجر طارق محمود خان صاحب واہلیہ بہن یاسمین صاحبہ، ڈاکٹر منور اقبال صاحب واہلیہ، ڈاکٹر توصیف الرحمن صاحب، عمران ہادی صاحب، عمران انور چوہدری صاحب، ضیاء اللہ شاہ صاحب، خالد بخاری صاحب، خالد مرزا صاحب، ڈاکٹر سعید خواجہ صاحب، میری بہن ڈاکٹر ریحانہ سعید صاحبہ (جنہیں خود قرآن وسنت سے گہرا شغف ہے) ڈاکٹر ارشد ہاشمی صاحب واہلیہ، ڈاکٹر سعید اختر صاحب اور اُن کی اہلیہ ڈاکٹر معصومہ، ڈاکٹر تبریز عالم میاں صاحب، محمود احمد شیخ صاحب، ڈاکٹر اعجاز، غلام قادر عباسی صاحب، زاہد اقبال صاحب، ڈاکٹر آصف جعفری، ڈاکٹر وقاص احمد صاحب، ڈاکٹر مہتاب دین صاحب اور اُن کی اہلیہ محترمہ بہن منور مہتاب دین صاحبہ، ڈاکٹر انیس احمد صاحب اور اُن کی اہلیہ بہن انیسہ صاحبہ، ڈاکٹر احمد خان صاحب (مردان والے) وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے گناہوں کی بخشش کا وسیلہ بنا دے اور اسے مزید بہتر اور نافع بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اسلام آباد
4 شعبان 1432ھ
7 جولائی 2011ء

طالب دعائے خیر
خلیل الرحمٰن چشتی

حافظ محمد ادریس صاحب مدظلہ
ڈائریکٹر ادارۂ معارفِ اسلامی
منصورہ، ملتان روڈ، لاہور

تقریظ

الحمدللہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے دین کا فہم عطا فرماتا ہے۔ میرے بھائی خلیل الرحمن چشتی بھی انہی لوگوں میں سے ہیں۔ فہمِ دین میں فہمِ قرآن کو اولیت حاصل ہے۔ یہ اسلامی علوم اور اپنے قرآنی فہم کو عام کرنے میں عرصۂ دراز سے مشغول ومنہمک ہیں۔

چشتی صاحب کا اُسلوب جدید ہے، مگر اس کی حدود قرآن وسنت کے بحرِ ذخار سے باہر جاتی کہیں نظر نہیں آتیں۔ قرآن مجید کی سورتوں کو سمجھنے کے لیے انہوں نے ہر سورت کو مختلف پیراگرافوں میں تقسیم کرکے ہر پیراگراف کو ایک عنوان دینے کی کوشش کی ہے اور ہر سورت کے نظم کی وضاحت کی ہے۔ ہر سورت کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔

خلاصۃ القرآن پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن بعض علماء کی یہ رائے غالباً زیادہ صحیح ہے کہ قرآن کا خلاصہ نہیں لکھا جاسکتا، البتہ قرآن کے مضامین کا خلاصہ ممکن ہے۔ قرآن خود جامع اور بلیغ کلام ہے۔

چشتی صاحب نے سورتوں کے فضائل بھی درج کر دیے ہیں، جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ یہ اُن لوگوں میں سے ہیں، جو موضوع احادیث سے بچتے ہیں اور کسی صحیح اور ثابت شدہ حدیث کا انکار نہیں کرتے۔

13 جون 2012ء — حافظ محمد ادریس

ڈاکٹر سہیل حسن

صدر شعبۂ قرآن و سنت، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

تقریظ

الحمدللہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم پر اللہ تعالیٰ اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، جنہوں نے قرآنِ کریم کے حوالے سے دو اہم چیزوں کا آغاز کر کے امت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ پہلی چیز رمضان المبارک میں دورۂ قرآن کی ابتداء ہے، جس میں قرآن کریم کے معانی اور مفاہیم مختصر طور پر بتادیے جاتے ہیں، تاکہ نمازیوں کے ذہن میں قرآن کے الفاظ سننے کے ساتھ ساتھ معانی کا استحضار بھی ہوتا رہے۔ دوسری چیز تراویح کے دوران سورتوں کے خلاصے کا اہتمام ہے۔ یہ بھی نہایت مفید اور کارآمد نسخہ ہے، جس کے ذریعے سے کم سے کم وقت میں نمازیوں کو تلاوت کردہ آیات کے خلاصے سے متعارف کرادیا جاتا ہے۔

درحقیقت یہ دونوں اُمور ﴿افلا یتدبرون القرآن﴾ کے تقاضوں کی تکمیل ہے۔ عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ زیادہ تر لوگ نمازِ تراویح بطورِ رسم ادا کرنے کے لیے ہی مسجد آتے ہیں۔ بیس ہوں یا آٹھ رکعتیں، اصل مقصد تراویح میں شرکت ہوتا ہے۔ تراویح جتنی جلدی ختم ہوجائے، اتنا ہی زیادہ بہتر سمجھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار مرحوم کے جاری کردہ دونوں اُمور نے عام مسلمانوں کو قرآن سے قریب کرنے اور قرآن میں تدبر کرنے کی طرف مائل کیا ہے۔ جناب خلیل الرحمٰن چشتی صاحب کی یہ کتاب بھی اس سلسلے میں بہت معاون ثابت ہوسکتی ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے اس خلاصۂ قرآن کے ذریعے سے قرآن کی تفسیر نہیں، بلکہ قرآن کے مفاہیم کو نئے انداز سے ذہنوں میں بٹھانے کا تجربہ کیا ہے۔ اس خلاصے میں سورت کے زمانۂ نزول، کتابی ربط، اہم کلیدی الفاظ اور مضامین کو بنیاد بناکر، جو اس سورت میں تکرار سے آئے ہیں، یا اس سورت میں نمایاں انداز میں پیش کیے گئے ہیں، ان کے تمام معانی اور مفاہیم کو انہوں نے عام فہم کردیا ہے۔

سورتوں کے مضامین کو واضح کرنے کے لیے خاکوں اور نقشوں سے مدد لی ہے، تاکہ اس سورت کا بنیادی ہیکل سمجھ میں آجائے۔ مرکزی مضمون کی روشنی میں سورت کا بنیادی محور سمجھ میں آجاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب عمومی طور پر درسِ قرآن دینے والے حضرات کے لیے نہایت مفید ثابت ہوسکتی ہے، بشرطیکہ وہ درسِ قرآن سے پہلے یہ خلاصہ پڑھ لیں اور اس کی روشنی میں اپنا درس ترتیب دیں۔ یہ کتاب اُن حضرات کے لیے بھی بہت مفید اور معاون ہے، جو رمضان المبارک میں دورۂ قرآن کرتے ہیں یا کراتے ہیں۔ وہ اپنے درس کو ان خطوط پر تیار کریں اور اس نہج پر پیش کریں اور حاضرین بھی ساتھ ساتھ یہ نکات نوٹ کرتے جائیں تو یقیناً یہ طریقۂ کار تدبر قرآن کے سلسلے میں ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ مجید، پڑھنے، سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآنِ کریم کو صحیح معنی میں اپنی زندگیوں میں جاری وساری رکھنے کی ہمت اور صلاحیت عطا فرمائے۔ آمین

۸ رجب ۱۴۳۲ھ (ڈاکٹر) سہیل حسن

ڈاکٹر توصیف الرحمٰن

پریسٹن یونیورسٹی اسلام آباد

تقریظ

الحمدللہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

کسی شاگرد کے لیے اپنے اُستاد کے متعلق کچھ لکھنا باعثِ فخر بھی ہے اور کارِ دشوار بھی۔ استاذی و مربی جناب خلیل الرحمٰن چشتی صاحب ایک بلند پایہ علمی شخصیت ہیں۔ اِن کی یہ کتاب اِن کی کئی سالوں کی اَن تھک اور مسلسل جدوجہد کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ہمارے اس برق رفتار دور میں وقت کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے ؟ ایسے میں ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی، جو قرآنِ مجید کی تمام سورتوں کو محدود وقت میں ایسے سمجھا دے کہ اُس کے تمام بڑے حصوں کا مفہوم بھی سمجھ میں آجائے اور اُن کا آپس کا ربط بھی واضح ہو جائے۔ قرآنِ مجید میں کہیں کسی چیز کا ذکر اجمالاً ہے اور کہیں تفصیلاً۔ سورت کے بڑے اجزاء اور اُس کے عمود کا فہم، قرآن کے مطالب پر تدبر کو آسان کر دیتا ہے۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ چشتی صاحب نے اپنے وسیع تجربات ومشاہدات اور عمیق مطالعہ کو استعمال کرتے ہوئے اپنی قرآن فہمی کو اس درجے تک پہنچا دیا کہ تمام سورتوں کا خلاصہ ایک چارٹ کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔ سورت کو اجزاء میں تقسیم کرنے کا مقصد کسی حد تک ﴿رکوع﴾ بھی پورا کرتے ہیں، لیکن یہ کتاب ہر بڑے حصے کے بنیادی تصور کو اجاگر کرتی ہے۔ میرے ناقص علم کی حد تک یہ اس سلسلے کی پہلی کاوش ہے اس جدید طرز کو اپنانے کے بہت سے فوائد ہیں۔

1۔ ایک تصویر ہزار لفظوں پر بھاری ہوتی ہے۔ قرآنی سورتوں کا یہ امیج ایک دیرپا نقش ہے۔ مغربی دنیا میں اسی طریقے اور اسی پیرائے سے بنیادی تصورات کو اُجاگر کیا جاتا ہے۔

2۔ یہاں ٹھیک اور خالص اسلامی تعلیمات بھی ہیں، اور تدریسی طریقۂ کار میں قدیم وجدید کا امتزاج بھی ہے۔ اسلامی ذوق رکھنے والے اُردو دان طبقے کو قرآن کی عربی اور قرآنی اصطلاحات سے مانوس کرنے کی ایک کامیاب کوشش بھی۔

3۔ رمضان کریم کے بابرکت مہینے میں اس کتاب کا مطالعہ کر کے انسان تھوڑے وقت میں پوری سورت کا نقشہ ذہن میں بٹھا کر نمازِ تراویح میں شرکت کر سکتا ہے اور قرآن کے اصل متن کی سماعت سے مضامین کے اعادے کو دل و دماغ میں پختہ کر سکتا ہے۔
دروسِ قرآن دینے والے حضرات کے لیے بھی یہ کتاب نہایت مفید ہے۔

میری دعا ہے کہ اس کتاب کا دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو جائے، بالخصوص عربی، انگریزی اور فرانسیسی وغیرہ میں، تاکہ یہ خیر دنیا میں پھیلے۔ اللہ تعالیٰ شیخ کو اپنی بے پایاں رحمتوں میں ڈھانپ لے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ان سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔ ﴿وصلی اللہ تعالیٰ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وازواجہ واھلِ بیتہ اجمعین﴾

(ڈاکٹر) توصیف الرحمٰن

۸ رجب ۱۴۳۲ھ

محترم حافظ عاکف سعید صاحب
امیر تنظیم اسلامی
ڈائریکٹر قرآن اکیڈمی

قرآن اکیڈمی
k36، ماڈل ٹاؤن، لاہور
042-586-9501-3

تقریظ

الحمدللہ رب العالمین. والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

دین اسلام کے دو ہی بنیادی مصادر ہیں: کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ۔ ہر دور میں اصحاب علم و فضل ان مصادر دینیہ کی خدمت اپنے حالات و واقعات کے پیش نظر متفرق اسالیب میں کرتے چلے آئے ہیں۔ والد محترم، ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کوششوں سے فہم قرآن کی جس تحریک کا آغاز بفضل اللہ تعالیٰ لاہور کی سر زمین سے ہوا تھا، آج اُس کی صدائے بازگشت پاکستان کے کونے کونے سے سنائی دیتی ہے اور چہار سو فہم قرآن کے ادارے ہی ادارے نظر آتے ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں کی ایک جماعت کا اپنی کتاب کی خدمت کے لیے انتخاب کر لیا ہے، جو نت نئے اسالیب میں امتِ مسلمہ کا رشتہ کتاب اللہ کے ساتھ مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے میں مصروفِ عمل نظر آتے ہیں۔ بلاشبہ ان خادمین قرآن کی فہرست میں محترم خلیل الرحمن چشتی صاحب کا نام بھی نمایاں انداز میں شامل ہے۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس سے پہلے محترم چشتی صاحب کی مطبوعات میں سے "قواعدِ زبانِ قرآن، آسان اُصولِ تفسیر اور درسِ قرآن کی تیاری کیسے کی جائے؟" عوامی مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

محترم خلیل الرحمن چشتی صاحب کی زیر نظر کتاب "قرآنی سورتوں کا نظم جلی" مدرسین قرآن میں قرآن فہمی کی سطح اور معیار کو بلند تر کرنے کے حوالے سے ایک قیمتی اثاثے اور کلید کا درجہ رکھتی ہے۔ جدید اسلوبِ بیان اور آسان فہم اندازِ تحریر نے اس کتاب کی اِفادیت کو دوچند کر دیا ہے۔ اس کتاب میں سورتوں کے مابین نظمِ جلی اور نظمِ خفی پر مرتب چارٹس کی صورتوں میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ جس سے ایک مدرس کے ذہن میں مکمل سورت کی ایک تصویر نقش ہو جاتی ہے۔ نظم قرآن کے علاوہ سورتوں کے زمانۂ نزول، صحیح احادیث کی روشنی میں فضائل، اہم کلیدی مضامین اور ہر سورت کے مرکزی مضمون یعنی عمود پر بھی خوبصورت انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے کتاب اپنے علمی مضامین و اسلوبِ بیان کے پیشِ نظر طلبۃ القرآن اور مدرسین قرآن کے لیے قرآن فہمی میں بلاشبہ ایک کنجی کا کام دے گی اللہ تعالیٰ آنجناب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین!

مختصر اُصولِ تفسیر

قرآن مجید کے طالبِ علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اُصول تفسیر سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرے۔ کسی بھی فن کے بنیادی اُصولوں کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ آدمی فاش غلطیوں سے محفوظ رہ سکے۔ تفسیر کا مطلب وضاحت ہے، قرآن ایک جامع اور بلیغ کلام ہے، جس میں ایجاز ہے اور بے شمار محذوفات ہیں۔ مفسرین پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نچھاور کرے، جنہوں نے اللہ کے کلام کو سمجھانے کے لیے تفسیریں لکھیں۔ امام طبریؒ (م310ھ) اور امام قرطبیؒ (م671ھ) کے علاوہ بے شمار بڑے نام ہیں۔

یہ سلسلہ قیامت تک ان شاء اللہ جاری وساری رہے گا۔

اُصولِ تفسیر کے سلسلے میں چار کتابیں بڑی اہم ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (م728ھ) کا مقدمہ فی اُصول التفسیر، شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی (م1176ھ) کی الفوز الکبیر، مولانا حمید الدین فراہیؒ (م1348ھ) کے رسائل اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (م1399ھ) کی کتاب قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں۔ تفہیم القرآن کے مقدمے میں بھی بعض اہم باتیں ہیں۔ علومِ قرآن پر بہت لوگوں نے لکھا ہے۔ ابو حیان اندلسیؒ (م754ھ) بدرالدین زرکشیؒ (م794ھ) اور جلال الدین سیوطیؒ (م911ھ) کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ہم یہاں چند بنیادی باتوں کی طرف اشارہ کررہے ہیں، جو مندرجہ بالا علماء کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

1- تفسیر القرآن بالقرآن:

تفسیر کا پہلا اُصول یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے۔ (مقدمہ فی اصول التفسیر للامام ابن تیمیہؒ (م728ھ)

(a) کیونکہ متکلم خود اپنے کلام کی بہترین وضاحت کر سکتا ہے۔

(b) کیونکہ قرآن میں کہیں اجمال ہے کہیں تفصیل۔

(c) کیونکہ قرآن تناقض سے پاک ہے۔

قرآن کریم کلام اللہ ہے، اس لیے اس کی آیات میں کوئی تضاد نہیں ہے، بلکہ یہ ایک دوسرے کی تصدیق وتائید اور تفسیر و تشریح کرتی ہیں، الاّ یہ کہ ایک آیت کا دوسری آیت کے لیے ناسخ ہونا ثابت ہو جائے اور نسخ کی صورت میں بھی حقیقی تضاد نہیں ہوتا، کیونکہ ناسخ دراصل منسوخ کی مدتِ عمل کے اختتام کا بیان اور اعلان ہوتا ہے۔

مثال: اس کی ہزاروں مثالیں ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ایک مضمون کئی جگہ آیا ہے کہ انسان کو اُس کی محنت کا صلہ ملتا ہے اگر وہ دنیا چاہتا ہے تو اُسے دنیا مل جاتی ہے، اور اگر وہ آخرت چاہتا ہے تو اسے آخرت ملے گی۔ مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ اللہ سے دنیا بھی مانگیں اور آخرت بھی۔ جو صرف دنیا مانگے گا، اسے آخرت میں کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ کے پاس دنیا بھی ہے اور آخرت بھی۔ دنیا ہو یا آخرت ہر ایک کے لیے

محنت ضروری ہے، چنانچہ اس کے لیے کھیتی ﴿حرث﴾ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ ان سب چیزوں کا جامع اور صحیح مفہوم صرف اسی وقت معلوم ہو سکے گا جب سورۃ البقرۃ کی آیت:200، سورۂ نساء کی آیت:134 اور سورۃ شوریٰ کی آیت:20 کو ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔

2- صحیح احادیث سے قرآن کی تفسیر:

تفسیر کا دوسرا اُصول یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر احادیث صحیحہ سے کی جائے۔ یہ قرآنِ کریم کے فہم و تفہیم اور تفسیر و تاویل کا دوسرا آسمانی ماخذ ہے، جو وحی پر مشتمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے جو اَقوال و اَفعال ثقہ و معتمد راویوں کے ذریعے سندِ متصل کے ساتھ ہم تک پہنچے ہوں، وہ قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کا دوسرا معتمد ذریعہ ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ صحیح احادیث اور غیر منسوخ سنتوں کے خلاف تفسیر کرنا ﴿تحریف﴾ ہے۔

صحیح اور ثابت شدہ احادیث کی روشنی میں تفسیر کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کیونکہ

(a) آپ ﷺ پر قرآن اس لیے نازل کیا گیا کہ آپ ﷺ اس کی تبیین، تشریح اور وضاحت کریں۔

﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ﴾ (النحل:44)

(b) آپ ﷺ کو ﴿بِمَآ اَرٰكَ اللّٰهُ﴾ کی روشنی میں قرآن کے مطابق فیصلے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (النساء:105)

(c) قرآن نبیٔ اکرم ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔

(d) قرآن کے اَحکام اجمالی ہیں اور حدیث میں تفصیل۔ جیسے: اقامتِ صلوۃ، ایتائے زکوۃ، قطع ید وغیرہ۔

(e) آپ ﷺ معصوم ہیں۔ انبیاء کی معمولی لغزش کی بھی فوراً تصحیح کر دی جاتی ہے۔ وہ دنیا کے لیے نمونہ اور مثال ہوتے ہیں۔

احادیث کے سلسلے میں ایک اہم اُصول:

قرآن کی تفسیر میں ضعیف اور موضوع (جھوٹی، گھڑی ہوئی) روایات سے بچنا چاہیے۔ تفسیر ثعلبی، تفسیر واحدی اور علامہ جار اللہ زمخشری کی تفسیر کشاف میں ہر ایک سورۃ کے فضائل کی اکثر حدیثیں موضوع (Fabricated) ہیں۔

دو مثالیں:

(a) ﴿ظلم﴾ کا مشہور و معروف مطلب ناانصافی ہے، لیکن قرآن میں ﴿ظلم﴾ کا لفظ کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ صحیح البخاری کی حدیث:32 سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ الانعام کی درج ذیل آیت میں ﴿ظلم﴾ کا مطلب ﴿شرک﴾ ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (الانعام:82)

"حقیقت میں تو امن انہی کے لیے ہے اور راہِ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ﴿ظلم﴾ کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت میں ﴿ظلم﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مُراد ﴿شرک﴾ ہے، جیسا کہ سورہ لقمان میں ہے: ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمان:13)

''اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بناؤ، یقیناً ﴿شرک﴾ بہت بڑا ﴿ظلم﴾ ہے''

(b) اسی طرح سورۃ الحجر کی مندرجہ ذیل آیت میں ﴿سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ﴾ کا مطلب ﴿سورۃ الفاتحہ﴾ ہے۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ﴾ (الحجر:87)

صحیح البخاری میں حضرت ابو سعیدؓ بن المعلی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ﴾

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ فاتحۃ الکتاب، حدیث:4,204)

3- اَقوالِ صحابہ سے قرآن کی تفسیر:

تفسیر قرآن کا تیسرا اُصول یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر اَقوالِ صحابہؓ سے کی جائے۔ بالخصوص حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (م32ھ) اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ (م68ھ) کے اقوال سے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ پہلے قرآن کو دیکھا جائے گا۔ پھر صحیح احادیث کو دیکھا جائے گا اور پھر اُس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے کوئی مستند تفسیر بھی ثابت نہ ہو تو پھر صحابہؓ کے آثار کی روشنی میں قرآن کی تفسیر کی جائے گی۔ صحابہؓ کے اقوال سے تفسیر میں اس لیے مدد لی جاتی ہے کیونکہ

(a) صحابہؓ اہلِ زبان تھے۔

(b) صحابہؓ ہی کے محاورے میں قرآن نازل ہوا تھا۔

(c) صحابہؓ اُس کے پس منظر کو سمجھتے تھے۔

(d) صحابہؓ نے خود رسول ﷺ کی زبان سے قرآن اور اس کا مطلب سیکھا تھا۔

(e) صحابہؓ تفسیر میں احتیاط سے کام لیتے تھے۔ صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کی طرح معصوم نہیں ہیں۔ قرآن کی تفسیر میں بعض اوقات صحابہؓ کے درمیان اختلاف بھی پایا جاتا ہے، لیکن یہ اختلاف لفظی زیادہ اور معنوی کم ہوتا ہے۔

(f) صحابہؓ کے درمیان اگر قرآن کی تفسیر میں اختلاف نظر آئے تو ان میں سے اقویٰ قول کی پیروی کی جائے گی، البتہ اجماعِ صحابہؓ حجت ہے۔ (مقدمہ ابن تیمیہؒ)۔ اقویٰ قول سے مراد، وہ قول ہے جو قرآن اور صحیح احادیث سے قریب تر ہو اور جو قول زیادہ صحیح سند کے ساتھ منقول ہوا ہو۔

صحابہ کرامؓ میں مندرجہ ذیل دس افراد تفسیر کے امام سمجھے جاتے ہیں۔

(1) حضرت ابو بکر صدیقؓ (م13ھ) (2) حضرت عمر فاروقؓ (م24ھ)

(3) حضرت عثمان بن عفانؓ (م35ھ) (4) حضرت علی بن ابی طالبؓ (م40ھ)
(5) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (م32ھ) (6) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ (م68ھ)
(7) حضرت اُبی بن کعبؓ (م29ھ) (8) حضرت زید بن ثابتؓ (م45ھ)
(9) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (م54ھ) (10) حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ (م73ھ)

مثال:

سورۃ لقمان کی آیت:6 میں ﴿لَهْوَ الْحَدِيثِ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (م32ھ) نے اس لفظ کے بارے میں تین مرتبہ زور دے کر فرمایا:

﴿هُوَ وَاللهِ الْغِنَاءُ﴾ ”خدا کی قسم! اس سے مراد گانا (موسیقی) ہے۔“ (ابن جریر، ابن ابی شیبہ، حاکم، بیہقی)

4- تابعین کے اقوال سے قرآن کی تفسیر:

قرآن کی تفسیر کا چوتھا ماخذ تابعین کے اقوال و آثار ہیں، بشرطیکہ سند صحیح کے ساتھ منقول ہوں، بالخصوص حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے مکی شاگردوں کے اقوال سے جیسے: مجاہدؒ، عکرمہؒ، قتادہؒ، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ وغیرھم۔ تابعین، صحابہ کرامؓ کے تلامذہ تھے اور انہوں نے صحابہؓ سے علم حاصل کیا تھا۔ وہ اصحاب رسول ﷺ کی سیرت اور سنت کے تابعین باحسان تھے، اس لیے ان کو تابعین کہا جاتا ہے۔

جلیل القدر تابعین نے چونکہ تفسیر کے بعض ماہر صحابہؓ سے علم حاصل کیا تھا، اس لیے اُن کے اقوال کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے گا، لیکن اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(a) تابعین کا اختلاف حجت نہیں ہے، البتہ تابعین کا اجماع حجت ہوتا ہے۔

(b) تفسیری منقولات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ اسنادی اور غیر اِسنادی۔ صحابہؓ اور تابعینؒ کے تفسیری اقوال میں مضبوط سند والی روایات ہی قبول کی جائیں گی۔ (مقدمہ ابن تیمیہؒ)

(c) ملاحم اور مغازی کی کتابوں میں درج واقعات سے تفسیر مناسب نہیں، اگر وہ صحیح سند کے ساتھ نقل نہ کی گئی ہوں۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں ”تین چیزیں ایسی ہیں، جس میں اسناد نہیں ہوتی۔ تفسیر، ملاحم اور مغازی“۔ اس طرح کی اکثر روایات منقطع یا ﴿مُرْسَل﴾ ہوتی ہیں۔

مثال:

سورۃ النور کی آیت:31 میں ﴿التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

مشہور تابعی حضرت قتادہؒ (م118ھ) فرماتے ہیں: ایسا دست نگر آدمی، جو پیٹ کی روٹی پانے کے لیے تمہارے ساتھ لگا رہے۔

مشہور تابعی حضرت مجاہدؒ (م 107ھ) فرماتے ہیں: اِربہ (اِبلہ)، جو روٹی چاہتا ہے اور عورتوں کا طالب نہیں ہے۔

5- عربی زبان کے معروف اُصول و قواعد کے مطابق قرآن کی تفسیر:

قرآن مجید کی تفسیر کا پانچواں اور اہم اُصول یہ ہے کہ تفسیر عربی زبان کے معروف قواعد کے مطابق کی جائے۔

مفسر کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان پر مہارت رکھتا ہو۔ علم نحو پر قدرت ہو۔ اسم کی اعرابی حالتوں کی صحیح توجیہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ علم صرف سے شغف ہو۔ افعال و اَسماء کے تصرفات سے واقف ہو۔ علم اشتقاق پر مہارت ہو، ہر لفظ کے مادّوں کا علم رکھتا ہو۔ اور سب سے زیادہ اہم چیز یہ کہ بلاغتِ کلام کا اعلیٰ ذوق رکھتا ہو۔ بلاغت میں علمِ معانی، علم بیان اور علم بدیع بھی شامل ہے۔ مفسر کے لیے ضروری ہے کہ وہ تشبیہات، استعارے، کنائے وغیرہ سے واقف ہو۔ اِیجاز اور اِطناب کی وجوہات کو جان سکتا ہو۔ محذوف چیزوں کا سراغ لگا سکتا ہو۔

قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اس لیے عربی زبان کے علم کے بغیر فہم قرآن ممکن ہی نہیں ہے۔ احادیث کی زبان بھی عربی ہے اور رسول اللہ ﷺ افصح العرب تھے۔ عربی فصاحت وبلاغت اور عربوں کے محاوروں کا علم رکھنا بھی لازمی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ اپنے دیوانوں سے مدد لو۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہمارے دیوان کیا ہیں؟ تو آپ نے وضاحت کی کہ جاہلیت کے اشعار۔

دو مثالیں:

(a) بعض منکرین حدیث نے جو عربی زبان سے ناواقف ہیں ﴿اِضرِب بِعَصَاكَ الحَجَر﴾ کا ترجمہ "اپنی لاٹھی سے چٹان پر مارو" کے بجائے "اپنی جماعت کو پہاڑ کی سیر کراؤ" سے کیا ہے۔ وہ بے چارے یہ بھی نہیں جانتے کہ صرف ﴿ضرب﴾ کا مطلب مارنا ہے اور ﴿ضرب فی﴾ کا مطلب باہر نکلنا ہے۔

(b) اسی طرح ﴿إِنَّ اللهَ لَمَعَ المُحسِنِين﴾ کا ترجمہ ایک گمراہ صوفی نے یہ کیا ہے کہ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے صوفیاء کو چمکا دیا۔" اس نادان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ﴿إِنَّ﴾ کے جواب میں ﴿لَ﴾ آتا ہے۔ جیسے ﴿إِنَّ الإنسَانَ لَفِي خُسر﴾ علم بلاغت کے سلسلے میں مزید گفتگو سیاق وسباق کے باب میں کی جائے گی۔

6- اجتہاد اور رائے سے قرآن کی تفسیر اور اُس کی دو قسمیں:

تفسیرِ قرآن کا چھٹا اُصول یہ ہے کہ قرآن میں تدبر اور تفکر سے کام لے کر مندرجہ بالا قواعد کی روشنی میں رائے اور اجتہاد کا اظہار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے۔ خود قرآن نے عقل سے کام لینے کی ہدایت کی ہے۔ اس لیے ایک مفسرِ قرآن اپنی عقل کو

استعمال کرتے ہوئے قرآن میں غور وفکر سے کام لیتا ہے۔اسی کے نتیجے میں ﴿تَفَقُّه فِي الدِّين﴾ حاصل ہوتا ہے۔ صحابہؓ میں قرآن کے سب سے بڑے مفسر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! انہیں دین کا فہم عطا فرما اور انہیں تفسیر و تأویل کے علم سے بہرہ ور کردے۔ ﴿اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ﴾

(مسند احمد: 2397، صحیح)

"یااللہ! عبداللہ ابن عباسؓ کو دین میں گہرا علم عطا فرما اور انہیں قرآن کی تفسیر و تاویل کا فہم عنایت فرما۔"

حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں:

"ہمارے پاس کوئی خصوصی علم اور راز کی باتیں موجود نہیں ہیں ﴿إِلَّا فَهْمًا يُعْطِيهِ اللهُ رَجُلًا فِي الْقُرْآنِ﴾ سوائے فہم قرآن کے جو کسی شخص کو دیا گیا ہو" (صحیح بخاری: 2882)۔ حضرت علیؓ کے قول سے باطنیت کی بھی تردید ہوگئی اور قرآن میں غور و فکر اور تدبر و تفکر کے بعد اپنی آراء کے اظہار کی اہمیت بھی اجاگر ہوگئی۔ یہ فہم قرآن ہے۔ یہی تفسیر بالرائے ہے۔

تنبیہ: تفسیر بالرائے کے صحیح مطلب کو سمجھنا ضروری ہے، بعض لوگ ہر چیز کو تفسیر بالرائے کہہ کر اُسے حرام قرار دیتے ہیں اور بعض گمراہ اس کا ناجائز فائدہ اٹھا کر مَن مانی تفسیر کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں امام ابن تیمیہؒ نے اپنے مقدمے میں چند اہم باتیں لکھی ہیں۔ ان کا خلاصہ ہم آسان الفاظ میں درج کرتے ہیں۔

تفسیر بالرائے کی دو (2) قسمیں ہیں۔ تفسیر بالرائے محمود اور تفسیر بالرائے مذموم۔

(a) تفسیر بالرائے محمود:

محمود کا مطلب قابلِ تعریف ہے۔ تفسیر بالرائے قابلِ تعریف ہے، اگر مفسر نے قرآن کی ایک آیت کی تفسیر میں دیگر کئی آیتیں پیش کی ہوں، آیت کی تفسیر میں تمام صحیح احادیث نقل کرکے ضعیف اور جھوٹی احادیث کا ابطال کیا ہو۔ صحابہ کرامؓ کے اجماع کا ذکر کیا ہو اور اُن کے اقوال درج کرکے راجح قول کی طرف نشاندہی کی ہو۔ تابعین کے اقوال سے استدلال کیا ہو۔ عربی زبان کے محاوروں اور روز مرہ سے بحث کی ہو اور اس کے بعد محکم اور مضبوط دلائل کے ساتھ اپنی ترجیحی رائے درج کی ہو۔ یہ ترجیحی رائے، تفسیر بالرائے محمود ہے۔ قابلِ تعریف ہے۔ اللہ کے ہاں اعلیٰ مقام کی ضامن ہے۔

(b) تفسیر بالرائے مذموم:

تفسیر بالرائے کی دوسری قسم قابلِ مذمت ہے۔ یہ وہ تفسیر ہے، جس میں ایک آدمی قرآن، صحیح احادیث، صحابہؓ اور تابعین کے اقوال سے استشہاد کے بغیر صرف اور صرف اپنی ذاتی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتا ہے اور اپنے ذہن میں پہلے سے قائم شدہ نظریات کی دلیلیں قرآن سے تلاش کرنے کی مذموم کوشش کرتا ہے۔ صحیح احادیث کا انکار کرتا ہے۔ اپنی عقل کو صحیح احادیث پر فوقیت دیتا ہے۔ معجزات کا انکار کرتا ہے۔ عربی زبان کے معروف قواعد کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ایسا مفسر قابلِ مذمت ہے اور اللہ کے ہاں عذاب کا مستحق ہے، کیونکہ اُس نے نہ صرف خود کو گمراہ کیا ہے، بلکہ دوسروں کی گمراہی کا

سبب بھی بنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ اسی لیے امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ صرف اور صرف اپنی ذاتی رائے سے مجرد تفسیر کرنا حرام ہے۔ ﴿وَاَمَّا تَفْسِيْرُ الْقُرْآنِ بِمُجَرَّدِ الرَّائِي فَحَرَامٌ﴾ (مقدمہ ابن تیمیہؒ)

بہت سے مستند اقوالِ صحابہؓ اور اقوالِ تابعین کو نقل کرنے کے بعد تفسیر بالرائے محمود کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بھلا دنیا میں کوئی ایسا مفسر گذرا ہے، جس نے اپنی رائے کا اظہار نہ کیا ہو؟

چنانچہ فرماتے ہیں: ﴿فَاَمَّا مَنْ تَكَلَّمَ بِمَا يَعْلَمُ مِنْ ذٰلِكَ لُغَةً وَ شَرْعًا، فَلاَ حَرَجَ عَلَيْهِ﴾

"جہاں تک اُس شخص کا تعلق ہے، جو لغت پر مہارت رکھتا ہے اور جو رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے احکام سے مکمل واقفیت رکھتا ہے، اگر وہ اپنی رائے کا اظہار کرے تو کوئی حرج نہیں۔" (مقدمہ ابن تیمیہؒ)

علمائے سلف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ جب علم ہوتا تو گفتگو کرتے۔ لاعلمی کی صورت میں سکوت اختیار کرتے۔ علم رکھنے کے باوجود خاموشی اور سکوت اختیار کرنا عالم کے لیے بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ کتمانِ علم کی تعریف میں آتا ہے۔

مفسر کی اجتہادی غلطیاں:

مفسر ایک امتی ہے۔ رسول نہیں ہے۔ معصوم نہیں ہے۔ بہت بڑا عالم دین ہے، لیکن بہر حال ایک انسان ہے۔ علم اور حسن نیت کے باوجود اس سے اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ کتنی متوازن گفتگو کرتے ہیں! بدعتی مفسر کی غلطیوں اور اہل سنت والجماعت کے نیک نیت مفسر کی اجتہادی غلطیوں کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

﴿وَفِي الْجُمْلَةِ مَنْ عَدَلَ مِنْ مَذَاهِبِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَتَفْسِيْرِهِمْ اِلٰى مَا يُخَالِفُ ذٰلِكَ، كَانَ مُخْطِئًا فِيْ ذٰلِكَ، بَلْ مُبْتَدِعًا وَاِنْ كَانَ مُجْتَهِدًا مَغْفُوْرًا لَهٗ خَطْؤُهٗ﴾ (مقدمہ ابن تیمیہؒ)

"مختصر یہ کہ تفسیر میں جو شخص صحابہؓ اور تابعینؒ کے راستے سے ہٹ جاتا ہے اور اس کے خلاف موقف اختیار کرتا ہے، وہ اس معاملے میں نہ صرف غلطی کرتا ہے، بلکہ بدعتی ہو جاتا ہے۔ ہاں! اگر مفسر نے اجتہاد کیا ہے (اور اس نے اپنے تفسیری اجتہاد میں ٹھوکر کھائی ہے، جب کہ اس کی نیت اور طریقۂ کار صحیح ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کی غلطی معاف کر دے گا۔"

تفاسیر میں بے فائدہ تفصیلات:

قرآن کے طالبِ علم کو معلوم ہونا چاہیے کہ بعض تفسیروں میں نہ صرف غیر مستند واقعات ہوتے ہیں، بلکہ بے فائدہ اور بے اصل تفصیلات بھی ہوتی ہیں۔ مفسر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تفسیر کو فضول اور بے فائدہ تفصیلات سے پاک رکھے، جن کی کوئی دلیل اور سند نہ ہو۔

مثالیں:

اصحابِ کہف کے بارے میں بحث کرنا کہ اُن کی تعداد کتنی تھی؟ حضرت نوحؑ کی کشتی کی لمبائی اور چوڑائی کتنی تھی؟ قرآنِ مجید

میں بھی بے فائدہ تفصیلات سے گریز کیا گیا ہے۔ قرآن مقاصد پر نگاہ رکھتا ہے۔ قرآن کے طالبِ علم کو بھی قصے کے مقصد پر نگاہ رکھنی چاہیے کہ اصحاب کہف کیوں غار میں جانے پر مجبور ہوئے؟ حضرت نوحؑ کو کشتی بنانے کا حکم کیوں دیا گیا؟

بلاغت اور سیاق وسباق

بلاغت ایک وسیع چیز ہے۔ یہاں صرف چند چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(a) ایک ہی لفظ کے مختلف معانی:

قرآن کے طالبِ علم کو ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہر زبان کی طرح عربی زبان میں بھی ایک ہی لفظ، مختلف مطالب کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے: ﴿رب، الٰہ، عبادت، دین، طاغوت، ذکر، امہ، روح، صلوۃ﴾ وغیرہ کے مختلف معانی ہیں اور ہر جگہ ان کا الگ مفہوم ہوتا ہے۔

سارے معانی ذہن میں ہوں تو سیاق وسباق سے قرآن کے اِس مخصوص مقام پر، مخصوص معنیٰ کا تعین دشوار نہیں ہوتا۔

(b) ایک ہی مضمون کے لیے مختلف الفاظ:

بعض اوقات ایک ہی مضمون کے لیے کئی الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

جیسے: روزِ قیامت انسانوں کو اُن کے اعمال دکھائے جائیں گے۔ یہ ایک مضمون ہے۔ اِس مضمون کے اظہار کے لیے ﴿يَنْظُرُ، يَرَهُ، يُنَبِّئُكُمْ، عَلِمَتْ نَفْسٌ، مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ، اِقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ وغیرہ﴾ جیسے کئی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

اسی طرح خود ساختہ باطل تصورِ شفاعت ایک مضمون ہے۔ اس کی تردید کے لیے قرآن میں کئی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

جیسے: ﴿لَا يَتَكَلَّمُوْنَ، لَا يَمْلِكُوْنَ، فَلَا تُخَاطِبْنِي، مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ﴾ وغیرہ وغیرہ۔

(c) ایک ہی جملے کے دو مختلف مطلب:

بعض اوقات ایک ہی جملہ سلسلۂ کلام میں مختلف مفہوم دیتا ہے۔ جیسے سورۃ ق میں ﴿قَالَ قَرِيْنُهٗ﴾ آیت 23 اور 27 میں۔ ایک جگہ ﴿قرین﴾ کا مطلب فرشتہ ہے اور دوسری جگہ شیطان۔ اور سورۃ البقرۃ میں آیت 215 اور آیت 219 میں ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ میں ایک جگہ اس کا مطلب ہے کیا اور کتنا خرچ کیا جائے اور دوسری جگہ اس کا مطلب ہے کس پر خرچ کیا جائے؟ اس کا تعین بھی سیاق وسباق سے ہوتا ہے۔ آگے تفصیل آ رہی ہے۔

7- سیاق وسباق کے مطابق قرآن کی تفسیر:

قرآن مجید کی تفسیر کا ساتواں اہم اُصول یہ ہے کہ زیرِ بحث آیت سے پہلے کی آیات کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ اسے ﴿سباق﴾ کہتے ہیں۔ اور زیرِ بحث آیت کے بعد والی آیات کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے۔ اسے ﴿سیاق﴾ کہتے ہیں۔ یہی نظمِ کلام ہے۔ اسے ربطِ کلام بھی کہتے ہیں۔ اسے تناسبِ آیات کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ یہاں چند باتوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

سیاق وسباق میں لفظ کا مخصوص مطلب:

ہر لفظ کا ایک لغوی مفہوم ہوتا ہے، بعض اوقات ایک اصطلاحی اور شرعی مفہوم بھی ہوتا ہے۔ مثلاً ہر کتاب رکھنے والے کو ﴿اہل الکتاب﴾ نہیں کہا جاسکتا۔ بعض اوقات سیاق وسباق سے لفظ کا ایک نیا مخصوص مطلب سامنے آتا ہے۔ اس پر نگاہ ہونی چاہیے۔ مثلاً ﴿الحِکمة﴾ کا معروف ومشہور مفہوم دانائی ہے، لیکن سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 261 تا 274 کا مطالعہ کیجیے۔ یہ انفاق ﴿فِي سَبِيلِ اللهِ﴾ کے موضوع پر 14 آیات ہیں۔ اس کے آخر میں فرمایا گیا ﴿وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾۔ یہاں عمومی مطلب کے علاوہ ایک خصوصی مطلب بھی ہے۔ سلسلۂ کلام اور سیاق وسباق کو پیشِ نظر رکھیے تو ﴿الحِکمة﴾ کا خصوصی مطلب فیاضی، سخاوت اور دریادلی معلوم ہوتا ہے۔ الفاظ کے بارے میں تین (3) باتیں یاد رکھیے۔

(a) ہر لفظ گونگا ہوتا ہے۔

(b) لغت اور قاموس میں آکر یہی لفظ تتلانے لگتا ہے۔

(c) البتہ سیاق وسباق میں بولنے لگتا ہے اور اپنے صحیح مفہوم ومدعا کو بے نقاب کر دیتا ہے۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(a) ﴿مُتَّقِين﴾ کا لفظ قرآن میں کئی جگہ آیا ہے۔ ہر جگہ اس کا ایک مخصوص مطلب ہوگا۔

سورۃ التوبہ میں ﴿مُتَّقِين﴾ کا لفظ عہد اور معاہدوں کی پابندی کرنے والوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہ خارجہ پالیسی کے ﴿مُتَّقِی﴾ ہیں۔ (التوبہ:4، 7) سورۃ القصص میں یہی لفظ، حدود وقیود میں رہ کر اپنے اختیارات کا استعمال کرنے والوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہ عسکری قوت رکھنے والے صاحبِ اقتدار ﴿مُتَّقِی﴾ ہیں۔ (القصص:83)

سورۃ النبأ میں ﴿مُتَّقِين﴾ کا لفظ، احساسِ قیامت اور احساسِ جزاء وسزاء کے ساتھ زندگی گزارنے والوں کے لیے ﴿طَاغِين﴾ کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے۔ (النباء:31)

(b) ﴿طَاغِين﴾ کا لفظ اسی سورت میں ایک مخصوص مطلب رکھتا ہے۔ وہ لوگ جو قیامت کے احساس سے بے نیاز ہو کر بے لگام زندگی گزارتے ہیں۔ (النباء:22)

(c) ﴿مُسْرِفِین﴾ کا لفظ، جائز معاملات میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے والوں کے لیے عام طور پر استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا ایک مخصوص مطلب بھی ہے۔ (الانعام:141)

﴿مُسْرِفِین﴾ کا یہی لفظ، فرعون کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ فرعون اپنے اقتدار و اختیار میں ﴿اِسراف﴾ کے جرم کا مرتکب تھا۔ (یونس:83)

قرآن فہمی کے دو طریقے

8- نزولی ترتیب کے مطابق قرآن کو سمجھنا:

قرآنِ مجید کی تفسیر کا آٹھواں اُصول یہ ہے کہ قرآنِ مجید کو اُس کی نزولی ترتیب کے مطابق سمجھا جائے اور سورتوں اور آیتوں کے شانِ نزول کو سمجھنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ قرآن فہمی کے دو طریقے ہیں۔ نزولی ترتیب کے مطابق قرآن کو سمجھنا اور کتابی ترتیب کے مطابق قرآن کو سمجھنا۔ شانِ نزول کو سمجھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ پر مہارت ضروری ہے مکی دور کے مستند واقعات اور مدنی دور کے مستند واقعات۔ معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا میں پہلے قرآن نہیں آیا، بلکہ پہلے محمد ﷺ آئے ہیں اور چالیس سال کی عمر میں آپ پر قرآنِ مجید کے بتدریج نزول کا آغاز ہوا۔

قرآن سیرت النبی ﷺ کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ جو نادان سیرت النبی ﷺ کے بغیر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرے گا وہ ٹھوکر کھائے گا اور نہ صرف خود گمراہ ہوگا بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ منکرینِ حدیث کا یہی معاملہ ہے۔

سورتوں اور آیتوں کے نزول کے بارے میں وارد صحیح اور مستند روایات کو پیشِ نظر رکھنے سے قرآن فہمی کی منزلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

(a) <u>مکی اور مدنی سورتیں:</u>

طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے مکی سورتوں کی ترتیب کو سمجھے اور پھر مدنی سورتوں کی ترتیب کو سمجھے۔

مکی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں، جو ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئیں اور مدنی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں، جو ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہوئیں، قطع نظر اس سے کہ وہ کہاں نازل ہوئیں۔ سب سے آخر میں نازل ہونے والی مکمل سورت ﴿النصر﴾ ہے، جو حجۃ الوداع کے موقع پر 10ھ میں منیٰ کے مقام پر نازل ہوئی، لیکن یہ اصطلاحاً ﴿مدنی﴾ کہلاتی ہے۔

یہاں ایک اہم نکتے کی وضاحت ضروری ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے منسوب ایک روایت ابن ضریس کی ہے۔ یہ روایت منقطع ہے، اس پر ہرگز اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

امام سیوطیؒ نے بھی جو ترتیب بیان کی ہے، وہ بھی اسنادی اعتبار سے محلِ نظر ہے۔

(b) مکی سورتیں نوے (90) ہیں اور مدنی سورتیں چوبیس (24) ہیں۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ سورۃ الرعد، سورۃ الرحمن، سورۃ الدھر اور سورۃ الزلزال مدنی ہیں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ چاروں مکی ہیں۔ مکی اور مدنی سورتوں کو زمانی ترتیب کے لحاظ سے ابتدائی، وسطی اور آخری دور کی سورتوں میں مزید تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

نزولی ترتیب کو سمجھنے کے لیے چند اہم واقعاتِ سیرت اور اُن کی تاریخیں

مکی دور کی سورتوں کی نزولی ترتیب کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس میں ہمیں خارجی شواہد سے بھی کام لینا پڑتا ہے اور داخلی شواہد سے بھی۔ خارجی شواہد کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے، جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، دوسری وہ، جن کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ سورۃ کے اندر کا مواد خود رہنمائی کرتا ہے کہ یہ سورت کس دور میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی کو چار (4) بڑے ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان میں کل نوے (90) سورتیں نازل ہوئیں۔ تفصیل یہ ہے:

چار بڑے مکی اَدوار:

پہلا دور	آغازِ نبوت سے 3 نبوی تک	تین سال	13 سورتیں
دوسرا دور	4 سے 5 نبوی تک	دو سال	42 سورتیں
تیسرا دور	6 سے 10 نبوی تک	پانچ سال	22 سورتیں
چوتھا دور	11 نبوی سے ہجرتِ مدینہ تک	تین سال	13 سورتیں
	کل 13 سال		کل مکی سورتیں 90

1۔ ابتدائی خفیہ دور میں نازل ہونے والی سورتیں

پہلی وحی: سورۃ العلق کی ابتدائی 5 آیات سے وحی کا آغاز ہوا۔ یہ رمضان مطابق 10 اگست 610ء کا واقعہ ہے۔
ابتدائی تین سال کے پہلے دور میں غالباً کُل تیرہ (13) سورتیں نازل ہوئیں۔ جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

96۔ العلق	وحی کا آغاز ابتدائی پانچ آیات سے ہوا
74۔ المدثر	ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئیں
73۔ المزمل	ابتدائی آٹھ آیات نازل ہوئیں
1۔ سورۃ الفاتحہ	سات آیات پر مشتمل مکمل سورت نازل ہوئی
93۔ الضحیٰ	فترۃ الوحی کے بعد تسلی کے لیے نازل ہوئی

94۔ الم نشرح	فترۃ الوحی کے بعد تسلی کے لیے نازل ہوئی
81۔ التکویر	مناظر واحوال قیامت سے آگاہ کیا گیا
82۔ الانفطار	مناظر واحوال قیامت سے آگاہ کیا گیا
97۔ القدر	وحی کی قدر و قیمت بتائی گئی
99۔ الزلزال	مناظر واحوال قیامت سے آگاہ کیا گیا
100۔ العادیات	مناظر واحوال قیامت سے آگاہ کیا گیا
101۔ القارعۃ	مناظر واحوال قیامت سے آگاہ کیا گیا
103۔ العصر	خسارے سے بچنے کا نسخہ بتایا گیا

2۔ اعلان عام کے بعد نازل ہونے والی سورتیں

دوسرے دور میں غالباً کُل (42) سورتیں نازل ہوئیں۔ اعلان کے بعد تیئیس (23)، ہجرتِ حبشہ سے پہلے سات (7) اور ہجرتِ حبشہ کے بعد بارہ (12) سورتیں۔ جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

اعلانِ عام: اعلان عام 4 نبوی مطابق 613ء میں ہوا۔

112۔ الاخلاص	توحیدِ ذات کے اعلان کا حکم دیا گیا
95۔ التین	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی
55۔ الرحمن	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی
77۔ المرسلات	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی
75۔ القیامۃ	منکرِ آخرت قیادت کی پیروی سے بچنے کا حکم
76۔ الدھر	﴿السبیل﴾ دکھا دیا گیا۔ ناشکری نہ کرو
78۔ النبا	متقین اور منکرینِ آخرت طاغین کا تقابل
79۔ النازعات	خاشعین اور منکرینِ آخرت طاغین کا تقابل
83۔ المطففین	توہین واستہزاء کے ماحول میں مالی رویوں پر گرفت
84۔ الانشقاق	توہین واستہزاء کے ماحول میں نازل ہوئی
80۔ عبس	توہین واستہزاء کے ماحول میں آدابِ دعوت کی تربیت

87۔ الاعلیٰ	دورِ تذکیر میں نازل ہوئی
88۔ الغاشیہ	دورِ تذکیر میں نازل ہوئی
102۔ التکاثر	قریشی قیادت کی مادّہ پرستی پر گرفت
104۔ الھمزہ	قریشی قیادت کی بخیلی اور بد اخلاقی پر گرفت
105۔ الفیل	قریشی قیادت کو انتباہ کہ اللہ کعبہ کی حفاظت کرکے رہے گا
106۔ قریش	قریشی قیادت کو بیت اللہ کے رب کی عبادت کا حکم
107۔ الماعون	قریشی قیادت کی تکذیبِ آخرت کے اثرات پر گرفت
108۔ الکوثر	قریشی قیادت کی ہلاکت کی پیش گوئی
109۔ الکافرون	قریشی قیادت سے صاف صاف گفتگو
111۔ ابولہب	قریشی قائد اور اُس کی بیوی کی ہلاکت کی پیش گوئی
113۔ الفلق	توحیدِ ربوبیت کی دعوت کے اعلان کا حکم
114۔ الناس	توحید اُلوہیت وملوکیت کی دعوت کے اعلان کا بھی حکم

دورِ تکذیب میں سورۃ العلق، سورۃ المدثر اور سورۃ المزمل کی بقیہ آیات نازل ہوئیں۔

ہجرت حبشہ سے پہلے نازل ہونے والی سورتیں:

اس کے بعد دورِ مخالفت شروع ہوتا ہے اور اس میں شدت بڑھتی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں ہجرت حبشہ ہوتی ہے۔ ہجرتِ حبشہ سے پہلے مندرجہ ذیل سات (7) سورتیں نازل ہوئیں۔

29۔ العنکبوت	ہجرتِ حبشہ کا اشارہ
30۔ الروم	مسلمانوں کو آزمائشوں کے بعد کامیابی کی بشارت
31۔ سورۃ لقمان	عقیدے میں مشرک والدین کی بات نہ ماننے کا حکم
39۔ الزمر	ہجرتِ حبشہ کا اشارہ
18۔ سورۃ الکھف	حبشہ کے عیسائیوں میں آدابِ تبلیغ کی تعلیم
19۔ مریم	عیسائیوں میں توحید کی دعوت۔ تثلیث کی تردید
20۔ طٰہٰ	عیسائیوں میں توحید کی دعوت

پہلی ہجرتِ حبشہ: پہلی ہجرت حبشہ رجب 5 نبوی مطابق 614ء ہوئی۔ 12 نو مسلم مردوں اور 4 عورتوں کا حضرت عثمانؓ کی قیادت میں حبشہ کی طرف سفر ہوا۔

دوسری ہجرت حبشہ: 82 مردوں اور 18 عورتوں پر مشتمل 100 افراد نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

ہجرت حبشہ کے بعد نازل ہونے والی سورتیں:

ہجرت حبشہ کے بعد غالباً مندرجہ ذیل بارہ (12) سورتیں نازل ہوئیں۔ یہ دور رسول اللہ ﷺ پر بے سروپا الزامات کا دور تھا اور ﴿تکذیب﴾ کا ﴿تکذیب﴾ سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کی دعوت کو جھٹلانا ہے۔

32۔ سورۃ السجدہ	رسول ﷺ پر مفتری ہونے کا الزام
56۔ سورۃ الواقعہ	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی
50۔ ق	دورِ تکذیب میں تذکیر کا حکم
51۔ الذاریات	رسول ﷺ پر ساحر و مجنون ہونے کا الزام
52۔ الطور	رسول ﷺ پر شاعر مجنون کاہن اور متقول ہونے کا الزام
67۔ الملک	رسول ﷺ پر گمراہ ہو جانے کا الزام
68۔ قلم	رسول ﷺ پر مجنون اور مفتون ہونے کا الزام
69۔ الحاقۃ	رسول ﷺ پر کاہن، شاعر اور متقول ہونے کا الزام
70۔ المعارج	زر پرست قریشی قیادت کو ہلاکت کی دھمکی
71۔ نوح	آدابِ دعوت اور قومِ نوح کی طرح ہلاکت کی دھمکی
91۔ سورۃ الشمس	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی۔ تکذیبِ ثمود سے انذار
92۔ سورۃ اللیل	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی

سورۃ النجم کی آخری آیات نازل ہوئیں، جبکہ ابتدائی آیات بارہ نبوی میں معراج کے موقع پر نازل ہوئیں۔

3۔ چھ سے دس نبوی میں نازل ہونے والی سورتیں

تیسرے دور میں غالباً کُل بائیس(22)سورتیں نازل ہوئیں۔ ابتداء میں قحط کے بعد نو (9) سورتیں اور شدتِ ظلم کے بعد تیرہ(13)سورتیں نازل ہوئیں۔ جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔ اس دور کے آغاز میں حضرت حمزہ مسلمان ہوئے، ان کے تین دن بعد حضرت عمرؓ اسلام لے آئے۔ یہ واقعہ غالباً ذوالحجہ چھ نبوی مطابق 615ء کا ہے۔

سات نبوی کے قحط کے بعد نازل ہونے والی سورتیں:

سات نبوی(616ء) میں مکے میں قحط پڑا۔ اس دور میں نازل ہونے والی نو(9)سورتیں حسبِ ذیل ہیں۔

21۔ سورۃ الانبیاء	رسول ﷺ پر شاعر و مفتون ہونے کا الزام
23۔ سورۃ المومنون	رسول ﷺ پر مجنون ہونے کا الزام
25۔ سورۃ الفرقان	رسول ﷺ پر مسحور اور مفتری ہونے کا الزام
26۔ سورۃ الشعراء	تشکیک اور رسول ﷺ پر مجنون ہونے کا الزام
27۔ سورۃ النمل	تشکیک اور رسول ﷺ پر ساحر ہونے کا الزام
28۔ سورۃ القصص	ابو طالب کی ہدایت رسول ﷺ کی اختیار میں نہیں
44۔ حٰم الدخان	رسول ﷺ پر مجنون اور معلم ہونے کا الزام
45۔ حٰم الجاثیہ	دہریت میں گرفتار مادّہ پرست لیڈروں کو دھمکی
54۔ سورۃ القمر	دورِ تکذیب میں نازل ہوئی

اسیری کے تین سال: یہ وہی دور ہے، جس میں قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو شعبِ ابی طالب میں محصور کر دیا تھا۔ یہ واقعہ محرم 7 نبوی مطابق 616ء کا ہے۔ تین سال تک آپ ؐ کو نظر بند کیا گیا اور اس زمانے کا اختتام محرم 10 نبوی مطابق 619ء میں ہوا۔

دورِ شدتِ ظلم و ستم میں نازل ہونے والی سورتیں:

دورِ ظلم و ستم میں غالباً گیارہ(11)سورتیں نازل ہوئیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ یہ وہ دور تھا، جس میں الزامات بھی تھے لیکن بات الزامات سے بڑھ کر آپ ﷺ کے خلاف سازشوں تک پہنچ گئی تھی۔ اس دور کے آخر میں حوامیم کی دو سورتیں نازل ہوئیں۔

34۔ سبا	رسول ﷺ پر ساحر مجنون اور مفتری ہونے کا الزام
35۔ سورت فاطر	رسول ﷺ کے خلاف سازشیں
36۔ سورت یٰس	رسول ﷺ پر شاعری کا الزام اور اللہ کا جلال

37۔ سورت الصافات	رسول ﷺ پر ساحر اور مجنون ہونے کا الزام
38۔ سورۃ ص	رسول ﷺ پر ساحر اور کذاب ہونے کا الزام
85۔ سورت البروج	ظلم وستم پر ہلاکت کی دھمکی
86۔ سورت الطارق	﴿کید﴾ یعنی سازشوں کے دور میں نازل ہوئی
89۔ سورۃ الفجر	﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ ہلاکت کی دھمکی
90۔ سورۃ البلد	جب رسول ﷺ پر ظلم حلال کر لیا گیا
40۔ سورۃ حم المؤمن	فرعون کی ہلاکت سے تخویف
41۔ سورۃ حم السجدہ	عاد وثمود کی ہلاکت سے تخویف

اس دور کا اختتام رسول اللہ ﷺ کی رہائی، حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کے انتقال پر ہوتا ہے، جس کے بعد آپ نے حضرت سودہؓ سے نکاح فرمایا اور دعوت وتبلیغ کے لیے طائف کا سفر کیا۔

(a) انتقال حضرت ابو طالب: رجب 10 نبوی مطابق 619ء

(b) انتقال حضرت خدیجہؓ: رمضان 10 نبوی (دوماہ بعد)

(c) حضرت سودہ سے نکاح: شوال 10 نبوی مطابق 619ء

(d) سفر طائف: شوال 10 نبوی۔ مطابق جون 619ء میں رسول اللہ ﷺ نے طائف کا تبلیغی دورہ کیا، اسی موقع پر غالباً ﴿سورۃ الاحقاف﴾ اور ﴿سورۃ الجن﴾ کا نزول ہوا۔

46۔ سورۃ الاحقاف	جنات کو قرآن سنایا جاتا ہے
72۔ سورۃ الجن	جنات قرآن سن کر مسلمان داعی بن جاتے ہیں

4۔ آخری تین سالوں میں نازل ہونے والی سورتیں

آخری اور چوتھے دور کے چند اہم واقعات پر نگاہ ڈالیے۔

(a) حضرت عائشہؓ سے نکاح: شوال 11 نبوی مطابق 620ء رخصتی ہجرتِ مدینہ کے بعد ہوئی۔

(b) مدینے سے قبیلہ خزرج کے 6 افراد کی مکہ آمد اور قبولِ اسلام: ذوالحجہ 11 نبوی مطابق 620ء

(c) واقعۂ معراج اور فرضیتِ نمازِ پنجگانہ: 27 رجب 12 نبوی مطابق 621ء کو معراج ہوئی۔ واقعۂ معراج کے بعد ﴿سورۃ النجم﴾ کا کچھ حصہ اور ﴿سورۃ بنی اسرائیل﴾ نازل ہوئی۔

(d) پہلی بیعتِ عقبہ: 12 افراد کی مدینے سے آمد اور قبولِ اسلام (10 خزرجی + 2 اوسی) ذوالحجہ 12 نبوی مطابق 621ھ

(e) دوسری بیعتِ عقبہ: 72 افراد کی آمد اور قبولِ اسلام ذوالحجہ 13 نبوی مطابق 622ھ

آخری اور چوتھے دور میں غالباً کُل تیرہ (13) سورتیں نازل ہوئیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

10۔ سورۃ یونس	تشکیک اور الزاماتِ سحر وافتراء میں نازل ہوئی
11۔ ہود	تشکیک اور الزاماتِ سحر وافتراء میں نازل ہوئی
12۔ یوسف	رسول ﷺ کے اخراج کے منصوبے ہو رہے تھے
13۔ الرعد	رسول ﷺ کے خلاف ﴿مکر﴾ سازشیں ہو رہیں تھیں
14۔ ابراہیم	رسول ﷺ کے خلاف ﴿مکر﴾ سازشیں ہو رہیں تھیں
15۔ الحجر	الزاماتِ سحر اور استہزاء کے ماحول میں نازل ہوئی
16۔ النحل	ہجرت مدینہ کا پیشگی اشارہ

12 نبوی میں معراج ہوئی۔ اس سال غالباً دو سورتیں نازل ہوئیں، جن میں سفر معراج کا تذکرہ ملتا ہے۔
سورۃ بنی اسرائیل میں رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کی دعا سکھائی گئی۔ معراج کے موقع پر مکے اور فلسطین کے سفر کے دوران میں آپ ﷺ کو مدینہ منورہ دکھایا گیا۔

17۔ بنی اسرائیل	مدینے میں اسلامی ریاست کے قیام کے اشارے
53۔ النجم	واقعۂ معراج

13 نبوی میں ہجرتِ مدینہ سے پہلے غالباً مندرجہ ذیل چار سورتیں نازل ہوئیں۔

42۔ حٰم الشوریٰ	اسلامی اجتماعیت کی وضاحت
43۔ حٰم الزخرف	قریش کے خلاف اتمامِ حجت اور آخری وارننگ
6۔ سورۃ الانعام	قریش کے خلاف اتمامِ حجت اور آخری وارننگ
7۔ سورۃ الاعراف	قریش کے خلاف اتمامِ حجت اور آخری وارننگ

مدینے کی طرف ہجرت:

27 صفر 14 نبوی کو رسول اللہ ﷺ ہجرتِ مدینہ کے لیے حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مکے سے روانہ ہوئے۔

مدینہ منورۃ میں نازل ہونے والی (24) چوبیس سورتیں

زمانہ نزول اور مرکزی مضمون

	سورۃ کا نام	زمانہ نزول	مرکزی مضمون / اہم مضمون
1	سورۃ جمعہ کی آخری تین آیات	1ھ۔ قبا میں پہلا جمعہ پڑھا گیا	خطبہ جمعہ اور نمازِ جمعہ کے احکام
2	سورۃ الحج آیات: 25 تا 78	1ھ میں	دفاعی جنگ کی اجازت
3	سورۃ التغابن	1ھ میں	جہاد و انفاق کی تمہید
4	سورۃ البقرۃ	2ھ میں۔ جنگِ بدر سے پہلے	تبدیلیِ قبلہ و امامت، نئی شریعت کے احکام
5	سورۃ الطلاق	2ھ میں۔ جنگِ بدر سے پہلے	طلاق کا استعمال اور قوموں پر عذاب
6	سورۃ محمد	2ھ میں۔ جنگِ بدر سے پہلے	آدابِ جنگ اور اِنفاق کی ترغیب
7	سورۃ الانفال	2ھ میں۔ جنگِ بدر کے بعد	آدابِ جنگ اور غنیمت کے احکام
8	سورۃ الصف	3ھ میں۔ غزوۂ احد کے بعد	اللہ کے مددگار بنو! غالب ہو جاؤ گے!
9	سورۃ آل عمران	3ھ میں	غلبۂ اسلام کی تدبیریں
10	سورۃ الحشر (بنی نضیر)	ربیع الاول 4ھ میں	صفاتِ الٰہی سے نفاق کا علاج
11	سورۃ النساء	4ھ میں	خاندان سے ریاست تک مضبوط اجتماعیت
12	سورۃ الحدید	4ھ میں	عدل و انصاف کا قیام
13	سورۃ الاحزاب	جنگِ احزاب کے بعد شوال 5ھ میں	عائلی، عسکری اور سماجی احکام
14	سورۃ المجادلہ	5ھ میں	ظِہار اور نجویٰ کے احکام
15	سورۃ المنافقون	شعبان 6ھ میں غزوہ بنی المصطلق	نفاق چھوڑو! انفاق کرو!
16	سورۃ النور	6ھ میں	عائلی اور سماجی احکام
17	سورۃ الفتح	صلح حدیبیہ سے واپسی پر ذوالحجہ 6ھ میں	فتوحات ایران و افریقہ کی بشارت
1	سورۃ الجمعہ 1 تا 8 آیات	فتحِ خیبر کے بعد محرم 7ھ میں	منصبِ رسالت، تزکیۂ نفس
18	سورۃ المائدۃ	7ھ میں	اسلامی قانون اور سیکولرزم
19	سورۃ التحریم	8ھ میں	عائلی زندگی اور عورت کا کردار
20	سورۃ الممتحنہ	8ھ میں	عورتوں کی جاسوسی اور شہریت

21	سورۃ الحجرات	9ھ میں	اللہ اور رسول ﷺ اور مسلمانوں کے حقوق
22	سورۃ التوبۃ	رجب 9ھ میں غزوۂ تبوک سے پہلے اور بعد	مشرکین، یہود اور نصاریٰ سے جہاد
23	سورۃ البینۃ	10ھ میں	آخری رسول کو نہ ماننے والے دوزخی ہیں
24	سورۃ النصر	10 ذوالحجہ 10ھ میں بمقام منیٰ نازل ہوئی	رسول ﷺ کو وفات کی اطلاع
	وفات رسولؐ	12 ربیع الاول 11ھ، تین ماہ دو دن بعد	

9- کتابی ترتیب کے مطابق قرآن کو سمجھنا:

قرآن مجید کی تفسیر کا نواں اُصول یہ ہے کہ قرآن مجید کو اُس کی کتابی ترتیب کے مطابق سمجھا جائے۔

قرآن مجید کے طالب علم کو حیرت ہوتی ہے کہ نزولی اعتبار سے تو پہلے سورۃ العلق، سورۃ المدثر اور سورۃ المزمل کی چند آیات نازل ہوئیں، لیکن انہیں قرآن میں پہلے نہیں رکھا گیا۔ نزولی ترتیب اور ہے، کتابی ترتیب اور ہے۔

آخر اس کتابی ترتیب کی کیا حکمتیں ہیں؟ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل چیزوں پر نگاہ رکھی جائے۔

(a) توقیفی ترتیب: سورتوں کی موجودہ قرآنی ترتیب توقیفی ہے، یعنی غیر اجتہادی ہے، منجانب اللہ ہے، منجانب جبریلؑ ہے اور منجانب رسول اللہ ﷺ ہے۔ اسی ترتیب سے صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، قراء اور حفاظ نسل در نسل قرآن مجید کو ذکر کرتے ہیں اور اسے اگلی نسل تک پہنچاتے ہیں۔ اس ترتیب میں بھی عظیم الشان حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ اس پر غور و فکر کرے۔

(b) مکی اور مدنی سورتوں کا حسین و جمیل امتزاج: الفاتحہ مکی ہے۔ پھر چار سورتیں البقرۃ، آل عمران، النساء اور المائدہ مدنی ہیں۔ پھر دو سورتیں الانعام اور الاعراف مکی ہیں اور پھر دو سورتیں مدنی ہیں۔ الانفال اور توبہ۔ اس طرح یہ مکی اور مدنی سورتوں کا ایک حسین لیکن معنی خیز امتزاج ہے۔

(c) سورتوں کے نام:

سورتوں کے ناموں کے بارے میں تین باتیں ذہن نشین کر لیجیے۔

i سورتوں کے ناموں میں سے، صرف چند نام مسنون ہیں، یعنی محمد ﷺ سے ثابت ہیں۔

ii زیادہ تر سورتوں کے نام غیر توقیفی، یعنی اجتہادی ہیں اور علماء نے رکھے ہیں۔

iii بعض سورتوں کے ایک سے زیادہ نام ہیں۔

جیسے سورۃ ﴿الدھر﴾ کا دوسرا نام ﴿الانسان﴾ ہے اور سورۃ ﴿محمد﴾ کا ﴿القتال﴾۔

(d) سورتیں، پارے اور رکوع:

i قرآن مجید کی ایک سو چودہ (114) سورتیں ہیں۔ سورتوں کی تقسیم توقیفی ہے۔ وحی پر مشتمل ہے۔ اجتہاد پر مشتمل نہیں ہے۔

یہی تقسیم فہم قرآن کی اصل بنیاد ہے۔ پاروں کی تقسیم سے فہم قرآن میں کوئی مدد نہیں مل سکتی۔

ii تیس (30) پاروں کی تقسیم غیر توقیفی، یعنی اجتہادی ہے، بعد کے اَدوار میں علماء نے کی ہے، یہ محض ایک مقداری (Quantitative) تقسیم ہے۔ فہم قرآن میں کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

iii رکوعوں کی تقسیم بھی غیر توقیفی یعنی اجتہادی ہے اور علماء کی جانب سے ہے۔ پاروں کی طرح رکوعوں کی تقسیم میں بھی زیادہ تر توجہ مقدار (Quantity) پر ہے، اگرچہ کہیں کہیں کسی حد تک مضمون کی مناسبت کا خیال بھی رکھا گیا ہے، لیکن ہر جگہ نہیں۔

(e) ہر سورت کو ایک اکائی یعنی وحدت (Single Unit) تسلیم کیا جائے:

مندرجہ بالا دلائل سے یہ اُصول ثابت ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید کے طالبِ علم کو چاہیے کہ وہ ہر سورت کو ایک وحدت اور اکائی تسلیم کرکے ایک وقت میں ایک سورت کا مطالعہ کرے۔

ہر سورت ایک وحدت اور اکائی (Single & Independent Unit) ہے۔

(f) قرآنی سورتوں کا باہمی تعلق:

قرآنی سورتوں کا آپس میں گہرا باہمی تعلق ہوتا ہے۔ جس طرح کسی عالی شان عمارت میں کمرے سے کمرہ جڑا ہوا ہوتا ہے، اسی طرح یوں سمجھیے کہ قرآنِ مجید کے بھی 114 کمرے ہیں اور ہر کمرہ دوسرے سے مربوط ہے، جیسے:

i سورۃ ﴿البقرۃ﴾، سورۃ ﴿آل عمران﴾ سے جڑی ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ﴿زہراوان﴾ اور ﴿غمامتان﴾ کا نام دیا ہے۔ ایک مغضوب کی تفسیر ہے تو دوسری ضالین کی تفسیر ہے۔

ii سورۃ ﴿الطلاق﴾، سورۃ ﴿التحریم﴾ سے جڑی ہوئی ہے، دونوں کا موضوع عائلی زندگی ہے۔

iii سورۃ ﴿الانفال﴾، سورۃ ﴿التوبہ﴾ سے جڑی ہوئی ہے، دونوں کا موضوع جہاد ہے۔

iv سورۃ ﴿الضحیٰ﴾، سورۃ ﴿الم نشرح﴾ سے جڑی ہوئی ہے، دونوں میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دے کر ہدایات دی گئیں۔

v سورۃ ﴿الناس﴾، سورۃ ﴿الفلق﴾ سے جڑی ہوئی ہے، دونوں پناہ حاصل کرنے کے لیے ہیں۔ ﴿مُعَوِّذَتان﴾ کہلاتی ہیں۔

10- ہر سورت کا نظمِ جلی بنیادی ڈھانچہ (Macro - structure) معلوم کیا جائے:

فہم قرآن کا دسواں اُصول یہ ہے کہ ہر سورت کا ایک نظمِ جلی یا بنیادی ڈھانچہ ہوتا ہے۔ ہر سورت چونکہ ایک وحدت ہے، اس لیے طالبِ علم کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ اُس کے بڑے بڑے اجزاء تلاش کرے، جو ایک ذیلی مضمون رکھتے ہوں۔

دوسرے لفظوں میں ہر سورت کو ﴿فقرات﴾ یعنی پیراگرافوں میں تقسیم کیا جائے۔ یہ سورت کا بنیادی ڈھانچہ ہوتا ہے، جسے میں ﴿نظمِ جلی﴾ کا نام دیتا ہوں۔ میری یہ کتاب بھی اسی موضوع سے متعلق ہے۔

نظمِ جلی کی چند مثالیں:

(a) سورۃ البقرۃ کے چار بڑے حصے ہیں۔ پہلا تمہید، دوسرا بنی اسرائیل سے متعلق ہے، تیسرا اُمتِ مسلمہ سے اور آخری اختتامیہ۔

(b) سورۃ آل عمران کے دو بڑے حصے ہیں۔ پہلا زیادہ تر اہلِ کتاب اور عیسائیوں سے متعلق ہے اور دوسرے مسلمانوں سے۔

(c) سورۃ الاعراف کے آٹھ حصے ہیں۔ (تمہید اور اختتامیے کے درمیان میں چھ قوموں کے واقعات ہیں)

(d) سورہ ھود کے بھی آٹھ حصے ہیں۔ (تمہید اور اختتامیے کے درمیان میں چھ قوموں کے واقعات ہیں)

(e) سورۃ الکھف کے چھ حصے ہیں۔ (تمہید اور اختتامیے کے درمیان میں چار قصے بیان کیے گئے ہیں)

(f) سورۃ الجمعہ کے دو حصے ہیں۔ (سبت کے ساتھ یہود کا برتاؤ اور مسلمانوں کے لیے احکامِ جمعہ)

(g) سورۃ المنافقون کے دو حصے ہیں۔ (نفاق اور اِنفاق کا باہمی تعلق)

(h) سورۃ النبأ کے بنیادی طور پر تین حصے یا تین پیراگراف ہیں۔ (قیامت۔ طاغین کی صفات۔ متقین کی صفات)

11- ہر سورت کا مرکزی مضمون یا عمود (Theme) معلوم کیا جائے:

فہمِ قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ ہر سورت کا مرکزی مضمون تلاش کیا جائے۔

ہر سورت کو پیراگرافوں میں تقسیم کرنے کے بعد، ہر ذیلی پیراگراف کا عنوان تلاش کیا جائے۔ اس کے بعد سورت کے مرکزی مضمون کا فہم بہت آسان ہو جاتا ہے۔

مرکزی مضمون کی مثالیں:

(a) سورۃ البقرۃ کا مرکزی مضمون، تبدیلیِ اِمامت ہے۔

(b) سورۃ الاعراف کا مرکزی مضمون، ہلاکت اور استبدالِ اقوام ہے۔

(c) سورۃ ہود کا مرکزی مضمون، دعوتِ توحید اور دعوتِ استغفار ہے، تاکہ ہلاکت سے بچا جائے۔

(d) سورۃ القصص کا مرکزی مضمون، ﴿عُلُوًا فِي الارض﴾ کا دنیاوی اور اُخروی انجام ہے۔

(e) سورۃ التین کا مرکزی مضمون، اِمکانِ قیامت کے نقلی اور عقلی دلائل کا جائزہ ہے۔

اس سلسلے میں دو اُصول مدِ نظر ہوں۔

(a) مرکزی مضمون یعنی (Theme) کے تعین میں، نظمِ جلی (Macro-Structure) سے مدد ملتی ہے۔

(b) نظمِ جلی (Macro-Structure) کے تعین میں، سورت کے اجزاء کے موضوعات اور متنوع مضامین رہنمائی کرتے ہیں۔

12- نظمِ خفیف (Micro-Structure) تلاش کیا جائے:

فہم قرآن کا اگلا اصول یہ ہے کہ نظمِ خفیف (Micro-Structure) تلاش کیا جائے۔ نظمِ خفیف سے مراد، ایک آیت یا ایک سے زائد آیات میں آنے والے الفاظ کا باہمی ربط ہے۔ قرآنِ مجید کے طالب علم کو ہر لفظ کی اُنگلی پکڑ کر چلنا چاہیے۔ قرآن کا ہر لفظ اپنی جگہ مستقل ہے، کوئی حرف بھی زائد نہیں۔ اللہ تعالیٰ مفسرین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ انہوں نے اپنی تفاسیر میں ایک ایک لفظ پر کئی کئی صفحات لکھے ہیں اور آیت کو آیت سے اور لفظ کو لفظ سے جوڑنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ محذوفات کو دریافت کیا ہے۔ چھپی ہوئی چیزوں کا سراغ لگایا ہے۔ یہاں چند نکات بیان کیے جارہے ہیں۔

(a) ایک بڑی آیت کے اندر پائے جانے والے مختلف جملوں کے درمیان چھپی ہوئی چیزوں کا سراغ لگانا چاہیے۔

(b) بین السطور (Between the Lines) کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے۔

(c) محذوفات (Omissions) کو دریافت کرنے کا ہنر سیکھنا چاہیے۔

(d) اکثر آیات صفاتِ الٰہی پر ختم ہوتی ہیں۔ جیسے ﴿الْغَفُورُ الرَّحِيمُ، الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ، الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ، الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ وغیرہ۔ یہ صفاتِ الٰہی بے ترتیب (At Random) نہیں آتیں، بلکہ اس کا اگلے یا پچھلے مضمون سے گہرا ربط اور تعلق ہوتا ہے۔ ان مخصوص صفات کے اس مخصوص مقام پر لائے جانے کی حکمت پر غور کیا جائے۔

نظمِ خفیف کی چند مثالیں

(a) سورۃ ﴿التین﴾ میں تین سے زیتون، زیتون سے طورِ سیناء اور طورِ سیناء سے بلدِ امین جڑا ہوا ہے۔ ان چار چیزوں سے احسن تقویم اور اسفل سافلین جڑے ہوئے ہیں یہ سارا مضمون ﴿یوم الدین﴾ یعنی قیامت اور اُس کی جزاء اور سزا سے مربوط ہیں۔ قیامت ﴿احکم الحاکمین﴾ کے عدل وانصاف پر دلیل ہے۔

(b) آیت الکرسی میں ﴿إِلٰهَ، الْحَيُّ، الْقَيُّومُ﴾ اور اُس کے بعد اللہ تعالیٰ کی تنزیہی صفات (عدم نوم اور عدم وسن) آپس میں گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ شفاعت اور علم کا گہرا تعلق ہے۔ ﴿إله﴾ کا کرسی سے تعلق ہے۔ اقتدار کی، تنزیہی صفت ﴿لَا يَئُودُهُ﴾ سے گہری مناسبت ہے۔ ﴿الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ کی صفات پورے مضمون کا حاصل ہیں۔

آیت الکرسی کی تشریح پر ہمارا رسالہ زیرِ طبع ہے۔

13- سورۃ کے کلیدی الفاظ پر توجہ دی جائے:

فہم قرآن کا اگلا اصول یہ ہے کہ ہر سورت کے کلیدی الفاظ پر توجہ دی جائے۔

ہر سورت کے اندر بعض کلیدی الفاظ (Key Words) ہوتے ہیں، جو سورت کے فہم میں مدد ومعاون ثابت ہوتے ہیں۔

قرآن کے طالبِ علم کو چاہیے کہ وہ ان پر بھرپور نگاہ رکھے۔ جس طرح ایک کمرے میں صوفے دیکھ کر آپ جان لیتے ہیں کہ یہ بیٹھک اور دیوان خانہ ہے۔ کھانے کی میز دیکھ کر کمرے کی غرض وغایت کا اندازہ کر لیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح ہر سورت کے مخصوص الفاظ ہوتے ہیں۔ یہ مخصوص اصطلاحات اور یہ مخصوص الفاظ، سورت کے مرکزی مضمون (Theme) سے کمال درجے کی مناسبت رکھتے ہیں، اور مرکزی مضمون یعنی عمود کی دریافت میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

کلیدی الفاظ کی مثالیں:

(a) سورۃ الکھف میں ﴿زینت﴾ کا لفظ تین مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

(b) سورۃ الرحمن میں ﴿ذُوالجَلَالِ وَالاکرام﴾ کا دو مرتبہ وارد ہوا ہے، یہ دو صفات صرف اسی سورت میں آئی ہیں۔

(c) سورۃ الدھر میں ﴿سبیل﴾ کا لفظ ابتداء میں بھی آیا ہے اور آخر میں بھی۔

(d) سورۃ القصص میں ﴿عُلُوّ فی الارض﴾ کا لفظ ابتداء میں بھی لایا گیا ہے اور آخر میں بھی۔

(e) جیسے سورۃ القمر میں ﴿کَذَّبُوا﴾ اور ﴿کَذَّبَ﴾ جیسے الفاظ۔

14- اقسام القرآن کو دلائل سمجھ کر، دلیل اور مدلول کے ربط کو سمجھا جائے:

فہم قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں جو قسمیں آئی ہیں، ان کے مقصد کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور دلیل اور مدلول کے ربط کو سمجھا جائے۔ اقسام القرآن بھی دلائل ہیں۔

قرآنِ مجید میں ﴿لَیل، نَھَار، تِیْن، زَیْتُون، عَصَر، فَجْر، ضُحیٰ، العادِیات، مُرْسَلات﴾ وغیرہ کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ قسم، گواہی اور شہادت ہے۔ یہ ساری قسمیں کسی نہ کسی حقیقت، قاعدے اور کلیے کو ثابت کرنے کے لیے کھائی گئی ہیں۔

مدرس قرآن کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ مُقسِم بہٖ (جس کی قسم کھائی گئی ہے) اور مُقسَم عَلَیہِ (جس کے لیے قسم کھائی گئی ہے) کے درمیان گہرا تعلق ہوتا ہے۔ (حمید الدین فراہیؒ)۔

ظاہر ہے ﴿وَالْعَصْر﴾ کا خسارے سے گہرا تعلق ہے۔ ﴿وَالْعَصْر﴾ کی جگہ ﴿وَالْفَجْر﴾ نہیں رکھا جا سکتا۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(a) سورۃ ﴿یٰسٓ﴾ کے آغاز میں حکمت والے قرآن کی گواہی اس لیے پیش کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو لوگ سلسلۂ رسالت کی آخری کڑی سمجھ کر ایمان لائیں۔

(b) سورۃ ﴿الاِنْشِقاق﴾ میں، شفق، رات اور چاند کی گواہیاں اسی لیے پیش کی گئی ہیں، تاکہ ثابت کیا جا سکے کہ انسان کو بھی مندرجہ بالا تین چیزوں کی طرح ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف سفر کرنا ہے، وہ کشاں کشاں چاہے نہ چاہے اپنے رب کی طرف سفر کر رہا ہے۔

(c) سورۃ ﴿الطارق﴾ میں زمین اور آسمان کی قسم یعنی گواہی اسی لیے فراہم کی گئی ہے کہ جس طرح آسمانِ بادوباراں کے فیض سے زمین پھٹ کر لہلہانے لگتی ہے، اسی طرح قرآن کے فیض سے بھی انسانی روحیں سیراب ہوں گی۔ قرآن مجید قولِ فیصل ہے، سنجیدہ کلام ہے، ہنسی مذاق نہیں۔ ایک منکرِ خدا، ایک منکرِ رسالت اور ایک منکرِ آخرت کو آپ اُن دلیلوں ہی سے مطمئن کر سکتے ہیں، جن کا وہ خود مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور جن کا وہ خود قائل ہوتا ہے۔

جنت اور دوزخ کا مقصد جزاوسزا (Reward and Punishment) ہے۔ جزاوسزا کے اس الٰہی قانون کو زمین، آسمان، بجلی ہوا، بارش، سمندر وغیرہ کی آفاقی دلیلوں سے ثابت کیا جا سکتا ہے، جو قرآنِ مجید میں جگہ جگہ موجود ہیں۔

15- متشابہات کی تاویل سے اجتناب کیا جائے:

فہمِ قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ قرآنی متشابہات کی تاویل سے اجتناب کیا جائے، محکمات اور بینات پر توجہ دی جائے۔ متشابہات کا علم اللہ ہی جانتا ہے۔ ان پر اجمالی ایمان رکھا جائے، تفصیل سے گریز کیا جائے۔

(a) حروفِ مقطعات کے صحیح مطلب کو اللہ سے منسوب کیا جائے اور حتمی ذاتی رائے سے حتی الامکان بچا جائے۔

(b) ﴿کرسی، عرش، ستویٰ﴾ وغیرہ جیسے الفاظ کی تفصیل اور تکییف سے گریز کیا جائے۔

(c) متشابہات کے بارے میں یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ﴾ (آل عمران:6)

(d) تمام باطل فرقوں کی اساس، متشابہات کی باطل تاویل پر مشتمل ہوتی ہے۔

16- شانِ نزول کا مطلب، انطباقِ نزول ہے:

فہمِ قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ شانِ نزول کے صحیح مطلب کو سمجھا جائے۔ اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے الفوز الکبیر میں نہایت اہم بحث کی ہے۔ قرآنِ مجید قیامت تک کے لیے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے۔ اس سلسلے میں چند باتیں سمجھ لیجیے۔

(a) نصیحت اور عبرت کسی خاص وقت یا شخص کے لیے محدود نہیں کی جا سکتی۔

(b) شانِ نزول کا مطلب، انطباقِ نزول ہے، یہ نبی ﷺ کے زمانے کا واقعہ بھی ہو سکتا ہے۔ ان سے پہلے کا بھی، بعد کا بھی اور آج کا بھی۔ شانِ نزول کا مطلب یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ کن لوگوں پر منطبق ہوتی ہے؟ کن پر چسپاں ہوتی ہے؟ مصداقِ آیت کون ہے۔

(c) بعض خاص آیات میں ماضی کا واقعہ جاننا لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔

جیسے: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرۃ: 158)

(d) زیادہ تر مقامات پر پرانے قصے کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ (الفوز الکبیر، شاہ ولی اللہ)

(e) ﴿نَزَلَتْ فِيْ كَذَا﴾ سے مراد، مخصوص افراد نہیں ہوتے، بلکہ عموماً لفظ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

(f) مدح وذم کی خبریں بھی عام ہوتی ہیں۔

(g) تکرارِ نزول میں آیت دو مختلف صورتوں پر منطبق ہوتی ہے۔ (مقدمہ ابن تیمیہ ؒ)

17- ناسخ ومنسوخ کی معرفت حاصل کی جائے:

فہم قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ ناسخ ومنسوخ کی معرفت حاصل کی جائے۔ یہاں حدیث کے بارے میں رد کرنے والوں کو ہم بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن وحی جلی ہے اور حدیث وحی خفی۔ وحی وحی کو منسوخ کر سکتی ہے۔ جس طرح ڈاکٹر مریض کو پہلے دور میں ایک دوا دیتا ہے اور پھر کچھ دن بعد اپنی دوا بدل دیتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی انسانوں کی نفسیات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ایک خاص وقت تک ایک حکم دیا اور پھر اُس کے بعد اُسے منسوخ کر دیا۔ نسخ کی چار صورتیں ہیں۔ قرآنی وحی، قرآنی وحی کو منسوخ کرتی ہے۔ قرآنی وحی، حدیث کی وحی کو منسوخ کرتی ہے۔ حدیث کی وحی، قرآن کی وحی کو منسوخ کرتی ہے اور حدیث کی وحی، حدیث کی وحی کو منسوخ کرتی ہے۔ اس سلسلے کا اہم اصول یہ ہے۔ ہر منسوخ آیت یا حدیث کے لیے، کسی ناسخ آیت یا حدیث کا ہونا ضروری ہے، ورنہ دعویٰ نسخ باطل ہوگا۔ حضرت شاہ ولی اللہ ؒ کے نزدیک (5) آیات منسوخ ہیں (الفوز الکبیر، شاہ ولی اللہ ؒ)۔ مولانا گوہر رحمان ؒ کے نزدیک چھ۔ جبکہ شاید ان کی تعداد تین سے زیادہ نہیں۔

(a) موت سے پہلے والدین کے حق میں وصیت کا حکم (البقرۃ:180) منسوخ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”وارث کے لیے وصیت نہیں ہو سکتی“ (ترمذی 2047)۔ والدین کا حصہ 1/6 ہے۔ (النساء:12)

(b) بیوہ کو ایک سال تک نان نفقہ اور رہائش کا حکم (البقرۃ:240) منسوخ ہے۔
اب بیوہ کو چار ماہ دس دن صرف زمانہ عدت میں نفقہ ملے گا۔ (البقرۃ:234)

(c) رسول اللہ ﷺ سے اکیلے میں گفتگو کے لیے صدقہ دینے کا حکم (المجادلہ:12) منسوخ ہے۔ اسی سورۃ کی آیت:13 ناسخ ہے۔

(d) تہجد کی نماز میں، نصف شب کم یا زیادہ قرآن پڑھنے کا حکم (المزمل:1 تا 4) منسوخ ہے۔ اب جتنا چاہے قرآن پڑھا جا سکتا ہے۔
اس سورت کی آخری آیت ہی ناسخ ہے۔ (المزمل:20)

(e) بدکار عورتوں کو موت تک گھر میں بند رکھنے کا حکم (النساء:15) منسوخ ہے۔
قرآن کہتا ہے: غیر شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑے ہیں۔ (النور:2)
اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے رجم ہے۔ (بخاری:1912)

18- بدعتی فرقوں کی تفسیر سے اجتناب کیا جائے:

فہم قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ بدعتی فرقوں کی تفسیر سے اجتناب کیا جائے۔

"یہ بدعتی فرقے پہلے، ایک رائے قائم کر لیتے ہیں اور پھر اپنی رائے کے مطابق، آیاتِ قرآنی کی تاویل کرتے ہیں"

یہ بدعتی فرقے، خوارج، روافض، جہمیہ، معتزلہ، قدریہ، جبریہ، مرجئہ، اشتراکی، سوشلسٹ، سیکولر، قادیانی اور منکرِ حدیث وغیرہ ہیں۔

صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمۂ سلف کے اقوال کی موجودگی میں، گمراہ فرقوں کے مسلک کے مطابق تفسیر کرنا سراسر غلط ہے۔

امتِ وسط و اعتدال، سلف صالح اور ان کے امام ہے۔ (مقدمہ امام ابن تیمیہؒ)

(a) تفسیر باطنی، تفسیر صوفیا اور تفسیر اشاری سے بچا جائے:

تفسیر باطنی، تفسیر صوفیا اور تفسیر اشاری سے بچا جائے۔ صوفی، واعظ اور فقیہ حضرات سے بھی ﴿دلیل﴾ میں بھی غلطی ہوئی ہے اور ﴿مدلول﴾ میں بھی۔ اکثر انہوں نے جو دلیل پیش کی، وہ صحیح حدیث پر مبنی نہیں تھی۔ جھوٹی حدیث تھی یا ضعیف حدیث تھی۔ صحابہ سے منقول قول ثابت ہی نہیں تھا۔ دوسری غلطی مدلول کی تھی۔ انہوں نے قرآن کی آیت تو صحیح نقل کی، لیکن اُس سے غلط استدلال کیا۔ اسی طرح حدیث بھی صحیح تھی، لیکن اس سے غلط معانی لیے گئے۔

اہل تصوف کے ہاں مقبول بہت سی احادیث بے اصل اور جھوٹی ہیں۔ ابو عبدالرحمن محمد بن حسین السلمی نیشاپوری الصوفی (المتوفیٰ 412ھ) کی ﴿حقائق التفسیر﴾ ایسی غلطیوں سے بھری پڑی ہے۔ (مقدمہ امام ابن تیمیہؒ)

(ان صاحب پر وضع حدیث کا بھی الزام ہے)۔

تفسیر باطنی قطعاً حرام ہے، کیونکہ اس میں ظاہری شرعی معانی کا انکار کیا جاتا ہے، جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور صرف باطنی مفہوم لیا جاتا ہے۔ یہ کام زیادہ تر اسماعیلیہ، قرامطہ اور غالی صوفیاء نے انجام دیا ہے۔

تفسیر اشاری میں پہلے ظاہری شرعی مفہوم بیان کیا جاتا ہے، پھر باطنی لطائف کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ تفسیر اشاری کی ایک قسم جائز ہے، ایک مکروہ اور ایک حرام۔ تفسیر اشاری بعض شرائط کے ساتھ جائز قرار دی جاتی ہے، اگر مفہوم کسی دوسری آیت کے خلاف نہ ہو، کسی صحیح حدیث کے خلاف نہ ہو، عربی زبان کے معروف قواعد کے عین مطابق ہو اور بے جا تکلف اور دور از کار تاویلات سے پاک ہو۔ تفسیر اشاری کی بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ قاری کو تلملا کر کہنا پڑتا ہے:

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں — صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

مثالیں:

﴿اُدْخِلُوْا نَارًا﴾ کی غلط تفسیر کی گئی: عشق کی آگ میں داخل کیے گئے۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ﴾ کی غلط تفسیر کی گئی: قریبی چیز تو نفس ہے اس لیے نفس کے ساتھ جنگ کرو۔

(b) تفسیر شیعہ اور روافض کی تفسیر سے اجتناب کیا جائے:

تفسیر شیعہ اور روافض کی تفسیر سے اجتناب کیا جائے۔ روافض (غالی شیعوں) کی تفسیریں، عجیب و غریب ہوتی ہیں اور حق کے

راستے سے بہت دور ہوتی ہیں۔ بدعتی فرقوں نے ﴿دلیل﴾ اور ﴿مدلول﴾ دونوں میں ٹھوکر کھائی ہے۔ (مقدمہ ابن تیمیہؒ)
یعنی ان کی دلیل بے اصل، بے سند اور بلا حوالہ جھوٹی اَحادیث پر مشتمل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ان سے جو مطلب لیا جاتا ہے، وہ بھی واہیات ہوتا ہے۔

جیسے: ﴿سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْيَاسِينَ﴾ کی باطل تفسیر، حضرت الیاسؑ کے بجائے ﴿سَلَامٌ عَلَىٰ آلِ يَاسِينَ﴾ یعنی ﴿آلِ مُحَمَّد﴾ کرنا۔ یہ قرآن کی لفظی تحریف بھی ہے اور معنوی تحریف بھی۔

یا ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ﴾ میں ابولہب کے دونوں ہاتھ ﴿يَدَانِ﴾ کی تفسیر، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے کرنا۔

(c) معتزلہ کی عقل پرستی سے بچا جائے:

معتزلہ کی عقل پرستی سے بچا جائے۔ عقل سلیم اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ بہترین عقل وہ ہے، جو کتاب و سنت کے ماتحت ہو۔ بدترین عقل وہ ہے، جو کتاب و سنت سے متصادم ہو۔ معتزلہ کی تفسیر میں خام عقلیت پائی جاتی ہے۔
بعض معتزلہ قرآن کو مخلوق سمجھتے ہیں۔ بعض معتزلہ اللہ کی صفات کی باطل تاویل کرتے ہیں بلکہ صفات کا انکار کرتے ہیں۔ بعض معتزلی قیامت کے دن رؤیت باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔ بعض صحیح اور ثابت شدہ احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ بعض عذاب قبر کے منکر ہیں۔ یہ اپنی عقل پر اس کے دائرہ کار سے زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔

قدیم معتزلی:

واصل بن عطاء اور عباسی دور کے معتزلیوں کے عقائد معروف ہیں۔ بعض اہل سنت کے علماء میں بھی بعض چیزیں معتزلیوں کی شامل ہوگئی ہیں۔ ان پر باریک بینی سے نظر ڈالنا ضروری ہے۔ شیخ جار اللہ زمخشری کی تفسیر کشاف بلاغت کا شاہکار ہے، لیکن اس میں جو اعتزال پایا جاتا ہے، اُس کو جاننا اور پرکھنا ضروری ہے۔

جدید معتزلی:

مصر اور برصغیر ہندوپاک میں اعتزال کا فتنہ پچھلے سو سالوں میں زیادہ پھیلا۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے، بس اتنا بیان کرنا کافی ہے کہ جدید معتزلیوں کی ایک قسم وہ ہے جو انگریزوں کی نمک خوار تھی۔ دوسری قسم وہ ہے جو اشتراکیت سے مرعوب تھی، یہی آگے چل کر منکرین حدیث کہلائے۔ تیسری قسم وہ ہے جو صحیح احادیث کا انکار کرتی ہے اور رجم وغیرہ کی منکر ہے۔

19- مخالفِ قرآن و سنت اسرائیلی روایات سے اجتناب کیا جائے:

فہم قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ تفسیر کو اسرائیلی روایات سے پاک رکھا جائے۔ امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: تفسیر میں اسرائیلیات استشہاد کے لیے پیش کی جاسکتی ہیں، اعتقاد کے لیے نہیں۔ اس کے تین اصول ہیں۔

(a) قرآن و سنت کے مطابق اسرائیلی روایات کو قبول کرلیا جائے گا۔

(b) قرآن وسنت کے مخالف، اسرائیلی روایات کو مسترد کر دیا جائے گا۔ انبیاء کے بارے میں اسرائیلیات میں نہ صرف فضول اور بے فائدہ تفصیلات ملتی ہیں، بلکہ بعض انتہائی بے ہودہ قسم کے الزامات بھی پائے جاتے ہیں۔

(c) سدی کبیرؒ (م127ھ) کعب احبار (م35ھ) وھب بن منبہؒ (م116ھ) اور محمد بن اسحاقؒ (م150ھ) کی بیان کردہ اضافی معلومات پر مشتمل اسرائیلی روایات کی نہ تو تصدیق کی جائے گی اور نہ تکذیب، جو قرآن وسنت کے خلاف بھی نہیں ہیں اور جن کی تائید بھی نہیں ہوتی۔

20- قرآن کی سائنسی تفسیر میں احتیاط برتی جائے:

فہمِ قرآن کا اگلا اُصول یہ ہے کہ قرآن کی سائنسی تفسیر نہایت احتیاط سے کی جائے۔ آج کل لوگ قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے یہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ سائنس بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ یہ ایک کھلی مرعوبیت ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ابدی حقیقتوں پر مشتمل ہے۔ سائنس حقائق کو جاننے اور سمجھنے کی ایک معمولی اور حقیر انسانی کوشش ہے۔ سائنس بدلتی رہتی ہے۔ سائنسی نظریات تبدیلی کے عمل سے گذرتے رہتے ہیں اور گذرتے رہیں گے۔

قرآن نہ بدلا ہے نہ بدلے گا۔ قرآن کی کوئی آیت بوسیدہ نہیں ہو سکتی۔ قرآن کے بارے میں پروفیسر احسان اکبر صاحب کا یہ شعر حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے اور مجھے بہت محبوب ہے۔

نورِ ربی ہے قرآں، دھندلکا نہیں — ایک آیت کا آنچل بھی ڈھلکا نہیں
آسمانوں سے اترا تو چھلکا نہیں — سب لبوں تک لبالب سُبو آگیا

قرآن کی سائنسی تفسیر میں احتیاط ہو۔ اس کے دو ذیلی اصول ہیں۔

(a) سائنس کے غیر ثابت شدہ نظریات (Theories) کے مطابق تفسیر حرام ہے۔

اُنیسویں صدی کے آخر میں، بعض مفسرین نے اس صدی کی سائنس سے مرعوب ہو کر بعض قرآنی آیات و اصطلاحات کی باطل تاویل کی۔

(b) سائنس کے ثابت شدہ نظریات سے تفسیر میں کوئی مضائقہ نہیں (جنہیں بار بار تجربے سے ثابت کیا گیا ہے اور ثابت کیا جا سکتا ہے، جو ظنی نہیں، بلکہ قطعی قوانینِ فطرتِ الٰہی میں شامل ہیں) البتہ یہ بات یاد رہے کہ قرآن کی حقانیت، سائنسی ثبوت کی محتاج نہیں۔

یہ وہ بیس (20) بنیادی باتیں ہیں، جو قرآن کا طالبِ علم اپنے پیشِ نظر رکھے۔ اس طرح وہ بڑی بڑی غلطیوں اور حماقتوں سے بچ سکتا ہے۔

قرآنی سورتوں کا نظمِ جلی

خلیل الرحمٰن چشتی

FLOW CHART

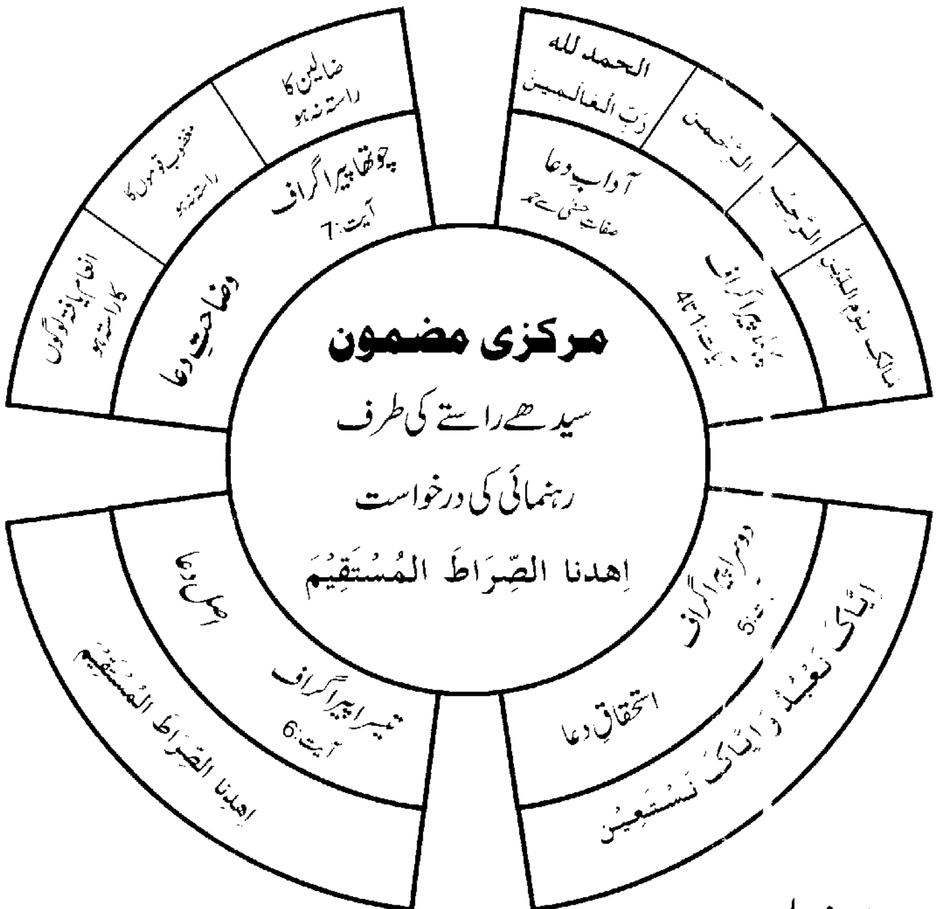
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO STRUCTURE

01- سُورَةُ الفَاتِحَة

آیات : 7...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 4



- **زمانۂ نزول:**

سورۃ ﴿الفاتحہ﴾ پہلی مکمل سورت ہے، جو رسول اللہ ﷺ پر مَكَّةُ المُكَرَّمَه میں دعوت کے ابتدائی خفیہ دور میں نازل کی گئی ہے۔ اس سے پہلے سورۃ ﴿العَلَق، سورۃ المُدَّثِّر اور سورۃ المُزَّمِّل﴾ کی چند ابتدائی آیات نازل ہوئی تھیں۔

خصوصیات

1۔ اس سورت کے کئی نام ہیں۔فاتحۃُ الکِتاب، اُمّ الکِتاب، سَبعَ مَثَانِی وغیرہ۔

2۔ خود خالق نے، اپنی مخلوق کے لیے، انسان کی فطرت اور ضرورت کے عین مطابق، سورۃ الفاتحہ کی صورت میں ایک مثالی دُعا تجویز کی ہے۔

سورۃُ الفَاتِحَۃ کے فضائل

اس سورت کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(1) ﴿وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِہٖ مَا اُنزِلَت فِی التَّورَاۃِ وَلَا فِی الاِنجِیلِ وَلَا فِی الزَّبُورِ وَلَا فِی الفُرقَانِ مِثلُھَا، وَاِنَّھَا سَبعُ مَثَانِی وَالقُرآنُ العَظِیمُ الَّذِی اُعطِیتَہٗ﴾

(ترمذی: ابواب فضائل القرآن، عن ابی بن کعب، حدیث 2,875 : صحیح)

"اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس جیسی کوئی سورت نہ تورات میں نازل کی گئی نہ انجیل میں اور نہ ہی زبور اور فرقان میں۔ یہ بار بار دوہرائی جانے والی سات (7) آیات پر مشتمل ﴿سبع مثانی﴾ اور ﴿قرآنِ عظیم﴾ ہے، جو آپ ﷺ کو دیا گیا۔"

(2) ﴿اُمُّ القُرآنِ ھِیَ السَّبعُ المَثَانِی وَالقُرآنُ العَظِیمُ﴾

(صحیح بخاری: کتاب التفسیر، حدیث 4427، عن ابی ھریرۃؓ)

"یہ ﴿اُمُّ القرآن﴾ یعنی قرآن کی اساس ہے۔ بار بار دوہرائی جانے والی سات (7) آیات ﴿سبعَ مثانی﴾ اور ﴿قرآنِ عظیم﴾ ہے"

(3) سورۃ الفاتحہ (پر مشتمل دعا کرنے) کے بعد آدمی جو مانگے وہ اُسے مل جاتا ہے۔

﴿ھٰذَا لِعَبدِی وَلِعَبدِی مَا سَاَلَ﴾ (صحیح مسلم: کتاب الصلوٰۃ، حدیث 904، باب 11، عن ابی ھریرۃؓ)

"سورۃ الفاتحہ میں دعا کا یہ حصہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کو، وہ سب کچھ ملے گا، جو اُس نے مانگا"

(4) ایک فرشتے نے آکر خبر دی:

﴿اَبشِر بِنُورَینِ اُوتِیتَھُمَا، لَم یُؤتَھُمَا نَبِیٌّ قَبلَکَ. فَاتِحَۃُ الکِتَابِ وَخَوَاتِیمُ سُورَۃِ البَقَرَۃِ، لَن تَقرَأَ بِحَرفٍ مِنھَا اِلَّا اُعطِیتَہٗ﴾

(صحیح مسلم: کتاب فضائل القرآن، باب فضل الفاتحہ وخواتیم سورۃ البقرۃ حدیث 1913، عن ابن عباسؓ)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو (2) نور ﴿نُورَین﴾ مبارک ہوں، جو پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ فاتحۃ الکتاب اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات۔ آپ اس میں سے جس حرف کی تلاوت بھی کریں گے، وہ آپ کو دیا جائے گا۔“

(5) سورۃ الفاتحہ ہر نماز کے لیے ضروری ہے۔ ﴿لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ﴾

(صحیح بخاری: کتاب صفۃ الصلاۃ، باب وجوب القراءۃ للامام والمأموم فی الصلوات کلھا، حدیث 723)

آمین

﴿آمین﴾ کا مطلب ہے ﴿قبول کر﴾۔ اس سورت کو پڑھنے اور سننے کے بعد ﴿آمین﴾ کہنا چاہیے۔

1۔ ﴿آمین﴾ کے بعد ہر دعا قبول کی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب الصلوۃ، باب التسمیع والتحمید والتأمین، حدیث 942)

2۔ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد ﴿آمین﴾ کہنا ضروری ہے۔ (صحیح بخاری: کتاب صفۃ الصلوۃ، حدیث 749)

3۔ جس شخص کی ﴿آمین﴾ فرشتوں کی ﴿آمین﴾ سے مل جائے، اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری: کتاب صفۃ الصلوۃ، باب جھر الامام بالتأمین، حدیث: 747)

3۔ سری نمازوں میں امام اور مقتدی دونوں آہستہ سے ﴿آمین﴾ کہیں گے۔ جہری نمازوں میں امام اور مقتدی دونوں کا زور سے ﴿آمین﴾ کہنا مسنون ہے۔ (ابوداود: کتاب الصلوۃ، باب التأمین وراء الامام، حدیث 933، صحیح)

سورۃ الفاتحۃ کا کتابی ربط

قرآن کی آخری دو سورتوں کا اختتام ﴿رَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿رَبِّ النَّاسِ﴾ کے الفاظ سے ’توحیدِ ربوبیت‘ پر ہوا تھا۔ اس پہلی سورۃ ﴿الفاتحہ﴾ کا آغاز ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کے الفاظ کے ذریعے بھی ’ربوبیت‘ سے ہوا ہے احساسِ ربوبیت کے نتیجے ہی میں ﴿حمد و شکر﴾ کے رویے جنم لیتے ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ ﴿الحَمدُ﴾ تعریف اور ہر قسم کی تعریف، مکمل تعریف۔

2۔ ﴿الحَمدُلِلّٰہ﴾، ﴿الحَمدُ﴾ کا لفظ ﴿لِلّٰہِ﴾ کی ترکیب کے ساتھ ﴿شکر﴾ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

3۔ ﴿ربّ﴾ پالنے والا، دیکھ بھال کرنے والا، نشوونما دینے والا، آقا، مالک۔

4۔ ﴿الرَّحمٰن﴾ فَعلان کے وزن پر اسم مُبالغہ ہے، اللہ وہ ہستی ہے، جس کی رحمت اپنی چوٹی اور بلندی پر ہے۔

5۔ ﴿الرَّحِیم﴾ فَعِیل کے وزن پر اسمِ صفت ہے، اللہ وہ ہستی ہے، جس کی رحمت مستقل اور دائمی ہے۔

6۔ ﴿الدِّین﴾ جزاو سزا (Reward and Punishment)

قیامت کے دن پر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کو جزاو سزا کا تنہا مالک اور صاحبِ اختیار سمجھ کر، اُسی کی عبادت واِطاعت کی جائے اور اُسی سے مدد مانگی جائے۔

7۔ ﴿عِبَادَة﴾

عبادت کے تین (3) مطلب ہیں۔ غلامی (Slavery)، اطاعت (Obedience) اور عبادت یعنی پوجا پرستش (Rituals , Acts of worship)۔

سورۃُ الفَاتِحَۃ کا نظمِ جلی

سورۃ الفاتحہ کے چار (4) پیراگراف ہیں، جو آدابِ دُعا، استحقاقِ دُعا، اصل دُعا اور وضاحتِ دُعا پر مشتمل ہیں۔

1- آیات 1 تا 4: پہلے پیراگراف میں، ﴿آدابِ دُعا﴾ بیان کیے گئے ہیں۔

دُعا سے پہلے حمد و ثناء اور اسمائے حسنیٰ پر مشتمل صفاتِ الٰہی کا تذکرہ ضروری ہے۔ یعنی سب سے پہلے اللہ کی ربوبیت کا اقرار، پھر رحمانیت کا اقرار، پھر رحیمیت کا اقرار اور پھر مالکیت کا اقرار کیا جائے۔

2- آیت 5: دوسرے پیراگراف میں، ﴿استحقاقِ دُعا﴾ ہے۔

اطاعت اور عبادت کے نتیجے میں ہی دُعا مانگنے کا استحقاق ہوتا ہے۔ چونکہ ہم اُس کی عبادت واِطاعت کرتے ہیں، اُسی کو طاقتور سمجھتے ہیں، اُسی کے غلام اور ملازم ہیں، اس لیے کسی اور ہستی کے بجائے، اپنے خالق اور اپنے ﴿مُطاع﴾ اور ﴿معبود﴾ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ﴿اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾۔ اللہ کی عبادت کرنے کے نتیجے میں ہی انسان کو اس سے استعانت یعنی مدد طلب کرنے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔

3- آیت 6: تیسرے پیراگراف میں، ﴿اصل دُعا﴾ بتائی گئی ہے۔ ﴿اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ﴾

"ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما"۔ دراصل یہ ایک جامع دعا ہے۔ صراطِ مستقیم توحید کا راستہ ہے، جو قرآن وسنت کی دعوت پر مشتمل ہے۔ اِسی راستے پر مرتے دم تک چل کر انسان، اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کر کے ابدی جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔

4- آیت 7 : چوتھے اور آخری پیراگراف میں ایجابی اور سلبی دونوں طریقوں سے ﴿وضاحتِ دعا﴾ ہے۔

(a) ﴿صِرَاطَ مُسْتَقِيمٍ﴾ انعام یافتہ لوگوں کا راستہ، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ ہے۔ (النساء:69)

(b) ﴿صِرَاطَ مُسْتَقِيمٍ﴾ ﴿مَغضُوب﴾ قوموں کا راستہ نہیں ہے۔ جیسے یہود۔ (البقرۃ:90، المائدہ:60)

(c) ﴿صِرَاطَ مُسْتَقِيمٍ﴾ گمراہ قوموں ﴿ضَالِّين﴾ کا راستہ بھی نہیں ہے۔ جیسے عیسائی۔ (النساء:44)

مرکزی مضمون

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ "اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما۔"

اصل دعا ہی اس سورت کا مرکزی مضمون ہے۔ یہ اپنے خالق و مالک اللہ تعالیٰ سے ایک درخواست ہے کہ وہ مرتے دم تک ہمیں سیدھے راستے پر رہنمائی کرتا رہے، تاکہ ہم اعمالِ صالحہ کے ذریعے اُس کی خوشنودی اور رضا حاصل کر کے اُس کی جنت کے مستحق ہو سکیں۔

◈ ◈ ◈ ☼ ◈ ◈ ◈

FLOW CHART

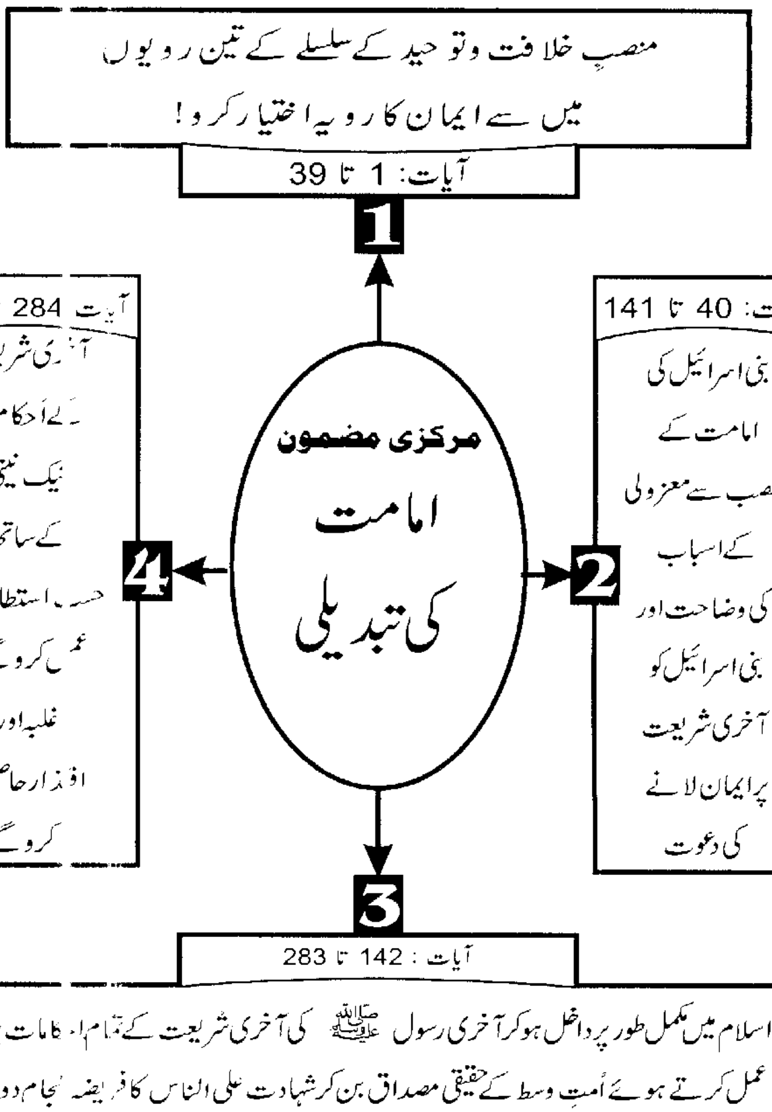
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

02- سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ کے چار بڑے پیراگراف

آیات 286 ...... مَدَنِيَّةٌ ...... پیراگراف : 4



زمانۂ نزول

سورة ﴿البقرة﴾ کا زیادہ تر حصہ 2 ہجری میں نازل ہوا۔ سود کی حرمت سے متعلق آیات (275 تا 281) غالباً 10 ہجری میں نازل ہوئیں۔ آخری تین آیات ہجرت سے پہلے ہی نازل ہو چکی تھیں۔ دو ہجری (2ھ) میں درج ذیل چار (4) سورتیں نازل ہوئیں۔

سورۃُ ﴿البقرة﴾ کے بعد سورۃُ ﴿الطلاق﴾، جنگِ بدر سے پہلے سورۃُ ﴿محمّد﴾ اور جنگِ بدر کے بعد سورۃُ ﴿الانفال﴾ نازل ہوئی۔

سورۃُ البَقَرَة کے فضائل

سورة البقرة کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ سے کئی صحیح احادیث منقول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

1۔ ﴿لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ، إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ﴾

(صحیح مسلم: کتاب صلوۃ المسافرین، باب 29، حدیث: 1,860، عن ابی هریرةؓ)

"اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ! یقیناً جس گھر میں سورة البقرة پڑھی جاتی ہے، اُس سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔"

2۔ شیطان اُس گھر سے بھاگ جاتا ہے، جس میں سورة البقرة کی تلاوت کی جاتی ہے۔ (مستدرک حاکم، عن عبداللہ بن مسعودؓ)

3۔ ﴿اقْرَءُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا تَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ﴾ (أي السَّحَرَةُ).

(صحیح مسلم: کتاب فضائل قرآن، باب 42، حدیث: 1,910، عن ابی اُمامۃ الباھلی)

"سورة البقرة پڑھا کرو! اس لیے کہ اس کا حاصل کرنا برکت ہے اور اس کا چھوڑ دینا باعثِ حسرت ہے۔ اہلِ باطل (یعنی جادوگر) اس کے پڑھنے والے پر اثر انداز نہیں ہو سکتے"

4۔ ﴿اِقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُورَةَ آلِ عِمْرَانَ، فَإِنَّهُمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ، أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ، أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافٍّ، تُحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا﴾

(صحیح مسلم: کتاب فضائل قرآن، باب 42، حدیث: 1,910، عن ابی اُمامۃ الباھلیؓ)

"دو چمکتی سورتوں ﴿الزھراوین﴾ کو پڑھتے رہا کرو! یعنی سورة البقرة اور سورة آل عمران۔ اس لیے کہ یہ دونوں سورتیں روزِ قیامت بادل کی دو ٹکڑیاں ﴿غَمَامَتَانِ﴾ بن کر، یا دو سائے ﴿غيايتانِ﴾ بن کر، یا پرندوں کے

دوصف بستہ غول ﴿فِرْقَان﴾ کی صورت میں نمودار ہو کر، اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے، شفاعت کے لیے جھگڑیں گی۔"

سورۃ البقرۃ قرآن کی کوہان یعنی چوٹی ہے

5۔ ﴿لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامٌ ,وَاِنَّ سَنَامَ الْقُرآنِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ﴾

"ہر چیز کی ایک کوہان ہوتی ہے اور بلاشبہ قرآن کی کوہان یعنی چوٹی، سورۃ البقرۃ ہے"۔

(سنن ترمذی: ابواب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی، حدیث: 2,878: ضعیف)

6۔ ﴿بَيْنَمَا جِبرِيلُ ؑ قَاعِدٌ عِندَ النَّبِيِّ سَمِعَ نَقِيضًا مِنْ فَوقِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: هٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلاَّ الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنهُ مَلَكٌ فَقَالَ :هٰذَا نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ: اَبْشِرْ بِنُورَيْنِ اُوْتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنهَا اِلَّا اُعطِيتَهُ﴾

(صحیح مسلم: کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ الفاتحہ وخواتیم سورۃ البقرۃ، حدیث 1,913، عن ابن عباسؓ)

"نبی ﷺ کے پاس ایک مرتبہ حضرت جبریل ؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ جبرئیل ؑ نے اوپر کی طرف سے دروازہ کھلنے کی سی آواز سنی اپنا سر اُٹھایا، پھر حضرت جبریل ؑ نے کہا: "یہ آسمان کا دروازہ ہے، جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا" اس دروازہ سے ایک فرشتہ اترا۔ جبریل ؑ نے کہا: "وہ فرشتہ آج سے پہلے کبھی زمین کی طرف نہیں اترا"۔ اس فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور کہا: "آپ ﷺ کو دو نور ﴿نُورَيْنِ﴾ مبارک ہوں، آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو یہ دو نور نہیں دیئے گئے۔ فاتحۃ الکتاب اور سورۃ البقرۃ کا آخری حصہ"۔ آپ ﷺ اس کا ہر حرف بھی پڑھیں گے، اس کا ثواب دیا جائے گا۔"

سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات کی فضیلت

﴿الْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ,مَنْ قَرَأَهُمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ﴾

(صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب 9، حدیث 3,786، عن ابی مسعود البدریؓ)

"جو شخص بھی، سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتیں رات میں (سونے سے پہلے) پڑھے گا، اُس کے لیے یہ کفایت کر جائیں گی۔"

آیۃ الکرسی کے فضائل

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 255، ﴿آیت الکرسی﴾ کہلاتی ہے۔اس آیت کے بارے میں کئی احادیث مروی ہیں۔

1۔ آیۃ الکرسی قرآن کی سب سے اعظم آیت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا:

﴿ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! أَتَدْرِي أَيَّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قلتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ. قَالَ: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! أَتَدْرِي أَيَّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قَالَ قُلْتُ: ﴿اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ قَالَ: فَضَرَبَ فِي صَدْرِي وَقَالَ: لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ!﴾

(صحیح مسلم فضائل قرآن وما یتعلق بہ، باب فضل سورۃ کہف وآیۃ الکرسی، حدیث: 1,921، عن ابی بن کعبؓ)

''ابا المنذر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کی کتاب میں تمہارے پاس عظیم تر آیت کون سی ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں۔ فرمایا: ابا المنذر! تم جانتے ہو کون سی آیت اللہ کی کتاب میں تمہارے پاس عظیم تر ہے؟ میں نے کہا: ﴿اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ ابی بن کعبؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا اور فرمایا: ابا المنذر! (اے ابی بن کعبؓ)! تمہیں یہ علم مبارک اور خوشگوار ہو۔'' (ابو المنذر حضرت اُبی بن کعبؓ انصاری کی کنیت ہے)

2۔ آیۃ الکرسی قرآن کی سردار آیت ہے:

﴿لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامٌ. وَإِنَّ سَنَامَ الْقُرْآنِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ. فِيهَا آيَةٌ هِيَ سَيِّدَةُ آيِ الْقُرْآنِ. هِيَ آيَةُ الْكُرْسِيِّ﴾

''ہر چیز کی ایک کوہان ہوتی ہے اور قرآن کی کوہان یعنی چوٹی، سورۃ البقرۃ ہے اور اس میں ایک آیت ہے، جو قرآن کی سب آیتوں کی سردار ہے اور وہ آیۃ الکرسی ہے۔''

(سنن ترمذی: ابواب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی، حدیث: 2,878: ضعیف)

3۔ ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنا چاہیے:

﴿مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ عَنْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا أَنْ يَمُوتَ﴾

''جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا، اُسے جنت میں داخل ہونے سے، موت کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں روک سکتی''(یعنی اُسے موت تک بہر حال انتظار کرنا پڑے گا)۔

(سنن نسائی الکبری: کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب ثواب من قرأ آیۃ الکرسی دبر کل صلاۃ، 9,928)

4۔ سونے سے پہلی آیۃ الکرسی پڑھنا چاہیے:

”جو شخص رات کو سوتے وقت آیت الکرسی پڑھتا ہے، اللہ کی جانب سے اُس پر ایک محافظ مقرر کر دیا جاتا ہے، چنانچہ شیطان طلوعِ فجر تک اُس کے قریب نہیں آسکتا۔“

(صحیح بخاری: کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل رجلافترک الوکیل شیئۂ، حدیث:2,187)

5۔ آیۃ الکرسی صبح تک ابلیس سے محافظت ہے:

حضرت ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے صدقۂ فطر کی حفاظت پر مقرر کیا۔ ایک شخص آیا اور غلہ چوری کرنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: میں تجھے رسول اکرم ﷺ کے پاس لے جاؤں گا “

وہ کہنے لگا: ”میں محتاج ہوں، عیالدار اور سخت تکلیف میں ہوں۔“ چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ”ابو ہریرۃ! آج رات تمہارے قیدی نے کیا کیا تھا؟ میں نے کہا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے محتاجی اور عیالداری کی شکایت کی تھی، اس لیے اُس پر مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”چوکنے رہنا! وہ جھوٹا ہے، وہ دوبارہ تمہارے پاس آئے گا۔ چنانچہ اگلی رات وہ پھر آیا اور غلہ اٹھانے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: ”آج تو میں ضرور تمہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔“ وہ کہنے لگا: ”مجھے چھوڑ دو! میں محتاج ہوں اور عیالدار ہوں، آئندہ نہیں آؤں گا۔“ مجھے پھر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا:

”ابو ہریرہؓ!“ تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے سخت محتاجی اور عیالداری کی شکایت کی تھی، مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہوشیار رہنا! وہ جھوٹا ہے اور وہ پھر آئے گا۔“

چنانچہ تیسری بار میں تاک میں رہا۔ وہ آیا اور غلہ سمیٹنے لگا۔ میں نے کہا: ”اب تو میں تمہیں ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا اور اب یہ تیسری بار ہے۔ ہر بار یہی کہتا رہا کہ پھر نہ آؤں گا، مگر پھر آتا رہا۔ اس نے کہا: ”مجھے چھوڑ دو! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں، جو تمہیں فائدہ دیں گے۔ میں نے کہا: وہ کیا کلمات ہیں؟

وہ شخص کہنے لگا: ”جب تم سونے لگو تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو! اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ تمہارا نگہبان ہوگا۔ اور صبح تک شیطان تمہارے پاس نہیں آئے گا۔“

چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا، صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا:

"تمہارے قیدی نے آج رات کیا کیا؟ میں نے آپ ﷺ کو ساری بات بتا دی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَهُوَ كَذُوبٌ﴾ اس نے یہ بات سچی کہی، حالانکہ وہ کذاب ہے۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے کہا:

ابو ہریرہؓ! جانتے ہو تین راتوں سے تمہارے پاس کون آتا رہا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ذَاكَ شَيطَان﴾ "وہ شیطان تھا۔"

(صحیح بخاری: کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا، حدیث: 2187)

سورت کا کتابی ربط

پچھلی سورت ﴿الفاتحہ﴾ میں مذکور ﴿مَغضُوب﴾ قوم یہود کے خلاف فردِ جرم کا ذکر یہاں اس سورۃ البقرۃ میں ہے۔

اگلی سورت ﴿آل عمران﴾ میں ﴿الضَّالِّين﴾ یعنی نصاریٰ کے خلاف فردِ جرم ہے۔

پچھلی سورت میں ﴿اِهدِنا﴾ کے الفاظ کے ذریعے ہدایت کی درخواست کی گئی تھی۔ اس کے جواب میں پورا قرآن رکھ دیا گیا، جو متقین کے لیے ہدایت ہے۔ ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿البقرۃ﴾ میں ﴿بَلٰى﴾ کے لفظ کا دو (2) مرتبہ استعمال:

سورۃ البقرۃ میں ﴿بَلٰى﴾ کا لفظ دو (2) مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ منفی اور مثبت دونوں طریقوں سے یہودیوں کو یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ جنت اور دوزخ میں داخلے کا دارومدار، ایمان و کفر اور عملِ صالح و عملِ غیر صالح پر منحصر ہے۔ آیت 81 کا جواب، آیت 112 میں دیا گیا ہے۔

(a) ﴿بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (آیت: 81)

(b) ﴿بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (آیت: 112) یہ دراصل تمہیدی حصے کی آخری دو آیات (38 اور 39) کی تفصیل ہے۔

2۔ سورۃ ﴿البقرۃ﴾ میں دو مشروط معاہدے اور اُن کا باہمی ربط:

آیت نمبر 40 میں ﴿اَوْفُوا بِعَهْدِىٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ﴾ "میرا عہد پورا کرو، (تب) میں بھی اپنا عہد پورا کروں گا"

کے الفاظ سے بنی اسرائیل کے ساتھ ایک ﴿مشروط وعدہ﴾ کیا گیا تھا۔ انہوں نے بے وفائی کی۔ انہیں معزول کر دیا گیا۔

آیت نمبر 152 میں امتِ مسلمہ سے بھی ایک ﴿مشروط وعدہ﴾ کیا گیا ﴿فَاذْكُرُونِیٓ اَذْكُرْكُمْ﴾ "لہٰذا اگر تم مجھے یاد رکھو گے، (تو) میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا"۔ ثابت ہوا کہ اللہ کا قانون سب کے لیے ایک ہے۔

3۔ سورۃ ﴿البقرۃ﴾ میں ایک ہی آیت کا دو مرتبہ استعمال اور ان کی حکمت:

آیت نمبر 47 اور آیت: 122 ایک ہی ہیں۔ یہ آیت دو بار آئی ہے۔ ان دو مقامات کے درمیان بنی اسرائیل کے خلاف فردِ جرم ہے۔ یہ قرآنِ مجید کا ایک اہم اسلوب ہے کہ ابتدائی بات کا آخر میں اعادہ (Re-cap) کر دیا جاتا ہے۔ ﴿يٰبَنِیٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾

بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کے سبب، انہیں معزول کر کے ان کے سر سے ﴿فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ کا تاج اُتار لیا گیا۔

سورۃ البقرۃ کا نظمِ جلی

سورۃ البقرۃ کا نظم چار (4) بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔ ہر حصے کے ذیلی پیراگراف ہیں اور اُن کا اپنا ذیلی نظم ہے۔

1۔ ابتدائی انتالیس (39) آیات تمہیدی ہیں۔
2۔ دوسرا حصہ (آیات 40 تا 142) بنی اسرائیل کے خلاف فردِ جرم ہے اور اس میں اُن اسباب کی نشاندہی ہے، جن کی وجہ سے انہیں امامت کے منصب سے معزول کیا گیا۔
3۔ تیسرے حصے (آیات 143 تا 283) میں، اُمتِ مسلمہ کو امام اور ﴿اُمَّتِ وَسَط﴾ بنا کر آخری شریعت کے اَحکام دیے گئے ہیں۔
4۔ آخری تین آیات پر مشتمل حصے کی حیثیت اختتامیے کی ہے، جس میں چند اہم اصول بیان کیے گئے ہیں، جن سے امتِ مسلمہ کافروں پر غلبہ پا سکتی ہے۔

پہلا حصہ	دوسرا حصہ	تیسرا حصہ	چوتھا حصہ
آیات 1 تا 39	آیات 40 تا 142	آیات 143 تا 283	آیات 284 تا 286
تمہید	بنی اسرائیل کے خلاف فردِ جرم اور امامت کے منصب سے بنی اسرائیل کی معزولی	امامت کے منصب پر امتِ مسلمہ کا تقرر	اختتامیہ

سورۃ البقرۃ کا مرکزی مضمون

سورۃ البقرۃ کا مرکزی مضمون امامت کی تبدیلی ہے۔

بنی اسرائیل کی امامت، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے دور یعنی 1,900 ق م سے لے کر، حضرت محمدؐ کی بعثت یعنی 610 تک قائم رہی۔ اِن کی اِمامت کا یہ دور، ڈھائی ہزار سال پر محیط ہے۔

بنی اسرائیل کے غیر معتدل اور غیر متوازن رویوں کے سبب، رسولؐ کی بعثت کے بعد انہیں اِمامت کے منصب سے معزول کیا گیا اور امتِ مسلمہ کو ﴿شَهَادَت عَلَى النَّاس﴾ کی ذمے داری سونپ کر، انہیں ﴿أُمَّةً وَسَطًا﴾ "معتدل اور متوازن قوم" کے خطاب سے نوازا گیا اور قیامت تک امامت کی فضیلت عطا کی گئی۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

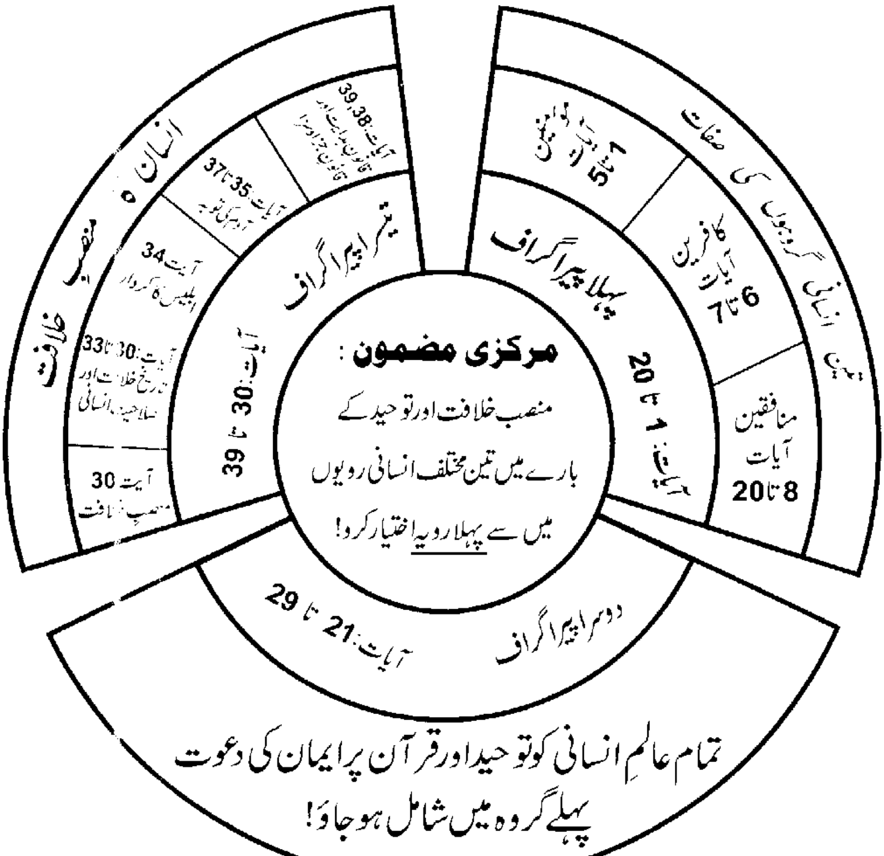
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

سُورَةُ الْبَقَرَةِ کا پہلا تمہیدی حصہ

(آیات 1 تا 39) ...... پیراگراف : 3



اہم الفاظ و مضامین

1- منصبِ خلافت کا لازمی تقاضا ہے کہ آدمی خیر و شر کے اختیار میں سے ، صرف خیر کو اپنا لے۔

2- کفر و نفاق سے بچ کر ، سچا مومن صالح بن جائے اور اللہ کے نائب اور خلیفہ کے حیثیت سے ، اُس کے احکامات پر حسنِ نیت کے ساتھ عمل کرے۔

ترتیبی نقشہ ربط

FLOW CHART

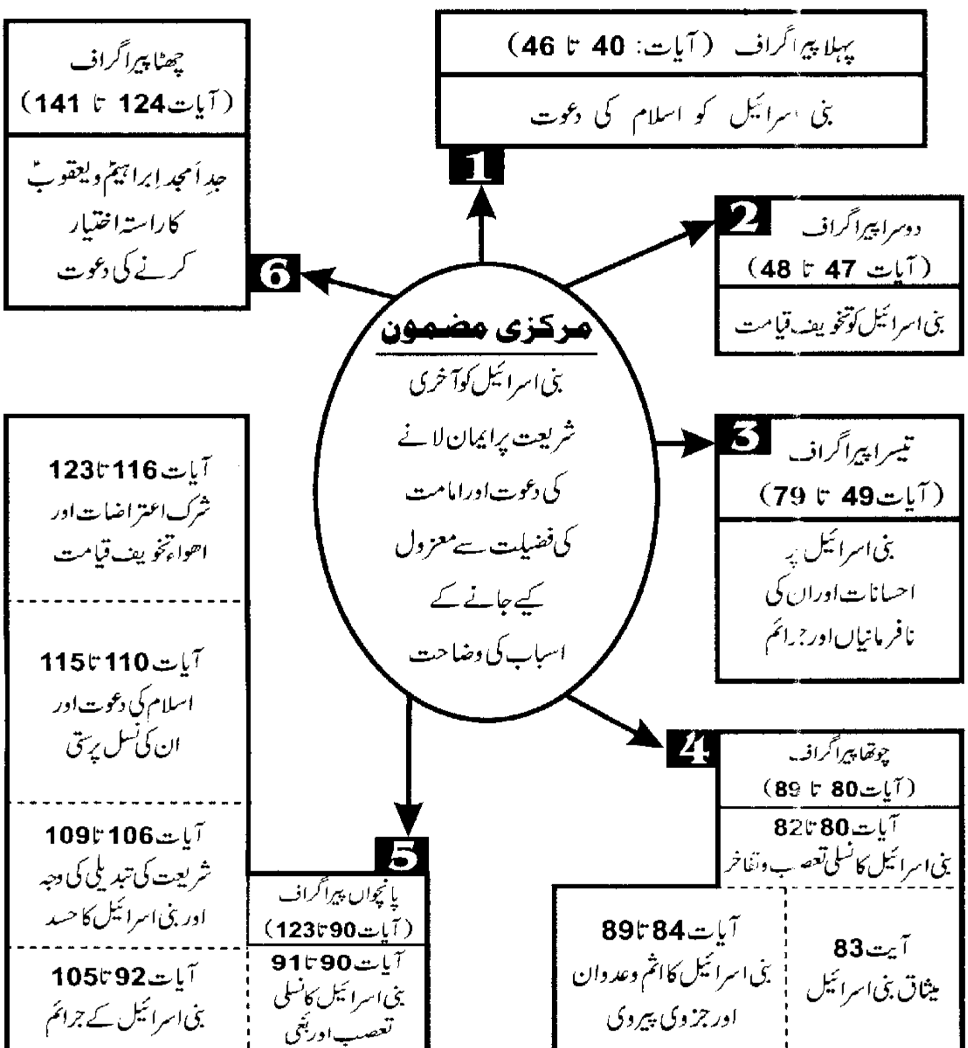
MACRO-STRUCTURE

نظمِ جلی

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ کا دوسرا حصہ

بنی اسرائیل کی معزولی کے اسباب

(آیات 40 تا 141) ...... پیراگراف : 6



FLOW CHART نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ/ربط
MACRO-STRUCTURE

سُورَةُ البَقَرَة کا تیسرا حصہ

آخری شریعت کے اَحکام

(آیات 141 تا 283) ۔۔۔ پیراگراف : 12)

مرکزی مضمون:

اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو کر آخری رسول ؐ کی آخری شریعت کے اَحکام پر عمل کرتے ہوئے اُمتِ وسط کے حقیقی مصداق بن کر شہادت علی الناس کا فریضہ ادا کرو!

پہلا پیراگراف (آیات 141 تا 152)

شہادت علی الناس کا فریضہ ادا کرو!

آیت 143 اُمت وسط کا فریضہ شہادت حق ہے	آیات 144 تا 150 تحویلِ قبلہ	آیت 150 اہل کتاب سے نہ ڈرو!	آیت 151 مقصد رسالت	آیت 152 مشروط وعدہ

دوسرا پیراگراف (آیات 153 تا 158)

نماز ، صبر ، جہاد اور حج وعمرہ کے احکام

آیات 153 تا 157 نماز صبر و جہاد	آیت 158 حج وعمرہ

تیسرا پیراگراف

آیات 159 تا 167
عقیدۂ توحید

آیات 159 تا 162 کتمانِ توحید کی سزا
آیت 163 توحید الوہیت
آیت 164 توحید ربوبیت
آیات 165 تا 167 توحید وشرک

چوتھا پیراگراف

آیات 168 تا 176
رزقِ حلال وحرام کے اَحکام

آیات 168 تا 172 رزقِ حلال
آیت 173 رزقِ حرام
آیات 174 تا 176 کتمانِ اَحکام

پانچواں پیراگراف

آیت 177
احکام کی روح

چھٹا پیراگراف (آیات 178 تا 189) اَحکام

آیات 178,179 قصاص	آیات 180 تا 182 وصیت	آیات 183 تا 187 روزے	آیت 188 رشوت	آیت 189 قمری کیلنڈر

ساتواں پیراگراف (آیات 190 تا 207)

جہاد وانفاق وحج کے اَحکام

آیات 190 تا 194 قتال وجہاد	آیت 195 انفاق	آیات 196 تا 203 حج وعمرہ	آیات 204 تا 207 طاغوت

آٹھواں پیراگراف (آیات 208 تا 213)

ادخلوا فی السلم کافة

آیات 208 تا 212 مکمل اسلام کا مطالبہ	آیت 213 بنی اسرائیل کا اخلاقِ بغی

نواں پیراگراف (آیات 215 تا 218)

انفاق وجہاد کے اَحکام

آیت 215 انفاق	آیات 216 تا 218 جہاد

دسواں پیراگراف

آیات 217 تا 242
معاشرتی اَحکام

آیات 217,218 ارتداد اور ایمان	آیت 226 ایلاء
آیت 219 شراب وجوا	آیات 227 تا 232 طلاق
آیت 220 یتامیٰ	آیت 233 رضاعت
آیت 221 نکاح	آیات 234,235 بیوہ کی عدت
آیات 222,223 حیض	آیات 236,237 مہر
آیات 224,225 قسم کے اَحکام	آیت 238 نماز خوف وامن
	آیات 239 تا 242 مہر

گیارہواں پیراگراف (آیات 243 تا 274)

جہاد وانفاق کے اَحکام

آیت 243 جہاد	آیت 254 انفاق
آیات 244,245 انفاق	آیات 255 تا 259 جہاد کی دو قسمیں
آیات 246 تا 250 بنی اسرائیل کا جہاد	آیت 260 دلائلِ آخرت
آیت 251 تا 253 مقصدِ جہاد	آیات 261 تا 274 انفاق

بارہواں پیراگراف (آیات 275 تا 283)

معاملات کے اَحکام

آیات 275 تا 281 سود	آیت 282 قرض	آیت 283 رہن

FLOW CHART

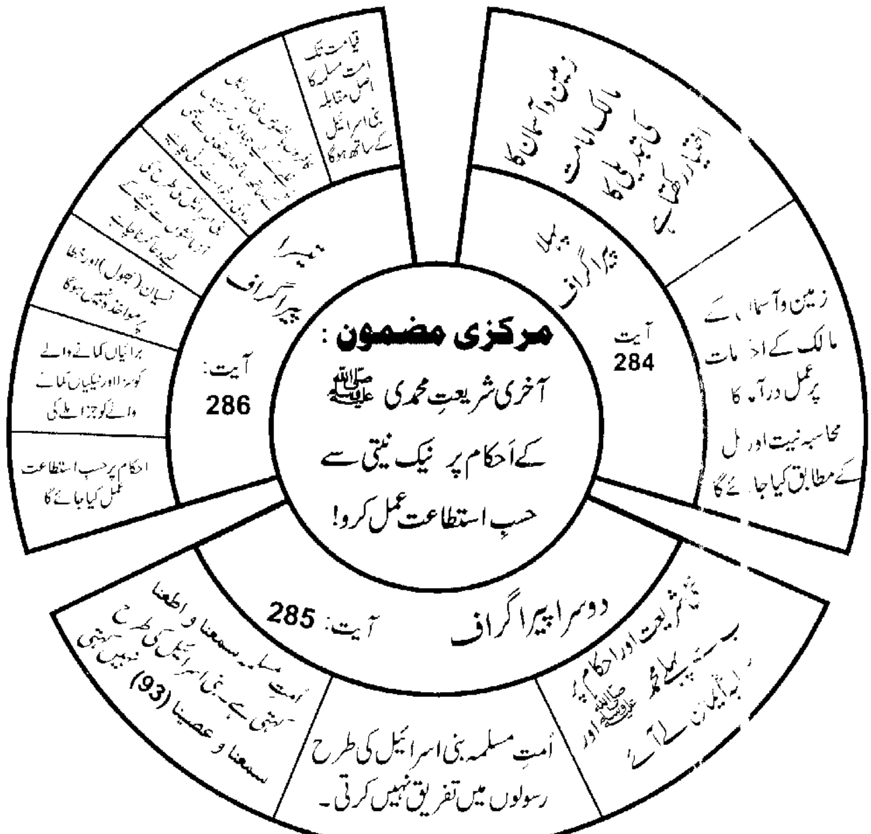
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO STRUCTURE

سُوْرَۃُ البقَرَۃ کا چوتھا اختتامی حصہ

(آیات 284 تا 286) ...... پیراگراف : 3



اہم الفاظ و مضامین

1- آیت نمبر 93 کا جواب ، آیت 285 میں دیا گیا ہے۔

2- ﴿ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ سے بالخصوص بنی اسرائیل مقصود ہیں۔

سورۃ البقرۃ کے تمہیدی حصے کا نظمِ جلی (آیات: 1 تا 39)

سورۃ البقرۃ کے پہلے تمہیدی حصے کا نظمِ جلی، چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

سب سے پہلے انسانوں کی تین (3) قسمیں بیان کی گئیں ہیں، مؤمنین، کافرین اور منافقین۔ پہلا گروہ جنتی اور دیگر دو (2) گروہ دوزخی ہوں گے۔

1- پہلے پیراگراف (آیات: 1 تا 5) میں، ﴿مؤمنین﴾ کی پانچ (5) صفات بیان کی گئی ہیں۔ ایمان بالغیب، نماز، اِنفاق قرآن اور سابقہ کتب اور آخرت پر ایمان۔

2- دوسرے پیراگراف (آیات: 6 تا 7) میں، ﴿کافرین﴾ کی صفات بیان کی گئیں ہیں۔ وہ ضدی ہیں۔ اُن پر تبلیغ کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ دعوت کا اِنکار کرنے والوں پر مہر لگادی جاتی ہے۔

3- تیسرے پیراگراف (آیات: 8 تا 20) میں، ﴿منافقین﴾ کی صفات بیان کی گئیں اور دو تمثیلات سے اس کی وضاحت کی گئی۔

4- چوتھے پیراگراف (آیات: 21 تا 29) میں، دعوتِ توحید ہے۔ تمام دنیا کے انسانوں کو ﴿اُعبُدُوا﴾ کے الفاظ سے، اپنے ﴿خالق﴾ اور اپنے ﴿رب﴾ کی عبادت کی دعوت دی گئی ہے، تاکہ وہ انسانوں کے پہلے گروہ میں شامل ہو سکیں۔ ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ﴾

5- پانچویں پیراگراف (آیات: 30 تا 37) میں، آدمؑ کی خلافت اور اُس کا استحقاق ثابت کیا گیا ہے۔ آدمؑ نے اپنا سبق یاد رکھا اور تمام نام بتادیئے۔ آدمؑ اور ابن آدم کی کشمکش، قیامت تک متکبر و مغرور شیطان ﴿ابلیس﴾ سے جاری رہے گی، ابلیس جنات میں سے ہے۔ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ نے غلطی مان کر توبہ کرلی، لیکن ﴿ابلیس﴾ نے اپنی غلطی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

6- چھٹے پیراگراف (آیات: 38 تا 39) میں، واضح کیا گیا کہ قیامت تک (رسولوں کے ذریعے) ہدایت کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ جو شخص بھی ہدایت کی پیروی کرے گا، (وہ جنتی ہے) اُس کو خوف وحزن لاحق نہیں ہو گا۔ جو شخص بھی اسلام کی دعوت کا انکار کرے گا، وہ دوزخی ہو گا۔ اس تمہیدی حصے میں یہودیوں کو یہ اُصول بتایا گیا کہ جنت میں داخلہ نسب کی بنیاد پر نہیں ہو گا، بلکہ ہدایت کی پیروی کی بنیاد پر ہو گا۔

﴿فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

سورۃُ البَقرۃ کے تمہیدی حصے کا مرکزی مضمون

توحید اور منصبِ خلافت کے سلسلے میں، تین (3) مختلف گروہ ﴿مُؤمنین﴾، ﴿مُنافقین﴾ اور ﴿کافِرین﴾ کے ہیں۔

انسان کو چاہیے کہ وہ منصبِ خلافت کو سمجھ کر، ابلیس کے شر سے بچتے ہوئے، توحید اختیار کرکے، مؤمنین کے گروہ میں شامل ہو جائے اور جنت حاصل کرے۔

◈ ◈ ◈ ☼ ◈ ◈ ◈

سورۃ البقرۃ کے دوسرے حصے کا نظمِ جلی (آیات: 40 تا 142)

سورۃ البقرۃ کا دوسرا حصہ بھی چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- پہلے پیراگراف (آیات 40 تا 46) میں، بنی اسرائیل (بالخصوص یہودیوں) کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔ ﴿وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ﴾ دوسروں کو تبلیغ کرنے سے پہلے اپنی ذات پر غور کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ (آیت:44)

ملاقاتِ رب پر یقین کے ساتھ جہاد ﴿الصبر﴾ اور نماز ﴿الصلوٰۃ﴾ سے مدد لینے کا حکم دیا گیا۔ (آیت:45)

2- دوسرے پیراگراف (آیات 47 تا 48) میں، بنی اسرائیل کو قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے، اُس دن کوئی کام نہ آئے گا۔

3- تیسرے پیراگراف (آیات 49 تا 79) میں، بنی اسرائیل پر اللہ کے 'احسانات' کا تذکرہ کیا گیا اور پھر انہیں ان کی 'نافرمانیوں اور جرائم' سے آگاہ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے مظالم سے نجات دی۔ تورات سے نوازا۔ من وسلویٰ نازل کیا۔ بادلوں کا سایہ کیا۔ بارہ چشمے جاری کیے وغیرہ۔ لیکن بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی۔ اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا۔ آیاتِ الٰہی کا انکار کیا، انبیاء کو قتل کیا، سبت کے قانون کی خلاف ورزی کی۔ گائے کو ذبح کرنے میں لیت ولعل سے کام لیا۔ تحریفِ آیات سے کام لیا، دنیاوی فائدوں کے لیے آیات گھڑ کر اللہ سے منسوب کیں وغیرہ۔

4- چوتھے پیراگراف (آیات 80 تا 89) میں، بنی اسرائیل کو اُن کے نسلی تعصب اور تفاخر پر ملامت کی گئی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ دوزخ میں صرف چند دن ہی کے لیے جائیں گے۔ جنت ان کا نسلی استحقاق ہے۔

﴿لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾

آیت 83 میں، دس (10) نکاتی میثاق بنی اسرائیل ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ کا ذکر ہوا۔ جن کی دفعات یہ تھیں۔

توحید، والدین، اقرباء، یتامیٰ اور مساکین سے حسنِ سلوک، حسن کلام، اِقامتِ نماز، ایتائے زکوٰۃ، قتلِ نفس سے اجتناب اور جلاوطنی کی ممانعت کی گئی۔

آیات 84 تا 89 میں، بنی اسرائیل کے ﴿اِثْم وَعُدْوَان﴾ کا ذکر کیا گیا۔ وہ اللہ کے حقوق بھی پورے نہیں کرتے اور بندوں کے حقوق بھی۔ وہ لوگوں کو پہلے جلاوطن کرتے، پھر فدیہ لے کر دوبارہ شہریت عطا کرتے۔

بنی اسرائیل کی جزوی پیروی (Partial Submission) ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ کی سزا بتائی گئی کہ اس جرم کے مرتکب افراد کو دنیا میں رسوائی اور آخرت میں آگ کی سزا دی جائے گی۔

5- پانچویں پیراگراف (آیات 90 تا 123) میں، بنی اسرائیل کے نسلی تعصب اور ﴿بَغْي﴾ کا ذکر کیا گیا، جس کے سبب وہ قرآن کا انکار کر رہے ہیں۔ بنی اسرائیل کے کفر کی وجہ ﴿بَغْي﴾ اور اُن کا نسلی تعصب ہے۔

﴿اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا﴾ وہ لوگوں پر دست درازی کر کے ان کا استحصال کرنا چاہتے تھے۔ (آیت:90) وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے خاندان کے رسولوں پر نازل کردہ وحی پر ایمان لائیں گے اور خاندان سے باہر یعنی بنی اسمٰعیل کے نبی (محمد ﷺ) پر نازل کردہ وحی پر ایمان نہیں لائیں گے۔

﴿نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ﴾ (آیت:91)

آیات:92 تا 105 میں، بنی اسرائیل کے جرائم گنوائے گئے۔ بچھڑے کو خدا بنالیا۔ عہد کرنے کے بعد ﴿سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا﴾ کہا۔ دنیاوی زندگی کے حریص ہیں۔ ﴿اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ﴾۔ حضرت جبریلؑ سے دشمنی کر لی۔ عہد ومیثاق کرنے کے بعد اُسے اُٹھا کر پھینک دیا۔ ہاروت وماروت سے جادو سیکھ کر خاندانی نظام کو تباہ کیا وغیرہ۔

آیات:106 تا 109 میں، بنی اسرائیل کے ﴿حسد﴾ کا پول کھولا گیا ﴿حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ﴾۔ حسد کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو ایمان لانے کے بعد دوبارہ کافر دیکھنا چاہتے ہیں۔

آیات:110 تا 115 میں، بنی اسرائیل کی نسل پرستی اور خوش فہمیوں کا ذکر کیا گیا کہ وہ صرف یہودیوں اور عیسائیوں ہی کو جنتی سمجھتے ہیں، جب کہ ہر شخص جنت میں داخل ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ ایمان لا کر عمل صالح کرے۔ ﴿لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى﴾

آیات:116 تا 123 میں، صاف صاف بتایا گیا کہ اللہ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ وہ کن فیکونی اختیارات کا مالک ہے۔ مسلمانوں کو خبردار کیا گیا کہ یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے، جب تک کہ یہ ان کی پیروی نہ کریں۔ آخر میں یہود و نصاریٰ کو قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا۔ آیت:122 میں، آیت 47 کا اعادہ کر کے قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا۔

6- چھٹے اور آخری پیراگراف (آیات 124 تا 141) میں، بنی اسرائیل کو اپنے جد امجد حضرت ابراہیمؑ اور آباء (اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ) کا راستہ اختیار کرنے کی دعوت دی گئی۔

انہیں بتایا گیا کہ خود حضرت ابراہیمؑ کو سب کا امام بنایا گیا تھا ﴿اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ لیکن ان سے بھی صاف صاف کہہ دیا گیا تھا ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ کہ یہ امامت، ایمان اور عمل سے مشروط ہے، آپ کی نسل کے ﴿ظالمین﴾ اور مشرکین پر اس کا اطلاق نہیں ہو گا۔ (آیت:124)

حضرت یعقوبؑ نے بھی مرنے سے پہلے اپنے تمام بیٹوں سے ایک خدا کی پرستش کا عہد لیا تھا۔ (آیت:133)

محمد ﷺ کے بارے میں بتایا گیا کہ آپ ؐ کی بعثت دعائے ابراہیمی ہی کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔ اہل کتاب کو دینِ ابراہیمی کا اتباع کرنے کا حکم دیا گیا۔ ﴿بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا﴾ (آیت:135)

اہل کتاب کو رسولوں میں تفریق نہ کرنے اور بنی اسمٰعیل میں اٹھائے جانے والے آخری رسول محمد پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی۔ (آیت:136) یہودیت اور عیسائیت کو چھوڑ کر اللہ کا رنگ ﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ (آیت:138)

سورۃ البقرۃ کے دوسرے حصے کا مرکزی مضمون

بنی اسرائیل کو، آخری رسول محمد ﷺ کی آخری شریعت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی اور انہیں امامت کی فضیلت کے منصب سے معزولی کے اسباب تفصیلی طور پر بتائے گئے۔

سورۃ البقرۃ کے تیسرے حصے کا نظمِ جلی (آیات: 143 تا 283)

سورۃ البقرۃ کا تیسرا حصہ بھی بارہ (12) پیرگرافوں پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں نئی امتِ مسلمہ کو 'آخری شریعت' کے احکام دیئے گئے ہیں۔

تیسرے حصے کے نظم کی خصوصیت

تیسرے حصے کے نظم کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مختلف قسم کے احکامات کے درمیان ﴿انفاق﴾ اور ﴿جہاد﴾ کا حکم دیا گیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام کے مکمل نفاذ کے لیے اسلامی حکومت کا قیام ضروری ہے اور حکومت کے قیام کے لیے مال کا جہاد یعنی ﴿انفاق﴾ اور جان کا جہاد یعنی ﴿قتال﴾ ضروری ہے۔

1- پہلے پیراگراف (آیات 142 تا 152) میں، ﴿شهادت عَلَى النَّاس﴾ کے منصب پر ﴿اُمتِ وَسَط﴾ کے تعین کا ذکر ہے۔

بنی اسرائیل کو امامت سے معزول کر دیا گیا۔ خانۂ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی ہدایت کی گئی۔ (آیت:144)

تحویلِ قبلہ: تحویلِ قبلہ کا حکم 2ھ میں دیا گیا۔ اس سے پہلے سولہ (16) ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جاتی رہی۔ تحویلِ قبلہ کے حکم کے دو مطلب تھے۔

(a) امامت بنی اسرائیل سے بنی اسمٰعیل کی طرف منتقل کر دی گئی ہے۔

(b) اپنے قبلہ یعنی خانۂ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنا ہے۔ مسلمانوں نے یہ ہدف چھ سال بعد (رمضان 8ھ میں) حاصل کیا۔ تحویلِ قبلہ کے معاملے میں یہودیوں سے نہ ڈرنے کی ہدایت کی گئی۔

﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي﴾ (آیت:150)

آخری امت سے مشروط وعدہ کیا گیا کہ اگر وہ اللہ کو یاد رکھیں گے، تو اللہ بھی انہیں یاد رکھے گا۔

﴿فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ﴾ (آیت:152)

جہاد ﴿صبر﴾ اور نماز سے کام لینے کی ہدایت کرتے ہوئے بشارت دی گئی کہ صابرین اور مجاہدین کے ساتھ اللہ کی مدد ہوگی۔ (آیت:153)

یہاں ﴿صابِرین﴾ سے مراد میدانِ جنگ میں ثابت قدمی دکھانے والے ﴿مجاهِدِين﴾ ہیں۔

اس پیراگراف میں جہاد کی تمہید ہے۔ (آیات:153-157)

2- دوسرے پیراگراف (آیات: 153 تا 158) میں، حج اور عمرے کے احکام بیان کیے گئے۔
جہاد اور حج میں کئی پہلوؤں سے مماثلت پائی جاتی ہے۔

3- تیسرے پیراگراف (آیات: 159 تا 167) میں عقیدۂ توحید پر زور دیا گیا، جس کے بغیر احکام پر صحیح عمل درآمد نہیں ہو سکتا۔ توحید ربوبیت کے دلائل فراہم کئے گئے اور شرک کا ابطال کیا گیا ہے۔

4- چوتھے پیراگراف (آیات: 168 تا 176) میں حلال و حرام کے احکام بیان کیے گئے۔
زمین کی تمام پاک چیزوں کو حلال کیا گیا۔ حلال و حرام کے معاملے میں ﴿مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ کے بجائے ﴿مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ کی پیروی کا حکم دیا گیا۔ چار چیزیں مردار، خون، سور کا گوشت، اور غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ حرام ٹھہرایا گیا۔ حالتِ اضطرار میں چھوٹ دی گئی۔ ﴿مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ کے چھپانے ﴿کتمان﴾ کی سزا دوزخ کی آگ ہوگی۔

5- پانچویں پیراگراف (آیت: 177) میں احکام کی روح بیان کی گئی۔ اس آیت کو ﴿آیۃُ البِرّ﴾ کہتے ہیں۔
سچے اور متقی لوگ وہی ہیں، جو مشرق و مغرب کی طرف رخ کرنے کو زیادہ اہمیت دینے کے بجائے، ایمان لا کر اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ نماز و زکوٰۃ کے علاوہ عہد کو پورا کرتے ہیں اور جنگ میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

6- چھٹے پیراگراف (آیات: 178 تا 189) میں، قصاص، وصیت، صوم، رشوت وغیرہ کے احکام بیان کیے گئے۔

(a) قصاص کو فرض کیا گیا۔ مقتول کے ورثاء راضی ہو جائیں تو فدیہ دیا جا سکتا ہے۔
قانونِ قصاص و زندگی کہا گیا۔ ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ﴾ (آیت: 178، 179)

(b) رمضان کے روزے فرض کئے گئے۔ مسافروں اور بیماروں کو قضاء روزوں کی سہولت عطا کی گئی۔ (آیت: 183، 184)

(c) حاکموں کو رشوت دے کر باطل طریقے سے مال کھانے کی ممانعت کی گئی۔ (آیت: 188)

7- ساتویں پیراگراف (آیات: 190 تا 207) میں جہاد، انفاق اور حج کے احکام بیان کیے گئے۔
(یہاں جہاد کا مضمون دوسری مرتبہ آیا ہے۔) حج کے مہینوں کا تعین چاند سے ہوگا۔ پھر جہاد و قتال کا حکم دیا گیا۔
جہاد و قتال کا مقصد فتنوں کا خاتمہ ہے ﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ (آیت: 193)
﴿انفاق﴾ میں احسان کا حکم دیا گیا۔ عدمِ انفاق کا انجام اجتماعی خودکشی ہے اور انفاق پر محبتِ الٰہی کی ضمانت دی گئی۔ (آیت: 195)
حج کے احکام بتائے گئے اور زادِ راہ ساتھ لے جانے کا حکم دیا گیا۔ (آیات: 196 تا 203)

حج کے بعد ﴿طاغوت﴾ کا ذکر ہوا۔ ﴿طاغوت﴾ وہ سرکش قوت ہے، جس سے ﴿جہاد﴾ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

اس کی باتیں بھلی معلوم ہوتی ہیں، لیکن یہ فسادی نسلوں کو تباہ کر دیتا ہے اور ہری بھری کھیتیاں اجاڑ دیتا ہے۔ یہ جہنمی ہو گا۔ اس کے خلاف لڑنے والے نیک لوگ ﴿مَرضَاتِ الله﴾ یعنی اللہ کی خوشنودی کے طلبگار ہوتے ہیں۔ (آیات: 204تا207)

8- آٹھویں پیراگراف (آیات: 208تا213) میں کامل اسلام کا مطالبہ کیا گیا۔

مسلمانو! پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ ﴿اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ (آیت:208) شیطان کے راستے پر نہ چلو۔ مسلمانوں کو، بنی اسرائیل کی طرح ﴿بغی﴾ یعنی زیادتی سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ (آیت:213)

9- نویں پیراگراف (آیات: 214تا218) میں انفاق وجہاد کے احکام بیان کیے گئے۔

(یہاں جہاد کا مضمون تیسری مرتبہ بیان ہوا ہے)

﴿جہاد﴾ میں شرکت اور آزمائشوں کے بغیر، جنت میں داخلے کو آسان نہیں سمجھنا چاہیے۔

﴿اِنفاق﴾ کی ترغیب اور ناگوار چیزوں میں بھی موجود خیر کی وضاحت کر دی گئی۔

ایمان لا کر ہجرت اور جہاد کرنے والے، اللہ کی رحمت کے امیدوار ہوتے ہیں۔ (آیت:218)

10- دسویں پیراگراف (آیت219تا242) میں شراب، یتامیٰ، نکاح، حیض، قسم، ایلاء، طلاق، رضاعت، عدت، مہر وغیرہ کے معاشرتی اَحکام بیان کیے گئے۔

(a) شراب اور جوئے میں فائدے کم اور نقصانات زیادہ ہیں (219) شراب کے بارے میں یہ پہلا تدریجی حکم تھا۔ پھر سورۃ نساء کی آیت:143 اور حتمی طور پر حرمتِ شراب کے لیے المائدہ کی آیت:90 نازل ہوئی۔

(b) یتامیٰ کے اموال کے ساتھ شراکت کی اجازت دی گئی۔ (آیت:220)

(c) مشرک عورتوں سے نکاح کو حرام ٹھہرایا گیا۔ (آیت:221)

(d) حیض کی حالت میں بیویوں کے پاس جانے کی پابندی عائد کی گئی۔ (آیت:222)

(e) ﴿ایلاء﴾ کے سلسلے میں وضاحت کی گئی کہ جو لوگ اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے کی قسم کھالیں، ان کے لیے چار ماہ کی مدت ہے۔ اسکے اندر انہیں رجوع کرنا چاہیے یا طلاق دے دینا چاہیے، معلق نہیں چھوڑنا چاہیے۔ (آیت:226)

(f) طلاق کی عدت تین ﴿ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ یعنی حیض یا طہر بیان کی گئی۔ (آیت:228)

(g) حمل چھپانے سے روکا گیا۔ (آیت:228)

(h) عورتوں کے حقوق مردوں کی طرح ہی ہیں، لیکن مردوں کا ایک درجہ بڑا ہے۔ (آیت:228)

(i) طلاق دو مرتبہ ہے۔ دو مرتبہ رجوع کیا جا سکتا ہے۔ (آیت:229)

(j) تیسری طلاق کے بعد رجوع ممکن نہیں ہے۔ (آیت:230)

(k) خلع: بیوی شوہر کا دیا ہوا مہر واپس کر کے خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ (آیت:229)

(l) تیسری مرتبہ طلاق کے بعد، سابقہ بیوی صرف اُس صورت میں حلال ہو سکتی ہے، جب عورت کسی اور مرد سے شادی کر لے اور وہ مر جائے یا اُسے طلاق دے دے۔ (آیت:230)

(m) بیویوں اور عورتوں سے حسن سلوک کی نصیحت کی گئی۔ (آیات:231،232)

(n) رضاعت کے سلسلے میں بتایا گیا کہ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔

(o) باپ کے ذمے بچے کے اخراجات ہیں۔ (آیت:233)

(p) بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے (آیت:234) عدت میں نکاح اور پیغامِ نکاح کی ممانعت کر دی گئی۔ (آیت:235)

(q) مہر: رخصتی سے پہلے طلاق دی جائے تو نصف مہر ادا کرنا ہو گا، لیکن دونوں فریق فیاضی اور احسان کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ (آیات:236،237)

(r) مطلقہ عورتوں کو مہر اور متاع سے نوازنا ضروری قرار دیا گیا۔ (آیات:241،242)

11- گیارہویں پیراگراف کا نظم:

گیارہویں پیراگرف (آیات 243 تا 274) میں جہاد و انفاق کے احکام بیان کیے گئے۔

(یہاں جہاد اور انفاق کا مضمون چوتھی مرتبہ بیان ہوا ہے)

آیت نمبر: 243 بنی اسرائیل کے جہاد سے متعلق ہے۔

آیت نمبر: 244 میں امتِ مسلمہ کو جہاد کا حکم دیا گیا۔

آیت نمبر: 245 میں، ﴿قرضِ حسنہ﴾ کے ذریعے جہاد کے لیے ﴿إنفاق فِي سَبِيلِ الله﴾ کا مطالبہ کیا گیا۔

آیات نمبر: 246 تا 250 میں، بنی اسرائیل کے جہاد کا ذکر ہے، جو حضرت ﴿طالوتؑ﴾ کی قیادت میں کیا گیا اور ﴿جالوت﴾ کو شکست دی گئی۔

آیت نمبر: 251 تا 253 میں، مقصدِ جہاد کی وضاحت ہے۔ جہاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک ظالم قوم کو دفع کرتا ہے ورنہ زمین فساد سے بھر جائے۔ جہاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ کائنات پر فضل فرماتا ہے۔

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آیت:251)

آیت نمبر: 254 میں ، مسلمانوں کو ﴿اِنفاق فِي سَبِيل الله﴾ کا حکم ہے۔ اس کے بعد 6 آیات پر مشتمل جملۂ معترضہ ہے۔ (آیت 255 تا 260)۔ ﴿اِنفاق فِي سَبِيل الله﴾ کا یہ مضمون آیت نمبر 261 سے دوبارہ شروع ہوتا ہے اور 14 آیات کے بعد آیت: 274 پر ختم ہوتا ہے۔

جملۂ معترضہ

آیت نمبر: 255۔ آیۃ الکرسی ہے۔ اس میں اللہ کی صفات کے ذریعے، اللہ کی ذات کا تعارف کرایا گیا ہے۔

آیت نمبر: 256 میں ﴿رُشد﴾ اور ﴿غَیّ﴾ کا فرق بیان کرکے ، جہاد کی دو قسمیں بتائی گئیں ہیں ۔ اللہ کے لیے جہاد اور طاغوت کے لیے جہاد۔ اللہ کے سہارے کو مضبوط سہارا کہا گیا ہے۔

آیت نمبر: 257 میں ، آیت الکرسی کی صفات والے خدا ﴿اللہ﴾ کو مسلمانوں کا ولی اور ﴿طاغوت﴾ کو کافروں کا ﴿ولی﴾ بتایا گیا ہے۔

آیت نمبر: 258 میں ، ﴿رُشد﴾ کی مثال حضرت ابراہیمؑ سے اور ﴿غَیّ﴾ کی مثال نمرود سے دی گئی ہے ، جو اپنے وقت کا ﴿طاغوت﴾ تھا اور جس نے زندگی اور موت کے اختیارات کا دعویٰ کیا تھا۔ نمرود منکرِ آخرت بھی تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے آخرت کی پہلی عقلی دلیل دے کر نمرود کو ششدر کر دیا۔

آیت نمبر: 259 میں ، دوسری دلیلِ آخرت فراہم کی گئی۔ ﴿طاغوت﴾ سے مقابلے کے لیے جہاد سے پہلے آخرت پر یقین کامل لازمی اور ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو 100 سال کی موت کے بعد زندگی عطا کی۔

آیت نمبر: 260 میں ، تیسری دلیلِ آخرت فراہم کی گئی ۔ حضرت ابراہیمؑ کو ، چار پرندے لے کر مانوس کرنے اور پھر انہیں ذبح کرکے چار مختلف پہاڑوں پر رکھ کر آواز دینے کا حکم دیا گیا۔ پرندے زندہ ہو کر آ گئے۔

آیات نمبر: 261 تا 274 میں ، ﴿اِنفَاق فِي سَبِيلِ الله﴾ کا مضمون ، دوبارہ بحال ہو گیا۔

اِنفاق کے آداب بیان کیے گئے۔ انفاق اللہ کے لیے ہو ، احسان نہ جتایا جائے ۔ تکلیف نہ پہنچائی جائے ۔ چھانٹ چھانٹ کر گندا مال نہ دیا جائے۔ چھپا کر دینا بہتر ہے۔ انفاق میں ریاء کاری نہ ہو۔ انفاق دل کی تثبیت کے ساتھ ہو۔ انفاق کے بعد سود کی حرمت کا ذکر ہوا ، کیونکہ یہ فیاضی اور بخل پر مشتمل دو متضاد انسانی رویے ہیں۔

12- بارھویں پیراگراف (آیات: 275 تا 283) میں سود ، قرض اور رہن کے احکام بیان کیے گئے۔

تیسرے حصے کے بارھویں ذیلی پیراگراف میں معاملات کے احکام ہیں۔

(a) آیات نمبر: 275 تا 281 میں سود کی حرمت کے احکام ہیں۔ اللہ نے سود کو حرام اور تجارت کو حلال کیا ہے۔ سود خوروں سے اعلانِ جنگ کیا گیا۔ سود خوروں کو دوزخی کہا گیا۔

(b) آیت نمبر: 282 میں قرض کے احکام ہیں۔ قرض کی دستاویز لکھ لی جائے اور گواہ بنا لیے جائیں۔ گواہ دو (2) مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ اس حکم کا مقصد سماجی اور معاشی عدل کا قیام ہے۔

(c) آیت نمبر: 283 میں رہن کے احکام ہیں۔ سفر میں ﴿رِهَانٌ مَّقبُوضَة﴾ کی سہولت دیتے ہوئے تقویٰ کے ساتھ برحق گواہی دینے اور گواہی نہ چھپانے کا حکم دیا گیا۔

سورۃ البقرۃ کے تیسرے حصے کا مرکزی مضمون

آخری امت کو، اپنے منصبِ امامت کا احساس کرتے ہوئے، ﴿اُمتِ وَسَط﴾ کے حقیقی مصداق بن کر، اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو کر، آخری رسول محمد ﷺ کی آخری شریعت کے احکام پر نیک نیتی سے عمل کرتے ہوئے ﴿شہادت علی الناس﴾ کے فریضے کو ادا کرنا چاہیے۔

سورۃ البقرۃ کے چوتھے اور آخری حصے کا نظمِ جلی (آیات: 284 تا 286)

سورۃ البقرۃ کا چوتھا اور آخری حصہ تین (3) آیات پر مشتمل ہے۔ اس آخری حصے کا پچھلے تین (3) حصوں سے گہرا تعلق ہے، بالخصوص احکامات سے متعلق تیسرے حصے سے۔ اس اختتامی حصے کی حیثیت خلاصہ کی سی ہے۔

1- آیت 284 میں، بتایا گیا ہے کہ زمین و آسمان کا مالک ﴿اللہ﴾ امامت کی تبدیلی کا اختیار رکھتا ہے، وہ ﴿علیٰ کُلِّ شَیءٍ قَدِیر﴾ ہے۔ زمین و آسمان کا مالک ﴿اللہ﴾ قیامت کے دن آخری شریعت کے اِن احکامات پر عمل درآمد کا محاسبہ نیت اور عمل کے مطابق کرے گا۔

2- آیت 285 میں، واضح کیا گیا کہ آخری شریعت اور اُس کے احکام پر سب سے پہلے خود رسول ﷺ اور صحابہؓ ایمان لے آئے۔ امتِ مسلمہ، بنی اسرائیل کے یہودیوں کی طرح رسولوں میں تفریق نہیں کرتی۔

وہ دونوں خاندانوں کے رسولوں پر ایمان رکھتی ہے۔ امتِ مسلمہ ﴿سَمِعنَا وَاَطَعنَا﴾ کہتی ہے۔ بنی اسرائیل کے یہودیوں کی طرح ﴿سَمِعنَا وَعَصَینا﴾ نہیں کہتی، جس کا ذکر آیت 93 میں کیا گیا تھا۔

3- آخری آیت 286 میں، آخری امت کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ حسبِ ذیل اصول ذہن نشین کر لیں۔

(a) مسلمان آخری شریعت کے احکام پر حسبِ استطاعت عمل کر سکتے ہیں۔ ﴿لَا یُکَلِّفُ اللہُ نَفسًا اِلَّا وُسعَهَا﴾

(b) برائیوں پر سزا اور نیکیوں پر جزا ملے گی۔ ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾

(c) نسیان اور خطا (بھول چوک) پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾

(d) آزمائشوں سے بچنے کے لیے دعا کرتے رہنا چاہیے ﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ﴾

(e) کافروں پر غلبے کے لیے اللہ تعالیٰ کو ولی اور کارساز ﴿مَوْلٰنَا﴾ مان کر، اس سے مضبوط روحانی تعلق قائم کرنا چاہیے، جو عفو و در گزر، مغفرت اور رحمت کی دعاؤں کے بغیر ممکن نہیں ﴿وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا﴾

(f) قیامت تک امتِ مسلمہ کا اصل مقابلہ، بنی اسرائیل کے کفار کے ساتھ ہوگا (بقیہ قوموں کی حیثیت ذیلی رہے گی) کافروں پر غلبے کے لیے اللہ کی مدد ضروری ہے اس لیے جنگی تیاریوں کے ساتھ ساتھ، اللہ سے دعا بھی مانگتے رہنا چاہیے۔ ﴿فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾

سورۃ البقرۃ کے آخری حصے کا مرکزی مضمون

اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق کی بنیاد پر آخری امت کو آخری شریعت کے احکام پر، نیک نیتی کے ساتھ، حسبِ استطاعت عمل کرنا چاہیے، تاکہ کافروں پر (بالخصوص اہل کتاب پر) غلبہ حاصل ہو سکے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

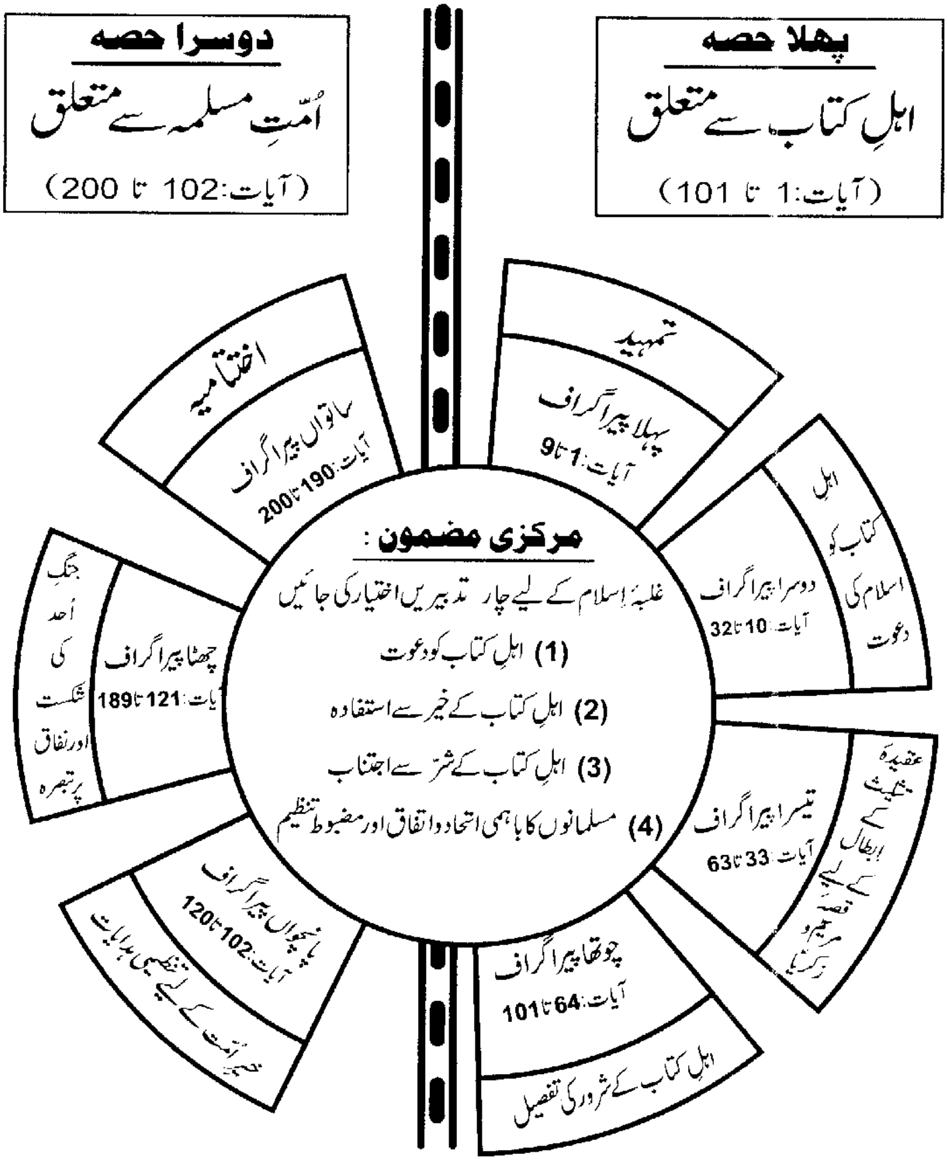
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

03- سُوْرَۃُ اٰل عِمْرَانَ

آیات : 200 ...... مَدَنِیَّۃ" ...... پیراگراف : 7



زمانۂ نزول

1- سورۃ ﴿آل عمران﴾ کا زیادہ تر حصہ جنگِ اُحد کے بعد، 3 ہجری میں نازل ہوا، جب کئی صحابہ کی شہادت کے بعد بیواؤں اور یتیموں کے مسائل حل طلب ہوگئے تھے۔

2- آیات 33 تا 70 غالباً نو (9) ہجری میں نازل ہوئیں، جب نجران کے عیسائیوں کا وفد مدینہ آیا تھا اور اُنہیں مباہلے کی پیش کش کی گئی تھی۔

سورۃ آل عمران کی فضیلت

روزِ قیامت اپنے پڑھنے والوں کے لیے آل عمران اور البقرہ دو بادلوں، دو سایوں اور دو روشنیوں کی صورت میں ظاہر ہو کر جھگڑیں گی۔ (صحیح مسلم: کتاب فضائل قرآن، باب 42، حدیث: 1,910، عن ابی اُمامۃ الباھلیؓ)

سورۃ آل عمران کا کتابی ربط

1- سورۃ ﴿الفاتحۃ﴾ میں مذکور ﴿الضَّآلِّيْن﴾ قومِ نصاریٰ کے خلاف فردِ جرم کا ذکر سورۃ آل عمران میں ہے۔

سورۃ البقرۃ کے آخر میں دُعا سکھائی گئی تھی ﴿فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ کہ کافروں پر غلبے کے لیے اللہ سے مدد طلب کی جائے۔ یہاں سورت ﴿آل عمران﴾ میں کافروں پر غلبے کی چار (4) تدبیریں بیان کی گئی ہیں۔

2- سورت ﴿آل عمران﴾ کے آخری حصے میں جنگِ اُحد کی شکست پر تبصرہ کیا گیا ہے اور اتحاد و تنظیم کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے۔ مسلمانوں کے اتحاد واتفاق تنظیم کے استحکام اور اجتماعیت کے قیام کی ہدایات دی گئیں ہیں۔ اگلی سورت ﴿النساء﴾ کا مرکزی مضمون ہی اجتماعیت ہے کہ خاندان سے لے کر ریاست تک ایک مضبوط اجتماعیت ناگزیر ہے۔

سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران کی مشترک خصوصیات

1- سورۃ البقرۃ کے دوسرے حصے میں، اہلِ کتاب بالخصوص یہود کے خلاف فردِ جرم عائد کی گئی تھی، یہاں سورۃ ﴿آل عمران﴾ کے پہلے حصے میں، اہلِ کتاب بالخصوص نصاریٰ کے خلاف فردِ جرم عائد کی گئی ہے۔

سورۃ البقرۃ میں ﴿الْمَغْضُوْب﴾ کی تفصیل تھی، یہاں ﴿الضَّآلِّيْن﴾ کی تفصیل ہے۔

2- سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 143 میں اُمّتِ مسلمہ کو ﴿اُمَّةً وَّسَطًا﴾ معتدل اور متوازن قوم کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔

یہاں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 110 میں انہیں ﴿خَيْرَ اُمَّةٍ﴾ بہترین اُمّت کے الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے۔

3- سورۃ البقرۃ میں بھی اہلِ کتاب کو ﴿اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ﴾ کے الفاظ سے اسلام کی دعوت دی گئی تھی،

یہاں سورۃ ﴿آل عمران﴾ میں بھی انہیں ﴿ءَاَسۡلَمۡتُمۡ﴾ کے الفاظ سے اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔

4- دونوں سورتوں کا اختتام جامع دُعاؤں پر ہوا ہے جو غلبۂ اسلام کے لیے ﴿تعلق باللہ﴾ کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿آل عمران﴾ کی پانچ آیات میں اللہ کی الوہیت کا تذکرہ ہے:

اہلِ کتاب کو بار بار یہ بات بتائی گئی کہ اللہ کے علاوہ کوئی ﴿اِلٰہ﴾ نہیں۔ (آیات:2، 6، 63، 18 اور 64)

2- سورۃ ﴿آل عمران﴾ میں دین ﴿الاسلام﴾ کی حقانیت کے دلائل:

اس سورت میں ﴿الاسلام﴾ کی حقانیت ثابت کر کے تمام انسانوں بالخصوص اہلِ کتاب کو اسلام قبول کر لینے کا مشورہ دیا گیا۔

(a) اہلِ کتاب کو صاف بتا دیا گیا کہ اللہ کے نزدیک دین صرف ﴿الاسلام﴾ ہے۔ ﴿اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ﴾ (آیت:19)

(b) سلبی طریقے سے بھی صاف صاف بتا دیا گیا کہ جو شخص ﴿اسلام﴾ کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب اختیار کرے گا، وہ ہرگز ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ ﴿وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ﴾ (آیت:85)

(c) مسلمانوں کی زبان سے کہلوایا گیا کہ ہم رسولوں میں امتیاز نہیں کرتے (کہ کون سا رسول بنی اسرائیل میں سے ہے اور کون سا رسول بنی اسمٰعیل میں سے) ہم تو اللہ کے آگے جھکنے والے ﴿مُسۡلِمُوۡن﴾ ہیں۔ (آیت:84)

(d) اللہ تعالیٰ ﴿اسلام﴾ لانے کے بعد کفر کا حکم نہیں دیتا۔ (آیت:80)

(e) مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ ان کی موت ﴿اسلام﴾ کی حالت ہی میں آنی چاہیے۔ ﴿وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ﴾ (102)

(f) حضرت عیسیٰ کے تمام حواریوں نے گواہی دی تھی کہ ہم مسلمان ﴿مُسۡلِمُوۡن﴾ ہیں۔ (آیت:52)

(g) اہلِ کتاب سے مجادلہ کر کے اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا گیا، وہ منہ موڑ لیں تو خود یہ گواہی دینا کہ ہم ﴿مُسۡلِمُوۡن﴾ ہیں۔ (64)

(h) زمین آسمان کی ہر چیز "طَوۡعًا وَّ کَرۡھًا" ﴿مُسۡلِم﴾ ہے۔ (آیت:83)

(i) حضرت ابراہیمؑ یہودی یا عیسائی بھی نہیں تھے اور مشرک بھی نہیں تھے، بلکہ ﴿مُسۡلِم﴾ حنیف تھے۔ (آیت:67)

(j) بنی اسرائیل (یہود و نصاریٰ) اور بنی اسمٰعیل کے ﴿اُمِّیّٖن﴾ (مشرکینِ مکہ) دونوں کو اسلام کی دعوت دی گئی۔ (آیت:20)

3- سورۃ ﴿آل عمران﴾ میں ﴿اہل الکتاب﴾ کے بارے میں اہم احکام:

سورۃ ﴿آل عمران﴾ کی مندرجہ ذیل آیات میں اہل کتاب کے بارے میں تفصیلات بیان کر کے احکام دیے گئے۔

(آیات 19، 20، 23، 61، 64، 65، 66، 69، 70، 71، 72، 74، 98، 99، 100، 110، 113، 186، 187، 199)

تفصیلات اگلے صفحات میں آرہی ہیں۔

4- سورۃ ﴿آل عمران﴾ میں لفظ ﴿أُمِّيِّين﴾ کے استعمال کی حکمت:

سورۃ ﴿آل عمران﴾ میں ﴿أُمِّيِّين﴾ کے لفظ کا استعمال ایک خاص مفہوم رکھتا ہے۔

(a) بنی اسرائیل نسلی تعصب اور تفاخر میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں ﴿لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّنَ سَبِيلٌ﴾ یعنی بنی اسمٰعیل کے ﴿أُمِّيِّين﴾ کے مال ہڑپ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (آیت:75)

(b) رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ وہ بنی اسرائیل کے علاوہ، بنی اسمٰعیل ﴿أُمِّيِّين﴾ کو بھی اسلام کی دعوت دیں۔

5- سورۃ ﴿آل عمران﴾ میں لفظ ﴿الفُرقان﴾ کے استعمال کی حکمت:

اس سورت میں قرآن مجید کو ﴿الفُرقان﴾ کہا گیا، کیونکہ یہ تورات و انجیل کی تحریفات کا پول کھولتا ہے۔ (آیت:4)

6- سورۃ ﴿آل عمران﴾ میں متشابہات سے بچنے کا حکم:

اس سورت میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ متشابہات کی تاویل کے فتنے میں گرفتار نہ ہوں۔ جن کے دلوں میں ﴿زیغ﴾ یعنی ٹیڑھ ہوتی ہے، وہ (تمام گمراہ فرقے بھی) متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ (آیت:7)

مسلمانوں کو دعا سکھائی گئی ﴿لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا﴾ "اے اللہ! ایمان کی ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرا!" (آیت:8)

7- سورۃ ﴿آل عمران﴾ میں امامت کی تبدیلی:

﴿تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾ کے الفاظ سے امامت کی تبدیلی کی طرف اشارہ کیا گیا کہ بنی اسرائیل سے ﴿فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِينَ﴾ کا تاج چھین کر امتِ مسلمہ کے سر پر ﴿أُمَّةً وَسَطًا﴾ کے اعزاز کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ (26)

8- سورۃ ﴿آل عمران﴾ میں ﴿أولوا الالباب﴾ اور ﴿اولی الابصار﴾ کے الفاظ کے استعمال کی حکمت:

اس سورت میں ﴿أولوا الالباب﴾ اور ﴿اولی الابصار﴾ کے الفاظ کے ذریعے عقل مندوں کی صفات بیان کی گئیں۔

(a) ﴿أولوا الالباب﴾ یعنی عقل مندوں کی وضاحت کی گئی کہ یہ لوگ متشابہات کی تاویل نہیں کرتے۔ محکمات کی پیروی کرتے ہیں۔ (آیت:8)

(b) ﴿أولوا الالباب﴾ یعنی عقل مندوں کی وضاحت کی گئی کہ یہ لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور کائنات پر غور و فکر کر کے عقیدۂ توحید اختیار کر لیتے ہیں اور دوزخ کے عذاب سے بچنے کی دعائیں مانگتے ہیں۔ (آیت:190)

(c) ﴿أولوا الابصار﴾ یعنی عقل مندوں کو دعوت دی گئی کہ وہ جنگِ بدر سے نصیحت حاصل کریں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے سے گروہ کو ایک بڑے گروہ پر فتح اور نصرت عطا فرمائی۔ (آیت:13)

9- سورۃ ﴿آل عمران﴾ میں اہلِ کتاب کو اُن کے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ کے حوالے سے تذکیر:

سورۃ ﴿آل عمران﴾ میں بار بار حضرت ابراہیمؑ کا ذکر کر کے اہلِ کتاب کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔

(a) ﴿آلِ ابراہیم﴾ کو سارے عالم میں برگزیدہ کیا گیا۔ (آیت:33)

(b) تورات اور انجیل ﴿ابراہیمؑ﴾ کے بعد نازل کی گئیں (آیت:65)۔(حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ 2,100 ق م ہے، جبکہ 1,300 ق م میں حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل کی گئی اور اس کے 1,300 سال بعد حضرت عیسیٰؑ پر انجیل نازل کی گئی)۔

(c) حضرت ﴿ابراہیمؑ﴾ یہودی یا نصرانی نہیں تھے۔ (آیت:67)

(d) حضرت ﴿ابراہیمؑ﴾ سے قریب تر، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے صحابہؓ ہیں۔ (آیت:68)

(e) مسلمان، یہودیوں کی طرح متعصب نہیں ہوتے، سارے پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں۔ (آیت:84)

(f) بنی اسرائیل کو ﴿فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا﴾ کے الفاظ سے ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کرنے کی ہدایت کی گئی۔ (آیت:95)

(g) ﴿مقامِ ابراہیم﴾ مکہ میں وہ جگہ ہے، جہاں حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہوتے تھے۔ (آیت:97)

سورۃ آل عمران کے دو بڑے حصے اور نظمِ جلی

دو سو (200) آیات پر مشتمل، اس سورۃ آل عمران کے دو (2) بڑے حصے اور سات (7) پیراگراف ہیں۔

پہلے حصے میں چار (4) پیراگراف ہیں اور دوسرے میں تین (3) پیراگراف۔

1- پہلا حصہ ابتدائی ایک سو ایک (101) آیات پر مشتمل ہے، جو اہل کتاب (بالخصوص عیسائیوں) سے متعلق ہے۔
2- دوسرے حصے (آیات 102 تا 200) میں، مسلمانوں کو اہل کتاب اور دیگر کافرین پر فتح و نصرت کے لیے تنظیمی ہدایات دی گئی ہیں۔

سورۃ آل عمران کا نظمِ جلی

سورۃ آل عمران کا نظمِ جلی سات پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 9: پہلا پیراگراف تمہیدی ہے۔ قرآن ﴿الفرقان﴾ ہے، جو اہل کتاب کی تحریفات کا پول کھول دیتا ہے۔

اہل کتاب (بالخصوص عیسائیوں) کو دعوتِ توحید و اسلام دی گئی ہے اور قرآن کا تعارف کرایا گیا ہے کہ یہ تورات و انجیل کی طرح اللہ کی وحی ہے۔ قرآن صحیح اور غلط کے فرق کو واضح کرتا ہے۔ یہ ﴿الفرقان﴾ ہے۔ اللہ تعالیٰ جیسے چاہے (بغیر باپ کے بھی) اَرحام میں حمل ٹھہرا سکتا ہے۔ عیسائی متشابہات میں گرفتار ہو کر گمراہی کا شکار ہوئے۔ محکمات و متشابہات کے بارے میں، عقل مندوں کا رویہ اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی۔ محکمات اور متشابہات دونوں پر ایمان رکھنا چاہیے، لیکن متشابہات کی تاویل سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہوتی ہے، وہی متشابہات میں الجھتے ہیں۔ زیغِ قلب سے بچنے کے لیے دُعا سکھائی گئی ہے۔ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا﴾

2- آیات 10 تا 32: دوسرے پیراگراف میں اہل کتاب (بالخصوص عیسائیوں) کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔

﴿أُولِي الْأَبْصَارِ﴾ یعنی اہل بصیرت کو ہلاکتِ فرعون اور جنگِ بدر میں قریش کے بڑے بڑے سرداروں کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ اہل کتاب کو اسلام کی دعوت دی گئی کہ اللہ کے نزدیک دین، صرف الاسلام ہے۔

﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آیت: 19)

اہل کتاب اور مشرکین سے اسلام قبول کرنے کا مطالبہ، کیا تم اسلام لا کر دو گے؟ ﴿أَأَسْلَمْتُمْ؟﴾ (آیت: 20)

یہودیوں کو محبتِ الٰہی کا دعویٰ کرنے کے بجائے، محمد ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ﴿فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ اہل کتاب کو اللہ اور اُس کے آخری رسول محمد ﷺ کی اطاعت کی ہدایت کی گئی۔

3- آیات 33 تا 63: تیسرے پیراگراف میں عیسائیوں کے (Trinity) یعنی عقیدۂ تثلیث کی تردید کے لیے حضرت مریمؑ اور حضرت زکریاؑ کے سچے واقعات بیان کیے گئے۔

حضرت عیسیٰؑ کی نانی، یعنی حضرت مریمؑ کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ ہونے والے بچے کو اللہ کے لیے وقف کریں گی۔

حضرت مریمؑ پیدا ہوئیں تو وہ حضرت زکریاؑ کی کفالت میں دی گئیں۔ بیت المقدس میں وہ عبادت کرتیں اور اُن کے پاس معجزانہ طور پر رزق

آجاتا۔ اس پر حضرت زکریاؑ کو تعجب ہوا اور اُنہوں نے بھی بڑھاپے میں اللہ سے اولاد کی دعا کی چنانچہ انہیں بھی معجزانہ طور پر بڑھاپے میں حضرت یحییٰؑ کی شکل میں بیٹا عطا کیا گیا۔ یہاں یہ ثابت کیا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ نعوذ باللہ اللہ کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ معجزانہ طور پر بغیر باپ کے پیدا کیے گئے، جس طرح حضرت یحییٰؑ کی پیدائش معجزانہ طور پر بڑھاپے میں ہوئی۔

حضرتِ عیسیٰؑ کے معجزات بیان کر کے خود اُن کی زبان کے الفاظ نقل کیے گئے کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ﴾۔ خود حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے کہا تھا کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ پیش گوئی کی گئی کہ آپ کے ماننے والوں کی تعداد آپ کا انکار کرنے والوں سے زیادہ ہوگی۔ عقیدۂ تثلیث کی تردید کے لیے حضرت آدمؑ کی مثال بھی پیش کی گئی کہ اُنہیں تو نہ صرف بغیر باپ بلکہ بغیر ماں کے معجزانہ طور پر پیدا کیا گیا تھا۔

دعوتِ مباہلہ: ان تمام دلائل کے باوجود اگر کوئی عیسائی اسلام کی دعوت کو تسلیم نہیں کرتا تو پھر اُس سے مباہلہ ہو سکتا ہے۔ ہم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ آئیں اور وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ، اس کے بعد قسم کھائی جائے کہ جو جھوٹا ہوگا اُس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

آخر میں دعوتِ توحید کا اعادہ کیا گیا۔

4- آیات 64 تا 101: چوتھے پیراگراف میں اہلِ کتاب کے شر سے آگاہ کر کے مسلمانوں کو ان سے خبردار رہنے کی ہدایت کی گئی۔

اہلِ کتاب کو مکالمے کی دعوت دی گئی۔ (آیت: 64)

حضرت ابراہیمؑ مسلم حنیف تھے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنے جدِّ امجد کا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔

اہلِ کتاب کے خیر و شرّ کی وضاحت کی گئی۔ یہ لوگ غیر یہودیوں کے مال کو اپنے لیے جائز سمجھتے ہیں۔ ان میں بعض اچھے لوگ بھی ہیں، جو دیانت دار ہیں۔ یہودی علماء کی تحریفِ کتاب کا پول کھول دیا گیا کہ یہ اپنی زبانوں کو ہلا ہلا کر لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ یہ حکم تورات میں ہے، حالانکہ وہ تورات میں نہیں ہوتا۔

یہودیوں کی خاندانی عصبیت کا رد کیا گیا۔ وہ صرف اپنے خاندان کے رسولوں پر ایمان لانا چاہتے ہیں، جبکہ مسلمان متعصب نہیں ہوتے۔ وہ دونوں خاندانوں کے انبیاء پر ایمان لاتے ہیں۔ اہلِ کتاب کو صاف صاف بتا دیا گیا کہ اسلام کے علاوہ، کوئی دوسرا دین ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ (آیت:85)

اہلِ کتاب کو اپنے جدِّ امجد حضرت ابراہیمؑ کی طرح خالص توحید اختیار کرنے اور دینِ ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا۔

﴿فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ (آیت:95)

اہلِ کتاب سے ﴿مجادلہ﴾ کرتے ہوئے انہیں دعوتِ اسلام دی گئی۔

5- آیات 102 تا 120: پانچویں پیراگراف میں ﴿تقویٰ﴾ کا حکم دے کر مسلمانوں کو تنظیمی ہدایات دی گئیں۔

مسلمانوں کو اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرنا چاہیے، جیسا کہ اللہ کا حق ہے۔ ﴿وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا﴾ کے الفاظ سے اللہ کی رسی کو اجتماعی طور پر مل کر پکڑنے کی ہدایت کی گئی۔ مسلمانوں کے اندر ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے، بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ دعوت و تبلیغ ایک اجتماعی فریضہ بھی ہے۔

اُمتِ مسلمہ ﴿خیرِ اُمّت﴾ ہے، اس کا نصب العین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ امتِ مسلمہ کو میدان میں اس لیے لایا گیا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں تک اسلام کا پیغام پہنچائیں ﴿اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ﴾۔ اہلِ کتاب سے دردمندی کا اظہار کیا گیا کہ اگر وہ بھی اسلام لے آئیں تو کتنا اچھا ہو؟ (آیت: 110)۔ اس کے بعد اہل کتاب کے شر اور اُن کے اندر پوشیدہ خیر کی چند مثالیں دی گئیں۔

کچھ لوگ اللہ کے بجائے، دنیا کے لیے مال و دولت خرچ کرتے ہیں، انہیں ان کے انجام سے خبردار کیا گیا۔ مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ غیر مسلموں کو رازدار نہ بنائیں۔ ﴿لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِكُمۡ﴾ (آیت:118)

یہ اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی ہے۔ مسلمانوں پر واضح کیا گیا کہ تم اہل کتاب سے محبت کرتے ہو، لیکن اہلِ کتاب تم سے محبت نہیں کرتے ﴿تُحِبُّوۡنَهُمۡ وَلَا يُحِبُّوۡنَكُمۡ﴾ (آیت:119)

آخر میں انہیں بتایا گیا کہ صبر اور تقویٰ سے اہل کتاب کے شرّ پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

﴿وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـئًا﴾ (آیت:120)

6- آیات 121 تا 189: چھٹے پیراگراف میں جنگِ احد کی شکست پر تبصرہ کر کے منافقین کے کردار پر تبصرہ کیا گیا۔

جنگِ احد میں دو گروہوں کی کمزوری کا ذکر کیا گیا۔ مسلمانوں کی اخلاقی تربیت کی گئی کہ وہ صبر و تقویٰ سے کام لیں۔ سود سے بچیں۔ دل کھول کر انفاق کریں۔ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔ انفاق اور جہاد کے ذریعے اللہ کی مغفرت اور جنت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے بازی لے جائیں ﴿سَارِعُوۡۤا اِلٰى مَغۡفِرَةٍ﴾۔ اہلِ ایمان تنگی اور خوشحالی دونوں حالتوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ غصے کو پی جاتے ہیں۔ لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ ان سے اللہ محبت کرتا ہے۔ فحش کام یا گناہ ہو جائے تو اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔ انہیں مغفرت اور جنت عطا کی جائے گی۔

مسلمانوں کو تسلی کہ ایمان کا مظاہرہ کریں گے تو وہی غالب رہیں گے ﴿وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ﴾ (آیت:139)

اُحد کی شکست کا مقصد واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سچے مومنوں کو چھانٹنا چاہتا تھا۔ (آیت:140)

جنگ میں صبر و ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے اور اللہ سے تعلق مضبوط رکھنے کی ہدایت۔ (آیات:141 سے 147)

صحابہؓ کی تربیت کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کی موت یا شہادت ہو جائے، تب بھی دینِ اسلام کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔

مسلمانوں کو خبردار کیا گیا کہ وہ کافروں کی اِطاعت کر کے نقصان اُٹھائیں گے۔ (آیت:149)

مسلمانوں کو تسلی دی گئی کہ اللہ اُن کا ﴿مولیٰ﴾ یعنی سرپرست ہے اور وہ کافروں کے دلوں پر رُعب طاری کر دے گا۔

اُحد میں مسلمانوں کی شکست کی وجہ، بعض لوگوں کی (1) کمزوری (2) باہمی اختلاف، (3) مالِ غنیمت کی محبت (4) رسول ﷺ کی نافرمانی اور (5) دنیا کی طلب تھی۔ (آیت:152)

◆ جنگِ اُحد میں منافقین کا کردار اور اُن کی ہوسِ اقتدار کا تذکرہ کیا گیا۔ منافقین اپنے آپ کو قیادت کے لیے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ بہتر سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو نرمی، باہمی مشاورت اور ﴿تَوَکُّل﴾ کا حکم دیا گیا۔ ترتیب بتائی گئی کہ پہلے مشورہ کیا جائے، پھر فیصلہ کیا جائے اور پھر فیصلے پر توکل۔ تبھی محبتِ الٰہی کا نزول ہوگا۔ (آیت:159)

اللہ اور اُس کے دین کی مدد کرنے کی صورت میں فتح اور غلبے کی بشارت دی گئی۔ (آیت:160)

منافقین کو رسول اللہ ﷺ کی اصلی حیثیت کو سمجھنے کی ہدایت! آپ ﷺ معلم بھی ہیں، رسول بھی ہیں اور ﴿مُزَکّی﴾ بھی۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کر کے مؤمنین پر احسان کیا ہے۔ اس کے بعد منافقین کی چند صفات گنوا کر سچے مسلمانوں کی ہمت افزائی کی گئی۔ مسلمانوں کو کافروں کی دوڑ دھوپ سے مرعوب نہ ہونے اور ﴿بُخل﴾ کے بجائے، دل کھول کر ﴿اِنفاق﴾ کرنے اور اہلِ کتاب کے شر اور اُن کی اذیتوں کے مقابلے میں صبر اور تقویٰ کے التزام کی ہدایت کی گئی۔ اہلِ کتاب عہد شکن بھی ہیں اور نافرمان بھی۔ یہ سزا کے مستحق ہیں۔

7- آیات 190 تا 200: ساتواں اور آخری پیراگراف اختتامیہ ہے، جس میں پوری سورت کا خلاصہ ہے۔

(a) عقل مندوں کو اسرارِ کائنات پر غور کرنے اور تعلق باللہ میں اضافے کی ہدایات دیں گئیں۔

(b) مُنادی (رسول اللہ ﷺ) کی آواز پر لبیک کہنے کا حکم دیا گیا۔

(c) ہجرت و اِنفاق، جہاد اور اذیتوں پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی۔

(d) مسلمانوں پر واضح کر دیا گیا کہ کافروں کا مختلف ممالک میں دندنانا، ہرگز دھوکے میں مبتلا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑی طاقت ہے۔ ﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ﴾ (آیت:196)

(e) اہلِ کتاب میں سے، ایمان لا کر مسلمان ہونے والوں کی صفات بیان کی گئیں۔ (آیت:199)

(f) آخری آیت میں بطور خلاصہ چار (4) ہدایات دی گئیں، جن کے ذریعے کافروں پر غلبہ پایا جاسکتا ہے۔

(1) ثابت قدمی ﴿صبر﴾ (2) ﴿مُصَابَرَت﴾ ثابت قدمی کی باہمی تلقین (3) ﴿مُرَابَطه﴾ کمربستگی اور (4) ﴿تقویٰ﴾۔

یعنی خوفِ خدا اور حدود کی پاسداری۔

آل عمران کی یہ آخری آیت ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (آیت:200) دراصل سورۃ البقرۃ کی آخری دعا ﴿فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (جس کا ذکر آل عمران 147 میں بھی ہوا) کا جواب ہے۔ یہ چار تدبیریں ہی کافروں پر غلبے کی ضامن ہیں۔

مرکزی مضمون

چار تدبیریں اختیار کر کے کافرین پر اور بالخصوص اہل کتاب پر غلبہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور ﴿فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی دعا قبول ہوسکتی ہے۔

1- اہل کتاب کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ اُن سے مُکالمہ، مُباحثہ، مُجادلہ اور مُباھلہ کیا جائے۔

2- اہل کتاب میں موجود ﴿خیر﴾ کو دریافت کیا جائے اور اُسے اسلام کے حق میں استعمال کیا جائے۔

3- اہل کتاب میں موجود ﴿شر﴾ سے آگاہی حاصل کر کے، اُس سے بچنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

4- اُمتِ مسلمہ کی صفوں کے اندر کامل اتحاد و اتفاق پیدا کیا جائے، تقوے کی بنیاد پر اُمت کی تنظیم کی جائے اور جنگِ اُحد کی شکست کے اسباب کا جائزہ لے کر، مستقبل میں داخلی کمزوریوں بالخصوص نفاق پر قابو پایا جائے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

سورۃ آل عمران کے چار (4) اہم مضامین

I۔ اہل کتاب سے مکالمہ، مباحثہ، مجادلہ اور مباہلہ کیا جائے:

سورۃ آل عمران کا پہلا اہم مضمون یہ ہے کہ اہل کتاب کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ ان سے مکالمہ، مباحثہ، مجادلہ اور مباہلہ کیا جائے۔

1- اللہ کے نزدیک دین، صرف ﴿الاسلام﴾ ہے۔ ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾ اس دین اسلام سے ہٹ کر جو مختلف طریقے اہل کتاب نے اختیار کیے (یعنی یہودیت اور عیسائیت) اُس کی وجہ اس کے سوا کچھ اور نہ تھی کہ انہوں نے علم آجانے کے بعد ﴿بَغْیًا بَیْنَھُمْ﴾ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا۔ (آیت: 19)

2- اب اگر اے نبی ﷺ! یہ لوگ آپ ﷺ سے جھگڑا کریں، تو ان سے کہیے: "میں نے اور میرے پیروؤں نے تو اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔" پھر اہل کتاب اور غیر اہل کتاب (اُمِّیِّین) دونوں سے پوچھو: "کیا تم نے بھی اسلام قبول کر لیا؟" ﴿ءَاَسْلَمْتُمْ﴾ اگر اسلام قبول کیا تو وہ راہِ راست پاگئے، اور اگر اس سے منہ موڑا تو آپ ﷺ پر صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری تھی۔ (آیت:20)

3- اللہ سے محبت کے دعوے کے بجائے، اہل کتاب کو آخری رسول محمد ﷺ کی اِطاعت واتباع کی دعوت دی گئی۔ (آیات:31،32)

4- حضرت عیسیٰؑ نے خود توحید کی دعوت دی۔ اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، لہٰذا تم اُسی کی بندگی اختیار کرو! یہ سیدھا راستہ ہے۔ (آیت:51)

5- حضرتِ عیسیٰؑ کی پیدائش کی مثال، حضرت آدمؑ کی طرح ہے۔ ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ﴾ (آیت:59)

6- آیتِ مباہلہ:

یہ علم آجانے کے بعد، اب جو کوئی اس معاملہ میں آپ ﷺ سے جھگڑا کرے تو اے نبی ﷺ! اس سے کہیے کہ "آؤ! ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اُس پر خدا کی لعنت ہو"۔ (61)

7- اہل کتاب سے مکالمہ کیا جائے:

اے نبی کہو، "اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف، جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے ﴿تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ﴾ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں! اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں! اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا ربّ نہ بنالے! اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم (صرف خدا کی بندگی واطاعت کرنے والے) ہیں"۔ (آیت:64)

8- اہلِ کتاب سے مجادلہ: اہلِ کتاب سے کہنا کہ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں غلط مباحثے نہ کرو! جن کا زمانہ 2,100 قبل مسیح ہے۔ تورات حضرت موسیٰؑ پر 1,300 قبل مسیح میں نازل کی گئی اور انجیل حضرت عیسیٰؑ پر حضرت ابراہیمؑ تو ﴿مسلم﴾ تھے، یہودی اور نصرانی (عیسائی) نہیں تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں، ان دو خود ساختہ مذاہب یعنی یہودیت اور نصرانیت کا وجود ہی نہیں تھا۔ (آیت:65)

9- اے اہلِ کتاب! کیوں اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہو، حالانکہ تم خود ان کا مشاہدہ کر رہے ہو؟۔ (آیت:70)

10- اہلِ کتاب کو دعوتِ توحید و اسلام۔ ﴿اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (آیت:83)

11- اہلِ کتاب کے برعکس اہلِ اسلام متعصب نہیں ہوتے، وہ ابراہیمؑ کی دونوں شاخوں کے پیغمبروں پر یکساں ایمان رکھتے ہیں۔ (84)

12- اِس فرماں برداری ﴿الاسلام﴾ کے سوا، جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار (یہودیت، عیسائیت) کرنا چاہے، اُس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام ونامراد رہے گا۔ ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ (85)

13- کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ اُن لوگوں کو ہدایت بخشے، جنھوں نے نعمت ایمان پالینے کے بعد، پھر کفر اختیار کیا، حالانکہ وہ خود اس بات پر گواہی دے چکے ہیں کہ یہ رسول حق پر ہے اور ان کے پاس روشن نشانیاں بھی آچکی ہیں۔
اللہ ظالموں کو تو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (آیت:86)

14- اہلِ کتاب کو اپنی موت سے پہلے، اسلام قبول کر لینے کی دعوت۔ روزِ قیامت فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ (آیت:91)

15- اہلِ کتاب کو اپنے جدِّ امجد حضرت ابراہیمؑ کی پیروی اختیار کرنے کی ہدایت ﴿وَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا﴾ (آیت:95)

16- اہلِ کتاب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی تمام منفی سرگرمیاں، اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ (آیت:98)

II- <u>اہلِ کتاب میں موجود خیر کو دریافت کیا جائے اور اُسے اسلام کے حق میں استعمال کیا جائے:</u>

سورۃ آل عمران کا دوسرا اہم مضمون یہ ہے کہ اہل کتاب میں خیر بھی ہے، اسے دریافت کیا جائے اور اسے اسلام کے حق میں استعمال کیا جائے۔

1- اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم (مسلمان) ہو، جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اہل کتاب بھی اگر ایمان لاتے تو انہی کے حق میں بہتر تھا، اگرچہ ان میں کچھ لوگ صاحبِ ایمان بھی پائے جاتے ہیں، مگر ان کے بیشتر افراد نافرمان ہیں۔ (آیت:110)

2- مگر سارے اہلِ کتاب یکساں نہیں ہیں۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، جو راہ راست پر قائم ہیں، راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور اس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ (آیت:113)

3- اہلِ کتاب میں بعض لوگ، اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے

کاموں میں سرگرم رہتے ہیں۔ یہ صالح لوگ ہیں۔ (آیت:114)

4- اہلِ کتاب میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں، جو اللہ کو مانتے ہیں، اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں، جو تمہاری طرف بھیجی گئی ہے اور اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں، جو اس سے پہلے خود انکی طرف بھیجی گئی تھی، اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں اور اللہ کی آیات کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ نہیں دیتے۔ ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ حساب چکانے میں دیر نہیں لگاتا۔ (آیت:199)

III- اہلِ کتاب کے شر سے آگاہی حاصل کرکے، بچنے کی بھرپور کوشش کی جائے:

سورۃ آل عمران کا تیسرا اہم مضمون یہ ہے کہ اہلِ کتاب کے شر سے آگاہی حاصل کرکے اُس سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

1- اہل کتاب نے لوگوں پر زیادتی ﴿بَغۡيَۢا بَيۡنَهُمۡ﴾ کے لیے بینات میں اختلاف کیا۔ (آیت:19)

2- اہل کتاب نے نہ صرف انبیاء کا قتل کیا(21،112) ، بلکہ انصاف اور توحید کا حکم دینے والوں کا بھی قتل کیا۔ (آیت:21)

3- اہل کتاب نے اللہ کے قانون کے مطابق تحکیم سے اعراض کیا۔

﴿يُدۡعَوۡنَ إِلَىٰ كِتَٰبِ ٱللَّهِ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٞ مِّنۡهُمۡ وَهُم مُّعۡرِضُونَ﴾ (آیت:23)

4- اہل کتاب اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ دوزخ میں صرف چند دن کے لیے جائیں گے۔ (آیت:24)

5- اہل کتاب (بنی اسرائیل)، بنی اسمٰعیل ﴿أُمِّيِّـۧنَ﴾ کے بارے میں نسلی تعصب میں مبتلا ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان پر ظلم وستم کرنے اور ان کا مال غصب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ﴿لَيۡسَ عَلَيۡنَا فِي ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ سَبِيلٞ﴾ (آیت:75)

6- اہل کتاب اچھی طرح جانتے بوجھتے اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ (آیت:70)

7- اہل کتاب چند کوڑیوں کے عوض، اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو توڑ دیتے ہیں۔ (آیت:77)

8- اہل کتاب کے علماء تورات کی تلاوت کے دوران میں اپنی زبانوں کو اس طرح گھماتے پھراتے ہیں کہ لوگ اسے تورات کی آیت سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ یہ اللہ کی طرف سے حکم نہیں ہوتا۔(آیت: 78)اس کے برعکس مسلمان، بنی اسرائیل کے پیغمبروں کے بارے میں کوئی تعصّب نہیں رکھتے۔ ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّنۡهُمۡ﴾ (آیت:84)

علاوہ ازیں مسلمان، اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، چاہے وہ بنی اسرائیل کے پیغمبروں ہی پر نازل ہوئی ہوں، یا بنی اسمٰعیل کے پیغمبر محمد ﷺ پر۔ ﴿وَتُؤۡمِنُونَ بِٱلۡكِتَٰبِ كُلِّهِۦ﴾ (آیت:119)

9- بعض اہل کتاب اپنے آپ کو غنی اور اللہ کو فقیر کہتے ہیں۔ (آیت:181)

10- بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ ہم کسی کو رسول تسلیم نہیں کریں گے، جب تک وہ ایسی قربانی ہمارے سامنے پیش نہ کرے، جسے غیب سے آکر آگ کھا جائے۔ (آیت:183)

11- اہلِ کتاب نے اللہ کے اُس میثاق کو بھی پس پشت ڈال دیا جس میں کہا گیا تھا کہ وہ تورات کی تعلیمات کو عام کریں گے اور اُنہیں چھپانے سے گریز کریں گے۔ (آیت:187)

12- کافروں کی عسکری سرگرمیاں اور مسلمانوں کے خلاف مختلف ملکوں میں دوڑ دھوپ، انہیں دھوکے میں مبتلا نہ کرے۔ (196)

13- اہلِ کتاب کا دنیا کے لیے انفاق، ضائع کر دیا جاتا ہے۔ (آیت:117)

اہلِ کتاب اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات

1- مومنو! مومنوں کو چھوڑ کو کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ، ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اہلِ کتاب کے شرّ سے بچنے کے لیے مناسب حکمت عملی اور تدبیریں اختیار کی جا سکتی ہیں۔ (آیت:28)

2- اہلِ کتاب یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کو گمراہ کر دیں۔ ﴿وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ﴾ (69)

3- اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس نبی ﷺ کو ماننے والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے، اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کر دو! شاید اس فریب سے یہ لوگ اپنے ایمان سے پھر جائیں۔

﴿اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (آیت:72)

4- اہلِ کتاب! تم لوگ کیوں توحید کے سیدھے راستے کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو اور مسلمانوں کو بھی کیوں اسلام سے ہٹانا چاہتے ہو؟

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾ (آیت:99)

5- مسلمانو اگر تم اہلِ کتاب کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں دوبارہ کافر بنا دیں گے۔

﴿اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ﴾ (آیت:100)

6- مسلمانوں کو اہلِ کتاب کی طرف سے اذیت رسانیاں ہوتی رہیں گی۔ ﴿لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى﴾ (آیت:111)

7- اہلِ کتاب مسلمانوں کی خرابی کے کسی موقع سے نہیں چوکتے، وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچے، اُن کے دل میں مسلمانوں کے لیے بغض ہوتا ہے جو کبھی کبھی منہ سے نکل جاتا ہے۔ انہیں رازدار نہیں بنانا چاہیے۔

﴿لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا﴾ (آیت:118)

8- اہلِ کتاب مسلمانوں سے محبت نہیں کرتے، جب کہ مسلمان اُن سے محبت کرتے ہیں۔ ﴿تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ﴾ (119)

9- مسلمانوں کے نقصان سے اہلِ کتاب کو خوشی ہوتی ہے اور مسلمانوں کی کامیابی سے وہ رنجیدہ ہوتے ہیں۔

﴿اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا﴾ (آیت:120)

10- اے مسلمانو! تم لوگوں سے عیسائی اور یہودی اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے، جب تک تم ان کی ملت کے پیروکار نہ بن جاؤ! ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ (البقرۃ:120)

11- کافر چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی، اُن کی پیروی کر کے اُلٹے پھیر لیے جائیں اور یہ بھی نامراد ہو جائیں۔
﴿اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ (آیت:149)

12- مسلمانوں کو، اہل کتاب اور مشرکین دونوں کی طرف سے، تکلیف دہ باتیں سننی پڑیں گی۔
﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا﴾ (آیت:186)

IV۔ اُمّتِ مسلمہ کے لیے اہم تنظیمی احکام:

سورۃ آل عمران کا چوتھا اہم مضمون یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور مضبوط تنظیم ہو۔

1- مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا کامل ﴿تقویٰ﴾ اختیار کرنے اور اسلام پر مرنے کا حکم۔ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ (آیت:102)

2- تمام مسلمانوں کو مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامنے کی ہدایت: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ (آیت:103)

3- افتراق اور انتشار سے بچنے کا حکم دیا گیا: ﴿وَلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آیت:103) اُن (اہل کتاب) کی طرح نہ ہو جانا جو افتراق اور اختلاف میں پڑ گئے۔ ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا﴾ (آیت:105)

4- کافروں کو راز دار (بِطَانَہ) نہ بنانے کا حکم:
﴿لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا﴾ (آیت:118)

5- رسول اللہ ﷺ کی موت یا شہادت کی صورت میں بھی، ثابت قدمی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ (آیت:144)

6- دنیاوی اجر کے بجائے آخرت کے اجر کا طالب اور شاکر بننے کی ہدایت کی گئی۔ (آیت:145)

7- انبیاء اور اولیاء کی طرح، عزیمت کا مظاہرہ کرنے والے ثابت قدم صابر مجاہدین کے لیے محبتِ الٰہی کی بشارت۔ (آیت:146)

8- میدانِ جنگ میں اللہ سے دُعا مانگتے رہنے کا حکم۔
﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (آیت:147)

9- رسول اللہ ﷺ (اور اپنے امیر) سے مالِ غنیمت کے سلسلے میں بدگمانی نہ کرنے کی ہدایت بھی دی گئی۔ (آیت:161)

مسلمانوں کے لیے دیگر احکام

1- دعوت الی الخیر، اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کا حکم دیا گیا۔ (آیات:104، 110، 114)

2- سود سے بچ کر انفاق و جہاد کا راستہ اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی۔ (آیات: 130 تا 133)

3- مسلمانوں کو اللہ کی اطاعت، رسول کی اطاعت، اِنفاق اور جہاد کے ذریعے جلد از جلد مغفرت اور جنت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی۔ ﴿سَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ﴾ (132 تا 138)

4- پہلے مشاورت، پھر عزم (فیصلے) اور پھر ﴿تَوَكُّل عَلَى الله﴾ کا طریقہ اختیار کرنے کی صورت ہی میں، محبتِ الٰہی حاصل ہو سکتی ہے۔
﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ (آیت:159)

5- بخل سے بچ کر انفاق کرنے کا حکم۔ (آیت:180)

6- اس سورت میں بار بار اللہ کا ﴿تقوی﴾ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ﴿وَاتَّقُوْا﴾ (آیات:15، 28، 50، 76، 102، 115، 120، 123، 125، 130، 131، 133، 138، 172، 179، 186، 198، 200)

7- اس سورت آلِ عمران میں، چار (4) مقامات پر مسلمانوں کو ﴿صبر﴾ اور ﴿تقوی﴾ کا حکم دیا گیا ہے۔

(a) ثابت قدمی (صبر) اور تقویٰ کے نتیجے میں مسلمان، اہلِ کتاب کے شرّ سے بچ سکتے ہیں۔
﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا﴾ (آیت:120)

(b) ثابت قدمی (صبر) اور تقویٰ کے نتیجے میں، مسلمانوں کو فرشتوں کی مدد حاصل ہو سکتی ہے۔ (آیت:125)

(c) اہلِ کتاب اور مشرکین کی اَذیّت رسانیوں کے مقابلے میں، مسلمانوں کی ثابت قدمی ﴿صبر﴾ اور ﴿تقویٰ﴾ کا رویہ ﴿عزم الامور﴾ ہے۔ (آیت:186)

(d) ﴿صبر﴾ اور ﴿تقویٰ﴾ کے نتیجے میں، مسلمانوں کو فلاح حاصل ہو سکتی ہے۔ (آیت:200)

8- اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی پکار پر، شکست کے بعد لبیک کہنے والوں کے لیے اجرِ عظیم کی بشارت۔ (آیت:172)

9- اگر مسلمان اللہ کی مدد کریں گے تو اُن پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ ﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ﴾ (آیت:160)

10- شہادت کی صورت میں، مسلمانوں کو ابدی زندگی اور جنت کے رزق کی خوشخبری سنائی گئی۔ (آیت:169)

11- ہجرت و جہاد کا حکم:
گھروں سے نکالے جانے کے بعد، ہجرت کرنے والوں اور اللہ کی راہ میں اذیت برداشت کرنے والوں اور قتل ہونے والوں اور کافروں کو قتل کرنے والوں کے لیے مغفرت اور جنت کی بشارت دی گئی۔ (آیت:195)

12- مسلمانوں کو غمزدہ اور شکستہ ہونے کے بجائے ایمان مضبوط کرنے کا حکم دیا گیا۔ ایمان کے نتیجے میں ہی مسلمانوں کو ﴿عُلُوّ﴾ اور غلبہ نصیب ہو سکتا ہے۔ ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (آیت:139)

13- مسلمانوں کو تسلی کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر رُعب طاری کر دے گا۔ (151) اہلِ ایمان پر اللہ فضل فرماتا ہے۔ (152)

14- مسلمانوں کو تسلی کہ اہلِ کتاب، جنگ میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ (آیت:111)

15- ابلیس اور اُس کے اولیاء سے نہ ڈرنے کا حکم اور کفر میں دوڑ دھوپ کرنے والوں کی سرگرمیوں سے آزردہ نہ ہونے کی ہدایت۔
(آیات: 175 تا 176)

16- مسلمانوں کو چار اہم اختتامی ہدایات دی گئیں۔
فلاح کے لیے، ﴿صبر﴾، ﴿مُصابرَت﴾، ﴿مُرابطت﴾ اور اللہ کے ﴿تقویٰ﴾ کا التزام کرنے کی ہدایت۔ (آیت:200)

جنگِ اُحد پر تبصرہ اور شکست کے اسباب کی نشاندہی

1- تم نے کمزوری دکھائی۔ ﴿تَفْشَلَا﴾ (آیت: 122)، ﴿فَشِلْتُمْ﴾ (آیت:152)

2- تم لوگوں نے حکم میں اختلاف کیا۔ ﴿تَنَازَعْتُمْ﴾ (آیت:152)

3- تم لوگوں نے، مالِ غنیمت کی محبت میں، رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی۔ ﴿عَصَيْتُمْ﴾ (آیت:152)

4- تم میں کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے۔ ﴿مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا﴾ (آیت:152)

5- شکست کی وجہ خود مسلمانوں کی داخلی کمزوریاں تھیں۔ ﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ﴾ (آیت:165)

جنگِ اُحد میں منافقین کا کردار

1- منافقین اقتدار کے بھوکے ہوتے ہیں۔ ﴿يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؟﴾ (آیت:154)

2- منافقین سادہ مسلمانوں کو بہکاتے تھے کہ اگر ہمارے پاس اختیار ہوتا تو (تمہارے یہ رشتہ دار) جنگِ اُحد میں نہ مارے جاتے۔
﴿مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا﴾ (آیت:154)

3- منافقین کے نزدیک، اسلام سے زیادہ اپنی ذات کی اہمیت ہوتی ہے۔ ﴿قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ﴾ (آیت:154)

4- اللہ چاہتا تھا کہ منافقین کو اچھی طرح پرکھ لے، منافقین وہ باتیں کرتے ہیں، جو اِن کے دل میں نہیں ہوتیں۔
﴿يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ (آیت:167)

5- منافقین کے سردار کہتے تھے کہ اگر ہماری بات مان لی جاتی تو یہ قتل نہ کیے جاتے۔ ﴿لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا﴾ (آیت:168)

6- اُن منافقین کے لیے دردناک عذاب ہے، جو اپنی بداعمالیوں پر بہت خوش ہوتے ہیں۔ یہ منافق اپنے اُن کاموں کی تعریف کے بھی خواہاں ہوتے ہیں، جو اُنہوں نے کبھی کیے نہیں ہوتے۔ ﴿وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا﴾ (آیت:188)

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

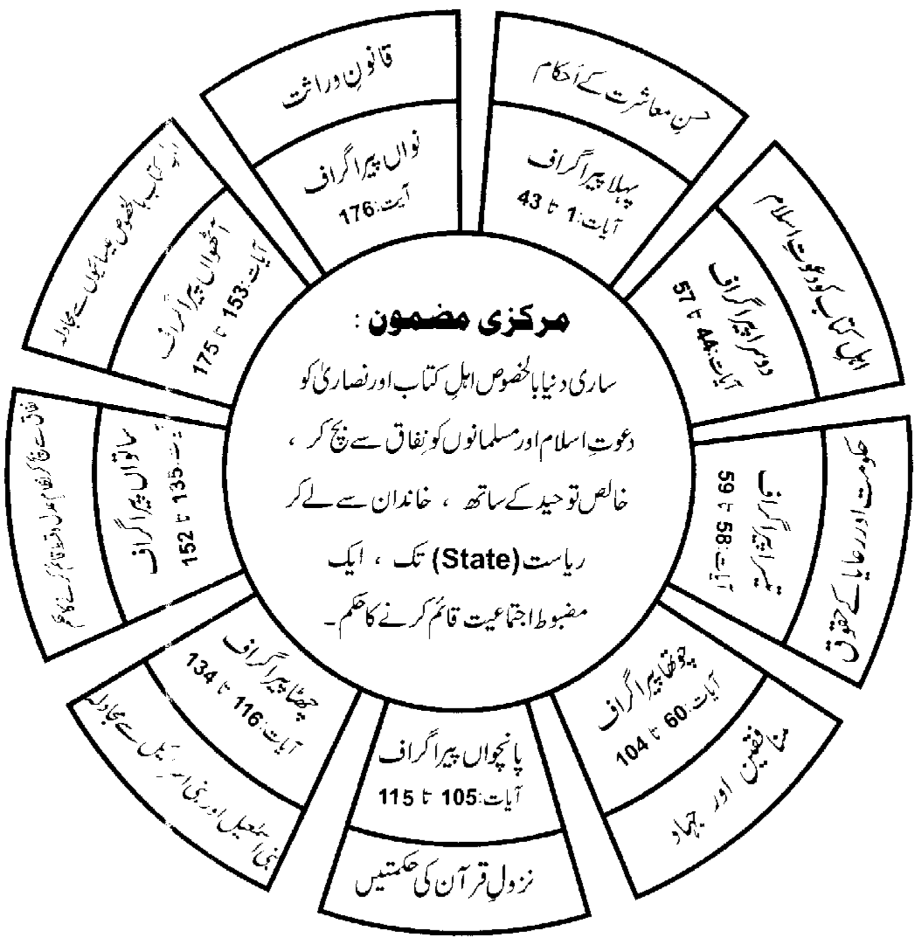
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

04- سُوْرَةُ النِّسَاء

آیات : 176 ...... مَـدَنِیَّـة" ...... پیراگراف : 9



- **زمانۂ نزول:** جنگِ اُحد (شوال 3ھ) اور غزوۂ بنی المصطلق (شعبان 6ھ) کے درمیان مختلف حصوں میں نازل ہوئی ، جب اُحد کی شکست کے بعد بیواؤں اور یتیموں کے کئی مسائل بشمول نکاح ، مہر ، وراثت وغیرہ پیدا ہو گئے تھے اور منافقین کی ہمتیں بڑھ گئیں تھیں۔

زمانۂ نزول

سورت ﴿النِّسَاء﴾ کا زیادہ تر حصہ جنگِ اُحد کے بعد، غالباً 3 ہجری کے آخر میں یا 4 ہجری میں نازل ہوا۔ بعض آیات جنگِ اُحد (شوال 3ھ) اور غزوۂ بنی المصطلق (شعبان 6ھ) کے درمیان مختلف حصوں میں نازل ہوئیں، جب جنگِ اُحد میں کئی مسلمانوں کی شہادت کے بعد بیواؤں اور یتیموں کے کئی مسائل بشمول نکاح، مہر، وراثت وغیرہ پیدا ہو گئے تھے اور منافقین کی ہمتیں بڑھ گئیں تھیں۔

یہودی قبیلے بنی نضیر کی جلاوطنی (ربیع الاوّل 4ھ) سے پہلے، یہودیوں اور منافقین کا بغض و عداوت کھل کر سامنے آ گیا تھا۔ اس موقع پر نوزائیدہ اسلامی مملکت کے استحکام کے لیے منافقین کی سرگرمیوں کا نوٹس لینا ضروری تھا، جو اسلامی ریاست کو کھوکھلا کر دیتی ہیں، چنانچہ یہاں اس سورت میں اسلام کے نظامِ معاشرت، نظامِ حکومت اور نظامِ عدل و قسط کی وضاحت کی گئی ہے۔

صلاۃِ خوف کے اَحکام (آیت:102) غزوۂ ذات الرقاع (4 ہجری) کے موقع پر نازل ہوئے اور احکامِ تیمم (آیت:43) غزوۂ بنی المصطلق کے موقع پر (شعبان 6ھ میں) نازل ہوئے۔

خصوصیات

سابقہ دو سورتوں کی طرح سورۃ ﴿النساء﴾ میں بھی، اہلِ کتاب کو اسلام کی دعوت دینے کی ہدایت کی گئی ہے، البتہ یہاں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ اہلِ کتاب کو اسلام کی دعوت، ایک اجتماعی ریاستی فریضہ بھی ہے۔

سُورۃُ النِّساء کا کتابی ربط

1۔ سورۃ ﴿آل عمران﴾ کے دوسرے حصے میں، نئی اُمت کی تنظیم اور اتحاد کی ہدایات دی گئی تھیں۔
یہاں سورۃ ﴿النسا﴾ میں اُس کی مزید توضیح ہے کہ یہ تنظیم صرف میدانِ جہاد تک محدود نہیں، بلکہ خاندان سے لے کر ریاستی اداروں تک وسیع ہو گی۔

2۔ یہاں سورۃ ﴿النسا﴾ میں اسلامی حکومت کے قیام کی طرف اشارہ ہے۔ اگلی سورۃ ﴿المائدہ﴾ میں اسلامی عدالتوں کے قیام کی طرف اشارہ ہے، تاکہ اسلام کے فوجداری نظام پر عمل درآمد ہو سکے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

I۔ سورۃ ﴿النسآء﴾ میں ﴿مہر﴾ کے احکام:

اس سورت میں مہر کے احکام بار بار آئے ہیں۔ اس سے اس کی فرضیت اور اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

مہر کے لیے کئی الفاظ استعمال کیے گئے۔﴿صدقات﴾(آیت:4)۔﴿فریضة﴾(آیت:24)۔
﴿أجور﴾(آیت:10)﴿قنطار﴾اور خزانہ بھی مہر میں دیا جائے تو واپس نہیں دیا جا سکتا۔

2۔ سورۃ﴿النساء﴾میں ﴿طاغوت﴾سے مراد غیر اسلامی عدالتیں اور نظریۂ جنگ ہے:

﴿طاغوت﴾کے سلسلے میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں۔ طاغوت کے پاس تحکیم کے لیے اپنے مقدمات نہیں لے جائے جا سکتے، کیونکہ قرآن نازل ہو چکا ہے، اب وحی کی روشنی میں فیصلے ہوں گے۔
یہاں طاغوت سے مراد غیر اسلامی عدالتیں ہیں۔ (آیت:60)
دوسری بات یہ بتائی گئی کہ مسلمان اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کافر طاغوت کے لیے۔ یہاں طاغوت سے مراد وہ نظریہ ہے جس کے ماتحت کافر لیڈر اپنی قوم کو جنگ کے لیے ابھارتے ہیں۔ (آیت:76)

3۔ سورۃ﴿النساء﴾میں پاک دامنی کے لیے﴿مُحۡصِنِيۡنَ﴾اور﴿مُحۡصَنَاتٍ﴾کے الفاظ کا استعمال:

مردوں اور عورتوں یعنی دونوں کو حکم دیا گیا کہ وہ پاک دامنی اختیار کریں۔﴿محصَن﴾محفوظ، قلعہ بند اور پاک دامن رہیں۔
چنانچہ مردوں کے لیے﴿مُحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ﴾اور عورتوں کے لیے﴿مُحۡصَنٰتٍ غَيۡرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ﴾ کے الفاظ استعمال کیے گئے۔ (آیات:24،25)

سورۃ النِّساء کا نظمِ جلی اور اُس کی خصوصیت

﴿سُورۃُ النِّساء﴾نو(9) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔
اس سورت کے نظم کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سورت میں پہلے، تیسرے اور نویں پیراگراف پر مشتمل عائلی، معاشرتی، سیاسی اور عدالتی احکام کے درمیان، دوسرے، چھٹے اور آٹھویں پیراگراف میں، بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل دونوں کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔
مضبوط اجتماعیت یعنی اسلامی ریاست کے قیام اور استحکام کے لیے اندرونی دشمنوں (یعنی منافقین) کے بارے میں احکامات بھی چوتھے اور ساتویں پیراگراف میں دیئے گئے ہیں۔

1-آیات 1 تا 43: پہلے پیراگراف میں کئی معاشرتی اَحکام دیئے گئے ہیں، جن میں قانونِ وراثت بھی شامل ہے۔

(a) پہلی آیت میں اجتماعی معاشرتی زندگی کی تمہید ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہیں ہیں۔ وہ آدمؑ و حواؑ کی اولاد ہی ہیں۔ نکاح کے نتیجے ہی میں رشتے پیدا ہوتے ہیں، خاندان بنتا ہے، اور خاندان ہی معاشرے کی بنیادی اکائی (Basic Unit) ہے۔

اس لیے اللہ سے ڈرتے ہوئے رشتوں کو قائم ودائم رکھنا چاہیے۔

(b) اس کے بعد یتامیٰ اور بیواؤں کے حقوق بیان کیے گئے۔

یتیم کا مال کھانا حرام ہے۔ دو دو تین تین چار چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی، بشرطیکہ انصاف کیا جاسکے۔ یتیموں کے اموال عقلمند افراد کے زیر تصرف ہوں۔ بالغ ہونے پر یتیموں کا مال انہیں واپس کر دیا جائے۔ یتیموں کا مال کھانے والے دوزخ کی آگ میں جلیں گے۔ خوش دلی سے مہر ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (آیت:4)

(c) آیات 12 تا 14 میں وراثت کے احکام (Laws of Inheritance) بیان کیے گئے۔

ان اَحکام کو ﴿حُدُوْدُ اللهِ﴾ کہا گیا ہے جن کی خلاف ورزی کی سزا دوزخ ہے۔ (آیت:14)

2/3 حصہ صرف دو سے زائد بیٹیوں (سگی یا ماں شریک سوتیلی بہنوں) کا ہے جب اُصول اور فروع نہ ہوں اور سگے بھائی بھی نہ ہوں۔

1/3 ماں کا حصہ ہے، جب اولاد نہ ہو اور دو یا زیادہ بہن بھائی نہ ہوں، نیز ماں شریک سوتیلے بھائیوں کا بھی حصہ ہے، جب باپ دادا اور اولاد نہ ہو۔

1/6 والدین کا حصہ ہے، جب اولاد ہو۔ ماں کا حصہ ہے، جب بھائی موجود ہوں۔ ماں شریک سوتیلے بھائی بہنوں کے لیے، جب میت کے والدین بھی نہ ہوں اور اولاد بھی نہ ہو۔

1/2 حصہ صرف ایک بیٹی کے لیے اور بیوی کے بے اولاد شوہر کے لیے ہے۔

1/4 حصہ اولاد والی بیوی کے شوہر کے لیے ہے۔ اور بے اولاد شوہر کی بیوی کے لیے ہے۔

1/8 حصہ اولاد والی بیوہ کے لیے ہے۔

وراثت کے تمام حصے وصیت اور ﴿دَیْن﴾ یعنی قرض کو ادا کرنے کے بعد تقسیم کیے جائیں گے۔

(d) بدکاری اور فحاشی کی سزائیں بتائی گئیں اور قبولیت توبہ کے اَحکام دیئے گئے۔ آیت:15 منسوخ ہے۔

سورۃ النور کی آیت :2 اس کی ناسخ ہے۔ (غیر شادی شدہ زانیہ کے لیے سو کوڑے ہیں اور شادی شدہ کے لیے رجم) اب بدکار عورت کو موت تک روکا نہیں جائے گا۔

(e) حسنِ معاشرت کے اصول بیان کیے گئے، جن میں بیویوں کے حقوق، مہر کی فرضیت اور محرماتِ نکاح کی تفصیل ہے۔ زبردستی بیویوں کے وارث بننے سے روکا گیا۔ بیویوں سے حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا۔ ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (آیت:19)

مہر قنطار (ڈھیر سارا) بھی ہو سکتا ہے اور اسے واپس نہیں لیا جا سکتا۔ (آیت:20)

ان پندرہ (15) خواتین کی تفصیل بیان کی گئی، جن سے مسلمان مردوں کا نکاح حرام ہے۔ (آیات: 22،23)

(f) مسلمانوں کو باہمی استحصال اور معاشی خودکشی سے روکا گیا اور کبیرہ گناہوں سے بچنے کی ہدایت کی گئی۔

کسی بھی معاملے کے صحیح ہونے کے لیے دو شرطیں بیان کی گئیں۔

(1) معاملہ باطل نہ ہو (بذاتِ خود 'حق' پر مبنی ہو)۔(2) باہمی رضامندی پر مشتمل ہو۔ خودکشی اور سلمانوں کی باہمی معاشی خودکشی کو حرام ٹھہرایا گیا۔ (آیت:29)

مالی معاملات میں ﴿ظُلم وعُدوان﴾ کی سزا دوزخ بتائی گئی۔ (آیت:30)

(g) حقوقِ زوجین بتائے گئے۔ مرد خاندان کا سربراہ ہے ﴿الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ اور تنازعے کی صورت میں تحکیم کی ہدایت کی گئی۔ بیویوں کی اصلاح کے تین طریقے بیان کیے گئے۔ نصیحت کرنا، بستر الگ کرنا اور مارنا۔ میاں بیوی کے حقوق کی وضاحت کی گئی۔

(h) حقوق اللہ کی وضاحت کی گئی کہ اُس کی خالص عبادت، شرک کی ملاوٹ کے بغیر کی جائے۔ (آیت:36)

حقوق العباد کی وضاحت کی گئی کہ بخل سے بچ کر، معاشرے کے مختلف افراد کے مالی حقوق ادا کئے جائیں۔

(i) نماز، غسل اور تیمم کے متفرق اَحکام بتائے گئے۔ جنابت کی حالت میں غسل فرض ہو جاتا ہے اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کیا جا سکتا ہے۔ تیمم کا طریقہ بتایا گیا۔

2- آیات 44 تا 57 : دوسرے پیراگراف میں، اہلِ کتاب کو دعوتِ اسلام دی گئی ہے۔

(a) اہلِ کتاب کی گمراہیاں بیان کی گئیں کہ وہ گمراہی خریدتے ہیں۔ کلام کو اپنے موقع و محل سے پھیر دیتے ہیں۔

(b) اہلِ کتاب کو دعوتِ اسلام دی گئی۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ﴾ اہلِ کتاب کو صاف صاف بتادیا گیا کہ شرک ناقابلِ معافی جرم ہے، باقی گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ (آیت:48)

(c) اہلِ کتاب کی اوہام پرستی پر تنقید کی گئی کہ وہ ﴿جبت﴾ اور ﴿طاغوت﴾ پر ایمان رکھتے ہیں۔

ان کے تعصب پر گرفت کی گئی کہ مسلمانوں کے مقابلے میں ﴿مشرکین﴾ کو زیادہ ہدایت یافتہ سمجھتے ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ یہ بخیل ہیں۔

(d) رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لانے والے اہلِ کتاب کے لیے دوزخ ہے، جس میں اِن کی کھالیں بدلی جاتی رہیں گی اور مسلسل جلا جلا کر اَذیت دی جائے گی۔ اہلِ کتاب میں سے اسلام قبول کرنے والوں کے لیے جنت اور اُس کی نعمتیں ہوں گی۔ (46 تا 56)

3- آیات 58 تا 59: تیسرے پیراگراف میں، اسلامی ریاست کے اندر رعایا اور حکومت کے حقوق وفرائض پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

تیسرا پیراگراف صرف دو (2) آیات پر مشتمل ہے۔

(a) آیت 58 میں، عدل و انصاف کے ساتھ عہدے اور مناصب، اہل (Eligible) لوگوں کو تفویض کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(b) آیت 59 میں، اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے ماتحت، حکمرانوں ﴿أولو الامر﴾ کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔

اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت مطلق (Absolute) اور غیر مشروط (Un-Conditional) ہے، جب کہ حکمرانوں اور

دیگر بزرگوں، اماموں اور مفتیوں ﴿أولوا الامر﴾ کی اطاعت (Bound & Conditional) مقید اور مشروط ہے۔
حکمرانوں اور دیگر ﴿اُولوا الامر﴾ سے اختلاف اور نزع کی صورت میں، کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کی گئی ہے
﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ (آیت:59)

4- آیات 60 تا 104: چوتھے پیراگراف میں، منافقین اور جہاد کا تذکرہ ہے۔

(a) منافقین پر فردِ جرم عائد کی گئی کہ وہ اختلافی مسائل کے حل کے لیے قرآن کو چھوڑ کر ﴿طاغوت﴾ سے فیصلے کراتے ہیں اور ﴿شِرك فِي التَّشرِيع﴾ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (آیت:60) قرآن وسنت سے گریز کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ (آیت:61)
جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ (آیت:62)

(b) منافقین پر واضح کر دیا گیا کہ ہر رسول کو ﴿مُطاع﴾ بنا کر بھیجا جاتا ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ان پر واجب ہے۔ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (آیت:64) منافقین کو صاف صاف بتادیا گیا کہ اُن کا ایمان اُس وقت تک معتبر نہیں ہوگا، جب تک وہ دل کی گہرائیوں سے رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کو نہ مان لیں۔
﴿لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ﴾ (آیت:65)

(c) مسلمانوں کو ہر وقت جہاد کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا گیا۔ منافقین کے جہاد سے فرار کے رویے پر روشنی ڈالی گئی۔
مظلوموں کی مدد کے لیے جہاد کی ترغیب دی گئی۔ (آیات:71 تا 75)

(d) جہاد کی دو (2) قسمیں بتائی گئی ہیں (1) ﴿جِهاد فِي سَبِيلِ اللهِ﴾ اور (2) ﴿جِهادفِي سَبِيلِ الطَّاغُوت﴾ مؤمن اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، کافر طاغوت کے راستے میں جنگ کرتے ہیں۔ شیطان کے اولیاء سے جہاد فرض ہے۔

(e) منافقین گفتار کے غازی ہوتے ہیں۔ ﴿كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ﴾ "ابھی اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو" کے حکم پر بلند و بانگ دعوے کرتے تھے، لیکن فرضیت جہاد کے بعد ﴿لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ﴾ "تو نے ہم پر قتال کیوں فرض کر دیا" کی صدائیں لگانے لگے۔
(آیت:77)
منافقین ہمیشہ موت سے خائف رہتے ہیں۔ (آیت:78)

(f) منافقین کو سمجھایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔
﴿مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (آیت:80)

(g) منافقین کو اہم معلومات امیر اور اہلِ علم تک پہنچانے کا حکم دیا گیا، جو استنباط کر کے صحیح نتیجے تک پہنچ سکتے ہیں۔

(h) منافقین کے طریقہ سلام پر تنقید کی گئی اور ﴿فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا﴾ کا حکم دیا گیا۔ (آیت:86)
مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی کہ وہ یکسو ہو جائیں اور منافقین کے بارے میں دو آراء نہ رکھیں۔ (آیت:88)

(i) ﴿دَارُ الكُفر﴾ کے مسلمانوں کے بارے میں وضاحت کی گئی کہ انہیں ﴿دَارُ الْاِسلام﴾ کی طرف ہجرت تک ﴿دوستی اور سرپرستی﴾ حاصل نہیں ہو سکتی۔ (آیت:89)

(j) منافقین کی قسمیں بیان کی گئیں اور اُن دو رُخے منافقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا، جو دست درازی کریں۔

(k) قتل خطا اور قتل عمد کے احکام کی وضاحت کی گئی۔ قتل خطا کا کفّارہ ایک غلام آزاد کرنا اور وارثوں کو دیت ادا کرنا ہے۔ دشمن قوم کا آدمی غلطی سے ہلاک ہو جائے تو صرف غلام آزاد کرنا ہو گا۔ کسی قوم سے میثاق وعہد ہو تو ایسی صورت میں غلام بھی آزاد کرنا ہو گا اور دیت بھی ادا کرنی ہو گی۔ غلام نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ضروری ہے۔

(l) جہاد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے صاف کہہ دیا گیا کہ ﴿قَاعِدِین﴾ اور ﴿مُجَاهِدِین﴾ برابر نہیں ہو سکتے۔ جب جہاد فرضِ عین نہ ہو، بلکہ فرضِ کفایہ ہو تو گھر پر بیٹھنے والے ﴿قَاعِدِین﴾ اور مجاہدین کے لیے دعا کرنے والوں کا درجہ اُن ﴿مُجَاهِدِین﴾ سے کم تر ہو گا، جو میدانِ جنگ میں صف آراء ہوں گے۔ (آیات:95،96)

(m) ﴿دَارُ الكُفر﴾ کے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ﴿دار الاسلام﴾ کے قیام کے بعد لازماً ہجرت کر لیں، ورنہ وہ دوزخی ہوں گے۔ ہجرت کے نتیجے میں دنیاوی فائدے اور اَموالِ غنیمت بھی حاصل ہوں گے۔

(n) صلاۃِ خوف کے اَحکام بتائے گئے۔ جنگ کی حالت میں آدھی فوج نماز پڑھے گی اور آدھی فوج نگرانی کرے گی۔ پھر وہ اپنی اپنی ڈیوٹیاں بدلیں گے، لیکن نماز وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کی جائے گی۔

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (آیت:103)

5- آیات 105 تا 115: پانچویں پیراگراف میں، نزولِ قرآن کی حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔

(a) نزولِ قرآن کا مقصد یہ بتایا گیا کہ ﴿بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ﴾ یعنی حدیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرنا ہے۔ (آیت:105)

(b) راتوں کو چھپ چھپ کر مشورے کرنے والے منافقین پر گرفت کی گئی (آیت:108) اور رسول اللہ ﷺ کو نفس کی خیانت کرنے والوں کی حمایت سے روک دیا گیا۔ خود گناہ کر کے دوسروں پر الزام تھوپنے والوں کو بڑا گناہ گار ٹھہرایا گیا۔ (آیت:112) گناہ ہو جانے کے بعد معافی مانگنے والوں کو بشارت دی گئی کہ اللہ غفور ورحیم ہے۔

(c) جو منافقین اپنی خفیہ مجالس میں ﴿نجویٰ﴾ کیا کرتے تھے، ان پر سخت گرفت کی گئی۔

﴿نجویٰ﴾ خیر کے کاموں اور اللہ کی خوشنودی ﴿مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾ کے حصول کے لیے جائز ہے۔ (آیت:114)

(d) منافقین کو مخلص صحابہؓ کا راستہ ﴿سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی، ورنہ یہ منافقین دوزخ میں داخل کیے جائیں گے۔ (آیت:115)

6- آیات 116 تا 134 : چھٹے پیراگراف میں، دوسرے پیراگراف کی طرح بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل دونوں سے ﴿مُجادَلہ﴾ ہے۔

(a) اولادِ ابراہیم کی دونوں شاخوں کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔ توحید کی اہمیت بیان کرتے ہوئے بتایا گیا کہ شرک کے علاوہ ہر گناہ معاف کیا جاسکتا ہے۔

(b) بنی اسمٰعیل فرشتوں کو ﴿اُنَاث﴾ اللہ کی بیٹیاں بنا کر انہیں پکارتے تھے۔ انہیں ابلیس کے دام میں گرفتار نہ ہونے کی ہدایت کی گئی۔ ابلیس بدعات کا حکم دیتا ہے، جن کے مرتکب قریش اور بنی اسمٰعیل ہیں۔ (آیت: 119) یہ دوزخی ہوں گے۔

(c) بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل دونوں کے لئے اہم اصول بتائے گئے اور انہیں دینِ ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا۔ جنت میں داخلہ نہ تو بنی اسرائیل کے اہلِ کتاب کی خوش فہمیوں پر موقوف ہے اور نہ بنی اسمٰعیل اور قریش کی خوش فہمیوں پر ﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ بلکہ نسب سے قطع نظر جو بھی صحیح عقیدہ اور عمل اختیار کرے گا، وہ جنت کا مستحق ہوگا۔ (123)

(d) توحید پر ثابت قدمی اختیار کرنے کی وجہ سے، حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست ﴿خَلِيل﴾ بنالیا ہے۔ اس لیے بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل دونوں کو اپنے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

(e) یتیموں سے متعلق معاشرتی احکامِ عدل کا اعادہ کیا گیا اور ایک سے زیادہ بیویوں کی صورت میں بیویوں میں عدل کا حکم دیا گیا۔ (129)

(f) بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل دونوں کو حکم تقویٰ دیا گیا اور استبدالِ قوم کی دھمکی دی گئی۔

﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ﴾ (آیت:133)

(g) ایک اہم اصول یہ بتایا گیا کہ اللہ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب موجود ہے ﴿فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾، جو قومیں صرف دنیا کی طالب ہوتی ہیں، انہیں دنیا دے دی جاتی ہے، لیکن وہ آخرت سے محروم رہتی ہیں۔

7- آیات: 135 تا 152: ساتویں پیراگراف میں، منافقت سے بچتے ہوئے، اسلام کا نظامِ عدل و قسط قائم کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

(a) ہوائے نفس سے بچ کر مسلمانوں کو عدلِ اجتماعی قائم کرنے کا حکم دیا گیا۔ گواہی اللہ کے لیے ہونی چاہیے، چاہے خود اپنے اور اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

﴿كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ﴾

کچے مسلمانوں سے سچے ایمان کا مطالبہ کیا گیا۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا﴾ (آیت:136)

(b) منافقین کو غیر مسلموں سے قطع تعلق کر لینے کا حکم دیا گیا۔ مسلمانوں کو منافقین کی مجلسِ استہزاء سے اُٹھ جانے کی ہدایت دی گئی

﴿فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ﴾ (آیت:140)

اللہ تعالیٰ منافقین اور کافرین کو جہنم میں جمع کرے گا۔ منافقین کی صفات بیان کی گئیں۔ (آیات 141 تا 147)

(1) ﴿تربّص﴾ یعنی انتظار کرو اور دیکھو کی پالیسی پر عمل کرتے ہیں۔ (2) ﴿یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ یعنی اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ (3) ﴿قَامُوْا کُسَالٰی﴾ نماز کے لیے کسل مندی سے کام لیتے ہیں۔

(4) ﴿یُرَآءُوْنَ النَّاسَ﴾ یعنی ریاء کاری کرتے ہیں۔ (5) ﴿وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ نماز میں اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ (6) ﴿مُذَبْذَبِیْنَ﴾ ہوتے ہیں، پختہ ایمان کے بجائے تذبذب کا شکار ہوتے ہیں۔

کچے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔

﴿لَا تَتَّخِذُوا الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (آیت:144)

منافقین کے لئے دوزخ میں ﴿الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ﴾ سب سے نچلا حصہ ہو گا۔ (آیت:146)

(c) مظلوموں کے علاوہ کسی کو کسی دوسرے شخص کے بارے میں بری بات ﴿جَهر بِالسُّوْءِ﴾ زبان سے نکالنے کی اجازت نہیں۔

﴿لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ (آیت:148)

منافقین کو منفی پروپیگنڈے سے روک دیا گیا اور جزوی ایمان ﴿نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ﴾ پر عذاب کی دھمکی دی گئی اور اللہ اور رسول ﷺ پر سچے ایمان کی صورت میں جنت کی بشارت دی گئی۔ (آیت:152)

8- آیات: 153 تا175: آٹھویں پیراگراف میں، چھٹے پیراگراف کی طرح اہل کتاب بالخصوص عیسائیوں سے ﴿مُجَادَلَه﴾ ہے۔

بنی اسرائیل کے جرائم بیان کر کے اُن کے خلاف فردِ جرم عائد کی گئی۔ اُن کے خیر و شر کی وضاحت کی گئی۔

(a) عیسائیوں کو صاف بتا دیا گیا کہ حضرتِ عیسیٰؑ قتل نہیں کیے گئے۔ (آیت:157)

رسول ﷺ سے کتاب اتارنے کے مطالبے پر تبصرہ کیا گیا کہ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کو بھی اذیت پہنچائی گئی تھی۔

(b) یہودیوں کے جرائم گنوائے گئے۔ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ، بچھڑے کو خدا بنالینا، سبت کے احکام کی نافرمانی۔ نقض میثاق کا مرتکب ہونا، انبیاء کا قتل وغیرہ (آیت:155)، حضرت مریمؑ پر بہتان اور حضرت عیسیٰؑ کا انکار (آیت:156) سود خوری میں مبتلا ہونا (آیت:161) وغیرہ۔

قیامت سے پہلے تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائیں گے۔ (آیت:159)

(c) معقول اہل کتاب ﴿الرّٰسِخُوْن﴾ کو دعوتِ اسلام دی گئی اور منصبِ رسالت کی وضاحت کی گئی۔

رسول ﷺ پر وحی پچھلے انبیاء کی طرح ہے۔ وحی کا مقصد اِتمامِ حجت ہے۔

﴿لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰهِ حُجَّةٌ﴾ (آیت:165)

(d) تمام دنیا کے انسانوں کو دعوت دی گئی کہ آخری رسول محمد ﷺ پر ایمان لے آئیں یہی ان کے حق میں بہتر ہے۔

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ﴾ (آیت:170)

(e) اہلِ کتاب کو غلو اور مبالغہ آرائی سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ ﴿لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ﴾ (آیت:171)

(f) عیسائیوں کو عقیدۂ تثلیث (Trinity) چھوڑنے کی ہدایت کی گئی۔ ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ﴾ (آیت:171)

حضرت عیسیٰ نے اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہلوانے میں کبھی شرم محسوس نہیں کی۔ (آیت:172)

(g) عالم گیر رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان کی دعوت کا اعادہ کیا گیا۔ ﴿بُرْهَان﴾ اور ﴿نُور﴾ آجانے کے بعد اسلام لانا ضروری ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾ (آیت:174)

آخر میں ایمان لاکر اس کی پیروی کرنے والوں کو ﴿رحمت﴾ اور صراطِ مستقیم کی بشارت دی گئی۔ (آیت:175)

9- نواں پیراگراف آخری آیت (176) پر مشتمل ہے۔

جس میں ﴿کَلَالَہ﴾ کے احکام بیان کرکے، قانونِ وراثت کی ایک ذیلی شق ﴿کَلَالَہ﴾ کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ دراصل پہلے پیراگراف کی آیات: 12 تا 14 کا ضمیمہ ہے۔ ﴿کَلَالَہ﴾ سے مراد ایسی میت ہے، جو نہ تو اوپر ماں باپ چھوڑ کر مرے اور نہ ہی نیچے بیٹا، بیٹی چھوڑے۔ اولاد نہ ہونے کی صورت میں اکیلی بہن کو نصف حصہ ملے گا اور ایک سے زائد بہنوں کی صورت میں دو تہائی حصہ۔ بہن اور بھائی دونوں موجود ہوں تو بھائیوں کو بہنوں کے مقابلے میں دوگنا حصہ ملے گا۔

مرکزی مضمون

مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ساری دنیا کو بالخصوص اہلِ کتاب اور نصاریٰ کو دعوتِ اسلام دیں۔ مسلمانوں کو منافقت سے بچتے ہوئے، خالص توحید کے ساتھ، خاندان سے لے کر ریاست (State) تک، ایک مضبوط اجتماعیت قائم کرنا چاہیے۔

وضاحت

'خاندان' معاشرے کی بنیادی اکائی ہوتا ہے۔ اور اجتماعیت کی اعلیٰ ترین شکل ریاست (State) ہے۔ خاندان کی مضبوطی کا دارومدار، میاں، بیوی، اولاد اور ماں باپ کے علاوہ رشتہ داروں اور یتیموں کے حقوق کے تحفظ پر ہوتا ہے، جب کہ ریاست کا استحکام خارجی محاذ کے علاوہ، داخلی محاذ پر اتحاد و یکجہتی پر منحصر ہے، منافقین ریاست کو کھوکھلا کرتے ہیں۔ اسلامی اجتماعیت کے فرائض میں اہلِ کتاب کو اسلام کی دعوت و تبلیغ بھی شامل ہے۔

FLOW CHART

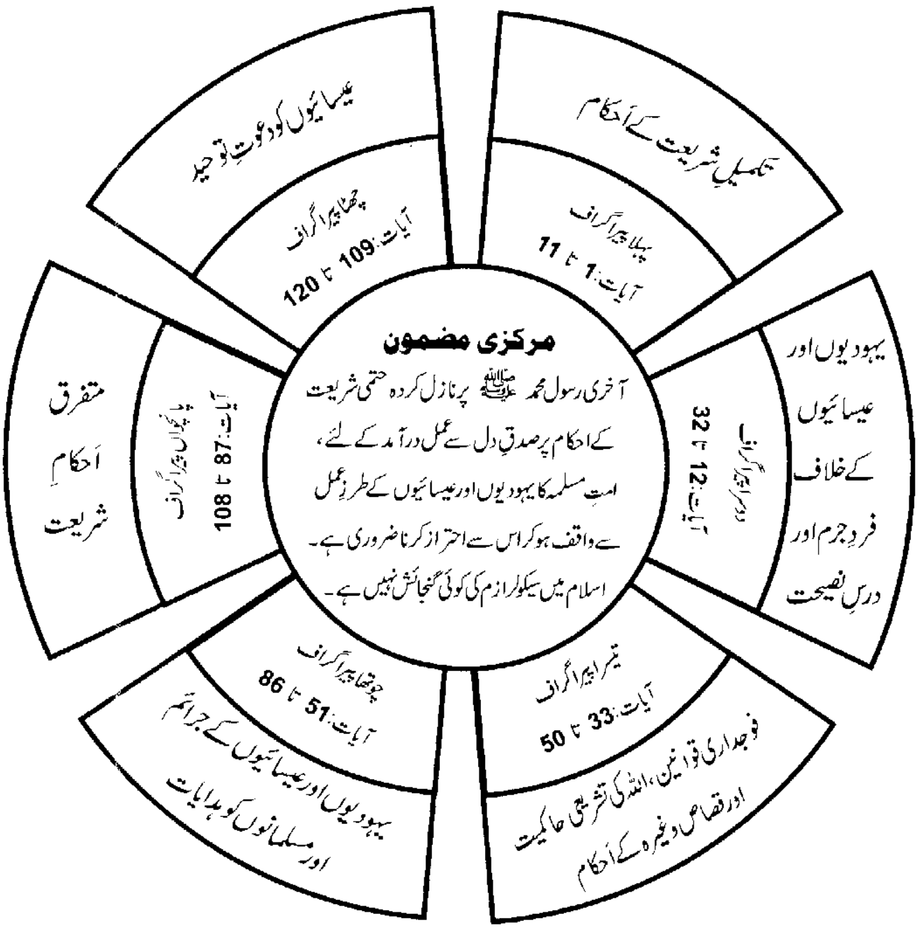
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

05- سُورَةُ الْمَائِدَة

آیات : 120 ...... مَدَنِيَّة ...... پیراگراف : 6



زمانۂ نزول

سورۃ ﴿المائدۃ﴾ کا مُعتد بہ حصہ صلح حدیبیہ (ذوالقعدہ چھ ہجری) کے بعد، یا غالباً سات (7) ہجری میں نازل ہوا۔ حالتِ احرام کے آداب، غالباً عمرۂ حدیبیہ یا عمرۂ قضاء (7ھ) کے موقع پر نازل ہوئے۔ بعض متفرق آیات بھی بعد میں بھی نازل ہوئیں لیکن سلسلۂ کلام میں پیوست ہیں۔

تکمیلِ دین کے مضمون پر مشتمل قرآن کی آیت ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ (المائدہ:3) بھی اسی سورت میں آئی ہے، جو غالباً سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے، البتہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی مکمل سورت، سورۃُ النّصر ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ ہے۔

سُورۃُ المَائِدَۃ کا کتابی ربط

1- پچھلی تین سورتوں، البقرۃ، آلِ عمران اور النساء کی طرح اس سورت میں بھی، اہلِ کتاب کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

2- پچھلی سورۃ ﴿النِّسَآء﴾ میں خاندانی اور ریاستی اداروں کی تنظیم کا ذکر تھا۔ یہاں سورۃ ﴿المائدہ﴾ میں اسلامی عدالتوں کے قیام کی طرف اشارہ ہے، تاکہ اسلام کے فوجداری قوانین پر بھی عمل درآمد ہو سکے، چوروں کے ہاتھ کاٹے جا سکیں اور اسلامی ریاست کے دشمن ﴿مُحَارِبِين﴾ کو سزا دی جا سکے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿المائدہ﴾ میں معاہدوں کی پابندی کا حکم:

سُورۃُ المائدہ کی پہلی آیت ہی میں ﴿عُقُود﴾ یعنی معاہدوں (Agreements) کی پابندی کرنے کا حکم دیا گیا۔ (آیت:1)

2- سورۃ ﴿المائدہ﴾ میں حلال و حرام کے احکام:

سورۃ المائدہ میں، حلال و حرام کے مندرجہ ذیل احکام دیئے گئے۔

احرام کی حالت میں شکار حرام ہے (آیت:1)۔ شعائر اللہ کو حلال نہیں کیا جا سکتا۔ (آیت:2)

گیارہ (11) چیزیں حرام ہیں۔ مردار، خون، سور کا گوشت، غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ، گلا گھٹ کر مرنے والا جانور، چوٹ کھا کر اور گڑھے میں گر کر مرنے والا جانور، ٹکر سے ہلاک ہونے والا جانور، درندے کا شکار زدہ، آستانوں پر ذبح کیا گیا جانور اور پانسوں کے ذریعے قسمت معلوم کرنا۔ (آیت:3)، تربیت یافتہ شکاری کتے کا روکا ہوا جانور بھی حلال ہے۔ (آیت:4)

اہلِ کتاب کا کھانا اور اُن کی محفوظ عورتیں ﴿مُحْصَنَات﴾ بھی مسلمانوں کے لیے حلال ہیں۔ (آیت:5)

شراب، جوا، آستانے اور پانسوں کے تیر حرام ہیں۔ (آیت:90)

اِحرام کی حالت میں خشکی کا شکار حرام اور سمندری شکار حلال ہے۔ (آیات:95اور96)

3- سورۃ ﴿المائدہ﴾ میں فوجداری قوانین:

سورۃ المائدہ میں اسلام کے فوجداری قوانین (Criminal Codes) بھی بیان کیے گئے۔ (آیات33، 38اور45)

(a) اسلامی ریاست کا تختہ الٹنے والے فسادی ﴿مُحَارِبِین﴾ کے لیے چار (4) فوجداری سزائیں مقرر کی گئیں جنھیں حکومت اپنی صوابدید کے مطابق جاری کر سکتی ہے۔ (آیت:33)

(b) چوری کرنے والے مرد وخواتین کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا مقرر کی گئی۔ (آیت:38)

(c) تورات کے اَحکام قصاص کا اعادہ کیا گیا۔ جان کے بدلے جان، کان کے بدلے کان وغیرہ۔ (آیت:45)

4- سورۃ ﴿المائدہ﴾ میں ﴿توحیدِ تشریع﴾ یعنی ﴿توحیدِ حاکمیت﴾ کی وضاحت:

سورۃ المائدہ میں، ﴿توحیدِ تشریع﴾ یعنی ﴿توحیدِ حاکمیت﴾ اور تحکیمِ الٰہی کی وضاحت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ﴿خالق﴾ بھی ہے، ﴿رب﴾ بھی ہے، ﴿اِلٰہ﴾ اور ﴿معبود﴾ بھی ہے اور ﴿حاکم وشارع﴾ (Law-Giver) بھی ہے۔

(a) پہلی آیت ہی میں ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ﴾ کے الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے، اپنے ﴿استحقاقِ حاکمیت﴾ کو ثابت کیا ہے۔

(b) ﴿مَا أَنزَلَ اللّٰهُ﴾ یعنی قرآن وسنت کے مطابق فیصلے نہ کرنے والے کافر ہیں۔ ظالم ہیں۔ فاسق ہیں۔ (آیات:47، 45، 44)

(c) رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وحی کے مطابق فیصلے کریں۔ ﴿فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ﴾ (آیات:48اور49)

(d) اللہ سے بہتر ﴿حَاکِم﴾ اور قانون ساز کون ہو سکتا ہے؟ ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا﴾؟ (آیت:50)

5- سورۃ ﴿المائدہ﴾ میں عقیدۂ حلول کا رد:

اس سورۃ المائدہ میں، عیسائیوں کے عقیدۂ حُلول (Incarnation) کا اِبطال بھی کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عیسائیوں کے دو (2) فرقے تھے۔

(a) پہلا فرقہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کہتا تھا۔ یہ فرقہ ﴿حلول﴾ کا قائل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت پوست کے انسان عیسیٰؑ میں ﴿حلول﴾ کیا ہے۔ عیسیٰؑ ہی خدا ہیں۔ اللہ اور عیسیٰ ایک ہیں۔ قرآن نے انہیں کافر کہا۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (آیات17اور72)

(b) دوسرا فرقہ تثلیث (Trinity) کا قائل تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو تین خداؤں کے مُثلّث میں سے تیسرا خیال کرتا تھا۔ قرآن نے انہیں بھی کافر قرار دیا۔ ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ﴾ (آیت:73)

6- سورۃ ﴿المائدہ﴾ میں ﴿غُلُوٌ فِي الدِّين﴾ کا ابطال :

اس سورت میں عیسائیوں کے ﴿غُلُوٌ فِي الدِّين﴾ کا بھی ابطال کیا گیا اور اُن سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس ﴿غُلُوٌ﴾ یعنی مبالغہ آرائی کو ترک کر دیں۔ ﴿قُلْ يَأَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ﴾ (آیت:77)

﴿غُلُوٌ﴾ ہی کے نتیجے میں انہوں نے اپنے ایک رسول حضرت عیسیٰؑ کو، اللہ کا بیٹا بنا کر اُس کی خدائی میں شریک کر لیا، جس طرح یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا تھا اور لعنت کے مستحق ہو گئے تھے۔ (التوبہ:30)

7- سورۃ ﴿المائدہ﴾ میں حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کا تذکرہ:

حضرت عیسیٰؑ کے ﴿حواری﴾ مسلمان تھے۔ ان کے بارے میں دو اہم باتیں آئی ہیں۔

(a) ﴿حواریّین﴾ نے صاف کہہ دیا تھا: "ہم ایمان لے آئے! اے اللہ تو گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں"
﴿اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ﴾ (آیت:111)، چنانچہ آج کے دور کے عیسائیوں کو بھی اسلام قبول کر لینا چاہیے۔

(b) ﴿حواریّین﴾ کے لیے حضرت عیسیٰؑ نے دعا کی اور ان کے لیے آسمان سے ﴿المَآئِدَة﴾ دستر خوان نازل کیا گیا۔ (115)

8- سورۃ ﴿المائدہ﴾ میں اقامتِ تورات وانجیل کا حکم:

سورۃ المائدہ میں ﴿اقامتِ تورات وانجیل﴾ کے حوالے سے دو(2) آیات آئی ہیں۔ ﴿اقامت﴾ سے مراد شریعت کے احکام کا نفاذ ہے۔ اگر نافذ نہیں ہیں تو انہیں نافذ کرنا فرض ہے اور نافذ کرنے کے بعد انہیں نافذ برقرار رکھنا بھی ﴿اقامت﴾ کے مفہوم میں شامل ہے۔

(a) اقامتِ تورات وانجیل کے بغیر، اہلِ کتاب کی کوئی اساس اور بنیاد نہیں ہو سکتی (آیت:68) آج کے یہود و نصاریٰ تورات وانجیل کے قانون ہی کے قائل نہیں، وہ بھلا قرآن کے قانون کو کیسے تسلیم کر سکتے ہیں؟

(b) اگر اہلِ کتاب اقامتِ تورات وانجیل کرتے تو اپنے اوپر اور نیچے سے رزق پاتے۔ (آیت:66)

سُورَةُ المَآئِدَة کا نظمِ جلی

سورۃ ﴿المائدۃ﴾ چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔ اور اس کے نظم کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں۔

پہلے، تیسرے اور پانچویں پیراگراف میں تکمیلِ شریعت کے احکام دیئے گئے ہیں۔ اور درمیان میں تذکیر رکھی گئی ہے۔
دوسرے اور چوتھے پیراگراف میں بنی اسرائیل کے حوالے سے تذکیر ہے۔ آخری یعنی چھٹے پیراگراف میں عیسائیوں کو دعوتِ اسلام ہے۔

1۔ آیات:1 تا 11: پہلے پیراگراف میں،(تکمیلِ شریعت کے احکام)بیان کیے گئے ہیں۔

عقود یعنی معاہدوں (Agreements) کی پابندیوں کا حکم دیا گیا اور احرام کی حالت میں شکار کو حرام ٹھہرایا گیا۔

اِحرام اتارنے کے بعد شکار کیا جا سکتا ہے۔ (آیت:2)

شعائر اللہ اور حرام مہینوں اور جانوروں اور حاجیوں کی حرمت کو پامال نہیں کیا جا سکتا۔ (آیت:2)

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کی ہدایت دی گئی اور ﴿اثم وعُدوان﴾ میں تعاون سے روکا گیا۔

تکمیلِ دین کی آیت نازل کی گئی۔(آیت:3)،وضو کا طریقہ، غسل اور تیمم کے احکام بتائے گئے۔ (آیت:6)

مسلمانوں کو ﴿سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا﴾ کا سبق یاد رکھنے اور ﴿تقویٰ﴾ کا پاس ولحاظ کرنے کا حکم دیا گیا۔

قیامِ عدل کے لیے ﴿قوّام﴾ بن کر قیادت کا فریضہ انجام دینے کی ہدایت کی گئی۔

﴿اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی﴾ کا حکم دیا گیا۔ "عدل کرو! یہ عدل وانصاف سے زیادہ قریب ہے"۔ (آیت:8)

اللہ کے احسان کا ذکر کیا گیا کہ اُس نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش کو ناکام بنا دیا۔﴿فَكَفَّ اَيۡدِيَهُمۡ عَنۡكُمۡ﴾ (آیت:11)

2- آیات 12 تا 32 :دوسرے پیراگراف میں،﴿یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف فردِ جرم﴾ ہے اور اُن کے لیے درسِ نصیحت ہے۔

- یہودیوں کے جرائم کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا کہ بارہ(12)نقیبوں کو مقرر کر کے اُن سے ایک مشروط عہد ومیثاق لیا گیا تھا کہ اللہ کی معیت اُن کے ساتھ ہوگی،اِس شرط پر کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کا اہتمام کریں گے،رسولوں پر ایمان لائیں گے،ان کی مدد کریں گے اور جہاد کے لیے قرضِ حسن کے ذریعہ اِنفاق کریں گے تبھی جنت عطا ہوگی۔ (آیت:12)

لیکن یہودیوں نے میثاق توڑ دیا۔ان پر لعنت کی گئی۔ان کے دل سخت کر دیئے گئے۔انہوں نے موقع ومحل سے آیاتِ الٰہی کو پھیر دیا۔اپنے حصے کی نصیحت فراموش کر دی۔آئے دن اُن کی خیانت ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ (آیت:13)

- عیسائیوں کے جرائم بیان کئے گئے کہ انہوں نے اپنے حصے کی تعلیمات کو فراموش کر دیا۔ (آیت:14)

آیاتِ الٰہی کو چھپانے لگے۔اب محمد ﷺ ان چھپائے ہوئے احکام میں سے چند کو ظاہر کر رہے ہیں۔اب اللہ کی طرف سے ﴿نور﴾ اور ﴿کتاب﴾ یعنی قرآن آچکا ہے۔ (آیت:15)

حضرت عیسیٰ کو خدا کہنے والے ﴿غلو﴾ بھی کافر ہیں۔عیسائیوں کو صاف صاف بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اگر حضرت عیسیٰؑ اور اُن کی والدہ اور ساری دنیا کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرلے تو کون اُسے اِس ارادے سے روک سکتا ہے؟ (آیت:17)

یہود ونصاریٰ دونوں کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ وہ اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں،وہ بھی سب کی طرح ایک مخلوق ہیں۔قانونِ ایمان وعمل کے مطابق دیگر انسانوں کی طرح انہیں بھی جزا وسزا ملے گی۔ (آیت:18)

- یہودیوں نے جہاد سے فرار کے رویوں پر روشنی ڈالی گئی کہ صرف دو لوگوں ﴿رَجُلَانِ﴾ حضرت یوشع بن نون اور حضرت کالب نے جہاد کے مطالبے پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ بقیہ تمام بنی اسرائیل عمالقہ سے ڈر گئے اور جہاد سے انکار کر دیا۔ بلکہ حضرت موسیٰ سے صاف کہہ دیا "تم اور تمہارا خدا دونوں جنگ کریں، ہم یہیں بیٹھے رہیں گے"۔

﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ (آیت:24)

اس فراری رویے کے سبب انہیں چالیس سال کی صحرا نوردی کی سزا دی گئی اور یہ صحرائے سینا میں بھٹکتے رہے۔ (آیت:26)

- حضرت آدم کے دو بیٹوں کا سچا قصہ سنایا گیا کہ ایک لڑکے کی قربانی قبول کی گئی کیوں کہ وہ متقی تھا۔ دوسرے کی قبول نہیں کی گئی۔ دوسرے نے پہلے کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا، جس نے اُسے بھائی کی لاش کو دفن کرنے کی تدبیر سکھائی۔

بنی اسرائیل پر اس لیے یہ بات فرض کر دی گئی کہ ایک آدمی کا ناحق قتل، گویا پوری انسانیت کا قتل ہے۔ (آیت:32)

اگلے پیراگراف میں اسلامی ریاست کے دشمن ﴿مُحَارِبِین﴾ کا قانونِ سزا بیان کیا گیا۔ (آیت:33)

3- آیات 33 تا 50: تیسرے پیراگراف میں فوجداری قوانین (Criminal code) بیان کر کے ﴿تشریعی حاکمیت﴾ ثابت کی گئی ہے۔

اللہ اور رسول سے ﴿مُحَارَبَة﴾ کرنے والے فسادیوں کو (حالات کے مطابق حکومتی صوابدید پر) پھانسی یا قتل یا جلاوطنی یا مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹنے کی فوجداری سزا دی جائے گی۔ (آیت:33)

- چوری کی سزا میں، مرد ہو یا عورت ہاتھ کاٹا جائے گا ﴿فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا﴾ (آیت:38)

اللہ کی ﴿تشریعی حاکمیت﴾ کے بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں کے رویے بیان کئے گئے۔ وہ آیاتِ الٰہی کی تحریف کر کے اپنی خواہشاتِ نفس کے مطابق فیصلے کرانا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے دنیا اور آخرت کا عذاب ہے۔ (آیت:41)

رسول اللہ ﷺ کو ﴿مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ کے مطابق عدل کے ساتھ فیصلوں کا حکم دیا گیا، تورات کے قانونِ قصاص کا ذکر کر کے ﴿شرك فی التحکیم﴾ کے مرتکب افراد کو کافر، ظالم اور فاسق کہا گیا۔ (آیات:44،45اور47)

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ الظّٰلِمُوْنَ ۝ الْفٰسِقُوْنَ﴾

رسول اللہ ﷺ کو اہل کتاب کی خواہشاتِ نفس کے مطابق فیصلہ کرنے اور یہودیوں کے دباؤ میں آنے سے روکا گیا۔

﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ﴾ (آیت:48)

4- آیات 51 تا 86: چوتھے پیراگرف میں ﴿یہودیوں اور عیسائیوں کے جرائم﴾ بیان کر کے، مسلمانوں کو ہدایات دی گئیں ہیں۔

(a) ہدایات: مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کو سرپرست ﴿اَوْلِيَاۤءَ﴾ نہیں بنانا چاہیے۔ (آیت:51)

مسلمانوں کو ارتداد سے بچنے کی ہدایت کی گئی، ورنہ اللہ دوسری قوم اُٹھا سکتا ہے۔ سچے مسلمانوں کی چھ (6) صفات یہ ہیں۔

اللہ ان سے محبت کرتا ہے، وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں، مسلمانوں کے لیے نرم ہوتے ہیں، کافروں کے لیے سخت ہوتے ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ مسلمانوں کے تین سرپرست ﴿ولی﴾، اللہ، رسولؐ اور مؤمنین ہوتے ہیں۔ اور یہی اللہ کی پارٹی ﴿حِزبُ اللّٰہ﴾ ہے، جو غالب ہو کر رہے گی۔ (آیت:56)

مسلمانوں کو اہل کتاب اور کافروں کو ﴿ولی﴾ بنانے سے روک دیا گیا، جو دین کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ (آیات:57اور58)

(b) یہودیوں کے جرائم بیان کر کے اُن سے ﴿مُجَادَلَہ﴾ کیا گیا ہے اور انہیں اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔

اہل کتاب سے پوچھا گیا ہے کہ کیا اُن کی مسلمانوں سے دشمنی کی وجہ، صرف اللہ اور تمام کتابوں پر ایمان ہے؟ (آیت:59)

یہودیوں کو بندر اور سور بنا کر ان پر لعنت کیے جانے کی وجہ، ان کی نافرمانی تھی۔ (آیت:60)

یہودی ﴿اِثم اور عُدوان﴾ اور حرام خوری کے مرتکب ہیں۔ (آیت:62)

یہودیوں کے علماء اور درویش بھی، ان کے لیڈروں کی حرام خوری پر انہیں نہیں روکا کرتے تھے۔ (آیت:63)

یہودی ﴿یَدُ اللّٰہِ مَغلُولَۃ﴾ کہتے (آیت:64) ﴿طُغیان و کُفر﴾ سے کام لیتے۔ (آیت:64)

فسادی یہودی جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ (آیت:64)

یہودی خواہشاتِ نفس سے کام لیتے تھے اور بعض رسولوں کو جھٹلا دیتے اور بعض رسولوں کو قتل کر دیتے تھے۔ (آیت:70)

(c) اہل کتاب کو بلاخوف و خطر دعوت دینے کی ہدایت:

رسول اللہ ﷺ کو بلاخوف و خطر، کسی دباؤ میں آئے بغیر ﴿مَآ اُنزِلَ اللّٰہ﴾ کی تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ مکمل تبلیغ نہ کرنے کا مطلب رسالت کی ذمہ داری ادا نہ کرنا ہے۔ رسول ﷺ کو تسلی دی گئی کہ اللہ آپ ﷺ کی حفاظت کرے گا۔

﴿وَاللّٰهُ یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (آیت:67)

(d) عیسائیوں کے خلاف فردِ جرم اور اُن سے مجادلہ:

- عیسائیوں کے ایک فرقے کے عقیدۂ حُلول (Incarnation) کو کفر قرار دیا گیا، جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے حضرت عیسیٰؑ کے گوشت پوست کے جسم میں حُلول کے قائل تھے (آیت:17 اور 72)۔ انہیں صاف بتا دیا گیا کہ خود حضرت عیسیٰؑ نے توحید کی دعوت دی اور اعلان کر دیا تھا کہ مشرک کے لیے جنت حرام ہے اور وہ دوزخی ہو گا۔ (آیت:72)
- عیسائیوں کے دوسرے فرقے کے عقیدۂ تثلیث (Trinity) کو کفر قرار دیا گیا، جو تین خداؤں کے مجموعے کو خدائی کا مرکز و محور سمجھتے ہیں اور اللہ کو تینوں میں کا تیسرا سمجھتے ہیں۔ (آیت:73)

عیسائیوں کو دعوتِ توبہ و استغفار دی گئی کہ وہ شرک چھوڑ کر توحید اختیار کریں۔

﴿اَفَلَا یَتُوبُونَ اِلَی اللّٰهِ وَیَسۡتَغۡفِرُونَهٗ﴾ (آیت:74)

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کی بشریت پر دلیل پیش کی گئی کہ وہ کھاتے پیتے تھے۔ (آیت:75)

عیسائیوں کو ﴿غُلُوّ﴾ اور مبالغہ آمیزی سے منع کیا گیا۔ ﴿لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ﴾ (آیت:77)

یہودیوں پر تنقید کی گئی کہ انہوں نے ﴿نہی عَن المنکر﴾ یعنی برائیوں سے روکنے کا کام چھوڑ دیا تھا۔ (آیت:79)

حضرت داودؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی یہودیوں پر لعنت کی تھی۔ (آیت:78)

- مسلمانوں کے شدید ترین دشمن، یہودی اور مشرکین ہیں۔ مودّت کے اعتبار سے، مسلمانوں کے قریب ترین نصاریٰ ہیں، جو تکبر نہیں کرتے، ان میں ﴿قِسِّیْسِیْن﴾ اور ﴿رُھْبَان﴾ ہیں۔ (آیت:82)

(e) اچھے عیسائیوں کی صفات بیان کی گئیں، جو مسلمان ہو جاتے ہیں، قرآن سن کر روتے ہیں اور کہہ اُٹھتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ ہمارا نام شہادت دینے والوں میں لکھ لیا جائے۔ ﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ﴾ (آیت:83)

5- آیات 87 تا 108: پانچویں پیراگراف میں، مشرکین مکہ سے ﴿مُجَادَلَہ﴾ کیا گیا اور ﴿متفرق احکام شریعت﴾ بیان کیے گئے ہیں

(a) مسلمانوں کو پاک چیزوں ﴿طَیِّبات﴾ کو حرام ٹھہرا لینے کی ممانعت کی گئی (آیت:87) غیر شعوری قسموں پر مؤاخذہ نہیں ہو گا۔ البتہ شعوری قسموں پر مؤاخذہ ہو گا۔ اس لیے شعوری قسموں کا کفّارہ لازم ٹھہرایا گیا۔ دس مسکینوں کو کھانا، یا کپڑے دینے ہوں گے، یا ایک غلام آزاد کرنا ہو گا۔ یہ ممکن نہ ہو تو تین روزے رکھنے ہوں گے۔ (آیت:89)

شراب، جوئے، آستانوں اور پانسوں کے تیروں کو شیطان کے اعمال کی گندگی قرار دے کر حرام ٹھہرایا گیا۔

شراب کی حرمت کا قطعی حکم نازل کیا گیا۔ ﴿فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (آیت:90)

اس سے پہلے سورۃ البقرۃ کی آیت:219 اور سورۃ نساء کی آیت:43 میں جو تدریجی احکام دیئے گئے تھے، وہ منسوخ قرار پائے۔

اِحرام کی حالت میں خشکی کے شکار کو حرام ٹھہرایا گیا اور جان بوجھ کر اس حالت میں شکار کرنے والے کے لیے کفّارہ تجویز کیا گیا، البتہ سمندری شکار کی اجازت دی گئی۔ (آیت:96)

حج اور عمرہ کرنے والوں کو خانۂ کعبہ، قربانی کے جانوروں اور احرام کی پابندیوں کے سلسلے میں خوفِ الٰہی کو پیشِ نظر رکھنے کی تاکید کی گئی۔ (آیت:97تا100)

(b) مشرکین کے جرائم اور اُن سے مُجادلہ:

مشرکین کے خود ساختہ حلال و حرام پر گرفت کرتے ہوئے صاف صاف بتا دیا گیا کہ اللہ نے نہ تو ﴿بَحِیرہ﴾ نہ تو ﴿سَائِبَہ﴾ نہ ﴿وَصِیلَہ﴾ اور نہ ﴿حَام﴾ کو مشروع کیا ہے۔ یہ وہ اونٹنیاں اور اونٹ تھے، جنہیں مختلف وجوہات کی بنا پر مشرکین نے مقدس ٹھہرا کر ان کی سواری وغیرہ کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا تھا۔ (آیت:103)

مشرکین کی اوہام پرستی کا ردّ کر کے ﴿مَا وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا﴾ اور ﴿مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ﴾ کے فرق کی وضاحت کی گئی ہے (آیت:104) باپ دادا کی اندھی تقلید کے بجائے وحی کی پیروی کرنی چاہیے۔

وصیت (Will) کے احکام اور اس سے متعلقہ قانونِ شہادت کے احکام بیان کیے گئے۔ (آیت: 106 تا 108)

6- آیات 109 تا 120: چھٹے اور آخری پیراگراف میں، ﴿عیسائیوں کو دعوتِ توحید﴾ دی گئی ہے۔

اُس دن قیامت کے مناظر پیش کر کے اللہ تعالیٰ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان مکالمہ نقل کیا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات نقل کر کے عیسائیوں کو قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا۔ (آیت: 109)

اللہ تعالیٰ کے حضرت عیسیٰؑ پر اُس احسان کا ذکر کیا گیا، جب یہودیوں نے انہیں قتل کرنا چاہا اور اُن کی دعوت کو کھلا جادو قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو یہودیوں سے بچا لیا۔ ﴿وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ﴾ (آیت: 110)

حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی طرف سے دسترخوان ﴿مَآئِدَة﴾ کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ فرمائش، معجزے کے طور پر پوری کر دی۔ (آیات: 112 تا 115)

آیت: 73 کے حکم ﴿اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ﴾ "اللہ تین خداؤں کے مجموعے میں سے تیسرا ہے" کی تفصیل بیان کر کے عقیدۂ تثلیث (Trinity) کی مکرر تردید کی گئی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ سے پوچھے گا: "کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ میرے علاوہ، دو اور خدا ﴿اِلٰهَيْنِ﴾ بنالو؟"۔ حضرت عیسیٰؑ اعتراف کریں گے: میں نے تو یہی حکم دیا تھا ﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ﴾ "اللہ ہی کی عبادت کرو۔ وہی میرا رب بھی ہے اور تم لوگوں کا بھی" آخر میں عیسائیوں کو بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن توحید پرست سچے لوگوں کو (توحید کی سچائی) فائدہ دے گی۔ ﴿يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ اور مُوَحِّدِین جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

مرکزی مضمون

آخری رسول محمد ﷺ پر نازل کردہ حتمی شریعت کے اَحکام پر، دورنگی اور منافقت کے بغیر صدقِ دل سے عمل درآمد کے لئے، امتِ مسلمہ کا یہودیوں اور عیسائیوں کے عقائد اور طرزِ عمل سے واقف ہو کر اُن سے احتراز ضروری ہے۔ اسلامی شریعت ﴿عُقُود﴾ اور معاہدوں کی پابندی کا نام ہے اور اس میں عقیدے، عبادات، معاملات، معاشرت، اَخلاقیات کے علاوہ فوجداری قوانین بھی شامل ہیں۔ اسلام میں سیکولرازم کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

FLOW CHART

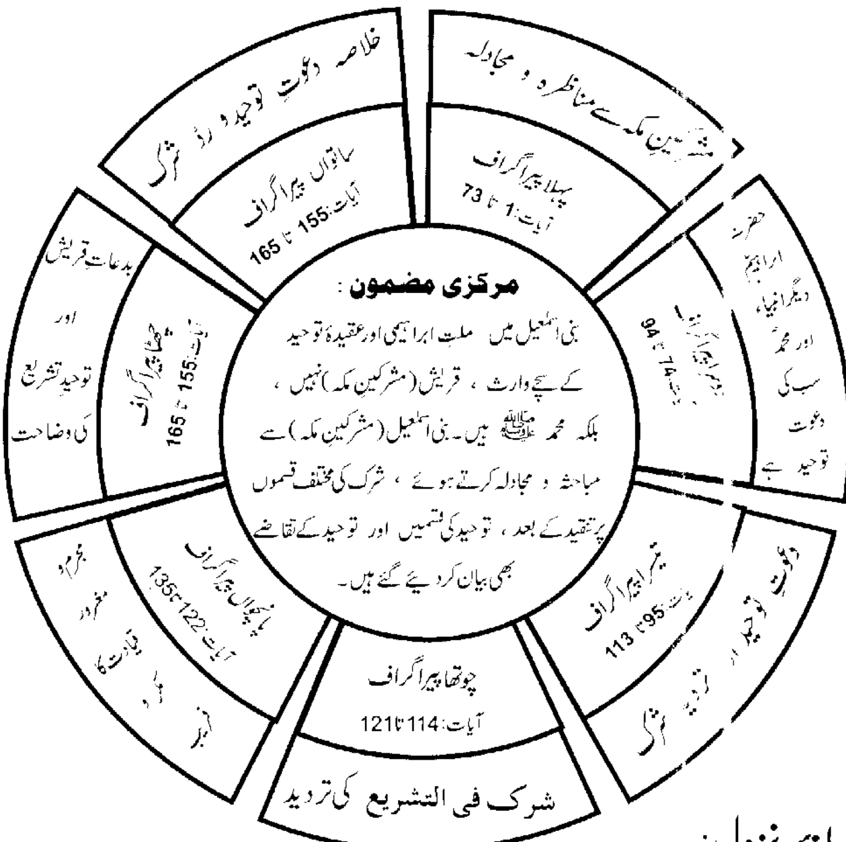
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO STRUCTURE

06- سُورَۃُ الاَنعَامِ

آیات : **165** ...... مَکِّیَّۃ" ...... پیراگراف :7



● زمانۂ نزول:

رسول اللہ ﷺ کے قیام مکہ کے آخری دور میں، عین ہجرت سے پہلے غالباً 13 نبوی میں، سُورت ﴿ **الانعام** ﴾ اور سُورت ﴿ **الاعراف** ﴾ نازل ہوئیں۔ اس سورت میں تیرا (13) سال کی دعوت کا خلاصہ، آخری الٹی میٹم کے ساتھ آ گیا ہے۔

آیت 33 شاہد ابوجہل کے اس قول پر نازل ہوئی کہ مشرکین محمد ﷺ کی ذات کو نہیں جھٹلاتے، بلکہ انہیں قرآن کی آیات سے انکار ہے۔ (سنن ترمذی: کتاب تفسیر القرآن ، باب تفسیر سورۃ الانعام :حدیث 3,064 ، ضعیف)

خصوصیات

1- سورت ﴿الأنعام﴾ میں مشرکینِ مکہ کے خلاف حتمی فردِ جرم (Final Charge Sheet) بھی ہے، اُن کے شرک کی مختلف صورتوں کا بیان بھی ہے اور توحید کی مختلف قسموں کی وضاحت بھی۔ اس سورت میں مشرکینِ مکہ کے اعتراضات بھی نقل کیے گئے ہیں اور اُن کا مسکت جواب بھی دیا گیا ہے اور انہیں اجمالی طور پر ہلاکت کی دھمکی بھی دی گئی ہے۔

2- کتابی ترتیب کے لحاظ سے سُورۃ ﴿الفاتحۃ﴾ کے بعد کی چار مدنی سورتیں (البقرۃ، آل عمران، النساء اور المائدہ) بنی اسرائیل کے خلاف فردِ جرم سے متعلق ہیں۔ اہلِ کتاب کو دعوتِ اسلام اور ان کے اور امتِ مسلمہ کے درمیان روابط سے متعلق ہیں۔

3- سورۃ ﴿الأنعام﴾ سے قرآنِ مجید کا مزاج بالکل بدل جاتا ہے اور اس کا رخ، بنی اسمٰعیل (بالخصوص قریشِ مکہ) کی طرف مڑ جاتا ہے۔ یہاں سے 'دو مکی سورتوں' کا آغاز ہو رہا ہے، اور قاری کو ایک نئے پیرایۂ بیان سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔

سورۃُ الأنعام کا کتابی ربط

1- سورۃ ﴿المائدہ﴾ میں یہود و نصاریٰ کے سیکولرازم اور ﴿شرك فى التَّشريع﴾ کا ذکر تھا۔
یہاں سورۃ ﴿الانعام﴾ میں دیگر چیزوں کے علاوہ مشرکینِ مکہ کے ﴿شرك فى التشريع﴾ کی وضاحت ہے۔

2- سورۃ ﴿الانعام﴾ کی آیت: 6 میں قوموں کی ہلاکت کا اجمالی ذکر ہے، اگلی سورت ﴿الاعراف﴾ میں، تفصیلی طور پر چھ (6) قوموں کی ہلاکت کا ذکر کر کے، قریشِ مکہ کو آخری وارننگ دی گئی ہے اور اللہ کا (قانونِ ہلاکتِ اقوام) اور (قانونِ استبدالِ اقوام) بیان کیا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الانعام﴾ میں اثباتِ توحید اور ﴿غَيرُ الله﴾ کی تحقیر کے لیے ایک خاص سوالیہ اسلوب:

سورۃ الانعام میں ﴿اللہ﴾ کے مقابلے میں ﴿غَيرُ الله﴾ کی تحقیر اور (مشرکین سے مجادلے کے لیے) خود کلامی اور بحث پر مبنی کئی سوالیہ اسالیب استعمال کیے گئے ہیں۔

(a) ﴿غَيرُ الله﴾ کی ربوبیت کی تردید کے لئے ﴿قُلْ أَغَيْرَ اللهِ أَبْغِي رَبًّا ؟﴾ (آیت:164)

(b) ﴿غَيرُ الله﴾ کی عبادت اور شرک فی الدّعاء کی تردید کے لئے ﴿أَغَيْرَ اللهِ تَدْعُونَ ؟﴾ (آیت:40)

(c) اللہ کو ولی اور کارساز بنا کر ﴿غَيرُ الله﴾ کی ولایت کی تردید کے لئے ﴿قُلْ أَغَيْرَ اللهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا ؟﴾ (آیت:14)

(d) ﴿غَيرُ الله﴾ کے اختیارات کی تردید کے لئے ﴿قُلْ أَنَدْعُو مِن دُونِ اللهِ مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا ؟﴾ (آیت:71)

(e) ﴿غَيْرُ اللهِ﴾ کی د لیت اور شرک فی التشریع کی تردید کے لئے ﴿أَفَغَيْرَ اللهِ أَبْتَغِي حَكَمًا ؟﴾ (آیت:114)

2- سورۃ ﴿الانعام﴾ میں لفظ ﴿يَعْدِلُونَ﴾ کی معنویت:

مشرکین سے مجادلے کے لیے ﴿يَعْدِلُونَ﴾ کا لفظ دو (2) مرتبہ آیت نمبر: 1 اور 150 میں استعمال کیا گیا ہے، جو ﴿غير الله﴾ کو ﴿الله ﴾ کے برابر اور ہمسر ٹھہراتے تھے۔

3- سورۃ ﴿الانعام﴾ میں ﴿شِرك فِي الذَّات﴾ کی تردید کے لیے ایک عقلی دلیل:

﴿شِرك فِي الذَّات﴾ کی تردید کے لیے مشرکین کے سامنے ایک عقلی دلیل رکھی گئی کہ جب اللہ کی کوئی بیوی ہی نہیں ہے تو پھر اُس کا کوئی بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ ﴿أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ﴾ (آیت:101)

4- سورۃ ﴿الانعام﴾ میں توحید علم کی وضاحت:

توحید علم کی وضاحت کے لیے بتایا گیا کہ اللہ غیب کی چابیوں کا مالک ہے۔ (آیت:59)

اُس کا علم ہر شئے پر محیط ہے۔ (آیت: 80) اللہ تعالیٰ ہر شئے کا علم رکھتا ہے۔ (آیت:101)

5- سورۃ ﴿الانعام﴾ میں توحید تنزیہہ کی وضاحت:

توحید تنزیہہ کی وضاحت کے لیے ﴿حمد﴾ اور ﴿تسبيح﴾ کے فرق کو ایک ہی آیت میں بیان کیا گیا۔

"وہ کھلاتا ہے، اُسے کھلایا نہیں جاتا"۔ ﴿وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ﴾ (آیت:14)

6- سورۃ ﴿الانعام﴾ میں توحید اختیار کی وضاحت:

توحید اختیار کے سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں بیان کی گئیں۔

(a) اللہ تعالیٰ قوموں کی ہلاکت کا اختیار رکھتا ہے۔ فرمایا گیا:

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ماضی کی کتنی ہی قوموں کو ہلاک کیا؟

﴿أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم﴾ (آیت:6)

(b) اللہ تعالیٰ نے ظالم قوموں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ (آیت:45)

(c) کیا تم لوگ غور نہیں کرتے کہ اللہ کا عذاب اچانک بھی نازل ہو سکتا ہے؟

﴿قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً﴾ (آیت:47)

(d) اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے عذاب دے سکتا ہے۔ (1) اوپر سے یعنی بارش، بجلی وغیرہ سے (2) نیچے سے یعنی سیلاب، زلزلہ اور خسف وغیرہ سے (3) قوموں کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کو عذاب میں مبتلا کر دے۔

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ﴾ (آیت:65)

(e) اللہ تعالیٰ سلبِ سماعت، سلبِ بصارت اور مہر قلوب کا اختیار رکھتا ہے، کسی ﴿غیرُ اللہ﴾ کے پاس یہ طاقت نہیں کہ وہ لوٹا سکیں۔

﴿أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُم مَّنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِهِ﴾ (آیت:46)

(f) اللہ تعالیٰ انسانوں کو زمین پر خلافت عطا کر کے، عطا کردہ اختیارات و وسائل میں آزماتا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ﴾

(آیت:165)

(g) اللہ زمین پر تمکین عطا کر کے، نعمتوں سے نوازتا ہے، پھر ناشکری پر انہیں ہلاک کر کے، دوسری قوموں کو میدانِ امتحان میں لے آتا ہے۔

﴿أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ﴾ (آیت:6)

7- سورۃ ﴿الانعام﴾ میں ﴿توحیدِ حاکمیت﴾ اور ﴿توحیدِ تشریع﴾ کی وضاحت:

توحیدِ حاکمیت اور توحیدِ تشریع کے سلسلے میں کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ہی احکامات جاری کرنے کے اختیارات ہیں، وہ حاکم اور شارع (Law-giver) ہے۔

(a) ﴿حَکم﴾ تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ صحیح حکم دیتا ہے اور بہترین فیصلے کرتا ہے۔

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ﴾ (آیت:57)

(b) صرف اللہ تعالیٰ ہی برحق مولا ہے، اسی کا ﴿حکم﴾ چلے گا اور وہ حساب کرنے میں سب سے زیادہ تیز ہے۔

﴿مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ﴾ (آیت:62)

(c) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو ﴿حَکم﴾ نہیں بنایا جا سکتا، جب کہ اس نے مسلمانوں پر مفصل احکام نازل کر دیے ہیں۔

﴿أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ؟﴾ (آیت:114)

(d) اللہ تعالیٰ ہی حلال و حرام کے اختیارات رکھتا ہے، اللہ کا نام لے کر ذبح کیے گئے جانور ہی کھائے جا سکتے ہیں

﴿فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ﴾ (آیت:118)

(e) جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے، اسے کھانے سے روک دیا گیا اور اسے ﴿فِسق﴾ یعنی نافرمانی کا نام دیا گیا۔

﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ (آیت:121)

(f) زرعی پیداوار پر زکوۃ ادا کرکے، اس پیداوار کو استعمال کرنے کی اجازت دی گئی، لیکن ﴿اِسراف﴾ سے روک دیا گیا۔

﴿كُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوا﴾ (آیت:141)

(g) حلال و حرام کے قواعد بتائے گئے کہ اللہ کی وحی میں صرف مردار، بہتا خون، سور کے گوشت اور غیر اللہ کے نام کے ذبیحہ کو حرام کیا گیا ہے۔

﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (آیت:145)

حلال و حرام کے معاملے میں، مشرکین مکہ نے اللہ کی شریعت سے بے نیاز ہو کر، اپنی شریعت بنالی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ یہ مخصوص مویشی ہیں، اور یہ مخصوص کھیت ہیں، جو بتوں کے لیے وقف ہیں۔

﴿هٰذِهٖ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ﴾ (آیت 138) "یہ جانور اور یہ کھیت ﴿غَيْرُ اللّٰه کے لیے﴾ محفوظ ہیں۔"

اسی طرح وہ یہ کہتے تھے کہ اگر حاملہ جانور کے پیٹ میں کوئی بچہ ہو تو وہ صرف مردوں کے لیے حلال ہے اور عورتوں کے لیے حرام ہے۔ ﴿خَالِصَةٌ لِذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰى أَزْوَاجِنَا﴾ (آیت:139)

(h) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ کے خواہشاتِ نفس پر مبنی، خود ساختہ قواعدِ حلال و حرام کی گواہی دینے سے منع کر دیا گیا۔

﴿الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا، فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ، وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ﴾ (آیت:150)

(i) اللہ تعالیٰ نے شرک کو، والدین کی نافرمانی کو، اولاد کے قتل کو، ظاہر و باطن کی فحاشی کو اور ناحق قتل کو ﴿حرام﴾ ٹھہرایا ہے۔

﴿حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا، وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ، وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (آیت:151)

8- سورۃ ﴿الانعام﴾ میں توحید رحمت کی وضاحت:

توحید رحمت کے سلسلے میں کئی آیات آئی ہیں۔

(a) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن، سب لوگوں کو جمع کرے گا اور پھر اپنی رحمت کا مظاہرہ کرے گا، جسے اُس نے اپنی ذات پر لازم کرلیا ہے۔

﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ (آیت:12)

(b) اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مطلب یہ ہے کہ روزِ قیامت، انسان کو عذاب سے بچالیا جائے۔ اسی کا نام کامیابی ہے۔

﴿مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ﴾ (آیت:16)

(c) اللہ نے رحمت کو اپنی ذات پر لازم کر لیا ہے، جو لوگ لاعلمی کی وجہ سے غلط کام کر بیٹھیں اور پھر اپنی اصلاح کر لیں تو اللہ مغفرت اور رحم فرمائے گا۔

﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آیت:54)

(d) اللہ تعالیٰ وسیع رحمت والا ہے، لیکن روزِ قیامت عدل و انصاف کی خلاف ورزی نہیں ہوگی، مجرموں سے عذاب کو نہیں ٹالا جائے گا۔ ﴿رَبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ (آیت:147)

(e) اس کی رحمت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ نیکیوں کا اجر، دس (10) گنا زیادہ دیتا ہے، لیکن برائی کا صلہ برائی کے برابر ہی دیتا ہے۔ ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا﴾ (آیت:160)

(f) انسان کو صاف بتایا گیا کہ اللہ نے اُسے زمین پر خلیفہ بنایا ہے اور بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے، تاکہ ﴿مَآ اٰتٰىكُمْ﴾ جو کچھ وسائل عطا کیے گئے ہیں، صرف انہی میں انسان کو آزمایا جائے، آزمائش میں فیل ہونے والوں کے لیے وہ ﴿سَرِيْعُ الْعِقَابِ﴾ ہے اور پاس ہونے والوں کے لیے ﴿غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آیت:165)

9- سورۃ ﴿الانعام﴾ میں بابرکت اور فیض رساں ﴿مُبٰرَكٌ﴾ قرآن پر ایمان لانے کی دعوت

مشرکینِ مکہ سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ بابرکت قرآن پر ایمان لائیں، اُس کی پیروی کریں اور اسی صورت میں ان پر رحم کیا جا سکتا ہے۔

(a) ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ﴾ (آیت:92)

”یہ ایک کتاب ہے، جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی خیر و برکت والی ہے۔“

(b) ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (آیت:155)

”یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے، ایک برکت والی کتاب، لہٰذا تم اس کی پیروی کرو! اور تقویٰ کی روش اختیار کرو! بعید نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

10- سورۃ ﴿الانعام﴾ میں ﴿صراط مستقیم﴾ اور قرآن کی طرف دعوت:

(a) مشرکینِ مکہ کو بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ ملتِ ابراہیمی کی پیروی کر رہے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ موحد تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔﴿قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ (آیت:161)

(b) مشرکین مکہ کو دعوت دی گئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سیدھے راستے کی پیروی کریں، جو توحید اور نجات کا واحد راستہ ہے۔

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ﴾ (آیت:153)

-11 سورۃ ﴿الانعام﴾ میں توحیدِ خالقیت وربوبیت سے ﴿توحیدِ الوہیت﴾ پر استدلال:

﴿توحیدِ الوہیت﴾ اور توحیدِ عبودیت کو ثابت کرنے کے لیے، ﴿خالقیت﴾ اور ﴿ربوبیت﴾ سے استدلال کیا گیا۔

(a) صرف اور صرف اپنے ﴿خالق﴾ اور اپنے ﴿رب﴾ کی ﴿عبادت﴾ کا حکم دیا گیا، جس کے علاوہ کوئی ﴿الٰہ﴾ نہیں ہے۔

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ﴾ (آیت:102)

(b) رسول ﷺ کو وحی کی پیروی کرنے، صرف اور صرف اللہ کو ﴿اِلٰہ﴾ تسلیم کر لینے اور مشرکین سے اعراض کا حکم دیا گیا۔

﴿اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ (آیت:106)

سورۃُ الاَنعام کا نظمِ جلی

سورۃ الانعام سات (7) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 73: پہلے پیراگراف میں، مشرکینِ مکّہ (بنی اسمٰعیل) سے مناظرہ اور مجادلہ کر کے ان کے خلاف فردِ جرم عائد کی گئی ہے۔

پہلے اللہ کا تعارف ہے کہ وہ خالق ارض وسماء ہے اور انسان کو مقررہ وقت تک اس زمین پر رکھے گا، مکمل علم رکھتا ہے۔ پھر مشرکین مکّہ کے خلاف فردِ جرم (Charge Sheet) ہے۔

مشرکین مکہ مخلوق کو خالق کے برابر سمجھتے ہیں (1) شک میں مبتلا ہیں (2) ہر محکم دلیل کے باوجود اعراض و اجتناب کا رویہ اختیار کرتے ہیں (4) حق کو جھٹلا کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں (5)، قرآن کو کھلا جادو سمجھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے؟ یہ منکرِ آخرت ہیں، انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جمع کرے گا (آیت:13) ضدی اور ہٹ دھرم ہیں، کسی دلیل پر غور نہیں کرتے، قرآن کو پچھلے لوگوں کی کہانیاں کہہ کر ٹال دیتے ہیں (آیت:26) روزِ قیامت نادم و شرمسار ہوں گے (آیت:28) منکرِ آخرت ہیں، صرف دنیا کی زندگی ہی کو تسلیم کرتے ہیں (آیت:29) حسّی معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ (آیت:37) اللہ تعالیٰ کی قدرت، طاقت، ولایت اور اختیار کو ثابت کیا گیا کہ وہی نفع اور نقصان کا مالک ہے اور اس قرآن کے ذریعے انہیں خبردار کیا جارہا ہے۔ (آیت:19) مشرکین مکہ کے سامنے توحید کے آفاقی دلائل رکھے گئے (آیت:38)۔ پھر انفسی دلائل رکھے گئے کہ انسان عذاب کے موقع پر غیر اللہ کو بھول جاتا ہے اور اللہ ہی کو پکارتا

ہے۔(آیت:30) پھر تاریخی دلائل رکھے گئے کہ سخت دل قوموں کو پہلے دکھ کے امتحان میں مبتلا کیا جاتا ہے، پھر سکھ کے امتحان میں اور بالآخر انہیں ہلاک کر دیا جاتا ہے۔(آیت:45) اور ظالم قومیں ہلاک کر دی جاتی ہیں۔ (آیت:47)

منصبِ رسالت کی وضاحت کر کے اللہ اور رسول کی صفات کا فرق واضح کیا گیا:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام رسول لوگوں کو خوش خبری دینے کے لیے اور خبر دار کرنے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ (آیت:48)

ان کے پاس خزانے بھی نہیں ہوتے اور غیب کا مکمل علم بھی نہیں ہوتا، بلکہ وہ صرف اور صرف اللہ کی وحی کی پیروی کرتے ہیں۔(آیت:50) رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ صبح شام اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے والے صحابہؓ کا ساتھ نہ چھوڑیں۔ (آیت:52) نبی ﷺ کو ﴿مِن دُونِ اللهِ﴾ کی عبادت سے روک دیا گیا ہے(56)۔ رسول کے پاس قوموں کو عذاب دینے کا اختیار نہیں ہوتا، بلکہ یہ اللہ کا اختیار ہے(57)۔ اگر یہ اختیار ہوتا تو ان کا فیصلہ چکا دیا جاتا(58)۔ غیب کے خزانوں کی چابیاں بھی نبی ﷺ کے پاس نہیں ہیں، بلکہ ان کا علم صرف اللہ کے پاس ہے(59)۔ اللہ تعالیٰ ہی موت دیتا ہے۔ رسول ﷺ کو ان ضدی لوگوں سے اعراض کرنے کی ہدایت دی گئی، جو دنیا کے لھو ولعب میں مبتلا ہیں، ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ (آیت:70)

نبی ﴿مِن دُونِ اللهِ﴾ سے دعا بھی نہیں کر سکتا، جو نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ (آیت:71)

نبیوں کو مطیع ہو جانے، نماز قائم کرنے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے ہی کا حکم دیا گیا ہے۔ (آیت:72)

حکیم وخبیر بااختیار خدا قیامت کو برپا کر کے رہے گا۔ (آیت:73)

2- آیات 74 تا 94: دوسرے پیراگراف میں، انبیاء کی تاریخ دعوتِ توحید کی روشنی میں، مشرکینِ مکہ سے مناظرہ اور مجادلہ کیا گیا:

مشرکینِ مکہ کو سمجھایا گیا کہ انہیں حضرت ابراہیمؑ کی زندگی سے سبق حاصل کر کے اپنے باپ دادا کے عقیدۂ شرک کو ترک کر کے عقیدۂ توحید اختیار کرنا چاہیے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہر تکلف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے والد اور اپنی قوم کو صاف کہہ دیا "میں آپ لوگوں کو صریح گمراہی میں پاتا ہوں۔" ﴿إِنِّيٓ أَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ﴾ (آیت:74)

حضرت ابراہیمؑ نے غور و تدبر سے کام لے کر پہلے ستاروں کو خدا ماننے سے انکار کر دیا، پھر چاند کو اور پھر سورج کو اور بالآخر اس نتیجے پہ پہنچے کہ زمین آسمان کا خالق ہی عبادت کے لائق ہو سکتا ہے(79)۔ حضرت ابراہیمؑ کی قوم نے بھی (مشرکینِ مکہ کی طرح) اپنے خداؤں کی مار سے حضرت ابراہیمؑ کو ڈرایا، لیکن وہ ﴿غَيْرُ اللهِ﴾ کی تخویف سے بالکل نہیں ڈرے اور بتایا کہ اہلِ توحید ہی کو امن حاصل ہو سکتا ہے، اہلِ شرک اور اہلِ ظلم کے لیے کوئی امن نہیں۔ (آیت:81)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو دلیل و برہان کی حجت عطا کر کے ان کے درجات بلند کیے۔ (آیت:82)

حضرت ابراہیمؑ کے بعد دیگر انبیاء کی دعوتِ توحید کا ذکر کر کے مشرکینِ مکہ کو توحید کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ حضرات اسحٰقؑ، یعقوبؑ، نوحؑ، داودؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ، ہارونؑ، زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ، الیاسؑ، اسمٰعیلؑ، یسعؑ، یونسؑ اور لوطؑ سترہ(17) پیغمبروں کا ذکر کیا گیا کہ ان

سب کو بھی توحید کی ہدایت دی گئی تھی۔ اگر یہ جلیل القدر پیغمبر بھی شرک کرتے تو ان کے اعمال بھی ضائع ہو جاتے (88)۔ مشرکین مکہ کو بتایا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا اس طرح صحیح اِدراک نہیں کیا، جیسا کہ اُس کا حق ہے اور یہ صرف وحی کی روشنی میں ہی ممکن ہے (91)۔ تورات کے بعد اب قرآن کی صورت میں اس مبارک وحی کا نزول ہوا ہے، تاکہ اُمّ القریٰ (مکہ) اور اس کے اَطراف و اَکناف کے لوگوں کو خبردار کیا جائے (92)۔ قریش کی متکبر اور مفتری قیادت کو عالم نزع اور عذابِ قبر سے ڈرایا گیا۔ (آیت:93)

مشرکین مکہ کے خود ساختہ عقیدۂ شفاعت کی تردید کی گئی۔ (آیت:94)

3- آیات 95 تا 113 : تیسرے پیراگراف میں، ابطالِ شرک اور اثباتِ توحید کے لئے آفاقی دلائل سے مناظرہ اور مجادلہ کیا گیا:

اللہ تعالیٰ کی صفات کے ذریعے اس کا مزید تعارف کرایا گیا کہ وہ رب بھی ہے، زندگی اور موت کے اختیارات رکھتا ہے (95)۔ چاند اور سورج کی گردش کا اختیار رکھتا ہے (96)۔ بارش کے ذریعے سبزیاں اور پھل فراہم کرتا ہے، لیکن مشرکین مکہ ان تمام دلائل کے باوجود، فرشتوں اور جنات کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں منسوب کرتے ہیں (100)۔ عقلی دلیل پیش کی گئی کہ اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے، جب کہ کوئی اس کی بیوی ہی نہیں (101)۔ مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں اپنے خالق اور رَبّ کو، اِلٰہ اور حاکم تسلیم کرنے کی دعوت دی گئی۔ (آیت: 102) نو مسلم صحابہؓ کو ہدایت دی گئی کہ دعوت میں شائستہ زبان استعمال کریں۔ مشرکین کے خداؤں کے لیے غلط زبان استعمال کرنے سے پرہیز کریں، ورنہ مشرکین بھی لاعلمی میں اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہہ سکتے ہیں۔ (آیت:108)

مشرکین مکہ کے مطالبات کا جائزہ لیا گیا کہ یہ حسّی معجزات کا مطالبہ کر رہے ہیں، لیکن یہ اس قدر ضدی لوگ ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان پر فرشتے بھی نازل کرتا، قبروں سے مردے اٹھ کر ان سے گفتگو کر لیتے اور دنیا کی ہر چیز ان کے لیے جمع کر دی جاتی تب بھی یہ ایمان نہ لاتے۔

4- آیات 114 تا 121 : چوتھے پیراگراف میں، ﴿شرك في التشريع﴾ کی تردید کی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی زبان سے کہلوایا گیا کہ مفصل کتاب کے نازل کیے جانے کے بعد وہ کسی غیر اللہ کو اپنا ﴿حَكَم﴾ اور اپنا ﴿شارِع﴾ نہیں تسلیم کر سکتے (114) جب کہ اللہ کا قانون صدق و عدل پر مبنی ہے (115)۔ اس کے برخلاف مشرکین مکہ ظن و خرص سے کام لے رہے ہیں۔ (116) ماکولات میں حلال و حرام کی وضاحت کی گئی کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیے گئے جانور ہی کھائے جا سکتے ہیں۔ (آیت:118)

﴿غیر اللہ﴾ کا نام لے کر ذبح کیے گئے جانور نہیں کھائے جا سکتے۔ (آیت:121)

5- آیات 122 تا 135 : اس پیراگراف میں، قریش کی ﴿مجرم اور مغرور قیادت﴾ کے مکر و فریب کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔

قریش کی مکار قیادت ﴿اکابر مجرمین﴾ کو متنبہ کیا گیا کہ روزِ قیامت یہ عذابِ شدید سے دوچار کیے جائیں گے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمیں بھی رسول بنایا نہیں جاتا۔ (آیت:124)

اللہ تعالیٰ اہلِ ہدایت کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے، جب کہ گمراہ لوگوں کے سینے گندگی سے تنگ ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ وہ ایمان نہیں لاتے (125)۔ توحید کی دعوت ہی صراطِ مستقیم ہے۔ (آیت 126) اس کا ثمرہ جنت ہے۔ (127) انسانوں اور جنات دونوں کو آزادیٔ اختیار عطا کی گئی ہے، لیکن وہ ایک دوسرے کو گمراہ کرتے ہیں۔ اختیار کے صحیح و غلط استعمال پر جزا و سزا کا انحصار ہے۔ روزِ قیامت یہ پچھتائیں گے اور خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ یہ دنیا میں کھو کر آخرت اور رسالت کا انکار کرتے رہے۔

آخر میں قانونِ ہلاکتِ اقوام اور قانونِ استبدالِ اقوام کی وضاحت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو لاعلمی میں ظالمانہ طور پر ہلاک نہیں کرتا۔ قریش کو دھمکی دی گئی کہ اب آپ اپنی جگہ کام کریں اور ہم اپنی جگہ، بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انجام بہتر ہوگا؟ ظالم ہرگز فلاح نہیں پا سکتے۔ (آیت:135)

6- آیات 136 تا 154: چھٹے پیراگراف میں، قریش کی بدعات کا ذکر کر کے ان کے ﴿شرك في التشريع﴾ کی وضاحت کی گئی ہے۔

مشرکین پر فردِ جرم عائد کی گئی کہ یہ مویشیوں اور کھیتیوں میں اللہ کے علاوہ ﴿غَيْرُ اللهِ﴾ اور ﴿شُرَكَاءِ﴾ کے حصے مقرر کیا کرتے ہیں۔ (136) قتلِ اولاد کے مرتکب ہیں۔ (137) بعض کھیتیوں اور جانوروں کے حلال و حرام کے سلسلے میں من گھڑت قوانین کے پیرو کار ہیں۔ (آیت 139) اللہ پر جھوٹ باندھ کر اللہ کے رزق کو علم کے بغیر سے حرام ٹھہراتے ہیں۔ (140) اس طرح اللہ تعالیٰ کو ﴿شارع﴾ تسلیم کرنے کے بجائے، یہ خود شارع بن گئے ہیں۔ مسلمانوں کو ہدایات دی گئیں کہ وہ اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھیں۔ کھیتی کٹنے پر پیداوار کی زکوۃ ادا کریں۔ اسراف سے بچیں (141)۔ اللہ کے رزق کو استعمال کریں، لیکن شیطان کی پیروی سے بچیں۔ (142)

آلْأَنْعَامِ (8 مویشیوں) کا ذکر کر کے بتایا گیا کہ اللہ نے ان میں سے کوئی چیز بھی حرام نہیں کی۔ صرف مردار، بہتا خون، سور کا گوشت اور اللہ کے نام کے بغیر ذبح کیے گئے جانور ہی حرام کیے گئے ہیں۔ حلال و حرام کے تشریعی قوانین اللہ کی رحمت کی دلیل ہیں۔ وہ وسیع رحمت والا ہے، لیکن مجرموں سے عذاب نہیں ہٹایا جائے گا، جو ظن و خرص سے کام لے کر خود ﴿شارع﴾ بن کر حلال و حرام کے قوانین بنا رہے ہیں، اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں، آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور دوسری ہستیوں کو اللہ کے برابر قرار دیتے ہیں (150)۔ مسلمانوں کو ہدایات دی گئیں کہ وہ شرک سے بچیں، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کریں، قتلِ اولاد اور ظاہر و باطن کی فحاشی سے بچیں، قتلِ نفس اور یتیموں کا مال کھانے سے پرہیز کریں، ٹھیک ٹھیک تولیں، گفتگو میں بھی عدل کو ملحوظ رکھیں، اللہ کے عہد کو پورا کریں (152) یہی صراطِ مستقیم ہے، اسی پر چلیں (153) انہی بنیادی باتوں کی تورات میں بھی تعلیم دی گئی تھی۔ (آیت:154)

7- آیات 155 تا 165: ساتویں اور آخری پیراگراف میں، ﴿دعوتِ توحید کا خلاصہ﴾ بیان کر کے قرآن کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی صورت میں آخری ہدایت آچکی ہے۔ اب اس کی پیروی کرنے پر ہی ان پر رحم کیا جائے گا۔ دینِ ابراہیمی میں تفرقہ پیدا کرنے والوں سے رسول اللہ ﷺ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ (آیت:158)

یہ ملتِ ابراہیمی کی اساس پر سیدھا دین ہے اور صراطِ مستقیم ہے۔ حضرت ابراہیمؑ مشرک نہیں تھے۔ (آیت:161)

نماز ہو یا قربانی، زندگی ہو یا موت سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہونا چاہیے، شرک سے بچ کر اللہ کی بندگی اختیار کرنی چاہیے۔

روزِ قیامت دوسرے بوجھ نہیں اٹھائیں گے، اس لیے انسان کو خود اپنے اعمال کی فکر کرنی چاہیے۔ (آیت:164)

آخر میں بتایا گیا ہے کہ انسان کو خلیفہ بنا کر بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی، تا کہ ﴿لِيَبْلُوَكُمْ فِيمَآ اٰتَاكُمْ﴾ یعنی جو کچھ عطا کیا گیا ہے، اس میں آزمائش اور امتحان لیا جائے اور اللہ تعالیٰ ﴿سريعُ العِقَاب﴾ بھی ہے اور ﴿غَفُورٌ رَّحِيم﴾ بھی ہے۔ (آیت:165)

مرکزی مضمون

بنی اسمٰعیل میں ملتِ ابراہیمی اور عقیدۂ توحید کے سچے وارث، قریش (مشرکینِ مکہ) نہیں، بلکہ محمد ﷺ ہیں۔ بنی اسمٰعیل (مشرکینِ مکہ) سے مباحثہ و مجادلہ کرتے ہوئے، شرک کی مختلف قسموں پر تنقید کے بعد، توحید کی قسمیں اور توحید کے تقاضے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ قریش کو اللہ کی حاکمیت اور تشریع کے بارے میں صاف صاف بتادیا گیا کہ حلال و حرام صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس بارے میں قریش کی بدعات خود ساختہ ہیں۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

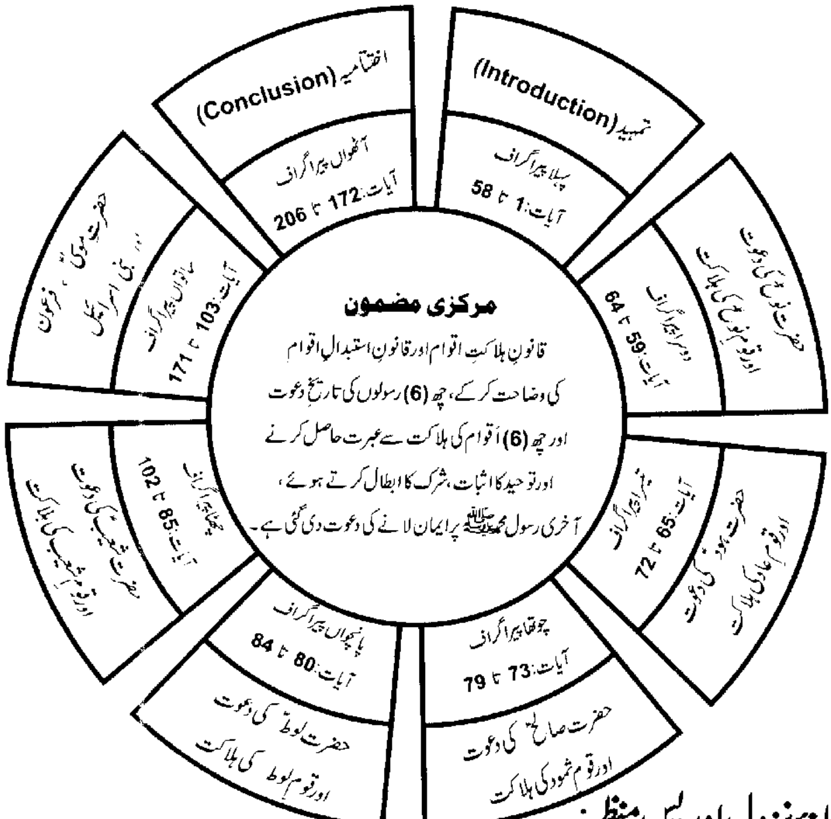
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

07- سُوْرَةُ الْاَعْرَاف

آیات : 206 ...... مَکِّیَّۃ ...... پیراگراف : 8



زمانۂ نزول اور پس منظر:

سورت ﴿الاَعـرَاف﴾ آخری سورت ہے، جو رسول اکرم ﷺ کے قیام مکہ کے چوتھے اور آخری دور (11 تا 13 نبوی) میں ہجرت سے عین پہلے، غالباً 13 نبوی میں سورت ﴿الانـعَـام﴾ اور سورت ﴿الحَجّ﴾ کی ابتدائی آیات کے بعد نازل ہوئی۔

یہ وہ زمانہ تھا، جب رسول اللہ ﷺ کے قتل کے منصوبے ہو رہے تھے۔ قریشِ مکہ کو قوموں کی ہلاکت کی تاریخ اور اس کے اسباب بتا کر تنبیہ کی گئی کہ ان کا انجام بھی ہلاکت ہوسکتا ہے۔ سورت کے آخر میں رسول اللہ ﷺ اور اہلِ ایمان کو صبر و استقامت کی ہدایات دی گئی ہیں۔

خصوصیات

1۔ آیت نمبر 34 میں ﴿ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ﴾ کے الفاظ سے ہلاکتِ اقوام کے بارے میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، افراد کی طرح، اقوام کی موت کا وقت بھی مقرر ہے، جس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہوتی۔

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ (آیت:34)

2۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے قانونِ ہلاکت [Law of Annihilation] اور [Law of Replacement] قانونِ استبدال کی وضاحت ہے کہ وہ وقفہ وقفہ سے قوموں کو مہلت دینے کے بعد ہلاک کر دیتا ہے، ان کے نیک لوگوں کو بچالیتا ہے اور پھر امامت اور قیادت کے لیے ایک اور قوم کو میدانِ امتحان میں لے آتا ہے۔

3۔ سورۃ ﴿الاعراف﴾ نظم کے اعتبار سے سورۃ ﴿ھود﴾ سے مشابہ ہے۔ دونوں کے آٹھ پیرا گراف ہیں۔ دونوں میں تمہید اور اختتامیے کے درمیان چھ (6) قوموں کی جانشینی اور ہلاکت کے سچے واقعات بیان کر کے اللہ تعالیٰ کا قانونِ ہلاکت اور قانونِ استبدال سمجھایا گیا ہے۔

سورۃُ الاعراف کا کتابی ربط

1۔ سورۃ البقرۃ کے پہلے تمہیدی حصے میں بنی اسرائیل کے لیے جو عمومی باتیں بیان کی گئیں تھیں، انہیں کا اعادہ یہاں سورۃ الاعراف میں بنی اسمٰعیل کے لیے ایک نئے انداز سے کیا گیا ہے۔

2۔ ﴿سورۃ الانعام﴾ میں ہلاکتِ اقوام کا اجمالی ذکر آیت نمبر 6 میں کیا گیا تھا، یہاں ﴿سورۃ الاعراف﴾ میں یکے بعد دیگرے چھ (6) قوموں کی ہلاکت کا تفصیلی بیان ہے۔

3۔ اگلی سورت ﴿ الانفال ﴾ میں جہاد کا حکم ہے۔ ﴿سورۃ الاعراف﴾ میں مجرم قوموں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے راست (Direct) ہلاکت کا بیان ہے، جب کہ اگلی دو (2) سورتوں میں مجرموں کی مسلمانوں کے ہاتھوں بالواسطہ (Indirect) ہلاکت کا ذکر ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿الاعراف﴾ میں ہلاکتِ اقوام سے عبرت کا درس:

قوموں کی تاریخ ہلاکت سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اچانک ہلاک کیا، جب وہ سو رہے تھے، یا دن میں قیلولہ کر رہے تھے۔ ﴿وَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ﴾ (آیت:4)

مندرجہ ذیل چھ (6) قوموں کی ہلاکت کا ذکر کیا گیا، ان کے جرائم بھی گنوائے گئے اور طریقۂ ہلاکت کی بھی وضاحت کی گئی۔

(a) قومِ نوحؑ کی ہلاکت: غالباً 3,500 ق م میں قومِ نوحؑ کو ان کی "تکذیب کے جرم میں" غرق کر کے ہلاک کیا گیا۔
﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ (آیت:64)

(b) قومِ ھودؑ (عاد) کی ہلاکت: غالباً 3,000 ق م میں قومِ عاد کو ان کی "تکذیب کے جرم میں" ہوا کے ذریعے سے ہلاک کر کے اہلِ ایمان کو بچا لیا گیا۔ ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ (آیت:72)

(c) قومِ صالحؑ (ثمود) کی ہلاکت: غالباً 2,500 ق م میں قومِ ثمود کو ان کی "تکذیب کے جرم میں" ایک زلزلے کے ذریعے ہلاک کیا گیا۔ ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ (آیت:78)

(d) قومِ لوطؑ کی ہلاکت: غالباً 2,100 ق م میں مجرم قومِ لوطؑ کو ان کی "تکذیب کے جرم میں" پتھروں کی بارش کے ذریعے ہلاک کیا گیا۔ ﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ (آیت:84)

(e) قومِ شعیبؑ کی ہلاکت: غالباً 1,400 ق م میں قومِ شعیبؑ کو ان کی "تکذیب کے جرم میں" زلزلے کے ذریعے ہلاک کیا گیا۔
﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ (آیت:91)

(f) آلِ فرعون کی ہلاکت: غالباً 1,300 ق م میں قومِ موسیٰؑ کو ان کی "تکذیب کے جرم میں" غرق کر کے ہلاک کیا گیا۔
﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ﴾ (آیت:136)

2- سورۃ ﴿الاعراف﴾ میں حضرت آدمؑ اور ابلیس کی کشمکش کی داستان کا تفصیلی ذکر:

سورۃ الاعراف میں حضرت آدمؑ اور ابلیس کی کشمکش کی داستان اور ابلیس کا طریقۂ واردات بھی بیان کیا گیا۔

(a) ابلیس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ ﴿لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ﴾

(b) ابلیس سمجھتا تھا کہ میں آدمؑ سے بہتر ہوں۔ وہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور میں آگ سے یہی وہ تکبر ہے، جو مخلوق کو لے ڈوبتا ہے۔
﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾ (آیت:12)

(c) ابلیس کے طریقۂ واردات کی وضاحت کی گئی کہ وہ وسوسوں کے ذریعے سے گمراہ کرتا ہے۔ بے لباس کرتا ہے اور بے شرمی پر اکساتا ہے۔ ﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا﴾

(d) حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو ابلیس نے جھانسہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ دونوں کو اس درخت کے پاس جانے سے صرف اس لیے روکا ہے کہ اس طرح آپ دونوں فرشتے بن جائیں گے اور آپ دونوں کو حیاتِ دوام حاصل ہو جائے گی۔
﴿مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ﴾ (آیت:20)

(e) ابلیس نے دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ میں آپ کا ناصح اور خیر خواہ ہوں۔
﴿وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ﴾ (آیت:21)

(f) اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو یہ قصہ سنا کر خبردار کیا ہے کہ وہ اپنے دشمن ﴿ابلیس﴾ کے دام میں گرفتار ہونے سے بچیں۔ اس کے مکر فریب اور چالبازیوں کو سمجھیں۔ وہ فحاشی اور عریانی پر اکساتا ہے۔ ابلیس اور اس کا قبیلہ انسانوں کو دیکھ سکتا ہے، لیکن انسان انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان نہ لانے والوں کو ابلیس کا دوست بنا دیا ہے۔

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (آیت:27)

3- سورۃ ﴿الاعراف﴾ میں ﴿متکبر قیادت﴾ کے رویوں کی نشاندہی:

سورۃ الاعراف میں قوموں کی قیادت کے ﴿تکبر﴾ کا بھی تفصیلی ذکر ملتا ہے، جس کے سبب انہیں ہلاک کیا گیا۔

(a) اللہ کی آیات کو متکبرانہ رویوں سے مسترد کر کے جھٹلا دینے والی مجرم قیادت کو صاف صاف بتا دیا گیا کہ وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو سکے گی۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ﴾ (آیت:40)

(b) قومِ ثمود کی کافر قیادت بھی متکبر تھی اور عام لوگوں کو دبا کر رکھتی تھی۔ یہ کمزور لوگ ہر قسم کے دباؤ کے باوجود حضرت صالح ؑ پر ایمان لے آئے۔

﴿قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ (آیت:75)

(c) قومِ شعیبؑ کی کافر قیادت بھی متکبر تھی۔

انہوں نے حضرت شعیبؑ اور ان کے مومن ساتھیوں کو جلاوطنی (Deportation) کی دھمکی دی اور کہا کہ آپ کے سامنے صرف دو راستے ہیں، جلاوطنی یا پھر آپ کو دوبارہ ہمارا مذہب اختیار کرنا پڑے گا۔

﴿قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا﴾

حضرت شعیبؑ نے بنیادی مذہبی حقوق (Right of Freedom of Faith) کی دہائی دی۔ پوچھا کہ کیا تم لوگ ہماری ناگواری کے باوجود، اپنا باطل اور مشرکانہ مذہب ہم پر مسلط کرو گے؟ ﴿قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ﴾ (آیت:88)

4- سورۃ ﴿الاعراف﴾ میں مختلف انبیاء کی ﴿دعوتِ اُلوہیت﴾ کا تذکرہ:

سورۃ الاعراف سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ تمام انبیاء نے سب سے پہلے لوگوں کو توحید کی دعوت دی۔

اللہ ہی کی عبادت کرو! اُس کے علاوہ کوئی اور ﴿إِلٰه﴾ نہیں ہے۔

(a) حضرت نوحؑ نے بھی اپنی قوم کو توحید کی ﴿دعوتِ اُلوہیت﴾ دی۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ (آیت:59)

(b) حضرت ہودؑ نے بھی اپنی قوم عاد کو توحید کی ﴿دعوتِ اُلوہیت﴾ دی۔

﴿وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ (آیت:65)

(c) حضرت صالحؑ نے بھی اپنی قوم ثمود کو توحید کی ﴿دعوتِ اُلوہیت﴾ دی۔

﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ (آیت:73)

(d) حضرت شعیبؑ نے بھی اپنی قوم مدین کو توحید کی ﴿دعوتِ اُلوہیت﴾ دی۔

﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ (آیت:85)

5- سورۃ ﴿الاعراف﴾ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی ﴿رسالت کی حقانیت﴾ کی دلیلیں:

نبیِ اُمی محمد ﷺ پر ایمان لانے کے لیے آپ ﷺ کی حقانیت کی تاریخی اور عملی اور واقعاتی دلیلوں پر غور وفکر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

(a) آپ ﷺ کی رسالت کی حقانیت کی تاریخی اور نقلی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر تورات اور انجیل میں مذکور ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾

(b) آپ ﷺ کی حقانیت کی عملی اور واقعاتی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ پاک چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتے ہیں۔ سماجی اور معاشی عدل وانصاف کے علمبردار ہیں۔ غلط عقائد واوہام کے بوجھ ﴿اِصر﴾ کو لوگوں کی پیٹھوں سے اتارتے ہیں۔ توحید کی صاف اور شفاف راہ پر گامزن ہو کر دوسروں کو بھی اسی راستے پر چلانا چاہتے ہیں۔ شرک، بدعت، استحصال اور ظلم وزیادتی کے پھندوں ﴿اَغلال﴾ سے انسانیت کو نجات دے کر آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ ﴿يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (آیت:157)

(c) آپ ﷺ پر ایمان لانے والے اور آپ ﷺ پر نازل کیے جانے والے نور (یعنی قرآن) کی اتباع کرنے والے ہی فلاح پائیں گے۔ ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

(d) رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی عالمگیر رسالت کا علی الاعلان اظہار کریں کہ وہ زندگی اور موت کا اختیار رکھنے والے مالک ارض وسماء کے سرکاری نمائندہ ہیں۔ تمام انسانوں کو (بشمول بنی اسمٰعیل وبنی اسرائیل) اللہ اور اس کے اُمی نبی پر ایمان لانے کی

دعوت دی گئی۔ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ﴾ (آیت:158)

سورۃُ الاعراف کا نظمِ کلام

سورۃُ الاَعراف آٹھ (8) پیرا گرافوں پر مشتمل ہے۔ پہلے اور آخری پیرا گراف میں دعوتِ توحید کا اعادہ ہے۔ درمیان کے چھ (6) پیرا گرافوں میں چھ (6) قوموں کی یکے بعد دیگرے ہلاکت کے سچے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

1- آیات 1 تا 58: پہلے پیرا گراف میں تمہید (Introduction) ہے۔ اس کے پانچ (5) ذیلی پیرا گراف ہیں۔

(a) آیات 1 تا 10: نزولِ قرآن کا مقصد ﴿اِنذار﴾ یعنی (Warning) بتایا گیا۔ توحید، رسالت اور آخرت، تینوں مضامین کا احاطہ کیا گیا۔ قرآنِ مجید کا اتباع کرنے اور دیگر ﴿اولیاء﴾ کی پیروی ترک کرنے کا حکم دیا گیا ورنہ پچھلی ظالم قوموں کی طرح عذاب نازل ہو سکتا ہے۔ روزِ قیامت تمام رسولوں سے اور ان کی قوموں سے، جن میں وہ مبعوث کیے گئے تھے، باز پرس ہو گی۔

﴿فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (آیت:6)

روزِ قیامت جس کا نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گا، وہ فلاح پائے گا اور جس کا ہلکا ہوا، وہ خسارے میں ہو گا۔ (آیات:7تا9)

اللہ تعالیٰ (ہلاک کرنے کے بعد) دوسری قوم کو تمکین عطا کرتا ہے۔ رزق دیتا ہے، لیکن لوگ شکر نہیں کرتے۔ (آیت:10)

(b) آیات 11 تا 25 پر مشتمل دوسرے ذیلی پیرا گراف میں، قصۂ آدم و ابلیس سنا کر آدمؑ کی اولاد کو، ابلیس کے شر سے بچنے کی ہدایت کی گئی۔ ابلیس کو غرور تھا کہ وہ آدم سے بہتر ہے۔ (آیت:12)

ابلیس نے قسم کھائی ہے کہ وہ انسانوں اور جنات کو گمراہ کر کے رہے گا۔ آگے پیچھے اور دائیں بائیں حملہ کرے گا، جس کے نتیجے میں وہ ناشکرے بن جائیں گے۔ (آیت:17)

ابلیس نے جھانسہ دے کر، آدمؑ اور حواؑ کی ستریں ایک دوسرے کے لیے کھلوا دیں۔

ابلیس کا طریقۂ واردات یہ ہے کہ وہ انسان کو جھوٹی باتوں اور آرزوؤں میں الجھا کر بہکاتا ہے۔ آدمؑ و حواؑ کو اس نے یہ کہہ کر بہکایا کہ تم فرشتے بن جاؤ گے، تمہیں موت نہیں آئے گی، اگر تم اس درخت کو چکھ لو گے۔ (آیت:20)

ابلیس نے قسم کھا کر کہا یقین دلایا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ (آیت:21)

آدمؑ اور حواؑ کی توبہ پر، اللہ نے دعا سکھائی ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا﴾ اور انہیں معاف کر کے زمین کی خلافت عطا کی۔ (آیات: 23تا25)

آدمؑ اور ابلیس دونوں کو آزادیٔ اختیار (Freedom of choice) عطا کی گئی۔ دونوں نے حکم عدولی کی، لیکن حضرت آدمؑ نے اپنی غلطی تسلیم کر لی، جبکہ ابلیس اپنی غلطی پر اڑا رہا۔

(c) آیات 26 تا 34 پر مشتمل تیسرے ذیلی پیراگراف میں ابلیس کے طریقۂ کار کی وضاحت کی گئی کہ وہ فحاشی اور عریانی پر اکساتا ہے، جو فطرتِ آدم اور ابن آدم کے خلاف ہے۔ ستر پوشی انسانی فطرت میں داخل ہے۔ (آیت:26)

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو خبردار کر دیا کہ وہ ابلیس کی باتوں میں آ کر عریانی اور فحاشی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ (آیت:27)

ابلیس اور دیگر جنات انسانوں کو دیکھ سکتے ہیں، لیکن انسان انہیں نہیں دیکھ سکتا۔ بنی آدم کو توحید پر قائم رہنے، ابلیس کے دام سے بچنے، آخرت سے ڈرنے اور تقویٰ کا لباس اختیار کرنے کی تاکید کی گئی۔ (آیت:30)

وقتِ عبادت زینت اختیار کرنے اور کھانے پینے کا حکم دیا گیا، لیکن اِسراف سے بچنے کی تلقین کی گئی۔ (آیت:31)

جس طرح فحاشی، عریانی وغیرہ جیسی حرام چیزوں کو، حلال کر لینا گناہ ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال کردہ رزق اور زینت کو حرام کر لینا بھی جائز نہیں۔ ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ (آیت:32)

اللہ تعالیٰ نے شرک اور ظاہری و باطنی فحاشی، گناہ اور زیادتی اور اللہ سے ان باتوں کو منسوب کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے، جو اللہ نے بیان نہیں کیں۔ نافرمان قوموں کی ہلاکت کا وقت مقرر ہے۔

(d) آیات 35 تا 53 پر مشتمل چوتھے ذیلی پیراگراف میں کارِ رسالت کی وضاحت کی گئی، جس کے نتیجے میں لوگ جنّتی یا دوزخی بن سکتے ہیں۔ بنی آدم کی ہدایت کے لیے 'قانونِ رسالت' بیان کیا گیا کہ ان کے پاس مسلسل پیغمبر آتے رہیں گے، ہدایت کی طرف دعوت دیں گے اور انہی کی تعلیمات کی پیروی اور عدم پیروی کی بنیاد پر جنت اور دوزخ کا فیصلہ ہو گا۔ (آیت:36)

دوزخ میں انسانوں اور جنات کی نسلیں یکے بعد دیگرے داخل کی جائیں گی، ہر نسل اور ہر گروہ اپنی پچھلے گروہ کے لیڈروں پر لعنت کرے گا کہ ان کی وجہ سے ہم دوزخ میں داخل کیے گئے۔ ان کے لیے دوگنے عذاب کا مطالبہ کریں گے۔

قریش کو بالخصوص اور تمام انسانوں کو بالعموم، آباپرستی اور روایت پرستی کو چھوڑ کر، قرآن کی دعوتِ توحید پر غور کرنے کی دعوت دی گئی۔ (آیت:39) اہل تکذیب اور اہلِ تکبر کے لیے دوزخ میں آگ کا بچھونا اور آگ کی چادریں ہوں گی اور اہل ایمان کے لیے باغات ہوں گے۔ (آیات:41 تا 42) جنت میں اہل ایمان کے دلوں کی باہمی کدورتیں دور کر دی جائیں گی۔

اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کے درمیان مکالمہ ہو گا۔ اہلِ دوزخ بھی اعتراف کریں گے کہ اللہ کا وعدہ سچا تھا۔ (آیت:44)

أصحابُ الأعراف

اہلِ اعراف (بلندی پر کھڑے ہوئے لوگ) اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ دونوں کو دیکھ سکیں گے۔ جنت والوں کو دیکھ کر انہیں سلام کریں گے اور کہیں گے ہم ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے، لیکن اللہ سے امید رکھتے ہیں۔ (آیت:46)

دوزخ والوں کی طرف دیکھ کر دعا کریں گے: اے رب! ہمیں ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا!۔ (آیت:47)

اہلِ دوزخ، اہلِ جنت سے پانی اور رزق مانگیں گے، جو ان کے لیے حرام ہو گا۔ (آیت:50)

شفاعت کے باطل تصور کی نفی کی گئی ہے۔ اہلِ دوزخ دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کی درخواست کریں گے، لیکن قیامت کے بعد دوبارہ عمل کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ (آیت:53)

(c) آیات 54 تا 58 پر مشتمل پانچویں ذیلی پیراگراف میں دلائلِ توحید بیان کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ ہر چیز کو اس نے مسخر کیا ہے۔ ﴿توحیدِ ربوبیت﴾ اور ﴿توحیدِ خالقیت﴾ سے استدلال کرتے ہوئے، ﴿توحیدِ حاکمیت﴾ کو اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ (آیت:54)

﴿توحیدِ دعا﴾ کا مطالبہ اور فساد سے دور رہنے کا حکم دیا گیا۔ خالص توحید اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اللہ کو چپکے چپکے، گڑ گڑاتے ہوئے خوف اور طمع کے ساتھ پکارنے والے محسن ہوتے ہیں۔

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

"اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

﴿وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

(آیت:55 تا 56)

ایک خوبصورت تمثیل کے ذریعے انسانوں کو دعوتِ شکر دی گئی۔ (آیت:58)

قرآن کی بارش سے زرخیز دل رکھنے والے ہی، ایمان لا کر نیکیوں کی فصل اگا سکتے ہیں۔

2- آیات 59 تا 64 : دوسرے پیراگراف میں حضرت نوحؑ کی دعوت اور قومِ نوحؑ کی ہلاکت کا ذکر کیا گیا۔

حضرت نوحؑ (3,000 ق م) کی دعوتِ توحید اور اس کے جواب میں، ان کی قوم کے کافر سرداروں ﴿مَلَاُ﴾ کے رویے کا ذکر ہوا، جنہوں نے حضرت نوحؑ کو گمراہ قرار دیا تھا۔ (آیات: 59 تا 63) حضرت نوحؑ کی تکذیب پر، اُس اندھی قوم کو غرق کر دیا گیا۔ (آیت:64)

3- آیات 65 تا 72 : تیسرے پیراگراف میں حضرت ہودؑ کی دعوت اور قومِ عاد کی ہلاکت کا ذکر ہے۔

قومِ نوحؑ کے بعد، قومِ عاد (غالباً 3,000 ق م) کو اس کا جانشین بنایا گیا۔ ﴿اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ﴾

اس قوم کے کافر سرداروں نے حضرت ہودؑ کو بے وقوف اور کاذب قرار دیا۔

حضرت ہودؑ کی قوم عاد نے آباء پرستی کو چھوڑنے سے انکار کیا۔ توحید کی دعوت کو مسترد کر دیا۔

انہیں تاریخ سے سبق لینے اور ﴿اٰلَآءَ اللّٰهِ﴾ کو یاد رکھنے کی نصیحت کی گئی۔ ﴿فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ﴾ (آیت:69)

حضرتِ ہودؑ اور اہلِ ایمان کو بچا کر، کافر قوم کو ہلاک کر دیا گیا۔ (آیت:72)

4- آیات 73 تا 79 : چوتھے پیراگراف میں حضرت صالحؑ کی دعوت اور قومِ ثمود کی ہلاکت کا ذکر کیا گیا ہے۔

قومِ ہودؑ کے نجات یافتہ افراد، شمالی علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے اور یہ ﴿ثمود﴾ کہلائے (ان کا زمانہ غالباً 2,800 ق م یا 2,500 ق م ہے) پھر یہ قوم بھی متکبر ہوتی گئی۔

ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کو دعوتِ توحید کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اللہ کی نشانی ایک اونٹنی سے دور رہنے اور فساد فی الارض سے بچنے کا حکم دیا۔ (آیت: 73 تا 74)

قوم کے متکبر سرداروں ﴿مَلأ﴾ نے ایمان لانے والے کمزور طبقے سے، تکبر کا اظہار کیا۔

اور اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ (آیات: 77 تا 78)

جس کے نتیجے میں انہیں ایک زلزلہ ﴿الرَّجْفَةُ﴾ کے ذریعے ہلاک کیا گیا۔ (آیت: 79)

5- آیات 80 تا 84 : پانچویں پیراگراف میں حضرت لوطؑ کی دعوت اور قومِ لوطؑ کی ہلاکت کا تذکرہ کیا گیا۔

اس کے بعد اردن کی سرزمین میں حضرت لوطؑ کو (غالباً B.C 2,100) میں مبعوث کیا گیا۔ جن کی قوم عورتوں کے بجائے، مردوں سے دلچسپی رکھتی تھی۔ یہ گھناؤنا جرم پہلے کسی اور قوم سے سرزد نہیں ہوا تھا۔

اس مجرم قوم کو، ایک خاص پتھریلی بارش سے ہلاک کیا گیا، جس میں حضرت لوطؑ کی کافر بیوی بھی شامل تھی۔ اللہ نے حضرت لوطؑ اور ان کے دیگر گھر والوں کو بچا لیا۔ (آیت: 83 تا 84)

6- آیات 85 تا 102 : چھٹے پیراگراف کے دو (2) ذیلی پیراگراف ہیں۔

آیات 85 تا 93 میں حضرت شعیبؑ کی دعوت اور قومِ شعیبؑ کی ہلاکت کا تذکرہ ہے۔

(a) قومِ مدین میں، حضرت شعیبؑ (غالباً 1,300 ق م) نے نہ صرف دعوتِ توحید پیش کی، بلکہ انہیں صحیح تولنے، گھاٹا نہ دینے اور فساد نہ کرنے کی نصیحت کی اور رہزنی سے روکا۔ (آیات: 85 تا 86)

جس کے جواب میں ان کی قوم کے سرداروں ﴿مَلأ﴾ نے انہیں جلاوطنی کی دھمکی دی اور کہا کہ دوبارہ ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ! (آیت: 88) حضرت شعیبؑ نے توحید پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کی۔ (آیت: 89)

قومِ شعیبؑ کو بھی دہلا دینے والی آفت ﴿الرَّجْفَةُ﴾ نے ایسا ہلاک کر دیا کہ گویا کبھی بسے ہی نہ تھے۔ (آیت: 91)

(b) آیات 94 تا 102 میں پچھلی پانچ (5) قوموں کی ہلاکت پر تبصرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ وہ قوموں کی ہلاکت سے پہلے رجوع الی اللہ کے لیے، تنگیوں اور سختیوں کی آزمائش سے دوچار کرتا ہے، پھر رزق کی فراوانی ہوتی ہے۔

ان دونوں قسم کی آزمائشوں میں قوموں کی ناکامی پر قوموں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ (آیت:95)

ایمان اور تقویٰ دو (2) ایسی نعمتیں ہیں، جن کی بدولت زمین اور آسمان سے برکات کا نزول ہوتا ہے، لیکن تکذیب اور بدعملی ایک ایسی لعنت ہے، جس کے سبب قوموں پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (آیت:96)

قریش اور ساری کائنات کو پانچ (5) قوموں، قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوطؑ اور قومِ شعیبؑ کے انجام سے عبرت حاصل کرنے، اللہ تعالیٰ کی قدرتِ عذاب اور قانونِ عذاب سے ڈرنے کا حکم دیا گیا۔

7- آیات 103 تا 171: ساتواں پیراگراف حضرتِ موسیٰؑ کی دعوت، فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کے حالات پر مشتمل ہے:

اس پیراگراف کے چار (4) ذیلی حصے ہیں۔

(a) آیات 103 تا 137 میں حضرت موسیٰؑ کی دعوت اور فرعون کی ہلاکت کا تذکرہ ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو توحید کی دعوت دی اور بنی اسرائیل کو، اپنے ساتھ لے جانے کی درخواست کی۔

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف سے نشانیوں کا مطالبہ کیا گیا۔ (آیت:106)

حضرت موسیٰؑ نے عصا اور ید بیضا کے معجزات پیش کیے (آیت:108)۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ پر جادو ﴿سحر﴾ کا الزام عائد کیا (آیت:109) اور یہ بھی کہا کہ یہ تمہیں اپنی زمین سے بے دخل کرنا چاہتا ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو شکست دینے کے لیے مختلف شہروں سے جادوگر طلب کیے۔ جادوگروں اور حضرت موسیٰؑ کے مقابلے کے لیے ایک خاص دن کا انتخاب ہوا۔ مقابلے میں حضرت موسیٰؑ کے عصا نے جادوگروں کے جادو کو شکست سے دوچار کیا تو جادوگر مسلمان ہو گئے۔ فرعون سیخ پا ہو گیا۔

فرعون نے جادوگروں سے پوچھا کہ تم میری اجازت کے بغیر موسیٰؑ کے خدا پر ایمان لے آئے ہو؟ (آیت:123)

فرعون نے جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دینے اور سولی پر لٹکانے کی دھمکی دی۔ (آیت:124)

مسلمان ہو جانے والے جادوگروں نے ایمان پر بے مثال ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کی۔ (آیت:126)

- فرعون کے درباری سرداروں ﴿مَلَأ﴾ کی شر انگیزیاں اپنا رنگ دکھانے لگیں۔ کیا آپ موسیٰؑ اور ان کی قوم کو یونہی زمین پر فساد کے لیے چھوڑ دیں گے، جب کہ وہ آپ کے خداؤں ﴿اٰلِهَة﴾ کا قائل نہیں ہیں۔

﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ﴾

فرعون نے دھمکی دی کہ ہم ان کے لڑکوں کو قتل کریں گے اور ہم ان پر غالب ہیں۔ (آیت:127)

حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) کو، تعلق باللہ اور صبر کا حکم دیا اور خوش خبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر کے، تمہیں زمین پر جانشین بنائے گا۔

﴿اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (آیت:128)

قانونِ خداوندی کے مطابق، آلِ فرعون کو بھی قحط میں مبتلا کیا گیا تاکہ وہ ﴿رجوع الی اللہ﴾ کریں۔

ان پر طوفان، ٹڈی دل، سرسریوں، مینڈکوں اور خون کا عذاب مسلط کیا گیا۔ (آیت:133)

ان تمام دلائل کے باوجود انہوں نے تکبر کا مظاہرہ کیا۔

فرعون اور آلِ فرعون (جنودِ فرعون) کی ہلاکت ہوئی اور صبر و استقامت کے نتیجے میں کمزور قوم (بنی اسرائیل) کو مشرق و مغرب میں جانشینی عطا کی گئی۔

﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ﴾ (آیت:137)

(b) آیات 138 تا 157 پر مشتمل دوسرے ذیلی پیراگراف میں خروج کے بعد بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کا تذکرہ ہے۔

خروج (Exodus) اور ہلاکتِ فرعون کے بعد بنی اسرائیل جب وادئ سینا میں داخل ہوئے تو ان کا گزر ایک بت پرست قوم پر سے ہوا۔ یہ منظر دیکھ کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہا:

﴿اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ﴾ ہمارے لیے بھی اس طرح کا ایک بت بنا دیجیے! (آیت:138)

یہ ایک ناشکری قوم تھی، جو توحید کے سبق کو بہت جلد فراموش کر چکی تھی۔ اس مطالبے پر حضرت موسیٰؑ بہت برہم ہوئے اور توحید پر استقامت کا حکم دیا (آیت:140)۔ حضرت موسیٰؑ چالیس دن کی قرارداد پر گئے۔ حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشین بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے گفتگو کی۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اللہ نے فرمایا: ﴿لَنْ تَرٰىنِيْ﴾ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ حضرت موسیٰؑ نے اصرار کیا۔ اللہ نے فرمایا: پہاڑ کی طرف دیکھو! اگر وہ اپنی جگہ قائم رہا تو کچھ مدت بعد تم مجھے دیکھ سکو گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

افاقہ ہوا تو فرمایا: ﴿سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ﴾ تو بے عیب ہے۔ تیری طرف ہی رجوع کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں شامل ہوں۔

- اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو الواح (تورات) سے نوازا اور ان پر ثابت قدمی سے پیروی اور شکر کا حکم دیا۔

حضرت موسیٰؑ کی غیر موجودگی میں سامری نے زیورات سے بچھڑے کا ایک پتلا بنایا اور قوم نے اس کی پوجا شروع کر دی۔

جب حضرت موسیٰؑ واپس آئے تو قوم کے شرک پر شدید نفرت کا اظہار کیا اور غضب کا مظاہرہ کیا۔ بھائی پر بھی برہم ہوئے۔

حضرت ہارونؑ کی وضاحت پر حضرت موسیٰؑ نے اپنے اور اپنے بھائی کے لیے استغفار کیا۔ بچھڑے کو خدا بنانے والوں کو دنیوی عذاب سے دوچار کیا گیا۔ (آیت:152)

حضرت موسیٰؑ نے ستر (70) آدمیوں کا انتخاب کیا اور میقات پر پہنچے۔ وہاں ایک سخت زلزلے سے آزمائش کی گئی۔

حضرت موسیٰؑ نے دعائیں کیں اور عذاب ٹل گیا۔ (آیت:155)

بنی اسرائیل کو قصہ موسیٰؑ و بنی اسرائیل سے عبرت حاصل کرنے، اور نبی اُمی محمد ﷺ کی پیروی کا حکم دیا گیا۔

حضرت محمد ﷺ کے (6) نکاتی مشن کی وضاحت کی گئی۔

(1) امر بالمعروف، (2) نہی عن المنکر، (3) تحلیلِ طیبات، (4) تحریم خبائث (5) عقائد و اوہام کے بوجھ کے علاوہ (6) سماجی اور معاشی ظلم و استحصال کے پھندوں سے انسان کو نجات دلانا۔

محمد ﷺ پر ایمان لانے والوں اور مدد کرنے والوں اور ان پر نازل کردہ نور (قرآن) کی پیروی کرنے والوں کے لیے کامیابی کی بشارتیں دی گئیں۔ (آیت:157)

(c) آیت 158 میں بنی اسرائیل کو بھی بنی اسماعیل کے اُمی نبی ورسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

اللہ کی طرف سے محمد ﷺ کو واشگاف اعلان کرنے کی ہدایت کی گئی کہ میں زمین اور آسمان کے بادشاہ کی طرف سے، سارے انسانوں کے لیے ایک رسول ہوں۔ (آیت:158)

(d) آیات 159 تا 171 پر مشتمل چوتھے ذیلی پیراگراف میں بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی بارہ (12) خاندانوں میں تقسیم کر دی۔ ہر خاندان کے لیے ایک الگ چشمہ جاری کر دیا۔

من و سلویٰ کا نزول ہوا۔ بنی اسرائیل کو ﴿حِطَّةٌ﴾ کہنے کا حکم دیا گیا، لیکن بنی اسرائیل نے تحریف کی۔

اصحابِ سبت کا واقعہ بیان کیا گیا کہ کس طرح بنی اسرائیل کا امتحان لیا گیا۔ سبت کے دن مچھلیاں زیادہ آتی تھیں۔

بنی اسرائیل حیلوں اور بہانوں سے کام لے کر حرام چیزوں کو اپنے لیے حلال کر لیا کرتے تھے۔ ان کی نافرمانیوں کے سبب انہیں بندر بنا دیا گیا۔ ﴿فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ﴾ (آیت:166) بدقسمتی سے بنی اسرائیل میں نااہل جانشین پیدا ہوئے۔ دنیا میں گرفتار ہوئے اور جھوٹی توقعات انہیں لے ڈوبیں کہ ہماری مغفرت ہو جائے گی (کیونکہ ہم حضرت یعقوبؑ کی نسل سے ہیں)۔

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا﴾

اللہ تعالیٰ نے اس غلط فہمی کا ازالہ کیا کہ نسل کی بنیاد پر مغفرت نہیں ہو گی، بلکہ جو لوگ اللہ کی کتاب اور نماز کو مضبوطی سے تھامے رکھیں گے، ایسے صالح افراد کے اعمال کا اجر دیا جائے گا۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ﴾

8- آیات 172 تا 206: آٹھویں اور آخری پیراگراف میں اختتامیہ (Conclusion) ہے۔

(a) آیات 172 تا 198 پر مشتمل آیات میں عہدِ اَلَسْت کا تذکرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی روحوں کو پیدا کر کے ان سے پوچھا: ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: ﴿بَلٰى﴾ ہاں ہاں! کیوں نہیں۔ یہ عہد روزِ قیامت کے لیے اِتمامِ حجت ہے۔ توحید کی دلیل فراہم کی گئی اور شرک کا اِبطال کیا گیا۔ توحید، انسانی فطرت میں داخل ہے اور اس کے عین مطابق ہے۔

ایک دنیادار مادہ پرست آدمی کا قصہ ایک خوبصورت تمثیل سے بیان کیا گیا۔ (آیات: 173 تا 175)

اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات اور اپنے احکام سے نوازا تھا، لیکن اس نے شیطان کی پیروی اختیار کی۔ یہ آیاتِ الٰہی کی پیروی کر کے رفعت اور بلندی حاصل کر سکتا تھا، لیکن زمین سے چمٹ بیٹھا ﴿وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ﴾ خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے لگا ﴿وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾ اور کتے کی سی زندگی گزارنے لگا ﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ﴾۔ (جو ہڈیوں اور کتیا کی تلاش میں ہر وقت زبان لٹکائے رہتا ہے، رال ٹپکتی رہتی ہے) (آیت: 176)

دنیادار مادہ پرستوں کو مقصدِ حیات پر غور کرنے کی دعوت دی گئی۔ بہت سے بے مقصد انسان اور جن، مویشیوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر۔ یہ جہنم کی کھیتی ہیں۔ (آیت: 179)

اللہ تعالیٰ کو اس کی حسین و جمیل صفات پر مشتمل ناموں سے پکارنے اور خود ساختہ ناموں سے اجتناب کا حکم دیا گیا۔

محمد ﷺ اور قرآن مجید کو جھٹلانے والوں کے لیے، تباہی کی وعید سنائی گئی۔ (آیت: 183)

محمد ﷺ پر کسی دیوانگی ﴿جنون﴾ کا اثر نہیں ہے، وہ تو نذیر مبین ہیں۔ (آیت: 184)

قیامت کے دن کا علم، صرف اللہ کو ہے۔ قریشِ مکہ کو نہیں بتایا جاسکتا۔ (آیت: 187)

توحیدِ اختیار کی وضاحت کی گئی۔ نفع اور نقصان کا اختیار صرف اللہ ہی کے پاس ہے اور نبی ﷺ کے پاس بھی نہیں۔ توحیدِ علم کی وضاحت کی گئی۔ رسول ﷺ کے پاس بھی غیب کا مکمل علم نہیں ہے، ورنہ وہ اپنے لیے بہت سا خیر جمع کر لیتے اور انہیں کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ ﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ﴾ (آیت: 188)

اختتامی آیات: توحید کے انفسی دلائل فراہم کیے گئے۔ تمام لوگ آدم سے پیدا کئے گئے ہیں، ہر ایک کا جوڑا بنایا گیا ہے، تاکہ وہ سکون حاصل کر سکیں۔ (آیت: 189)

توحید پر قائم رہنے اور شرک سے بچنے کا حکم دیا گیا اور ﴿غَيْرُ اللّٰهِ﴾ کی بے بسی اور لاچاری کی تصویر کھینچی گئی۔ اللہ کے علاوہ لوگ جنہیں پکارتے ہیں، وہ بھی اللہ کے ﴿عِبَاد﴾ بندے ہیں۔ خالق نہیں ہیں، کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے

ہیں۔ ﴿اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾۔ ﴿غَيْرُ اللهِ﴾ نہ تو ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ ﴿وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ﴾

(b) آیات 199 تا 206 پر مشتمل آخری آٹھ (8) آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ہدایات دی گئیں۔

دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھنے، انکار کرنے والوں کے ساتھ، نرمی اختیار کرتے ہوئے امر بالمعروف کا فریضہ سر انجام دینے کا حکم دیا گیا۔ قرآن کی تلاوت کو خاموشی اور پوری توجہ سے سننے کا حکم دیا گیا۔ صبح و شام ﴿غفلت﴾ کی زندگی سے اجتناب کرتے ہوئے، دل اور زبان سے بھی اور ہلکی آواز میں ﴿ذکر﴾ کرنے کی ہدایت دی گئی۔

(1) ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! نرمی و درگزر کا طریقہ اختیار کیجیے!

(2) ﴿وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ﴾ معروف کی تلقین کیے جایئے،

(3) ﴿وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ اور جاہلوں سے نہ اُلجھیے۔ (آیت:199)

(4) ﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ﴾ شیطان کی اکساہٹوں پر اللہ کی پناہ حاصل کیجیے۔

(5) ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ﴾ جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کیجیے۔

(6) ﴿وَاَنْصِتُوْا﴾ (آیت:204) اور خاموشی اختیار کیجیے۔

(7) ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾ دل ہی دل میں، خوف اور گریہ کے ساتھ صبح و شام اللہ کو یاد کیجیے۔

(8) ﴿وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾ (آیت:205) اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت اختیار کرنے والوں میں ہرگز شامل نہ ہونا۔

مرکزی مضمون

قانونِ ہلاکت اقوام اور قانونِ استبدالِ اقوام کو سمجھ کر، چھ (6) رسولوں کی تاریخ دعوت اور چھ (6) اقوام کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ توحید کا اثبات، شرک کا ابطال کرتے ہوئے، آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا چاہیے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

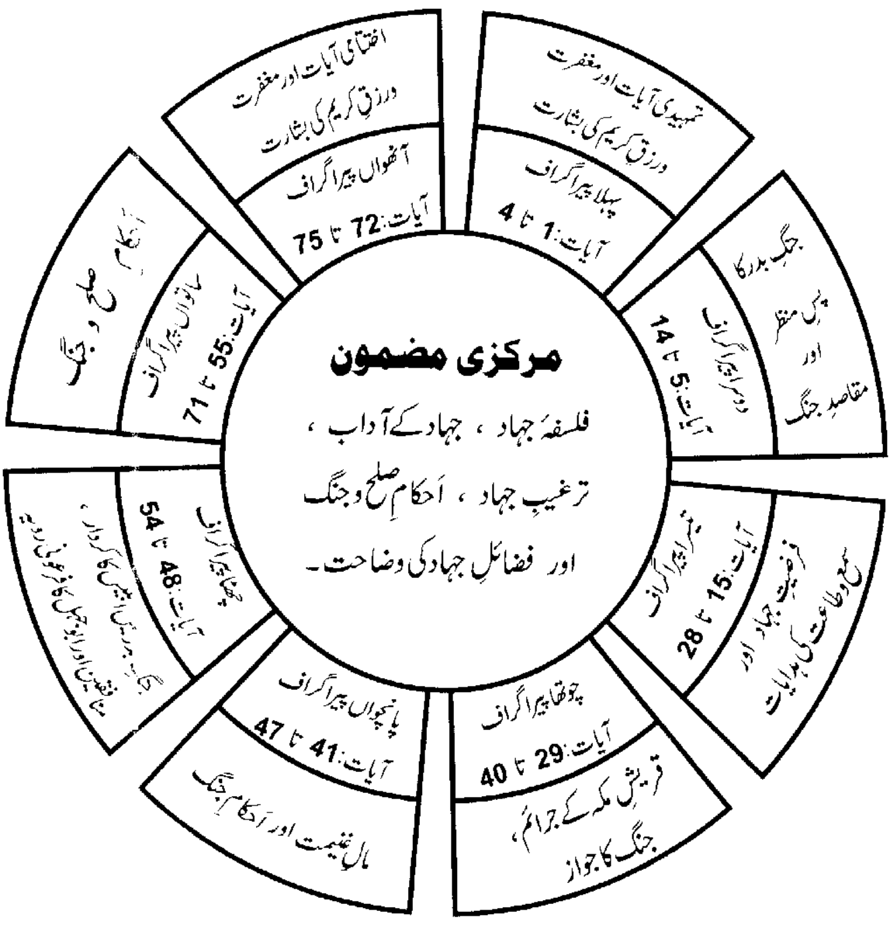
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

08- سُوْرَۃُ الاَنْفَالِ

آیات : 75 ...... مَدَنِیَّۃ" ...... پیراگراف : 8



- **زمانۂ نزول اور پس منظر:**

جنگ بدر، رمضان دو(2) ہجری میں واقع ہوئی۔ سُورۃ ﴿الانفال﴾، ایک مدنی سورت ہے، جو جنگ بدر کے بعد غالبا ذوالقعدہ دو(2) ہجری میں نازل ہوئی۔ جنگِ بدر سے پہلے سُورۃُ ﴿الطّلاق﴾ اور سُورۃ ﴿مُحمّد﴾ نازل ہوئیں تھیں۔

سورۃ الانفال کا کتابی ربط

1- پچھلی سورت، سورۃ ﴿الاعراف﴾ میں مجرم قوموں کے خلاف اللہ تعالیٰ کے راست اقدام بلاکت (Direct Action) کا ذکر تھا۔ اس سورۃ ﴿الانفال﴾ میں، مسلمانوں کے جہاد کے ذریعے، (By Indirect Action) یعنی بالواسطہ طریقے سے مجرم قوموں کی بیخ کنی مقصود ہے، تاکہ دنیا سے فسادِ کبیر اور فتنوں کا خاتمہ ہو جائے۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (آیت:62)

اس طرح مجرموں کو سزا دینا بھی مقصود ہے اور جہاد کے ذریعے مسلمانوں کی آزمائش بھی مقصود ہے۔

2- سورۃ ﴿الانفال﴾ کے پہلے پیراگراف اور آخری پیراگراف دونوں میں، جہاد کے نتیجے میں ﴿مغفرت﴾ اور ﴿رزق کریم﴾ یعنی عزت کی روٹی کی بشارت ہے۔ جو قومیں جہاد ترک کر دیتی ہیں، انہیں ذلت کی روٹی دی جاتی ہے۔

3- سورۃ ﴿الانفال﴾ میں فلسفۂ جہاد کی وضاحت ہے اور اگلی سورت، سورۃ ﴿التوبۃ﴾ میں تین گروہوں کے خلاف عملی جہاد کی ہدایات ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الانفال﴾ میں ﴿مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ کے الفاظ کی معنویت:

سورۃ ﴿الانفال﴾ میں ﴿مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ کے الفاظ دو مرتبہ پہلے اور آخری پیراگراف میں (یعنی آیت 4 اور 74 میں) استعمال ہوئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کا ایک اہم اسلوب ہے کہ اس کی اکثر سورتوں میں اہم مضمون کو ابتدا اور اختتام دونوں مقامات پر لایا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جہاد کے نتیجے میں نہ صرف اُخروی مغفرت بلکہ دنیا میں عزت کی روٹی بھی حاصل ہوتی ہے۔ جان کی بازی لگا دینے والے ان مجاہدین کو سچے مومنین ﴿هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا﴾ کے نام سے پکارا گیا۔

(a) ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ (آیت:4)

(b) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ (آیت:74)

2- سورۃ ﴿الانفال﴾ میں، جنگِ بدر کو حق و باطل کی جنگ قرار دیا گیا:

(a) مسلمان چاہتے تھے کہ ان کی مڈبھیڑ تجارتی قافلے سے ہو، جب کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ ان کا ٹکراؤ عسکری لشکر سے ہو، تاکہ اسلام کی حقانیت ثابت ہو جائے۔ ﴿وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (آیت:7)

(b) اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ مشرک و مجرم قیادت کی ناگواری کے باوجود دینِ حق کی حقانیت اور باطل کا بطلان واضح اور نمایاں ہو جائے۔

﴿لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ﴾ (آیت:8)

(c) قریش کی مشرک قیادت بھی یہی چاہتی تھی کہ حق واضح ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے خود یہ دعا کی :

﴿وَإِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ﴾ (آیت:32)

3- سورۃ﴿الانفال﴾میں میدانِ جہاد کی﴿تثبیت﴾یعنی ثابت قدمی کا بیان:

سورۃ﴿الانفال﴾میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ میں ثابت قدمی کے احسان کا ذکر کیا اور ثابت قدمی کی ہدایات بھی دیں۔

(a) اللہ تعالیٰ نے عین جنگ سے پہلے مسلمانوں پر ایسی اونگھ طاری کر دی کہ بیدار ہوتے ہی وہ خود کو تازہ دم محسوس کرنے لگے۔

﴿إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ﴾

(b) پھر اللہ تعالیٰ نے ایسی بارش نازل فرمائی، جس سے شیطان کی گندگی کا خاتمہ ہو گیا، مسلمانوں کے دل جڑ گئے۔ چنانچہ بارش کی وجہ سے میدانِ جنگ میں ان کے قدم مضبوط ہو گئے۔﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ﴾ (آیت: 11)

(c) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ میدانِ جنگ میں مسلمانوں کو ثابت قدم رکھیں۔

﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ اٰمَنُوا﴾ (آیت: 12)

(d) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ میدانِ جنگ میں دشمن سے مڈبھیڑ ہونے پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں اور اس موقع پر بھی اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہیں، تاکہ کامیابی یقینی بنائی جا سکے۔

﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (آیت: 45)

4- سورۃ﴿الانفال﴾میں لفظ﴿فشل﴾کے استعمال کی معنویت:

سورۃ الانفال کی دو(2) آیات (43 اور 46) میں ﴿فشل﴾یعنی کمزوری کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ میدانِ جنگ میں مسلمانوں کو ہر قسم کی کمزوریوں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے، تاکہ وہ ثابت قدمی کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کریں۔

(a) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے خواب میں مشرکینِ مکہ کی تعداد کو کم کر کے دکھایا ورنہ مسلمان کمزوری دکھاتے اور اطاعتِ نظم کے معاملے میں تنازعہ کا شکار ہو جاتے۔

﴿إِذْ يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا وَلَوْ أَرٰىكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنٰزَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (آیت: 43)

(b) مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں۔ سمع وطاعت کے نظام پر عمل کریں۔ تنازعات سے بچیں۔ ورنہ نظم کی کمزوری سے مسلمانوں کی ہوا اکھڑ جائے گی۔ جنگ میں ثابت قدمی کا مطالبہ کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ ثابت قدم مجاہدین کے ساتھ اللہ کی مدد ہوگی۔

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (آیت: 46)

5- سورۃ﴿الانفال﴾میں﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾کا بار بار حکم:

سورۃ الانفال میں بار بار اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے احکامات دیئے گئے، تاکہ مسلمان تحریک کے اگلے مرحلوں میں کامیاب رہیں۔

(a) مسلمانوں کو بتایا گیا کہ سچے اور خالص ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کی جائے، اللہ کا تقویٰ اختیار کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو درست رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی جائے۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (آیت: 1)

(b) مسلمانوں کے اذہان و قلوب میں یہ بات راسخ کی گئی کہ اللہ اور رسول کی پکار پر انہیں لبیک کہنا چاہیے۔ اسی پر ان کی زندگی اور بقا کا انحصار ہے۔﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾ (آیت: 24)

(c) اللہ اور رسول کے احکامات کو سن کر، ان کی بے چون وچرا اطاعت کی ہدایت کی گئی اور نظم وضبط یعنی ڈسپلن کا سبق سکھایا گیا۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ﴾ (آیت: 20)

(d) مسلمانوں کو یہودیوں کی روش اختیار کرنے سے روکا گیا، جو احکامات کو سنتے تھے، لیکن ان پر عمل نہیں کرتے تھے۔

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ (آیت: 21)

(e) سن کر ان سنی کرنے والوں کو بدترین مخلوقات سے تشبیہ دی گئی، جو عقل، سماعت اور گویائی سے محروم ہوتے ہیں۔

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ (آیت: 22)

(f) سمع وطاعت، صبر، استقامت اور مضبوط نظم کے نتیجے ہی میں مسلمانوں کا رعب قائم ہو سکتا ہے اور اللہ کی مدد حاصل ہو سکتی ہے۔

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (آیت: 46)

6- سورۃ﴿الانفال﴾میں فلسفۂ اجتماع کی وضاحت:

سورۃ الانفال کی آیت 25 میں اسلام کے فلسفۂ اجتماع کی وضاحت بھی ملتی ہے۔ جہاد کے ذریعے فتنہ و فساد کا خاتمہ ایک اجتماعی ناگزیر ضرورت ہے۔ بعض فتنے ایسے عام ہوتے ہیں کہ جن کی سزا ظالموں کے علاوہ خاموش تماشائیوں کو بھی ملتی ہے۔ قیادت کے جرائم کی سزا، عوام الناس کو ملتی ہے۔ فرمایا گیا: ﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً﴾ (آیت 25)

7- سورۃ﴿الانفال﴾میں خیانت سے بچنے کا حکم:

مسلمانوں کو خود بھی خیانت سے بچنے کا حکم دیا گیا اور دشمن قوموں کی خیانت سے بچنے کا حکم بھی دیا گیا۔

(a) مسلمانوں کو اللہ اور رسول کی خیانت سے اور امانتوں میں خیانت سے منع کیا گیا۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (آیت: 27)

(b) اسلام کی خارجہ پالیسی کے سلسلے میں یہ وضاحت کی گئی کہ جو بد دیانت اور خائن قوم معاہدوں کی پاسدار نہیں کرتی اس کے ساتھ اسلامی ریاست کو بھی اسی طرح کا سلوک کرنا چاہیے اور معاہدہ شکنی کی صورت میں معاہدے کو منسوخ کر دینا چاہیے۔

﴿وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ﴾ (آیت: 58)

8- سورۃ ﴿الانفال﴾ میں لفظ ﴿فِتْنَة﴾ کے استعمال کی معنویت:

سورۃ الانفال میں لفظ ﴿فِتْنَة﴾ کا استعمال بہت ہی معنیٰ خیز ہے۔ اس سلسلے کی تین آیات پر غور کیجئے۔

(a) اللہ تعالیٰ نے جہاد کو ایک ناگزیر عمل جراحی قرار دیا ہے۔ جہاد انسانیت کے لیے رحمت ہے۔ جس طرح انسان کی جان کو بچانے کے لیے بعض اوقات آپریشن ناگزیر ہو جاتا ہے، اسی طرح قوموں کی زندگی کے لیے بھی بعض اوقات جہاد لازمی اور ضروری ہو جاتا ہے۔ ورنہ زمین پر فتنے جنم لیتے ہیں اور فسادِ کبیر برپا ہو جاتا ہے۔ عمل جہاد کے ذریعے قوموں کے جسم سے فتنہ و فساد کے سرطان (کینسر) کی بیخ کنی کی جاتی ہے۔ ﴿اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾ (آیت: 73)

(b) جہاد کے سلسلے میں یہ فلسفہ اور اصول بیان کیا گیا کہ جنگ کو اس وقت تک جاری رکھنا چاہیے، جب تک فتنے کا پوری طرح استیصال نہیں ہو جاتا اور اللہ کی حاکمیت ﴿الدِّيْنُ﴾ دنیا پر پوری طرح نافذ نہیں ہو جاتی۔

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (آیت: 39)

(c) میدانِ جہاد میں مقصدِ جہاد کو سب سے زیادہ اولیت حاصل ہوتی ہے۔ مال اور اولاد کی محبت اگر اللہ کی محبت اور مقصدِ جہاد پر غالب ہو جائے تو انسان فتنے کا شکار ہو جاتا ہے۔ ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ (28)

سورۃُ الانفال کا نظمِ جلی

سورۃ ﴿الانفال﴾ آٹھ (8) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 4: پہلے پیراگراف میں، سچے مؤمنین کو آخرت میں ﴿مغفرت﴾ اور دنیا میں ﴿رزقِ کریم﴾ یعنی عزت کی روٹی کی بشارت دے کر ان سچے مؤمنین کی صفات بیان کی گئیں۔

(a) سچے مؤمنین، اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ (آیت: 1)

(b) سچے مؤمنین مالِ غنیمت سے زیادہ، مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی استواری کی کوشش کرتے ہیں۔ (آیت: 1)

(c) سچے مؤمنین اللہ اور رسول کی مخلصانہ اطاعت کرتے ہیں۔ (آیت: 1)

(d) سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں، جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں۔ ﴿اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ (آیت: 2)

(e) اللہ کی آیات سن کر ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ ﴿وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ (آیت: 2)

(f) وہ اپنے رب پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں۔﴿وَّعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ (آیت:2)

(g) نماز قائم کرتے ہیں۔﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ (آیت:3)

(h) جو کچھ اللہ نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ (آیت:3)

2- آیات 5 تا 14 : دوسرے پیراگراف میں جنگِ بدر کا پس منظر بتا کر مقصدِ جنگ کی وضاحت کی گئی۔

اللہ تعالیٰ اسلام کی حقانیت کو حق ثابت کرنا چاہتا تھا اور مشرک و مجرم قریشی قیادت کے غلط عقیدے کے بطلان کو نمایاں کرنا چاہتا تھا۔

﴿لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ (آیت: 8)

اللہ کی مدد اور فرشتوں کے نزول کے احسان کا ذکر کر کے، مشرکین کو دنیاوی اور اُخروی عذاب سے ڈرایا گیا۔

3- آیات 15 تا 28 : تیسرے پیراگراف میں جہاد کی فرضیت کا حکم دے کر، سمع وطاعت کی ہدایت دی گئی۔

(a) جہاد فرض ہے ، میدان جنگ سے فرار گناہِ کبیرہ ہے اور اس جرم کی سزا جہنم ہے ، البتہ کسی دوسرے فوجی لشکر سے ملنے کے لیے، یا پھر کسی جنگی چال کے طور پر عارضی مدت کے لیے پسپائی اختیار کی جاسکتی ہے۔ فرمایا گیا :

﴿وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ﴾ (آیت:16)

(b) مسلمانوں کی تربیت کی گئی کہ جب بھی جہاد کے لیے بلایا جائے تو فوراً سمع وطاعت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ یہودیوں کی طرح سن کر بہرہ نہیں بننا چاہیے (آیت: 21)۔ اللہ اور رسول کی دعوتِ جہاد میں اُمتِ مسلمہ کے لیے زندگی کی بشارت ہے۔ (آیت:24) اُمتِ مسلمہ کو ان فتنوں سے ڈرنا چاہیے ، جن کی وجہ سے ظالموں کے ساتھ معصوم لوگوں کو بھی سزا ملتی ہے ۔ قیادت کے گناہوں کی سزا عوام کو بھی ملتی ہے۔ (آیت:25) خیانت اور اَموال واولاد کے فتنے سے بچ کر جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔

4- آیات 29 تا 40: چوتھے پیراگراف میں قریشِ مکہ کے جرائم گنوائے گئے اور مسلمانوں کو ان سے (Legitimacy of war) جنگ کا جواز فراہم کیا گیا۔

قریشِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازشیں کیں، مکر و فریب سے کام لیا۔

قریشِ مکہ کے بارے میں صاف بتا دیا گیا کہ یہ اب خانہ کعبہ کے متولی (Custodian) ہونے کا استحقاق نہیں رکھتے، کیونکہ یہ لوگوں کو مسجدِ حرام سے روکتے ہیں ،ان میں اب توحید باقی نہیں رہی، تقویٰ باقی نہیں رہا، ان کی نماز میں یادِ الٰہی نہیں ہوتی۔ یہ نماز میں تالیاں پیٹتے ہیں اور سیٹیاں بجاتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے متولی صرف متقی لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔ قریش کا اِنفاق، مذموم مقاصد کے لیے ہوتا ہے۔ قریشی قیادت کے لیے جہنم کی سزا ہو گی۔ قریش کو دعوتِ اسلام دی گئی کہ اگر وہ شرک سے باز آجائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (آیت:38) ورنہ مسلمانوں کو ان کے خلاف فتنے کے خاتمے تک جنگ کرنی پڑے گی۔

5-آیات 41 تا 47 : پانچویں پیراگراف میں، مالِ غنیمت اور جنگ کے احکام بتائے گئے۔

مالِ غنیمت میں سے ﴿خُمُس﴾ یعنی 20٪ اسلامی ریاست، رسول اللہ ﷺ، ذی القربیٰ، یتامیٰ، مساکین اور مسافروں کے لیے ہوگا۔(بقیہ 80٪ مجاہدین اور فوج میں تقسیم کر دیا جائے گا) جنگِ بدر کے دن کو ﴿یومُ الفُرقان﴾ کہا گیا اور جنگِ بدر کے مقاصد کی مزید وضاحت کی گئی۔ جنگ کا مقصد یہ تھا کہ مرنے والا دلیل پر مرے اور جینے والا دلیل پر جیئے۔ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ (آیت: 42) مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے، کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے، اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے، لڑائی جھگڑے، تنازعے، غرور اور ریاکاری سے بچنے اور صبر و استقامت اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی ورنہ مسلمانوں میں کمزوری پیدا ہو جائے گی اور ان کی ہوا اکھڑ جائے گی۔

6-آیات 48 تا 54 : چھٹے پیراگراف میں ابلیس کے کردار کی وضاحت کی گئی، جو اس نے جنگِ بدر میں ادا کیا تھا۔

منافقین اور ابوجہل کے فرعونی رویوں پر روشنی ڈالی گئی۔ انہیں دنیوی عذاب سے بھی دوچار کیا گیا اور بتایا گیا کہ عالمِ نزع کے وقت فرشتے کافروں کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں، پھر یہ آگ میں داخل کیے جائیں گے۔

ابوجہل اور فرعون کی مماثلت بیان کی گئی۔ دونوں نے ضد اور تکبر سے کام لے کر اللہ کے رسولوں کی نہ صرف تکذیب کی، بلکہ ان کی بھرپور مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ظالم آلِ فرعون کو غرقاب کر دیا۔

7-آیات 55 تا 71 : ساتویں پیراگراف میں اسلامی ریاست کے لیے احکامِ صلح و جنگ کی وضاحت کی گئی۔

عہد شکنی اور معاہدوں کی خلاف ورزی پر کافروں سے سختی برتنے اور جنگ کرنے کا حکم دیا گیا۔ (آیت:57)

اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی

اگر کوئی ملک معاہدوں کی خلاف ورزی کرے تو اسلامی ریاست کو بھی معاہدہ توڑ دینا چاہیے اور معاہدے کو خائن قوم کے منہ پر مارنا چاہیے۔ ﴿فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ﴾ اگر دشمن صلح کی پیش کش کرے تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے دوستی کا ہاتھ بڑھایا جاسکتا ہے۔ (آیت:58)

اسلامی ریاست کی عسکری پالیسی

اسلامی ریاست کو اپنی اقتصادی حالت کو دیکھتے ہوئے دشمنوں کے مقابلے میں ہتھیار تیار رکھنا چاہیے، تاکہ اللہ کے دشمنوں، مسلمانوں کے دشمنوں اور نامعلوم دشمنوں پر مسلمانوں کا رعب قائم رہے۔ ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ (آیت: 60)

رسول کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کو جہاد کے لیے ابھاریں۔ (آیت: 65)

دشمن کے مقابلے میں عسکری قوت کی نسبت

اسلامی ریاست پر ایک اہم اصول یہ واضح کیا گیا کہ مسلمانوں کی فتح کا دارومدار، عسکری قوت اور مسلمانوں کی تعداد پر نہیں ہے، بلکہ مسلمان فوجیوں کے ایمان اور میدانِ جنگ میں ان کی صبر وثابت قدمی پر ہے۔ ضعف اور کمزوری کی حالت میں سو صابر مسلمان دو سو کافروں پر غالب آسکتے ہیں اور نسبت ایک اور دو (1:2) کی ہو گی۔ قوت اور رعب کی حالت میں سو مسلمان ایک ہزار کافروں پر غالب آسکتے ہیں اور نسبت ایک اور دس (1:10) کی ہو گی۔ (آیت:65،66)

جنگی قیدیوں اور اُن کے فدیے کے بارے میں اَحکامات

جنگی قیدیوں کے مسئلے پر گرفت کی گئی۔ جنگ میں قیدی بنا کر فدیہ لینے سے زیادہ بہتر یہ ہوتا ہے کہ دشمن کو کچل کر اس کی قوت کو پاش پاش کر دیا جائے۔ قیدیوں سے فدیے کو حلال وطیب قرار دیا گیا ہے۔ مشرک جنگی قیدیوں کے بارے میں یہ پیش گوئی کی گئی کہ اگر ان کے دل میں اسلام کا خیر ہو گا تو انہیں مستقبل میں بہت سی دنیاوی نعمتوں کے علاوہ مغفرت بھی نصیب ہو گی۔

8- آیات 72 تا 75 : آٹھویں اور آخری پیراگراف میں، پہلے پیراگراف کی طرح سچے مؤمن مجاہدین کو آخرت میں ﴿مغفرت﴾ اور دنیا میں ﴿رزقِ کریم﴾ یعنی عزت کی روٹی کی بشارت دی گئی۔

(a) ہجرت کرنے والے مہاجرینِ مکہ اور انہیں پناہ دینے والے انصارِ مدینہ کی فضیلت بیان کی گئی۔

(b) اسلامی ریاست سے باہر رہنے والے مسلمانوں کو ریاست کی طرف سے حقِ ولایت حاصل نہیں ہوتا، لیکن اگر ایسے مسلمان اسلامی ریاست سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد لازمی ہے۔ ﴿فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾

(c) جہاد کی اہمیت بتائی گئی اور کہا گیا کہ جہاد نہ کرنے سے زمین پر فسادِ کبیر اور فتنہ برپا ہو جاتا ہے۔

مرکزی مضمون

مقصد وفلسفۂ جہاد، جہاد کے آداب، ترغیبِ جہاد، اَحکامِ صلح وجنگ اور فضائلِ جہاد کی وضاحت کی گئی۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

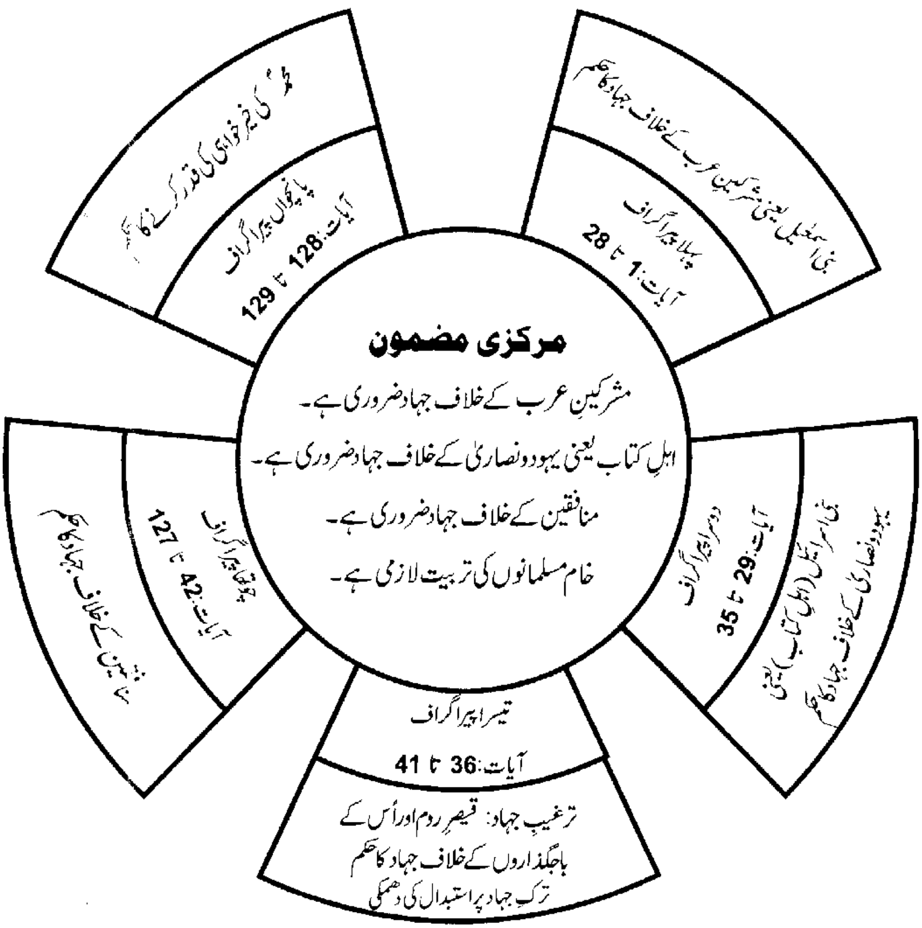
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ/ ربط

MACRO-STRUCTURE

09- سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ

آیات : 129 ...... مَدَنِیَّۃ" ...... پیراگراف : 5



زمانۂ نزول اور پس منظر

غزوۂ تبوک کے لیے رسول اللہ ﷺ رجب 9 ہجری میں شمالی محاذ پر قیصر روم سے مقابلے کے لیے 30 ہزار افراد کے ساتھ نکلے قیصر مقابلے کے لیے نہیں آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں 20 دن قیام فرمایا۔ قیصر کے ماتحت چھوٹی موٹی عیسائی ریاستوں نے جزیہ دے کر اسلامی ریاست کی اطاعت قبول کر لی۔ واپسی شعبان 9 ہجری میں ہوئی۔ سورۃ التوبۃ کا دوسرا حصہ غزوۂ تبوک کی تیاری کے سلسلے میں رجب 9 ہجری سے پہلے نازل ہوا۔ سورۃ التوبۃ کا تیسرا حصہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر متفرق اوقات میں نازل ہوا۔ اور سورۃ التوبۃ کا پہلا حصہ سب سے آخر میں ذوالقعدہ 9 ہجری میں، حج سے پہلے نازل ہوا، جس کے احکامات اولاً حضرت ابو بکرؓ امیر حج کے ذریعے اور بعد میں چند اور احکامات حضرت علیؓ کے ذریعے مشرکین عرب کے اس عظیم اجتماع کے موقع پر بذریعہ اعلان سنا دیے گئے۔

سورۃ التوبہ 9 ہجری میں نازل ہوئی، جس میں غزوۂ تبوک (رجب 9 ہجری) کا سفر ہوا تھا۔ آیت 113 مکے میں 10 نبوی میں ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی، جس میں مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کی ممانعت ہے۔

سورۃ ﴿التَّوبَۃ﴾ کی متفرق آیات کا زمانۂ نزول حسب ذیل ہے

1- آیات 1 تا 12 نو (9) ہجری کے حج سے پہلے نازل ہوئیں۔ غالباً آیات 25 تا 28 اور 36 تا 37 بھی اسی دور میں نازل ہوئیں۔
2- آیات 13 تا 24، آٹھ (8) ہجری کے اوائل میں صلح حدیبیہ کے معاہدے کے ٹوٹ جانے پر نازل ہوئیں۔
3- آیات 29 تا 35، جو اہل کتاب سے جہاد اور جزیہ سے متعلق ہیں، غزوۂ تبوک (رجب 9ھ) سے پہلے نازل ہوئیں۔
4- آیات 38 تا 41، غزوۂ تبوک کی تیاری کے سلسلے میں نازل ہوئیں، جن میں ترغیب جہاد ہے۔
5- آیات 42 تا 127، غزوۂ تبوک سے واپسی پر 9ھ کے اواخر میں نازل ہوئیں، جو زیادہ تر منافقین سے متعلق ہیں۔
6- آخری دو آیتیں 128 تا 129، دس (10) ہجری کے آواخر میں نازل ہوئیں، جن میں رسول اللہ ﷺ کی دردمندی اور خیر خواہی کی قدر کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

خصوصیات

1- مدینہ منورہ میں وفات سے پہلے 9 اور 10 ہجری میں رسول اللہ ﷺ پر تین سورتیں نازل ہوئیں۔
سُورۃُ البَیِّنَۃ، سُورَۃُ التَّوبَۃِ اور سُورۃ النصر۔
چنانچہ سورۃ التوبۃ نزولی ترتیب کے اعتبار سے سب سے بڑی آخری مدنی سورت ہے۔
2- سورۃ کے آغاز میں ﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾ نہیں لکھی گئی، جس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اولاً یہ کہ یہ قرآن آج بھی اسی طرح محفوظ ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اسے لکھوایا تھا۔ ثانیاً پچھلی سورۃ الانفال میں جہاد کے آداب فضائل و

فوائد اور اَحکامِ صلح وجنگ بیان کیے گئے تھے۔ اِس سورۃ ﴿التوبۃ﴾ میں عملاً مشرکین بنی اسمٰعیل، اہلِ کتاب اور منافقین تینوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ دونوں سورتیں معنوی اعتبار سے مربوط ہیں اور دونوں جہاد سے متعلق ہیں۔ اس لیے بسم اللہ بھی نہیں لکھی گئی۔

سورۃُ التّوبۃ کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الانفال﴾ میں فلسفۂ جہاد، ترغیبِ جہاد اور آدابِ جہاد کا ذکر تھا۔ یہاں سورۃ ﴿التوبۃ﴾ میں ان تین گروہوں (مشرکین، اہلِ کتاب اور منافقین) کا ذکر کیا گیا ہے، جن سے عملاً جہاد کرنا ہوگا۔

2- اگلی سورۃ ﴿یونس﴾ میں جہاد سے پہلے جہاد کی شرائط کا ذکر ہے۔ توحید، رسالت اور آخرت پر کامل ایمان کے بغیر جہاد ممکن نہیں۔ چنانچہ محکم دلائل کے ساتھ مجادلہ کیا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿التوبۃ﴾ میں ﴿مشرکین﴾ کے خلاف فردِ جرم اور اُن کے بارے میں مسلمانوں کو ہدایات:

(a) مشرکینِ مکہ کی صلح حدیبیہ کے معاہدے کی خلاف ورزی پر، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اظہارِ بیزاری کیا گیا:

﴿بَرَاۗءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (آیت:1)

(b) مشرکینِ مکہ کو نو (۹) ہجری میں، چار (4) مہینے کا الٹی میٹم دیا گیا۔

﴿وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (آیت:3)

(c) جن مشرکین نے صلح حدیبیہ کے معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی، ان سے مدتِ معاہدہ تک عہد نبھانے کی ہدایت کی گئی۔ یہ خارجہ پالیسی ہے۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـــًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ﴾ (آیت:4)

(d) مشرکین کو وارننگ دی گئی کہ انہیں چار (4) مہینے کے بعد گرفتار اور قتل کیا جائے گا، البتہ وہ اسلام قبول کر کے نماز اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کے خلاف جنگی کاروائی روکی جاسکتی ہے۔ ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ (آیت:5)

(e) مشرکین اور غیر مسلم اگر اسلامی ریاست کا تعلیمی ویزہ (Educational Visa) لے کر دینِ اسلام سیکھنے کے لیے آئیں گے تو ان کی حفاظت کی جائے گی اور ویزہ کی مدت ختم ہونے کے بعد، ان کو بخیریت اپنے گھر لوٹنے کے لیے سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ﴾ (آیت:6)

(f) مشرکین اگر سیدھے رہیں تو ان سے اچھے تعلقات رکھے جا سکتے ہیں، لیکن یہ عہد شکن لوگ ہیں۔

﴿كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ﴾ (آیت:7)

(g) مشرکین کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ مساجد کی تعمیر کریں، جب کہ وہ اپنے خلاف خود کفر کے گواہ ہیں۔

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾ (آیت:17)

(h) مشرکین اعتقادی طور پر نجس اور گندے ہوتے ہیں، اس لیے انہیں حدودِ حرم میں داخلے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

﴿اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ (آیت:28)

(i) مشرکین کی ناگواری کے باوجود، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ سب پر غالب آجائے۔ ﴿هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (آیت:33)

(j) مشرکین جس طرح اتحادی قوتوں کے ساتھ متحد ہو کر جنگ کرتے ہیں، مسلمانوں کو بھی اسی طرح متحد ہو کر جنگ کرنا چاہیے۔

﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً﴾ (آیت:36)

(k) کسی نبی اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کی موت پر دعائے مغفرت کرے، چاہے وہ اس کے قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى﴾ (آیت:113)

2- سورۃ ﴿التوبة﴾ میں ﴿اہل کتاب﴾ کے خلاف فردِ جرم اور ان کے بارے میں مسلمانوں کو ہدایات:

(a) اسلامی ریاست کے اہل کتاب ذمیوں سے جزیہ لیا جائے گا، ورنہ پھر ان سے جنگ کی جائے گی۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ (آیت:29)

(b) اہل کتاب میں سے یہود نے حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنا یا دونوں اللہ کی لعنت کے مستحق ہو گئے۔

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (آیت:30)

(c) اہل کتاب نے تورات و انجیل کی آیات کو نظر انداز کر کے، اپنے علماء ﴿اَحبار﴾ اور اپنے درویشوں ﴿رُهبان﴾ کو (یعنی اُن کے حلال و حرام کو تسلیم کر کے اپنا) رب بنا لیا، حالانکہ انہیں ایک خدا کی عبادت و اطاعت کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ شرک فی التشریع تھا۔

(c) اہل کتاب نے تورات وانجیل کی آیات کو نظر انداز کر کے، اپنے علماء ﴿اَحْبَار﴾ اور اپنے درویشوں ﴿رُهْبَان﴾ کو (یعنی اُن کے حلال وحرام کو تسلیم کر کے اپنا) رب بنالیا، حالانکہ انہیں ایک خدا کی عبادت واطاعت کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ شرک فی التشریع تھا۔

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (آیت:31)

(d) اہل کتاب اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں، لیکن اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا۔

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (آیت:32)

(e) اہل کتاب کے علماء ﴿اَحْبَار﴾ اور درویش ﴿رُهْبَان﴾ باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ سونے چاندی کو جمع کرنے میں مشغول ہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ یہ دوزخی ہوں گے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (آیت:34)

3- سورۃ ﴿التوبة﴾ میں ﴿منافقین﴾ کے خلاف فردِ جرم اور ان کے بارے میں مسلمانوں کو ہدایات:

(a) منافقین اللہ اور رسول کا انکار کرتے ہیں۔ کسل مندی کے ساتھ نماز کے لیے آتے ہیں اور ناگواری کے ساتھ انفاق کرتے ہیں۔

﴿اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ﴾ (آیت:54)

(b) منافقین کو خدشہ لگا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی سورت نازل کرے گا، جس میں ان کے دل کے نفاق کا پول کھل سکتا ہے۔

﴿يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ﴾ (64)

(c) منافقین برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور نیکیوں سے روکتے ہیں، انفاق نہیں کرنا چاہتے۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا، اللہ نے بھی ان فاسقوں کو بھلا دیا۔

﴿يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (67)

(d) منافقین اور کفار سے جہاد کرنے اور ان دوزخیوں سے سختی سے نمٹنے کا حکم دیا گیا۔

﴿جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ﴾ (آیت:73)

4- سورۃ ﴿التوبة﴾ میں دیہاتی اور بدوی ﴿اَعراب﴾ کا تفصیلی ذکر:

(a) دیہاتی منافقین اپنے کفر ونفاق میں شدید ہوتے ہیں اور اللہ کے نازل کردہ احکام سے غافل ہوتے ہیں۔

﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ﴾ (آیت:97)

(b) دیہاتی منافقین انفاق کو بوجھ، جرمانہ سمجھ کر ادا کرتے ہیں اور اسلام کے بدخواہ ہوتے ہیں۔

﴿وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ﴾ (آیت:98)

(c) منافقین ﴿اعراب﴾ کو دوہرا عذاب دیا جائے گا۔

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾ (آیت:101)

(d) دیہاتی، بدوی ﴿اعراب﴾ حیلے بہانے تراش کر کے میدانِ جنگ سے رخصت لیتے ہیں۔

﴿وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (آیت:90)

(e) بعض دیہاتی، بدوی ﴿اعراب﴾ سچے اور مخلص مؤمن بھی ہوتے ہیں۔

﴿وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آیت:99)

(f) جہاد میں شرکت نہ کرنے والے دیہاتی، بدوی ﴿اعراب﴾ کو سمجھایا گیا کہ جہاد میں ہر ہر قدم پر اجر سے نوازا جاتا ہے۔

﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (آیت:120)

سورۃ التوبۃ کا نظمِ جلی

سورت ﴿التوبۃ﴾ پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔ چوتھا طویل پیراگراف منافقین سے متعلق ہے، جس میں منافقین کو مخلص صحابہؓ کے کردار کی جھلکیاں باربار دکھائی گئی ہیں۔

1- آیات 1 تا 28: پہلے پیراگراف میں، بنی اسمٰعیل یعنی مشرکین اور دیگر عرب کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا۔

(a) مشرکین عرب اور کفر کے اماموں سے جہاد و قتال کا حکم دیا گیا۔ ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (آیت:5)

﴿فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ (آیت:12) ﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ﴾ (آیت:14) قریش کے خلاف فردِ جرم عائد کیا گیا کہ انہوں نے صلح حدیبیہ کی معاہدہ شکنی کی۔ رسول اللہ ﷺ کو مکے سے نکالنے کی سازشیں کیں۔

﴿نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ﴾ (آیت:13)

(b) تولیتِ کعبہ سے قریش مکہ کو معزول کیا گیا۔ وہ اللہ کے گھروں کی تعمیر کے حق دار نہیں ہیں۔ اللہ اور آخرت پر ایمان لا کر نماز اور زکوٰۃ پر عمل پیرا ہونے والے اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرنے والے سچے مؤمنین اور مجاہدین ہی خانہ کعبہ کے متولی ہو سکتے ہیں۔ (آیت:18) مسلمانوں کو دین کی ترجیحات بتائی گئیں، اللہ، رسول اور جہاد کو رشتہ داروں اور دنیا کے دیگر جھمیلوں پر ترجیح دی جانی چاہیے، یا پھر اللہ کے فیصلے کا انتظار کرنا پڑے گا۔ (آیت:24)

جنگِ حنین کے احسانات کا تذکرہ کیا گیا اور مشرکین مکہ کو نجس قرار دے کر مسجدِ حرام میں داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ یہ بھی دراصل ان کی تولیتِ کعبہ سے معزولی کا اعلان تھا۔ (آیت:28)

2- آیات 29 تا 35: دوسرے پیراگراف میں، بنی اسرائیل (اہل کتاب) یعنی یہود و نصاریٰ کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا:

اہل کتاب سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا، جب تک وہ جزیہ دے کر اسلامی ریاست کی بالادستی کو تسلیم نہیں کر لیتے۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ (آیت: 29)

اہل کتاب کے خلاف فردِ جرم عائد کی گئی کہ وہ حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنا کر مشرک بن گئے ہیں۔ (آیت:30)

انہوں نے لوگوں کا مال ہڑپ کر لینے والے بخیل علماء اور صوفیا کی من مانی باتوں کو حلال و حرام سمجھ لیا۔ تورات سے تقابل کر کے دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ اس طرح انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کو اپنا رب اور حاکم و شارع بنا لیا۔ (آیت:31)

ایسے دنیا پرست علماء و رہبان کو دوزخ کے عذاب کی نوید سنائی گئی۔ (آیت:35)

3- آیات 36 تا 41: تیسرے پیراگراف میں، ترغیبِ جہاد ہے اور ترکِ جہاد پر استبدالِ قیادت اور عذابِ الیم کی دھمکی ہے۔

مشرکینِ مکہ کے جرائم گنوائے گئے۔ انہوں نے ﴿نَسِيْ﴾ کی بدعت ایجاد کی۔ اللہ کے کیلنڈر میں من مانی تبدیلی کرتے رہے۔ ان کے خلاف متحد ہو کر جنگ کرنی ضروری ہے۔ (آیت:37)

﴿مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ﴾ (آیت:38) اور ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا﴾ (آیت:41) کے الفاظ کے ذریعے مسلمانوں کو جنگ میں حصہ لینے کی ترغیب دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا قانونِ استبدال (Law of replacement):

جہاد نہ کرنے پر عذابِ الیم اور استبدال کی دھمکی دی گئی۔

﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ (آیت:39)

سورۃ محمد کی آخری آیت میں بھی یہ قانون بیان کیا گیا ہے کہ بخیل قوموں کو بھی زیادہ دیر تک باقی نہیں رکھا جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کا ذکر کیا کہ اس نے کافروں کے کلمے کو نیچا کر دکھایا اور اللہ کا کلمہ ہی بلند و بالا ہو کر رہا۔

﴿وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا﴾ (آیت:40)

4- آیات 42تا 127 : چوتھے پیراگراف میں، منافقین کے خلاف فردِ جرم ہے اور ان سے جہاد کا حکم ہے:

(a) منافقین کے خلاف فردِ جرم عائد کی گئی کہ وہ بلاعذرِ شرعی جنگ سے رخصت طلب کرتے ہیں، فتنوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ ان کا ماضی بھی داغ دار ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر گرفت کی گئی کہ انہیں آپ کیوں رخصت دیتے ہیں؟ ﴿لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ﴾ (آیت:43)

(b) مسلمان ﴿إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ دو بھلائیوں میں سے ایک ضرور حاصل کریں گے، فتح یا شہادت۔

اللہ تعالیٰ منافقین کو راست (Directly) یا بالواسطہ مسلمانوں کے ذریعے ہلاک کرے گا۔

﴿يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا﴾ (آیت:52)

ایمان کے بغیر ان کے صدقات قبول نہیں کیے جائیں گے۔ (آیت:53)

(c) منافقین تقسیمِ صدقات کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ پر اعتراضات کیا کرتے تھے، انہیں بتایا گیا کہ زکوۃ منافقین کے لیے نہیں، بلکہ اس کی خاص آٹھ (8) مدات ہیں۔ رسول ﷺ پر اعتراضات کرنے والوں کے لیے عذابِ الیم ہے۔

(d) زکوۃ کی آٹھ مدات: زکوۃ کی رقم صرف اور صرف فقراء، مسکینوں اور اُن لوگوں کے لیے ہے، جو صدقات کے کام پر مامور ہوں، اور اُن کے لیے ہے، جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو۔ پھر یہ گردنوں کے چھڑانے، قرض داروں کی مدد کرنے میں، اللہ کی راہ میں اور مسافر نوازی میں استعمال کی جا سکتی ہے۔ (آیت:60)

(e) منافقین کی جھوٹی قسموں کا ذکر کیا گیا، انہیں خدشہ لگا رہتا ہے کہ کہیں کوئی نئی سورت ان کے دل کے رازوں کا پول نہ کھول دے۔ ان کا انجام دوزخ ہو گا۔ (آیت:68) منافقین کو تاریخ کی مجرم قوموں کے انجام سے ڈرایا گیا۔ (آیت:70)

(f) مخلص مؤمنین صحابہؓ کی صفات بتائی گئیں، انہیں جنت کی بشارت دی گئی اور انہیں کفار و منافقین سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ (آیت:73)

(g) منافقین کا بخل: منافقین کا پول کھولا گیا کہ ان کے وعدے جھوٹے ہوتے ہیں۔ مال آنے کے بعد بھی یہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، بلکہ غریب لیکن فیاض مسلمانوں کے انفاق کا مذاق اڑاتے ہیں۔ (آیت: 79)

رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو صاف بتا دیا گیا کہ منافقین کے لیے 70 مرتبہ بھی استغفار کیا جائے تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ (آیت:80)

(h) جنگِ تبوک میں گرمی کی شدت کا بہانہ کر کے، جہاد میں شرکت نہ کرنے والے منافقین کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ (آیت: 84) اور اس کے برعکس مخلص مجاہد صحابہؓ کے کردار اور ان کے اجر پر روشنی ڈالی گئی۔ (آیت:89)

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ منافقین کے اموال و اولاد سے دھوکہ نہ کھائیں! (آیت:85)

(i) بدوی اور دیہاتی منافقین کی رخصت طلبی پر گرفت کی گئی۔ میدانِ جہاد سے صرف مریضوں اور کمزور لوگوں کو ہی رخصت دی جا سکتی ہے، وہ بھی اس صورت میں کہ وہ اسلامی ریاست کے وفادار ہوں۔ ﴿اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (آیت:91)

بلاعذر جنگ سے رخصت طلب کرنے والوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہو گا۔ (آیت:95)

(j) بدوی عربوں کی مختلف قسمیں:

بعض دیہاتی ناواقفیت کی وجہ سے کفر و نفاق میں شدید ہوتے ہیں۔ (آیت: 97)

بعض دیہاتی منافقین بوجھ اور جرمانہ سمجھ کر انفاق کرتے ہیں اور مسلمانوں کے بدخواہ ہوتے ہیں۔ (آیت: 98)

بعض دیہاتی سچے اہلِ ایمان ہوتے ہیں۔ انصار و مہاجرین میں سے ﴿السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ ایسے مخلص ہیں کہ یہ اللہ سے راضی ہیں اور اللہ بھی ان سے راضی ہو گیا۔ ان کے لیے جنت کے باغات ہیں۔ (آیت: 100)

ان کے برعکس مدینہ کے اندرونی اور مدینہ کے اطراف کے بیرونی منافقین کو دوہرا عذاب دیا جائے گا۔ (آیت:101)

وہ لوگ جن سے نیکیاں بھی ہوئیں اور کچھ گناہ بھی، ان پر اللہ نظرِ عنایت کر سکتا ہے۔ (آیت: 102)

(k) منافقین کی مسجد ضرار میں نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ (آیت:107)

مسجد قباء، جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے اور اس کے مخلص صحابہؓ کی فضیلت بیان کی گئی۔ (آیت:108)

(l) جہاد کی بیعت: اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے مجاہد مؤمنین سے ان کے جان و مال خرید لیے ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ (آیت:111)

(m) نبی ﷺ اور اہلِ ایمان دونوں کو مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے منع کر دیا گیا۔ (آیت:113)

(n) تین صحابہ کی توبہ قبول کی گئی، جو محض سستی کی وجہ سے شریکِ جہاد نہیں ہو سکے تھے۔ (آیت:118)

زبان سے ایمان لانے والوں کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور سچے مخلص صحابہؓ کا ساتھ دینے کی ہدایت کی گئی۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (آیت:119)

(o) انفاق اور جہاد کا اجر بتایا گیا کہ ہر سخاوت اور ہر ہر قدم پر سخی لوگوں اور مجاہدین کو اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔

دین کا علم حاصل کرنا اور دین میں تفقہ پیدا کرنا فرضِ کفایہ ہے۔ کم از کم کچھ لوگ ہر قبیلے سے آکر دین سیکھیں اور واپس جا کر اپنے علاقے میں دعوت و تبلیغ کریں۔ (آیت:122)

مسلمانوں کو اطراف کے کافروں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا۔ ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ﴾ (آیت:123)

(p) مخلص صحابہؓ اور منافقین میں موازنہ کیا گیا۔ مخلص صحابہؓ کے بارے میں بتایا گیا کہ ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾، جب کہ منافقین کے دلوں کی گندگی میں اضافہ ﴿فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ﴾۔

اسی لیے ہر سال ایک دو مرتبہ منافقین کسی نہ کسی فتنے میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

﴿يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ﴾ (آیات:124 تا126)

5- آیات 128 تا 129: پانچویں اور آخری پیراگراف میں، (جو دو آیات پر مشتمل ہے) رسول اللہ ﷺ کی قدر کرنے کا حکم دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی دردمندی اور خیر خواہی کا ذکر کیا گیا کہ وہ مومنین کے لیے حریص وشفیق ورحیم ہیں۔ مومنین کی تکلیف ان پر ناگوار گزرتی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ اگر یہ لوگ آخری رسول کی اس خیر خواہی کو مسترد کرتے ہیں تو آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ آپ اپنی توحید اور توکل کا اعلان کیجئے اور اللہ تو عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

مرکزی مضمون

اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے خلاف جہاد کیا جائے، چاہے وہ مشرکین ہوں، یا اہل کتاب، یا منافقین۔ جہاد کے لیے خام مسلمانوں کی تربیت ضروری ہے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

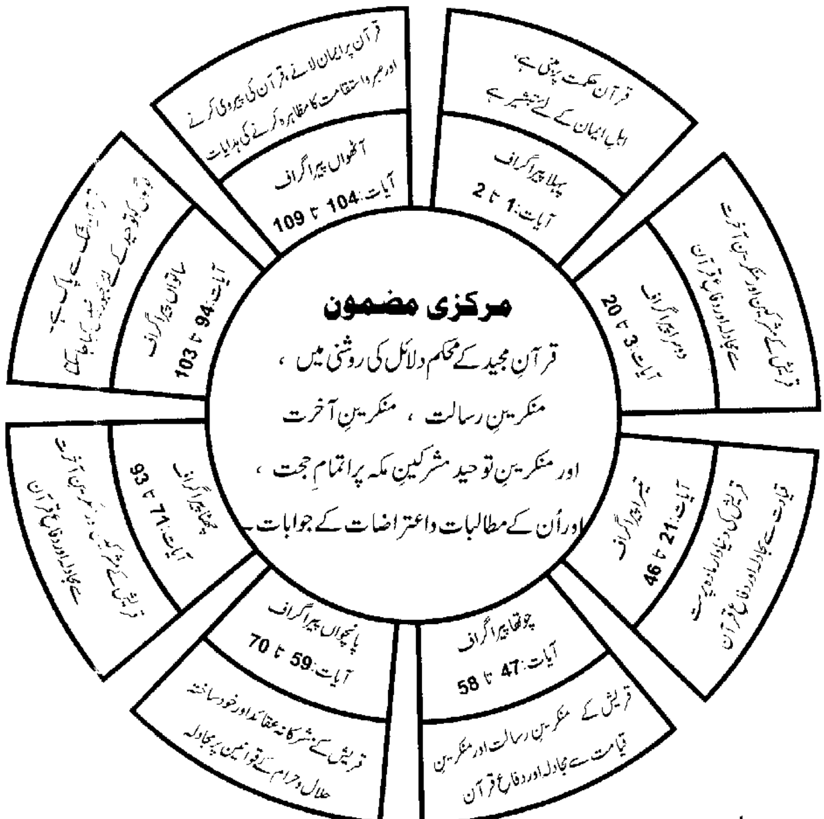
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

10- سُوْرَۃُ یُوْنُس

آیات : 109 ...... مَکِّیَّۃ" ...... پیراگراف : 8



● زمانۂ نزول:

سورت ﴿یُــونــس﴾ ، رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے چوتھے اور آخری دور (11 تا 13 نبوی) کے وسط میں غالباً 12 نبوی میں سورت ﴿هُــود﴾ کے ساتھ نازل ہوئی۔

سورت ﴿یُــونــس﴾ کی آیات 37، 94 اور 104 میں اور اگلی سورت ﴿هــود﴾ کی آیات 62 اور 110 دونوں میں قرآن کی دعوت پر مشرکین کی طرف سے شک وریب کے اظہار کے علاوہ ، رسول اللہ ﷺ پر ساحری اور افتریٰ کے الزامات ملتے ہیں۔

سورۂ یونس کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿التوبہ﴾ میں جہاد کا ذکر تھا۔ یہاں سورۃ ﴿یونس﴾ میں بتایا گیا ہے کہ جہاد سے پہلے اتمام حجت یعنی محکم دلائل کے ساتھ دعوت توحید اور مجادلہ حسنہ ضروری ہے۔

2- سورۃ ﴿یونس﴾ میں منکرین توحید، منکرین رسالت اور منکرین آخرت کے خلاف اِتمامِ حجت ہے۔

اگلی سورۃ ﴿ھود﴾ میں اتمام حجت کے بعد توبہ اور استغفار کی دعوت دی گئی ہے۔ دعوت کو مسترد کرنے کی صورت میں ہلاکت کی دھمکی ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ یونس میں ﴿قرآن﴾ کا تفصیلی تعارف:

سورۃ یونس میں ﴿قرآن﴾ کا تفصیلی تعارف کرایا گیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے، مؤمنین کے لیے رحمت ہے، کلام برحق ہے۔

(a) قرآن مخلوق ﴿مِن دُونِ اللّٰهِ﴾ کا گھڑا ہوا کلام نہیں، بلکہ اللہ ﴿رب العالمین﴾ کا کلام ہے اور تورات وانجیل کی تصدیق میں ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آیت:37)

(b) قرآن ایک ایسی نصیحت ہے، جو سینوں کے امراض کے لیے شفا اور ایمان لانے والوں کے لیے رحمت ہے۔

﴿قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (آیت:57)

(c) قرآن اللہ کا کلام برحق ہے، جس طرح پچھلے پیغمبروں پر وحی کی گئی تھی۔ شک کرنے والے لوگوں کو اہل کتاب کے علماء سے پوچھنا چاہیے۔ ﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ (آیت:94)

(d) قرآن رب کی طرف سے حق ہے، اب لوگوں کو آزادی حاصل ہے کہ وہ چاہیں تو قبول کر لیں، یا مسترد کر دیں۔

﴿قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ (آیت:108)

2- سورۃ یونس میں ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ کے الفاظ کی معنویت:

سورۃ یونس میں ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ کے الفاظ سے ﴿رَبّ﴾ کا صحیح صحیح تعارف کرایا گیا۔

مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو ﴿خالق﴾ اور ﴿رب﴾ تسلیم کرتے تھے، لیکن اس کی عبادت واطاعت، اس کی ﴿الوہیت﴾ اور اس

کی ﴿حاکمیت و تشریع﴾ میں شرک کیا کرتے تھے۔

(a) مشرکین سے مجادلہ کیا گیا کہ تمہارا رب وہی ہے، جو زمین آسمان کا خالق ہے، ﴿مُدَبِّر﴾ ہے، اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا، اس لیے اسی ﴿رب﴾ کی ﴿عبادت﴾ کرنی چاہیے۔

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ؟﴾ (آیت:3)

(b) مشرکین سے مجادلہ کیا گیا کہ تمہارا رب وہی ہے، جو زمین سے لے کر آسمان تک رزق فراہم کرتا ہے، سماعت و بصارت عطا کرتا ہے، مردہ چیزوں میں سے زندہ چیزیں اور زندہ چیزوں میں سے مردہ چیزیں پیدا کرتا ہے ﴿مُدَبِّر﴾ ہے۔

﴿قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ﴾ (آیت:32)

3- سورۃ ﴿یونس﴾ میں لفظ ﴿لِقَاء﴾ کے استعمال کی معنویت:

سورۃ یونس میں منکرین آخرت سے مناظرہ ہے۔ ﴿لِقَاء﴾ یعنی ملاقاتِ رب کا لفظ بھی کئی بار استعمال ہوا ہے۔

(a) دنیا میں مشغول و منہمک لوگ، ﴿لِقَاء﴾ یعنی آخرت کی ملاقاتِ رب کی اُمید نہیں رکھتے اور قرآنی دلائل سے غافل رہنا چاہتے ہیں۔ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ﴾ (آیت:7)

(b) دنیا پرست ضدی ﴿لِقَاء﴾ یعنی آخرت کی ملاقاتِ رب کی اُمید نہ رکھنے والے اپنی طغیانی اور سرکشی میں چھوڑ دیے جاتے ہیں۔

﴿فَنَذَرُ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ﴾ (آیت:11)

(c) ﴿لِقَاء﴾ یعنی ملاقاتِ رب کی اُمید نہ رکھنے والے، قرآن کی آیاتِ بینات سن کر دوسرے قرآن کا مطالبہ کرتے ہیں، یا قرآن میں تبدیلی کا مطالبہ کرتے ہیں (Amend it or Replace it) (کیونکہ یہ قرآن ان دنیا داروں کے مفادات پر چوٹ لگاتا ہے)۔ ﴿وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ﴾ (آیت:15)

(d) ﴿لِقَاء﴾ یعنی ملاقاتِ رب کی اُمید نہ رکھنے والے، روزِ قیامت خسارے میں رہیں گے۔

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ﴾ (آیت:45)

4- سورۃ ﴿یونس﴾ میں دلائل و براہین (Evidences) کے لیے ﴿آیات﴾ کے لفظ کا بار بار استعمال:

(a) چاند اور سورج کی تُلی گردش، بے مقصد نہیں ہے، بلکہ با مقصد ہے۔

مقصود روشنی فراہم کرنا بھی ہے اور انسانوں کو جنتری (کیلنڈر) بھی دینا ہے تاکہ لوگ زمانے اور وقت کا حساب کتاب رکھ سکیں۔ علم رکھنے والوں کے لیے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، ربوبیت اور حکمت کے دلائل ہیں۔

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ (آیت:5)

(b) رات دن کے اختلاف میں اور زمین و آسمان کی تخلیق میں بچ بچ کر زندگی گزارنے والوں کے لیے عبرت کا سامان ﴿آیات﴾ موجود ہیں، کیونکہ چاند اور سورج اپنی اپنی حد میں رہ کر اللہ کے احکامات کی پیروی کر رہے ہیں۔

﴿اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ﴾ (آیت:6)

(c) ظالم اور مکار لوگ اللہ کی ﴿آیات﴾ میں مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قانونِ ہلاکتِ اقوام یہ ہے کہ وہ پہلے دکھ کے امتحان میں مبتلا کرتا ہے، پھر سکھ کے امتحان میں۔ ظالم و مکار ان دونوں امتحانوں میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ پھر اللہ اپنی چال چلتا ہے، اس کے فرشتے ان کے مکر و فریب کو ان کے اعمال ناموں میں درج کرتے رہتے ہیں۔

﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ﴾ (آیت:21)

(d) غور و فکر کرنے والوں کے لیے دنیا کے قانونِ جزا و سزا میں، آخرت کے قانونِ جزا و سزا (جنت و دوزخ) کی دلیل ﴿آیت﴾ موجود ہے۔ بارش سے اللہ تعالیٰ زمین کو سرسبز و شاداب کر کے رزق فراہم کرتا ہے، لیکن کبھی اچانک ناگہانی آفت سے فصلیں تباہ کر دی جاتی ہیں۔

﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ (آیت:24)

(e) اللہ نے اس کرۂ ارض کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اور انسانوں کو نیند کے ذریعے سکون پہنچانے کے لیے رات بنائی ہے اور پودوں کی نشوونما اور کاروبارِ حیات کے لیے دن تخلیق کیا ہے۔ غرض چاند سورج کی گردش میں اللہ کی قدرت، ربوبیت اور حکمت کی دلیلیں ﴿آیات﴾ موجود ہیں۔

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ (آیت:67)

5- سورۃ ﴿یُونس﴾ میں ﴿عُلُوّفی الارض﴾ اور ﴿الکبریاء فی الارض﴾ کی اصطلاحات کا استعمال :

سورت یونس میں مکے کی فرعونی مشرک قیادت کے ﴿عُلُوّ﴾ اور کبریائی کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

(a) فرعون ایک ظالم ڈکٹیٹر تھا۔ زمین پر ﴿عُلُوّ﴾ اور کبریائی کا دعویٰ اور مظاہرہ کرتا تھا۔ اختیارات کے استعمال میں اسراف اور تجاوز سے کام لیتا تھا۔ فرعون اور اس کے فوجی کمانڈروں کی دہشت عوام پر اس قدر تھی کہ صرف چند لوگ ہی حضرات موسیٰؑ و ہارونؑ پر ایمان لائے تھے۔

﴿فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (آیت:83)

(b) فرعون نہ صرف ظالم ڈکٹیٹر تھا، بلکہ کئی خداؤں کو ماننے والا مشرک بھی تھا اور آباؤاجداد کے رسم ورواج پر سختی سے کاربند تھا۔ فرعون اور اس کے کمانڈروں نے حضرت موسیٰؑ وہارونؑ سے صاف کہہ دیا کہ ہم آپ دونوں پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ دونوں ہمیں آبائی رسم ورواج سے ہٹانا چاہتے ہیں اور زمین پر اپنی بڑائی اور کبریائی ﴿عُلُوّ﴾ قائم کرنا چاہتے ہیں۔

﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاۗءُ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ (78)

6- سورۃ﴿یُونس﴾میں لفظ﴿مجرمین﴾کے استعمال کی معنویت:

سورت یونس میں مجرم مشرکین مکہ کو تاریخی دلائل سے سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ﴿مجرمین﴾ کو کسی بھی وقت ہلاک کر سکتا ہے۔

(a) تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے رسولوں کی واضح تعلیمات پر ایمان نہ لانے والی ظالم و مجرم قوموں کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔ ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ (آیت:13)

(b) مجرم مشرکین کو خبردار کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی بھی وقت صبح وشام نازل ہو سکتا ہے۔ انہیں غور وفکر سے کام لینا چاہیے۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ؟﴾ (آیت:50)

سورۂ یونس کا نظمِ جلی

سورۃ﴿یونس﴾ آٹھ (8) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

اس سورۃ کا ہر پیراگراف مشرکین کے عقائد کے خلاف ایک بحث پر مشتمل ہے۔ ہر پیراگراف میں، قرآن کی دعوتِ توحید، دعوتِ رسالت اور دعوتِ آخرت کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔ اس سورت کا آغاز اور اختتام بھی قرآن پر ہوتا ہے۔

1- آیات 1 تا 2 : پہلے پیراگراف یعنی ابتدائی دو آیات میں قرآن کا تعارف ہے۔

سب سے پہلے بتایا گیا کہ قرآن کتاب حکیم ہے، جو قریش ہی کے ایک انسان حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے، تاکہ ایمان لانے والوں کے لیے خوشخبری ہو اور کافروں کے لیے تنبیہ ہو۔

اس کے بعد کافروں کے اس الزام کا ذکر ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو ﴿ساحر﴾ یعنی جادوگر قرار دیا۔

2- آیات 3 تا 20 دوسرے پیراگراف میں، قریش کے عقیدۂ شرک اور عقیدۂ آخرت کی تردید کر کے وضاحت کی گئی کہ قرآن کو نہ تو بدلا جا سکتا ہے اور نہ اس میں کسی قسم کی ترمیم کی جا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور ربوبیت کے دلائل دیے گئے کہ وہ اختیار رکھنے والا ﴿مدبر﴾ ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفیع نہیں ہو سکتا، اس لیے اسی کو ﴿رب﴾ مان کر اسی کی ﴿عبادت﴾ کرنی چاہیے۔ وہی قیامت برپا کرے گا، تاکہ عدل کے مطابق جزا اور سزا دی جا سکے۔ وہی سورج اور چاند کا خالق ہے۔ اس نے ایک خاص مقصد کے تحت یہ دنیا تخلیق کی ہے اس لیے اسی کا تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔ خالص دنیادار لوگ، جو آخرت کے منکر ہیں، محمد ﷺ اور قرآن کی اس دعوت کو مسترد کر دیتے ہیں۔ یہ غافل ہیں اور اپنی سرکشی میں طاق ہیں۔ ان ﴿مسرفین﴾ کے لیے دنیا خوشنما بنا دی گئی ہے، لیکن ان ﴿مجرمین﴾ کو تاریخ ہلاکتِ اقوام سے سبق لینا چاہیے کہ ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ دوسری قوموں کو ﴿خلیفہ﴾ بنا دیتا ہے۔

منکرین آخرت رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ خالص توحید کی دعوت دینے والے قرآن کو یا تو بدل دیجیے یا پھر اس قرآن میں ترمیم کر لیجیے۔ اس مطالبہ کا جواب دیا گیا کہ قرآن کو بدلنے کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو نہیں ہے، اللہ پر جھوٹ نہیں باندھا جا سکتا۔

مشرکین کے عقیدۂ شفاعت کی نفی کی گئی اور حسی معجزات کے مطالبے پر قرآنی معجزے پر غور کرنے کی دعوت دی گئی۔

3- آیات 21 تا 36 : تیسرے پیراگراف میں، قریش کی دنیادار مادہ پرست قیادت سے مجادلہ اور قرآن کے بارے میں چیلنج ہے کہ اس طرح کی ایک سورت بھی ﴿مِن دُونِ اللهِ﴾ سامنے نہیں لا سکتے۔

انسان کی ناشکری اور اس کی زمین پر بغاوت ﴿يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ اور خود اپنے نفس کے خلاف بغاوت ﴿بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنفُسِكُم﴾ پر گرفت کی گئی کہ اُسے آخرت کا خوف اختیار کرنا چاہیے۔ دنیا کی زندگی کو ایک خوبصورت تمثیل سے سمجھایا گیا۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کو ﴿دارالسلام﴾ یعنی جنت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ ﴿أَصحابُ الجَنَّة﴾ میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا ﴿أَصحابُ النَّار﴾ میں۔ پھر احوالِ قیامت سے ڈرایا گیا۔ توحید کے مزید دلائل دے کر بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کا ﴿رب﴾ ہے۔ ﴿الله﴾ اور ﴿من دونِ الله﴾ کے درمیان موازنہ کر کے پوچھا گیا کہ کیا کوئی شریک، کوئی چیز پیدا کر سکتا ہے؟

قرآن کسی مخلوق کی گھڑی ہوئی کتاب نہیں ہے، بلکہ رب العالمین کا کلام ہے۔ مشرکین کو چیلنج کیا گیا کہ اس طرح کی ایک سورت ہی لا کر دکھائیں۔ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ ان اندھوں اور بہروں میں بہترین طریقے سے کام کر رہے ہیں۔ منکرین آخرت کو ڈرایا گیا کہ ایک نہ ایک دن انہیں اللہ کے حضور پیش ہونا ہے، وہ خسارے میں رہیں گے۔

4- آیات 47 تا 58 : چوتھے پیراگراف میں، منکرین رسالت اور منکرین قیامت سے مجادلہ اور قرآن کا تعارف ہے کہ یہ ایمان لانے والوں کے لیے شفا، ہدایت اور رحمت بن جاتا ہے۔

اس حصے میں بتایا گیا ہے کہ رسول کی آمد کے بعد قوموں کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ اس پر کافروں نے سوال کیا کہ یہ وقت کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا کہ وہ نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور کسی کمی بیشی کے بغیر ﴿مجرمین﴾ کو وقت مقررہ پر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

قیامت کا اثبات کیا گیا کہ اُس دن لوگ زمین کی ساری دولت فدیے میں دے کر چھوٹنا چاہیں گے، لیکن عدل وانصاف کے ساتھ ظلم کے بغیر فیصلے کیے جائیں گے۔

ساری دنیا کے انسانوں سے خطاب کر کے کہا گیا کہ تمہارے رب کی طرف سے (قرآن کی صورت میں) نصیحت آچکی ہے، جو سینوں کے لیے شفا اور مؤمنین کے لیے ہدایت ورحمت ہے۔ مسلمانوں کو اس نعمت پر خوشیاں منانا چاہیے۔

5- آیات 59 تا 70 : پانچویں پیراگراف میں، قریش کے مشرکانہ عقائد اور خود ساختہ حلال وحرام کے قوانین پر مُبادلہ کیا گیا ہے۔

مشرکین کو ان کے خود ساختہ حلال وحرام پر ٹوکا گیا کہ یہ اللہ پر جھوٹ اور افتراء ہے۔

﴿قُلْ أَرَءَيْتُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَٰلًا قُلْ ءَآللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ ۖ أَمْ عَلَى ٱللَّهِ تَفْتَرُونَ﴾ (آیت:59)

اللہ کے نیک بندے اور اس کے دوست ﴿أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ﴾ ایمان لا کر تقویٰ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ وہ کافروں کی باتوں پر افسردہ نہ ہوں۔ مشرکین محض گمان کی بنیاد پر ایک عقیدہ اپنائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس عظیم لازوال اختیارات ہیں، اسے کسی اولاد کی ضرورت نہیں۔ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔

6- آیات 71 تا 93 : چھٹے پیراگراف میں، قریش کے لیڈروں کو، قوم نوحؑ اور فرعون اور اس کے ساتھیوں کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

حضرت نوحؑ کی دعوت وتبلیغ کافرین کے لیے بہت ناگوار تھی۔ انہوں نے ان کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں غرق کر کے کشتی والوں کو بچالیا اور دوسری قوموں کو ان کی جگہ جانشین بنا دیا۔ ان کے بعد حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو رسول بنا کر بھیجا گیا، فرعون اور اس کے کمانڈروں نے ﴿استکبار﴾ سے کام لیا۔ وہ ﴿مجرمین﴾ تھے۔ انہوں نے حق کو جادو قرار دیا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ حضرت موسیٰؑ وہارونؑ زمین پر اپنی بڑائی ﴿الکبریاء فی الارض﴾ چاہتے ہیں۔ فرعون اور اس کے فوجی کمانڈروں کی حکومت، دہشت گردی کی بنیاد پر قائم تھی، چنانچہ خوف کے مارے سوائے چند نوجوانوں کے کوئی ایمان نہ لایا۔ فرعون اور اُس کے کمانڈر ﴿مفسدین﴾ بھی تھے اور ﴿مجرمین﴾ بھی۔ ان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اللہ کا ﴿توکل﴾ اختیار کریں۔ دونوں بھائیوں حضرت موسیٰؑ اور ھارونؑ کو حکم دیا گیا کہ وہاں مصر میں کوئی مسجد بنالیں اور نماز ادا کریں۔

حضرت موسیٰ کی دعوت کو فرعون اور اس کے ساتھیوں نے مسترد کردیا، اس وقت حضرت موسیٰ نے بددعا کی:
﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ﴾ حضرت موسیٰ اور ہارونؑ کی بددعائیں قبول ہوئیں فرعون اور اس کے فوجی لشکر غرق ہوئے جو بغاوت ﴿بغی﴾ اور دشمنی ﴿عدو﴾ کے جرم کے مرتکب تھے۔ ڈوبنے کے بعد فرعون ایمان لایا۔ لیکن عذاب آنے کے بعد توبہ قبول نہیں کی جاتی۔ (یہ ایک استثناء تھا کہ عذاب آنے کے بعد بھی قومِ یونس کی دعا قبول کی گئی)۔

قرآن کا معجزہ: قرآن کا یہ بھی ایک بڑا زندہ معجزہ ہے کہ فرعون کی لاش تقریباً 3,300 سال گذر جانے کے باوجود 1,300 قبل مسیح سے آج تک محفوظ ہے۔

7- آیات 94 تا 10: ساتویں پیراگراف میں، بتایا گیا کہ قرآن شک سے پاک ہے۔ لوگوں کو توحید کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

رسول اللہ ﷺ کو ہدایات دی گئیں کہ وہ لوگوں کو ایمان کے لیے مجبور نہیں کرسکتے۔ اللہ نے انسانوں کو خیر و شر کی آزادی عطا کی ہے۔ مشرکین کو تاریخ کے ﴿ایام﴾ سے ڈرایا گیا کہ وہ بھی ہلاک کیے جاسکتے ہیں اور اہل ایمان کو تسلی دی گئی کہ رسولوں کو اور رسولوں پر ایمان لانے والوں کو ہلاکت سے بچانا، اللہ کی ذمہ داری ہے۔

8- آیات 104 تا 109: آٹھویں اور آخری پیراگراف میں، قرآن پر ایمان لانے، اُس کی پیروی کرنے اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے کی ہدایات دی گئیں۔

انسانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ یکسو ہوکر صرف ایک اللہ کی خالص عبادت کریں، جو نفع بھی پہنچاتا ہے اور نقصان بھی اور جو موت بھی دیتا ہے۔ ان ہستیوں کو پکارنے اور دعا کرنے سے روکا گیا، جو نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتیں۔ آخر میں دعوت دی گئی کہ اللہ کی طرف سے قرآن لے کر رسول اللہ ﷺ آگئے ہیں، اب انہیں اس دعوت کو قبول کرلینا چاہیے، ورنہ گمراہی کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ اب لوگوں کو آزادی حاصل ہے کہ وہ چاہیں تو قبول کرلیں، یا مسترد کردیں۔

﴿قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ (آیت:108)

رسول اللہ ﷺ کو نازل کردہ وحی کی پیروی کرنے اور اللہ کے فیصلے تک صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے کی تلقین کی گئی۔

مرکزی مضمون

قرآنِ مجید کے تمام دلائل کی روشنی میں، توحید، رسالت اور آخرت کے منکر، مشرکین مکہ پر اتمامِ حجت کی گئی۔ اعتراضات کے جوابات دیے گئے۔ رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

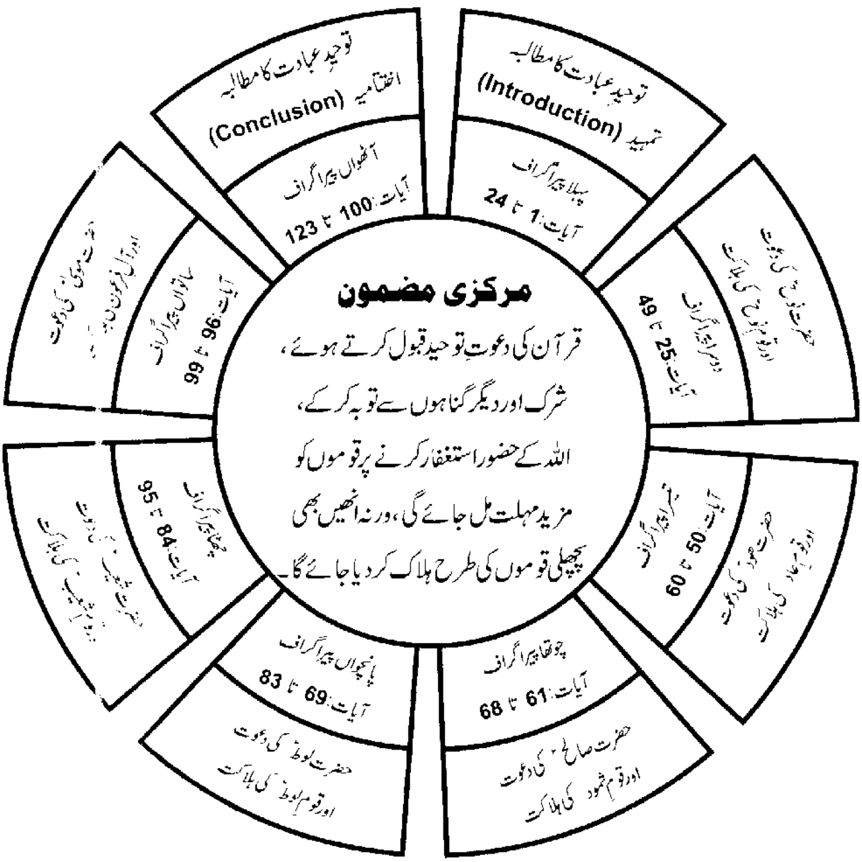
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

11- سُورَةُ هُود

آیات : 123 ...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 8



• زمانۂ نزول اور پس منظر:

سورت ﴿ھود﴾، رسول ﷺ کے قیامِ مکہ کے چوتھے اور آخری دور (11 تا 13) کے وسط میں یعنی غالباً 12 نبوی میں، سورۃ ﴿یونس﴾ وغیرہ کے ساتھ نازل ہوئی۔ یہ وہی دور تھا، جب آپ ﷺ پر ﴿افتراء﴾ کے الزامات عائد کیے جارہے تھے، آپ ﷺ کی دعوت کو ﴿شک وریب﴾ کی نگاہ سے دیکھا جارہا تھا اور اسے ﴿سحر مبین﴾ کہا جارہا تھا۔

خصوصیات

1۔ سورۃ ھود ایک جلالی سورت ہے، جس میں باغی، نافرمان اور گناہ گار قوموں پر اللہ کے غضب اور ان کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ اس سورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا تھا۔

2۔ اس سورت کے پہلے پیراگراف اور آخری آیت دونوں میں ﴿توحیدِ عبادت﴾ کا مطالبہ ہے۔ (آیات:2اور123)

3۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے قانونِ ہلاکت [Law of Annihilation] اور [Law of Replacement] قانونِ استبدال کی وضاحت ہے کہ وہ وقفہ وقفہ سے قوموں کو مہلت دینے کے بعد ہلاک کر دیتا ہے، ان کے نیک لوگوں کو بچالیتا ہے اور پھر امامت اور قیادت کے لیے ایک اور قوم کو میدانِ امتحان میں لے آتا ہے۔

4۔ سورۃ ﴿ھود﴾ نظم کے اعتبار سے سورۃ ﴿الاعراف﴾ سے مشابہ ہے۔ دونوں کے آٹھ پیراگراف ہیں۔ دونوں میں تمہید اور اختتامیے کے درمیان چھ (6) قوموں کی جانشینی اور ہلاکت کے سچے واقعات بیان کر کے اللہ تعالیٰ کا قانونِ ہلاکت اور قانونِ استبدال کو سمجھایا گیا ہے۔

5۔ البتہ اس سورت میں مختلف پیغمبروں کی زبان سے ﴿توبہ واستغفار﴾ کی دعوت دی گئی ہے، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ سکیں۔

سورۃ ھود کے فضائل

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿شَيَّبَتْنِي هُودٌ والواقِعَةُ والمُرسَلاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإذا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾
”مجھے سورۃ ھود، سورۃ الواقعہ، سورۃ المرسلات، سورۃ النّبأ اور سورۃ التکویر نے بوڑھا کر دیا۔“
(جامع ترمذی: کتاب التفسیر، باب سورۃ الواقعہ، حدیث 3,297، صحیح)

سورۃ ھُود کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورت ﴿یونس﴾ میں مختلف قسم کے دلائل سے منکرینِ توحید، منکرینِ رسالت اور منکرینِ آخرت کے خلاف اتمامِ حجت تھی۔ یہاں سورت ﴿ھود﴾ میں تاریخ کے چھ (6) سچے واقعات سے اتمامِ حجت ہے۔ اللہ برے لوگوں کو ہلاک کر کے، نیک لوگوں کو بچالیتا ہے۔

2۔ ﴿شک﴾ میں گرفتار لوگوں کے لیے اتمامِ حجت:

پچھلی سورت ﴿یونس﴾ میں کہا گیا تھا کہ رب العالمین کا یہ کلام قرآن ﴿شک﴾ سے پاک ہے (آیت:37)، مشرکین مکہ پر فردِ جرم عائد کی گئی کہ وہ ﴿شک﴾ میں مبتلا ہیں (آیت:94) اور (آیت:104) میں ﴿شک﴾ میں گرفتار لوگوں کو دلیل پیش کی گئی کہ انسانوں کو موت دینے والا ہی معبود ہو سکتا ہے۔ اور یہاں سورت ﴿ھود﴾ میں تاریخ کے حوالے سے بتایا گیا کہ قومِ ثمود بھی

﴿شک﴾ میں مبتلا تھی (آیت: 62) اور قومِ فرعون بھی ﴿شک﴾ میں گرفتار تھی۔

3۔ ﴿افترا﴾ کے الزام کے جواب میں چیلنج:

پچھلی سورت ﴿یونس﴾ میں مشرکین سے کہا گیا تھا کہ تم اللہ کے کلام کو، رسول اللہ ﷺ کا ﴿افترا﴾ سمجھتے ہو تو تمہیں چیلنج کیا جاتا ہے کہ اس جیسی صرف ایک (1) سورت ہی تصنیف کر کے سامنے لے آؤ (آیت: 38) اور یہاں سورت ﴿هود﴾ میں چیلنج کیا گیا کہ اگر تم اسے ﴿افترا﴾ سمجھتے ہو تو اس جیسی دس (10) سورتیں لا کر دکھاؤ۔ (آیت: 13)

4۔ ﴿سحر﴾ کے الزام کا جواب:

پچھلی سورت ﴿یونس﴾ میں بتایا گیا تھا کہ مشرکینِ مکہ نے قرآنِ حکیم کے ذریعے تبشیر و انذار پر رسول اللہ ﷺ کو ﴿ساحر﴾ یعنی جادوگر قرار دیا تھا (آیت: 2)، جس طرح فرعون اور اس کے فوجی کمانڈروں نے حق کو ﴿سحر مبین﴾ قرار دیا تھا (آیت: 76)۔ یہاں سورت ﴿هود﴾ میں بتایا گیا ہے کہ مشرکینِ مکہ رسول اللہ ﷺ کے پیش کردہ عقیدۂ آخرت کو ﴿سحر مبین﴾ قرار دیتے تھے کہ مرنے کے بعد لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

5۔ اگلی سورت ﴿یوسف﴾ میں مشکل اور صبر آزما حالات کے بعد اہلِ مکر و فریب کی شکست اور اہلِ ایمان کی فتح، کامرانی اور اقتدار کی بشارت ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ هود میں ﴿توحیدِ عبادت﴾ کے مطالبے کی تکرار:

سورۃ هود میں ﴿توحیدِ عبادت﴾ کا مضمون بار بار آیا ہے۔ تمام پیغمبروں نے صرف اللہ ہی کی عبادت کرنے کی دعوت دی۔

(a) آخری رسول محمد ﷺ نے صاف کہہ دیا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی ﴿عبادت﴾ مت کرو، میں تمہیں اللہ کی طرف سے صرف نذیر و بشیر ہوں۔ ﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ﴾ (آیت: 2)

یہ مضمون سورت ﴿هود﴾ کے آغاز میں بھی لایا گیا ہے اور اختتام پر بھی۔ خلاصۂ کلام کے طور پر ﴿فَاعْبُدْهُ﴾ کے الفاظ سے رسول اللہ ﷺ اور ان کے توسط سے صحابۂ کرامؓ کو ﴿توحیدِ عبادت﴾ اور ﴿توحیدِ توکل﴾ پر ثابت قدمی کی ہدایت دی گئی۔

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (آیت: 123)

(b) پہلے رسول حضرت نوحؑ نے بھی یہی دعوت دی تھی کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی ﴿عبادت﴾ مت کرو، میں تمہیں عذاب سے ڈراتا ہوں۔ ﴿اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ﴾ (آیت: 26)

(c) حضرت ھودؑ نے بھی اپنی قوم (عاد) سے کہا تھا کہ صرف اور صرف اللہ ہی کی ﴿عبادت﴾ کرو، تم لوگ اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہو، اللہ کے علاوہ کوئی دوسری ہستی تمہارا ﴿إلٰہ﴾ نہیں ہو سکتی۔

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُوْنَ﴾ (آیت:50)

(d) حضرت صالحؑ نے بھی اپنی قوم (ثمود) سے کہا تھا کہ صرف اور صرف اللہ ہی کی ﴿عبادت﴾ کرو، اللہ کے علاوہ کوئی دوسری ہستی تمہارا ﴿إلٰہ﴾ نہیں ہو سکتی۔

﴿وَإِلٰى ثَمُوْدَ أَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ (آیت:61)

(e) حضرت شعیبؑ نے بھی اپنی قوم سے کہا تھا کہ صرف اللہ ہی کی ﴿عبادت﴾ کرو، اللہ کے علاوہ کوئی دوسری ہستی تمہارا ﴿إلٰہ﴾ نہیں ہو سکتی۔ ﴿وَإِلٰى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ (آیت:84)

2۔ سورۃ ھود میں ہلاکتِ اقوام اور ﴿إستِغفار﴾ کے باہمی تعلق کی حکمت:

سورت ھود میں ہلاکتِ اقوام اور ﴿إستِغفار﴾ کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

انبیاء نے گناہ گار قوموں کو دعوتِ توبہ و استغفار دی اور بتایا کہ توبہ و استغفار کے نتیجے میں وہ ہلاکت سے بچ سکتے ہیں۔

(a) قریشِ مکہ کو ﴿إستِغفار﴾ کی دعوت دی گئی اور توبہ و استغفار کے فوائد گنوائے گئے کہ انہیں وقتِ مقررہ تک متاعِ حسن سے نوازا جا سکتا ہے اور ہر انسان کے فضل کے مطابق اجر دیا جا سکتا ہے۔

﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ﴾ (3)

(b) حضرت نوحؑ کے ﴿استغفار﴾ کا تذکرہ کیا گیا کہ انہوں نے دعا کی: "اور اگر تو نے میری مغفرت نہ فرمائی اور رحم نہ فرمایا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو جاؤں گا"۔ دعا کا یہ وہی انداز تھا، جو حضرت آدمؑ نے اختیار کیا تھا۔

﴿وَإِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْ أَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (آیت:47)

(c) حضرت ھودؑ نے اپنی مجرم، متکبر، ظالم اور سرکش قوم (عاد) کو ﴿استغفار﴾ کی دعوت دی اور اس کے فوائد بتائے۔

﴿توبہ و استغفار﴾ کے نتیجے میں بارشوں کی کثرت ہوتی ہے اور موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

حضرت ھودؑ نے فرمایا۔ ﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ﴾ (آیت:52)

(d) حضرت صالحؑ نے بھی اپنی مشرک قوم (ثمود) کو اللہ تعالیٰ سے ﴿استغفار﴾ کی دعوت دی کہ وہ شرک چھوڑ کر خالص توحید اختیار کریں۔

وہ ﴿اللہ﴾ جو ﴿قَرِيْب﴾ بھی ہے اور ﴿مُّجِيْب﴾ بھی، دعائیں سنتا ہے اور لوگوں کو معاف بھی کر دیتا ہے۔ فرمایا:

﴿فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾ (آیت:61)

(e) حضرت شعیبؑ نے بھی اپنی بد چلن، فاسق و فاجر قوم (مدین) کو اللہ تعالیٰ سے ﴿استغفار﴾ کی دعوت دی کہ وہ ناپ تول میں کمی نہ کریں، لوگوں کو گھاٹا نہ دیں، چوری ڈاکہ اور فساد فی الارض سے بچیں۔

وہ ﴿اللہ﴾ جو ﴿رَحِیم﴾ بھی ہے اور ﴿وَدُوْد﴾ بھی، محبت کرنے والا بھی ہے اور رحم کرنے والا بھی ہے۔

فرمایا: ﴿وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ﴾ (آیت:90)

3۔ ﴿شک﴾ میں مبتلاء قوموں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے:

﴿شك وریب﴾ میں مبتلا مشرکین مکہ کو خبردار کیا گیا کہ پچھلے انبیاء کی عذاب یافتہ قومیں بھی شک وریب میں مبتلا تھیں۔

(a) حضرت صالحؑ کی دعوت کے سلسلے میں بھی، اُن کی قوم ثمود نے ﴿شك وریب﴾ سے کام لیا۔

﴿قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ﴾ (آیت:62)

(b) حضرت موسیٰؑ کی دعوت کے سلسلے میں بھی، ان کی قوم نے ﴿شك و ریب﴾ سے کام لیا۔ ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ (آیت:110)

4۔ رسول اللہ ﷺ پر اعتراضات اور الزامات:

مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ پر ﴿افتراء کا الزام﴾ عائد کیا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے۔

چیلنج کیا گیا کہ اگر تم اپنے الزام میں سچے ہو تو ساری مخلوق کی مدد لے کر ہی کیوں نہ ہو؟

اس طرح کی دس (10) سورتیں لا کر دکھاؤ۔ (آیت:13)

(a) ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

(b) بالفرض میں نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے تو اس کا بوجھ مجھ پر ہے، لیکن تمہارے جرائم سے میں بری الذمہ ہوں۔

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ﴾ (آیت:35)

5۔ سورۃ ھود میں انسانوں کے ﴿بنیادی مذہبی حقوق﴾ (Freedom of Faith) کو تسلیم کیا گیا:

سورت ھود میں انسانوں کے ﴿بنیادی مذہبی حقوق﴾ (Freedom of Faith) کو تسلیم کیا گیا ہے۔

حضرت نوحؑ کی زبان سے کہلوایا گیا کہ اگرچہ کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح ہدایت ﴿بَيِّنَة﴾ اور ہدایت کی

رحمت آئی ہے، لیکن اگر تم اس کے بارے میں اندھے بننا چاہتے ہو تو ہم اس دعوت کو تم پر زبردستی مسلط نہیں کر سکتے، جب کہ یہ تمہیں سخت ناگوار ہے۔

﴿قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كُنۡتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّىۡ وَاٰتٰٮنِىۡ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِهٖ فَعُمِّيَتۡ عَلَيۡكُمۡؕ اَنُلۡزِمُكُمُوۡهَا وَاَنۡتُمۡ لَهَا كٰرِهُوۡنَ؟﴾ (آیت:28)

سورۃ ھُود کا نظمِ جلی

سورۃ ھُود آٹھ (8) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 24 : پہلا پیراگراف تمہید ہے، جس میں توحیدِ عبادت اور استغفار کا مطالبہ ہے۔

قرآن حکیم وخبیر ہستی کی طرف سے ہے، جس میں پہلے محکم (پختہ، ٹھوس) اور پھر اس کے بعد مفصل آیات ہیں۔

سب سے پہلے ﴿توحیدِ عبادت﴾ کا مطالبہ ہے ﴿اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ﴾ اور پھر ﴿استغفار﴾ کا مطالبہ ہے۔

استغفار اور توبہ سے قوموں کو ایک وقت مقررہ تک مزید مہلت مل جاتی ہے، فضل میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

﴿يُمَتِّعۡكُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾۔ پھر یوم عذاب سے ڈرایا گیا۔ (آیت:3)

اللہ کے علم کی وضاحت کر کے اس کی خالقیت اور قدرت ثابت کی گئی اور بتایا گیا کہ زمین و آسمان کی تخلیق کا مقصد آزمائش حسنِ عمل ہے۔ مشرکینِ مکہ جو ﴿منکرین آخرت﴾ بھی تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کو ﴿سحر﴾ یعنی جادو قرار دیتے تھے کہ موت کے بعد ایک دن انسانوں کو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ (آیت: 7)

﴿صابر﴾ اور ﴿غیر صابر﴾ لوگوں کے فرق کو واضح کیا گیا کہ یہ صابر لوگ دکھ اور سکھ دونوں گھڑیوں میں ہمیشہ ﴿شکر﴾ کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ مشرکین کی باتوں سے دل برداشتہ ہو کر، قرآن کے بعض حصوں کو بیان کرنے سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اعراض نہیں کر سکتے۔

قریش کے اعتراضات: قریش مکہ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ آپؐ کے ساتھ کوئی خزانہ، یا کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خود سے جھوٹ گھڑ لینے کا الزام عائد کیا گیا، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا کہ اس طرح کی دس (10) سورتیں تصنیف کر کے دکھاؤ، ورنہ پھر انہیں قرآن کو اللہ کا کلام تسلیم کر کے دعوتِ توحید کو قبول کر لینا چاہیے۔ (آیت:14)

اللہ کی سنت بیان کی گئی کہ وہ دنیا پرستوں کو دنیا عطا کر دیتا ہے، لیکن ان کے لیے آخرت میں آگ ہوگی۔ خدا کے راستوں سے روکنے والے اور خدا کے راستے کو ٹیڑھا کرنے والے، اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے۔

کوئی ﴿ولی﴾ ان کی مدد نہیں کر سکتا، انہیں دوہرا عذاب دیا جائے گا۔ (آیت:20)

اہل ایمان اور اہل کفر کی مثال آنکھ والے اور اندھے، یا پھر سننے والے اور بہرے کی سی ہے، یہ کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ (آیت:24)

2- آیات 25 تا 49 : دوسرے پیراگراف میں، حضرت نوحؑ کی دعوت اور قومِ نوحؑ کی ہلاکت کا بیان ہے۔

حضرت نوحؑ پہلے رسول ہیں، ان سے پہلے نبی ہوا کرتے تھے۔ ان کا زمانہ غالباً 3,500 قبل مسیح ہے۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو سب سے پہلے توحید کی دعوت دی۔ ان کی قوم کے مشرک ﴿ملأ﴾ لیڈروں نے اعتراض کیا کہ (a) آپ ہماری طرح کے انسان ہیں ہم آپ کو رسول تسلیم نہیں کرسکتے۔ (b) آپ پر ایمان لانے والے ہماری قوم کے ﴿اَراذِل﴾ چھوٹے اور غریب لوگ ہیں۔ (c) آپ کو ہم پر کوئی خاص فضیلت عطا نہیں کی گئی۔ (d) آپ جھوٹے ہیں۔ حضرت نوحؑ انسان کی مذہبی آزادی (Freedom of Faith) کے قائل تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی ناگواری کی حالت میں آپ لوگوں پر دعوتِ توحید کو زبردستی مسلط نہیں کریں گے، البتہ میں غریب مسلمانوں کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ حضرت نوحؑ نے اپنے بارے میں وضاحت کردی کہ نہ تو میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ تو میرے پاس غیب کا علم ہے اور نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔ حضرت نوحؑ کئی سو سالوں تک تبلیغ کرتے رہے۔ بالآخر لیڈروں نے کہا کہ عذاب لاکر دکھایئے ﴿فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا﴾ پھر حضرت نوحؑ کو کشتی بنانے کا حکم دیا گیا اور کہا گیا کہ آج کے بعد کوئی آدمی مزید ایمان نہیں لائے گا۔ مشرک لیڈر کشتی کا مذاق اڑانے لگے، پھر اللہ کا عذاب آگیا۔ کافروں کو غرق کردیا گیا اور کشتی والے مسلمان بچا لیے گئے۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا ایک مادّہ پرست کافر تھا۔ وہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ﴿نَعُوذُ بِاللّٰہ﴾ اللہ تعالیٰ نہیں، بلکہ پہاڑ اسے پانی سے بچا سکتا ہے۔ ﴿يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ﴾ وہ طوفان میں غرق ہوگیا۔ حضرت نوحؑ کے قصے سے رسول اللہ ﷺ اور مشرکینِ مکہ واقف نہیں تھے۔ مشرکین کو قانونِ ہلاکت سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا اور رسول کریم ﷺ کو مخالفت کے اس ماحول میں صبر واستقامت کی ہدایت کی گئی اور تسلی دی گئی کہ بہترین عاقبت اور انجام صرف متقین ہی کے لیے ہے۔ ﴿فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

3- آیات 50 تا 60 : تیسرے پیراگراف میں، حضرت ھودؑ کی دعوت اور قومِ عاد کی ہلاکت کا تذکرہ ہے۔

قومِ نوحؑ کی ہلاکت کے تقریباً پانچ سو سال بعد، قومِ عاد کو جانشین بنایا گیا۔ یہ مشرک تھے۔ ان کے رسول حضرت ھودؑ نے انہیں توحید کی دعوت دی۔ حضرت ھودؑ نے انہیں شرک سے بچنے اور گناہوں پر ﴿توبہ واستغفار﴾ کی دعوت دی۔ استغفار کے فضائل بیان کیے گئے کہ اس سے بارشیں ہوں گی، موجودہ قوت میں مزید اضافہ کیا جائے گا، لیکن وہ اپنے ﴿آلِهَه﴾ یعنی خداؤں کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ حضرت ھودؑ کو اللہ پر کامل بھروسہ تھا۔ انہوں نے انہیں سمجھایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرکے دوسری قوم کو اٹھا سکتا ہے۔ ﴿وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾۔ قومِ عاد نے اپنے رب کی ناشکری کی، اس کی آیات کا انکار کیا، رسولوں کی نافرمانی کی۔ یہ وہ قوم تھی، جو ہر ﴿جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ اسلام سے عناد رکھنے والے لیڈر کے احکامات کی پیروی کیا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں اس قوم پر لعنت کی ان پر عذاب نازل کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے حضرت ھودؑ اور ان پر ایمان لانے والے نیک لوگوں کو بچالیا۔

4- آیات 61 تا 68 : چوتھے پیراگراف میں، حضرت صالح ؑ کی دعوت اور قوم ثمود کی ہلاکت کا ذکر ہے۔

حضرت ھودؑ اور اہل ایمان عرب کے جنوبی علاقوں سے ہجرت کر کے مدینۂ منورہ کے شمال میں آباد ہو گئے۔
آج کل یہ علاقہ ﴿مدائن صالح﴾ کہلاتا ہے۔ ان کی نسل ﴿ثمود﴾ کہلائی، انہیں ﴿عادِ ثانی﴾ بھی کہتے ہیں۔ قوم ھود کی ہلاکت کے تقریباً پانچ سو سال بعد، قوم ثمود کی آزمائش کا وقت آپہنچا۔ قوم ثمود میں حضرتِ صالحؑ کو مبعوث کیا گیا۔ حضرت صالحؑ نے بھی اپنی قوم کو ﴿توبہ واستغفار﴾ کی دعوت دی، لیکن یہ اپنے باپ دادا کے عقائد اور رسومات کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے شک وریب کا مظاہرہ کیا۔ آزمائش کے لیے اللہ نے ان کے پاس ایک اونٹنی بھیجی اور حکم دیا کہ اسے بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا اور اس کو زمین پر کھانے سے نہ روکنا لیکن انہوں نے اسے مار ڈالا۔ اس قوم کو تین دن کی مہلت دی گئی، پھر ان کو ایک خوف ناک دھماکے سے ہلاک کر دیا گیا اللہ تعالی نے اپنی خاص رحمت سے حضرت صالحؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچالیا۔

5- آیات 69 تا 83 : پانچویں پیراگراف میں، حضرت لوطؑ کی دعوت اور قوم لوطؑ کی ہلاکت کا بیان ہے۔

اللہ تعالی کا قانون ہے کہ وہ نیک لوگوں کو بچا کر وقفے وقفے سے بدکاروں کو ہلاک کر دیتا ہے۔
یہی اس کا قانونِ جزا وسزا (Law of Reward & Punishment) ہے۔یہی دلیلِ قیامت اور دلیل جنت ودوزخ بھی ہے۔ اس کے فرشتے بھی کبھی جزا اور کبھی سزا کا موجب بن جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آنے والے فرشتے انہیں بیٹے کی بشارت دینے کے بعد، ان کے بھتیجے حضرت لوطؑ کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے۔ وہ بہت مہمان نواز تھے۔ انہوں نے ایک بھونا ہوا بچھڑا ان کی خدمت میں پیش کیا۔ کھانے سے انکار پر حضرت ابراہیمؑ کو احساس ہوا کہ یہ فرشتے ہیں، وہ ڈر گئے۔ فرشتوں نے تسلی دی اور انہیں بیٹے اسحٰق اور پوتے یعقوب کی بشارت دی۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ کی بیوی نے حیرت کا اظہار کیا کہ میں کیسے ماں بن سکتی ہوں؟ جب کہ میں بوڑھی بھی ہوں، بانجھ بھی ہوں اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔
فرشتوں نے جواب دیا کہ آپ کے خاندان پر اللہ کی رحمت اور برکات ہیں۔ تعجب نہ کرو، ایسا ہی ہو گا۔ فرشتوں نے بتایا کہ ان کی اگلی منزل قوم لوط کی طرف ہے، وہ ہلاک کی جائے گی۔ اس خبر پر حضرت ابراہیمؑ تکرار کرنے لگے، انہیں بتایا گیا کہ عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے، اب اسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ (آیت: 76)
حضرت لوطؑ کے پاس فرشتے انسانی شکل میں پہنچے۔ یہ خبر سن کر ان کی قوم ان کے گھر کی طرف لپکی۔ انہیں عورتوں سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ وہ مردوں کے پیچھے دیوانے تھے۔ حضرت لوطؑ نے اللہ کا خوف دلایا۔ لڑکیوں سے شادی کی پیشکش کی اور کہا کہ میرے مہمانوں کے سامنے مجھے رسوا مت کرو۔ لیکن قوم پاگل ہو چکی تھی۔ انہوں نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں لڑکیوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ انتہائی بے بسی کے عالم میں حضرت لوطؑ نے فرمایا کہ کاش میرے پاس قوت اور طاقت ہوتی؟ حضرت لوطؑ کو حکم دیا گیا کہ وہ اہل ایمان کو لے کر راتوں رات بستی سے نکل جائیں، کیونکہ صبح سے پہلے اللہ کا عذاب نازل ہونے والا ہے۔ اور جب اللہ کا عذاب نازل ہوا تو بستی کو اوندھا کر دیا

گیا اور ان پر مٹی کے پتھروں سے بارش کی گئی اور بالآخر ہلاک کر دیا گیا۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ مَّنۡضُوۡدٍ﴾ (آیت:82)

یہ واقعہ غالباً 2,100 قبل مسیح کا ہے۔ قومِ لوطؑ بحرِ مردار (Dead sea) کے جنوب میں آباد تھی۔ ان سے ذرا قریب ہی جنوب میں حضرت شعیبؑ کی قومِ مدین اور تبوک میں اصحاب الایکہ آباد تھے۔

6- آیات 84 تا 95: چھٹے پیراگراف میں، حضرت شعیبؑ کی دعوت اور قومِ شعیبؑ کی ہلاکت کا تذکرہ ہے۔

حضرتِ شعیبؑ اصحابِ مدین اور اصحاب الایکہ کی طرف نبی بنا کر مبعوث کیے گئے تھے۔ حضرت شعیبؑ نے بھی سب سے پہلے اپنی قوم کو ﴿توحید کی دعوت﴾ دی۔ انہیں ناپ تول میں ڈنڈی مارنے سے روکا۔ اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ یہ قوم رزقِ حرام کی خوگر تھی۔

قوم سے کہا گیا ﴿بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيۡرٌ لَّكُمۡ﴾ تھوڑی بہت حلال بچت، کثیر حرام سے بہتر ہوتی ہے۔ (آیت:86)

قومِ شعیبؑ سیکولر (Secular) ذہنیت کی حامل تھی۔ انہوں نے حضرت شعیبؑ سے کہا: آپ اپنی نمازوں سے کام رکھیے! ہمیں باپ دادا کے طریقۂ پرستش سے منع نہ کیجیے۔ ان کا خیال تھا کہ مذہب اور اہلِ مذہب کا مالی اور اقتصادی امور میں کیا دخل ہو سکتا ہے؟ (آیت:87) ہم اپنی من مانی کریں گے۔

حضرت شعیبؑ نے بقدرِ توفیق واستطاعت اصلاحی کوششیں کیں ﴿وَمَا اُرِيۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ﴾ انہوں نے بھی اپنی قوم کو ﴿توبہ اور استغفار﴾ کی دعوت دی۔ قومِ نوحؑ، قومِ ھودؑ اور قومِ صالحؑ کی ہلاکت کی تاریخ سے ڈرایا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی بہت ساری باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ آپ ہماری برادری کے کمزور آدمی ہیں۔ اگر آپ کی برادری نہ ہوتی تو ہم آپ کو سنگسار کر دیتے۔ پھر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے حضرت شعیبؑ اور ان پر ایمان لانے والے لوگوں کو بچا لیا۔

7- آیات 96 تا 99: ساتویں پیراگراف میں، حضرت موسیٰؑ کی دعوت اور آلِ فرعون کی ہلاکت کی تفصیل ہے۔

قومِ شعیبؑ کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون اور اس کی فوجی حکومت کے ذمہ داروں ﴿مَلَاۡ﴾ کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ یہ لوگ فرعون کے ظالمانہ احکام کی پیروی کیا کرتے تھے۔

فرعون اور اس کے ساتھیوں پر دنیا میں بھی لعنت کی گئی اور قیامت کے دن بھی۔

8- آیات 100 تا 123: آٹھواں اور آخری پیراگراف اختتامیہ (Conclusion) ہے۔

اس آخری اور اختتامی حصے میں مختلف قوموں کی ہلاکت پر تبصرہ ہے۔ قریش کو عبرت حاصل کرنے کی ہدایت کی گئی۔ وقفے وقفے سے یکے بعد دیگرے قومِ نوحؑ (3,500 ق م)، قومِ عاد (3,000 ق م)، قومِ ثمود (2,500 ق م)، قومِ لوطؑ (2,100 ق م)، قومِ شعیبؑ (1,400 ق م) اور قومِ فرعون (1,250 ق م) کی ہلاکت ہوئی۔

﴿وَ كَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ﴾ اس کے بعد تخویفِ آخرت ہے۔ دوزخ کے عذاب اور جنت کی نعمتوں سے تذکیر کی گئی ہے۔ ﴿شقی﴾ اور ﴿سعید﴾ برابر نہیں ہو سکتے۔

بدبختوں کے لیے دوزخ ہے اور خوش بختوں کے لیے جنت۔ مشرکینِ مکہ پر افسوس کیا گیا کہ وہ ان روشن دلیلوں کے باوجود، باپ دادا کے عقائد پر قائم ہیں اور شک، ریب سے کام لے رہے ہیں۔

رسول ﷺ کو حکم الٰہی کے مطابق ثابت قدم رہنے اور کجی سے بچنے کی ہدایت دی گئی۔ (آیت:112)

ظالم مشرکین کی طرف نہ جھکنے اور نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا اور صبر کی تلقین کی گئی۔

اللہ کی مغفرت کا ایک اہم اصول بیان کیا گیا کہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں ﴿اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ﴾ نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والے اصلاح پسند افراد کا ہر قوم میں ہونا ضروری ہے۔ (آیت:116)

ہلاکتِ اقوام کا اصول:

ہلاکت کے بارے میں، اللہ تعالیٰ کی سنت بیان کی گئی کہ وہ اصلاحی قوتوں کی موجودگی میں کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتا۔

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهۡلِكَ الۡقُرٰی بِظُلۡمٍ وَّاَهۡلُهَا مُصۡلِحُوۡنَ﴾ (آیت:117) یہ دنیا ایک دارِ امتحان ہے اور اللہ تعالیٰ ظالم جن وانس سے جہنم کو بھر کر رہے گا۔ رسول ﷺ کو تسلی اور کافروں کو دھمکی دی گئی کہ فریقین اپنے موقف پر اٹل ہیں، بہت جلد اللہ تعالیٰ حق و باطل کا فیصلہ فرمائے گا۔ آخری آیت میں (کوئی کرے یا نہ کرے) رسول ﷺ کو ﴿توحیدِ عبادت﴾ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور صرف اللہ ہی پر بھروسہ اور ﴿توکل﴾ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ ﴿فَاعۡبُدۡهُ وَتَوَكَّلۡ عَلَيۡهِ﴾

مرکزی مضمون

قرآن کی ﴿دعوتِ توحید﴾ قبول کرتے ہوئے، شرک اور دیگر گناہوں سے توبہ کر کے، اللہ کے حضور ﴿استغفار﴾ کرنے پر قوموں کو مزید مہلت مل جائے گی، ورنہ انھیں بھی پچھلی قوموں کی طرح ہلاک کیا جا سکتا ہے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

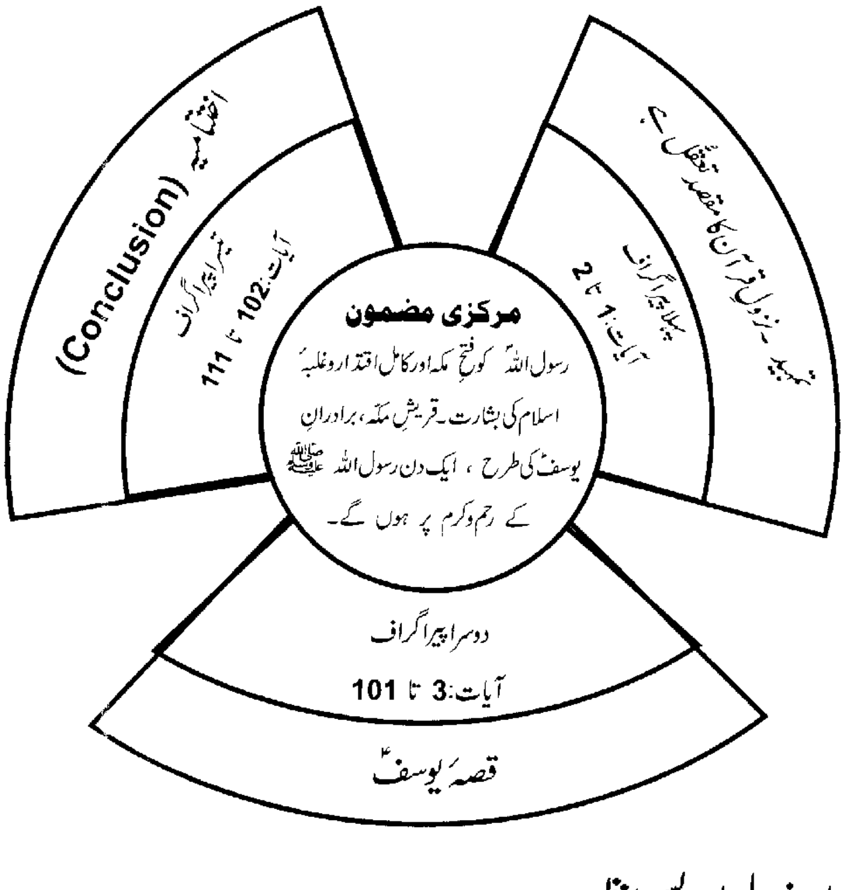
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

12- سُوْرَةُ یُوْسُف

آیات : 111 ...... مَکِّیَّۃ ...... پیراگراف : 3



● **زمانۂ نزول اور پس منظر:**

سورت ﴿یُوسف﴾، غالباً 12 نبوی میں ہجرت سے پہلے اور سورت ﴿هُود﴾ کے بعد نازل ہوئی، جب رسول اللہ ﷺ کے خلاف مکے سے اِخراج یا مکے میں قتل کے منصوبے بنائے جا رہے تھے اور قریشی قیادت برادرانِ یوسف کی طرح، اپنے ہی بھائیوں پر ظلم و ستم ڈھا رہی تھی، جن کا جرم محض بت پرستی کا انکار اور توحید کا اقرار تھا۔

سورۃ یُوسف کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿ھُود﴾ میں قوموں کی تاریخ ہلاکت سے ﴿اِنذار﴾ کا پہلو غالب تھا۔

یہاں سورۃ ﴿یُوسف﴾ میں مشکل حالات کے بعد آسانیوں کی ﴿تبشیر﴾ کا پہلو غالب ہے۔ توحید حق اور شرک باطل ہے، حضرت یوسفؑ جیل میں بھی توحید کی دعوت عام کرتے رہے۔

2۔ اگلی سورۃ ﴿الرعد﴾ میں حق و باطل (توحید و شرک) کے فرق کو عقلی اور آفاقی دلائل سے مبرہن کیا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- اعتراف گناہ اور احساسِ ندامت کے بعد، حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کے لیے استغفار کیا۔

حضرت یوسفؑ کے ساتھ ان کے بھائیوں کے حسد اور ظلم کے باوجود، اللہ نے مختلف آزمائشوں سے گذارنے کے بعد بالآخر انہیں مصر کے اقتدار سے نوازا۔ تمام بھائی اپنے بیوی بچوں کو لے کر اپنے والدین کے ساتھ فلسطین سے ہجرت کر کے مصر منتقل ہو گئے۔ اس موقع پر برادرانِ یوسف اپنی غلطیوں پر نادم اور شرمسار ہوئے اور ان کے لیے حضرت یعقوبؑ نے مغفرت کی دعا کی۔ ﴿قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (آیت:98)

حاصل کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو احساسِ گناہ اور احساسِ ندامت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور مغفرت سے ضرور نوازتا ہے۔

2- سورۃ یوسف میں ﴿قرآن﴾ کا تعارف:

(a) قرآن مجید کو غور و فکر کے لیے عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے، تاکہ پہلے اہل عرب کو مسلمان کیا جائے اور پھر عربوں کے ذریعے بقیہ دنیا کو۔ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (آیت:2)

(b) رسول اللہ ﷺ کو قرآنی وحی کے ذریعے حضرت یوسفؑ کی تفصیلات بتائی گئیں۔ بنی اسرائیل کے اس قصے سے اہل عرب ناواقف تھے۔ (آیت:3)

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾

(c) حضرت یوسفؑ کے قصے سے مشرکینِ مکہ کو عبرت کا سامان فراہم کیا گیا کہ ان کے ﴿اولو الالباب﴾ اور سوچنے والے افراد محمد ﷺ پر نازل کیے جانے والے قرآن کو ہدایت اور رحمت تسلیم کر کے ایمان لے آئیں قرآن کوئی گھڑی ہوئی چیز نہیں ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ

﴿وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (آیت:111)

3- سورۂ یوسف میں ﴿دعوتِ توحید﴾ بھی ہے اور آخرت پر ایمان لانے کی ﴿دعوت﴾ بھی:

(a) حضرت یوسفؑ نے جیل کے ساتھیوں کو بتایا کہ وہ ایک ایسی قوم کو چھوڑ کر آئے ہیں، جو توحید اور آخرت دونوں کا انکار کرتی ہے۔

﴿قَالَ لَا يَأْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۚ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۚ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ (آیت:37)

(b) حضرت یوسفؑ نے عقلی دلائل سے کام لیتے ہوئے جیل کے دونوں ساتھیوں کو غور وفکر کرنے اور توحید کی دعوت کو قبول کر لینے کا مشورہ دیا۔ کیا متفرق خدا بہتر ہو سکتے ہیں، یا پھر ایک خدائے غالب وقہار؟

﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ؟﴾ (آیت:39)

(c) حضرت یوسفؑ نے شرک کی تردید کی۔ انہیں آباء پرستی سے روکا اور اللہ کا حکم سنا دیا کہ صرف ایک خدائے واحد ہی کی عبادت کی جا سکتی ہے۔ ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۚ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (آیت:40)

4- ﴿اُولو الالباب﴾ یعنی عقل مند جان لیتے ہیں کہ حق کو بالآخر فتح حاصل ہو کر رہتی ہے:

﴿اُولو الالباب﴾ یعنی عقل مندوں پر واضح کیا گیا کہ حضرت یوسفؑ کے سچے قصے میں عبرت ہے۔ حق کو بالآخر فتح حاصل ہو کر رہتی ہے۔ ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (آیت:111)

5- سورۂ یوسفؑ میں حضرت یعقوبؑ کی زبان سے دو مرتبہ ﴿صبر جمیل﴾ کے الفاظ کے استعمال کا ذکر ہے۔

(a) پہلے بیٹے یوسفؑ کی ہلاکت کی غلط خبر سننے کے بعد بھی وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ تو تمہارے نفس کی گھڑی ہوئی بات ہے، خوبصورت صبر ہی مناسب ہے۔ انہوں نے اللہ ہی کو مستعان بنا لیا، اُسی سے فریاد کی۔ ﴿وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۚ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۚ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ (آیت:18)

(b) دوسرے بیٹے بن یمین کے مصر میں روک لیے جانے کی خبر سن کر بھی وہ یہی کہتے ہیں کہ خوبصورت صبر ہی مناسب ہے۔ اُنہیں اللہ پر کامل ایمان تھا کہ اللہ تعالی انہیں ایک نہ ایک دن انہیں تمام بیٹوں سے ملا دے گا۔

﴿قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۚ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ (83)

6- اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو ﴿تاویل احادیث﴾ یعنی ﴿خوابوں کی تعبیر﴾ کا علم عطا فرمایا تھا۔

(a) حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے خوابوں کی تعبیر کا علم سکھایا تھا، یہ ایک تدبیر تھی، تاکہ انہیں مصر کا اقتدار مل جائے۔

﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ (آیت:21)

(b) جیل میں حضرت یوسفؑ نے اپنے دو ساتھیوں کے خواب کی تعبیر ان کا کھانا آنے سے پہلے بتا دی۔

﴿قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا﴾ (آیت:37)

(c) جب حضرت یوسفؑ کے والدین اور ان کے تمام بھائی مصر میں اکٹھا ہو گئے تو انہوں نے اپنے والد کو یاد دلایا کہ یہ میرے کئی سال پہلے کے خواب کی تعبیر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس خواب کو سچ کر دکھایا ہے۔

﴿وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا﴾ (آیت:100)

(d) حضرت یوسفؑ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار تھے کہ اللہ نے انہیں بادشاہت سے نوازا، خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا۔ چنانچہ وہ ہمیشہ دعائیں کرتے رہتے کہ تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے، بندگی کی حالت میں مجھے موت دینا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ شامل کرنا۔

﴿رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾ (آیت:101)

7- قریش کو پوری بصیرت کے ساتھ دعوت اسلام:

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ قریش مکہ کو صاف بتا دیں کہ اللہ شرک سے پاک ہے، ان کا سلوک بھی برادرانِ یوسفؑ کی طرح ہے۔ حضرت یوسفؑ کی طرح رسول اللہ ﷺ اور ان پر ایمان لانے والے صحابہؓ بھی، اللہ کی طرف پوری بصیرت کے ساتھ دعوت دے رہے ہیں۔ (آیت:108)

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

سورۃ یُوسف کا نظمِ جلی

سورۃ یوسف تین (3) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 2: پہلے پیراگراف میں، تمہید (Introduction)۔ نزولِ قرآن کا مقصد تعقُّل ہے:

ابتدائی دو آیات تمہیدی ہیں، جن میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ عربی زبان میں نازل کیے گئے قرآن پر غور و فکر کیا جائے اور سورۃ یوسفؑ میں بیان کردہ سچے قصے سے عبرت حاصل کی جائے، جس قصے کو قرآن نے ﴿احسن القصص﴾ کا نام دیا ہے۔

2- آیات 3 تا 101: دوسرے پیراگراف میں حضرت یوسفؑ کا قصہ بیان کیا گیا ہے:

اس پیراگراف کے دس (10) ذیلی پیراگراف ہیں۔

(1) پہلے ذیلی پیراگراف (آیات 3 تا 20) میں حضرت یوسفؑ کے خواب اور ان کے بھائیوں کی سازش کا ذکر ہے۔

حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا کہ چاند، سورج اور گیارہ ستارے انہیں سجدہ کر رہے ہیں انہوں نے یہ خواب اپنے والد کو سنایا۔ والد نے نصیحت کی کہ اس کا تذکرہ اپنے بھائیوں سے نہ کرنا۔ حضرت یوسفؑ کے بھائی ان سے حسد کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت یوسفؑ کو بہانے سے جنگل لے جا کر ایک اندھے کنوئیں میں پھینک دیا اور والد کے پاس ایک خون لگی قمیص لے کر آئے اور کہا کہ یوسفؑ کو بھیڑیے نے کھالیا ہے حضرت یعقوبؑ نے صبر جمیل کا مظاہرہ کیا ایک تجارتی قافلہ حضرت یوسفؑ کو فلسطین سے مصر لے گیا اور وہاں انہیں فروخت کر دیا۔

(2) دوسرے ذیلی پیراگراف (آیات 21 تا 35) میں سرزمینِ مصر پر حضرت یوسفؑ کی آزمائشوں کا تذکرہ ہے۔

حضرت یوسفؑ مصر پہنچے۔ اُنہیں ایک امیر آدمی نے خرید لیا اور گھر لے گیا۔ اس نے اپنی بیوی کو نصیحت کی کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ حضرت یوسفؑ بہت خوبصورت تھے۔ امیر کی بیوی ان کی محبت میں گرفتار ہوگئی۔ چنانچہ اس نے دروازہ بند کر کے انہیں گناہ پر اکسایا، پھر پکڑے جانے پر الٹا حضرت یوسفؑ پر الزام لگا دیا، لیکن عورت ہی کے خاندان سے ایک آدمی نے عورت کو ملامت کی۔ عورت نے اپنی سہیلیوں کو بلا کر حضرت یوسفؑ کو دکھایا۔ عورتیں انہیں دیکھتی ہی رہ گئیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔

بااثر عورت نے حضرت یوسفؑ کو دھمکی دی کہ وہ اس کی بات مانیں، ورنہ وہ انہیں جیل بھیج دے گی۔ حضرت یوسفؑ بہت ثابت قدم رہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے قید منظور ہے لیکن وہ منظور نہیں جس کی طرف یہ عورت مجھے دعوت دے رہی ہے۔ نتیجہ یہی نکلا کہ حضرت یوسفؑ کو اپنی بے گناہی کے باوجود جیل جانا پڑا۔

(3) تیسرے ذیلی پیراگراف (آیات 36 تا 42) میں حضرت یوسفؑ کی جیل میں اشاعتِ توحید اور دعوت کا ذکر ہے۔

جیل میں حضرت یوسفؑ کو دو اور قیدیوں کی رفاقت نصیب ہوئی۔ انہوں نے ایک خواب دیکھا اور حضرت یوسفؑ سے تعبیر پوچھی۔ حضرت یوسفؑ نے انہیں عقیدۂ توحید کی دعوت دی اور خواب کی تعبیر بیان کی۔ ان میں سے ایک آدمی جیل سے چھوٹ گیا۔ اس سے حضرت یوسفؑ نے کہا کہ تم میرا ذکر بادشاہ سے کرنا، جس کے پاس تم جا کر ملازمت کرو گے۔

(4) چوتھے ذیلی پیراگراف (آیات 43 تا 57) میں بادشاہِ مصر کے خواب اور خزائنِ مصر پر حضرت یوسفؑ جیسی صالح قیادت کی تعیناتی کا بیان ہے۔

بادشاہ نے ایک خواب دیکھا۔ اہلِ دربار سے تعبیر پوچھی۔ اس وقت ملازم کو یاد آیا کہ خوابوں کی بہترین تعبیر تو حضرت یوسفؑ بتا سکتے ہیں، جو قید خانے میں ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے تعبیر بتائی۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ انہیں اپنا معاون بنا لے۔ حضرت یوسفؑ نے جیل سے اس وقت تک نکلنے سے انکار کر دیا، جب تک ان پر لگائے گئے جھوٹے الزام سے براءت نہیں ہو جاتی۔ عورت نے اپنی غلطی اور حضرت یوسفؑ کی بے گناہی کا اقرار کر لیا۔ اس طرح حضرت یوسفؑ جیل سے چھوٹ کر مصر کے حکمران بن گئے۔

(5) پانچویں ذیلی پیراگراف (آیات 58 تا 68) میں برادرانِ یوسفؑ کی مصر میں پہلی آمد کا ذکر اور حضرت یوسفؑ کا بن یمین کو فلسطین سے مصر لے آنے کا مطالبہ ہے۔

فلسطین میں قحط پڑا۔ برادرانِ یوسف پہلی مرتبہ مصر آئے۔ بادشاہ سے غلہ مانگا۔ حضرت یوسفؑ نے انہیں پہچان لیا، لیکن وہ انہیں پہچان نہ سکے۔ حضرت یوسفؑ نے ان کے ساتھ احسان کیا اور کہا اگلی دفعہ اپنے ساتھ اپنے بھائی بن یمین کو بھی لے آنا۔ وہ فلسطین پہنچے۔ والد حضرت یعقوبؑ نے دوسرے بیٹے بن یمین کو بھیجنے میں پس و پیش کیا، لیکن جب انہوں نے پختہ قسم کھائی تو بن یمین کو مصر روانہ کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔

(6) چھٹے ذیلی پیراگراف (آیات 69 تا 79) میں برادرانِ یوسفؑ کی مصر میں دوسری آمد اور بن یمین کو روکنے کے لئے الٰہی تدبیر کا بیان ہے۔

برادرانِ یوسف، بن یمین کو لے کر دوسری مرتبہ مصر پہنچے۔ ایک تدبیر کے ذریعے حضرت یوسفؑ نے اپنے سگے بھائی بن یمین کو روک لیا۔

(7) ساتویں ذیلی پیراگراف (آیات 80 تا 87) میں بن یمین کو روک لیے جانے پر، بڑے بھائی کی غیرت اور حضرت یعقوبؑ کے صبر جمیل کا تذکرہ ہے۔

بن یمین کے روک لیے جانے پر بھائیوں نے باہمی مشاورت کی۔ پھر یہ فلسطین واپس پہنچے۔ حضرت یعقوبؑ سے اس کا ذکر کیا۔ دوسرے بیٹے سے محرومی کے بعد بھی حضرت یعقوبؑ نے صبر جمیل کا مظاہرہ کیا۔ انہیں حضرت یوسفؑ سے بہت محبت تھی، لیکن اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کیا کرتے تھے۔ بیٹوں کو حکم دیا کہ مصر جا کر انہیں تلاش کریں۔

(8) آٹھویں ذیلی پیراگراف (آیات 88 تا 92) میں برادرانِ یوسفؑ کی سرزمین مصر میں تیسری آمد، اور ان کے اعترافِ گناہ کا تذکرہ ہے۔

برادرانِ یوسف تیسری مرتبہ مصر پہنچے۔ حضرت یوسفؑ سے احسان کے طالب ہوئے۔ اس مرتبہ حضرت یوسفؑ نے حقیقت بتادی اور اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ بھائیوں نے معافی مانگ لی۔

(9) نویں ذیلی پیراگراف (آیات 93 تا 98) میں حضرت یوسفؑ کی قمیض کے معجزے اور حضرت یعقوبؑ کے استغفار کا بیان ہے۔

حضرت یوسفؑ نے اپنی قمیص بھائیوں کو دی کہ اسے والد کے چہرے پر ڈالا جائے، معجزانہ طور پر ان کی بینائی لوٹ آئے گی۔ قافلہ مصر سے فلسطین کی طرف روانہ ہوتے ہی ادھر فلسطین میں حضرت یعقوب کہنے لگے کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔ قمیص والد کے چہرے پر ڈالی گئی اور ان کی بینائی لوٹ آئی۔

(10) دسویں ذیلی پیراگراف (آیات 99 تا 101) میں برادرانِ یوسفؑ کی والدین کے ساتھ بغرضِ ہجرت مصر میں چوتھی مرتبہ آمد کا بیان ہے اور حضرت یوسفؑ کے شکر کا تذکرہ ہے۔

برادرانِ یوسفؑ نے اپنے والد سے معافی مانگی کہ انہوں نے حضرت یوسفؑ کو ایک خشک کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ والد نے ان سب کی مغفرت کے لیے اللہ سے دعا کی۔ پھر تمام بھائی اپنے والد، اپنی والدہ اور اپنی بیوی بچوں کے ساتھ مستقل ہجرت کی غرض سے مصر منتقل ہوگئے۔ حضرت یوسفؑ نے والد، والدہ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا۔ بھائی مطیع وفرمان ہوگئے۔ اس موقع پر حضرت یوسفؑ نے کہا کہ یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے، جو میں نے کئی سال پہلے دیکھا تھا کہ چاند، سورج اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

اس موقع پر حضرت یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے دعا کی کہ اُس نے انہیں بادشاہت سے نوازا ہے، خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی دنیا اور آخرت میں ان کا ولی اور سرپرست ہے۔ مجھے بندگی کی حالت میں موت دینا اور نیک لوگوں کے ساتھ شامل کرنا۔

3- آیات 102 تا 111: تیسرا اور آخری پیراگراف اختتامیہ (Conclusion) ہے:

مشرکینِ مکہ اور اقوامِ عالم سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ حضرت یوسفؑ کے قصے سے عبرت ونصیحت حاصل کریں۔ قریش کو ناگہانی عذاب کی دھمکی دی گئی۔ مشرکینِ مکہ کا رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کے ساتھ سلوک بالکل اُسی طرح تھا، جس طرح برادرانِ یوسف کا حضرت یوسفؑ کے ساتھ۔ آپ ﷺ کو بھی شعبِ ابی طالب میں تین سال کے لیے محصور کر دیا گیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ وہ بھی حضرت یوسفؑ کی طرح دعوتِ توحید کا کام ﴿عَلٰی بَصِیرَةٍ﴾ جاری رکھیں۔

مشرکین پر یہ بات واضح کی گئی کہ ماضی کے تمام پیغمبر بھی انسان ہی ہوئے ہیں، اس لیے انہیں محمد ﷺ کو انسان ہونے کے باوجود رسول

تسلیم کر لینا چاہیے، اور غور و فکر سے کام لے کر ﴿اولوا الالباب﴾ یعنی عقل مند بن کر قرآن پر ایمان لانا چاہیے جو اہل ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

مرکزی مضمون

رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ اور کامل اقتدار و غلبہ اسلام کی بشارت دی گئی۔ قریش مکہ، برادرانِ یوسفؑ کی طرح، ایک دن رسول اللہ ﷺ کے رحم و کرم پر ہوں گے۔ عقل مندوں کو تاریخ سے عبرت حاصل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی ﴿دعوت اِلَی اللّٰہِ علیٰ بَصِیۡرَۃ﴾ کو قبول کر لینا چاہیے۔

◈ ◈ ◈ ☼ ◈ ◈ ◈

FLOW CHART

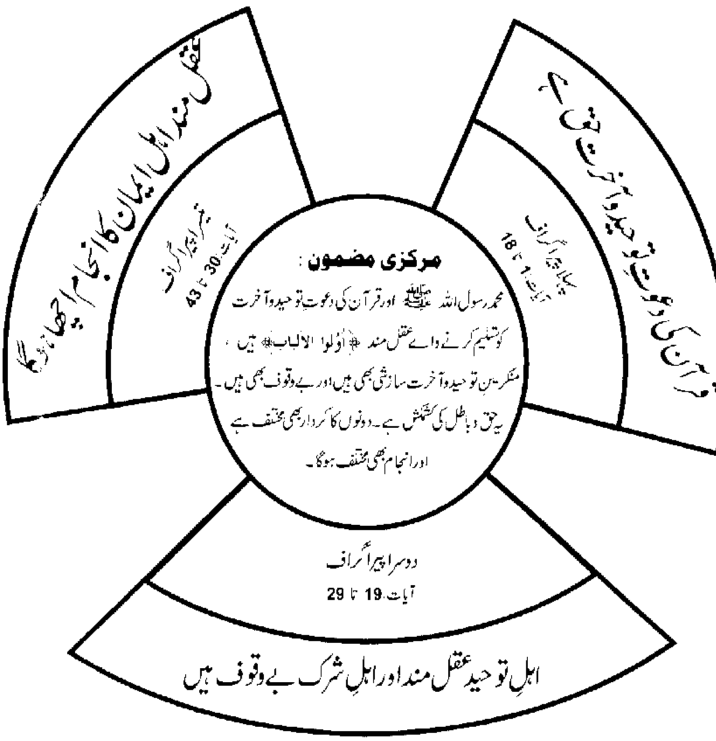
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

13- سُورَةُ الرَّعْد

آیات : 43 ...... مَکِّیَّة" ...... پیراگراف : 3



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿الرَّعد﴾ رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے آخری دور میں، غالباً سورۃ ﴿یوسف﴾ کے بعد، 12 نبوی میں نازل ہوئی، جب رسول اللہ ﷺ کے خلاف بڑی سخت چالیں چلی جا رہی تھیں۔ ﴿مَکْر﴾ سے کام لیا جا رہا تھا (آیات 33، 42)۔ اور مشرکینِ مکہ اپنے شرک (آیت:33)، انکارِ رسالت (آیت:43) اور انکارِ آخرت (آیت 2، 5) کے عقیدے پر سختی سے عامل تھے۔ حق و باطل کی کشمکش عروج پر تھی۔ بعض علماء نے اسے مدنی سورت قرار دیا ہے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہ خالصۃً ایک مکی سورت ہے۔

خصوصیات

سورۃ ﴿الرّعد﴾ اپنے مخصوص الفاظ، فواصل (قافیوں)، ایجاز اور آفاق و انفس کے محکم دلائل کے لحاظ سے منفرد لب ولہجہ رکھنے والی مکی سورت ہے۔ اس اعتبار سے یہ سورۃ ﴿ق﴾ سے مشابہت رکھتی ہے۔ بلاغت، جامعیت، منفرد اسلوب کے اعتبار سے یہ ایک نہایت پر تاثیر سورت ہے۔

سورۃ ﴿الرّعد﴾ کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿یوسف﴾ میں حضرت یوسفؑ کے ﴿حق﴾ پر ہونے پر اور اُن کے مخالفین کے ﴿باطل﴾ پر ہونے کا قصہ تھا۔
یہاں سورۃ ﴿الرّعد﴾ میں حق و باطل کے فرق کو قصے کے بجائے، عقلی اور آفاقی دلائل سے مبرہن کیا گیا ہے۔ توحید حق ہے اور شرک باطل۔

2۔ پچھلی سورۃ ﴿یوسف﴾ کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو ﴿دعوت الی اللہ علیٰ بصیرۃ﴾ کہا گیا تھا۔
یہاں سورۃ ﴿الرّعد﴾ میں توحید، رسالت اور آخرت تینوں مضامین کے دلائل کی بصیرت، نہایت مؤثر انداز میں نمایاں ہو گئی ہے۔

3۔ اگلی سورۃ ﴿ابراہیم﴾ میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ ﴿شکر﴾ کے نتیجے ہی میں توحید کے فطری جذبات پھوٹتے ہیں۔
اس سورۃ میں بھی اور اگلی سورۃ میں بھی ﴿اولوا الالباب﴾ یعنی عقل مندوں کا ذکر ہے، جو اہل توحید ہی ہوسکتے ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿الرعد﴾ میں ﴿توحیدِ الوہیت﴾ اور ﴿ایمان بالآخرہ﴾ کا مطالبہ:

سورۃ الرعد میں مشرکین مکہ پر ﴿توحیدِ ربوبیت﴾ کو واضح کر کے ﴿توحیدِ الوہیت﴾ اور ﴿ایمان بالآخرہ﴾ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

(a) مشرکین کو بتایا گیا کہ اللہ ہی نے آسمانوں کو بلند کیا، سورج اور چاند کو مسخر کیا، وہی مدبّر ہے، لہٰذا اپنے رب سے ﴿ملاقات پر یقین﴾ رکھنا چاہیے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی، یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ﴾ (آیت:2)

(b) مشرکین کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے زمین کو پھیلا کر اس میں پہاڑ اور دریا رکھ دیے، اسی نے ہر قسم کے پھل پیدا کیے، وہی دن پر رات طاری کرتا ہے، لہٰذا عقل سے کام لے کر اس کی ربوبیت اور طاقت کو تسلیم کر کے اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ (آیت:3)

(c) مشرکین مکہ کو بتایا گیا کہ اللہ تعالی ایک ہی پانی سے سیر اب کر کے ایسے پھل اگاتا ہے، جن کا ذائقہ مختلف ہوتا ہے، لہذا ﴿عقل مندوں﴾ کو اس کی ربوبیت، قدرت، حکمت اور کمالات کو تسلیم کر کے اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاۗءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ (آیت:4)

(d) مشرکین سے سوال کیا گیا کہ آسمانوں اور زمین کے نظام کا چلانے والا ﴿رب﴾ کون ہے؟ کیا ﴿مِن دُونِ الله﴾ نفع اور نقصان کا اختیار رکھتے ہیں؟ کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہو سکتا ہے؟ کیا اندھیرے اور اجالا یکساں ہو سکتا ہے؟ ان تمام عقلی دلیلوں کے باوجود کیا یہ لوگ اللہ کے ساتھ ﴿شریک﴾ ٹھہرانا چاہتے ہیں؟ کیا ان مزعومہ شریکوں نے کوئی چیز ﴿تخلیق﴾ کی ہے کہ انہیں شک لاحق ہو گیا ہے؟ غور و فکر پر مجبور کرنے والے ان سوالات کے بعد رسول کریم ﷺ سے کہا گیا کہ وہ اعلان کر دیں کہ اللہ تعالی ہی ہر چیز کا ﴿خالق﴾ ہے اور وہ اکیلا ہی سب پر غالب ہے۔ یہاں اللہ تعالی کے لیے ربوبیت، خالقیت اور اختیار ثابت کر کے ﴿مِن دُونِ الله﴾ کی بے بسی ثابت کی گئی ہے اور شرک کا ابطال کر کے توحید کو ثابت کیا گیا ہے۔

﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ڏ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ڬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ (آیت:16)

2۔ سورۃ ﴿الرعد﴾ میں ﴿توحید الوہیت﴾ کا مطالبہ:

سورۃ الرعد میں مشرکین مکہ پر ﴿توحید قدرت واختیار﴾ کو واضح کر کے، ﴿توحیدِ الوہیت﴾ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

(a) مشرکین کو بتایا گیا کہ اللہ تعالی ہی برق وباراں کا ذمہ دار ہے۔ وہی کائنات پر پوری گرفت رکھتا ہے۔ صاحب اختیار ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ﴾ (آیت:12)

(b) مشرکین کو بتایا گیا کہ نہ صرف فرشتے بلکہ بجلیوں کی کڑک بھی، اللہ کی حمد کے ساتھ اللہ کی بے عیبی کا اعتراف کرتی ہے۔ وہ صاحب اختیار ہے۔ زبردست قوت والا ہے، عین اس وقت جب وہ اللہ کے بارے میں جھگڑنے لگتے ہیں، ان پر بجلیاں برسا دیتا ہے۔ ﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَاۗءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ﴾ (آیت:13)

(c) مشرکین کو بتایا گیا کہ رزق کی کشادگی اور تنگی بھی اللہ تعالی کے اختیار میں ہے، انہیں دنیا کی زندگی پر اترانا نہیں چاہیے۔

﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَفَرِحُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ﴾ (آیت:26)

3- سورۃ ﴿الرعد﴾ میں ﴿توحیدِ دعا﴾ اور ﴿توحیدِ عبادت﴾ کا مطالبہ:

سورۃ الرعد میں مشرکینِ مکہ پر ﴿توحیدِ علم﴾ کو واضح کر کے ﴿توحیدِ دعا﴾ اور ﴿توحیدِ عبادت﴾ کا مطالبہ کیا گیا۔

(a) مشرکین پر واضح کیا گیا کہ اللہ کو پکارنا اور اللہ سے دعا کرنا ہی برحق ہے۔ ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ دعاؤں کا جواب نہیں دے سکتے، ان کو پکارنا پانی کو پکارنے کے مترادف ہے اور پانی تو چل کر منہ میں آنے سے رہا۔ ﴿کافروں کی دعائیں﴾ صدا بصحرا ہوتی ہیں۔

﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۚ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۚ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ (آیت:14)

(b) مشرکین پر واضح کیا گیا کہ ہر حاملہ کے حمل میں کمی اور زیادتی کا ﴿علم﴾ بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اس کے نزدیک ہر چیز نپی تلی ہے۔ ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۚ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ﴾ (آیت:8)

(c) مشرکین پر واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ چھپی ہوئی اور ظاہر تمام چیزوں کے جاننے والی بلند مرتبہ عظیم ہستی ہے۔

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ﴾ (آیت:9)

(d) ﴿توحیدِ علم﴾ کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے انسان کا زور سے پکارنا یا آہستہ پکارنا مساوی حیثیت رکھتا ہے، وہ مخلوق کی طرح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دن کی روشنی میں نقل و حرکت کرنے والا اور رات کے اندھیرے میں چھپنے والا برابر ہے۔ ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ (آیت:10)

4- سورۃ ﴿الرعد﴾ میں مشرکینِ مکہ پر ﴿فردِ جرم﴾ کہ وہ مشرک ہیں:

سورۃ الرعد میں مشرکینِ مکہ پر ﴿پہلی فردِ جرم﴾ یہ عائد کی گئی کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ﴿شریک﴾ ٹھہرا لیے ہیں۔

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ﴾ (آیات:16 اور 33)

5- سورۃ ﴿الرعد﴾ میں مشرکینِ مکہ پر ﴿فردِ جرم﴾ کہ وہ ﴿منکرِ رسالت﴾ ہیں:

سورۃ الرعد میں مشرکینِ مکہ پر ﴿دوسری فردِ جرم﴾ یہ عائد کی گئی کہ وہ ﴿رسالتِ محمدی ﷺ کے منکر﴾ ہیں۔

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾ (آیت:43)

”کافر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول نہیں ہیں۔ انہیں جواب دیجیے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے اور ان لوگوں کی گواہی بھی، جن کے پاس کتاب کا علم ہے“ (جو عام آدمی اور رسول کا فرق بتا سکتے ہیں)۔

6۔ سورۃ ﴿الرعد﴾ میں مشرکین مکہ پر ﴿فردِ جرم﴾ کہ وہ ﴿منکرِ آخرت﴾ ہیں:

سورۃ الرعد میں مشرکین مکہ پر ﴿تیسری فردِ جرم﴾ یہ عائد کی گئی کہ وہ ﴿منکرِ آخرت﴾ ہیں۔

(a) مشرکین کا یہ اعتراض بھی عجیب ہے، جب وہ کہتے ہیں کہ مٹی ہو جانے کے بعد ہم از سرِ نو کس طرح پیدا کیے جائیں گے؟ ان کی گردنوں میں آباء پرستی کے پھندے ہیں، اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے منکر ہیں۔

انسانوں کا رب دوسری زندگی پر قادر ہے۔

﴿وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَإِذَا كُنَّا تُرَابًا ءَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (آیت:5)

(b) مشرکین مکہ کے سامنے دلیلیں رکھ کر مطالبہ کیا گیا ہے کہ اب شاید وہ ﴿لِقَاء﴾ یعنی ﴿ملاقاتِ رب﴾ پر یقین کر لیں گے۔

﴿اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ۖ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى ۚ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ﴾ (آیت:2)

7۔ سورۃ ﴿الرعد﴾ میں مشرکین مکہ پر یہ فردِ جرم کہ وہ مکر و فریب سے کام لے رہے ہیں:

سورۃ الرعد میں مشرکین مکہ پر چوتھی فردِ جرم عائد کی گئی کہ وہ مکر و فریب اور سازشوں سے کام لے رہے ہیں۔

(a) مشرکین پر واضح کیا گیا کہ ان کافرین کی سازشیں ﴿مَكْرُهُمْ﴾ اور توحید کے راستے سے ان کا رکنا اور روکنا ان کے لیے خوشنما بنا دیا گیا ہے۔ ﴿بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ﴾ (آیت:33)

(b) مشرکین پر واضح کیا گیا کہ اسلام کے خلاف ان کا ﴿مَكْر﴾ اور سازشیں نئی نہیں، پچھلی قوموں کے کافر بھی مکر و فریب سے کام لیتے رہے ہیں، لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی سازشوں کے مقابلے میں اللہ کی چالیں ﴿الْمَكْرُ﴾ بڑی گہری ہوتی ہیں۔

﴿وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا﴾ (آیت:42)

8۔ سورۃ ﴿الرعد﴾ میں توحید و شرک کی وضاحت کے لیے ایک خوبصورت تمثیل:

سورۃ الرعد میں ﴿الْحَقّ وَالْبَاطِل﴾ یعنی توحید و شرک کے فرق کو نمایاں کیا گیا۔

(a) مشرکین کو ایک تمثیل سے سمجھایا گیا کہ قرآنی فیضان ہر ایک کے لیے عام ہے۔ یہ بارش کی طرح ہے، ہر وادی اپنے ظرف کے مطابق اسے قبول کرتی ہے۔ جھاگ اڑ جاتا ہے، فائدہ بخش معدنیات پانی میں حل ہو کر زمین کو زرخیز بنا دیتی ہیں۔ شرک ﴿باطل﴾ ہے، اڑ جائے گا اور توحید کی فائدہ بخش حقانی دعوت انسانی دلوں کے اندر جڑ پکڑ لے گی۔

﴿أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ

أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ﴾ (آیت:17)

(b) مشرکین سے کہا گیا کہ وہ اندھے اور بے وقوف ہیں، اس لیے اللہ کی طرف سے نازل کیے گئے ﴿برحق﴾ قرآن پر ایمان نہیں لا رہے ہیں۔ قرآن کی نصیحت کو آنکھ رکھنے والے اہلِ عقل ﴿أولوا الالباب﴾ ہی قبول کر سکتے ہیں۔

﴿أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (آیت:19)

(c) توحید دعا کو ﴿حق﴾ اور شرک فی الدعا کو ﴿باطل﴾ قرار دیا گیا۔ ﴿مِن دُونِ اللهِ﴾ کی حقیقت واضح کی گئی کہ وہ فریاد رسی نہیں کر سکتے۔

﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ۚ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾ (آیت:14)

سورۃ الرّعد کا نظمِ جلی

سورۃ ﴿الرّعد﴾ تین (3) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 18: پہلے پیراگراف میں، قرآن کی دعوتِ توحید، محمدؐ کی رسالت اور آخرت کی زندگی کے برحق ہونے کو ثابت کیا گیا ہے۔

- رسول اللہ ﷺ پر نازل کی جانے والی وحی ﴿برحق﴾ ہے۔ ﴿وَالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ﴾ آفاقی دلائل توحید سے ثابت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ مدبر ہے، جو تمام اوامر کی تدبیر کرتا ہے۔ اور وہی آخرت کو برپا کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔
- منکرینِ قیامت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ان دلائل کی روشنی میں اپنے ﴿رب سے ملاقات﴾ کے عقیدے پر ایمان لے آئیں۔
  ﴿لَعَلَّكُم بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ﴾ (آیت:2)
- آفاقی دلائلِ ربوبیت پیش کر کے ﴿لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ اور ﴿لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ کے الفاظ کے ذریعے، غور و فکر اور عقل سے کام لینے کا مشورہ دیا گیا۔
- منکرِ آخرت مشرکین کا استدلال تھا کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو پھر نئے سرے سے کیسے پیدا کیے جا سکتے ہیں؟ انہیں بتایا گیا کہ انہوں نے اپنے پالنے والے رب کی طاقت کا انکار کیا ہے، کیونکہ ان کی گردنوں میں آباء پرستی اور تقلید کے پھندے ہیں۔
  ﴿أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ﴾ (آیت:5)
  حسّی معجزات کے مطالبے پر انہیں بتایا گیا کہ ان گستاخیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ ﴿ذُو مَغْفِرَةٍ﴾ ہے، لیکن وہ ﴿شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ بھی ہے۔

- منصبِ رسالت کی وضاحت کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کا کام معجزات دکھانا نہیں ہے وہ تو ایک ﴿مُنْذِر﴾ اور ﴿هَادِي﴾ ہیں۔
﴿إِنَّمَآ أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (آیت:7)
- توحید علم کی دلیلیں: پیش کی گئیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مادہ کے رحم کی کمی بیشی کا علم رکھتا ہے۔ اس کے ہاں ہر چیز نپی تلی ہے۔ وہ عالم غیب وشہادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو زور سے پکارنا اور آہستہ پکارنا برابر ہے۔ وہ ہر صورت جان لیتا ہے۔ رات کے اندھیرے میں چھپنے والا اور دن کی روشنی میں چلنے والا اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ ﴿مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ (آیت:10)
- قوموں کے عروج وزوال کا ضابطہ: بتایا گیا کہ جو قوم اپنے حالات درست کرنا نہیں چاہتی تو اللہ تعالیٰ بھی ان کے حالات نہیں بدلتا ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ (آیت:11)
- شرک فی الدعاء: کی تردید کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ صرف اللہ ہی کو پکارنا برحق ہے۔ ﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ﴾ (آیت:14)
توحید کی عقلی دلیل پیش کر کے ثابت کیا گیا کہ خالق اور مخلوق برابر نہیں ہو سکتے۔ مشرکین سے یہ چبھتا ہوا سوال کیا گیا کہ کیا ﴿شرکاء﴾ یعنی دیگر خداؤں نے اللہ کی طرح کوئی شے تخلیق کی ہے کہ انہیں اشتباہ ہو گیا ہے۔
﴿أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ﴾ (آیت: 16)
- حق اور باطل: یعنی توحید اور شرک کی وضاحت کے لیے ایک خوب صورت تمثیل پیش کی گئی کہ شرک کا جھاگ اڑ جاتا ہے اور لوگوں کے لیے فائدہ مند عقیدۂ توحید دل کی زمین میں اپنی جڑیں مضبوط کر لیتا ہے۔ ﴿كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ، فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً، وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ﴾ (آیت: 17)
- ﴿حق﴾ کو قبول کرنے والوں کے لیے جنت اور ﴿باطل﴾ کا راستہ اختیار کرنے والوں کے لیے جہنم کی بشارت دی گئی۔

2- آیات 19 تا 29: دوسرے پیراگراف میں، عقل مند ﴿اہل توحید﴾ اور بے وقوف ﴿اہل شرک﴾ کے درمیان موازنہ ہے۔

مومنین، اہل حق، اہل توحید اور عقل مند ﴿أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ ہوتے ہیں۔ صاحب علم اور صاحب بصیرت ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف کافرین اہل باطل، اہل شرک اور بے وقوف ہوتے ہیں۔ علم سے بے بہرا اور اندھے ہوتے ہیں۔

- مومنین کی دس صفات بیان کی گئیں:

(1) مؤمنین اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں۔ (2) عہد شکنی اور میثاق شکنی کے جرم کے مرتکب نہیں ہوتے۔
﴿الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ﴾ (آیت: 20)
(3) صلہ رحمی کرتے ہیں۔ (4) پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ (5) آخرت کے برے حساب سے ڈرتے ہیں۔
﴿وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَآ أَمَرَ اللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوٓءَ الْحِسَابِ﴾
(6) صابر ہوتے ہیں۔ (7) محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے طلب گار ہوتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ﴾ (8) نماز قائم کرتے ہیں۔ (9) فیاض ہوتے ہیں، اللہ کی راہ میں چھپا کر اور علانیہ خرچ کرتے ہیں۔ ﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾

(10) برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں۔ ان کے لیے آخرت کی نعمتیں ہیں۔

﴿يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ (آیت:23)

- کافروں کی صفات: اہل توحید کی دس (10) صفات کے تذکرے کے بعد دوزخ اور لعنت کے مستحق افراد کی سات (7) صفات گنوائی گئیں۔

(1) میثاق کے بعد اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں۔ ﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ﴾

(2) صلہ رحمی کے بجائے قطع رحمی سے کام لیتے ہیں۔ ﴿وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ﴾

(3) زمین پر فساد برپا کرتے ہیں، ان پر لعنت ہے اور ان کے لیے برا ٹھکانا ہے۔

﴿وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ (آیت:25)

(4) دنیا کی زندگی میں مگن رہتے ہیں، جب کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی متاعِ قلیل ہے۔

﴿وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ﴾ (آیت: 26)

(5) حسی معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں۔

(6) اللہ کی طرف انابت اختیار نہیں کرتے، اس لیے ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔

(7) اللہ کو یاد نہیں کرتے۔

- اس کے برخلاف عقل مند اہل ایمان کی مزید دو (2) صفات بیان کی گئیں۔

(1) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور سکونِ قلب پاتے ہیں۔ ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون نصیب ہوتا ہے۔

(2) نیک عمل کرتے ہیں۔ ان کا انجام اچھا ہو گا۔

3- آیات 30 تا 43: تیسرے پیراگراف میں، مخالفت، انکار اور سازشوں کے ماحول میں رسول اللہ ﷺ کو دعوت و تبلیغ جاری رکھنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

- رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ پچھلے رسولوں کی طرح آپ پر بھی وحی کی گئی ہے، پچھلی قوموں نے بھی رحمٰن کا انکار کیا لیکن آپ توحید، توکل اور اس کی طرف لوٹنے کا اعلان کیجیے۔

﴿كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ﴾ (آیت: 30)

- مشرک کافروں کی ضد اور ہٹ دھرمی کا نقشہ کھینچا گیا کہ اگر ایسا قرآن نازل کیا جاتا، جس سے پہاڑ چلنے لگتے، یا جس سے زمین پاش پاش ہو جاتی، یا ایسا قرآن نازل کیا جاتا، جس کی وجہ سے مردے بولنے لگتے، تب بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى﴾ (آیت: 31)

اہل ایمان کامیاب ہوں گے اور اہل کفر کے لیے آگ ہوگی۔ (آیت: 35)

اہل ایمان نزولِ قرآن پر خوش ہوتے ہیں ﴿يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ اور اہل کفر انکار کرتے ہیں۔

رسول ﷺ کو توحید پر قائم رہنے اور توحید کی تبلیغ کی ہدایت کی گئی۔ (آیت: 36)

﴿قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ﴾ (آیت: 28)

رسول اللہ ﷺ کو کافروں کی خواہشات کی پیروی نہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ (آیت:37)

- منصبِ رسالت کی وضاحت کی گئی کہ تمام رسول انسان ہوتے ہیں۔ بیوی بچوں والے ہوتے ہیں۔ (آیت:38)

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً﴾

حسی معجزات کے مطالبے پر وضاحت کی گئی کہ معجزہ رسول کا اختیار نہیں ہوتا اور اللہ کے اذن کے بغیر رونما نہیں ہو سکتا۔

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (آیت: 38)

- رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ ﷺ کی زندگی ہی میں ان پر عذاب نازل کیا جا سکتا ہے۔ پیغام پہنچانا رسول اللہ ؐ کی ذمہ داری ہے اور حساب لینا اللہ کے ذمے ہے۔

﴿وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ (آیت: 40)

- رسول ﷺ کو تسلی دی گئی کہ ماضی کے کافروں نے بھی سازشوں سے کام لیا، لیکن اللہ کے اختیار ہی میں ساری تدبیریں ہیں۔

﴿وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا﴾ (آیت: 42)

- کافروں کے اس اعتراض پر کہ آپ ﷺ رسول نہیں ہیں ﴿لَسْتَ مُرْسَلًا﴾، انہیں بتایا گیا کہ آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی کے لیے اللہ کافی ہے۔ کتاب کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ ہمیشہ انسانوں ہی کو رسول بنایا گیا ہے۔

﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾ (آیت: 43)

مرکزی مضمون

محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کی دعوتِ توحید و آخرت کو تسلیم کرنے والے عقل مند ﴿اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ہیں منکرین توحید و آخرت سازشی بھی ہیں اور بے وقوف بھی ہیں۔ یہ حق و باطل کی کشمکش ہے۔ دونوں کا کردار بھی مختلف ہے اور انجام بھی مختلف ہو گا۔ انسان کو رسالتِ محمد ﷺ پر سطحی اعتراضات سے بچ کر، تاریخ رسالت اور منصبِ رسالت پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔

FLOW CHART

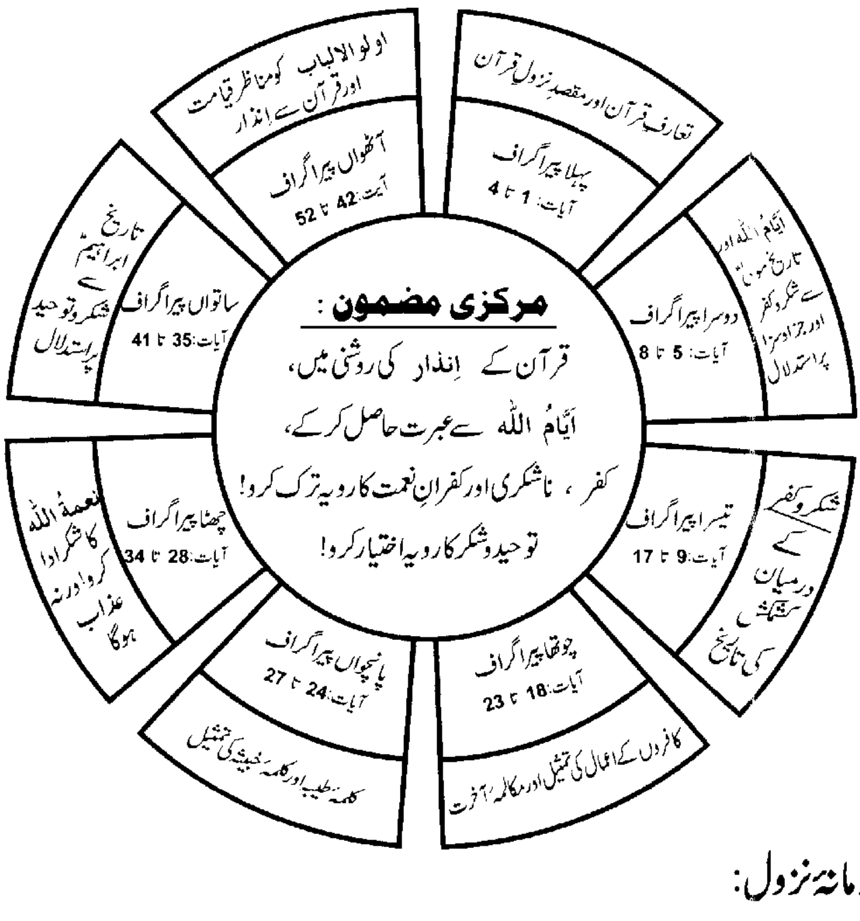
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

14- سُورَةُ اِبْرَاهِيم

آیات : 52 ...... مَکِّیَّة ...... پیراگراف : 8



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿ ابراهیم ﴾، سورۃ الرَّعد کے بعد، رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے چوتھے اور آخری دور (11 تا 13 نبوی) کے وسط میں نازل ہوئی، یہ وہ ﴿ مکر ﴾ یعنی سازشوں کا زمانہ تھا (آیت: 46)، جب شہر مکہ سے اِخراجِ رسول ﷺ کے منصوبے بنائے جا رہے تھے۔

سورۃ ابراھیم کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿الرّعد﴾ میں حق و باطل کا فلسفہ، عقلی اور آفاقی دلائل کے ذریعے پیش کیا گیا تھا۔ یہاں سورۃ ﴿ابراہیم﴾ میں بتایا گیا ہے کہ ﴿شکر﴾ کے نتیجے میں ﴿توحید﴾ کے فطری جذبات پھوٹتے ہیں۔ ﴿توحید﴾ حق اور ﴿شرک﴾ باطل ہے۔
پچھلی سورت ﴿الرّعد﴾ کی آیت:37 میں قرآن کو ﴿حُکمًا عربیًا﴾ کہا گیا تھا۔ یہاں سورۃ ابراہیم میں وضاحت کی گئی ہے کہ تمام رسولوں کو قوم کی زبان ہی میں دعوت کا فریضہ سونپا جاتا ہے تاکہ وہ بخوبی وضاحت کر سکیں، اس لیے عربوں کی زبان میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔

2۔ پچھلی سورت اور اس سورت دونوں میں ﴿اُولُوا الالباب﴾ یعنی عقل مندوں کا ذکر ہے، جو اہلِ توحید ہی ہو سکتے ہیں۔
﴿کلمۃ طیبۃ﴾ پر مشتمل دعوتِ توحید، انسان کی فطرت کی زمین میں جڑیں رکھتی ہے۔ اس کا آسمان سے ربط ہوتا ہے اور یہ تمام انسانیت کے لیے سودمند ہے۔ اللہ تعالی اس قول ﴿کلمۃ طیبۃ﴾ والوں کو دنیا و آخرت میں ﴿تثبیت﴾ یعنی ثابت قدمی عطا کرتا ہے۔

3۔ اگلی سورۃ ﴿الحجر﴾ میں قومِ لوطؑ، قومِ شعیبؑ اور قومِ ثمود کی ہلاکت کا ذکر ہے اور یہاں سورۃ ﴿ابراہیم﴾ میں ہدایت کی گئی ہے کہ تاریخ کے اہم واقعاتِ ہلاکت و عبرت یعنی ﴿اَیّامِ اللہ﴾ سے تذکیر کی جائے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿ابراہیم﴾ میں توحید و شرک کو ﴿نور و ظلمات﴾ کہا گیا:

(a) پہلی آیت ہی میں نزولِ قرآن کا مقصد بتا دیا گیا کہ غالب اور حمید اللہ تعالی اس کے ذریعے لوگوں کو گمراہی اور شرک کے مختلف اندھیروں ﴿ظلمات﴾ سے نکال کر توحید کی روشنی ﴿النور﴾ پر گامزن کرنا چاہتا ہے۔
﴿الۤرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ﴾ (آیت:1)

(b) تاریخ سے استدلال کیا گیا کہ آیاتِ موسیٰؑ کا مقصد بھی اپنی قوم کو ﴿ظلمات﴾ سے نکال کر توحید کے ﴿النور﴾ میں لانا تھا۔
﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ (آیت:5)

2۔ سورۃ ﴿ابراہیم﴾ میں تاریخی دلائل کے اثبات کے لیے ﴿اَیّامُ اللہ﴾ کے لفظ کا استعمال:

سورت ابراہیم میں تاریخی دلائل کے لیے ایک خاص لفظ استعمال ہوا ہے۔
﴿اَیّامُ اللہ﴾ کا لفظی مطلب تو "اللہ کے دن" ہیں۔

لیکن ان سے مراد تاریخ کے وہ مشہور دن ہیں، جب قوموں کے عروج وزوال کا فیصلہ ہوا اور جب اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے والوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا گیا۔

جیسے: ﴿یَوۡمُ الۡبَدۡرِ﴾ یعنی 17 رمضان 2ھ کا دن، جب 70 کے قریب کافر واصل جہنم کیے گئے، جن میں ابو جہل بھی شامل تھا۔

یا پھر ﴿یومِ عاشوراء﴾ یعنی 10 محرم کا دن، جب فرعون وہامان کی فوجیں غرق کی گئیں اور بنی اسرائیل نے نجات پائی۔

﴿اَیّٰمُ اللّٰہِ﴾ کا یہ لفظ سورۃ الجاثیہ کی آیت: 14 میں بھی استعمال ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ وہ مشرکین مکہ کو تاریخی دلائل سے اللہ تعالیٰ کے قانونِ جزاء وسزا سمجھائیں۔ صابر وشاکر عقل مند لوگ ان آیات ودلائل سے سبق حاصل کر لیتے ہیں۔ بے صبرے اور بے وقوف لوگ ان واقعات سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ ﴿وَذَكِّرۡهُمۡ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ‌ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيٰتٍ لِّـكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ﴾ (آیت:5)

3۔ سورۃ ﴿ابراہیم﴾ میں ﴿نِعۡمَةُ اللّٰهِ﴾ کے استعمال کی معنویت:

سورت ابراہیم میں ﴿نِعۡمَةُ اللّٰهِ﴾ کا لفظ بھی بڑا اہم اور کلیدی ہے۔

(a) بنی اسرائیل ایک ﴿ناشکری﴾ اور احسان فراموش قوم تھی۔ ان کے رسول حضرت موسیٰ نے انہیں اللہ کی نعمتوں ﴿نِعۡمَةُ اللّٰهِ﴾ کو یاد رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آلِ فرعون کے ظلم وستم سے نجات دی تھی۔ فرعون ان کے لڑکوں کا قتل کر دیا کرتا تھا، لیکن نجات کے بعد بنی اسرائیل پھر شرک اور نافرمانی میں مبتلا ہو گئے۔

﴿وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهِ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ اَنۡجٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ﴾ (آیت:6)

(b) مشرکینِ مکہ کو غور وفکر کی دعوت دی گئی کہ وہ تاریخ سے عبرت حاصل کریں۔ اللہ کی نعمتوں ﴿نعمت اللّٰہ﴾ کا شکر ادا نہ کرنے والے ناشکرے احسان فراموش اور نمک حرام قائد (Leader) اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی (دوزخ) میں اتار دیتے ہیں۔

﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ كُفۡرًا وَّاَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ﴾ (آیت:28)

(c) اللہ تعالیٰ نے انسان کو غور وفکر کی دعوت دی کہ اس نے ضرورت کی تمام چیزوں سے اس دنیا کو آراستہ کیا ہے۔ اس کی نعمتیں بے حد وحساب ہیں۔ انسان اگر گننا چاہے بھی تو اللہ کی نعمتوں ﴿نِعۡمَةُ اللّٰهِ﴾ کا شمار نہیں کر سکتا۔ یقیناً انسان بہت بڑا احمق تلف اور ﴿ناشکرا﴾ ہے۔ وہ خالق کے بجائے مخلوق کی عبادت اور پیروی کر کے نمک حرامی کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ توحید کے بجائے شرک اختیار کرتا ہے، جو ظلم عظیم ہے۔

﴿وَاٰتٰٮكُمۡ مِّنۡ كُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡهُ‌ ؕ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا‌ ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ كَفَّارٌ﴾ (آیت:34)

4۔ سورۃ ﴿ابراہیم﴾ میں چار الفاظ ﴿شُکر﴾، ﴿کفر﴾، ﴿صبّار﴾ اور ﴿شکُور﴾ کی معنویت:

﴿شُکر﴾، ﴿کفر﴾، ﴿صبّار﴾ اور ﴿شکُور﴾ کے الفاظ اس صورت میں اہمیت کے حامل ہیں:

(a) تاریخ میں عبرت کا سبق موجود ہے۔ اس سبق سے صرف وہی لوگ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں، جو اعلیٰ درجے کے صبر اور شکر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ﴿وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ (آیت:5)

(b) اللہ تعالیٰ نے اپنی مشروط پیش کش سے تمام انسانوں کو آگاہ کر دیا ہے۔ اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر ﴿شکر﴾ کریں گے تو وہ انہیں بڑھائے گا اور اگر ﴿ناشکری﴾ کا مظاہرہ کریں تو اس کا عذاب بھی بہت شدید ہو گا۔

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (آیت:7)

(c) اگر دنیا کی ساری مخلوق بھی اللہ تعالیٰ کی ﴿ناشکری﴾ کرے اور ﴿کفرانِ نعمت﴾ کا رویہ اختیار کر لے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں ہر قسم کی تعریفوں سے بے نیاز ﴿غنی﴾ اور اپنی ذات میں آپ محمود ﴿حمید﴾ ہستی ہے۔ ﴿إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ (آیت:8)

5۔ سورۃ ﴿ابراہیم﴾ میں قرآن کا تعارف کہ یہ ایک کتاب ﴿إِنْذار﴾ ہے:

(a) قرآن مجید ایک کتابِ اِنذار ہے۔ اس کا مقصد لوگوں کو متنبہ اور خبردار کرنا ہے، تاکہ وہ اچھی طرح جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ایک ﴿اله﴾ ہے ﴿أُولُو الْأَلْبَاب﴾ یعنی عقل مند لوگ اس اِنذار اور یاد دہانی سے عبرت و نصیحت حاصل کر کے دل و جان سے عقیدۂ توحید کو تسلیم کر لیتے ہیں اور بے وقوف بدستور شرک و جہالت میں مبتلا رہتے ہیں۔ آخری آیت کہتی ہے۔

﴿هَٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (آیت:52)

(b) سورۃ ابراہیم میں لوگوں کو قیامت کے دن سے بھی ﴿إِنْذار﴾ کیا گیا ہے، یعنی خبردار کر کے ڈرایا گیا ہے۔

﴿وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نُجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ مِنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍ﴾ (آیت:44)

سورۃ ابراھیم کا نظم جلی

سورۃ ابراھیم آٹھ (8) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 4: پہلے پیراگراف میں، تعارفِ قرآن ہے اور عربی زبان میں نزولِ قرآن کی حکمت کی وضاحت ہے۔

قرآنی آیات کے نزول کا مقصد لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر اسلام اور توحید کے اجالوں میں لے آنا ہے۔

دعوتِ توحید دراصل ﴿دعوتِ شکر﴾ ہے۔ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے والوں کے لیے عذاب ہو گا۔

تمام رسولوں پر ان کی اپنی زبان (عبرانی، آرامی، عربی) میں وحی نازل کی گئی، تاکہ وہ اپنی بات کھول کر اپنی قوم کو سمجھا سکیں۔ (اسی لیے قرآن کو عربیٔ مبین میں نازل کیا گیا ہے)

2- آیات 5 تا 8: دوسرے پیراگراف میں ﴿اَيّٰمِ اللّٰهِ﴾ اور تاریخ موسیٰ سے ﴿شکر و کفر﴾ اور جزاو سزا پر استدلال ہے۔

حضرت موسیٰؑ کو بھی یہی ہدایت دی گئی تھی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو اندھیروں سے (اسلام اور توحید کے) اُجالے میں لے آئیں اور ﴿ایامُ اللہ﴾ سے نصیحت کریں۔

انہوں نے اللہ کی تمام نعمتوں اور احسانات کو یاد رکھنے کی ہدایت کی۔ بالخصوص فرعون کے ظلم وستم سے نجات کا احسان۔

بنی اسرائیل کو بھی ایک اہم اور اصولی قاعدہ بتادیا گیا کہ لوگ اگر ﴿شکر﴾ کا رویہ اختیار کریں گے تو انہیں بڑھایا جائے گا اور اگر ﴿ناشکری کا رویہ﴾ اختیار کریں گے تو اللہ کا عذاب بھی بہت سخت ہو گا۔

3- آیات 9 تا 17: تیسرے پیراگراف میں، شکر و کفر کے درمیان کشمکش کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ رسولوں کے کردار کو اجاگر کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تعارف پیش کرتے ہیں اور توحید پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔

قومِ نوحؑ، عاد اور ثمود اور ان کے بعد کی قوموں نے بھی پیغامِ رسالت کا انکار کر کے دعوت کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کیا۔

پیغمبروں کو صرف اپنے جیسا انسان قرار دیا اور روایت پرستی کے اسیر رہے۔ ان حالات میں پیغمبروں نے اذیتوں اور تکلیفوں کے باوجود ثابت قدمی اور توکل کا مظاہرہ کیا۔

کافروں کی طرف سے رسولوں کو دھمکی دی گئی کہ تم لوگ ہمارے پرانے مذہب پر لوٹ آؤ ورنہ ہم جلاوطن کر دیں گے۔ ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا﴾ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو تسلی دی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور زمین پر دوسرے جانشین پیدا کریں گے۔ ﴿فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ﴾ کافروں نے فیصلہ مانگا تھا۔ اللہ نے فیصلہ صادر کر دیا۔ ہر جابر سرکش اور اسلام و توحید

سے عناد رکھنے والا شخص دنیوی عذاب سے دوچار کرکے رسوا اور نامراد کیا گیا۔

﴿وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ یہ تو دنیاوی عذاب تھا، لیکن اس کے آگے ان لوگوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے، جہاں انہیں پینے کے لیے پیپ لہو دیا جائے گا۔ ﴿مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ﴾

4- آیات 18 تا 23 : چوتھے پیراگراف میں، ﴿شکر﴾ نہ کرنے والے کافر لیڈروں اور ان کے کمزور پیروکاروں کو خبردار کیا گیا کہ ہر دو کو اپنی اپنی فکر کرنی چاہیے۔

(a) مغرور اور گھمنڈی آقاؤں (Leaders) کے لیے ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا﴾ اور کمزور طبقات سے تعلق رکھنے والے اُن کے پیروکاروں (Followers) کے لیے ﴿ضُعَفٰٓؤُا﴾ کی اصطلاح استعمال کی گئی۔

(b) ابلیس بھی ایک ایسا لیڈر ہے، جو انسانوں کو بہکاتا ہے لیکن روزِ قیامت کافر لیڈروں کی طرح آنکھیں پھیر لے گا کافروں کے اعمال کو ایک ایسی راکھ سے تشبیہ دی گئی، جس پر تیز آندھی چل گئی ہو۔

کافروں کو دھمکی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ انہیں مٹا کر کسی دوسری قوم کو بسانے کا اختیار رکھتا ہے۔

کافر لیڈروں اور ان کے پیروکاروں کے طرزِ عمل پر تنقید کرتے ہوئے بتایا گیا کہ دونوں عذاب سے دوچار ہو کر رہیں گے۔

(c) لیڈروں اور عوام کے درمیان روزِ قیامت پیش آنے والے مکالمے کو نقل کیا گیا۔ اس دن وہ ایسے بے بس ہوں گے کہ اپنے پیروکاروں کو عذاب سے نجات دلانا تو درکنار، خود عذاب سے دوچار ہوں گے۔

یہی معاملہ روزِ قیامت ابلیس اور اس کے پیروکاروں کے درمیان ہوگا۔ ابلیس اپنے پیروکاروں سے کہے گا کہ مجھے ملامت مت کرو، بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو ﴿فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ تم لوگوں نے کیوں میری پیروی کی؟ ایسے ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہوگا اور ایمان لاکر نیک عمل کرنے والے سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

5- آیات 24 تا 27 : پانچویں پیراگراف میں، ﴿کلمۂ طیبہ﴾ اور ﴿کلمۂ خبیثہ﴾ کو دو درختوں سے تشبیہ دی گئی۔

قرآن اور صحیح احادیث پر مشتمل ہر بات ﴿کلمۂ طیبہ﴾ ہے اور قرآن و سنت کے خلاف ہر بات ﴿کلمۂ خبیثہ﴾ ہے۔

توحید کا اقرار بھی کلمۂ طیبہ ہے، جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ توحید کی دعوت انسان کے قلب و روح میں مضبوط جڑیں رکھتی ہے۔ ایمان میں اضافے کے ساتھ ساتھ یہ جڑیں دل کی زمین میں گہری اور مضبوط ہوتی جاتی ہیں۔ یہ قلب و روح کی زمین ہی سے ایمانی غذا حاصل کرتی ہیں۔ جڑوں کے ساتھ ساتھ زمین کی بالائی سطح پر بھی درخت بڑھتا رہتا ہے۔ لوگوں کو سایہ فراہم کرتا ہے اور انہیں پھلوں سے نوازتا ہے۔ یہ ایک مضبوط اور توانا درخت ہے۔ اس کا تعلق اللہ سے بھی مضبوط ہوتا ہے۔ یہ انسانیت کے لیے فائدہ بخش ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف ﴿کلمۂ خبیثہ﴾ ایک ایسا درخت ہے، جس کی جڑیں دل کی زمین میں گہری نہیں ہوتیں۔ اس کا تعلق اللہ سے بھی کمزور ہوتا ہے اور یہ برگ و بار بھی نہیں لاتا۔ انسانیت کے لیے نفع بخش نہیں۔

اہل ایمان ﴿کلمۂ طیبہ﴾ کے قولِ ثابت پر پورے شرحِ صدر اور دل جمعی کے ساتھ ثابت قدم رہتے ہیں۔ دنیا کی کوئی جابر قوت انہیں اس کلمہ سے منحرف نہیں کر سکتی۔ نہ صرف دنیا بلکہ آخرت اور قبر میں بھی اہلِ ایمان توحید پر استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

6- آیات 28 تا 34 : چھٹے پیرا گراف میں ﴿نِعمۃُ اللّٰہ﴾ یعنی اللہ کی نعمتوں کا ﴿شکر﴾ ادا کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

دنیا کے ناشکرے اور کافر آقا (Leader)، کفرانِ نعمت کے ذریعے اپنی قوم کے لیے دوزخ کے عذاب کا سبب بن جاتے ہیں۔ شکر گزاروں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ نماز اور انفاق کے ذریعے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔

زمین اور آسمان کی تخلیق، بارش کے ذریعے رزق کا انتظام، دریاؤں اور سمندروں کی تسخیر اور رات اور دن کی گردش کا تذکرہ کر کے یہ حقیقت واضح کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضروریات کے مطابق ہر چیز کا اہتمام وانصرام کر رکھا ہے۔

اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا، لیکن انسان بہت بڑا ظالم اور بہت بڑا ناشکرا واقع ہوا ہے۔

﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾

7- آیات 35 تا 41 : ساتویں پیرا گراف میں، تاریخِ ابراہیمؑ سے شکر و توحید پر استدلال ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے جب مکہ کو آباد کیا اور جب اس وادئ غیر ذی زرع میں حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو ٹھہرایا تو اگلی نسلوں کے لیے کئی دعائیں کیں کہ انہیں بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھا جائے۔ یہ نماز قائم کرنے والے بنیں اور لوگوں کے امام بن کر ان کی توجہ کا مرکز بن جائیں۔ انہیں رزق عطا کیا جائے کہ یہ تیرا ﴿شکر﴾ ادا کریں۔ خود حضرت ابراہیمؑ بھی انتہائی ﴿شکر گزار﴾ بندے تھے۔ بڑھاپے میں حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ جیسی اولاد کے عطا کیے جانے پر اللہ کا ﴿شکر﴾ بجالاتے تھے۔ وہ اپنی اور اپنی نماز کے بارے میں بھی فکر مند تھے۔ وہ اپنی، اپنے والدین کی اور تمام اہلِ ایمان کی مغفرت کی دعائیں بھی کیا کرتے تھے۔

8- آیات 42 تا 52: آٹھویں اور آخری پیرا گراف میں، ﴿اُولُوا الْاَلْبَاب﴾ یعنی عقل مندوں کو شرک چھوڑ کر خالص توحید اختیار کرنے کا مشورہ دیا گیا۔

قرآن کے بارے میں وضاحت کی گئی کہ یہ ایک واضح اعلان وابلاغ ہے اور اس کا مقصد انسانیت کو خبردار کرنا ہے۔

﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ وہ لوگوں کو قیامت کے دن کی آفت سے خبردار کریں ﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ﴾۔

روزِ قیامت کا نقشہ کھینچا گیا اور کافرین وظالمین کی ندامت اور شرمساری پر مشتمل جملے نقل کیے گئے اور بتایا گیا کہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ ان کے لباس تارکول کے ہوں گے۔ ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی تاریخ گواہی دیتی ہے کہ کافروں نے بہت سی چالیں چلیں، ایسی زبردست چالیں تھیں کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے سرک جاتے، لیکن رسولوں نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ رسولوں سے

کیے گئے اللہ کے تمام وعدے پورے ہو کر رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ غالب اور زبردست ہے، وہ ظالم و کافر مشرکین سے انتقام لینے پر قادر ہے۔ سورت کا آغاز اور اختتام قرآن کے تعارف اور اُس کے مقصدِ نزول پر ہوا ہے۔

مرکزی مضمون

بنی اسرائیل ناشکرے تھے، جب کہ حضرت ابراہیمؑ شکر گزار۔ جذبۂ شکر کے نتیجے ہی میں انسان توحید کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔ دعوتِ توحید فطرت کے عین مطابق ہے، جس کی جڑیں قلب وروح میں گہری اور جس کی ثمر دار شاخیں آسمانوں تک بلند ہیں۔ انسان کو ﴿قرآن مجید﴾ کے اِنذار کی روشنی میں ﴿اَيَّامُ اللهِ﴾ سے عبرت حاصل کر کے، کفر، ناشکری اور کفرانِ نعمت کا رویہ ترک کر کے ﴿توحید و شکر﴾ کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

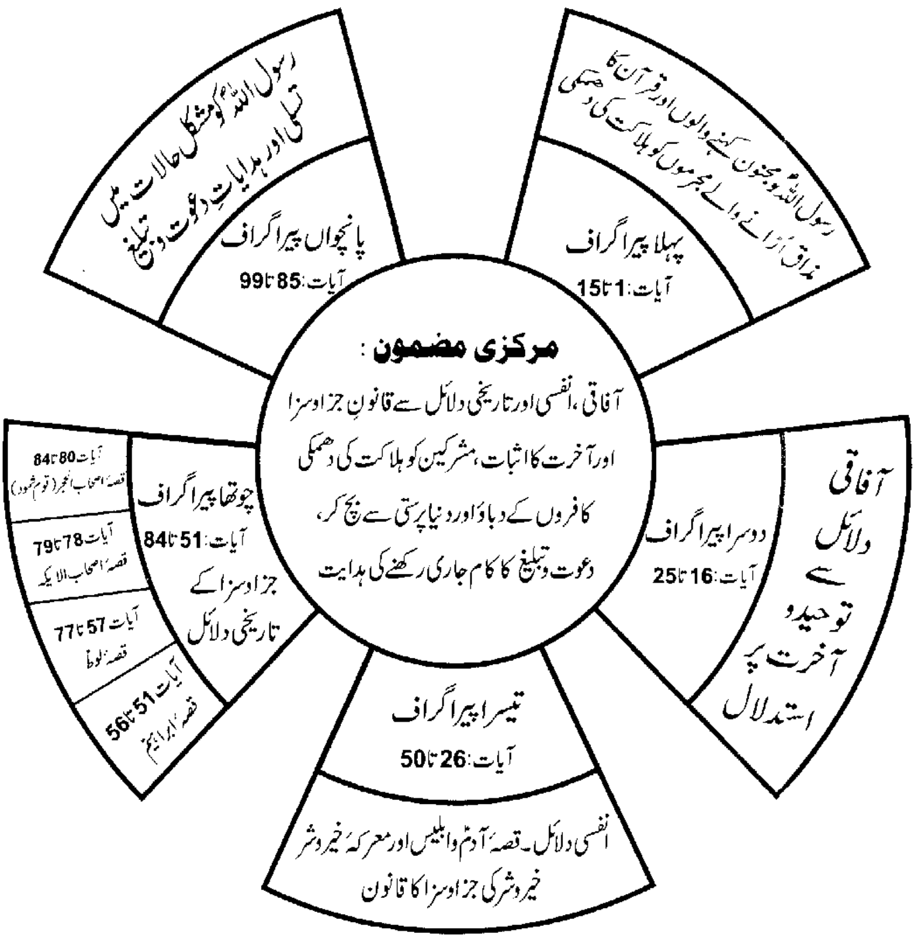
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

15- سُوْرَةُ الْحِجَر

آیات : 99 ...... مَکِیَّۃ ...... پیراگراف : 5



زمانۂ نزول

غالباً 11 یا 12 نبوی میں، نازل ہوئی، جب رسول اللہ ﷺ پر ﴿مجنون﴾ اور مسحور کرنے کے الزامات کا چرچا عام تھا اور مخالفت اپنی شدت پر تھی۔ قریشی لیڈر اللہ کے ﴿ذکر﴾ قرآن کو پاگل پن قرار دے رہے تھے۔

﴿وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ﴾ (آیت: 6)

استہزا اور تمسخر سے کام لینے والے قریش کے لیڈروں کو قوم لوطؑ، اصحاب الایکہ اور اصحاب الحجر کی ہلاکت سے ڈرایا گیا ہے۔

سورۃ الحجر میں رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی بھی ہے کہ چند سالوں کے اندر اندر یہی لیڈر اپنے رویوں پر نادم ہوں گے اور ان کی زبانوں پر ہوگا "کاش مسلمان ہو جاتے" ﴿لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ﴾۔ یہ پیش گوئی دو (2) ہجری میں بڑے بڑے لیڈروں کی ہلاکت اور آٹھ ہجری میں فتح مکہ کی صورت میں پوری ہوئی۔

سورت ﴿الحجر﴾ کا زیادہ تر حصہ، سورۃ ابراہیم کے بعد رسول اللہ ﷺ کے قیام مکہ کے چوتھے اور آخری دور (11 تا 13 نبوی) میں نازل ہوا۔ بعض آیات غالباً اعلانِ عام کے وقت نازل ہوئیں۔ جیسے: ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾ (آیت: 94)

سورۃ الحِجر کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورت ﴿ابراہیم﴾ میں ﴿أَيَّامُ اللهِ﴾ کا اجمالی ذکر تھا۔ یہاں سورۃ ﴿الحجر﴾ میں ابلیس لعین کی پیروکار ﴿مجرم﴾ قریشی قیادت کے استہزاء پر قوم لوطؑ، اَصحابُ الایکہ اور اَصحابُ الحِجر (ثمود) کی ہلاکت کے تفصیلی تذکرے سے نمائش کی گئی ہے۔

2۔ اگلی سورت ﴿النحل﴾ میں قریش کی مجرم قیادت اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی صالح قیادت کا موازنہ کیا گیا ہے۔ دونوں سورتوں کے آخر میں دعوت و تبلیغ کے آداب بیان کر کے مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے اور ہدایات سے نوازا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

I۔ سورۃ ﴿الحجر﴾ میں ہلاکت اقوام کے چار اصول بیان کیے گئے:

﴿سورۃ الحجر﴾ میں ہلاکت اقوام کے سلسلے میں چار (4) باتیں بیان کی گئی ہیں۔

(a) ہلاکتِ اقوام کا ایک وقت مقرر ہے ﴿أَجَل﴾ آجانے کے بعد وقت کو آگے پیچھے نہیں کیا جاتا۔ (آیات: 4،5)

﴿وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ. مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ﴾

(b) 2,500 قبل مسیح میں اصحاب الحجر (قوم ثمود) نے رسولوں کی تکذیب کی، جب اللہ نے ﴿الصَّيحة﴾ کے ذریعے انہیں ہلاک کیا تو ان کی کمائی ان کے کسی کام نہ آئی۔

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ o فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (آیات:84،83)

(c) 2,100 قبل مسیح میں قومِ لوطؑ کو ہلاک کیا گیا۔ یہ ہم جنس پرست تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بستی کو اوندھا کر دیا اور ان پر پتھروں سے بارش کی۔ اس پر تبصرہ کیا گیا کہ اس واقعہ میں عقل مندوں کے لیے عبرت کا سامان موجود ہے۔

﴿فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ o اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ﴾ (آیت: 75)

(d) 1,400 قبل مسیح میں اصحاب الایکہ ﴿قوم شعیبؑ﴾ کو ہلاک کیا گیا۔ یہ ایک ظالم قوم تھی۔ اللہ نے ان سے انتقام لیا۔

﴿وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ o فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آیات:78،79)

2۔ سورۃ ﴿الحجر﴾ میں قرآن کا تعارف:

سورۃ الحجر میں یہ وضاحت کی گئی کہ قرآن کسی ﴿مجنون﴾ کا کلام نہیں ہے، بلکہ صاف پڑھی جانے والی ایک کتاب ہے اور یہ ایک زندہ معجزہ ہے۔

(a) ﴿الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آیت:1)

(b) اس ﴿قرآن﴾ کا مذاق اڑانے والوں کو صاف صاف بتا دیا گیا کہ خالق کائنات نے اس ﴿ذکر﴾ کو نازل کیا ہے اور وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ یہ کسی پاگل اور مجنون کی گفتگو نہیں کہ مٹ جائے گی۔ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (آیت:9)

3۔ سورۃ ﴿الحجر﴾ میں آپ کا مذاق اڑائے جانے پر رسول اللہ ﷺ کو تسلی:

سورۃ الحجر میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ پہلے رسول نہیں ہیں، جن کا ﴿اِستِهزاء﴾ اور مذاق اڑایا جا رہا ہے، بلکہ ماضی میں جتنے رسول بھی گذرے ہیں ان سب کا مذاق اڑایا گیا۔

(a) ﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (آیت:11)

(b) رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں آپ کی حمایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات کافی ہے۔

﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ﴾ (آیت:95)

4۔ سورۃ ﴿الحجر﴾ میں لفظ ﴿مُجرِمِین﴾ کے استعمال کی معنویت:

سورۃ الحجر میں ﴿مُجرِمِین﴾ کا لفظ بھی اہمیت کا حامل ہے۔ ﴿مجرم﴾ قومیں رسولوں کا مذاق اڑاتی ہیں، انہیں ﴿مجنون﴾ قرار دیتی ہیں۔ یہ ایمان نہیں لا سکتے۔

(a) ﴿كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ (آیت: 12)

(b) حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی بشارت دینے والے فرشتے ﴿مجرم﴾ قومِ لوطؑ کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔

﴿قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ﴾ (آیت:58)

5۔ سورۃ ﴿الحجر﴾ میں زمین کے بارے میں ایک اہم انکشاف:

سورۃ الحجر میں اس کرۂ ارضی کے بارے میں یہ عجیب وغریب وضاحت کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر قسم کی چیزیں ایک خاص تناسب کے ساتھ اگائیں۔ زمین کا ہر ذرّہ اور ہر عنصر ﴿مَوْزُوْن﴾ یعنی وزن شدہ (weighted) ہے۔

﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ﴾ (آیت: 19)

6۔ سورۃ ﴿الحجر﴾ میں اللہ کی قدرت اور حکمت کی وضاحت کے لیے ایک خوبصورت دلیل:

یہ عجیب وغریب انکشاف بھی کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بے حد وحساب خزانوں میں سے ایک مقررہ مقدار ﴿قَدَرٍ معلوم﴾ ہی نازل فرماتا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت کا بین ثبوت ہے۔

﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ (آیت:21)

7۔ سورۃ ﴿الحجر﴾ میں ﴿غاوین﴾ اور ﴿متقین﴾ کا تقابل:

سورۃ الحجر میں ﴿غاوین﴾ یعنی بھٹکے ہوئے لوگوں اور ابلیس کے دام سے بچنے والے ﴿متقین﴾ کا موازنہ ہے۔

(a) بھٹکے ہوئے لوگ ابلیس لعین کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ کے نیک وفادار بندوں پر ابلیس کا زور نہیں چل سکتا۔

﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ﴾ (آیت: 42)

(b) گستاخ ابلیس کا چیلنج تھا کہ وہ زمین پر تمام لوگوں کو بہکائے گا اور دنیا کو خوشنما اور پرکشش بنا کر دکھائے گا۔

﴿قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾ (آیت: 39)

سورۃُ الحِجر کا نظمِ جلی

سورۃ الحِجر پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 15: پہلے پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کو ﴿مجنون﴾ کہنے والوں اور قرآنِ مجید کا مذاق اُڑانے والے ﴿مجرموں﴾ کو ہلاکت کی دھمکی ہے اور غلبۂ اسلام کی بشارت بھی ہے۔

قرآن مجید کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ ایک صاف پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ کسی مجنون کی باتیں نہیں۔ یہ اللہ کا ﴿ذکر﴾ ہے،

جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے گا۔ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (آیت:9)

قرآنِ مجید اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑانے والے بہت جلد پچھتائیں گے اور کہیں گے کاش مسلمان ہو جاتے! ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ (آیت:3) انہیں ﴿مجرم﴾ کہا گیا اور ان کی ضد پر روشنی ڈالی گئی کہ اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ کھول کر، سیڑھی لگا دیتے اور یہ چڑھنے لگتے، تب بھی اللہ کے کلام کو جادو کہتے اور انبیاء کے معجزات کے بارے میں کہتے کہ ہماری آنکھوں میں نشہ پیدا کر دیا گیا ہے، بلکہ ہم ﴿مسحور﴾ کر دیے گئے ہیں۔ (آیت: 15)

2- آیات 16 تا 25 : دوسرے پیراگراف میں، توحید کے ﴿آفاقی دلائل﴾ پیش کیے گئے ہیں۔

آسمان، زمین اور پہاڑوں کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے (جس نے قرآن نازل کیا ہے) پھر بادلوں اور بارشوں کے نظام کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کرنے کی قدرت سے امکانِ آخرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ اللہ نے اس زمین پر، ہر چیز نپی تلی مقدار میں اگائی ہے۔ ﴿وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ﴾ (آیت:19) اللہ تعالیٰ ہی نے اسباب معیشت فراہم کیے ہیں۔ اللہ کے خزانے لامحدود ہیں، لیکن وہ اپنی حکمت کے ساتھ ایک مقررہ مقدار ہی نازل فرماتا ہے۔ ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾

اللہ تعالیٰ ہی حاملہ ہواؤں ﴿اَلرِّيٰحَ لَوَاقِحَ﴾ کو بھیج کر بادلوں کے ذریعے زمین کو سیراب کرتا ہے۔ وہی آسمان میں پانی کے خزانوں کا ذخیرہ کرتا ہے اور بارش کے ذریعے مردہ زمین کو سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔ اسی طرح روزِ قیامت تمام مردوں کو زندہ کرے گا وہ علیم و حکیم ہے۔ قیامت کا دن، اللہ کی حکمتِ عدل اور صفتِ علم کا آئینہ دار ہو گا۔

3- آیات 26 تا 50 : تیسرے پیراگراف میں، توحید کے انفسی دلائل ہیں۔ قصہ آدمؑ و ابلیس اور معرکہ خیر و شر بیان کر کے، خیر و شر کی جزا و سزا کا قانون بتایا گیا ہے۔ بے لگام "بہکے ہوئے" ﴿غٰوِيْن﴾ اور ہدایت یافتہ ﴿مُتَّقِيْن﴾ کا انجام مختلف ہو گا۔

انسانوں اور جنات دونوں کو آزادیٔ اختیار عطا کی گئی ہے۔ انسان کی تخلیق مٹی کے سوکھے گارے سے کی گئی ہے۔

جنات کو پہلے آگ سے پیدا کیا گیا تھا۔ ایک جن ابلیس نے اپنی آزادی کا غلط استعمال کیا۔ آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور گستاخی کی کہ میں زمین پر لوگوں کو دنیا کی زینت میں الجھا کر گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ میرے خاص بندوں پر تیرا زور نہیں چلے گا۔ وہ توحید کی صراطِ مستقیم پر ڈٹے رہیں گے، البتہ ﴿غٰوِيْن﴾ "بہکے ہوئے لوگ" تیری پیروی کریں گے۔ ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہو گا۔ ﴿غٰوِيْن﴾ کے مقابلے میں، ابلیس کی پیروی سے بچنے والے ﴿مُتَّقِيْن﴾ ہوں گے۔ ان کے لیے باغات اور چشمے ہوں گے۔ مسلمانوں کی باہمی کدورتیں جنت میں دور کر دی جائیں گی۔ وہاں وہ بھائی بھائی بن کر ابدی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔

آخر میں انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے مطلع کیا گیا کہ وہ ﴿غٰوِيْن﴾ کو دردناک عذاب سے دوچار کرے گا اور ﴿مُتَّقِيْن﴾ کے لیے غفور و رحیم ثابت ہو گا۔ ﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ﴾

4- آیات 51 تا 84 : چوتھے پیراگراف میں، جزاو سزا کے تاریخی دلائل بیان کیے گئے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ پہلے اصحاب الحجر ﴿قومِ ثمود﴾ کو، پھر قومِ لوطؑ کو اور پھر اصحاب الایکہ یعنی قومِ شعیبؑ کو ہلاک کیا گیا۔ مجرموں کو سزا دی گئی اور متقین کو بچالیا گیا۔

(a) سب سے پہلے بتایا گیا کہ جو فرشتے حضرت ابراہیمؑ کو بڑھاپے میں بیٹے کی بشارت دینے کے لیے آئے تھے، وہی فرشتے حضرت لوطؑ کی قوم کو ہلاک کرنے پر مامور تھے۔ ثابت کیا گیا کہ تاریخ میں جزا اور سزا دونوں کا سبق موجود ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے حیرت کا اظہار کیا کہ مجھے بڑھاپے میں اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ مایوسی کی ضرورت نہیں صرف گمراہ لوگ ہی اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہوا کرتے ہیں۔ ﴿فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ o قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ﴾ حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں سے پوچھا کہ اب کیا مہم درپیش ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اب ہم ایک ﴿مجرم﴾ قوم کو ہلاک کرنے پر مامور ہیں۔ قومِ لوطؑ، ایک بدکار اور مجرم قوم تھی۔ فرشتے ان کے پاس انسانی شکل میں پہنچے۔ وہ مہمانوں کے درپے ہوگئے۔ حضرت لوطؑ نے ہر چند سمجھایا کہ قوم کی یہ لڑکیاں ہیں، ان سے تمہارا نکاح ہو سکتا ہے، لیکن وہ مردوں کے طلب گار تھے۔ انہوں نے حضرت لوطؑ کو دھمکی دی کہ دوسروں کے معاملات میں مداخلت مت کرو۔ ان پر بدکاری کا بھوت سوار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی قسم کے عذاب (Multiple Means) سے ہلاک کیا۔ ایک دھماکے ﴿الصَّيْحَةُ﴾ کے بعد، پوری بستی کو اوندھا کر کے ان پر مٹی کے پتھروں کی بارش کی گئی۔

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ o فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ﴾

آخر میں تبصرہ کیا گیا کہ ﴿مُتَوَسِّمِيْنَ﴾ یعنی صاحبِ فراست لوگوں کے لیے، اس واقع میں اللہ تعالیٰ کے قانونِ جزاء و سزا کا درس موجود ہے۔ (آیات: 51 تا 77)

(b) ﴿اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ﴾ کی ہلاکت کا قصہ: اس کے بعد حضرت شعیبؑ کی قوم ﴿اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ﴾ کا ذکر کیا گیا، جو ظالم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم سے بھی انتقام لیا۔ ﴿اَيْكَة﴾ شہر تبوک کا قدیم نام ہے۔ ﴿اصحاب مَدْين﴾ اور ﴿اصحابُ الایکہ﴾ کا علاقہ بھی، قومِ لوطؑ کے علاقے کی طرح، مکے سے فلسطین جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے۔

(c) ﴿اَصْحٰبُ الْحِجْرِ﴾ کی ہلاکت کا قصہ: اس کے بعد حضرت صالحؑ کی قوم کی ہلاکت کا ذکر کیا گیا۔ انہیں ثمود بھی کہا جاتا ہے اور ﴿اَصْحٰبُ الْحِجْرِ﴾ بھی۔ قومِ ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ یہ پہاڑوں کو تراش کر مکان بنایا کرتے تھے۔ بے خوف اور مطمئن تھے۔ صبح صبح ایک ﴿الصَّيْحَةُ﴾ دھماکے نے انہیں آلیا۔ (آیات: 80 تا 84)

5- آیات 85 تا 99 : پانچویں اور آخری پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کو الزام تراشی اور استہزاء کے مشکل حالات میں تسلی دی گئی اور صبر کی ہدایات دے کر دعوت و تبلیغ کے آداب بیان کیے گئے۔

(a) مخالفین سے شریفانہ درگزر کرنا چاہیے۔ ﴿فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ﴾ (آیت: 85)

(b) اس متاعِ دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہیے! جو ہم نے اور لوگوں کو عطا کی ہے۔

﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾ (آیت: 88)

(c) مومنین کے ساتھ نرمی سے کام لینا چاہیے ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (آیت: 88)

(d) دعوت کا علی الاعلان اظہار کرنا چاہیے ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾ (آیت: 94) جس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل کیا ہے، اسی طرح بنی اسرائیل پر تورات کو نازل کیا گیا تھا۔ لیکن یہودیوں نے اپنے قرآن (یعنی تورات) کے ٹکڑے کر دیئے۔ ایک حصہ چھپاتے دوسرا ظاہر کرتے۔

(e) مشرکوں کی بالکل پروا نہیں کرنی چاہیے ﴿وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (آیت: 94)

(f) مخالفین کی دل آزار باتوں پر اپنے دل کو تنگ نہیں کرنا چاہیے! ﴿يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ﴾ (آیت: 97)

(g) حمد کے ساتھ تسبیح اختیار کرتے ہوئے سجدہ بجالانا چاہیے۔ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ﴾ (آیت: 98)

(h) آخری گھڑی یعنی موت تک (ثابت قدمی کے ساتھ) اللہ کی عبادت واطاعت کرنی چاہیے۔

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ (آیت: 99)

مرکزی مضمون

الزامات اور استہزاء کے ماحول میں آفاقی، انفسی اور تاریخی دلائل کے ذریعے، کافروں کے دباؤ اور دنیا پرستی سے بچ کر، عقیدۂ توحید اور عقیدۂ آخرت پر مشتمل قرآنی دعوت کے کام کو جاری رکھنا چاہیے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

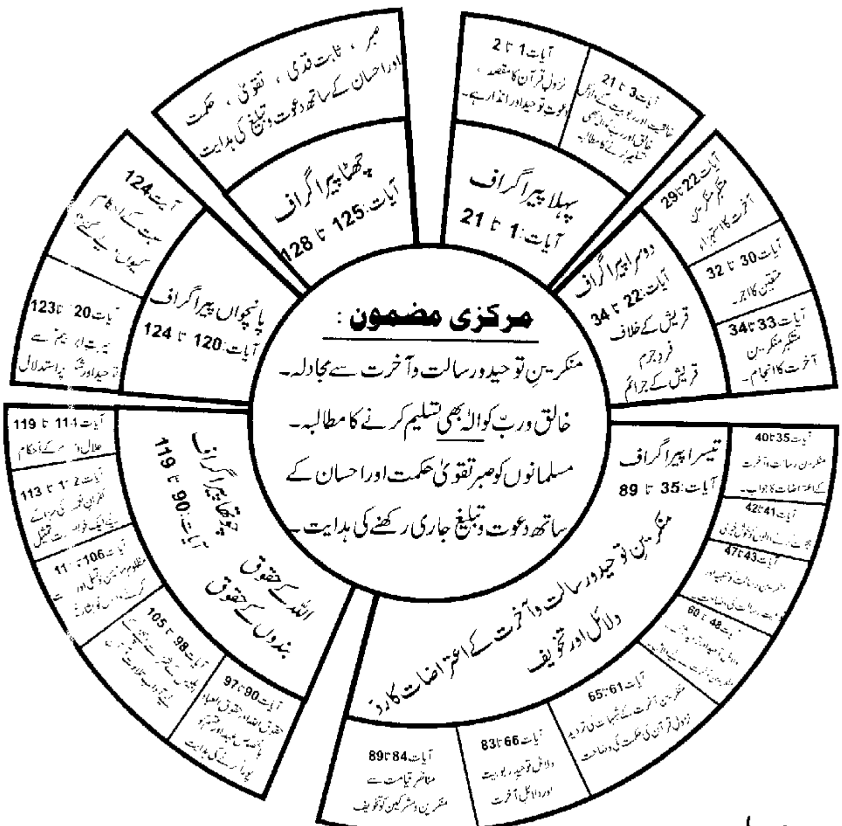
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

16- سُوْرَۃُ النَّحل

آیات : 128 ...... مَکِّیَّۃ ...... پیراگراف : 6



• زمانۂ نزول:

سورت ﴿النّحل﴾ رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے آخری دور (غالبًا 12 نبوی) میں، قحط کے اختتام پر، ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئی، چنانچہ اس سورت میں، مظلوم صابر متوکل مسلمانوں کے لیے ہجرت کی ترغیب ہے۔
بعض آیات دورِ قحط یعنی سات نبوی میں نازل ہوئیں۔ بعض آیات دورِ تشدد میں نازل ہوئیں، جیسے آیت نمبر 106 کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عمار بن یاسرؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی (ابن ہشام)، جس میں مسلمانوں کو رخصت دی گئی کہ وہ ایمان پر قلبی ثابت قدمی کے ساتھ، جان بچانے کے لیے زبان سے کلمۂ کفر بھی ادا کر سکتے ہیں۔

سورۃ کی خصوصیات

1۔ سورت کے آغاز میں توحیدِ خالقیت کے دلائل ہیں، پھر رسالت کی غرض وغایت ﴿أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ بتائی گئی، یعنی تمام رسولوں کو اللہ کی بندگی اور اطاعت اختیار کرنے اور اپنے وقت کی طاغوتی سرکش قیادت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (آیت:36)

2۔ اس سورت میں فرشتوں کی اُلوہیت کا رد بھی ہے۔ (آیت: 57)

3۔ اس سورت میں مسلم قیادت اور مشرک قیادت کا تقابل بھی موجود ہے اور مشرک قیادت کے خلاف فردِ جرم (Charge sheet) بھی۔

4۔ سورۃ النحل سورۃ الانعام سے پہلے نازل ہوئی، ایسا لگتا ہے کہ یہ اُس کی تمہید ہے، چنانچہ مدینے میں اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے حلال وحرام کے ابتدائی احکام (آیات:115 اور 116)، عدل واحسان کی تعلیم (آیت:90) اور عہد وپیمان کی پاسداری کا سبق بھی دیا گیا ہے۔

سورۃُ النَّحل کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورت سورۃ ﴿الحجر﴾ میں ﴿مُستھزِئین اور مُجرِمین﴾ کی ہلاکت کا ذکر تھا، یہاں اس سورت ﴿النحل﴾ میں قریش کی مشرک اور مغرور قیادت کے ﴿مُستکبِرین﴾ کا تذکرہ ہے۔

2۔ سورۃ النحل میں ہجرت مدینہ کی پیش گوئی بھی ہے اور فضیلت بھی۔ (آیات 41 اور 110)

اگلی سورۃ ﴿بنی اسرائیل﴾ میں باقاعدہ طور پر ہجرت کی دعا سکھائی گئی ہے۔ (آیات 80 اور 81)

3۔ تورات کے احکامِ عشرہ کی طرح آخری امت کو احکام دیے گئے ہیں، تاکہ مدینۂ منورہ میں ایک اسلامی معاشرت اور اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی جاسکے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- توحیدِ خالقیت کے دلائل:

سورۃ النحل میں توحیدِ خالقیت کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل آئے ہیں، ان پر غور فرمائیے۔

(a) اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا ﴿خالق﴾ ہے، لہٰذا کسی ﴿مخلوق﴾ کو ﴿خالق﴾ کا درجہ دے کر شرک نہیں کیا جاسکتا۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (آیت:3)

(b) اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفے سے ﴿تخلیق﴾ کیا ہے، لہذا انسان کو اپنے ماضی پر غور کر کے اپنے موجودہ مخاصمانہ رویے کو ترک کرنا چاہیے۔ ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾ (آیت:4)

(c) اللہ تعالیٰ منفعت بخش مویشیوں کا بھی ﴿خالق﴾ ہے، لہذا ﴿خالق﴾ ہی شکر اور عبادت کا مستحق ہو سکتا ہے۔
﴿وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ (آیت:5)

(d) اللہ تعالیٰ نے زینت اور سواری کے لیے گھوڑوں خچروں اور گدھوں کو ﴿تخلیق﴾ کیا ہے، اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی ایسی چیزیں ﴿تخلیق﴾ کرتا رہے گا، جنہیں ہم نہیں جانتے۔ (آیت:8)
﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

(e) اللہ تعالیٰ کے علاوہ جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ کچھ بھی ﴿تخلیق﴾ نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود ﴿مخلوق﴾ ہیں۔
﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾ (آیت:20)

(f) اللہ تعالیٰ کی ﴿تخلیق﴾ کی ہوئی ہر چیز کے سائے بھی، اللہ کو عاجزی سے سجدہ کرتے ہیں۔ (آیت:48)
﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ﴾

(g) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو کچھ اس طرح ﴿تخلیق﴾ کیا ہے کہ انہیں موت دی جاتی ہے، بعض ارذل العمر کی طرف لوٹا دیے جاتے ہیں کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانیں، لہذا ثابت ہوا کہ ﴿خالق﴾ ہی موت دیتا ہے اور وہی حافظے کو چھین سکتا ہے۔ وہی کلی اختیارات کا مالک ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ (آیت:70)

(h) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو فرماں بردار دیکھنے کے لیے اپنی ﴿تخلیق﴾ کردہ چیزوں میں سے سائے بنائے، پہاڑوں میں پناہ گاہیں بنائیں، گرمی اور جنگ کی آفتوں سے بچانے والے لباس بنائے۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ کو خالق مان کر اس کا مسلم اور مطیع فرمان بن جائے۔
﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ﴾ (آیت:81)

(i) <u>حاصل کلام</u>: انسان اگر غور و فکر سے کام لے تو اس سوال کے جواب کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا کہ جو ﴿تخلیق﴾ کر سکتا ہے، کیا وہ ﴿تخلیق﴾ کی صلاحیت نہ رکھنے والے کے برابر ہو سکتا ہے؟ یعنی کیا ﴿خالق﴾ اور ﴿غیر خالق﴾ یعنی خالق اور مخلوق برابر ہو سکتے ہیں؟ لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ ﴿خالق﴾ اور ﴿مخلوق﴾ کے فرق کو سمجھ کر خالص توحید اختیار کرے۔ مخلوق کو خدا بنا کر اللہ کے ساتھ شرک نہ کرے۔ ﴿اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (آیت:17)

2- توحیدِ ربوبیت، توحیدِ الوہیت اور توحیدِ حاکمیت کے دلائل:

سورۃ النحل میں توحید کو ثابت کرنے کے لیے مختلف قسم کے دیگر ﴿دلائل﴾ بھی دیے گئے ہیں، جنھیں ﴿آیۃ﴾ اور ﴿آیات﴾ کا نام دیا گیا ہے اور انسان سے غور و فکر کا مطالبہ کیا گیا ہے، تاکہ وہ اللہ کو خالق مان کر ﴿توحیدِ خالقیت﴾ کا، اللہ کو رب مان کر ﴿توحیدِ ربوبیت﴾ کا، اللہ کو الٰہ مان کر ﴿توحیدِ الوہیت﴾ کا اور اللہ کو حاکم و شارع مان کر ﴿توحیدِ حاکمیت﴾ کا قائل ہو جائے۔

(a) اللہ تعالیٰ نے اس کرۂ ارضی پر انسانی زندگی کی بقاء کے لیے ہر قسم کے انتظامات کیے ہیں۔ غور کرنے والے ان دلائل ربوبیت کی روشنی میں عقیدۂ توحید اختیار کر لیتے ہیں۔ وہی آسمان سے پانی برسا کر ہر قسم کے غلے اور پھل اگاتا ہے۔ لہٰذا غور و فکر سے کام لے کر اس کی ربوبیت کو تسلیم کر کے شکر کا رویہ اپنانا چاہیے۔ ﴿يُنۢبِتُ لَكُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ وَالزَّيۡتُوۡنَ وَالنَّخِيۡلَ وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ﴾ (آیت:11)

(b) اللہ تعالیٰ نے اس کرۂ ارضی پر انسانوں کے لیے جو چیزیں پھیلائی ہیں، ان میں یک رنگی نہیں، بلکہ ہمہ رنگی ہے۔ لذتِ دہن کے علاوہ لذتِ نظر کا بھی سامان کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان دلائل کی روشنی میں اس کی قدرت و طاقت کا اعتراف کر لینا چاہیے۔
﴿وَمَا ذَرَاَ لَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ﴾ (آیت:13)

(c) اللہ تعالیٰ ہی موسم خزاں کے بعد بارش کے ذریعے موسم بہار میں زمین کو دوبارہ زندہ کر کے سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ اس کی قدرت کا اعتراف کر لینا چاہیے اور آخرت کی جزاء و سزا کو بھی مان لینا چاہیے۔
﴿وَاللّٰهُ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ﴾ (آیت:65)

(d) اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کو خیر و شر کی آزادی عطا کی ہے۔ پھلوں کے ذریعے بعض لوگ حلال مشروبات تیار کرتے ہیں اور بعض لوگ نشہ آور چیزیں۔ عقل مند شکر کا رویہ اختیار کرتے ہوئے رزقِ حسن پر قناعت کرتے ہیں، جب کہ بے وقوف رزقِ حرام کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔
﴿وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّرِزۡقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾ (آیت:67)

(e) اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی پیدا کی۔ پھر اسے حکم دیا کہ وہ مختلف پھولوں کا رس چوسے اور گلوکوز اور فرکٹوز پر مشتمل شہد بنائے، جس میں انسانوں کے لیے شفا رکھی گئی ہے۔ لہٰذا غور و فکر سے کام لینے والوں کو اللہ تعالیٰ کے دلائلِ حکمت، دلائلِ قدرت اور دلائلِ ربوبیت و رحمت کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ (آیت:69)
﴿ثُمَّ كُلِىۡ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُكِىۡ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِهَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ فِيۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ﴾

(f) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے ستاروں، چاند اور سورج کو مسخر کر کے ان کے گھومنے کا ایسا انتظام کیا ہے کہ یہ کرۂ ارض رات کو

ٹھنڈا اور دن کو گرم ہو جاتا ہے، لہذا عقل رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طاقت و قدرت، حکمت و دانائی اور ربوبیت کا قائل ہو کر خالص توحید اختیار کرنی چاہیے۔ ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ (آیت:12)

(g) اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کے اندر ایسے قوانین توازن و استحکام بنائے ہیں کہ پرندے آسمانوں پر اپنے پر سمیٹ لیتے ہیں، لہذا ان دلائل پر ایمان لانے والوں کو اس کی قدرتوں اور حکمتوں کو مان کر خالص توحید اختیار کرنی چاہیے۔ (آیت:79)

﴿اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

(h) دلائل قرآنی ﴿آیاتُ اللہ﴾ پر غور و فکر نہ کرنے والوں کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی، بلکہ وہ دردناک عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (آیت:104)

(i) عقل سے کام نہ لینے والے اور اللہ پر بہتان باندھنے والے جھوٹے لوگ، دلائل قرآنی ﴿آیاتُ اللہ﴾ پر ہرگز ایمان نہیں لا سکتے۔ ﴿اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ (آیت:105)

3۔ قریشی قیادت کے اوصاف اور فردِ جرم:

اس سورت میں مسلمانوں کی ﴿متقی قیادت﴾ کے مقابلے میں قریش کی ﴿مشرک قیادت﴾ کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

(a) سورۃ النحل کی پہلی آیت ہی میں مشرکین کو صاف بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بے عیب ذات تم لوگوں کے شرک سے بہت بلند ہے شرک اور مشرکین کے خاتمے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ آخری رسول ﷺ آخری کتاب لے کر آ چکے ہیں۔

﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (آیت:1)

(b) اللہ تعالیٰ چونکہ آسمانوں اور زمین کا ﴿خالق﴾ ہے، اس لیے وہی معبود ہو سکتا ہے۔ اللہ کی کوئی مخلوق معبود نہیں ہو سکتی۔ مشرکین کے منسوب کردہ غلط عقائد سے اللہ کی بے عیب ذات بہت بلند و بالا ہے۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (آیت:3)

(c) <u>مشرکین کی الٹی منطق:</u> مشرکین کہتے تھے کہ اللہ کی مرضی یہی تھی کہ ہم اور ہمارے آباء واجداد اللہ کے ساتھ ﴿مِنْ دُوْنِهٖ﴾ کی بھی عبادت کریں اور اللہ کی مرضی نہ ہوتی تو ہم اصلاً حلال و حرام کو چھوڑ کر کسی چیز کو خود حرام نہ ٹھہراتے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (آیت:35)

(d) روزِ قیامت مشرکین اپنے خداؤں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ یہی وہ ہستیاں تھیں، جنہیں ہم اللہ کے بجائے پکارا کرتے تھے اور جن سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ لیکن ان کی یہ باتیں ان پر پھینک دی جائیں گی کہ تم لوگ جھوٹے ہو، شریکوں نے تو

اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ ﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ (آیت:86)

(e) اللہ تعالیٰ ہی ﴿كَاشِفُ الضُّرِّ﴾ ہے، یعنی وہی تکالیف کو دور کرنے والا ہے۔ خود مشرکین مکہ بھی مصیبت میں صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں، لیکن جب تکلیف دور ہو جاتی ہے تو ناشکری اختیار کر کے شرک کرنے لگتے ہیں۔

﴿ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ (آیت:54)

(f) شیطانِ لعین ابلیس کا زور تو بس ان لوگوں پر چلتا ہے، جو اسے اپنا دوست بناتے ہیں اور جو اس کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔

﴿اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ﴾ (آیت:100)

(g) مشرکین مکہ کو سمجھایا گیا کہ خود تمہارے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ اپنی ذات میں ایک امت تھے، اللہ کے سچے اور یکسو فرمانبردار (سچے موحد تھے) مشرکین میں سے نہیں تھے۔

﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (آیت:120)

(h) رسول اللہ ﷺ پر اسی لیے وحی کی گئی کہ وہ یکسو ہو کر اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کریں، جو مشرک نہیں تھے۔

﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (آیت:123)

4۔ توحید کی تکمیل، طاغوت کے انکار کے بغیر ناممکن ہے:

تمام رسولوں کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ انسانوں کو اللہ کی بندگی، عبادت اور اطاعت کا حکم دیں اور اپنے دور کی سرکش اور طاغوتی قوتوں کی اطاعت اور پیروی سے روکیں۔

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (آیت:36)

5۔ ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ اور ﴿غَيْرُ اللّٰهِ﴾ کے شرک کی تردید:

اس سورت میں ﴿اللّٰه﴾ اور ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ اور ﴿غَيْرُ اللّٰهِ﴾ کا تقابلی جائزہ لے کر 'شرک کی تردید' کی گئی ہے۔

(a) ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ خود مخلوق ہیں، کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے، لہٰذا ان سے دعا مانگنا حرام ہے۔ اللہ خالق ہے، اسی سے مانگا جا سکتا ہے

﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾ (آیت:20)

(b) ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کسی معمولی رزق کا اختیار بھی نہیں رکھتے اور نہ استطاعت رکھتے ہیں۔ یہ سارے اختیارات اللہ کے پاس ہیں۔

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾ (آیت:73)

(c) ﴿غیرُ اللہ﴾ کا خوف اور تقویٰ ناجائز ہے، خوف اور تقویٰ تو صرف اللہ کا ہی اختیار کیا جا سکتا ہے، جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور جس کی اطاعت اور فرمانبرداری ہمیشہ اور مسلسل ہم پر واجب اور لازم ہے۔ (آیت:52)

﴿وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ؟﴾

(d) ﴿غیر اللہ﴾ کے نام کا ذبیحہ حرام ہے۔ جانوروں پر صرف اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جا سکتا ہے۔ (آیت:115)

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾

6- ﴿انکارِ آخرت﴾ کی تردید اور اثباتِ آخرت کے دلائل:

اس سورت میں آخرت کے حوالے سے مشرکین مکہ کی قیادت کی سوچ کا جائزہ لے کر اثبات آخرت کے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ مشرکین مکہ اللہ کی کڑی کڑی قسمیں کھا کر یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مرنے والوں کو ہرگز زندہ نہیں کرے گا۔ یہ ان کا عقیدۂ انکارِ آخرت تھا۔ ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ﴾ (آیت:38)

(a) ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ جن سے دعائیں مانگی جاتی ہیں، مردہ ہیں، زندہ نہیں ہیں، وہ بے چارے تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کب تک عالمِ برزخ میں پڑے رہیں گے؟ اور قیامت کب برپا ہو گی؟ اور کس دن قبروں سے اٹھائے جائیں گے؟

﴿اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ (آیت:21)

(b) روزِ قیامت ہر امت میں سے ایک گواہ اٹھایا جائے گا، کافروں کو نہ تو عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی اور نہ یہ فرمائش ہو گی کہ وہ اللہ کو راضی کر لیں۔ ﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾(84)

(c) روزِ قیامت ہر قوم میں سے ایک شہید یعنی گواہ اٹھایا جائے گا اور مشرکین مکہ کے خلاف رسول اللہ ﷺ کو بطورِ گواہ اٹھایا جائے گا (جن پر قرآن نازل کیا گیا ہے) کہ انہوں نے آپ ﷺ اور قرآن کی دعوت کو مسترد کر دیا ہے، جو سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔

﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ (آیت:89)

(d) آخرت پر ایمان نہ لانے والے لوگوں کے دل (دعوتِ توحید کے لیے) منکر ہوتے ہیں اور ایسے لوگ ﴿مغرور اور متکبر﴾ ہوتے ہیں۔ ﴿اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (آیت:22)

(e) متقی اور پرہیز گار لوگ آخرت پر ایمان لاتے ہیں ان کے لیے دارِ آخرت جنت ہے اور یہ ﴿دارُ المتقین﴾ ہے۔

﴿وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْا خَيْرًا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (آیت:30)

(f) ہجرت کرنے والے مظلوم مسلمانوں کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بہترین ٹھکانہ اور اجر دیا جائے گا۔

﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ﴾ (آیت:41)

(g) آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے لیے بری تمثیلیں ہو سکتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے بہترین تمثیل کیونکہ وہ بہترین صفات سے متصف ہے۔ ﴿لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (آیت:60)

(h) کافروں کے لیے عذاب عظیم اور اللہ کا غضب ہو گا، کیونکہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (آیت:107)

(i) آخرت کا انکار کرنے والے لوگ آخرت میں لازماً خسارے اور نقصان سے دوچار ہو کر رہیں گے۔

﴿لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (آیت:109)

(j) مشرکین مکہ کو بتایا گیا کہ ان کے جدّ امجد حضرت ابراہیمؑ عقیدۂ توحید کی وجہ سے دنیا میں بھی بھلائیوں کے مستحق ٹھہرے اور آخرت میں بھی صالحین کے زمرے میں شامل ہوں گے۔

﴿وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (آیت:122)

7۔ قریشی قیادت کا ﴿استکبار﴾ یعنی غرور:

اس سورت میں قریشی قیادت کے غرور کا پردہ چاک کیا گیا۔

(a) قریشی قیادت ﴿متکبر﴾ ہے، چنانچہ دعوتِ توحید کو مسترد کر چکی ہے اور آخرت پر ایمان نہیں لاتی۔

﴿اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (آیت:22)

(b) قریشی قیادت کو بتایا گیا کہ اللہ ان کے دلوں کے رازوں سے بھی واقف ہے۔ وہ ﴿متکبر﴾ لوگوں سے ہرگز محبت نہیں کرتا۔

﴿لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ﴾ (آیت:23)

(c) قریشی قیادت کو خبردار کیا گیا کہ ان کے ﴿تکبر﴾ کا لازمی نتیجہ دوزخ کا دائمی عذاب ہو گا۔

﴿فَادْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ (آیت:29)

(d) قریشی قیادت کو سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی بندگی اور ان کے سجدوں کا محتاج نہیں ہے۔ زمین آسمان کی ہر چیز اس کی مطیع فرمان ہے۔ فرشتے بھی ہر دم اس کا حکم بجالاتے ہیں اور وہ کسی قسم کے ﴿غرور و تکبر﴾ کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (آیت:49)

(e) قریش کو ماضی سے سبق حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا کہ پچھلی قوموں نے اپنے برے اعمال کا مزہ چکھا، وہ بھی اللہ کی آیات کو ہنسی مذاق میں اڑا دیتے اور ﴿استھزاء﴾ سے کام لیتے تھے۔

﴿فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ (آیت:34)

8۔ رسول اللہ ﷺ اور نو مسلم صحابہؓ کے اوصاف تقویٰ:

اس سورت میں مسلمانوں کو ﴿متّقین﴾ کے خطاب سے نوازا گیا ہے اور ان کے اجر کی تفصیلات بیان کی گئیں۔

(a) توحید پرست ﴿متّقی﴾ اور محسن لوگوں کو دنیا کی بھلائیاں بھی عطا کی جائیں گی اور جنت بھی۔

جنت ﴿دَارُ الْآخِرَةِ﴾ بھی ہے اور ﴿دَارُ الْمُتَّقِينَ﴾ بھی۔ ﴿وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرًا لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ﴾ (آیت:30)

(b) ﴿اللہ کا تقویٰ﴾ اختیار کرنے والے ﴿متّقین﴾ کے لیے جنت کے باغات ہوں گے۔ (آیت:31)

﴿جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ﴾

(c) توحید کی تکمیل کا تقاضا یہ ہے کہ صرف ﴿اللہ کا تقویٰ﴾ اختیار کیا جائے۔ رسولوں پر ذمہ داری عائد کی جاتی ہے کہ وہ توحید اختیار کرنے کے لیے لوگوں میں ﴿انذار﴾ کریں، انہیں متنبہ اور خبردار کریں۔ (آیت:2)

﴿يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ﴾

(d) مشرکین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ ﴿اللہ کا تقویٰ﴾ اختیار کرنے کے بجائے ﴿غیر اللہ کا تقویٰ﴾ اختیار کرنا چاہتے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک ہے اور مسلسل لگاتار اسی کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب اور لازم ہے۔ (52)

﴿وَلَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَهُ الدِّينُ وَاصِبًا ۚ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَتَّقُونَ؟﴾

(e) آخری آیت میں مسلمانوں کو تسلی اور بشارت دی گئی کہ وہ اپنے آپ کو اکیلا اور تنہا محسوس نہ کریں، اللہ ان کے ساتھ ہے، کیونکہ وہ ﴿اللہ کا تقویٰ﴾ اختیار کرنے والے اور حسنِ عمل سے کام لینے والے صاحب ایمان لوگ ہیں۔

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ﴾ (آیت:128)

9۔ ہجرت مدینہ کی بشارت اور ہجرت کی فضیلت:

(a) مکے کے مظلوم مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی کہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کے اندر مدینہ منورہ میں بہترین ٹھکانہ عطا فرمائے گا، لیکن ساتھ میں یہ بات بھی ذہن نشین کرائی گئی کہ آخرت کا اجر ہی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ (آیت:41)

﴿وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾

(b) مکے کے مظلوم مسلمان کو جو آزمائشوں سے دوچار کیے گئے تھے، انہیں خوشخبری دی گئی کہ ہجرت مدینہ کے بعد جہاد اور صبر واستقامت سے کام لینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے رحم اور اپنی مغفرت کی دولت سے نوازے گا۔

﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آیت:110)

10۔ حضرت ابراہیمؑ کی طرح شکرانِ نعمت کا مطالبہ:

(a) اس سورت میں مشرکین مکہ سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے جدّ امجد اور توحید کے علمبردار حضرت ابراہیمؑ کی پیروی اختیار کرتے ہوئے شرک چھوڑ کر خالص توحید اختیار کریں۔ رزقِ حرام کے بجائے پاک اور حلال چیزیں استعمال کریں ناشکری کے بجائے اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کریں، ورنہ یہی سمجھا جائے گا کہ جس کا شکر ادا کیا جارہا ہے، اسی کی عبادت ہو رہی ہے اور جس کی ناشکری کی جارہی ہے، اس کی عبادت کے دعوے بھی کھوکھلے ہیں۔

﴿فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (آیت:114)

(b) ایک خوبصورت تمثیل کے ذریعے قریش کو دھمکی دی گئی کہ ان کی ناشکریوں، نمک حرامیوں اور ملمع سازیوں کے سبب انہیں اللہ تعالیٰ بھوک اور خوف کے لباس کی سزا دے سکتا ہے۔

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ (آیت:112)

(c) قریش کو بتایا گیا کہ خود ان کے جدّ امجد حضرت ابراہیمؑ اللہ کی نعمتوں کے شکر گذار تھے، چنانچہ انہوں نے شرک کو ترک کر کے خالص توحید اختیار کی، اس لیے اللہ نے انہیں امامت کے لیے چن کر برگزیدہ کر دیا اور توحید کی صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا۔ لہٰذا انہیں بھی ناشکری چھوڑ کر توحید اختیار کرنی چاہیے۔ ﴿شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (آیت:121)

11۔ اللہ کے حقوق ادا کرنے اور ﴿عَهْدُ اللّٰهِ﴾ کی تکمیل کرنے کا مطالبہ:

(a) اللہ کے ساتھ کیے گئے ﴿عهد﴾ کو پورا کرنے کی ہدایت کی گئی۔ شعوری قسم کھانے کے بعد انہیں توڑنے سے منع کیا گیا۔

﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا﴾ (آیت:91)

(b) یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ دنیاوی مفادات اور چند ٹکوں کے لیے ﴿اللہ کے عہد﴾ کو پس پشت نہ ڈالا جائے۔

﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آیت:95)

قریش کی مشرک قیادت اور صحابہؓ کی مسلم قیادت کا موازنہ

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں سورۃ النحل کی آیات سے مسلم اور مشرک قیادت کا تقابل ایک اجمالی نظر میں ملاحظہ فرمایئے:

موضوع اور حوالہ جات	قریش کی مشرک قیادت	مسلمان قیادت
عقیدہ۔ آیات: 35، 54، 73، 86	قیادت مشرک ہے	قیادت موحد ہے۔ (51)
توحید دعا۔۔۔ آیات: 17، 20، 21	جن ہستیوں سے دعا مانگی جاتی ہے، وہ مردہ ہیں، خالق نہیں ہیں۔	اللہ ہی خالق ہے، زندہ ہے، صرف اُسی سے دُعا کی جاسکتی ہے۔
اللہ اور طاغوت۔۔۔ آیت: 36	طاغوت کی اطاعت کرتی ہے۔	صرف اللہ کی بندگی کرتی ہے۔
عقیدۂ آخرت۔ آیات: 38، 22، 60	قیادت منکر آخرت ہے۔	قیادت قائل آخرت ہے۔ (41)
ترجیحات۔۔۔ آیات: 107، 109	دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی ہے	آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتی ہے۔
ظالم اور مظلوم۔ آیات: 42، 110	قیادت ظالم ہے۔ (42)	مظلوم ہے۔ مجاہد ہے۔ صابر ہے۔ مہاجر ہے۔
تقویٰ اور تکبر۔۔۔ آیات: 22، 23، 29، 52، 30، 31، 128	قریشی قیادت متکبر ہے۔ غیر اللہ کا تقویٰ اختیار کرتی ہے۔	مسلمان قیادت متقی، محسن اور پرہیزگار ہے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرتی ہے۔
عجلت پسندی اور صبر۔ آیات: 1، 42	قیادت عجلت پسند ہے (1)	قیادت صابر و متوکل ہے۔ (42)
ایفائے عہد اور عہد شکنی۔۔ آیات: 90 تا 97	قیادت عہد شکن ہے۔	قیادت عہد کی پاسداری کرتی ہے۔
کفرانِ نعمت اور شکر آیات: 112، 114، 121	مشرک قیادت ناشکری اور کفرانِ نعمت کے جرم کی مرتکب ہے	مسلم قیادت حضرت ابراہیمؑ کی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شاکر اور قدردان ہے۔

سُورۃُ النَّحل کا نظمِ جلی

سورۃ النحل چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 21 : پہلے پیراگراف میں، ثابت کیا گیا ہے کہ خالق اور مخلوق برابر نہیں ہو سکتے۔

﴿توحید خالقیت﴾ کی عقلی دلیلیں پیش کی گئیں۔

وحی اور رسالت کا مقصد ﴿اِنذار﴾ یعنی تنبیہ ہے، تاکہ لوگ شرک سے بچ کر توحید اختیار کر لیں۔ (آیت: 2)

اللہ کو ﴿خالق﴾، پھر ﴿رب﴾، پھر ﴿الٰہ﴾ مان کر اسے حاکم بھی تسلیم کر لینا چاہیے۔

﴿مِنْ دُونِ اللهِ﴾ چونکہ خالق نہیں، مُردہ ہیں، زندہ نہیں لاعلم ہیں، لہٰذا ان سے دُعا مانگنا جائز نہیں۔ (آیت 21)

2- آیات 22 تا 34 : دوسرے پیراگراف میں، مشرکینِ مکہ کے خلاف فردِ جرم ہے کہ وہ مشرک ہیں۔

مشرکینِ مکہ متکبر ہیں، آخرت کے منکر ہیں اور آخرت کا مذاق اڑانے والے ہیں، اس کے برخلاف متقی اہلِ ایمان صحابہؓ کا کردار اور ان کے اوصافِ حمیدہ کو اجاگر کیا گیا۔

مشرکینِ مکہ منکرینِ آخرت اور متکبر ہیں۔ اللہ متکبرین کو پسند نہیں کرتا۔ (آیت:23)

قرآن کو اساطیر الاولین (پرانے افسانے) کہہ کر اُڑا دیتے ہیں۔ اور دوسروں کے گناہ کا بوجھ بھی اپنے سر لیتے ہیں۔ اور عذاب کے مستحق ہیں۔ (آیت:25) مشرک، کافر اور متکبر ہیں۔ (آیت:29)

3- آیات 35 تا 89 : تیسرے پیراگراف میں، بتایا گیا ہے کہ ہر قوم میں رسول بھیجے جاتے ہیں۔

اور تمام رسول ﴿اللہ کی عبادت﴾ کی دعوت دیتے ہیں اور اپنے وقت کی سرکش اور طاغوتی قوتوں سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ (آیت:36)

مشرکینِ مکہ کا جرم یہ ہے کہ یہ منکرینِ رسالت و آخرت ہیں۔ ان کے اعتراضات کا جواب دیا گیا۔ (آیات:37 تا 40)

مظلوم، صابر متوکل مسلمانوں کے لیے بشارت دی گئی کہ وہ مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے۔ (آیات:41 تا 42)

رسول اللہ ﷺ پر بشریت کے اعتراض کا جواب دیا گیا۔ (آیت:48)

منکرینِ رسالت کو تنبیہ اور منصبِ رسالت کی وضاحت کی گئی۔ (آیات:43 تا 47)

اثباتِ توحید اور تردیدِ شرک کے دلائل دیے گئے۔ امکانِ آخرت کے دلائل دیے گئے۔ (آیات:48 تا 60)

مشرکینِ مکہ کے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینے کے عقیدے کا ردّ کیا گیا۔ لڑکیوں کے قتل کے جرم پر غضب کا اظہار ہوا رسول اللہ پر نزولِ قرآن کی حکمتوں کی وضاحت کی گئی کہ یہ ہدایت و رحمت ہے۔ (آیات 61 تا 65)

اثباتِ توحید و آخرت اور تردید شرک کے مزید دلائل دیے گئے۔ (آیات:66تا83)

مناظرِ قیامت سے مشرک منکرینِ آخرت کو تخویف کی گئی۔ (آیات:84تا89)

4- آیات90تا119 : چوتھے پیراگراف میں، اللہ اور بندوں کے حقوق کے اہتمام کی ہدایت کی گئی۔

تین چیزوں کو کرنے کا حکم اور تین چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ اللہ کے بعد والدین اور رشتہ داروں کے حقوق ہیں۔ (آیت:90)

﴿عھد اللہ﴾ کے پاس ولحاظ کی ہدایت کی گئی۔ (آیات:91تا97)

ابلیس کے شر سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ (آیات:98تا105)

رسول اللہ ﷺ پر بشریت اور افترٰی کے الزامات کا جواب دیا گیا۔ (آیت103)

ہجرت کرنے والے مظلوم صابر مسلمانوں کا اجر مغفرت کا وعدہ ہے۔ (آیت110)

مظلوم مسلمانوں کو کلمۂ کفر کی رخصت، دی گئی بشرطیکہ دل میں کامل ایمان ہو اور مہاجرین کے درجات بیان کیے گئے۔

ایک خوبصورت تمثیل کے ذریعے قریش کی قیادت کو کفرانِ نعمت کی سزا سے تخویف کی گئی۔ (آیات:112تا113)

حلال و حرام کے احکام بتا کر ﴿توحیدِ حاکمیت﴾ کی وضاحت کی گئی۔ (آیات:114تا119)

5- آیات120تا124 : پانچویں پیراگراف میں، سیرتِ ابراہیمؑ سے توحید اور شکر پر استدلال کیا گیا ہے۔

قریشِ مکہ کو اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ کی طرح، کفرانِ نعمت سے بچ کر، موحد اور شکر گذار بننے کی ہدایت دی گئی۔

6- آیات125تا128: چھٹے اور آخری پیراگراف میں، دعوت کے آداب بیان کیے گئے۔

(a) دعوت اللہ کے راستے کی ہو۔ ﴿سَبِيْلِ رَبِّكَ﴾

(b) دعوت حکمت کے ساتھ ہو۔ ﴿بِالْحِكْمَةِ﴾

(c) دعوت موعظت حسنہ کے ساتھ ہو۔ ﴿وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾

(d) دعوت جدال حسن کے ساتھ ہو۔ ﴿وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾

(e) شر کا جواب بھی دیا جا سکتا ہے۔ ﴿فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾

(f) صبر و استقامت کا حکم دیا گیا ہے۔ ﴿وَاصْبِرْ﴾

(g) مکر اور سازشوں سے آزردہ نہ ہونے کی ہدایت دی گئی۔ ﴿وَلَا تَحْزَنْ﴾

(h) تقوٰی سے اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔

(i) احسان سے اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔

مرکزی مضمون

خالق اور مخلوق یعنی ﴿اللہ﴾ اور ﴿مِن دُونِ اللہ﴾ برابر نہیں ہو سکتے۔ منکرین توحید و رسالت و آخرت سے مجادلہ کرتے ہوئے، اللہ کی نعمتوں کے احساس کی روشنی میں، انہیں طاغوت سے بچ کر ﴿اللہ﴾ کو پہلے خالق، پھر ربّ، پھر الٰہ اور حاکم و آمر ماننے اور آخرت پر یقین لانے کی دعوت دی گئی۔ مسلمانوں کو صبر، تقویٰ، حکمت اور احسان کے ساتھ دعوت و تبلیغ جاری رکھنے کی ہدایت کی گئی۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

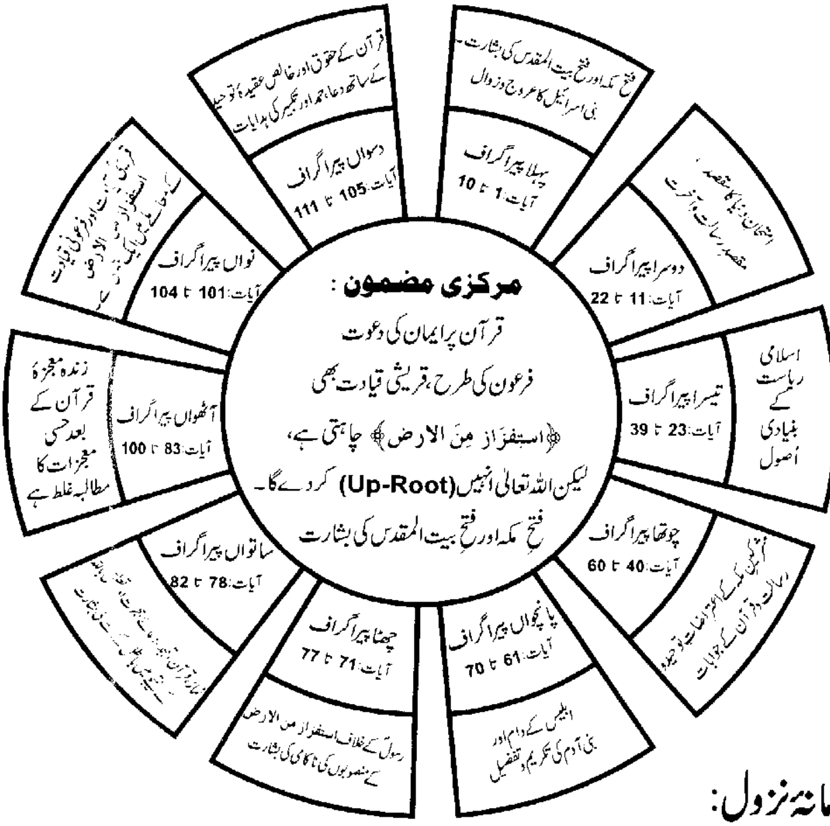
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

17- سُورَةُ بَنِیُ اِسُرَاءِ یُل

آیات : **111** ...... مَکِّیَّة“ ...... پیراگراف : **10**



- **زمانۂ نزول:**

سورۃ ﴿بَنِی اِسرائِیل﴾ کا دوسرا نام ﴿سورۃُ الاسراءِ﴾ ہے۔

﴿اِسرَاء﴾ کا مطلب رات کا سفر ہے، (جو خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک جانے اور پھر لوٹنے پر مشتمل تھا)۔ یہ سورت معراج کے موقع پر، غالباً 12 نبوی میں، ہجرت سے ایک سال پہلے نازل ہوئی، جب قریشی قیادت رسول اللہ ﷺ کے خلاف اِخراج اور قتل کی سازشیں کر رہی تھی۔ معراج کے سفر کے موقع پر، حضرت جبریلؑ نے رسول ﷺ کو مدینہ منورہ بھی دکھایا، جس کی طرف ہجرت کا اشارہ، آیت نمبر 80 میں موجود ہے۔ صحیح اقوال کے مطابق معراج کا واقعہ، رجب 12 نبوی میں پیش آیا تھا۔

سورۃ بنی اسرائیل کے فضائل

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں: ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَنَامُ عَلَى فِرَاشِهِ حَتَّى يَقْرَأَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالزُّمَرَ﴾
"رسول اللہ ﷺ سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الزمر کی تلاوت کے بغیر، اپنے بستر پر نہیں سوتے تھے۔"
(سنن ترمذی: کتاب فضائل قرآن، حدیث 2,920، حسن غریب)

سورۃ بنی اسرائیل کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿النحل﴾ میں ہجرتِ مدینہ کی پیش گوئی اور فضیلت تھی۔ (آیات: 41 اور 110)
یہاں سورۃ بنی اسرائیل میں باقاعدہ ہجرت کی دُعا سکھائی گئی ہے۔ (آیات 80 اور 81)

2۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ہجرتِ مدینہ کے بعد، اسلامی حکومت کے قیام کی بشارت بھی ہے اور اس کے بنیادی اُصولوں کی وضاحت بھی۔ علاوہ ازیں تورات کے اَحکامِ عشرہ کی طرح، آخری اُمت کو احکام دیے گئے ہیں، تاکہ ایک اسلامی معاشرے اور ریاست کی بنیاد رکھی جا سکے۔

3۔ اگلی سورۃ ﴿الکہف﴾ میں بتایا گیا کہ نزولِ قرآن کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بنی اسرائیل کے اہلِ کتاب کو متنبہ اور خبردار کیا جائے کہ انہوں نے اللہ کے لیے اولاد تجویز کر لی ہے۔ ﴿وَيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا﴾ (آیت: 4)
یہاں سورت ﴿بنی اسرائیل﴾ میں ان کے عروج و زوال کی مختصر روداد بیان کی گئی ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ قرآنِ مجید کی خصوصیات اور فضائل:

سورۃ بنی اسرائیل میں قرآنِ مجید کی خصوصیات اور فضائل کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں مشرکین کے رویے بھی بیان کیے گئے۔

(a) قرآن ایک ایسے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے، جو بالکل سیدھا ہے۔ ﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ (آیت: 9)

(b) قرآن میں لوگوں کی تذکیر و نصیحت کے لیے ﴿تصریف﴾ سے کام لیا گیا ہے۔ اس کے باوجود کافروں کی نفرت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا﴾ (آیت: 41)

(c) قرآن میں ﴿تصریف﴾ کے ذریعے حکیمانہ حقیقتیں بیان کر کے انسانوں پر اتمامِ حجت کر دی گئی ہے۔
﴿تصریف﴾ کا مطلب مختلف اسالیب اور مختلف پیرایوں میں ایک ہی بات کو مختلف طریقوں سے بیان کرنا ہے، اس کے باوجود اکثر لوگ انکار کی روش پر قائم ہیں۔

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ، فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا﴾ (آیت:89)

(d) قرآن ایک دودھاری تلوار ہے۔ مؤمنین کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن ظالمین کے نقصان میں اضافے کا سبب ہے۔

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ، وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ (آیت:82)

(e) قرآن صرف مؤمنینِ آخرت کے لیے ہدایت ہے، ﴿منکرینِ آخرت﴾ کے لیے حجاب بن جاتا ہے۔

﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا﴾ (آیت:45)

(f) نمازِ فجر کی تلاوتِ قرآن کی گواہی کے لیے فرشتے حاضری دیتے ہیں۔

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ، وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ، اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ (آیت:78)

(g) قرآن مجید کو لوحِ محفوظ سے رسول کریم ﷺ کے قلبِ اطہر پر تھوڑا تھوڑا کر کے تیئیس (23) سال کے عرصے میں نہایت اہتمام سے اتارا گیا ہے، تاکہ آپ ﷺ صحابہؓ کو ٹھہر ٹھہر کر قرآن سناتے جائیں۔

﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا﴾ (آیت:106)

(h) قرآن میں جب صرف ایک خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو مشرک لوگ نفرت سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔

﴿وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ، وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا﴾ (آیت:46)

(i) مشرکین مکہ نے واقعۂ معراج اور قرآن میں بیان کردہ دوزخ کے نچلے حصے میں اگنے والے درخت ﴿زقوم﴾ کا مذاق اڑایا۔ اللہ نے انہیں خانۂ کعبہ کی تولیت سے معزولی اور دوزخ کی سزا سے ڈرایا، لیکن ان کی سرکشی اور طغیانی میں اور اضافہ ہوتا گیا۔

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ، وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ وَنُخَوِّفُهُمْ، فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا﴾ (آیت:60)

(j) قرآن کا چیلنج ہے کہ تمام انسان اور تمام جنات ایک دوسرے کے مددگار بن کر قرآن کی طرح کا کوئی کلام تصنیف کرنا چاہیں تو ہرگز نہیں کر سکتے، کیونکہ ﴿مخلوق کا کلام﴾ کبھی ﴿خالق کے کلام﴾ کی طرح ہرگز نہیں ہو سکتا۔ (آیت:88)

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ، لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ، وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾

2۔ سورۃ ﴿بنی اسرائیل﴾ میں ایک خاص لفظ ﴿اِستِفزاز﴾ تین (3) مرتبہ استعمال:

سورۃ ﴿بنی اسرائیل﴾ میں ایک خاص لفظ ﴿اِستِفزاز﴾ تین (3) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ ﴿اِستِفزاز﴾ کا لفظ صرف اسی سورت میں استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کا مطلب زمین سے بے دخل کرنا اور جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے۔

(a) اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو چیلنج کیا کہ وہ اپنی دعوت سے حسبِ استطاعت انسانوں کو اللہ کی اطاعت سے بے دخل کرنے کی کوشش کر دیکھے، ان پر اپنی پیادہ اور گھڑ سوار فوج سے حملہ کر کے دیکھے، ان کے اموال و اولاد میں ساجھی بن جائے اور انہیں جھوٹے

وعدوں کے فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے (لیکن اللہ کے نیک بندوں پر ابلیس کے ان سارے ہتھکنڈوں کا زور نہیں چل سکے گا)۔

﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا﴾ (آیت:64)

(b) فرعون ایسا ظالم ڈکٹیٹر تھا، جو بنی اسرائیل کو مصر کی سرزمین میں جڑ سے اکھاڑنا چاہتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے فوجی کمانڈروں کو غرق کر کے ہلاک کر دیا۔ ﴿فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَفِزَّهُمْ مِنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ جَمِيعًا﴾ (آیت:103)

(c) قریش مکہ بھی (فرعون کی طرح) رسول اللہ ﷺ کو مکے کی سرزمین سے ﴿اِستِفزاز﴾ بے دخل (Up-root) کرنا چاہتے تھے، انہیں خبردار کیا گیا کہ ایسی صورت میں یہ بھی بہت دیر تک آپ کے بعد اپنے قدم نہیں جما سکیں گے۔

﴿وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذًا لَا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (آیت:76)

3۔ ﴿بنی اسرائیل﴾ کے خلاف فردِ جرم اور انہیں دعوتِ اسلام:

(a) بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر ﴿توراۃ﴾ نازل کی کہ اللہ کے علاوہ کسی کو ﴿وکیل﴾ بنا کر شرک نہ کیا جائے۔ ﴿وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكِيلًا﴾ (آیت:2)

(b) بنی اسرائیل کو بتا دیا گیا تھا کہ وہ زمین پر دو مرتبہ فساد برپا کریں گے اور تکبر اور بڑائی کا مظاہرہ کریں گے۔

﴿وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا﴾ (آیت:4)

(c) بنی اسرائیل اچھی طرح جانتے ہیں کہ فرعون نے بھی حضرت موسیٰؑ کو ایک سحر زدہ ﴿مسحور﴾ آدمی قرار دیا تھا، حالانکہ وہ نو (9) معجزات لے کر آئے تھے۔

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَسْأَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ: إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَى مَسْحُورًا﴾ (آیت:101)

یہی اعتراض بعد میں رسول اللہ ﷺ پر کیا گیا کہ وہ بھی ایک سحر زدہ ﴿مَسحُور﴾ شخص ہیں۔ (آیت:47)

(d) بنی اسرائیل سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب آخرت کے وعدے کا وقت آجائے گا تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کر کے لائے گا۔

﴿وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا﴾ (آیت:104)

4۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ﴿آخرت کے امکان پر تعجب﴾ اور اس کی سزا کا بیان:

سورۃ بنی اسرائیل میں ﴿آخرت کے امکان پر تعجب﴾ اور اس کی سزا بھی بیان کر دی گئی۔

(a) ﴿منکرین آخرت﴾ تعجب کرتے تھے کہ جب ہم بوسیدہ ہڈیاں اور چورا چورا ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے بنا کر اٹھائے جائیں گے؟ ﴿وَقَالُوٓا ءَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا ءَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ؟﴾ (آیت:49)

(b) ﴿منکرین آخرت﴾ کو اوندھے منہ دوزخ کی آگ میں داخل کیا جائے گا۔ (آیت:97)

﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيرًا﴾

5۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ﴿توحید اختیار﴾ کی وضاحت کے لیے ﴿وکیل﴾ کے لفظ کا استعمال:

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ﴿وکیل﴾ کا بار بار استعمال کیا گیا ہے۔

یہ لفظ سرپرست اور کارساز کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جس پر کامل بھروسہ اور ﴿توکّل﴾ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی مکمل اختیارات رکھتا ہے۔ ایسے اختیارات کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں ہیں۔ لہٰذا اسی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ رحمت اور عذاب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی ناگہانی آفات سے بچا سکتا ہے۔ یہ توحید اختیار کا مضمون ہے۔

(a) اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو صاف بتا دیا کہ میرے خاص بندوں پر تیرا زور نہیں چلے گا اور اللہ تعالیٰ کا اختیار سب پر حاوی ہے اور وہی ﴿وکیل﴾ بنائے جانے کا حق دار ہے۔ انسانوں کے لیے اس کی سرپرستی کفایت کرتی ہے۔ ﴿وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيلًا﴾ (آیت:65)

(b) تورات میں بنی اسرائیل کو ہدایت کی گئی تھی کہ اللہ کے علاوہ کسی کو ﴿وکیل﴾ یعنی بااختیار اور کارساز نہ بنایا جائے۔

یہ توحید اختیار کا مطالبہ تھا۔ ﴿أَلَّا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي وَكِيلًا﴾ (آیت:2)

(c) اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی کہ اگر وہ کسی ناگہانی عذاب سے دوچار کر دے تو پھر تم لوگ اپنے لیے کوئی ﴿وکیل﴾ یعنی بچانے والا نہیں پا سکتے۔ ﴿ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا﴾ (آیت:68)

(d) رسول کریم ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ بھی مشرکین مکہ پر ﴿وکیل﴾ نہیں ہیں، عذاب وثواب کا اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ہی رحم یا عذاب کا اختیار رکھتا ہے۔ ﴿وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا﴾ (آیت:54)

(e) رسول کریم ﷺ کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو آپؐ پر نازل کردہ وحی کو بھی چھین سکتا ہے، پھر خود رسول اللہ ﷺ بھی اللہ کے مقابلے میں کسی اور ہستی کو ﴿وکیل﴾ نہیں پا سکتے (جو چھینی ہوئی وحی کو واپس دلا سکے)۔

﴿ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا﴾ (آیت:86)

سورۃ بنی اسرائیل کا نظمِ جلی

سورۃ بنی اسرائیل دس (10) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 10 : پہلے پیراگراف میں، بنی اسرائیل کے عروج وزوال کی تاریخ بتا کر انہیں اور مشرکین مکہ کو اسلام کی دعوت دی گئی۔

اور فتح مکہ اور فتح بیت المقدس کی بشارت بھی۔

﴿اسراء﴾ کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کو بہت سارے مشاہدات سے نوازا گیا۔ قریشی قیادت کو سمجھایا گیا کہ انہیں بنی اسرائیل کے عروج وزوال سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ بنی اسرائیل کو خالص توحید اختیار کرنے اور اللہ ہی کو ﴿وکیل﴾ بنانے کی ہدایت کی گئی تھی، لیکن وہ ناشکرے تھے۔ انہوں نے دو (2) بار فساد برپا کیا۔

(a) حضرت طالوت، حضرت داودؑ اور حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں (1,004 تا 926 قبل مسیح) انہیں عروج حاصل تھا پھر ان میں شرک، قبائلی عصبیت اور دیگر برائیاں پیدا ہوتی گئیں۔ ان کی بد اعمالیوں کے سبب آشوریوں نے 721 قبل مسیح میں دولتِ اسرائیل کا خاتمہ کر دیا۔ ہزاروں اسرائیلی قتل کیے گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کرتے ہوئے ان کے مال واولاد میں اضافہ کیا اور ایک مشروط پیش کش کی کہ سدھر جاؤ، یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔

﴿إِنۡ أَحۡسَنتُمۡ أَحۡسَنتُمۡ لِأَنفُسِكُمۡۖ وَإِنۡ أَسَأۡتُمۡ فَلَهَاۚ﴾ لیکن انہوں نے دوسری مرتبہ فساد برپا کیا۔

(b) حضرت یحیٰؑ کو قتل کر دیا۔ حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے کی کوشش کی اور دیگر کئی برائیوں میں گرفتار ہو گئے جس کی پاداش میں رومی سلطنت کے فرماں روا ٹائٹس (Titus) نے 70 عیسوی میں ہزاروں لوگوں کو قتل کر کے بیت المقدس کو تباہ وبرباد / تاخت وتاراج کر دیا۔ قرآن مجید کے نزول کے بعد انہیں وارننگ دی گئی۔ ﴿وَإِنۡ عُدتُّمۡ عُدۡنَاۚ﴾ کہ اگر اب بھی تم فساد برپا کرو گے، تو دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہو جاؤ گے اور مرنے کے بعد داخلِ جہنم ہو کر رہو گے۔

2- آیات 11 تا 22 : دوسرے پیراگراف میں، انسان کی کامیابی اور ہلاکت کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔

انسان کی کامیابی اور ناکامی کے اصول بیان کرتے ہوئے کہا گیا کہ ہر انسان کے گلے میں اس کی اچھی اور بری تقدیر لٹک رہی ہے۔ اسے خیر وشر کی آزادی حاصل ہے۔ ہدایت قبول کر لے گا تو اس کا اپنا فائدہ ہو گا، گمراہ ہونے پر اس کا اپنا نقصان ہے۔

﴿مَّنِ ٱهۡتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهۡتَدِي لِنَفۡسِهِۦۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَاۚ﴾

قوموں کی ہلاکت کے دو (2) اصول بیان کیے گئے۔ پہلا یہ کہ رسول کی بعثت اور اتمامِ حجت کے بغیر قوموں کو ہلاک نہیں کیا جاتا۔ دوسرا یہ کہ ہلاکت سے پہلے قوم کے ﴿مُتۡرَفِين﴾ یعنی خوشحال قیادت کو نیکی کے احکام دیے جاتے ہیں، لیکن جب وہ ان احکام کی نافرمانی کرتے ہیں تو انہیں تباہ وتاراج کر دیا جاتا ہے۔ مادہ پرستوں کے لیے دوزخ ہے۔ ایمان لا کر نیک اعمال کی کوشش کرنے والوں کے لیے جنت۔ آخرت

کی زندگی درجات کے اعتبار سے زیادہ بڑی اور فضیلت رکھنے والی ہے، لہٰذا انسان کو عقیدۂ توحید قبول کر کے آخرت پر ایمان لانا چاہیے اور نیک اعمال کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

3- آیات 23 تا 39 : تیسرے پیراگراف میں، اسلامی معاشرے اور اسلامی ریاست کے بنیادی اُصول بیان کیے گئے۔

اس حصے میں تورات کے احکامِ عشرہ کی طرح، دین کی بنیادی تعلیمات کی وضاحت کی گئی۔

اسلامی معاشرے اور ریاست کی بنیاد ﴿عقیدۂ توحید﴾ پر ہے، چنانچہ اس پیراگراف کا آغاز اور اختتام توحید کی دعوت پر ہوا ہے۔ توحید اللہ کا حق ہے۔ اللہ کے بعد ﴿والدین کے حقوق﴾ ہیں، جن سے حسنِ سلوک لازمی ہے۔ والدین کے بعد ﴿رشتہ داروں﴾ کے ساتھ حسنِ سلوک ضروری ہے۔ ﴿فضول خرچی﴾ سے بچنے کا حکم دیا گیا، ورنہ رشتہ داروں کے حقوق ادا نہیں کیے جا سکتے۔ قتلِ اولاد کو حرام ٹھہرایا گیا اور اس کے ساتھ زنا کو بھی۔ اسلام نے نکاح کی ترغیب دی ہے، جس سے ایک صالح معاشرہ قائم ہوتا ہے۔ قتلِ نفس کو حرام ٹھہرایا گیا۔ مظلوم مقتول کے ورثاء کی سرپرستی اور یتیموں کے مال کی حفاظت کو اخلاقی اور قانونی طور پر فرض قرار دیا گیا عہد کی پاسداری کا حکم دیا گیا۔ روزِ قیامت کان آنکھ اور دل ودماغ کی باز پرس ہوگی۔ ناپ تول میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ علم کے بغیر کسی چیز کے پیچھے لگنے سے منع کر کے اوہام، شبہات، قیاس وگمان اور بے بنیاد الزامات کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ زمین پر اکڑ کر چلنے اور اقتدار کے نشے میں گرفتار ہونے سے روکا گیا، پھر آخر میں توحید کے مضمون کا اعادہ کرتے ہوئے شرک کی مذمت کی گئی اور اس کی سزا جہنم بتائی گئی۔

4- آیات 40 تا 60 : چوتھے پیراگراف میں، مشرکین مکہ کے عقائد کی تردید اور ان کے اعتراضات کا جواب دیا گیا۔

(a) عقیدۂ شرک کی تردید کی گئی کہ اہلِ کتاب ﴿اللہ کے بیٹے﴾ تجویز کرتے ہیں اور مشرکین مکہ فرشتوں کو ﴿اللہ کی بیٹیاں﴾ سمجھتے تھے۔ قرآن کی دعوتِ توحید کو سن کر ان کی نفرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ (آیت:41)

انہیں توحید کی عقلی دلیل فراہم کی گئی کہ اللہ کے ساتھ اور خدا ہوتے تو وہ عرش والے پر تسلط کی کوشش کرتے۔ اللہ کی بے عیب ذات ان الزامات سے پاک ہے، کائنات کی ہر چیز اس کی بے عیبی اور سبحانیت کا اعتراف کر رہی ہے، لیکن آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے مشرکین مکہ کے لیے توحید کی یہ دعوت حجاب بن گئی ہے، اُلٹا وہ نبی کریم ﷺ کو بھی، حضرت موسیٰ کی طرح سحر زدہ ﴿مَسۡحُور﴾ آدمی کہہ رہے ہیں۔ (آیت:47)

(b) مشرکین مکہ امکانِ آخرت پر حیرت اور تعجب کا اظہار کرتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں دوبارہ کس طرح زندہ کی جا سکتی ہیں؟ (آیت:49) انہیں عقلی جواب دیا گیا کہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا، یا کوئی اور چیز (راکھ، مٹی، دھواں یا عناصر) وہی اللہ، جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، دوبارہ پیدا کرے گا۔ انہوں نے پوچھا کہ کب؟ بتایا گیا کہ قیامت قریب ہے۔

مشرکین مکہ کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم بھی کر سکتا ہے اور ان پر عذاب بھی نازل کر سکتا ہے، اللہ ہی ﴿وکیل﴾ ہے، رسول اللہ ﷺ کو ان پر ﴿وکیل﴾ نہیں بنایا گیا۔ انہیں تاریخ سے سبق لینے اور ہلاک شدہ اقوام سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ

دیا گیا۔ فرشتوں اور ﴿مِن دونِ الله﴾ کے بارے میں وضاحت کی گئی کہ وہ کسی آفت کو ٹال نہیں سکتے بلکہ وہ خود اللہ کے وسیلے، تقرب اور اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ سفر اسریٰ اور ﴿زقُّوم﴾ پر مشرکین مکہ کے اعتراضات کا جواب دیا گیا کہ یہ ان کے لیے آزمائش اور فتنہ ہیں۔

5- آیات 61 تا 70: پانچویں پیراگراف میں، ابلیس کے دام اور بنی آدمؑ کی تکریم و تفضیل کا بیان ہے۔

(a) ابلیس نے (جو یک جن ہے، جسے خیر و شر کی آزادی عطا کی گئی ہے) غرور کا مظاہرہ کرتے ہوئے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ مٹی سے پیدا کیا گیا۔ آدمؑ کی تکریم اور فضیلت پر حسد کرتے ہوئے اس نے عہد کیا کہ وہ آدمؑ کی اولاد کی بیخ کنی کرے گا اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ تیرے تمام پیروکار داخل جہنم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو چیلنج کیا کہ (1) تو اپنے شور و غوغا سے ﴿اِستِفزاز﴾ یعنی انہیں بے دخل کرنے کی کوشش کر لے (2) اپنی پیادہ اور سوار فوج سے حملہ کر کے دیکھ لے (3) ان کی مال و اولاد میں ساجھی بن کر دیکھ لے (4) اور انہیں آرزوؤں کے جال میں پھنسانے کی کوشش کر لے، ﴿اِنَّ عِبَادِي لَيسَ لَكَ عَلَيهِم سُلطَان﴾ میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا۔ ﴿وکیل﴾ یعنی کارساز اور بااختیار ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات کافی ہے۔

(b) انسان کی ناشکری کا ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور قدرتوں کو دیکھنے کے باوجود وہ اسے بااختیار اور ﴿وکیل﴾ نہیں سمجھتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ زمین میں دھنسا سکتا ہے، طوفانی ہواؤں سے ہلاک کر سکتا ہے، غرق کر سکتا ہے۔

(c) بنی آدمؑ کی تکریم اور فضیلت: بنی نوعِ انسان کی فضیلت اور تکریم بیان کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے خشکی اور پانی میں سواریاں عطا کیں پاکیزہ رزق دیا اور اپنی بہت سی دیگر مخلوقات پر نمایاں فضیلت عطا فرمائی۔

6- آیات 71 تا 77: چھٹے پیراگراف میں، رسول ﷺ کے خلاف ﴿اِستِفزاز فی الارض﴾ کے منصوبوں کی ناکامی کی بشارت کا تذکرہ۔

(a) اس حصے میں قریشی قیادت کی چال بازیوں کا ذکر ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کو مکے سے ﴿اِستِفزاز﴾ یعنی بے دخل کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں خبردار کیا گیا کہ روزِ قیامت، قیادت (Leadership) کا احتساب ہو گا، ہر قوم کو اس کے ﴿امام﴾ یعنی لیڈر کے ساتھ پکارا جائے گا۔ نامۂ اعمال پڑھائے جائیں گے۔ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہو گا۔

(b) قریشی قیادت کے منصوبوں کو بے نقاب کیا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی وحی سے ہٹا کر اپنا پکا دوست بنانا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ اگر اللہ نے ثابت قدمی عطا نہ کی ہوتی تو آپ مشرکین کی طرف جھک جاتے اور دگنے عذاب کے مستحق ہو جاتے۔ پیراگراف کے آخر میں اللہ کی سنت بیان کی گئی کہ جو قوم اپنے رسول کو بے دخل کرتی ہے، وہ خود بھی زیادہ دیر تک ٹک نہیں سکتی۔

7- آیات 78 تا 82 : ساتویں پیراگراف میں، نماز، قرآن، تہجد اور تعلق باللہ کی ہدایات ہیں۔

(a) اس حصے میں نماز کی پابندی کے اہتمام کی ہدایت ہے۔ فجر کی مشہود نماز کی خاص تاکید کی گئی کہ یہ حضوری کی نماز ہے۔ نماز تہجد میں طویل قراءتِ قرآن کا حکم دیا گیا کہ یہ مقامِ محمود کی ضامن ہے۔

(b) رسول اللہ ﷺ کو مکے سے مدینے کی طرف ﴿ہجرت کی دعا﴾ سکھائی گئی اور مدینۂ منورہ میں ایک صالح اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے اللہ کی خاص مدد پر مشتمل، حمایت اور قوت عطا کیے جانے کی دعا بھی سکھائی گئی کہ اب باطل مٹنے والا ہے اور حق دنیا میں پھیلنے والا ہے۔ یہاں مدینۂ منورہ میں اسلامی حکومت کے قیام اور فتح مکہ اور ساری دنیا میں اسلام کے پھیلنے کی بشارت ہے۔ یہ ساری کامیابیاں نماز، قرآن اور تعلق باللہ کے نتیجے میں ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔

(c) دودھاری قرآن، اہل ایمان کے لیے نہ صرف شفا بلکہ رحمت ہے، جب کہ یہ ظالموں کے نقصان میں اضافہ کرتا ہے۔

8- آیات 83 تا 100 : آٹھویں پیراگراف میں، ﴿مشرکین کے اعتراضات کا جواب﴾ اور قرآن جیسا کلام لے آنے کا ﴿چیلنج﴾ ہے۔

(a) انسانی نفسیات بیان کی گئی کہ وہ نعمتوں پر پھول جاتا ہے اور آزمائشوں میں مایوس ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ قرآن مجید ایک بہت بڑی رحمت اور اللہ کا فضل ہے۔ چیلنج کیا گیا کہ تمام انسان اور تمام جن ایک دوسرے کی معاونت کر کے بھی اس طرح کا کوئی قرآن تصنیف نہیں کر سکتے۔ (آیت:88)

مشرکین کو سمجھایا گیا کہ زندہ معجزۂ قرآن کی موجودگی میں، حسّی معجزات کا مطالبہ سراسر احمقانہ ہے۔

(b) مشرکین کے اعتراضات اور مطالبات نقل کیے گئے کہ وہ اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کو رسول تسلیم نہیں کریں گے، جب تک وہ (1) زمین سے کوئی چشمہ پھاڑ کر نہ دکھا دیں (2) انگور اور کھجور کا کوئی باغ آپ ﷺ کے پاس ہو، جس میں نہریں ہوں (3) یا آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا کر دکھائیں (4) یا اللہ کو لا کر دکھائیں (5) یا فرشتوں کو سامنے لا کھڑا کر دیں (6) یا آپ ﷺ کے لیے سونے کا گھر ہو جائے (7) یا آسمان پر چڑھ جائیں (8) پھر کوئی ایسی کتاب اتار کر دکھائیں جسے مشرکین خود پڑھ سکیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ کسی رسول کے پاس ایسے اختیارات نہیں ہوتے۔ یہ اختیار تو صرف اللہ کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ تو ایک انسان بھی ہیں اور رسول بھی ہیں۔

(c) اعتراض کیا گیا کہ کسی فرشتے کو رسول کیوں نہیں بنایا گیا؟ جواب دیا گیا کہ اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو فرشتہ رسول بھیجا جاتا انسانوں کے لیے انسانی رسول بھیجا گیا ہے۔

(d) اعتراض کیا گیا کہ آخرت کیسے ممکن ہے؟ جواب دیا گیا کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا، جو انسان پیدا کر کے دکھا چکا ہے، وہ اسی طرح انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

9- آیات 101 تا104 : نویں پیراگراف میں، ﴿قریشی قیادت﴾ کو بتایا گیا کہ ان کے رویے بھی ﴿فرعون﴾ کی طرح ہیں۔

(a) اس پیراگراف میں قریش کے لیڈروں کو دھمکی دی گئی ہے کہ فرعون کی طرح ان کی بھی شامت آسکتی ہے۔ ان کے رویے بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بالکل اسی طرح کے ہیں، جس طرح فرعون کے رویے حضرت موسیٰ کے ساتھ تھے۔ حضرت موسیٰ کو بھی سحر زدہ ﴿مسحور﴾ کہا گیا تھا۔ (آیت:101)

(b) فرعون نے بھی حضرت موسیٰ کے ﴿ اسۡتِفۡزاز مِنَ الۡاَرۡضِ﴾ کی کوشش کی تھی، یعنی انہیں زمین سے بے دخل کرنے کی کوشش لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کا ساتھ دینے والی فوجوں کو غرق کر دیا۔ (آیت:103)

10- آیات 105 تا 111: آخری پیراگراف میں، قرآن پر ایمان لانے اور خالص عقیدۂ توحید اختیار کرنے کی ہدایت ہے۔

(a) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر و نذیر بنا کر، آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے بتدریج نازل کیا گیا ہے، تاکہ آپ اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو سنائیں۔

(b) قرآن کے بارے میں اہل علم کا رویہ:

مشرکین کو غیرت دلائی گئی کہ اہل علم اللہ کی آیات کو سن کر روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں۔ ان کے خشوع میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ کی بے عیبی کا اعتراف کرتے ہیں۔

(c) نماز میں قرآن کو درمیانی آواز کے ساتھ پڑھنے کی ہدایت کی گئی۔

(d) آخری آیت میں اللہ کا شکر ادا کرنے اور اس کی بڑائی اور کبریائی کا اظہار کرنے کی ہدایت کی گئی، جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ اس کی بادشاہت میں کوئی شریک ہے اور نہ وہ ایسا عاجز اور کمزور ہے کہ اسے کسی مددگار اور پشتی بان کی ضرورت ہو۔

مرکزی مضمون

عقیدۂ توحید اور اللہ پر ﴿توکّل﴾، ثابت قدمی اور ہجرت کے نتیجے میں ریاستِ مدینہ، فتح مکہ اور فتح بیت المقدس کی بشارت سنائی گئی۔ فرعون کی طرح قریشی قیادت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کے سے ﴿اسۡتِفۡزاز﴾ یعنی بے دخلی چاہتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ خود انہیں غیر مستحکم (Up-Root) کر دے گا۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

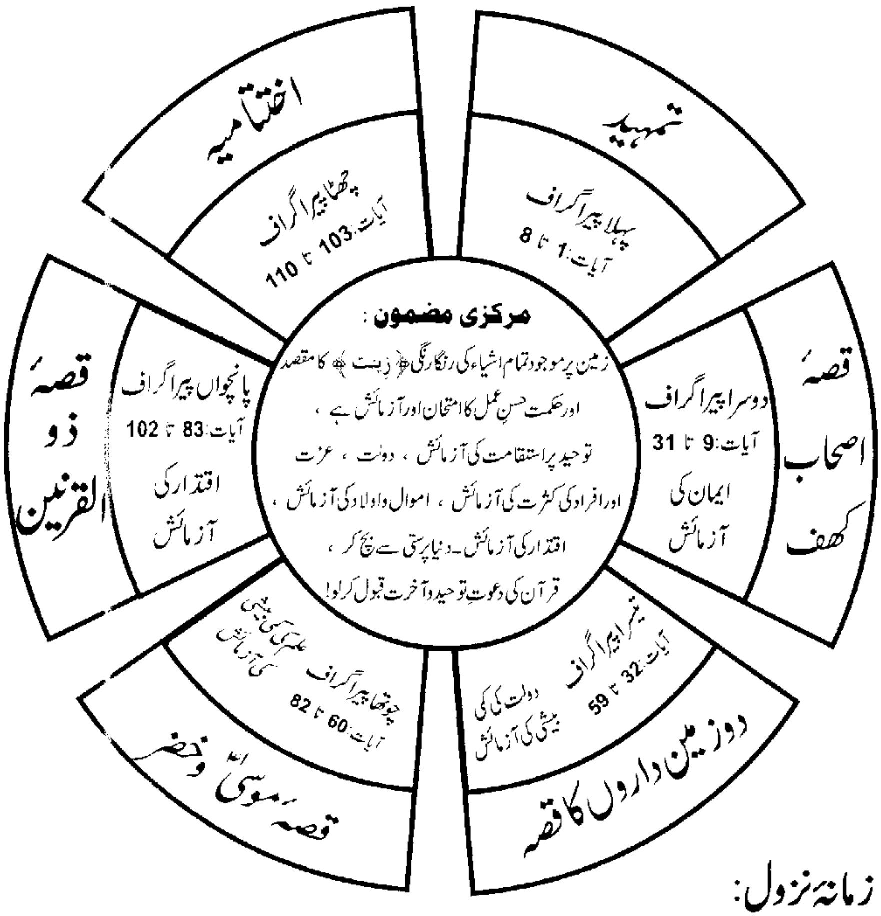
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

18- سُورَةُ الكَهْفِ

آیات : **110** ...... مَکِّیَّة ...... پیراگراف : **6**



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿الکہف﴾، سورت ﴿الزُّمر﴾ کے نزول سے پہلے اور ہجرت حبشہ (رجب 5 نبوی) سے پہلے ، 5 نبوی کے اوائل میں نازل ہوئی، جب مسلمان ظلم وستم کا شکار تھے۔ حبش کے عیسائیوں میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لئے مسلمانوں کی تربیت کی گئی اور نوجوان صحابہؓ کو اصحاب کہف کی طرح، توحید کی آزمائش میں کامیابی حاصل کرنے اور قریش کے ظالم سرداروں اور مشرک والدین کے دباؤ میں نہ آنے کی تعلیم دی گئی۔

فضائل سورۃ الکھف

اس سورت کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ سے کئی احادیث مروی ہیں۔

1- ﴿مَنْ حَفِظَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ﴾ (صحیح مسلم: عن ابی الدرداء، 1,919)

"جو شخص سورۃ ﴿الکھف﴾ کی ابتدائی دس آیات محفوظ رکھے گا، وہ دجال سے محفوظ رہے گا۔"

2- ﴿مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ﴾ (ترمذی: عن ابی الدرداء، 2,868، صحیح)

"جو شخص سورۃ ﴿الکھف﴾ کی پہلی تین آیات پڑھے گا، وہ دجال کے فتنے سے محفوظ ہو جائے گا۔"

3- ﴿فَمَنْ اَدْرَكَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ فَاِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهٖ﴾ (ابوداود: 4,323، صحیح)

"تم میں سے جو شخص دجّال کو پائے، اسے چاہیے کہ وہ سورۃ ﴿الکھف﴾ کی ابتدائی آیات پڑھے، اس لیے کہ یہ دجّال کے فتنے سے پناہ دینے والی سورت ہے۔"

(غالباً دجّال کا دجل وفریب، انسان کو زینتِ دنیا میں مبتلا کر کے، آخرت اور قیامت کے خوف سے بے نیاز کر دے گا)

4- "ایک شخص نے سورۃ ﴿الکھف﴾ کی تلاوت کی، جب کہ اس کے گھر میں ایک گھوڑا بندھا تھا۔ گھوڑا بدکنے لگا اس نے سر اٹھا کر دیکھا کہ آسمان پر ایک دھند، یا ایک بادل چھایا ہوا ہے، اُس شخص نے اس واقعے کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿فَاِنَّهَا السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ عِنْدَ الْقُرْاٰنِ اَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ﴾ "یہ سَکینَت (اطمینان کی روشنی) تھی، جو قرآن کے پڑھنے سے، یا قرآن پڑھتے وقت نازل ہوئی۔" (صحیح مسلم: عن براء بن عازب، کتاب صلاۃ المسافرین، باب 36، 1,893)

5- ﴿مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اَضَاءَ لَهٗ مِنَ النُّوْرِ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ﴾

(سنن البیہقی: کتاب الجمعہ، عن ابی سعید الخدریؓ، حدیث: 5,792)

"جو شخص جمعہ کے دن سورۃ ﴿الکھف﴾ پڑھے، اس کے لیے دو جمعوں کے درمیان تک روشنی باقی رہتی ہے۔"

(یعنی سورۃ ﴿الکھف﴾ کی تعلیمات کا نور، ایک ہفتے تک اُس کے دل و دماغ پر رہے گا اور وہ دنیا اور دنیا کی زینت کے فتنوں سے محفوظ رہے گا)۔

6- ﴿مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ مَّقَامِهٖ اِلٰى مَكَّةَ وَمَنْ قَرَأَ بِعَشْرِ اٰيَاتٍ مِنْ اٰخِرِهَا ثُمَّ خَرَجَ الدَّجَّالُ لَمْ يَضُرَّهٗ﴾ (معجم الاوسط للطبرانی: جز دوم، حدیث 1,455)

"جو شخص سورۃ الکھف کی تلاوت کرتا ہے، روزِ قیامت اس کے لیے اس کی رہائش سے مکہ تک ایک نور ہو گا اور جو آدمی آخری دس آیات پڑھتا ہے، وہ دجال کے خروج پر اُس کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔"

سُورۃُ الکھف کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿بنی اسرائیل﴾ میں، اسلامی معاشرے اور عادلانہ اسلامی ریاست کی اساسات کا ذکر تھا۔
یہاں سورۃ ﴿الکَھْفِ﴾ میں اس راستے کی کٹھن منزلوں اور ایک عادل بادشاہ ذوالقرنین کا تذکرہ ہے۔ عادلانہ معاشرہ اور عادلانہ ریاست اُسی وقت قائم ہو سکتی ہے، جب فداکاروں کی ایسی جماعت وجود میں آجائے، جو توحید اور ﴿لِقاء﴾ یعنی ملاقاتِ رب پر بھی کامل یقین رکھتی ہو اور جو زندگی کے ہر امتحان میں اپنے حسنِ عمل سے کامیاب ہو سکتی ہو۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

سورۃ ﴿الکَھف﴾ میں بعض اہم الفاظ ہیں، جو بار بار دہرائے گئے ہیں۔ ان کلیدی الفاظ کو اچھی طرح سمجھ لینے سے سورۃ کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ جیسے: ﴿لِنَبْلُوَهُمْ﴾، ﴿زِینَت﴾، ﴿لِقاء﴾، ﴿الحَیاۃُ الدُّنیا﴾، ﴿وَلی، اَولیاء، وَلایت﴾

1- سورۃ ﴿الکَھف﴾ میں ﴿زِینَت﴾ کے لفظ کا استعمال:

اس سورت میں ﴿زِینَت﴾ کا لفظ، تین (3) مرتبہ، آیات: 7، 28 اور 46 میں استعمال ہوا ہے۔

(a) زمین کی ساری ﴿زِینَت﴾ کا مقصد، انسانوں کے حُسنِ عمل کی آزمائش ہے۔ (آیت: 7)

یہی اس سورت کا مرکزی مضمون ہے۔ ﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾

(b) رسول اللہ ﷺ کو تین (3) ہدایات دی گئیں۔ (1) صحابہؓ سے چمٹے رہنے (2) دنیا کی ﴿زینت﴾ سے بچنے اور (3) اور کافر قیادت سے نہ دبنے کی ہدایت۔ (آیت: 28)

﴿تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾

(c) مال اور اولاد بھی، دنیاوی زندگی کی ﴿زینت﴾ ہیں۔ (آیت: 46)

﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا﴾

2- سورۃ ﴿الکَھف﴾ میں توحیدِ اختیار کی وضاحت کے لیے ﴿وَلایت﴾ کے لفظ کی معنویت:

اس سورت میں اللہ کی ﴿وَلایت﴾ کو ثابت کیا گیا ہے اور ﴿غیرُاللہ﴾ کے ﴿اَولیاء﴾ ہونے کے بارے میں کافروں کے عقیدے کا اِبطال کیا گیا ہے۔ ﴿وَلی، اَولیاء، وَلایت﴾ کے الفاظ کئی بار استعمال ہوئے ہیں۔

(آیات: 17، 26، 44، 50 اور 102)

(a) جس کو اللہ گمراہ کر دے، اُس کے لیے کوئی ﴿وَلی﴾ اور ﴿مُرشِد﴾ نہیں ہو سکتا۔ (آیت: 17)

(b) لوگوں کے لیے اللہ کے علاوہ کوئی ﴿وَلی﴾ نہیں۔ وہ اپنے احکامات میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (آیت:26)

(c) مغرور زمین دار کے باغ کی تباہی کے بعد ثابت ہوا کہ ﴿وَلایت﴾ اللہ ہی کا حق ہے۔ (آیت:44)

(d) کیا تم لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کی ذُرِّیّت کو ﴿اَولیاء﴾ بنالیا ہے، حالانکہ وہ تمہارا دشمن ہے۔ تم نے کتنا بدترین متبادل اختیار کرلیا ہے؟ (آیت:50)

(e) اللہ کو چھوڑ کر، اللہ کے بندوں کو ﴿اَولیاء﴾ بنانے والے کافروں کے لیے جہنم تیار ہے۔ (آیت:102)

3- سورۃ ﴿الکَهف﴾ میں خصوصیاتِ قرآن کا بیان:

اس سورت میں خصوصیات قرآن (آیات: 1، 2، 3، 4، 6، 27، 29 اور 54) تفصیل سے بیان کی گئیں۔

(a) قرآن میں ٹیڑھ نہیں ہے۔ (آیت: 1)

(b) قرآن ﴿قَیّم﴾ ہے، یعنی ٹھیک ٹھیک سیدھی بات کہنے والی کتاب ہے۔ (آیت: 2)

(c) قرآن کا مقصد ﴿ نذار ﴾ (Warning) ہے۔ (آیت: 2)

(d) نیک لوگوں کے لیے ﴿تبشیر﴾ ہے۔ (آیت: 2)

(e) عیسائیوں کے لیے بھی ﴿اِنذار﴾ ہے۔ (آیت: 4) عیسائیوں کے غلط عقیدے کی تردید کی گئی ہے۔

(f) قرآن میں ﴿تصریف﴾ سے کام لیا گیا ہے۔ مختلف انداز و اسالیب سے حقائق و انکشاف کیے گئے ہیں، تاکہ لوگ ایمان لے آئیں۔

4- سورۃ ﴿الکَهف﴾ میں آزادئ مذہب (Freedom of Faith) کا مضمون:

اس سورت میں آزادئ مذہب (Freedom of Faith) کے حوالے سے دو آیات آئی ہیں۔ (آیات: 20 اور 29)

(a) جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کرے۔ ﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾

(b) ﴿يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ نوجوان غار میں نہ چھپتے تو ان نوجوانوں کو سنگسار ہو جانا پڑتا، یا دوبارہ توحید چھوڑ کر پرانا مذہب اختیار کرلینا پڑتا۔ انہیں مذہبی آزادی میسر نہ تھی۔

5- سورۃ ﴿الکَهف﴾ میں ﴿الحیاۃ الدُّنیا﴾ کا تین (3) مرتبہ استعمال:

﴿الحیاۃ الدُّنیا﴾ کا لفظ تین (3) مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ دنیا کی زندگی کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

(a) دنیا کی زندگی اُس کھیتی کی طرح ہے، جو سوکھ کر خشک ہو جائے اور ہوائیں اسے اڑا لے جائیں۔ (آیت:45)

(b) مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی ﴿زینت﴾ ہیں، لیکن نیک اعمال باقی رہتے ہیں۔ (آیت:46)

(c) وہ لوگ جن کی ساری سرگرمیاں صرف دنیا کی زندگی ہی کے لیے ہوتی ہیں، وہ اعمال کے لحاظ سے زیادہ خسارے میں ہوتے ہیں اور غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ ہم بہت اچھا کر رہے ہیں۔ (آیت:104)

6- سورۃ ﴿الکہف﴾ میں ﴿لِقاء﴾ یعنی ملاقاتِ ربّ کا مضمون:

اس سورت میں ﴿لِقاء﴾ یعنی ملاقاتِ ربّ کا لفظ بھی دو(2) مرتبہ استعمال ہوا ہے:

(a) ملاقاتِ رب ﴿لِقاء﴾ کے منکرین کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور قیامت کے دن اُن کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ (آیات: 105)

(b) ملاقاتِ رب ﴿لِقاء﴾ کے امیدوار کے لیے ضروری ہے کہ شرک چھوڑ کر اعمالِ صالحہ کرے۔ (آیت:110)

7- سورۃ ﴿الکہف﴾ میں اَحوالِ قیامت کا بیان:

سورۃ ﴿الکہف﴾ میں احوالِ قیامت کے سلسلے میں کئی آیات آئی ہیں۔ (آیات: 21، 47، 48، 49، 52، 98)

(a) اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ قیامت کے بارے میں شک نہیں ہونا چاہیے۔ (آیت:21)

(b) روزِ قیامت پہاڑ چلائے جائیں گے اور زمین برہنہ ہوگی۔ (آیت:47)

(c) لوگ صف بستہ پیش کیے جائیں گے۔ (آیت:48)

(d) نامۂ اعمال کو دیکھ کر کہیں گے یہ عجیب کتاب ہے، اس میں کوئی چھوٹی بڑی چیز درج ہونے سے نہیں رہ گئی۔ (آیت:49)

(e) اللہ حکم دے گا کہ شرکاء کو پکارو، وہ دادرسی نہیں کر سکیں گے۔ (آیت:52)

(f) روزِ قیامت، مضبوط بند بھی ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ (آیت:98)

سورۃُ الکہف کا نظمِ جلی

سورۃ الکہف چھ(6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔ پہلا پیراگراف تمہیدی ہے اور آخری پیراگراف میں خلاصہ ہے۔

درمیانی چار پیراگرافوں میں چار(4) قصے بیان کیے گئے ہیں، جن کا مقصد کسی نہ کسی قسم کی آزمائش ﴿لِنَبْلُوَهُمْ﴾ ہے۔

پہلے دو(2) قصوں کے بعد تبصرہ بھی کیا گیا ہے۔

1۔ پہلا قصہ غار والے نوجوانوں کا ہے، جن کے لیے ایمان کی آزمائش تھی، انہیں غار میں پناہ لینا پڑی، ورنہ وہ سنگسار کر دیئے جاتے۔

2۔ دوسرا قصہ دو زمینداروں کے اَحوال پر مشتمل ہے۔ یہاں مال و دولت کی کمی بیشی کی آزمائش کا ذکر ہے۔

3۔ تیسرا قصہ حضرت موسیٰؑ اور خضر کی ملاقات پر مشتمل ہے۔ یہاں علم کی کمی بیشی کی آزمائش کا تذکرہ ہے۔

4۔ چوتھا قصہ ایک عادل بادشاہ حضرت ذوالقرنین کا ہے۔ یہاں اقتدار کی آزمائش کا ذکر ہے۔

1۔ آیات 1 تا 8 : پہلا پیرا گراف تمہیدی ہے۔ قرآن کے تعارف کے بعد انسان کو زندگی کے مقصد سے آگاہ کیا گیا۔

(a) قرآن میں ٹیڑھ نہیں ہے۔ (آیت: 1)

(b) ﴿قَیِّم﴾ یعنی ٹھیک ٹھیک سیدھی بات کہنے والی کتاب ہے۔ (آیت: 2)

(c) قرآن کا مقصد ﴿اِنذار﴾ (Warning) ہے۔ (آیت: 2)

(d) نیک لوگوں کے لیے ﴿تبشیر﴾ ہے۔ (آیت: 2)

(e) قرآن عیسائیوں کے لیے بھی ﴿اِنذار﴾ ہے۔ (آیت: 4)

عیسائیوں کے غلط عقیدے کی تردید کی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داعیانہ فکرمندی کی تعریف کی گئی کہ وہ انسانیت کی ہدایت کے لیے دردمند ہیں۔ (آیت: 6)

زمین کی ساری ﴿زِینَة﴾ کا مقصد، امتحان و آزمائش حسنِ عمل ﴿لِنَبْلُوَهُمْ﴾ ہے۔ (آیت: 7)

قیامت کے دن کی منظر کشی کی گئی کہ زمین کی ساری ﴿زِینَة﴾ تہہ و بالا کر دی جائے گی۔ (آیت: 8)

2۔ آیات 9 تا 31 : دوسرے پیرا گراف میں، ﴿اصحاب کہف﴾ یعنی غار والوں کا قصہ بیان کیا گیا۔

جن کا ایمان ان کے لیے آزمائش تھا۔ انہیں غار میں پناہ لینی پڑی، ورنہ حکومتِ وقت انہیں سنگسار کر دیتی۔

دوسرے پیرا گراف کے دو ذیلی حصے ہیں۔

پہلا ذیلی حصہ آیات 9 تا 26 پر مشتمل ہے، جس میں قصہ بیان کیا گیا ہے، دوسرا ذیلی حصہ آیات 27 تا 31 پر مشتمل ہے، جس میں اس قصہ پر تبصرہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو ہدایات دی گئی ہیں۔

اَصحابِ کہف مُوَحِّد تھے۔ صحابہؓ کو، انہیں ہی کی طرح ثابت قدمی اختیار کرنے کا مشورہ دیا گیا۔

(a) اِن مُوَحِّد نوجوانوں کا اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق تھا۔ (آیت: 10)

(b) اللہ تعالیٰ نے، ان نوجوانوں کو ہدایت کے اعتبار سے برگزیدہ کر دیا تھا۔ ﴿وَزِدْنٰهُمْ هُدًى﴾ (آیت: 13)

(c) اللہ نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے اور انہیں ثابت قدمی عطا کی تھی۔ ﴿وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ (آیت: 14)

(d) یہ نوجوان شرک سے بیزار تھے۔ توحید پرست تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ زمین آسمان کا رب ہے۔ صاف کہہ دیا:

"ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں پکاریں گے" ﴿لَنْ نَّدْعُوَا۠ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا﴾ (آیت: 14)

(e) یہ نوجوان اپنی مشرک قوم سے نالاں تھے۔ ان ہی کے انتقام سے ڈر کر، غار میں پناہ لی تھی۔ (آیات: 15 تا 17)

اَصحابِ کہف کو، حکومتِ وقت سے جان کا خطرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک مدتِ دراز تک سلائے رکھا اور اللہ کی طرف سے زندگی مابعد موت کا ثبوت فراہم کیا گیا، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ قیامت آ کر رہے گی۔

﴿وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا﴾ (آیت:21)

ان نوجوانوں کی موت کے بعد، عیسائیوں میں اختلاف ہوا، کسی نے کہا: "دیوار چن دو"۔ کسی نے کہا: "ان پر عبادت گاہ بناؤ۔" (آیت: 21)

ہدایت کی گئی کہ اصحابِ کہف کی تعداد کے بارے میں بحث میں نہ پڑو! واقعے سے سبق حاصل کرو! نوجوانوں کی تعداد اور دیگر غیر ضروری باتوں میں اپنے آپ کو مت الجھاؤ۔ (آیت:22)

(f) دوسرے ذیلی حصے میں، رسول اللہ ﷺ کو صحابہؓ پر مشتمل مومن صالح افراد کا ساتھ دینے، دنیا کی زینت کی طرف نہ دیکھنے اور قریش کی باغی اور فاسق قیادت کی اطاعت سے بچنے کی ہدایت کی گئی اور بتایا گیا کہ یہ ایمان بھی آزمائش ہے۔ اصحابِ کھف کو بنیادی مذہبی حقوق (Fundamental Rights of Faith) میسر نہ تھے۔ اُنہیں غار میں پناہ لینی پڑی۔

مسلمانوں کو یہ حق عطا کرنے کی تلقین کی گئی کہ اسلام میں دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے۔

3۔ آیات 32 تا 59 : تیسرے پیراگراف میں، دوزمین داروں کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ایک بڑا زمیندار تھا اور دوسرا چھوٹا زمیندار۔

یہ دو زندہ تاریخی کردار ہیں، ایک ﴿مادّہ پرست مُشرِک﴾، اور دوسرا ﴿آخرت کا قائل مُوَحِّد﴾ پہلا ناشکرا اور دوسرا شکر گذار تھا۔ اس قصے کا مقصد، مال و دولت کی کمی بیشی کی آزمائش ثابت کرنا ہے۔ اس پیراگراف کے بھی دو ذیلی پیراگراف ہیں۔

پہلے ذیلی پیراگراف (آیات:32 تا 44) میں قصہ بیان کیا گیا ہے اور دوسرے ذیلی پیراگراف (آیات:45 تا 59) میں اس پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

◆ بڑے زمیندار کی خصوصیات:

(a) بڑا زمین دار تفاخر کی بیماری میں مبتلا تھا، دوسروں پر شان جتاتا تھا۔ "میرے پاس تم سے زیادہ مال اور تم سے زیادہ بندے ہیں۔"

﴿اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا﴾ (آیت:34)

(b) یہ شخص دنیا پرست بھی تھا، سمجھتا تھا کہ یہ نعمتیں زائل نہ ہوں گی، یہ دولت ہمیشہ رہے گی، میرے باغ کو فنا نہیں۔

﴿مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا﴾ (آیت:35)

(c) یہ شخص منکرِ قیامت تھا۔ کہتا تھا: "میں نہیں سمجھتا کہ کبھی قیامت واقع ہوگی۔" ﴿وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً﴾ (آیت:36)

(d) یہ شخص شک میں مبتلا تھا اور جھوٹی آرزؤں نے اسے الجھا رکھا تھا۔ سمجھتا تھا کہ "بالفرض اگر قیامت واقع بھی ہوگئی تو اس کے بعد، مجھے دنیا سے بھی زیادہ نعمتیں ملیں گی، وہاں بھی زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا۔"

﴿وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا﴾ (آیت:36)

(e) یہ شخص مشرک بھی تھا، جب اس کا باغ تباہ کر دیا گیا، تو اس کے لبوں پر یہی الفاظ تھے:

"کاش! میں نے اپنے رب سے شرک نہ کیا ہوتا۔" ﴿يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا﴾ (آیت:42)

(f) نہ وہ خود اپنی مدد کر سکا، نہ کوئی اور ہستی اس کی مدد کر سکی۔ (غالباً یہ شفاعتِ باطلہ کا بھی قائل تھا)

﴿وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا﴾ (آیت:43)

◆ چھوٹے زمیندار کی خصوصیات:

(a) چھوٹا زمین دار، مُوحِد تھا۔ صاف کہتا تھا: "میں اپنے رب کے ساتھ، کسی کو شریک نہیں کرتا۔"

﴿وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا﴾ (آیت:38)

(b) مبلغ بھی تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے پہلے شخص کو ٹوکا۔

اپنے محسن رب کا انکار کیوں کرتے ہو؟ تم نے اپنے باغ میں، داخل ہوتے وقت ﴿مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ کے الفاظ کیوں ادا نہیں کیے؟ (آیت:39)

(c) اللہ کے دنیاوی قانونِ عذاب وثواب اور آخرت کی جزاوسزا دونوں پر یقین رکھتا تھا۔ (آیت:40تا41)

(d) بڑے زمین دار سے کہا: "تیرا باغ عارضی ہے، تباہ ہو سکتا ہے۔"

باغ کی تباہی کے وقت معلوم ہوا کہ کارسازی ﴿وَلَايت﴾ کا اختیار، اللہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اجر وثواب اور انجام ہر اعتبار سے بہتر ہے۔ ﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا﴾ (آیت:44)

◆ ذیلی پیرگراف (آیات 45 تا 49) میں تبصرہ کیا گیا۔ ﴿الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ یعنی دنیوی زندگی کی تمثیل کھیتی سے دی گئی۔ واضح کیا گیا کہ اولاد اور اموال ﴿الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ کی زینت ہیں۔

آدمؑ وابلیس کے قصے سے، مشرکین مکہ کے ابلیسی رویے پر تنقید کی گئی کہ وہ اللہ کی تعلیماتِ وحی کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ انہیں ہلاکت کی دھمکی دی گئی۔

4۔ آیات 60 تا 82: چوتھے پیراگراف میں، قصہ موسیٰؑ وخضرؑ بیان کیا گیا۔ ثابت کیا گیا کہ ﴿علم کی کمی بیشی﴾ بھی آزمائش ہے۔

حضرت موسیٰؑ کو یہ بتانا مقصود تھا کہ حضرت خضرؑ جیسے بعض اللہ کے بندوں کے پاس، اِن سے بھی زیادہ علم ہے اور اللہ کی ہر مشیت میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی دریاؤں کے سنگم پر اللہ کے ایک بندے (غالباً فرشتے) حضرتِ خضرؑ سے ملاقات ہوئی۔ ﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ﴾ (آیت:65)

حضرت موسیٰؑ نے کہا: "کیا میں آپ کی صحبت اختیار کر سکتا ہوں؟ تاکہ آپ کو دی گئی دانائی سیکھ لوں۔"

﴿هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا؟﴾ (آیت:66)

علم کے لیے صبر ضروری ہے: "حضرتِ خضرؑ نے کہا: آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے"۔

﴿لَن تَسۡتَطِيعَ مَعِيَ صَبۡرًا﴾ "جس چیز کا علم نہ ہو، اس پر صبر کیسے کیا جا سکتا ہے؟" (آیت:67)

حضرت موسیٰ نے کہا: "میں صبر کروں گا، آپ مجھے نافرمان نہ پائیں گے۔"

حضرت خضرؑ نے کہا: شرط یہ ہے کہ آپ سوال نہ کریں، جب تک میں خود نہ بتاؤں۔ پھر دونوں آگے چلتے گئے۔

﴿فَإِنِ اتَّبَعۡتَنِي فَلَا تَسۡـَٔلۡنِي عَن شَيۡءٍ حَتَّىٰٓ أُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا﴾ (آیت:70)

حضرت خضرؑ کے بعض عجیب و غریب افعال:

(a) حضرتِ خضرؑ نے ایک کشتی میں شگاف کر دیا۔ حضرت موسیٰ فوراً بول پڑے۔ کیوں کیا؟

﴿فَانطَلَقَا حَتَّىٰٓ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا﴾ (آیت: 71)

(b) حضرت خضرؑ نے ایک لڑکے کا قتل کیا، حضرت موسیٰؑ فوراً بول پڑے۔ کیوں کیا؟

﴿فَانطَلَقَا حَتَّىٰٓ إِذَا لَقِيَا غُلَٰمًا فَقَتَلَهُ﴾ (آیت:74)

(c) حضرت خضرؑ نے ایک مقام پر حقِ میزبانی ادا نہ کرنے کے باوجود، ایک گرتی ہوئی دیوار چُن دی۔

حضرت موسیٰؑ فوراً بول پڑے۔ کیوں کیا؟ ﴿فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَن يَنقَضَّ فَأَقَامَهُ﴾ (آیت:77)

حضرت خضرؑ نے کہا: اب میری اور آپ کی جدائی ہے۔ ﴿هَٰذَا فِرَاقُ بَيۡنِي وَبَيۡنِكَ﴾ (آیت: 78)

عجیب و غریب افعال کی پوشیدہ حکمتوں کا انکشاف:

(a) کشتی، مزدوروں کی تھی، ظالم بادشاہ سالم کشتی چھین لیتا ہے، عیب دار کر دیا تاکہ بادشاہ چھین نہ لے۔ (آیت: 79)

(b) لڑکے کے والدین مؤمن تھے۔ اندیشہ تھا سرکشی اور کفر سے اُنھیں تنگ کرے گا۔ میں نے قتل کر دیا تاکہ اللہ بہتر اولاد دے۔

(c) دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ ہے، ان کا باپ نیک تھا۔ (كَانَ أَبُوهُمَا صَٰلِحًا) میں نے دیوار اُٹھا دی، تاکہ دونوں بالغ ہو کر یہ خزانہ نکال لیں۔

یہ رب کی رحمت ہے، میں نے اپنے اختیار سے نہیں کیا، یہ تاویل ہے، ان افعال کی جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔ (آیت:82)

5۔ آیات 83 تا 102 : پانچویں پیراگراف میں ﴿قصہ ذوالقرنین﴾ بیان کیا گیا ہے۔ ثابت کیا گیا ہے کہ اقتدار بھی آزمائش ہے

ذوالقرنینؑ، ایک مثالی مسلمان حکمران تھے۔

(a) حضرت ذوالقرنینؑ کو، اقتدار عطا کیا گیا تھا۔ ﴿مَكَّنَّا لَهُۥ فِي الۡأَرۡضِ﴾ (آیت:84)

(b) حضرت ذوالقرنینؑ کو، اسباب و وسائل فراہم کیے گئے تھے۔ ﴿وَءَاتَيۡنَٰهُ مِن كُلِّ شَيۡءٖ سَبَبًا﴾

(c) حضرت ذوالقرنینؑ مبلغ تھے۔ اپنی رعایا کو توحید کی دعوت دی۔ اپنی قوت و اقتدار کو، دعوت کے لیے استعمال کیا۔

حضرت ذوالقرنینؑ نے فرمایا: "ظالم کو میں دنیاوی سزا دوں گا، اُس کے بعد اللہ تعالیٰ شدید تر اُخروی سزا دے گا"

﴿قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا﴾ (آیت:87)

لوگوں کو بتایا کہ مومن صالح کے لیے بہترین جزا ہوگی، آسانیاں فراہم ہوں گی۔

﴿وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِالْحُسْنٰى وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا﴾ (آیت:88)

(d) حضرت ذوالقرنینؑ نے، مظلوم قوم کو، ﴿یاجوج وماجوج﴾ کے حملوں سے محفوظ کر دیا۔

(e) حضرت ذوالقرنین مال و دولت کی حرص سے پاک تھے۔ بلا اُجرت و خراج مفت بند تعمیر کر دیا۔

قوم نے انہیں بند کی تعمیر کی قیمت ادا کرنا چاہی۔ انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا:

"جو کچھ میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے، وہ بہت ہے"۔ ﴿مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ﴾ (آیت:95)

بند کی تعمیر کے بعد ﴿یاجوج اور ماجوج﴾ دیوار میں نہ تو نقب لگا سکتے تھے اور نہ چڑھ سکتے تھے۔ (آیت:97)

(f) حضرتِ ذوالقرنینؑ نے، بند کی تعمیر کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا، وہ عاجز اور شکر گذار بندے تھے۔

﴿قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ﴾ (آیت:98)

(g) حضرت ذوالقرنینؑ، قیامت کے عذاب سے ڈرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کائنات کی مضبوط ترین چیز بھی عارضی ہے۔ فرمایا:

"جب وعدے کا وقت آئے گا، اللہ اس مضبوط دیوار کو بھی ریزہ ریزہ کر دے گا، اللہ کا وعدہ برحق ہے۔"

﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا﴾ (آیت:98)

(h) حضرت ذوالقرنینؑ کے پاس دماغ بھی تھا اور ٹیکنالوجی (Technology) بھی تھی، لیکن مزدور کم تھے۔ انہوں نے مقامی لوگوں سے مدد لی۔ اس مضبوط دیوار اور بند کی تعمیر سے یہ سبق ملتا ہے کہ کافروں کے شر سے بچنے کے لیے، دماغی، ذہنی اور عقلی وسائل کے ساتھ، جسمانی، مادی اور روحانی وسائل کا امتزاج شرط ہے۔

6۔ آیات 103 تا 110 : چھٹا اور آخری پیراگراف، اختتامیہ ہے اور خلاصے پر مشتمل ہے۔ اس میں مادّہ پرستی کا ابطال کیا گیا ہے۔

﴿الحیٰوۃُ الدُّنْیَا﴾ یعنی دنیوی زندگی کی سرگرمیوں میں مگن لوگوں کی خوش فہمی کی تردید کی گئی۔ (آیت: 104)

جو ﴿لِقَاء﴾ ملاقات ربّ کے منکر بھی ہیں اور اللہ کی آیات اور رسولوں کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

اس کے برخلاف، ایمان لا کر عمل صالح کرنے والوں کے لیے جنت کی بشارت ہے۔ (آیت: 108)

آخری آیت میں، ﴿توحید، رسالت اور آخرت﴾ تینوں چیزوں کی دعوت کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ جو شخص اللہ کو ﴿واحد﴾ مان کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ﴿بشر اور رسول﴾ تسلیم کر کے، ﴿لِقَاء﴾ یعنی ملاقاتِ ربّ پر یقین کامل رکھتا ہو اُسے ﴿شِرك فِي العِبَادَة﴾ سے بچتے ہوئے ﴿عمل صالح﴾ کرنا چاہیے۔ (آیت: 110)

مرکزی مضمون

زمین پر موجود تمام اشیاء کی رنگا رنگی ﴿زِينَة﴾ کا مقصد، حسنِ عمل کا امتحان اور آزمائش ﴿لِنَبْلُوَهُمْ﴾ ہے، چاہے وہ توحید پر استقامت کی آزمائش ہو، چاہے وہ علم، دولت، عزت اور افراد کی کثرت کی آزمائش ہو، چاہے اموال و اولاد کی آزمائش ہو، یا پھر اقتدار کی آزمائش ہو۔ ان تمام آزمائشوں کے پیچھے، اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔

انسان کو دنیا پرستی اور مادہ پرستی سے بچ کر، قرآن کی دعوتِ توحید و آخرت قبول کر کے حسنِ عمل کے لیے سرگرم ہو جانا چاہیے۔

FLOW CHART

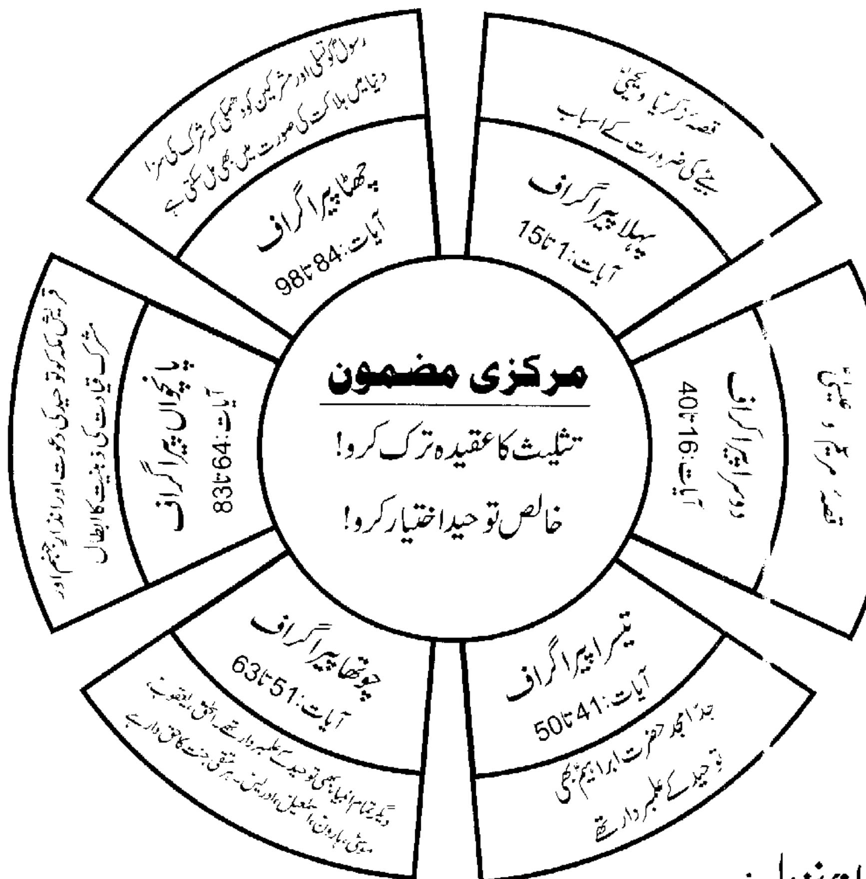
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

19- سُوْرَةُ مَرْيَمَ

آیات : 98...... مَکِّیَّة“ ...... پیراگراف : 6



● **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿مَرْيَم﴾ ایک مکی سورت ہے۔ ہجرت حبشہ (رجب 5 نبوی) سے پہلے نازل ہوئی، جب مسلمان ظلم و ستم کا شکار تھے۔ حبش کے عیسائیوں میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے صحابہؓ کرامؓ کی تربیت ضروری تھی، چنانچہ اہل کتاب سے ﴿مُجَادَلَہ﴾ کرنے کے لیے یہ سورت نازل کی گئی۔ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے اس سورت کی تلاوت کی تھی۔

سورۃ مریم کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿الکھف﴾ کی آخری آیت میں ، توحید کی وضاحت ﴿اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ کے الفاظ سے کی گئی تھی اور پھر عبادت کے شرک سے منع کیا گیا تھا۔ ﴿وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾

یہاں سورۃ ﴿مریم﴾ کا مرکزی مضمون ہی تثلیث (Trinity) کی تردید اور اثباتِ توحید کے مفہوم پر مشتمل ہے۔

2۔ پچھلی سورۃ ﴿الکھف﴾ کی تمہید ہی میں نزولِ قرآن کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بتایا گیا کہ عیسائیوں کو ان کے عقیدے پر تنبیہ کرنا بھی مقصود ہے۔ ﴿وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ (آیت:4)

یہاں سورۃ ﴿مَریَم﴾ میں یہ مضمون بار بار آیا ہے۔ ﴿مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ﴾ (آیت:35) اور ﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ (آیت:92)

3۔ دنیا کی عارضی زینت اور باقی رہنے والے اعمال:

پچھلی سورۃ ﴿الکھف﴾ میں کہا گیا تھا:

﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا﴾ (آیت:46)

سورۃ ﴿مَریَم﴾ میں یہی مضمون ﴿وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا﴾ کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

4۔ سورۃ ﴿مَریَم﴾ میں عقیدۂ توحید کو حضرت عیسیٰؑ اور کچھ دیگر انبیاء کی زندگی سے ثابت کیا گیا ہے۔

اگلی سورۃ ﴿طٰهٰ﴾ میں حضرت موسیٰؑ کی دعوتی زندگی سے توحید کا ثبوت فراہم کیا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

1- سورۃ ﴿مریم﴾ میں تاریخی دلائل کے لیے ایک عجیب و غریب اسلوب:

سورۃ ﴿مَریَم﴾ کا ایک عجیب و غریب اسلوب یہ بھی ہے کہ یہاں دلیل توحید کے لیے ﴿بُرهان﴾ یا ﴿آیۃ﴾ کے بجائے ﴿ذِكْرُ رَحْمَتِ﴾ اور ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ﴾ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اس طرح کے اُسلوب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تاریخ سے ایک اور دلیل پیش کیجیے۔ ﴿ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا﴾ (آیت:2)

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ﴾ (آیت:16) ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ﴾ (آیت:41)

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى﴾ (آیت:51) ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ﴾ (آیت:54)

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ﴾ (آیت:56)

2- مشرکین مکہ اپنے ﴿مِنْ دُونِ اللهِ﴾ کو با اختیار سمجھتے تھے یہی ان کے شرک کی اصل وجہ تھی:

شرک کے اسباب کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا کہ مشرکین مکہ ﴿مِنْ دُونِ اللهِ﴾ کو خدا بنا کر، اپنے خداؤں ﴿آلِهَة﴾ کو طاقتور، عزیز اور با اختیار سمجھتے تھے اور ان کی حمایت اور پشتی بانی حاصل کرنے کے لیے اُن کی عبادت کیا کرتے تھے۔

﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللهِ آلِهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا﴾ (آیت:81)

3- سورۂ ﴿مریم﴾ میں اثباتِ توحید کی ایک عقلی دلیل:

ایک عقلی دلیل بھی فراہم کی گئی اور پوچھا گیا ہے کہ جس خدا نے انسان کو عدم سے وجود بخشا ہے، کیا وہ حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ ﴿وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا﴾ (آیت:9) اور

﴿أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا﴾ (آیت:67)

4- بنی اسرائیل کے ناخلف جانشینوں نے نماز ضائع کر دی:

اہل کتاب پر واضح کیا گیا کہ حضرت اسماعیلؑ کے زمانے سے لے کر بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰؑ تک نماز فرض تھی۔ تمام انبیاء اس کا حکم دیا کرتے تھے، لیکن بنی اسرائیل نے اس اہم عبادت کو ضائع کر دیا۔ حضرت اسماعیلؑ (2,000 ق م) اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا کرتے تھے۔ ﴿كَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَوٰةِ وَالزَّكَوٰةِ﴾ (آیت:55)

نماز اور زکوۃ کے بارے میں خود حضرت عیسیٰؑ (33ء) کی یہ بات نقل کی گئی ہے کہ اللہ نے اس کی نصیحت کی تھی۔ ﴿وَأَوْصَانِي بِالصَّلَوٰةِ وَالزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ (آیت:31)، لیکن بنی اسرائیل میں نااہل جانشین پیدا ہوئے جنہوں نے شہوات کی پیروی کرتے ہوئے صدیوں پرانی یہ مخصوص عبادت یعنی نماز ضائع کر دی۔

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَوٰةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ﴾ (آیت:59)

5- سورۂ ﴿مریم﴾ میں ہلاکتِ اقوام کے سلسلے کا ایک اہم اُصول:

اس سورت میں ایک اُصول یہ بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہترین اثاثے اور اعلیٰ شان و شوکت رکھنے والی نافرمان قوموں کو ایک مقررہ مدت تک مہلت دینے کے بعد ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ بات دو مرتبہ آیت 74 اور آیت 98 میں بیان کی گئی۔

﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِئْيًا﴾ (آیت:74)

﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ (آیت:98)

سورۂ مَریَم کا نظمِ جلی

سورت مریم چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے نہیں ہیں۔ پہلے پیراگراف میں حضرت یحییٰؑ کی معجزانہ پیدائش سے حضرت عیسیٰؑ کی معجزانہ پیدائش پر استدلال ہے، جس کا ذکر دوسرے پیراگراف میں ہوا۔ تیسرے پیراگراف میں حضرت ابراہیمؑ کی توحید سے استدلال ہے۔ چوتھے پیراگراف میں چند انبیاء کی توحید کا ذکر ہے، جنہیں یہودی اور عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ پانچویں پیراگراف میں توحیدِ عبادت کا حکم ہے اور آخری پیراگراف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی اور عیسائیوں کے لیے ہلاکت کی دھمکی ہے۔

1- آیات 1 تا 15 : پہلے پیراگراف میں حضرت زکریاؑ کا تذکرہ کیا گیا کہ اللہ نے انہیں معجزانہ طور پر بڑھاپے میں یحییٰؑ جیسا بیٹا عطا کیا۔

دراصل یہاں اس پیراگراف میں یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ عام قاعدے سے ہٹ کر بھی معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ تصرف کرنے پر قادر ہے جس خدا نے حضرت زکریاؑ کو بڑھاپے میں اولاد دی، اُسی خدا نے حضرت مریمؑ کو بغیر شوہر کے بیٹا عطا فرمایا۔ یہاں عیسائیوں کو خود اُن کی اپنی تاریخ سے ایک دلیلِ توحید فراہم کی گئی ہے۔

حضرت یحییٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے نرم خو، پاکیزہ اور متقی بنایا اور اپنے والدین کا مطیع بنا دیا، وہ جبار اور نافرمان نہیں تھے۔

﴿وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَوٰةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُن جَبَّارًا عَصِيًّا﴾ (آیت:14،13)

2- آیات 16 تا 40 : دوسرے پیراگراف میں ﴿حضرت مریمؑ﴾ اور ﴿حضرت عیسیٰؑ﴾ کا قصہ تفصیل سے بتا کر ان کی معجزانہ پیدائش اور پیدائش کے فوراً بعد ان کی معجزانہ گفتگو کو نقل کر کے عقیدۂ تثلیث (Trinity) کی تردید کی گئی۔

حضرت عیسیٰؑ نے خود فرمایا:

﴿إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا﴾ (آیت:30) "میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھے نبی بنا دیا ہے"

حضرت عیسیٰؑ کی بشریت اور نبوت ثابت کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾ "یہ ہے حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کی سچی تصویر" ! (آیت:35)

پھر حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ نقل کیے گئے: ﴿إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ﴾ (آیت:36) "یقیناً اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تم لوگوں کا بھی، لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرو! یہی (توحید کا) سیدھا راستہ ہے"۔

3- آیات 41 تا 50 : تیسرے پیراگراف میں ﴿حضرت ابراہیمؑ﴾ کی دعوتِ توحید کا تفصیل سے ذکر کیا گیا۔

عیسائی اور یہودی دونوں حضرت ابراہیمؑ کو اپنا جدِ امجد تسلیم کرتے ہیں۔

یہ لوگ محض باپ دادا کی تقلید میں آخری رسول محمد ﷺ کی دعوتِ توحید کا انکار کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں ایک نمونہ ہے، جن کے والد مشرک تھے، لیکن حضرت ابراہیمؑ نے باپ دادا کی تقلید کے بجائے، توحید پر عزیمت واستقامت کا مظاہرہ کیا۔

(a) اس سورت میں ﴿دعوت کے آداب﴾ بھی بتائے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے نہایت دردمندی سے اپنے والد آزر سے مباحثہ کیا۔ عقلی دلیلوں سے کام لیا اور ان سے پوچھا: آپ سماعت وبصارت سے محروم بتوں کی بندگی کیوں کرتے ہیں؟

﴿يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا﴾ (آیت:42)

حضرت ابراہیمؑ نے نہایت شفقت اور پیار سے اپنے والد آزر کو توحید کی دعوت دی۔

(b) اس سورت میں ﴿يٰٓاَبَتِ﴾ کا لفظ چار (4) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ آزر نے سختی کا مظاہرہ کیا اور بیٹے ابراہیمؑ کو سنگسار کر دینے کی دھمکی دی۔ ﴿لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا﴾ (آیت:46) اس کے جواب میں حضرت ابراہیمؑ نے انتہائی احترام سے فرمایا: ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكَ﴾ "آپ پر سلامتی ہو" میں آپ کے لیے دعا کروں گا۔ (آیت: 47)

4- آیات 51 تا 63: چوتھے پیراگراف میں عقیدۂ توحید کو ﴿دیگر انبیاء﴾ کی دعوت اور اُن کے کردار سے ثابت کیا گیا۔

اس حصے میں حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسرائیلؑ (یعقوبؑ) کا ذکر کر کے، یہ ثابت کیا گیا کہ یہ سب انسان تھے اور اللہ کے نبی تھے، لیکن خدائی میں شریک نہیں تھے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والے تھے۔ یہ سب جنت کے وارث ہیں۔

یہ سب نبی، خدائے رحمٰن کی آیات سن کر روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔ (آیت: 58)

﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا﴾، لیکن ان انبیاء کے جانشین بڑے نااہل ثابت ہوئے۔ انہوں نے نماز ضائع کر دی اور شہوات کی پیروی کرنے لگے۔ ﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ﴾ (آیت:59)

5- آیات 64 تا 83: پانچویں پیراگراف میں، صرف اور صرف ﴿اللہ تعالیٰ کی عبادت﴾ کرنے اور اُسی پر جمے رہنے کا حکم دیا گیا۔

"اللہ ہی کی عبادت کرو اور اُسی کی عبادت پر جمے رہو" ﴿فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ﴾ (آیت:65)

مشرک سرداروں کو دوزخ کے احوال سنا کر خبردار کیا گیا کہ وہ اپنے اثاثوں اور اپنی عالیشان مجلسوں پر نہ اترائیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑی شان وشوکت رکھنے والی قوتوں کو بھی ہلاک کر کے رکھ دیا۔

ایک مشرک سردار کا قول نقل کیا گیا، جو یہ سمجھتا تھا کہ اول تو آخرت برپا نہیں ہوگی اور بالفرض ہوگی بھی تو وہاں بھی میں "مال واولاد سے ضرور نوازا جاتا رہوں گا" ﴿لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا﴾ (آیت:77)

مشرکین کے اس عقیدے کی تردید کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دیگر خودساختہ معبود بھی ان کے حمایتی اور پشتی بان ہو سکتے ہیں۔

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا﴾ (آیت:81) مشرکین اپنے خداؤں کو نہایت طاقت ور اور با اختیار سمجھتے تھے کہ وہ ہمیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نقصان سے بچا سکتے ہیں۔

6- آیات 84 تا 98: چھٹے اور آخری پیراگراف میں، رسول ﷺ کو تسلی دی گئی ﴿فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ﴾ (آیت:84)

آخری پیراگراف میں تثلیث (Trinity) کے قائل عیسائیوں کو بالخصوص اور مشرکین کو بالعموم دھمکی دی گئی کہ ان کے شرک کی سزا دنیا میں ہلاکت کی صورت میں بھی مل سکتی ہے، ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو صبر کرنے کی ہدایت دی گئی۔ اس آخری حصے میں شرک پر اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب اور جلال کا اظہار بھی ہوا ہے اور توحید پرستوں کے لیے اپنی محبت اور جمال کا اظہار بھی۔

(a) ﴿اہل شرک کے لیے ﴿الرحمٰن﴾ کا غیض و غضب اور جلال﴾

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾ (آیت:90)

"قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں۔"

﴿اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾ (آیت:91)

"اس بات پر کہ لوگوں نے ﴿الرَّحْمٰن﴾ کے لیے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا"۔ پھر وضاحت کی گئی کہ

﴿وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ (آیت:92)

"﴿الرَّحْمٰن﴾ کی یہ شان نہیں ہے، کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔"

(b) اہل توحید کے لیے اللہ کی محبت، رحمانیت اور اس کا جمال: توحید پرستوں کے لیے خدائے رحمٰن کی جانب سے محبت کا اظہار ہوا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ "البتہ جو لوگ ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اُن کے لیے خدائے رحمٰن مہر و محبت پیدا کر دے گا۔" آخری آیت میں عیسائیوں اور مشرکین مکہ دونوں کو قوموں کی ہلاکت کی تاریخ سے سبق حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا۔

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا؟﴾ "اور ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہم نے ہلاک کر کے چھوڑا۔ کیا تم اُن میں سے کسی کو محسوس کرتے ہو؟ یا ان کی کوئی آہٹ سنتے ہو؟"

یہ سورت ایک سوال پر ختم ہوتی ہے اور دعوتِ فکر دیتی ہے کہ انسان کو غور و فکر سے کام لے کر ہلاکت سے بچنے کے لیے تاریخ سے عبرت حاصل کرنا چاہیے اور شرک سے بچ کر توحید اختیار کرنا چاہیے۔

مرکزی مضمون

عیسائیوں کو تثلیث (Trinity) کا عقیدہ ترک کر کے خالص توحید اختیار کرنا چاہیے۔

FLOW CHART

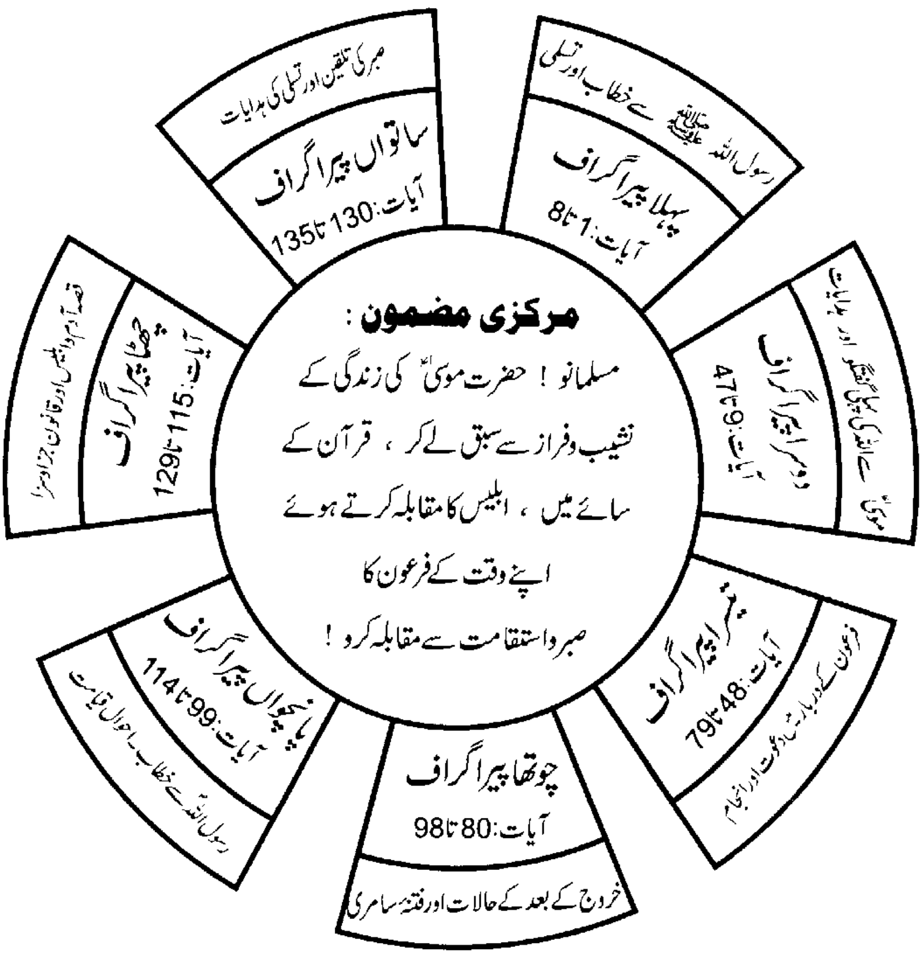
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

20- سُوْرَةُ طٰـهٰ

آیات : 135 ...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 7



زمانۂ نزول اور پسِ منظر

1- سورۃ ﴿طٰهٰ﴾، سورۃ ﴿مَرۡيَم﴾ کے بعد ہجرتِ حبشہ (رجب 5 نبوی) سے پہلے اور ذوالحجہ 6 نبوی کے درمیان کسی وقت نازل ہوئی۔ حضرت عمرؓ کی بہن کے پاس سورۃ ﴿طٰهٰ﴾ لکھی ہوئی تھی، جس سے متاثر ہو کر وہ ذوالحجہ 6 ہجری میں مسلمان ہوئے۔ اس مرحلے پر سورۃ ﴿طٰهٰ﴾ کے نزول کا مقصد، قریش کو رسالت کے مقصد اور طریقۂ کار کو سمجھانا اور حضرت موسیٰؑ کی زندگی سے نوجوان صحابہؓ کی تربیت کرنا تھا۔ علاوہ ازیں قرآن کی دعوتِ توحید و آخرت کی حقانیت پر قریش کے عقل مندوں ﴿أُولِي النُّهٰى﴾ کو قائل کرنا تھا۔ (آیات:54,128)

2- آیت 114 غالباً آغازِ نبوت کے فوراً بعد نازل ہوئی، جب آپ ﷺ دورانِ وحی جلد از جلد قرآن یاد کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

3- مشرکین مکہ کی قیادت کو بتایا گیا کہ اُن کے طاغوتی رویے بھی فرعون جیسے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی رسول اللہ ﷺ کی طرح توحید، آخرت اور نماز ہی کی دعوت دی تھی اور قرآن کی یہ دعوت بھی اللہ کی معرفت اور آخرت کی معرفت کے لیے ہے۔ اس سے ﴿اعراض﴾ (آیات 100، 124) کا انجام بھی فرعون اور اُس کے لشکروں کی طرح دنیا اور آخرت کی رسوائی کی صورت میں ہوگا۔

سورۃ طٰہٰ کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿مریم﴾ میں عیسائیوں کو قائل توحید کرنے کے لیے ﴿حضرتِ عیسیٰؑ﴾ کی زندگی سے استدلال تھا۔ اس سورۃ ﴿طٰہٰ﴾ میں یہودیوں کو قائل کرنے کے لیے ﴿حضرتِ موسیٰؑ﴾ کی زندگی سے استدلال ہے، اہلِ کتاب میں دعوت و تبلیغ کے لیے سامانِ تربیت دونوں سورتوں میں موجود ہے، جو کہ ہجرتِ حبشہ سے پہلے مطلوب تھا۔

2- اگلی سورت ﴿الانبیاء﴾ میں ﴿سولہ (16) انبیاء﴾ کی تاریخ اور ان کے کردار اور ان کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی رسول اللہؐ کو حضرت ابراہیمؑ کی میراث کا وارث اور ﴿رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ ثابت کر کے دنیا کو آخری رسول ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی۔

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

1- قرآن کا تعارف سورۃ ﴿طٰہٰ﴾ کے آغاز میں بھی ہوا ہے اور اختتام پر بھی:

یہ قرآن مجید کا خاص انداز ہے کہ سورت کی اہم بات ابتدائیے میں بھی بیان کی جاتی ہے اور اختتامیہ میں بھی۔ یہاں قرآن کا تعارف اور رسول اللہ ﷺ کو تسلی دونوں مقامات پر ملتی ہے۔

(a) قرآن بوجھ نہیں ہے۔ ﴿مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى﴾ (آیت: 2)

(b) قرآن، اہلِ خشیت کے لیے یاددہانی اور نصیحت ہے۔ ﴿اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى﴾ (آیت: 3)

(c) عربی زبان میں قرآن کی تنزیل اور وعید کی ﴿تصریف﴾ کا مقصد ﴿غضب﴾ سے بچانا اور غور و فکر کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے۔ ﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا﴾ (آیت: 113)

(d) قرآن سے ﴿اعراض﴾ کی سزا، روزِ قیامت کی رسوائی ہے، وہ ایک بھاری بوجھ اٹھائیں گے۔

﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا﴾ (آیت 100)

(e) قرآن سے ﴿اعراض﴾ کی سزا، دنیا میں معیشت کی تنگی کی صورت میں ظاہر ہو گی اور قیامت کے دن انہیں اندھا بنا کر اٹھایا جائے گا۔ ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ (آیت: 124)

2- اثباتِ توحید الوہیت ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کے سلسلے میں دو (2) آیات اہم ہیں۔

(a) قرآن کی دعوت کا مقصد، اثباتِ توحید اور صفاتِ حسنیٰ کی اشاعت ہے۔ ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ (آیت: 8)

(b) اللہ ہی ﴿اِلٰہ﴾ ہے، اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ ﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ﴾ (آیت: 14)

3- اللہ کے ذکر یعنی اس کی یاد کے قیام کے لیے ہی نماز قائم کرنی چاہیے۔

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ (آیت: 14)

4- ﴿اُولِي النُّهٰى﴾ یعنی عقل مند لوگ ہی اہلِ توحید ہوتے ہیں، جو تاریخ سے سبق حاصل کرتے ہیں:

(a) ﴿اُولُوا النُّهٰى﴾ عقل مند لوگ جامع توحید (یعنی توحیدِ ربوبیت اور توحید اسماء و صفات) کے قائل ہوتے ہیں۔ (آیت: 54)

حضرت موسیٰ نے کہا کہ پچھلے لوگوں کے بارے میں علم، میرے رب کے ہاں کتاب میں موجود ہے، نہ تو میرا رب غلطی کرتا ہے، نہ بھولتا ہے۔ اسی نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے چلنے کے لئے راستے بنائے ہیں اور آسمان سے پانی بھی وہی برساتا ہے، پھر بارش کی وجہ سے ہم مختلف قسم کی پیداوار حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا اس پیداوار سے خود ہمیں بھی استفادہ کرنا چاہیے اور اپنے جانوروں کو بھی کھلانا چاہیے۔

یقیناً اس میں ﴿اُولِي النُّهٰى﴾ عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں اور دلائل ہیں۔

(b) ﴿اُولُوا النُّهٰى﴾ یعنی عقل مند لوگ، ہلاکتِ اقوام کی تاریخ اور آثار سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

﴿اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى﴾ (آیت 128)

سُورۃطٰہٰ کا نظمِ جلی

سورۃ طٰہٰ سات (7) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 8 : پہلے پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ سے خطاب کر کے انہیں تسلی دی گئی ہے۔

نزولِ قرآن کے مقاصد بیان کر کے ﴿قرآن اور اللہ تعالیٰ کا تعارف﴾ بیان کیا گیا ہے۔

قرآن ایک نصیحت ﴿تذکرہ﴾ ہے، بوجھ نہیں۔ اللہ کی تنزیل ہے۔ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان اور اُن کے درمیان کی تمام چیزوں کا مالک ہے۔

جہری اور سری قول کو جان لیتا ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی ﴿اِلٰہ﴾ نہیں۔

حسین و جمیل صفات پر مشتمل اُس کے حسین و جمیل نام ﴿الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی﴾ ہیں۔

2- آیات 9 تا 47 : دوسرے پیراگراف میں، حضرت موسیٰؑ سے ﴿اللہ تعالیٰ کی پہلی گفتگو﴾ اور ابتدائی ہدایات کی تفصیل بیان کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی ﴿توحید﴾ کا ذکر کیا، اس کے بعد اپنی ﴿عبادت﴾، ﴿ذکر﴾ اور ﴿نماز﴾ کا حکم دیا۔

﴿اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ﴾ (آیت: 14)

پھر قیامت کی حقانیت ثابت کر کے ﴿قیامت کا مقصد﴾ بیان کیا۔

﴿اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخْفِیْہَا لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰی﴾ (آیت: 15)

پھر حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی کو دلائل کی روشنی میں دعوت پہنچانے کا حکم دیا اور ذکر میں سستی نہ کرنے کی ہدایت کی۔

3- آیات 48 تا 79 : تیسرے پیراگراف میں ﴿فوجی ڈکٹیٹر فرعون کے دربار میں﴾ حضرت موسیٰؑ کی دعوت اور پھر اس کے ساتھ مستقل کشمکش کی داستان بیان کر کے فرعون اور اس کی فوج کی ہلاکت کے سچے واقعات نقل کیے گئے۔

﴿قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ یٰمُوْسٰی﴾ (آیت: 57)

فرعون کہنے لگا: " اے موسیٰ! کیا تو اسی لئے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے زور سے ہمارے ملک سے باہر نکال دے۔

﴿فَتَوَلّٰی فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰی﴾ (آیت: 60)

پھر فرعون پلٹا اور اس نے اپنے ہتھکنڈے جمع کئے، پھر (مقابلے پر) آ گیا۔

﴿قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَیَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِكُمُ الْمُثْلٰی﴾ (آیت: 63)

فرعون کے معاونین کہنے لگے: " یہ دونوں محض جادوگر ہیں اور ان کا پختہ ارادہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں ہمارے ملک سے نکال باہر کریں اور تمہارے بہترین مثالی نظام کو برباد کریں۔"

فرعون نے حضرت موسیٰ کو شکست دینے کے لیے جادوگر جمع کیے۔ انہوں نے اپنی رسیاں اور ڈنڈے پھینکے۔ پھر حضرت موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی۔ اللہ کے معجزے کے آگے جادوگروں کا جادو نہ چل سکا۔ پھر سارے جادوگر سجدے میں گر گئے اور دربار میں علی الاعلان کہہ دیا کہ ہم ہارونؑ اور موسیٰؑ کے رب پر ایمان لائے۔ ﴿فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ﴾ (آیت:70)

فرعون جادوگروں کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھتا تھا۔ وہ غضب ناک ہوا کہ تم میری اجازت کے بغیر کس طرح مسلمان ہو گئے اس نے انہیں تعذیب کے ساتھ قتل کی دھمکی دی۔ اس موقع پر اسلام قبول کرنے والے نو مسلم جادوگروں نے بے مثال جرأت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ (آیت:71) جادوگروں نے فرعون سے صاف کہہ دیا: ”جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کر لے“ ﴿فَاقْضِ مَا أَنتَ قَاضٍ﴾

عقیدے اور عمل کا تزکیہ حاصل کرنے والوں کے لیے جنت کی بشارت دی گئی۔ ﴿وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَن تَزَكَّىٰ﴾ (آیت: 76)

پھر فرعون اور اس کی فوجوں کے غرق کیے جانے کا ذکر کیا گیا۔

4- آیات 80 تا 98: چوتھے پیراگراف میں، مصر کی سرزمین سے بنی اسرائیل کے خروج (Exodus) کے بعد کے حالات اور ﴿فتنہ سامری﴾ کا ذکر کیا گیا۔

سامری نے لوگوں کے زیورات سے ایک بچھڑا بنایا۔ لوگوں کو دھوکہ دیا کہ یہ تم لوگوں کا بھی خدا ہے اور حضرت موسیٰ کا بھی خدا ﴿إِلَٰهُكُمْ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ﴾ (آیت:89) حضرت ہارونؑ نے انہیں ہر چند سمجھایا، لیکن وہ فتنے میں گرفتار ہو گئے۔

5- آیات 99 تا 114: پانچویں پیراگراف میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب کر کے احوالِ قیامت بیان کیے گئے۔

پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ ﴿فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ○ لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا﴾

قرآن کو نازل کرنے والی ہستی برحق بادشاہ یعنی ﴿الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ کی ہے، جو بلند و برتر ہے۔

6- آیات 115 تا 129: چھٹے پیراگراف میں ﴿قصہ آدم و ابلیس﴾ نقل کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قانونِ جزا و سزا کی وضاحت کی گئی ہے۔

ابلیس بنی آدم کا دشمن ہے۔ وہ فرعونوں کا دوست ہوتا ہے۔ ہر نبی اور رسول کی تعلیمات میں رکاوٹ ہے، قرآن سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن جو لوگ قرآن کی دعوت سے اعراض کریں گے، ان کے لیے دنیا میں معیشت کی تنگی اور آخرت کا عذاب بھی ہے، انہیں روزِ قیامت اندھا بنا کر اٹھایا جائے گا۔ ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ﴾ (آیت:124)

7- آیات 130 تا 135: ساتویں اور آخری پیراگراف میں بھی، پہلے پیراگراف کی طرح رسول اللہ ﷺ کو مشرکین مکہ کے فرعونی اور طاغوتی رویوں کے خلاف ﴿صبر اور نماز کی تلقین﴾ کے ساتھ تسلی اور ﴿روشن مستقبل﴾ کی بشارت دی گئی ہے۔

دنیا کی زینت کی طرف جو دوسروں کو دی گئی ہے) آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنے کی ہدایت کی گئی۔

﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ○
وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ (آیات:131، 132)

آخر میں تسلی اور دھمکی دی گئی کہ ہر شخص انتظار کر رہا ہے۔ آپ ﷺ بھی انتظار کیجئے۔ بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون صحیح ہے اور کون غلط؟ مستقبل قریب میں صراطِ مستقیم پر چلنے والے نمایاں ہوتے جائیں گے۔

مرکزی مضمون

مسلمانوں کو حضرت موسیٰ کی دعوتی زندگی سے سبق لے کر، قرآن کے سائے میں، ابلیس کا مقابلہ کرتے ہوئے صبر و استقامت کے ساتھ اپنے وقت کے فرعون کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

FLOW CHART

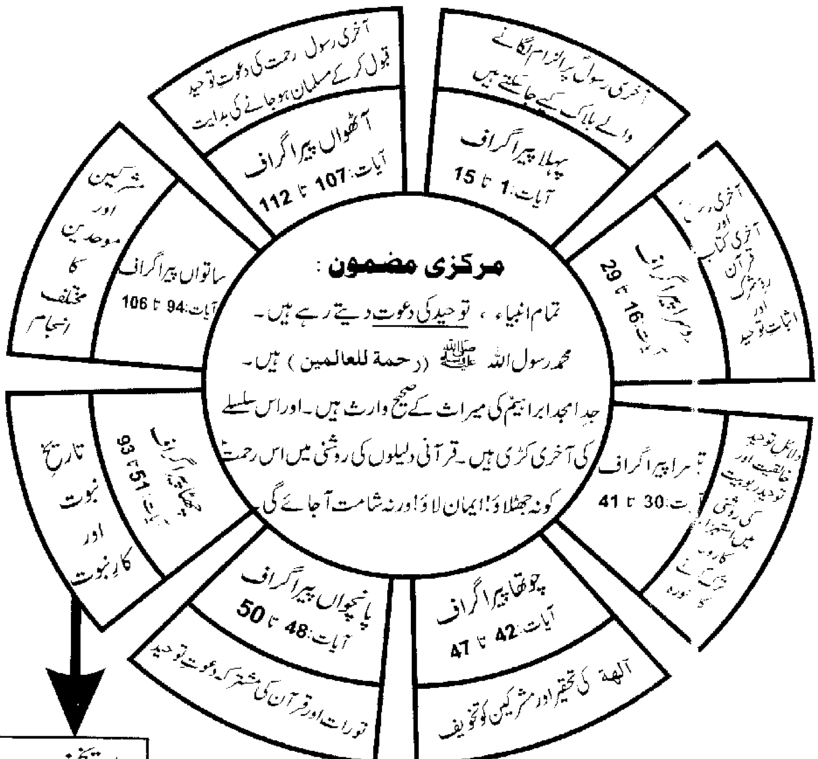
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

21- سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَاء

آیات : 112 ...... مَکِّیَّۃ ...... پیراگراف : 8



تاریخِ نبوت و کارِ نبوت

قصۂ ابراہیمؑ (50 تا 71) ، اسحٰقؑ ویعقوبؑ اور کارِ رسالت (72 تا 73) ، قصۂ لوطؑ (74,75) ، قصۂ نوحؑ (76,77) ،
قصۂ سلیمانؑ و داؤدؑ (78 تا 82) ، قصۂ ایوبؑ (83,84) ، اسمٰعیلؑ ، ادریسؑ و ذوالکفلؑ (85,86) ، ذوالنون یونسؑ (88,87)،
زکریا و یحیٰیؑ (89,90) ، مریم و عیسیٰؑ (91) ، رسولوں کی دعوتِ توحید (92,93)، رسول اللہ ﷺ (107)

● **زمانۂ نزول**

سورت ﴿الانبیاء﴾ غالباً 9 یا 10 نبوی میں، مکۃ المکرمہ میں سورۃ ﴿المؤمنون﴾ کے ساتھ نازل ہوئی، جب رسول اللہ ﷺ پر طرح طرح کے الزامات عائد کیے جا رہے تھے کہ یہ شاعر ہیں، ﴿مُفتَری﴾ ہیں، رسول نہیں، محض بشر ہیں وغیرہ وغیرہ۔ان حالات میں تاریخ انبیاء اور منصب نبوت کے بارے میں تعلیم ضروری تھی ۔یہ وہی دور تھا، جب اہلِ توحید اور اہلِ شرک کے درمیان سخت کشمکش برپا تھی، چنانچہ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ سے فیصلہ طلب کیا گیا ہے۔

سورۃ الانبیاء کا کتابی ربط

1۔ سورۃ ﴿مریم﴾ میں عیسائیوں سے ﴿مجادلہ﴾ کر کے انہیں عقیدۂ تثلیث ترک کرنے اور خالص توحید اختیار کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔

2۔ سورۃ ﴿طٰہٰ﴾ میں یہودیوں سے ﴿مجادلہ﴾ ہے۔ حضرت موسیٰ کی زندگی سے استدلال کر کے انہیں دعوتِ اسلام دی گئی تھی۔

3۔ پچھلی دو سورتوں میں حضرتِ عیسیٰ اور حضرتِ موسیٰؑ کے حوالے تھے۔

یہاں سورۃ ﴿الانبیاء﴾ میں کئی پیغمبروں کا اجمالی اور حضرت ابراہیمؑ کا تفصیلی ذکر کر کے، اس سلسلے کی آخری کڑی ﴿رَحمَۃً لِلعَالَمِین﴾ محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

4۔ یہاں سورۃ ﴿الانبیاء﴾ میں مشرکین کو خبردار کیا گیا ہے کہ ان کی زمین تنگ کی جا رہی ہے، مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہوگا۔

5۔ اگلی سورۃ ﴿حج﴾ میں ان کے خلاف دفاعی جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿الانبیاء﴾ میں کئی نبیوں کا نام لے کر تذکرہ:

مندرجہ ذیل نبیوں کا نام لے کر بتایا گیا کہ یہ سب نیک انسان اور اللہ کے ﴿منتخب بندے﴾ ہوتے ہیں، جن پر ﴿وحی﴾ کی جاتی ہے۔

موسیٰ (آیت:48)، ہارونؑ (آیت:48)، ابراہیمؑ (آیت:51)، اسحٰقؑ (آیت:72)، یعقوبؑ (آیت:72) لوطؑ (آیت:74) نوحؑ (آیت:76)، داؤدؑ (آیت:78) سلیمانؑ (آیت:78)، ایوبؑ (آیت:83) اسمٰعیلؑ (آیت:85)، ادریسؑ (آیت:85)، ذاالکفل (آیت:85)، ذالنون یونسؑ (آیت:87) زکریاؑ (آیت:89) یحییٰؑ (آیت:90)، عیسیٰ ابن مریمؑ (آیت:91) اور رسول اللہ ﷺ (آیت:107)

2۔ سورۃ ﴿الانبیاء﴾ میں انبیاء کی حیثیت، دعوت، اُن کی ذمہ داریاں اور اُن کے اعلیٰ کردار کی وضاحت:

اس سورت میں، مختلف انبیاء کا نام لے کر، اجمالاً ﴿انبیاء کی دعوت﴾ اور اُن کے کردار پر روشنی ڈالی گئی۔

(a) تمام انبیاء بشر تھے۔ انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے۔ انہیں بھی موت آتی تھی، انہیں ﴿خلود﴾ عطا نہیں کیا گیا۔

﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ﴾ (آیت:8)

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ (آیت:34)

(b) تمام انبیاء کو وحی کی گئی تھی کہ اللہ کے سوا کوئی اور ﴿الٰہ﴾ نہیں ہے، لہٰذا صرف ایک اللہ ہی کی ﴿عبادت﴾ کی جانی چاہیے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (آیت: 25)

(c) تمام انبیاء، اللہ تعالیٰ کے حکم سے، لوگوں کے امام اور لیڈر بن کر ان کو ہدایت دیا کرتے تھے۔

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ (آیت73)

(d) تمام انبیاء، نیکیوں پر مشتمل کام کیا کرتے تھے اور نیکی کے کاموں ﴿الخیرات﴾ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔

﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ﴾ (آیت:73)، ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَيْرٰتِ﴾ (آیت: 90)

(e) تمام انبیاء کو نماز اور زکاۃ کا حکم دیا گیا تھا اور وہ ان پر عامل تھے۔ ﴿وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ﴾ (آیت: 73)

(f) اللہ تعالیٰ تمام انبیاء کو نیک اور ﴿صالح﴾ بناتا ہے، وہ اعلیٰ کردار کے حامل ہوتے ہیں۔

﴿وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ﴾ (آیت:72)۔ ﴿اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (آیت:86)

(g) تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کے سچے اور وفادار بندے اور پکے ﴿عبادت گذار﴾ ہوتے ہیں۔ ﴿وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ﴾ (آیت: 73)

(h) تمام انبیاء انتہائی شوق ورغبت اور خوف ورہبت کے ساتھ اللہ کے حضور ﴿دعائیں﴾ مانگتے تھے۔

﴿وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا﴾ (آیت: 90)

(i) تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کے ﴿خاشعین﴾ ہوتے ہیں۔

﴿خشوع﴾ دل ودماغ میں عاجزی کی وہ کیفیت ہے، جس کے اثرات بدن پر نمایاں ہوتے ہیں۔

﴿وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ (آیت: 90)

(j) تمام انبیاء صبر واستقامت کا پیکر ہوتے ہیں۔ مشکل حالات میں اعلیٰ درجے کے صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہیں اور توحید پر ڈٹ جاتے ہیں۔ ﴿كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (آیت: 85)

(k) تمام انبیاء کی ایک ہی امت ہے۔ ان کا ایک ہی خاندان ہے، سب اللہ کے بندے اور اس کی حکومت کے نمائندے اور سفیر ہوتے ہیں۔

3۔ سورۃ ﴿الانبیاء﴾ میں رسول اللہ ﷺ کی تضحیک کا تذکرہ:

(a) مشرکین مکہ کو خبردار کیا گیا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے ہی مذاق بنا لیتے اور کہتے کہ یہ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتے ہیں۔

﴿وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِیْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ؟﴾ (آیت: 36)

(b) رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ وہ دل جمائے رکھیں۔ تمام پچھلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا جاتا رہا ہے۔

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (آیت: 41)

4۔ سورة ﴿الانبیاء﴾ میں رسول اللہ ﷺ پر الزامات کا ذکر:

(a) رسول اللہ ﷺ پر مشرکین نے یہ طنز کیا کہ یہ تو آپ لوگوں کی طرح کے ایک انسان کے علاوہ کیا حیثیت رکھتے ہیں؟
﴿هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ؟﴾ (آیت: 3)

(b) رسول اللہ ﷺ کی زبان سے وحی مبارک کو سن کر مشرکین نے کہا کہ یہ پراگندہ خواب ہیں۔
﴿بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ﴾ (آیت: 5)۔ وہ کہتے ہیں "بلکہ یہ پراگندہ خواب ہیں"

(c) آپ ﷺ پر الزام عائد کیا گیا کہ اس قرآن کو نعوذ باللہ آپ نے گھڑ لیا ہے۔ ﴿بَلِ افْتَرٰىهُ﴾ (آیت: 5)

(d) آپ ﷺ پر الزام عائد کیا گیا کہ آپ ایک شاعر ہیں۔ ﴿بَلْ هُوَ شَاعِرٌ﴾ (آیت:5)

(e) مشرکین مکہ کو جواب دیا گیا کہ کوئی رسول بھی کھانے پینے سے بے نیاز نہیں ہوتا اور کوئی رسول بھی ابدی زندگی لے کر نہیں آتا۔
﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ﴾ (آیت: 8)
اُن رسولوں کو ہم نے کوئی ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھاتے نہ تھے، اور وہ سدا جینے والے بھی نہ تھے۔

5۔ سورة ﴿الانبیاء﴾ میں تخلیق کائنات اور تخلیق انسان کے ایک خاص مقصد کی وضاحت:

انسان کی تخلیق کا مقصد خیر و شر کی آزمائش ہے۔ انسان کو خیر و شر کی آزادی (Freedom of Choice) عطا کی گئی ہے۔ تخلیق کائنات اور تخلیق انسان کا ایک خاص مقصد ہے۔

(a) سورة الانبیاء میں وضاحت کی گئی ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق کھیل تماشا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی منصوبہ بندی کے عین مطابق ہے۔ ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾ (آیت: 16)

(b) انسان کی تخلیق کا مقصد خیر و شر کی آزمائش ہے، اسے سکھ دکھ میسر ہوں گے۔ لہٰذا مرنے کے بعد اللہ کے پاس حاضر ہو کر جواب دینا ہوگا۔ ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ (آیت: 35)

6۔ سورة ﴿الانبیاء﴾ میں، زمین و آسمان کے بارے میں عجیب و غریب انکشاف:

زمین و آسمان کے بارے میں یہ عجیب و غریب انکشاف کیا گیا کہ یہ دونوں پہلے آپس میں جڑے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں جدا کر دیا۔ ﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا﴾ (آیت:30)

چودہ سو سال پہلے کیا گیا یہ انکشاف، ہمارے دور کے سائنس دانوں کے نظریہ Big Bang Theory سے کس قدر مشابہ ہے؟

7- سورۃ ﴿الانبیاء﴾ میں ﴿الماء﴾ یعنی پانی کے بارے میں عجیب وغریب انکشاف:

پانی کے بارے میں یہ عجیب وغریب انکشاف کیا گیا کہ ہر زندہ چیز کو اللہ تعالیٰ نے پانی سے پیدا کیا ہے، انسانوں سے ایمان کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ؟﴾ (آیت:30)

سورۃ الانبیاء کا نظم جلی

سورۃ الانبیاء آٹھ (8) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 15 : پہلے پیراگراف میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹے الزامات عائد کرنے والوں کو ﴿ہلاکت کی دھمکی﴾ دی گئی۔

(a) اس حصے میں غافل اور لاپرواہ مشرکین مکہ کو خبردار کیا گیا ہے کہ ان کے محاسبے کا وقت آ چکا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے الزامات عائد کر رہے تھے کہ محض ایک ﴿بشر﴾ ہیں (بھلا ایک بشر رسول کیسے ہو سکتا ہے ؟) کبھی کہتے کہ یہ ﴿پراگندہ خواب﴾ ہیں۔ کبھی کہتے کہ اس قرآن کو آپ نے گھڑ لیا ہے۔ کبھی وہ وحی کو کہتے کہ یہ ﴿شاعر﴾ ہیں اور مطالبہ کرتے کہ پچھلے رسولوں کی طرح کا کوئی حسی معجزہ دکھایا جائے انہیں ہلاکت کی دھمکی دی گئی۔

(b) مشرکین مکہ کو منصب رسالت کی نوعیت کو سمجھاتے ہوئے بتایا گیا کہ سابقہ تمام رسول انسان ہی تھے، اہل کتاب کے علماء سے دریافت کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ تمام رسول کھاتے پیتے تھے اور ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ تھے۔ آمدِ رسول سے کشمکش کا آغاز ہو جاتا ہے۔ ایمان لانے والوں کو بچا کر مسرفین کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

(c) قریش مکہ کو بتایا گیا کہ اب اللہ نے ایک کتاب اتاری ہے، جس میں خود ان کے لیے یاد دہانی ہے۔
﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ﴾۔ پھر انہیں ظالم لوگوں کی ہلاکت کا نقشہ کھینچ کر ڈرایا گیا۔
اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کا موضوع ﴿انسان﴾ ہے۔

2- آیات 16 تا 29 : دوسرے پیراگراف میں، ﴿توحید کا اثبات﴾ اور ﴿شرک کی تردید﴾ کی گئی۔

(a) اس حصے میں بتایا گیا کہ تخلیق کائنات کا ایک مقصد ہے، اسے کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنایا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ حق کو باطل پر دے مارے گا۔ باطل مٹ جائے گا۔ دنیا کو کھیل تماشا سمجھنے والوں کے لیے تباہی ہے۔

(b) فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھنے والے اللہ سے غلط باتیں منسوب کرتے ہیں۔ زمین اور آسمانوں کے فرشتے اور اللہ کے مقرب فرشتے دم لیے بغیر اللہ کی بے عیبی کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی عبادت سے نہیں تھکتے۔
زمین کو سیراب کرنے والے خدا الگ نہیں ہیں۔

(c) توحید کی عقلی دلیل پیش کی گئی اور فرمایا گیا کہ اگر زمین کے خدا الگ ہوتے اور آسمان کے خدا الگ ہوتے تو زمین وآسمان دونوں کا

نظام درہم برہم ہو جاتا۔ عرش کا مالک اللہ ان منسوب کردہ غلط صفات سے پاک ہے۔ وہ کسی کے آگے جواب دہ نہیں۔ بلکہ سب اس کے آگے جواب دہ ہیں۔ اللہ کے علاوہ دیگر خداؤں کو ماننے والوں کو دلیل پیش کرنی چاہیے۔

(d) ہر رسول توحیدِ عبادت کی دعوت دیتا ہے: ماضی میں جتنے بھی رسول بھیجے گئے ہیں ان سب پر اللہ نے یہی وحی کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ ہی کی عبادت کی جانی چاہیے۔

(e) فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دینے والے مشرکین سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان الزامات سے پاک ہے۔ فرشتے تو اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ وہ اللہ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ فرشتے صرف ان لوگوں کی شفاعت کریں گے، جنہیں اللہ پسند فرمائے گا۔ فرشتے اللہ کے خوف سے لرزاں رہتے ہیں۔ جو کہے ﴿میں الٰہ ہوں﴾ اسے دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔

3- آیات 30 تا 41 : تیسرے پیراگراف میں ﴿توحید کی آفاقی دلیلیں﴾ ہیں اور رسول ﷺ کا مذاق اڑانے والوں کو دھمکی دی گئی ہے۔

(a) اس حصے میں توحید کی آفاقی دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔ آسمان، زمین، پانی، پہاڑ اور پہاڑی دروں سے استدلال کیا گیا کہ وہی رات دن اور چاند سورج کا ﴿خالق﴾ ہے۔ ہر ایک اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے۔

(b) رسولوں کے بارے میں وضاحت کی گئی کہ انہیں لافانی زندگی عطا نہیں کی جاتی۔ ہر انسان کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ انسان کو خیر اور شر کے امتحان سے آزمایا جا رہا ہے اور موت کے بعد اللہ کے ہاں واپسی ہو گی۔

(c) مشرکین پر فردِ جرم عائد کی گئی کہ وہ رسولِ کریم ﷺ کو دیکھ کر مذاق اڑاتے ہیں اور طنز کرتے ہیں کہ آپ ﷺ انکے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں ﴿یَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ﴾۔ اور خود ان کا یہ حال ہے کہ خدائے رحمان کے ذکر کا انکار کر رہے ہیں۔

(d) منکرینِ قیامت اس کا وقت پوچھتے ہیں۔ کاش انہیں معلوم ہو تا کہ یہ دوزخ کی آگ سے نہ اپنے چہروں کو بچا سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں کو۔ ان کی مدد کہیں سے نہ ہو گی۔ قیامت کی آفت اچانک آئے گی اور انہیں حیران کر دے گی۔ یہ نہ تو اسے رد کر سکیں گے اور نہ انہیں مزید مہلت ملے گی۔

(e) رسولِ کریم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ پچھلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا جاتا رہا ہے، پھر وہ مذاق اڑانے والے عذاب میں گر گئے۔

4- آیات 42 تا 47 : چوتھے پیراگراف میں، مشرکین کے خود ساختہ خداؤں ﴿آلِهَة﴾ کی بے بسی بیان کر کے انہیں تنبیہ کی گئی کہ ان کے دن گنے جا چکے ہیں۔ ﴿مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہو گا﴾۔

(a) اس حصے میں مشرکینِ مکہ سے ﴿مجادلہ﴾ ہے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ کون سا خدا اللہ کی گرفت سے تمہاری حفاظت کر رہا ہے؟ کیا کوئی دوسرا خدا ان کو بچا سکتا ہے؟ وہ تو خود اپنی مدد کی استطاعت بھی نہیں رکھتے۔ مشرکینِ مکہ پر فردِ جرم عائد کی گئی کہ یہ موروثی اور خاندانی امارت پر نازاں ہیں، لیکن اب اسلام پھیل رہا ہے اور مشرکین کے لیے زمین تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ یہ بہت دیر تک غالب نہیں رہ سکتے۔ مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہو گا۔

(b) رسول اللہ ﷺ وحی کے ذریعے سے لوگوں کو خبردار کر رہے ہیں، ﴿إِنَّمَا أُنذِرُكُم بِالْوَحْيِ﴾ لیکن بہرے اس پکار کو کیسے سن سکتے ہیں؟ یہ پچھتائیں گے، قیامت کے دن عدل ہوگا۔ رائی کے برابر عمل بھی لا کر دکھایا جائے گا اور محاسبے کے لیے اللہ کافی ہے۔

5- آیات 48 تا 49 : پانچویں پیراگراف میں، یہ بات ثابت کی گئی کہ تورات اور قرآن دونوں کتابوں کی تعلیمات کی روشنی میں ﴿عقیدۂ توحید﴾ اور ﴿عقیدۂ آخرت﴾ اختیار کر لینا چاہیے۔

اس حصے میں بتایا گیا کہ پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کو فرقان ﴿تورات﴾، روشنی اور یاددہانی سے نوازا تھا۔
اور اب ایک بابرکت ذکر (قرآن) محمد ﷺ پر نازل کیا گیا تو کیا مشرکینِ مکہ اس کا انکار کریں گے؟ تقویٰ رکھنے والے لوگ تو اللہ غیب اور قیامت پر ایمان لا کر اللہ سے ڈرتے ہیں اور خوفِ قیامت سے لرزاں رہتے ہیں۔

6- آیات 50 تا 3 ؛ چھٹے پیراگراف میں، ﴿کئی انبیاء﴾ کا ذکر کر کے ان کے کردار اور ان کی دعوت پر روشنی ڈالی گئی۔

(a) ﴿حضرت ابراہیمؑ کی توحیدی خدمات﴾ اس حصے کی ابتدائی چوبیس آیات (50 تا 73) میں مشرکین کے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ کے عقیدۂ توحید کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ عقیدۂ توحید کے سلسلے میں انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم سے مناظرہ کیا، جو باپ دادا کی اندھی تقلید میں مبتلا تھی۔ عقلی دلیلیں پیش کیں۔ خود غور و فکر سے کام لیا اور دوسروں کو غور و فکر کی دعوت دی۔ ان سے پوچھا کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی ہستیوں کی عبادت کرنا چاہتے ہو؟ جو فائدہ اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتیں۔ عزیمت اور جرأت سے کام لیا۔ بتوں کو پاش پاش کر دیا۔ چنانچہ آگ میں جھونکے گئے۔ اللہ نے انہیں بچا لیا۔ مشرکین کی سازشیں ناکام ہوئیں۔ حضرت لوطؑ کے ساتھ ارضِ مقدس کی طرف ہجرت کی۔ آزمائش سے گزرے۔ اللہ نے ان پر انعام کیا اور بیٹے اسحاقؑ اور پوتے یعقوبؑ سے نوازا۔

- حاصلِ کلام یہ ہے کہ نبی انسان ہوتا ہے، آزمائشوں سے گزرتا ہے، لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا مستحق ہو جاتا ہے۔

(b) ﴿دیگر انبیاء کا کردار اور ان کی خدمات﴾ اس کے بعد آیات (74 تا 93) میں کئی انبیاء کا ذکر اختصار کے ساتھ کر کے بتایا گیا کہ یہ سب اللہ کے نیک، صالح، شاکر، صابر اور خاشع بندے تھے۔

- حضرت لوطؑ خبائث میں مبتلا ایک قوم سے برسرِ پیکار رہے۔ بالآخر اللہ نے نجات دی اور رحمت میں داخل ہوئے۔
- حضرت نوحؑ بھی اپنی قوم میں مسلسل دعوت کا کام کرتے رہے۔ اللہ سے مدد طلب کرتے رہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے پیروکاروں کو بچا لیا۔
- حضرت داودؑ و سلیمانؑ کو علم و حکم کی نعمتیں عطا کی گئیں۔ حضرت داودؑ کو خوش الحانی عطا کی پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ہم نوا ہو جاتے۔ انہیں ہنر سکھایا کہ فوج کے لیے آہنی لباس تیار کرتے تھے۔
- حضرت سلیمانؑ کے لیے ہواؤں کو مسخر کر دیا۔ جنات ان کے تابع تھے۔

- حضرت ایوبؑ کو تکلیف سے نجات دی۔ ان کی دعائیں قبول کیں۔
- حضرت اسماعیلؑ وادریسؑ وذوالکفلؑ کو ان کی صبر واستقامت اور نیک چلنی کے سبب اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔
- مچھلی والے حضرت یونسؑ کو نجات دی، جب انہوں نے اپنی لغزش کا اعتراف ان الفاظ میں کیا۔

﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾

- حضرت زکریاؑ کی دعا قبول فرما کر بڑھاپے میں حضرت یحییٰؑ جیسا بیٹا عطا فرمایا، ان سب کا اللہ سے مضبوط تعلق تھا۔

یہ سب بزرگ شوق اور خوف کے ملے جلے جذبات اور خشوع کے ساتھ اللہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔

- پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ جیسی پاک دامن خاتون کو حضرت عیسیٰؑ جیسا بیٹا عطا فرمایا۔

(c) حاصل کلام یہ ہے کہ تمام پیغمبر بشر ہوتے ہیں، خدا نہیں ہوتے۔ لغزشوں پر توبہ اور استغفار کرتے ہیں۔ صبر وشاکر ہوتے ہیں۔ توحید کی دعوت کو عام کرنے کے لیے جرأت وعزیمت سے کام لیتے ہوئے قوم کی مخالفتوں کا سامنا کرتے ہیں۔ ان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق بہت مضبوط ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی اسی سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ ان پر اعتراضات اور الزامات کے بجائے ان کی قدر ومنزلت پہچاننے کی کوشش کی جائے۔

اس حصے کے آخر میں بتایا گیا کہ ان تمام انبیاء کی ایک ہی امت ہے ﴿إِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ اور ان سب کا خدا بھی ﴿اللہ﴾ ہی ہے اور اُسی کی ﴿عبادت﴾ کی جانی چاہیے، لیکن بعد میں لوگوں نے دین کے ٹکڑے کر دیے۔ جو شخص ایمان کے ساتھ نیک کوششیں کرے گا، اس کی محنت بیکار نہیں ہو گی۔

7- آیات 94 تا 106 : ساتویں پیراگراف میں، بتایا گیا کہ ﴿اہلِ توحید﴾ اور ﴿اہلِ شرک﴾ کا انجام یقیناً مختلف ہو گا۔

(a) اہلِ شرک کا انجام: اس حصے میں بتایا گیا ہے کہ ضدی لوگ عذابِ الٰہی سے پہلے رجوع نہیں کرتے۔ قیامت سے پہلے یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا۔ قیامت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ کافر اس وقت پچھتائیں گے۔ مشرکین سے کہا گیا وہ بھی اور ان کے بت بھی (اور اُن کے وہ لیڈر بھی، جو خدائی میں شریک ہونا چاہتے تھے) ﴿حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ یعنی دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ دوزخ میں وہ اس طرح چلائیں گے کہ کوئی فریاد نہیں سن سکے گا۔

(b) اہلِ توحید کا انجام: نیک لوگ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ اس کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے۔ دل پسند عیش میں ہوں گے۔ ان پر گھبراہٹ طاری نہ ہو گی۔ فرشتے ان کا خیر مقدم کریں گے۔

(c) قیامت کی عقلی دلیل پیش کی گئی کہ جس نے تخلیق کا ﴿آغاز﴾ کیا تھا، وہی اللہ ﴿اعادہ﴾ کرے گا۔ قیامت ہو کر رہے گی۔

﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ﴾ (آیت:104)

8- آیات 107 تا 112 : آٹھویں اور آخری پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کو ﴿ساری کائنات کے لیے رحمت﴾ قرار دے کر آپ ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی۔ مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہو گا۔

(a) آخری حصے میں مسلمانوں کو خوشخبری سنائی گئی کہ ﴿انہیں زمین میں اقتدار حاصل ہو گا﴾ یہ بشارت زبور میں لکھ دی گئی تھی۔

﴿أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾

(b) مشرکین مکہ کو سمجھایا گیا کہ وہ آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفی ﷺ کی قدر پہچانیں۔ آپ سلسلۂ رسالت کی آخری کڑی ہیں اور تمام اہل عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾۔ آخری پیغمبر کے بعد قیامت ہی کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگوں کے لیے ایک آزمائش ہو یا پھر فائدہ اٹھانے کے لیے ایک مہلت ہو۔ ساری دنیا سے مطالبہ کیا گیا کہ کیا وہ اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہے؟ ﴿فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ؟﴾

(c) آخری آیت توحید و شرک کی کشمکش کے ماحول میں رسول اللہ ﷺ کی دعا نقل کی گئی: "اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ کر دے۔ مشرکین مکہ کے خود ساختہ شرک پر ہم اپنے رحمن رب ہی سے مدد طلب کر سکتے ہیں۔"

﴿رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾

مرکزی مضمون

تمام انبیاء، توحید اور آخرت کی دعوت دیتے رہے ہیں۔ آخری رسول محمد مصطفی ﷺ ﴿رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ ہیں۔ جد امجد ابراہیمؑ کی میراث کے صحیح وارث ہیں اور اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ قرآنی دلیلوں کی روشنی میں اس رحمت ﷺ کو جھٹلانے اور اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں انہیں ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہو گا۔

FLOW CHART

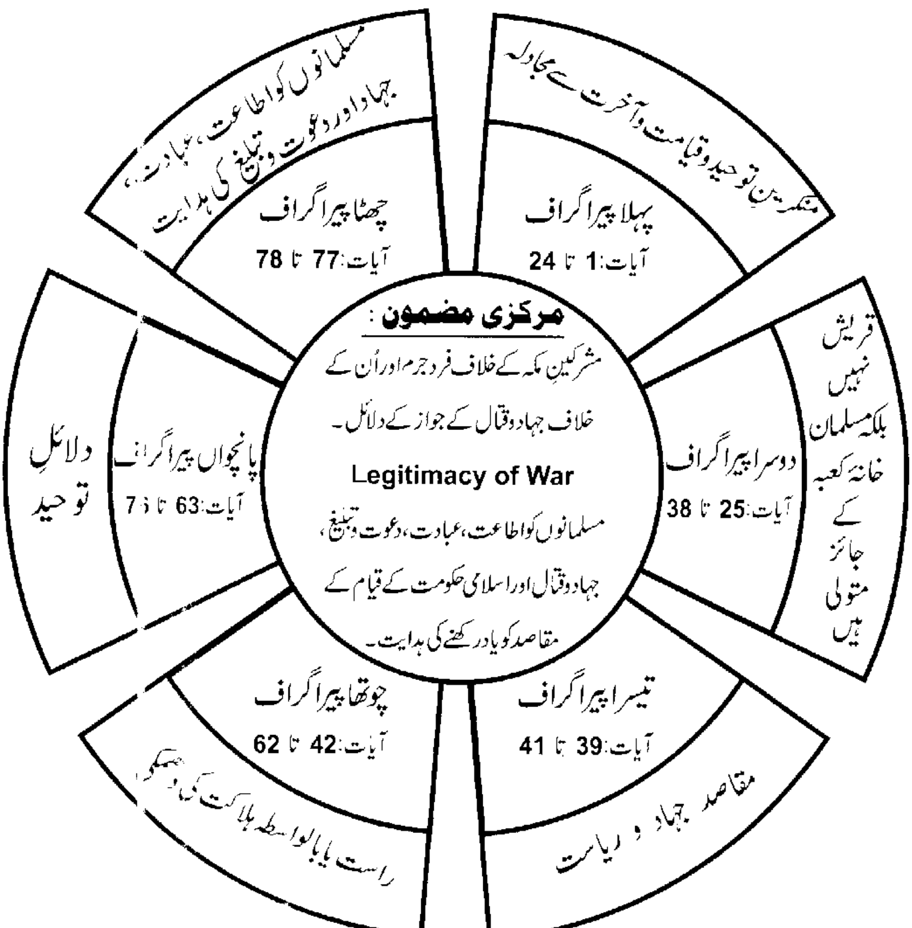
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

22- سُورَةُ الْحَجِّ

آیات : 78 ...... مَدَنِیَّۃ ...... پیراگراف : 6



زمانۂ نزول اور پس منظر

1- سورۃ ﴿الحج﴾ مکی بھی ہے اور مدنی بھی۔ چنانچہ اس سورت میں مدنی رنگ اور مکی رنگ دونوں کا امتزاج ملتا ہے۔ ابتدائی چوبیس (24) آیات غالباً ہجرت سے پہلے 13 نبوی میں نازل ہوئیں۔ اور بقیہ 54 آیات ہجرت کے فوراً بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔

پہلی ہجری میں سورۃ الحج کے علاوہ، سورۃ التغابن نازل ہوئی۔ دوسری ہجری میں سورۃ البقرہ اور سورۃ الطلاق نازل ہوئیں۔ رمضان دو ہجری یعنی جنگ بدر سے پہلے سورۃ محمد نازل ہوئی اور جنگِ بدر کے بعد سورۃ الانفال۔

یہ وہ دور تھا، جب اسلامی تحریک ایک نئے اور حساس دور میں داخل ہو رہی تھی۔ 13 سال کی دعوت و تبلیغ اور اُس کے نتیجے میں ہونے والے ظلم و ستم اور رسول اللہ ﷺ کے شہر مکہ سے اخراج اور قتل کے منصوبوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدینہ منورہ میں ایک ٹھکانہ فراہم ہو رہا تھا، جہاں اسلامی ریاست کی بنیاد پڑ رہی تھی۔

2- یہ وہ پہلی سورت ہے، جس میں مسلمانوں کو قتال کی پہلی قسم دفاعی جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے مسلم نوجوانوں سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ روکے رکھیں۔ ﴿كُفُّوٓا۟ أَيْدِيَكُمْ﴾ (النساء: 77)

3- اس سورت میں، قریش کی قیادت کے خلاف فردِ جرم (Charge Sheet) بھی عائد کی گئی ہے اور ان کے خلاف قتال و جہاد کا جواز (Legitimacy of War) بھی پیش کیا گیا ہے۔ قریش کی متکبر قیادت، اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ کی میراث کھو چکی تھی۔ توحید کے بجائے شرک، آخرت پر یقینِ کامل کے بجائے ریب اور شک میں مبتلا ہو چکی تھی۔ نماز، طواف اور دیگر مناسکِ حج میں بدعتوں کو جگہ دے چکی تھی۔ حلال و حرام کے خود ساختہ قوانین وضع کر کے اللہ کی حاکمیت کو چیلنج کر رہی تھی۔ ان تمام غلط عقائد کے باوجود، یہ خانۂ کعبہ کی متولی بھی تھی۔ تمام بلادِ عرب میں قریش کی ساکھ اسی گھر کی نسبت سے تھی۔ ان کی معیشت کا انحصار تجارت پر تھا، جس کے فروغ کی بنیادی وجہ ان کا مذہبی مرتبہ تھا۔ دراصل قریشی قیادت اُن پیرزادوں پر مشتمل تھی، جن کے اندر خوفِ خدا اور خوفِ آخرت دونوں کا فقدان تھا، یہ ایک ایسا ڈھانچہ تھا، جس میں صحیح ابراہیمی مذہبی رُوح عنقا ہو چکی تھی۔ ان تمام باتوں کے باوجود، وہ کسی عقلی اور نقلی دلیل و برہان کے بغیر، محض تکبر کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ سے بحث و تکرار اور ﴿مُجَادَلَه﴾ پر اُتر آئے تھے۔

سورۃ الحجّ کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿الانبیاء﴾ میں بتایا گیا تھا کہ تمام انبیاء توحید کی دعوت دیتے رہے ہیں۔ محمد ﷺ اس سلسلے کی آخری کڑی اور رحمت للعالمین ہیں۔ اپنے جدِّ امجد حضرت ابراہیمؑ کے سچے وارث ہیں۔ آپ ﷺ کو جھٹلانے والوں کی شامت آئے گی۔ پچھلی سورت میں جس شامت کا الٹی میٹم تھا، اُس کی عملی تعبیر کے لیے یہاں سورۃ الحج میں، تحریک کے ابتدائی مرحلے میں مظلوم مسلمانوں کو ظالم مشرکین کے خلاف دفاعی جنگ کی اجازت دی گئی۔

﴿أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ﴾ (آیت:39)

"اُن لوگوں کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی، جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں، اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔"

چنانچہ جب اگلے سال بدر میں ان کا مقابلہ کافروں سے ہوا تو مسلمان سرخرو ہو گئے۔

2۔ اگلی سورت ﴿المؤمنون﴾ میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ اگلے مراحل میں مشرکین پر فتح حاصل کرنے کے لیے پختہ ایمان اور عملِ صالح ضروری ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الحج﴾ میں، دو قسم کی قیادتوں (Leadership) کا تقابل:

اس سورت میں مشرکین مکہ کی قیادت اور رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں اسلام قبول کرنے والے نوجوانوں کے کردار کا تقابل بھی ہے اور دونوں گروہوں ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ﴾ (آیت 19) کے موقف کی وضاحت بھی۔

اسی قسم کا تقابل ﴿سورۃ محمد﴾ میں بھی پایا جاتا ہے، جو اگلے سال دو ہجری میں نازل ہوئی۔

قریش کی قیادت اور مسلمانوں کی قیادت کے اس تقابل کو مندرجہ ذیل جدول میں ملاحظہ فرمایئے۔

موضوع اور حوالہ جات	قریش کی مشرک قیادت	مسلمان قیادت
ظُلِمُوْا (39)، اُخْرِجُوْا (40)	ظالم اور مُخْرِج	مظلوم اور مہاجر
آخرت پر شک، ریب (5،7)	جنت و دوزخ، آخرت (بعث) اور جزا و سزا پر شکوک و شبہات	آخرت اور اُس کی جزا و سزا پر کامل یقین و ایمان
توحیدِ عبادت آیات: 11، 71، 77	اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ مِن دُونِ اللہ کی عبادت	صرف اللہ واحد کی عبادت
توحیدِ دعا آیات 12، 13	مِن دُونِ اللہ سے دُعا	صرف اللہ ہی سے دُعا
ولایت، اور [illegible] پرستی آیات: 3، 78	لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ (13) برے مرجع اور برے ساتھی	فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (78) بہترین مرجع اور بہترین مددگار اللہ
امانتِ توحید میں خیانت آیت: 38	﴿خَوَّان﴾ بدعہد، خائن اور ﴿كَفُور﴾ ناشکری قیادت، جو خانۂ کعبہ کی تولیت کا استحقاق نہیں رکھتی تھی۔	دینِ ابراہیمی اور توحید کی وارث قیادت، جو خانۂ کعبہ کے متولی ہونے کا استحقاق رکھتی تھی۔
بلا علم بحث تکرار يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ آیات: 3، 8، 68	علم، دلیل، برہان، ہدایت اور کتاب سے محروم قیادت، جو بے جا بحث و تکرار اور ﴿مُجادَلہ﴾ پر اتر آئی تھی۔	عقلی اور نقلی دلیلوں سے مسلح قیادت، جو وحی کی روشنی میں اعلیٰ اخلاق و کردار کی حامل تھی۔
حق و باطل آیت: 62	یہ قیادت باطل کی پیروکار اور باطل کی علمبردار تھی۔ ﴿مِن دُونِ اللہ﴾ باطل ہیں	یہ قیادت حق کی پیروکار اور حق کی علمبردار تھی۔ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ

2- سورۃ ﴿الحج﴾ میں مشرکینِ مکہ کا بلا علم اور بلا دلیل مُجادَلَہ:

سورۃ الحج میں اس طرزِ عمل اور بحث و تکرار ﴿مُجادَلَہ﴾ کا تین (3) مرتبہ ذکر کیا گیا۔ (آیات: 3، 8 اور 68)

(a) قریش کو صاف بتا دیا گیا کہ وہ کسی پختہ علم کے بغیر، رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے کے بجائے، ہر سرکش شیطان ﴿كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ﴾ کی پیروی کرتے ہوئے ﴿مُجادَلَہ﴾ یعنی بحث و تکرار پر اتر آئے ہیں۔ (آیت: 3)

(b) قریش کو صاف بتا دیا گیا کہ وہ علم، کتاب اور دلیل و برہان کے بغیر، رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے کے بجائے ﴿مُجادَلَہ﴾ یعنی بحث و تکرار پر اتر آئے ہیں۔ (آیت: 8)

(c) رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ قریش پر واضح کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس مجادلانہ طرزِ عمل سے خوب واقف ہے اور وہ روزِ قیامت فیصلہ کرے گا۔ (آیت: 68)

3- سورۃ ﴿الحج﴾ میں اِمکانِ آخرت پر شک کرنے والوں کے لیے دلیل:

آخرت اور بعثت کو شک ﴿ریب﴾ کی نگاہ سے دیکھنے والوں اور آخرت کا انکار کرنے والوں کو ایک آفاقی دلیل کے ذریعے مطمئن کیا گیا کہ قبروں سے ضرور اٹھایا جائے گا۔ قیامت برپا ہو کر رہے گی۔ (آیات: 5 تا 7)

منکرین کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ قیامت تک شک ﴿مریۃ﴾ ہی میں مبتلا رہیں گے۔ (آیت: 55)

4- سورۃ ﴿الحج﴾ میں ﴿توحید فی الدعاء﴾ کے سلسلے میں دو (2) رویوں کا تذکرہ:

(a) پہلا رویہ شدید گمراہ مشرکینِ مکہ کا تھا۔ وہ اُن ہستیوں کو پکارتے تھے، جو انہیں نقصان یا فائدہ نہیں پہنچا سکتی تھیں۔

﴿يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾ (آیت: 67)

(b) اس کے برخلاف رسول اللہ ﷺ کو ہدایت دی گئی کہ وہ صرف اور صرف اللہ ہی کو پکاریں اور اللہ ہی سے دعا کریں۔

﴿وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (آیت: 12)

5- سورۃ ﴿الحج﴾ میں، ﴿توحیدِ ولایت﴾ اور مشرکانہ تصورِ ولایت کا تقابل:

اس سورت میں دو قسم کی ولایتوں کا ذکر ہوا ہے۔ (بہترین سرپرست اور بدترین سرپرست)۔ ﴿نِعْمَ الْمَوْلٰى﴾ (آیت: 78) اور ﴿بِئْسَ الْمَوْلٰى﴾ (آیت: 13)

(a) سورۃ الحج کی اس آخری آیت 78 میں ﴿نِعْمَ الْمَوْلٰى﴾ کے لفظ سے دراصل، آیت: 13 میں بیان کردہ ﴿لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ﴾ کا جواب دیا گیا ہے۔

(b) انسان جب ﴿مِن دُونِ اللهِ﴾ سے دعا کرتا ہے تو وہ گمراہی کی انتہاء پر پہنچ جاتا ہے۔ وہ ایسی مخلوق سے دعا کرتا ہے، جو ﴿لَبِئْسَ الْمَوْلَىٰ وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ﴾ یعنی بدترین ساتھی اور رفیق ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ﴿نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾ یعنی بہترین مدد گار ہے۔

6- ہلاکت اقوام کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے دو(2) اہم اصول۔ پہلے مہلت، پھر گرفت:

اس سورت کی آیت نمبر 44 اور 48 میں اللہ تعالیٰ کے دو(2) قوانین کی وضاحت کی گئی ہے۔

(a) پہلا اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم قوموں کو مہلت دیتا ہے، عذاب کو موخر کر دیتا ہے، فوراً سزا نہیں دیتا۔ اس اصول کی وضاحت کے لیے ﴿أَمْلَيْتُ﴾ "میں نے مہلت دی" کا لفظ استعمال کیا گیا۔

(b) اللہ تعالیٰ کا دوسرا اصول یہ ہے کہ وہ مہلت کی مدت گزر جانے پر پکڑ لیتا ہے۔ اس اصول کی وضاحت کے لیے ﴿أَخَذْتُ﴾ "میں نے پکڑ لیا" کا لفظ استعمال کیا گیا۔ ﴿فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ﴾ (آیت:44)

﴿وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾ (آیت:48)

7- سورۃ ﴿الحج﴾ میں مظلوم مومن مہاجرین کے لیے خوشخبری:

(a) اس سورت میں اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے مظلوم مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ اگر وہ اللہ کے دین کے قیام کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کی ضرور مدد کرے گا۔

﴿الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ ...... وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (آیت:40)

(b) ہجرت کے دوران میں شہید ہونے والوں اور مرنے والوں کو رزقِ حسن کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ (آیت:58)

﴿وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

8- سورۃ ﴿الحج﴾ میں بھرپور جہاد کے مختلف اور جامع پہلو بیان کیے گئے:

اس سورت کی آخری آیت میں بھرپور مجاہدے کا حکم دیا گیا ہے۔ ﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾

"اللہ کی راہ میں جہاد (جدوجہد) کرو! جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔"

(a) ﴿جِهَاد﴾ میں نہ صرف ﴿قِتَال﴾ بلکہ ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد شامل ہے۔ جہاد زبان و قلم سے بھی ہوتا ہے اور تلوار سے بھی۔ عدل و قسط کا اہتمام بھی جہاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ افضل مومن کون سا ہے؟ فرمایا: ﴿مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ "ایسا مومن جو اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے" (صحیح مسلم: 4995)

(b) جہاد کا آغاز، قبولیتِ اسلام اور صحیح عقیدۂ توحید سے ہوتا ہے، پھر یہ تعلق باللہ اور صبر کی منزلوں سے ہوتا ہوا ہجرت کی منزلیں طے کرتا ہے، پھر نوبت قتال اور اِقامتِ دین کی آتی ہے، تاکہ اسلامی حکومت کے ذریعے قیامِ عدل و یقینی بنایا جاسکے۔

(c) ﴿حَقَّ جِهَادِهِ﴾ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنی خود ساختہ رائے کے مطابق جدوجہد نہ کرے، بلکہ قرآن وسنت اور صحابہؓ کے راستے اور طریقۂ کار کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنی تمام جسمانی، ذہنی، فکری، مالی، مادی اور روحانی صلاحیتوں کو شہادتِ دین کے لیے وقف کردے۔

(d) حق پرست گروہ قیامت تک ﴿جہاد﴾ یعنی ﴿قتال﴾ بھی کرتا رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ (صحیح مسلم:412)

"میری امت کا ایک گروہ قیامت تک حق پر قائم رہتے ہوئے مسلسل لڑتا رہے گا اور غالب ہوگا"

(e) ﴿حَقَّ جِهَادِهِ﴾ میں علماء اور مجتہدین کا اجتماعی اجتہاد بھی شامل ہے، جو نئے پیش آمدہ مسائل کا حل قرآن وسنت کے واضح نصوص کی روشنی میں تلاش کرسکیں۔

(f) غلبۂ اسلام کے لیے دین اور دنیا کا صحیح اور پختہ علم حاصل کرنا بھی ﴿جہاد﴾ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

﴿مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ حَتّٰى يَرْجِعَ﴾ "جو علم کی تلاش میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے، یہاں تک کہ وہ واپس آجائے۔" (ترمذی: 2647، ضعیف)

9- سورۃ ﴿الحج﴾ میں، اسلامی حکومت کی چار اہم ذمہ داریاں بیان کی گئیں:

سورۃ الحج میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ جہاد وقتال کا اصل مقصد، عادلانہ اسلامی ریاست کا قیام ہے۔ آیت نمبر 41 میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی ریاست کے چار (4) بنیادی فرائض ہیں۔

(1) نماز کا قیام (2) نظامِ زکوۃ کا قیام (3) معروف کا حکم (4) منکرات کی روک تھام

10- سورۃ ﴿الحج﴾ میں وضاحت کی گئی کہ ہمارا ازلی نام ﴿مُسلمین﴾ ہے:

سورۃ الحج کی آخری آیت: 78 میں، ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا نام مسلمان ﴿اَلْمُسْلِمِيْنَ﴾ رکھا ہے، انہیں قیامت تک کے لیے، ساری دنیا کی ہدایت وامامت کے لیے چن لیا گیا ہے۔

﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾ انہیں اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ کی میراثِ توحید کی حفاظت کرتے ہوئے، دنیا کی نیہ آبادی تک دعوت و تبلیغ اور شہادتِ حق کا فریضہ بھرپور طریقے سے ادا کرنا چاہیے۔ ﴿تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾

11- سورۃ ﴿الحج﴾ میں وضاحت کی گئی کہ مسلمانوں کے اتحاد اور جمعیت کی اصل بنیاد ﴿اِعتِصَام بِاللّٰه﴾ ہے:

اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے اعتصام باللہ ﴿وَاعتَصِمُوْا بِاللّٰه﴾ کا حکم دیا گیا، تاکہ مسلمان تعلق باللہ کی بنیاد پر اپنی جمعیت اور تنظیم کو مضبوط اور مستحکم کر سکیں۔

سُورۃُ الحَجّ کا نظمِ جلی

سورۃُ الحَجّ چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 24 : پہلے پیراگراف میں، منکرینِ توحید و قیامت و آخرت سے ﴿مُجَادَلَه﴾ ہے کہ وہ بلا دلیل بحث و تکرار میں مبتلا ہیں۔

(a) سب سے پہلے مناظرِ قیامت کی ہولناکی سے قریشِ مکہ کو تخویف کی گئی۔
مشرکین کسی علم اور دلیل کے بغیر ہر سرکش شیطان ﴿كُلَّ شَيطانٍ مَّرِيدٍ﴾ کی پیروی کر رہے ہیں اور اللہ کے معاملے میں فضول بحث و تکرار اور ﴿مُجَادَلَه﴾ میں گرفتار ہیں۔ (آیات: 1 تا 4)

(b) وہ منکرِ آخرت بھی ہیں۔ دلائلِ تخلیق اور دلائلِ خزاں و بہار کے ذریعے ان پر اتمامِ حجت کی گئی کہ وہ تکبر ترک کر دیں اور ہدایت، کتابِ مبین اور پختہ علم کے بغیر ﴿مُجَادَلَه﴾ یعنی بحث و تکرار نہ کریں۔ (آیات: 5 تا 10)

(c) مشرکین کنارے کنارے رہتے ہوئے اللہ کی جزوی عبادت کرتے ہیں۔ ﴿شرك في الدعا﴾ کے مرتکب ہیں۔ ان کے خدا اور ان کے رفیق بدترین سرپرست اور بدترین ساتھی ہیں۔ آفاقی دلیلوں سے شرک کا ردّ اور توحید کا اثبات کیا گیا۔

(d) دو مخالف گروہوں ﴿خَصمَان﴾ مشرکینِ مکہ اور مسلمانوں کا مختلف کردار اور انجام واضح کیا گیا۔ (آیات: 19 تا 24)

2- آیات 25 تا 38 : دوسرے پیراگراف میں واضح کیا گیا ہے کہ قریش نہیں، بلکہ مسلمان خانۂ کعبہ کے جائز متولی (Legitimate Custodian) ہیں۔

(a) مسجد حرام کے حقوق اور احکامِ حج کی تفصیلی وضاحت کی گئی۔ (آیات: 25 تا 37)

(b) قریش کی خوّان (خائن اور بدعہد) وکفور (ناشکری) قیادت کے مقابلے میں، مسلمانوں کی مدد کا وعدہ کیا گیا۔

3- آیات 39 تا 41 : تیسرے پیراگراف میں، اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں بتا کر، ﴿مظلوم مسلمانوں کو قتال کی اجازت﴾ دی گئی۔

(a) مظلوم مسلمانوں کو دفاعی جہاد کی اجازت دی گئی۔ (آیت: 39)

(b) اللہ کے دین کی مدد کرنے والوں سے مدد اور نصرت کا وعدہ کیا گیا۔ ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللّٰهُ مَن يَّنصُرُه﴾

(c) جہاد کا مقصد اسلامی ریاست کا قیام ہے اور اسلامی ریاست کے چار (4) اہم ترین بنیادی فرائض گنوائے گئے۔ نماز کا قیام، اہتمام زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ (آیت:41)

4- آیات 42 تا 62 : چوتھے پیراگراف میں، تکذیب کرنے والی قوموں کی تاریخ بتا کر، کافروں کو راست (Direct) یا مسلمانوں کے ذریعے بالواسطہ (Indirect) ہلاکت کی دھمکی دی گئی۔ (آیات:42تا48)

(a) اللہ تعالیٰ کے دو (2) قوانین کی وضاحت کی گئی۔ پہلا قانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم قوموں کو مہلت دیتا ہے عذاب کو موخر کرتا ہے، فوراً سزا نہیں دیتا۔ اِس قانون کی وضاحت کے لیے ﴿اَمْلَيْتُ﴾ "میں نے مہلت دی " کا لفظ استعمال کیا گیا۔ دوسرا قانون یہ ہے کہ وہ مہلت کی مدت گزر جانے پر پکڑ لیتا ہے۔

اِس قانون کی وضاحت کے لیے ﴿اَخَذْتُ﴾ "میں نے پکڑ لیا" کا لفظ استعمال کیا گیا۔ (آیات:44تا48)

(b) ایمان لانے والوں سے مغفرت اور رزقِ کریم کا وعدہ اور کافروں کو دوزخ کی وعید سنائی گئی۔ (آیات:49تا61)

(c) ہجرت کے دوران میں شہید ہونے والوں اور مرنے والوں کو رزقِ حسن کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

﴿لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا﴾ (آیت:58)

(d) دلائل کے ذریعے مشرکین پر واضح کیا گیا کہ اللہ کے علاوہ ﴿مِن دُونِ اللّٰهِ﴾ یعنی دوسروں سے دعا کرنا باطل ہے۔ (آیت:62)

5- آیات 63 تا 76 : پانچویں پیراگراف میں، دلائل توحید سے واضح کیا گیا ہے کہ ﴿خالق اور مخلوق﴾ برابر نہیں ہو سکتے۔

(a) دلائل ربوبیت اور دلائل قدرت بیان کر کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرنے کا حکم دیا گیا۔ (آیات:63تا68)

(b) مشرکین پر واضح کیا گیا کہ ﴿مِن دُونِ اللّٰهِ﴾ کی عبادت بلا دلیل ہے۔ ان کا انجام دوزخ ہوگا۔ (آیات:69تا72)

(c) عقیدۂ توحید کی وضاحت اور ابطالِ شرک کے لیے ایک خوبصورت تمثیل بیان کی گئی۔ مکھی کی مثال سے ثابت کیا گیا کہ خالق اور مخلوق برابر نہیں ہو سکتے۔ انسان ﴿مِن دُونِ اللّٰهِ﴾ یعنی دوسروں سے مانگ کر کوئی معمولی چیز بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ طالب اور مطلوب دونوں ناتواں ہیں یعنی انسان بھی کمزور ہے اور ﴿مِن دُونِ اللّٰهِ﴾ بھی کمزور ہیں۔ (آیت:73)

(d) مشرکین پر افسوس کا اظہار کیا گیا کہ انہوں نے اللہ کی صحیح قدر نہ پہچانی۔ ایسا اللہ کی صفات سے لاعلمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (آیات:74تا76)

6- آیات 77 تا 78 : چھٹے اور آخری پیراگراف میں، مسلمانوں کے لیے دس (10) نکاتی ہدایت نامہ عطا کیا گیا۔

رکوع، سجدہ، عبادت، افعالِ خیر، جہاد و قتال، دینِ ابراہیمی کی پیروی، شہادتِ دین کی انجام دہی، اہتمام نماز، اہتمام زکوٰۃ اور اللہ کے ساتھ

مضبوط تعلق کی بنیاد پر اجتماعیت کی تشکیل۔

(a) امتِ مسلمہ کی فلاح کا دارو مدار، صحیح عقیدے، صحیح عبادات واطاعات اور صحیح اجتماعی رویوں پر موقوف ہے۔

(b) مسلمانوں کو اپنی تمام تر جسمانی، ذہنی، فکری، مالی، مادّی اور روحانی صلاحیتوں کو شہادتِ دین کے لیے وقف کر دینا چاہیے۔

(c) مسلمانوں کو صحیح عقیدۂ توحید، شہادتِ دین، اقامتِ دین، امامت وقیادت، جہاد اور عدلِ اجتماعی کے لیے منتخب کر لیا گیا ہے۔

(d) دینِ اسلام میں رہبانیت اور تصوف کی سختیاں نہیں رکھی گئیں ہیں۔ ان کا نام مسلمان رکھا گیا ہے، انہیں فرقہ پرستی سے بچنا چاہیے۔ شہادتِ دین کے بارے میں نہ صرف رسول اللہ ﷺ بلکہ امتِ مسلمہ سے بھی باز پرس ہوگی۔ آخر میں حکم دیا گیا کہ مسلمانوں کو اللہ کو ﴿نِعمَ المَولیٰ﴾ اور ﴿نِعمَ النَّصِیر﴾ مان کر تعلق باللہ کی بنیاد پر مسلمانوں کو ایک مضبوط اجتماعیت قائم کرنا چاہیے۔ (آیت:78)

مرکزی مضمون

مشرکینِ مکہ کے خلاف فردِ جرم اور اُن کے خلاف جہاد و قتال کے جواز (Legitimacy of War) کے دلائل دیے گئے۔

مسلمانوں کو اِطاعت عبادت، شہادت، دین، تعلق باللہ، دعوت و تبلیغ، جہاد و قتال، مضبوط اجتماعیت اور اسلامی حکومت کے قیام کے مقاصد کو یاد رکھنے کی ہدایت کی گئی۔

FLOW CHART

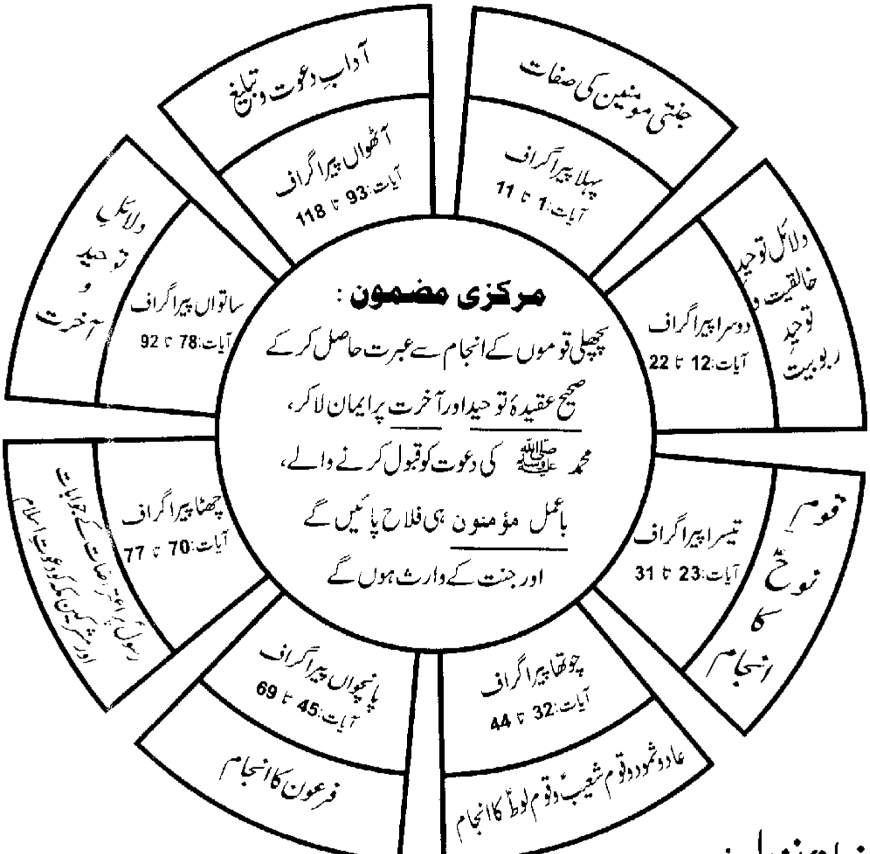
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

23- سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ

آیات : 118 ...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 8



- **زمانۂ نزول:**

سورۃ ﴿الْمُؤْمِنُوْن﴾، سورۃ ﴿الفُرقان﴾ کے ساتھ، غالباً سات (7) نبوی کے قحط کے زمانے میں، رسول ﷺ کے قیام مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) میں حضرت عمرؓ کے قبول اسلام (ذوالحجہ 6 نبوی) کے بعد نازل ہوئی، جب آپ ﷺ پر ﴿مَجنُون﴾ ہونے کا الزام تھا (آیت: 70)۔ جنون کا یہی الزام حضرت نوحؑ پر بھی عائد کیا گیا تھا۔ (آیت: 25)

آخری آیت: 118 میں رحم کی دعا مانگی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ قریشِ مکہ کو ہلاک نہ کرے۔

سورۃ المؤمنون کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿الحج﴾ میں اللہ کی طرف سے مظلوموں کو جہاد کی اجازت دی گئی تھی۔ (آیت:39)

یہاں سورۃ ﴿المؤمنون﴾ میں ظالموں کو بتایا گیا کہ نجات کا راستہ ایمان اور عملِ صالح ہے تاکہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ سکیں۔

2۔ اس سورۃ ﴿المؤمنون﴾ میں، مسلمانوں سے ایمان کے بعد اخلاقی، عباداتی اور مالی جامع اعمالِ صالحہ کا مطالبہ ہے، جو انفرادی اہمیت کی حامل ہیں۔

3۔ اگلی سورۃ ﴿النور﴾ میں اسلامی ریاست اور اس کے اداروں کی تنظیم کے لیے، قانونی، معاشرتی اور فوجداری قوانین کے نفاذ کا مطالبہ ہے۔

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

1۔ سورۃ ﴿المؤمنون﴾ میں ﴿فلاح﴾ کے لیے دو (2) شرائط کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایمان اور عملِ صالح:

(a) ایمان لا کر جامع صفات پر مشتمل کردار سازی کی کوشش کرنے والے لوگ ہی ﴿فلاح﴾ پائیں گے۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (آیت:1)

(b) اللہ کے ساتھ ساتھ ﴿مِن دُوْنِ اللّٰہِ﴾ سے دعا کرنے والوں کے پاس کسی قسم کی دلیل نہیں ہے، وہ ﴿فلاح﴾ نہیں پا سکیں گے۔

﴿وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (آیت:117)

2۔ سورۃ ﴿المؤمنون﴾ میں ﴿توحیدِ خالقیت﴾ کے مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

(a) توحید کی ﴿انفسی دلیلیں﴾ بیان کرتے ہوئے واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ﴿تخلیق﴾ مٹی سے کی ہے۔

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ﴾ (آیت:12)

(b) اللہ تعالیٰ نے انسان کی ﴿تخلیق﴾ کے مختلف مراحل بیان کیے ہیں۔ پہلے نطفہ، پھر ایک معلق جنین، پھر لوتھڑا پھر ہڈیاں، پھر ہڈیوں پر گوشت اور پھر وہ ایک بھرپور انسان بنادیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف خالق ہے، بلکہ نہایت بابرکت فیض رساں ﴿احسن الخالقین﴾ ہے۔

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ﴾ (آیت:14)

(c) توحید کی ﴿آفاقی دلیلیں﴾ بیان کر کے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان تہہ بہ تہہ ﴿تخلیق﴾ کیے، وہ اپنی ﴿تخلیق﴾ سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ﴾ (آیت:17)

3- سورۃ ﴿المؤمنون﴾ میں ﴿توحید کی نقلی دلیلیں﴾ اور ﴿عقلی دلیلیں﴾ بھی فراہم کی گئیں:

(a) نقلی دلیل یہ کہ حضرت نوحؑ کے بعد سارے پیغمبروں نے ﴿اللہ کی عبادت﴾ کی دعوت دی، شرک سے روکا، لہٰذا شرک سے بچنا چاہیے۔ ﴿فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ؟﴾ (آیت:32)

(b) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہ وضاحت کی گئی کہ وہ بھی توحید کے سیدھے راستے کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ ﴿وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (آیت:73)

(c) توحید کی عقلی دلیلیں فراہم کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے کوئی بیٹا نہیں بنایا، اس کے ساتھ ﴿الوہیت﴾ اور ﴿خالقیت﴾ میں کوئی شریک نہیں ہے، ورنہ ہر ﴿خالق﴾، اپنی اپنی تخلیق کو لے کر الگ ہو جاتا اور ہر ﴿خالق﴾ ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتا۔ اللہ کی ذات ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ (آیت:91)

(d) آخر میں صاف کہہ دیا گیا کہ جو شخص اللہ کے علاوہ کسی کو پکارے گا تو اس کے پاس کسی قسم کی دلیل اور ﴿برہان﴾ نہیں ہے۔ ﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۚ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (آیت:117)

4- سورۃ ﴿المؤمنون﴾ میں ﴿آخرت اور انکارِ آخرت﴾ کے سلسلے میں قریش کے رویے بھی بیان کیے گئے ہیں:

(a) مشرکینِ مکہ میں سے بعض لوگ ﴿آخرت کا انکار﴾ کرتے تھے۔ انہیں تعجب تھا کہ قبر کی مٹی بن جانے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ کیے جائیں گے؟ ﴿قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ؟﴾ (آیت:82)

(b) مشرکینِ مکہ میں سے بعض لوگ خالص دہریے اور مادہ پرست ﴿منکرِ آخرت﴾ تھے۔ دنیاوی زندگی ہی کو حتمی زندگی سمجھتے تھے، جس میں وہ مرتے اور جیتے ہیں۔ وہ پورے یقین کے ساتھ کہتے تھے کہ ہم ہرگز دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے۔ ﴿اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾ (آیت:37)

(c) ان ﴿منکرینِ آخرت﴾ کافرین کا موقف یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں کی طرح ہیں، اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ چونکہ عام آدمیوں کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں، اس لیے اللہ کے رسول نہیں ہو سکتے ان کا یہ رویہ ان کے غرور اور ان کی مادی خوشحالی کی وجہ سے تھا، جسے قرآن نے ﴿اتراف﴾ کا نام دیا ہے۔ چنانچہ یہ کافر ملاقاتِ رب کا بھی انکار کرتے تھے اور رسالتِ محمدیؐ کا بھی۔

﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ﴾ (آیت:33)

(d) اللہ تعالیٰ نے ان ﴿منکرینِ آخرت﴾ پر واضح کر دیا کہ تم لوگ بھی ضرور بہ ضرور روزِ قیامت دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے۔

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾ (آیت:16)

(e) اللہ تعالیٰ نے ان ﴿منکرینِ آخرت﴾ پر یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے ہیں۔

﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ﴾ (آیت:74)

(f) قیامت کا نقشہ کھینچ کر بتایا گیا کہ اس دن وہ درخواست کریں گے کہ انہیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے، اس مرتبہ وہ نیک عمل کر کے دکھائیں گے۔ اللہ نے وضاحت کی کہ کہنے والا جان بچانے کے لیے اس طرح کی بات کرے گا۔ ﴿منکرینِ آخرت﴾ کو یہ بھی بتایا گیا کہ موت اور قیامت کے درمیان عالمِ برزخ ہے، دوبارہ زندہ کیے جانے تک انہیں برزخ میں رہنا ہو گا۔

﴿لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ (آیت:100)

5- سورۃ ﴿المومنون﴾ میں مشرک قیادت (Leadership) کے برے اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے:

کافر قیادت کے لیے ﴿مُسْتَكْبِر﴾، ﴿عَالِيْ﴾ اور ﴿مُتْرِفِيْن﴾ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

(a) فرعون اور اس کے فوجی سرداروں نے ﴿استکبار﴾ سے کام لیا، وہ اپنے آپ کو سب سے بلند ﴿عَالِيْن﴾ سمجھتے تھے۔

﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ﴾ (آیت:46)

(b) یہ لوگ ﴿تکبر﴾ سے اللہ کی آیات سے اسی طرح اعراض کرتے ہیں، جیسے کسی افسانہ گو کو ترک کیا جاتا ہے۔

﴿قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ○ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ﴾ (آیت:67)

(c) قوم کے کافر اور منکرینِ آخرت ﴿مُتْرِفِيْن﴾ یعنی خوشحال لوگوں نے رسول کا انکار کیا اور کہا کہ یہ ہماری ہی طرح کھانے پینے والا محض بشر ہے، رسول نہیں۔

﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ﴾ (آیت:33)

(d) بالآخر اللہ تعالیٰ نے بستی کے ﴿مُتْرِفِيْن﴾ یعنی خوشحال لوگوں کو عذاب میں جکڑ لیا۔

﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ﴾ (آیت:64)

6۔ سورۃ﴿المؤمنون﴾میں﴿قانونِ استبدالِ اقوام﴾(Law of Replacement) بھی بیان کیا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ کے دو قانون ہیں۔

پہلا قانون یہ ہے کہ وہ وقفے وقفے سے مجرم قوموں کو ہلاک کر دیتا ہے، یہ(Law of Annihilation) قانونِ ہلاکت ہے۔

دوسرا قانون یہ ہے کہ ایک مجرم قوم کو ہلاک کرنے کے بعد وہ دوسری قوم کو اٹھاتا ہے،

یہ قانونِ استبدال(Law of Replacement) ہے۔

(a) قومِ نوحؑ کی ہلاکت کے بعد، اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں کو میدانِ امتحان میں لا کھڑا کیا۔

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ (آیت:31)

(b) اسی طرح اس نے دوسری قوموں کی ہلاکت کے بعد کچھ اور لوگوں کو میدانِ امتحان میں لا کھڑا کیا۔

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ (آیت:42)

7۔ سورۃ﴿المؤمنون﴾میں مجرم قوموں کی﴿ہلاکت کے اُصول﴾بھی بیان کیا گیا ہے:

مشرکینِ مکہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو جھٹلاتے تھے۔ تکذیب کے مجرم تھے۔ اپنی خوشحالی پر مغرور اور متکبر تھے۔ وہ اللہ کے آگے جھکنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ اللہ کے حضور عاجزی اور تضرّع اختیار کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ان برائیوں کے سبب انہیں ہلاکت کی دھمکی دی گئی۔

(a) اللہ تعالیٰ نے پے در پے رسول بھیجے، لیکن انہوں نے سب کی﴿تَكْذِيب﴾کی بالآخر ایمان نہ لانے والوں کو افسانہ بنا کر رکھ دیا گیا۔﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (آیت:44)

(b) ﴿تاریخی دلیل﴾دی گئی کہ ماضی میں﴿تَكْذِيب﴾یعنی جھٹلانے کی وجہ سے لوگ﴿مُهلَك﴾یعنی ہلاکت یافتہ بنے۔

﴿فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ﴾ (آیت:48)

(c) اللہ کا یہ اصول ہے کہ وہ خوشحال لوگوں یعنی﴿مترفین﴾کو حکم دیتا ہے، وہ نافرمانی کرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عذاب میں جکڑ لیتا ہے۔﴿حَتّٰٓي اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْــــَٔــرُوْنَ﴾ (آیت:64)

(d) اللہ تعالیٰ نے ان مجرموں کو اپنے عذاب میں جکڑا۔ یہ لوگ نہ تو جھکنے والے تھے اور نہ تضرّع اختیار کرنے والے لوگ تھے۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾ (آیت:76)

8۔ سورۃ ﴿المؤمنون﴾ میں رحمت اور مغفرت کی دعائیں:

اس سورت میں مشرکین کے رویوں پر ہلاکت کے اندیشوں کا ماحول پایا جاتا ہے، چنانچہ اہل ایمان کو اللہ کی رحمت اور مغفرت کا دامن تھامنے کی نصیحت کی گئی۔

(a) اللہ کے نیک بندے، اللہ سے مغفرت بھی چاہتے ہیں اور وہ اس کی رحمت کے طلب گار بھی ہوتے ہیں۔

﴿إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ﴾ (آیت:109)

(b) آخری آیت میں رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ مغفرت اور رحمت کے طلب گار بن جائیں۔ قریش پر عذاب نازل ہو سکتا ہے۔ ﴿وَقُل رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ﴾ (آیت:118)

سورۃُ المُؤمِنُون کا نظمِ جلی

سورۃُ المُؤمِنُون آٹھ (8) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 11: پہلے پیراگراف میں، مومنین کی صفات بیان کی گئی ہیں، جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے۔

﴿فلاح﴾ یعنی کامیابی کے لیے سب سے پہلے ﴿ایمان﴾ اور اس کے بعد ﴿نیک اعمال﴾ لازمی ہیں۔ چند جامع نیک اعمال یہ ہیں، جو ایمانیات، اخلاقیات، مالی معاملات اور تزکیۂ نفس اور تہذیبِ نفس پر مشتمل ہیں۔ نماز کا ذکر ابتداء میں بھی ہے اور آخر میں بھی، کیونکہ دیگر تمام اعمال کے لیے یہ حصار کی حیثیت رکھتی ہے۔

(1) نماز میں خشوع۔ (2) لغویات سے پرہیز۔ (3) زکوٰۃ اور تزکیۂ نفس پر عمل۔

(4) شرمگاہ کی حفاظت۔ (5) امانت کا پاس۔ (6) عہد کا لحاظ۔ (7) نمازوں کی حفاظت۔

2- آیات 12 تا 22: دوسرے پیراگراف میں، توحید کی انفسی اور آفاقی دلیلوں سے اللہ کی ربوبیت کا بیان ہے۔

سب سے پہلے انسان کی اپنی تخلیق کے مراحل بیان کر کے اللہ نے اپنی طاقت اور قدرت کو واضح کیا۔ یہ ﴿انفسی دلیل﴾ تھی۔ اس کے بعد سات آسمانوں کی تخلیق کا ذکر کر کے ﴿آفاقی دلیل﴾ فراہم کی۔ پھر مختلف پھلوں کی نعمتوں کا ذکر فرمایا پھر مویشیوں کا ذکر کیا کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ انسانوں کو دودھ اور گوشت فراہم کرتا ہے اور ان جانوروں کو سواری کا ذریعہ بھی بنا دیتا ہے۔

3- آیات 23 تا 31: تیسرے پیراگراف میں، حضرت نوحؑ کی دعوت اور ان کی قوم کی ہلاکت کا بیان ہے۔

قوم نے حضرت نوحؑ کو جھٹلایا۔ سرداروں نے مخالفت کی۔ حضرت نوحؑ نے اللہ سے فریاد کی ﴿رب انصرنی﴾۔

اللہ کے حکم پر انہوں نے کشتی بنائی پھر طوفان سے کشتی والوں کو بچا لیا گیا اور جھٹلانے والوں کو غرق کر دیا گیا۔

قومِ نوحؑ کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں کو اُٹھایا۔ ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ﴾
قومِ نوحؑ کی ہلاکت کے انجام سے قریشی قیادت کو متنبہ کیا گیا ہے۔

4- آیات 32 تا 44 : چوتھے پیراگراف میں، نوحؑ کے بعد کی قوموں کے حالات بیان کیے گئے۔

قومِ نوحؑ کے بعد اٹھائی جانے والی قومیں بھی آخرت کا انکار کرتی تھیں۔ انہوں نے رسولوں کی بشریت پر اعتراض کر کے انہیں جھٹلایا۔ ان میں خالص دنیادار، مادہ پرست دہریے بھی موجود تھے، جو یقین کے ساتھ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز مردوں کو زندہ نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پے در پے رسول بھیجے۔ انکار اور تکذیب کی پاداش میں انہیں بھی ہلاک کیا گیا۔ پھر اُن کی ہلاکت کے بعد دوسری قومیں اُٹھائی گئیں۔

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ (آیت: 42)

ہر قوم کی ہلاکت کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔

5- آیات 45 تا 69 : پانچویں پیراگراف میں، نیک لوگوں اور بدکردار لوگوں کا موازنہ پیش کیا گیا۔

سب سے پہلے حضرت موسیٰؑ وھارونؑ کے مقابلے میں فرعون اور اس کے معاونین کا ذکر کیا گیا، جو نہ صرف متکبر تھے بلکہ اپنی بڑائی کا اظہار کرتے تھے۔ دونوں پیغمبروں کے بارے میں انہوں نے تکبر سے کہا کہ ہم ان کی پیروی کیسے کر سکتے ہیں، جب کہ ان کی قوم ہماری غلام ہے
پھر اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ کا ذکر کیا گیا اور بتایا گیا ہے کہ تمام رسولوں کا ایک ہی خاندان ہے۔

﴿وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ (آیت:52)

پھر لوگوں نے فرقے بنا لیے اور ہر فرقہ اپنے آپ میں مگن ہے۔
نیک لوگوں کے اوصاف بیان کر کے ان کا موازنہ بدکردار، مغرور، خوشحال لوگوں سے کیا گیا، جو اللہ کے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

6- آیات 70 تا 77 : چھٹے پیراگراف میں، رسول ﷺ پر اعتراضات کا جواب دیا گیا اور مشرکینِ مکہ کو دعوتِ اسلام دی گئی۔

رسول ﷺ پر جنون کے اعتراض کا ذکر کیا گیا (آیت:70) اور مشرکین کو دعوت دی گئی کہ وہ خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کریں بلکہ حق کا راستہ اختیار کریں۔ رسول کریم ﷺ توحید کی صراطِ مستقیم کی طرف ہی دعوت دے رہے ہیں۔

7- آیات 78 تا 92 : ساتویں پیراگراف میں، توحیدِ قدرت واختیار کی دلیلیں ہیں اور شرک کا رد بھی ہے۔

ثابت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کان اور آنکھیں دی ہیں۔ اسے شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہی زندگی اور موت کا مالک ہے۔ وہ بادشاہ ہے۔ ایسا طاقت ور ہے جو سب کو پناہ دیتا ہے، اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔
شرک کی تردید کی گئی کہ اللہ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں ہے۔ ﴿عقلی دلیل﴾ پیش کی گئی کہ اگر ایک سے

زیادہ﴿الٰہ﴾ ہوتے تو ہر﴿الٰہ﴾ اپنی اپنی تخلیق کو لے کر الگ ہو جاتا۔ پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام عیوب سے پاک ہے، جو اس کی ذات سے منسوب کیے جاتے ہیں۔

8- آیات 93 تا 118 : آٹھویں اور آخری پیراگراف میں، دعوت کے آداب بیان کر کے شرک کی تردید کی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ وہ ظالم مشرکین کے بارے میں جلدی نہ کریں۔

(1) برائی کو نیکی سے دفع کریں۔ (آیت:96)، (2) شیطان کی اکساہٹوں سے بچیں۔ (آیت:97،98)

قیامت کے مناظر پیش کیے گئے کہ اس دن حسب و نسب کام نہیں آئے گا۔ دوزخ کی آگ چہروں کا گوشت چاٹ لے گی۔ ظالم درخواست کریں گے کہ انہیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے۔ اگر انہوں نے دوبارہ یہی کام کیا تب وہ ظالم ہوں گے۔

صاف بتا دیا گیا کہ انسانوں کی تخلیق بے مقصد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ برحق بادشاہ ہے اور عرشِ کریم کا مالک ہے۔

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی ہستی سے دعا یا فریاد کرتا ہے اس کے پاس اس شرک کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے۔

آخری آیت میں ہلاکت سے حفاظت کے لیے، مغفرت اور رحمت کی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا۔ (آیت:118)

مرکزی مضمون

صحیح عقیدۂ توحید اور عقیدۂ آخرت پر ایمان لا کر، محمد ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے والے، باعمل ﴿مؤمنون﴾ ہی فلاح پائیں گے اور جنت کے وارث ہوں گے۔ کافر فلاح نہیں پا سکیں گے۔ قریشی قیادت کو، قوموں کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کو مغفرت و رحمت کی دعا مانگتے ہوئے، دعوت و تبلیغ جاری رکھنے کی ہدایت کی گئی۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

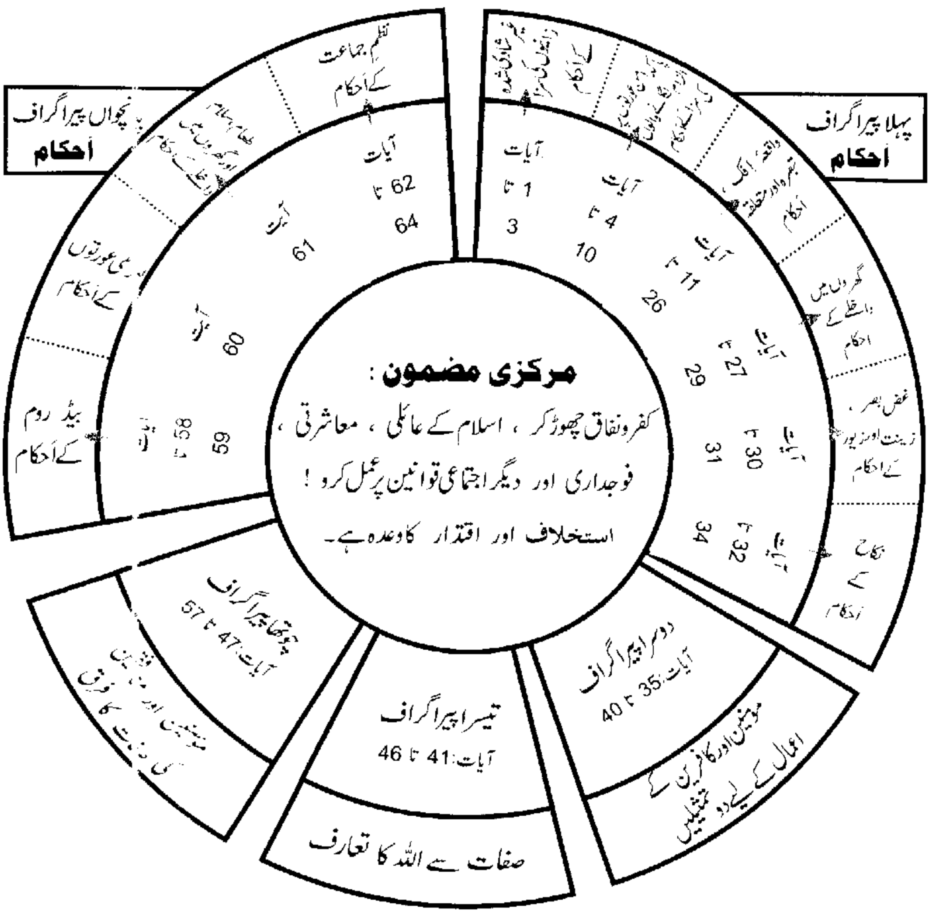
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

24- سُورَةُ النُّورِ

آیات : 64 ...... مَدَنِیَّة''..... پیراگراف : 5



زمانۂ نزول

سورۃ ﴿الاحزاب﴾ ذوالقعدہ 5ھ میں نازل ہو چکی تھی۔ غزوۂ بنی المصطلق شعبان 6ھ میں ہوا۔

سورۃ ﴿النُّور﴾ غالباً شعبان، یا رمضان 6 ھ میں غزوۂ بنی المصطلق کے سفر سے واپسی پر، سورۃ الاحزاب کے نزول کے ایک سال بعد نازل ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب منافقین رسول اللہ ﷺ کی ذاتی زندگی پر جھوٹے الزامات کے ذریعے لاف زنی کر رہے تھے۔ پہلے حضرت زینبؓ سے نکاح کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کر لی۔ پھر حضرت عائشہؓ پر الزام لگایا گیا۔ اس سورت میں بشارت دی گئی کہ دو سال کے اندر اندر فتح مکہ ہو گی۔

﴿إِسۡتِخۡلَافِ فِي الۡاَرۡض﴾ کا وعدہ پورا ہو گا۔ (آیت:55) یہ پیش گوئی رمضان 8ھ میں پوری ہوئی۔

سورۃُ النُّور کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿المؤمنون﴾ میں مومنین سے ایمانی، اخلاقی، عباداتی اور مالی جامع اوصاف کا مطالبہ تھا، جو انفرادی اہمیت کے حامل تھے۔ یہاں سورۃ ﴿النُّور﴾ میں ریاست کی تنظیم اور اُن کے اداروں کے ذریعے ان اوصاف کی تنفیذ اور قانونی، معاشرتی اور فوجداری قوانین (Criminal Code) کے نفاذ کا مطالبہ ہے۔

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

1- سورۃ ﴿النُّور﴾ کے اَحکام کی فرضیت:

سورۃُ ﴿النُّور﴾ کی پہلی آیت کے الفاظ ہی سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ یہ محض سفارشات نہیں ہیں، بلکہ فرض اَحکام ہیں۔ ﴿سُورَةٌ اَنۡزَلۡنٰهَا وَفَرَضۡنٰهَا﴾ (آیت: 1)

2- سورۃ ﴿النُّور﴾ میں واضح غیر مبہم دلائل واحکام دیے گئے:

(a) سورۃ النور میں ﴿آیات﴾ کا لفظ واضح اور غیر مبہم دلائل کے لیے بار بار استعمال ہوا ہے۔ ﴿آیاتٍ بَیِّنٰتٍ﴾ (آیت: 1)، ﴿یُبَیِّنُ﴾ (آیت: 18، 58، 59 اور 61) ﴿مُّبِین﴾ (آیت 54)، ﴿آیاتٍ مُّبَیِّنٰت﴾ (آیت:34)

(b) صرف آیت نمبر 46 میں ﴿آیاتٍ مُّبَیِّنٰت﴾ کا لفظ، دلائل (Evidece) کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

3- پاک دامن عورتوں پر الزام تراشی کرنے والے ﴿یَرۡمُوۡن﴾ کی دنیاوی اور اخروی سزا ہے:

﴿یَرۡمُوۡن﴾ (آیات: 4، 6 اور 23) کا لفظ تین (3) مرتبہ استعمال کیا گیا۔

پاک دامن عورتوں پر بہتان طرازی کی سزا (قذف)، اسی (80) کوڑے بتائی گئی۔ (آیت:4)

پاکدامن عورتوں پر الزام لگانے والوں کے لیے، دنیا اور آخرت میں لعنت ہوگی۔ (آیت:23)

4- سورۃ ﴿النُّور﴾ میں ﴿زِینَت﴾ کے لفظ کی معنویت:

﴿زِینَت﴾ کا لفظ دو مرتبہ (آیات: 31 اور 60) میں استعمال ہوا۔

جن مردوں کے سامنے عورتوں کے لیے زینت اور مقاماتِ زینت کا اِظہار جائز ہے، اُن کی تفصیل بیان کی گئی۔ بوڑھی عورتوں کو چادر سے مستثنیٰ کیا گیا، لیکن ﴿تَبَرُّج﴾ اور ﴿زِینت﴾ کی پابندی برقرار رکھی گئی۔

5- صاحبِ ایمان افراد ہی اسلامی قوانین نافذ کر سکتے ہیں:

سورۃ النور میں مُؤمِنِیْنَ (آیات:17، 47 اور 51)، الْمُؤْمِنُوْنَ (آیت:31) کے الفاظ سے، یہ بات واضح کی گئی کہ اَحکام وہی نافذ کر سکتے ہیں، جو صاحبِ ایمان ہوں۔

6- ﴿تزکیہ﴾ کے ذریعے فحاشی، عریانی اور منکرات سے بچا جا سکتا ہے:

فحاشی، عریانی اور منکرات سے بچنے کے حکم کی علّت، پاکیزگی ﴿تزکیہ﴾ بیان کی گئی۔ اس سلسلے میں دو آیات آئی ہیں۔

﴿زَکّٰی﴾ (آیت:21)، ﴿اَزکٰی﴾۔ (آیت:29)

بلا اجازت گھر میں داخلے کو ممنوع قرار دیا گیا اور اسے نفس کے ﴿تزکیہ﴾ کے لیے ضروری قرار دیا گیا۔

7- سورۃ ﴿النُّور﴾ میں گھروں میں داخل ہونے سے پہلے ﴿سلام﴾ کا حکم دیا گیا:

اس سورت میں ﴿سَلِّمُوْا﴾ (آیت: 61)، ﴿تُسَلِّمُوْا﴾ (آیت:27) کے الفاظ کے ذریعے دو (2) مرتبہ ﴿سلام﴾ کا حکم دیا گیا۔ دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے، اجازت لینے اور سلام کرنے کا حکم دیا گیا۔ (آیت:27)

اپنے گھروں اور اپنے رشتے داروں کے گھروں میں داخلے سے پہلے بھی، سلامتی کی دعا کرنے حکم دیا گیا۔ (آیت:61)

8- سورۃ ﴿النُّور﴾ میں اجتماعی زندگی کے استحکام کے لیے امیر کی اطاعت ضروری ہے:

اس سورت میں، مسلمانوں کو اجتماعی زندگی کے آداب سکھائے گئے کہ ﴿اَمرِ جَامِع﴾ کے لیے امیر سے ﴿اِستِئذَان﴾ یعنی اجازت ضروری ہے۔ ﴿یَستَأذِنُونَك﴾ (آیت:62)

سُورَۃُ الاَحزَاب اور سُورَۃُ النُّور کا تقابلی جائزہ

ان دو سورتوں میں خواتین سے متعلق متعدد احکام ہیں۔ اس لیے ان دونوں کو ایک ساتھ پڑھیے۔

مضمون	33-سُورَۃُ الاَحزَاب	24-سُورَۃُ النُّور
زمانۂ نزول	غزوۂ الاحزاب کے بعد، 5ھ میں نازل ہوئی، حالانکہ کتابی ترتیب میں اسے بعد میں (یعنی 33 نمبر پر) رکھا گیا ہے۔	غزوۂ بنی المصطلق کے بعد، شعبان 6ھ میں، سورۃ الاحزاب کے ایک سال بعد نازل ہوئی، حالانکہ کتابی ترتیب میں اسے پہلے رکھا گیا ہے۔
مرکزی مضمون	امانت کی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے کفر و منافقت چھوڑ کر، اخلاص کے ساتھ اسلام کے عائلی، معاشرتی، سماجی عسکری، سیاسی اور دیگر اجتماعی اَحکام پر عمل کرو!	کفر و نفاق چھوڑ کر، اسلام کے عائلی، معاشرتی، فوجداری اور دیگر اجتماعی قوانین پر عمل کرو! استخلاف اور اقتدار کا وعدہ ہے۔
منافقین کی سرگرمیاں	منافقین، رسول اللہ ﷺ کی ذات پر حملے کر رہے تھے کہ انہوں نے اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کی مطلقہ بیوی حضرت زینبؓ سے، یعنی اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ منافقین کی اذیت رسانیاں (آیت 53، 57، 48، 59، 69)	منافقین، رسول اللہ ﷺ کی بیوی حضرت عائشہؓ کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کر رہے تھے۔ واقعۂ افک (آیت 11 تا 26)
کافروں کی سرگرمیاں	پہلی اور آخری آیت میں منافقین اور کافرین سے نہ دبنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ وہ وقت تھا، جب مدینے کی نوزائیدہ حکومت کو خارجی (External) اور داخلی (Internal) دشمنوں کا سامنا تھا۔	------------
فوجداری اَحکام	-----------	غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کو سو (100) کوڑے مارنے کا حکم۔ پاک دامن عورتوں پر الزام لگانے والوں کو (80) کوڑے مارنے کا حکم۔

مضمون	33-سُورۃُالاَحزاب	24-سُورۃُالنُّور
عائلی اَحکام	نبی ﷺ کے گھر میں اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے ۔(آیت 53) عائلی زندگی میں سادگی ضروری ہے۔ خاندان کے ہر فرد کے پیشِ نظر دارُالآخرہ ہو۔(آیت 28)	گھروں میں اجازت لے کر اور سلام کر کے داخل ہونے کا حکم (آیت 27 تا 29، 61) بیڈروم کے احکام (آیت 58، 59) بوڑھی عورتوں کے احکام (آیت 60)
معاشرتی اَحکام	بڑی چادر ﴿جلباب﴾ استعمال کرنے کا حکم (59) گھروں پر پردے ﴿حجاب﴾ لٹکانے اور پردے کے پیچھے سے مانگنے کا حکم (53) غیر مدخولہ کی کوئی عدت نہیں ہے (آیت 49) عورتیں دبی زبان سے بات نہ کریں۔(آیت 32) جاہلیت کا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں (آیت 33) کھانے کی دعوت کے بغیر شرکت نہ کی جائے۔ عشاء کے کھانے کے بعد گپ شپ نہ کی جائے۔(53)	لعان کے احکام (آیت 10) مردوں اور عورتوں کو غضِ بصر کا حکم (30,31) زینت چھپانے اور گردن پر دوپٹہ رکھنے کی ہدایات (آیت 31) بارہ (12) قسم کے مردوں کو زینت دکھائی جا سکتی ہے بجتا ہوا زیور پہننے کی ممانعت (آیت 31) مجرد عورتوں اور مردوں کا نکاح کر دینے کا حکم (آیت 32)
اجتماعی اَحکام	------------	نظمِ جماعت کی پابندی کرنے اور اجازت لے کر جانے کا حکم۔ منافقین بلا اجازت مجلسِ رسول ﷺ سے کھسک جایا کرتے تھے۔(آیت 62، 64)
سیاسی اور عسکری اَحکام	داخلی اور خارجی دشمنوں، یعنی منافقین اور کافرین سے دبنے کی کوئی ضرورت نہیں۔(آیت 1، 48)	------ -----
سماجی اَحکام	ظہار کرنے سے، بیوی کبھی ماں نہیں بن سکتی۔ (آیت 4) منہ بولا بیٹا، کبھی سگا بیٹا نہیں بن سکتا۔ (آیت 4) منہ بولے بیٹے کو، اُس کے اصلی باپ کے نام سے پکارنے کا حکم۔(آیت 5)	------ -----

سورۃُ النُّور کا نظمِ جلی

سورۃُ النُّور پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1۔ آیات 1 تا 34 : پہلے پیراگراف میں، فوجداری اَحکامات اور معاشرتی اَحکامات بیان کیے گئے ہیں۔

آیاتِ بینات کی فرضیت کی توضیح کرتے ہوئے، غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے سو سو (100) کوڑوں کی سزا بتائی گئی اور اسلام کا فوجداری قانون ثابت کیا گیا۔ نفاذِ قانون میں رأفت کی ممانعت کی گئی۔ (آیات: 1 تا 3)

قانونِ قذف کی وضاحت کی گئی کہ پاک دامن عورتوں پر الزام تراشی کی سزا اَسّی (80) کوڑے ہیں۔

زنا کے الزام کو ثابت کرنے کے لیے چار (4) مردوں کی گواہی ضروری ہے۔

اگر شوہر، بیوی پر بدکاری کا الزام لگائے تو ایسے مقدمے کا فیصلہ ﴿لِعان﴾ کے ذریعے ہو گا۔ (آیت: 6)

واقعۂ اِفک پر تبصرہ:

حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے والوں کو ﴿عذاب عظیم﴾ کی بشارت دی گئی۔

مسلمانوں کو جھوٹے پروپیگنڈے سے بچنے اور ہیجان انگیز خبروں میں دلچسپی لینے سے منع کر دیا گیا۔ فحاشی اور عریانی کی اشاعت کرنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت میں سزا ہے۔ (آیت:19) اہلِ وسعت اور صاحبِ ثروت لوگوں کو، غلط پروپیگنڈہ کرنے والے رشتے داروں کی مالی امداد جاری رکھنے کی ہدایت کی گئی اور گندے کاموں اور گندی باتوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا۔ (آیات: 11 تا 26)

عائلی اور معاشرتی احکام:

پاکیزگیٔ نفس کے لیے، گھروں میں اجازت لے کر اور ﴿سلام﴾ کر کے داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔

البتہ غیر مسکونہ عمارتوں میں، بلا اجازت داخلے پر ممانعت نہیں ہے۔ (آیات: 27 تا 29)

مردوں اور عورتوں دونوں کو غضِ بصر کا حکم دیا گیا۔ عورتوں کو اپنی (زِینت) چھپانے اور گریبان پر دوپٹہ رکھنے کی ہدایات کی گئی۔

بارہ (12) قسم کے مردوں کو (زینت) دکھائی جا سکتی ہے۔ بجتا ہوا زیور پہنے کی ممانعت کی گئی۔ (آیات: 30 تا 31)

معاشرے میں موجود ﴿مُجَرَّد﴾ عورتوں اور مردوں کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دینے کی ہدایت کی گئی۔

نکاح ہونے تک بھی پاک دامن رہنا ضروری ہے۔ (آیات: 32 تا 34)

2۔ آیات 35 تا 40 : دوسرے پیراگراف میں، مومنین اور کافرین کے اعمال کو، نہایت خوبصورت تمثیلوں سے واضح کیا گیا ہے۔

مومنین کے پاس ﴿نُورٌ عَلٰی نُورٍ﴾ ہوتا ہے۔ یعنی روشنی پر روشنی۔

اور کافرین کے پاس ﴿ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ یعنی اندھیروں پر اندھیرے۔ (آیات: 35 تا 40)

نیکیوں اور برائیوں، دونوں کے خاندان ہوتے ہیں۔

3۔ آیات 41 تا 46 : تیسرے پیراگراف میں، پرندوں، بادلوں، اولوں، بجلیوں اور بارش کے علاوہ، مختلف قسم کے جانوروں کی ساخت سے توحید کے آفاقی دلائل دیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف اُس کی صفات سے کرایا گیا ہے، تاکہ عقل مندوں ﴿أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ پر اِتمامِ حجت کی جا سکے۔ صحیح عقیدۂ توحید کے بغیر اَحکام پر عمل درآمد ممکن نہیں۔

4۔ آیات 47 تا 57 : چوتھے پیراگراف میں، مؤمنین اور منافقین کی صفات بیان کر کے تقابل پیش کیا گیا ہے۔

اِطاعتِ رسول ﷺ اور اطاعتِ امیر کی ہدایت کی گئی کہ سچے اہلِ ایمان ہی اَحکام نافذ کر سکتے ہیں۔ (آیت: 55)

سچے ایمان اور عملِ صالح سے ﴿اِسْتِخْلَافٌ فِي الْأَرْضِ﴾ کا وعدہ کیا گیا۔

نماز، زکوٰۃ اور اطاعتِ رسول ﷺ کے حکم پر مداومت کی ہدایت کی گئی۔ (آیات: 47 تا 57)

5۔ آیات 58 تا 64: آخری پیراگراف میں، دوبارہ پہلے پیراگراف کی طرح، متفرق اجتماعی اور معاشرتی احکامات بیان کیے گئے ہیں۔

بیڈ روم کے اَحکام کے سلسلے میں گھر کے بچوں اور ملازمین کو تین (3) اوقات میں اجازت لے کر بیڈ روم میں داخل ہونے کی ہدایت کی گئی۔ (آیات: 58 تا 59)

بوڑھی عورتوں کے لیے رخصت پر مبنی استثنائی اَحکام دیے گئے، وہ ﴿تَبَرُّج﴾ اور ﴿زِينَت﴾ کے بغیر چادر اتار سکتی ہیں۔ (آیت: 60)

اندھے، لنگڑے اور بیمار لوگوں کو بھی کھانے کے آداب کی تعلیم دی گئی۔ اُن گیارہ (11) لوگوں کا ذکر کیا گیا، جن کے گھروں سے کھانا کھایا جا سکتا ہے۔ ﴿سلام﴾ کرنے کی تاکید مکرر ہوئی۔ (آیت: 61)

نظمِ جماعت کی پابندی کرنے اور اجتماعی و تنظیمی پروگرامات سے اجازت لے کر جانے کا حکم دیا گیا۔

اُن منافقین پر تنقید کی گئی، جو بلا اجازت، آڑ لے کر مجلسِ رسول ﷺ سے کھسک جایا کرتے تھے۔

خام مسلمانوں اور خالص مسلمانوں کی تربیت کی گئی کہ اِطاعتِ رسول ﷺ اور اِطاعتِ امیر ہی سے اُخروی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے اور انہیں قیامت کے محاسبے سے تخویف کی گئی۔ (آیات: 62 تا 64)

مرکزی مضمون

صحیح عقیدۂ توحیدِ ذات وصفات کے ساتھ، کفر و نفاق چھوڑ کر، اسلام کے عائلی، معاشرتی، فوجداری اور دیگر اجتماعی قوانین پر عمل کرو! اِستخلاف اور اقتدار کا وعدہ ہے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

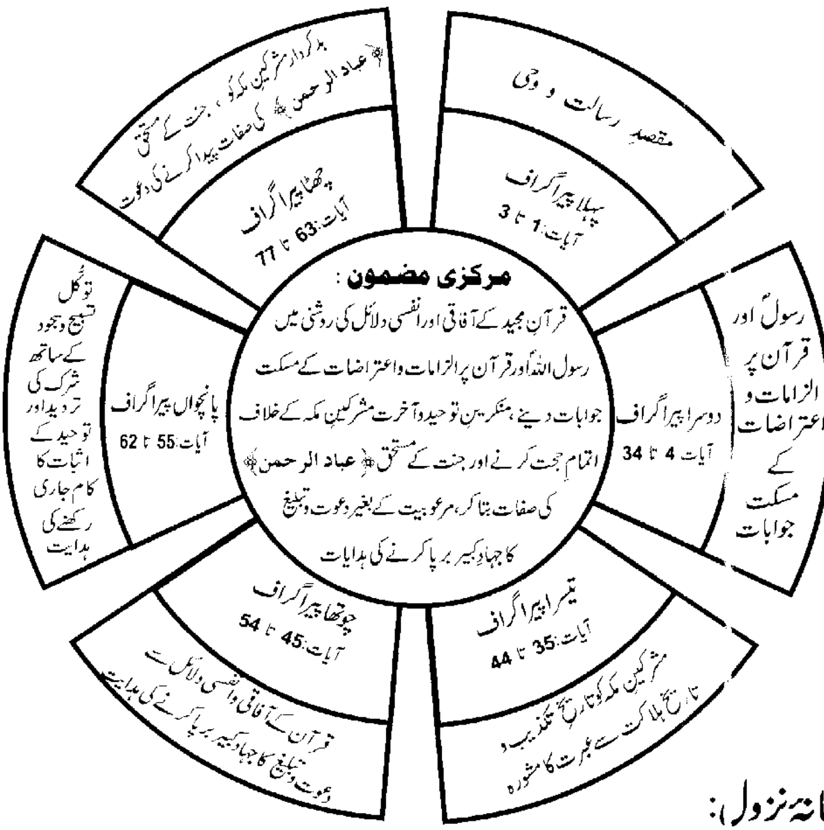
ترتیبی نقشہ/ربط

نظمِ جلی

MACRO- STRUCTURE

25- سُوْرَةُ الْفُرْقَان

آیات : 77 ...... مَکِّیَّة“ ...... پیراگراف : 6



● **زمانۂ نزول:**

سورۃ ﴿الفرقان﴾ سورۃ ﴿المؤمنون﴾ کے ساتھ رسول ﷺ کے قیام مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) میں حضرت عمرؓ کے قبول اسلام (ذوالحجہ 6 نبوی) کے بعد غالباً سات (7) نبوی میں نازل ہوئی، جب آپؐ پر ﴿مسحور﴾ اور ﴿مفتری﴾ ہونے کا الزام تھا۔ چنانچہ اس سورت میں آپ ﷺ اور قرآن پر کیے گئے اعتراضات کا جواب دیا گیا۔ یہ وہی زمانہ تھا جب نومسلم صحابہؓ کی تربیت مقصود تھی۔ اس سورت میں رسول اللہ ﷺ کو ساری دنیا کے لیے نذیر ﴿لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ ٹھہرایا گیا۔ یہ وہی زمانہ ہے، جب سورۃ الانبیاء اور سورۃ المؤمنون نازل ہوئیں۔

سورۃ الفُرقان کا کتابی ربط

1۔ سورۃ ﴿المُؤمِنُون﴾ میں جن جامع ایمانی صفات کا ذکر تھا، یہاں سورۃ ﴿الفُرقان﴾ میں اُنہیں ﴿عبادالرحمن﴾ کی صفات کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس جامع دعوت کا ذکر سورۃ ﴿النُّور﴾ میں تھا اُس کی حقانیت کے دلائل، یہاں سورۃ ﴿الفُرقان﴾ میں بھی ہیں۔

2۔ سورۃ ﴿النُّور﴾ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ پر منافقین کی طرف سے عائد کردہ بے ہودہ الزامات کی تردید ﴿هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ کے الفاظ سے کی گئی تھی اور ﴿مُحصَنَات﴾ پر الزام تراشی سے منع کیا گیا تھا۔

یہاں سورۃ ﴿الفُرقان﴾ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کافرین کی طرف سے عائد کردہ الزامات کی تردید ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الفُرقان﴾ میں لفظ ﴿تَبٰرَكَ﴾ کے استعمال کی معنویت:

سورۃ ﴿الفُرقان﴾ میں تین (3) آیات ﴿تَبٰرَكَ﴾ سے شروع ہوتی ہیں۔ ﴿تَبٰرَكَ﴾ مبالغہ ہے۔ مراد اللہ کی ہستی نہایت بابرکت اور فیض رساں ہے۔

(a) اللہ کے فیض اور بے پایاں برکت کی پہلی دلیل خود قرآن ہے۔

﴿تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ (آیت:1)

(b) اللہ کے فیض اور بے پایاں برکت کی دوسری دلیل نظام کائنات (یعنی چاند، سورج وغیرہ) ہے۔

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا﴾ (آیت:61)

(c) اللہ کے فیض اور بے پایاں برکت کی تیسری دلیل آخرت کی نعمتیں، جنت اور وہاں کے محلات ہیں۔ (آیت:10)

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا﴾

2- سورۃ ﴿الفُرقان﴾ میں منصبِ رسالت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داریاں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاص:

(a) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہان والوں کے لیے ﴿نذیر﴾ ہیں۔

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ (آیت: 1)

(b) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اور صرف ﴿نذیر﴾ اور ﴿بشیر﴾ بنا کر مبعوث کیا گیا۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (آیت:56)

(c) رسول اللہ ﷺ اپنی خدمات کے لیے کسی اجر کے طالب نہیں ہیں۔

﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ (آیت:57)

(d) رسول اللہ ﷺ کی بشریت پر اعتراضات کا جواب:

ایک اعتراض یہ کیا گیا کہ یہ کیسا رسول ہے، جو کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

﴿وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ (آیت: 7)

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ پچھلے تمام رسول بھی انسان تھے، کھاتے پیتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ (آیت:20)

3- سورۃ ﴿الفرقان﴾ میں نزولِ قرآن کے مقاصد کی وضاحت:

(a) قرآن یعنی فرقان کو محمد ﷺ پر اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ وہ ساری دنیا کے لیے ﴿انذار﴾ یعنی (Warning) ہو۔

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا﴾ (آیت:1)

(b) رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ کافروں سے نہ دبتے ہوئے، وہ قرآن کے ذریعے دعوت و تبلیغ کا جہادِ کبیر کریں۔

﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ (آیت: 52)

(c) چیلنج کیا گیا کہ دنیا کی کوئی ہستی ایسا قرآن پیش نہیں کر سکتی۔

﴿وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا﴾ (آیت:33)

(d) قرآن میں تذکیر و نصیحت کے لیے، اسلوب بدل بدل کر مختلف دلائل سے منکرین کو سمجھایا گیا ہے، جسے ﴿تصریف القرآن﴾ کہتے ہیں۔ ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا﴾ (آیت: 50)

4- سورۃ ﴿الفرقان﴾ میں مشرکین و کفار مکہ کے الزامات و اعتراضات و اقوال کا ذکر:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ﴾ کے الفاظ کے ذریعے اس سورت میں انکار کرنے والوں کے اعتراضات نقل کیے گئے ہیں۔

(a) ایک اعتراض یہ تھا کہ قرآن ایک جھوٹ ہے، جسے محمد ﷺ نے گھڑ لیا ہے اور ایک قوم نے ان کی معاونت کی ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ﴾ (آیت: 4)

(b) دوسرا اعتراض یہ تھا کہ ہمارے اوپر (اللہ کی طرف سے) فرشتے کیوں نازل نہیں کیے گئے۔؟

(c) تیسرا اعتراض یہ تھا کہ ہم اللہ کو کیوں نہیں دیکھ سکتے؟۔ (آیت: 21)

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا﴾

(d) چوتھا اعتراض یہ تھا کہ قرآن کو ایک ہی وقت سارے کا سارا کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ بتدریج کیوں نازل ہو رہا ہے اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اس کا مقصد رسول کریم ﷺ کے دل کی تثبیت یعنی دل جمعی ہے۔ (آیت:32)

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا﴾

(e) رسول اللہ ﷺ پر یہ الزام بھی عائد کیا گیا کہ یہ قرآن آپ ﷺ کی افتریٰ ہے۔ آپ ﷺ نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ﴾ (آیت: 4)

(f) ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا کہ آپ ﷺ پر کنز یعنی خزانے کیوں نازل نہیں کیے گئے؟۔﴿اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ﴾

(g) ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا کہ آپ ﷺ کو باغات کیوں نہیں عطا کیے گئے؟۔﴿اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا﴾

(h) ایک الزام یہ بھی عائد کیا گیا کہ آپ ﷺ ایک سحر زدہ انسان ہیں یعنی آپ ﷺ پر جادو اور آسیب ہے۔

﴿وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾ (آیت:8)

(i) رسول اللہ ﷺ پر ایک الزام یہ بھی عائد کیا گیا کہ یہ ہمارے معبودوں ﴿اٰلِهَة﴾ سے ہمیں برگشتہ کر دیں گے۔ اگر ہم ثابت قدم نہ رہے۔﴿اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا﴾ (آیت: 42)

(j) رسول اللہ ﷺ اور قرآن پر ایک الزام یہ بھی عائد کیا گیا کہ یہ پچھلے زمانوں کی کہانیاں ہیں، ایک شخص صبح و شام جنہیں لکھواتا ہے۔﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ (آیت:5)

5- سورۃ ﴿الفرقان﴾ میں مشرکین مکہ کے خلاف فردِ جرم:

سورۃ الفرقان میں مشرکین مکہ کے جرائم گنوائے گئے اور اُن کے خلاف فردِ جرم عائد کی گئی۔

(a) مشرکین مکہ ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کی عبادت کیا کرتے تھے، جو انہیں نہ تو نقصان پہنچا سکتے تھے اور نہ فائدہ۔

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا﴾ (آیت:55)

(b) مشرکین مکہ منکرین قیامت تھے۔﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا﴾ (آیت:11)

(c) مشرکین مکہ ملاقاتِ رب کی امید نہیں رکھتے تھے۔﴿لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا﴾ (آیت:21)

(d) مشرکین مکہ مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے تھے۔﴿كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا﴾ (آیت:40)

(e) مشرکین مکہ متکبر، سرکش اور ضدی لوگ تھے۔﴿لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا﴾ (آیت:21)

(f) مشرکین مکہ مجرم تھے اور رسول اللہ ﷺ کے دشمن تھے۔

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ (آیت:31)

(g) مشرکینِ مکہ رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے: اچھا! کیا یہ وہی شخص ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر مبعوث کیا ہے؟ ﴿وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا﴾ (آیت:41)

(h) روزِ قیامت ﴿مِن دُونِ اللَّهِ﴾ سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے اللہ کے بندوں کو گمراہ کیا؟ یا یہ خود ہی گمراہ ہو گئے؟

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ أَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ﴾ (17)

(i) مشرکینِ مکہ کی قیادت نے، اپنی خواہشات اور اپنے نفس کو اپنا خدا ﴿إِلَٰه﴾ بنا لیا تھا۔

﴿أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ﴾ (آیت:43)

(j) مشرکینِ مکہ نے، ان ہستیوں کو خدا ٹھہرا لیا تھا، جو کوئی چیز تخلیق نہیں کر سکتی تھیں، جو اپنے آپ کو بھی فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتی تھیں اور جو نہ تو زندگی اور موت کا اختیار رکھتی تھیں اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا اختیار۔

﴿وَاتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا﴾ (آیت:3)

6- سورۃ ﴿الفرقان﴾ میں انسان کو عطا کردہ خیر و شر کی آزادی کا ذکر:

سورۃ الفرقان کی دو آیتوں میں بتایا گیا کہ انسان کو آزادیٔ اختیار (Freedom of Choice) عطا کی گئی ہے، جو چاہے نصیحت قبول کر لے اور شکر گزار بن کر اللہ کے راستہ اختیار کر لے۔

(a) ﴿مَن شَاءَ أَن يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا﴾ (آیت:57)

(b) ﴿لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا﴾ (آیت: 62)

7- سورۃ ﴿الفرقان﴾ میں آدابِ دعوت اور رسول ﷺ کو ہدایات:

(a) رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ کافروں کے آگے ہرگز نہ جھکیں۔ ﴿فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ﴾ (آیت:52)

(b) رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ قرآن کے ذریعے دعوت و تبلیغ کا جہادِ کبیر کریں۔

﴿وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا﴾ (آیت:52)

(c) رسول اللہ ﷺ کو ان مشکل حالات میں اللہ ہی پر توکل کرنے کا حکم دیا گیا، ایسی بے عیب ہستی جسے موت نہیں آتی۔

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾ (آیت:58)

(d) رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں یعنی اس کی بے عیبی کا اعتراف بھی کرتے رہیں۔

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا﴾ (آیت:58)

سورۃ الفرقان کا نظمِ جلی

سورۃ الفرقان چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3 : پہلے پیراگراف میں، ﴿اللہ تعالیٰ﴾ کی قدرت اور ﴿مِن دُونِ اللہ﴾ کی بے بسی پر روشنی ڈالی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اسی لیے نازل کیا ہے کہ وہ سارے جہاں والوں کے لیے ایک تنبیہ ہو۔

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ (آیت:1)

اللہ زمین و آسمان کا بادشاہ ہے، اس کی کوئی اولاد نہیں ہے، اس کی حکومت میں کوئی شریک نہیں ہے، اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اس کی تقدیر مقرر کر دی ہے۔

اس کے برخلاف ﴿مِن دُونِ اللہ﴾ نہ خالق ہیں، نہ تو اپنے آپ کو کوئی فائدہ اور نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی زندگی، موت اور موت کے بعد کی زندگی کا اختیار رکھتے ہیں۔

2- آیات 4 تا 34 : دوسرے پیراگراف میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر الزامات و اعتراضات کے مسکت جوابات دیے گئے۔

مشرکینِ مکہ کے غلط عقائد کی تفصیل بیان کی گئی اور ان کی تردید کی گئی۔ مشرکینِ مکہ قیامت کا انکار کیا کرتے تھے، انہیں دوزخ کی بشارت دی گئی۔ ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا﴾ (آیت:11)

مشرکینِ مکہ اپنے خود ساختہ خداؤں کو ﴿ولی﴾، سرپرست اور کارساز سمجھتے تھے۔ ان کی گرفت کی گئی۔ (آیت:18)

﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰی نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا﴾

مِن دون اللہ کی عبادت کرنے والے، دوزخ کے مستحق ہوں گے۔

3- آیات 35 تا 44 : تیسرے پیراگراف میں، مشرکینِ مکہ کو انبیاء کی تاریخ سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا۔

سب سے پہلے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ پھر قومِ نوحؑ، پھر عاد و ثمود، پھر اصحاب الرس اور پھر قومِ لوطؑ کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ بھی مشرکینِ مکہ کی طرح منکرینِ قیامت تھے اور رسولوں کی تکذیب کیا کرتے تھے، انہیں ہلاک کیا گیا۔ ﴿بَلْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ نُشُوْرًا﴾ (آیت: 40)

قریش کے لیڈر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ان کی بیماری کی تشخیص کی گئی کہ ان لوگوں نے اپنی خواہشاتِ نفس کو اپنا خدا بنالیا ہے ﴿اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ﴾ (آیت: 43) انہیں جانوروں سے تشبیہ دی گئی۔

4- آیات 45تا54 : چوتھے پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کو قرآن کے آفاقی و انفسی دلائل سے، دعوت و تبلیغ کا جہادِ کبیر برپا کرنے کی ہدایت دی گئی۔

کافروں کے آگے نہ جھکنے کی ہدایت بھی کی گئی۔ دلائلِ آفاق سے توحید و آخرت پر استدلال کیا گیا۔

﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ (آیت:52)

5- آیات 55تا62 : پانچویں پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کو توکل، حمد اور تسبیح و سجود کے ساتھ شرک کی تردید اور توحید کے اثبات کا کام جاری رکھنے کی ہدایت کی گئی۔

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا﴾ (آیت:58)

آزادیٔ اختیار Freedom of Choice کی وضاحت کی گئی۔ ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ جو چاہیے قرآن کی نصیحت کو قبول کر سکتا ہے اور شکر گزار بن سکتا ہے۔ ﴿لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ (آیت:62)

6- آیات 63تا77 : چھٹے اور آخری پیراگراف میں، بدکردار مشرکین مکہ کو بتایا گیا کہ وہ اپنے کردار پر غور کریں اور رسول اللہ اور ان کے مخلص صحابہؓ کے کردار پر غور کریں۔

ایمان لا کر اپنے اندر جنت کے مستحق ﴿عبادالرحمن﴾ کی صفات پیدا کریں۔

خدائے مہربان کے نیک بندوں ﴿عِبَادُ الرَّحْمٰنِ﴾ کی بارہ (12) جامع صفات گنوائی گئیں۔ ان کی عبادات، ان کا طرزِ تبلیغ، ان کا خوفِ قیامت، مالی معاملات میں ان کا اعتدال، توحید پر ان کی ثابت قدمی، زنا، قتل، جھوٹی گواہی اور لغویات جیسے بڑے گناہوں سے ان کا اجتناب، آیاتِ الٰہی پر غور و فکر اور توجہ اور اپنے اہل و عیال کے بارے میں ان کی فکر مندی پر روشنی ڈالی گئی۔

ان جامع آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی شخصیت ہمہ جہتی (Multidimential) ہونی چاہیے۔

(a) زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔ ﴿يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ (آیت: 63)

(b) جاہل لوگوں کے الجھنے پر سلام کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔ ﴿وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ (آیت:63)

(c) سجدے اور قیام میں راتیں گذارتے ہیں۔ ﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴾ (آیت:64)

(d) دوزخ کے عذاب سے پناہ کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ ﴿رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ﴾ (آیت:65)

(e) مالی معاملات میں اعتدال کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ بخل اور اسراف سے بچتے ہیں۔

﴿لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾ (آیت: 67)

(f) اللہ کی دعا کے ساتھ، کسی اور سے دعا نہیں کرتے۔ ﴿لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ (آیت: 68)

(g) ناحق کسی کو قتل نہیں کرتے۔ ﴿وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (آیت: 68)

(h) زنا نہیں کرتے۔ ﴿وَلَا يَزْنُوْنَ﴾ (آیت: 68)

(i) جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ ﴿لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾ (آیت:72)

(j) لغو اور بے ہودہ باتوں سے باوقار طریقے سے اجتناب کرتے ہیں۔ ﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾ (آیت:72)

(k) اللہ کی آیات کو توجہ سے سنتے ہیں۔ اندھے اور بہرے نہیں بنتے۔

﴿اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا﴾ (آیت:73)

(l) اپنی اولاد اور اپنی بیویوں کے لیے دُعا کرتے رہتے ہیں۔

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ (آیت: 74)

آخری آیت میں انہیں صاف صاف بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ تو جنت کی طرف دعوت دے رہا ہے، لیکن جو لوگ قرآن اور رسولؐ کی دعوت مسترد کر کے، دوزخ میں جانا چاہتے ہوں تو اللہ بھی بے نیاز ہے۔

مرکزی مضمون

رسول اللہ ﷺ کو آپ ﷺ کی ذات اور قرآن پر الزامات واعتراضات کے مسکت جوابات دیتے منکرین توحید و آخرت مشرکین مکہ کے خلاف اتمام حجت کرنے، جنت کے مستحق ﴿عباد الرحمن﴾ کی صفات بتا کر، کسی بھی مرعوبیت کے بغیر، قرآنِ مجید کے آفاقی اور انفسی دلائل کی روشنی میں، دعوت و تبلیغ کا جہادِ کبیر کرنے کی ہدایات دی گئیں۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

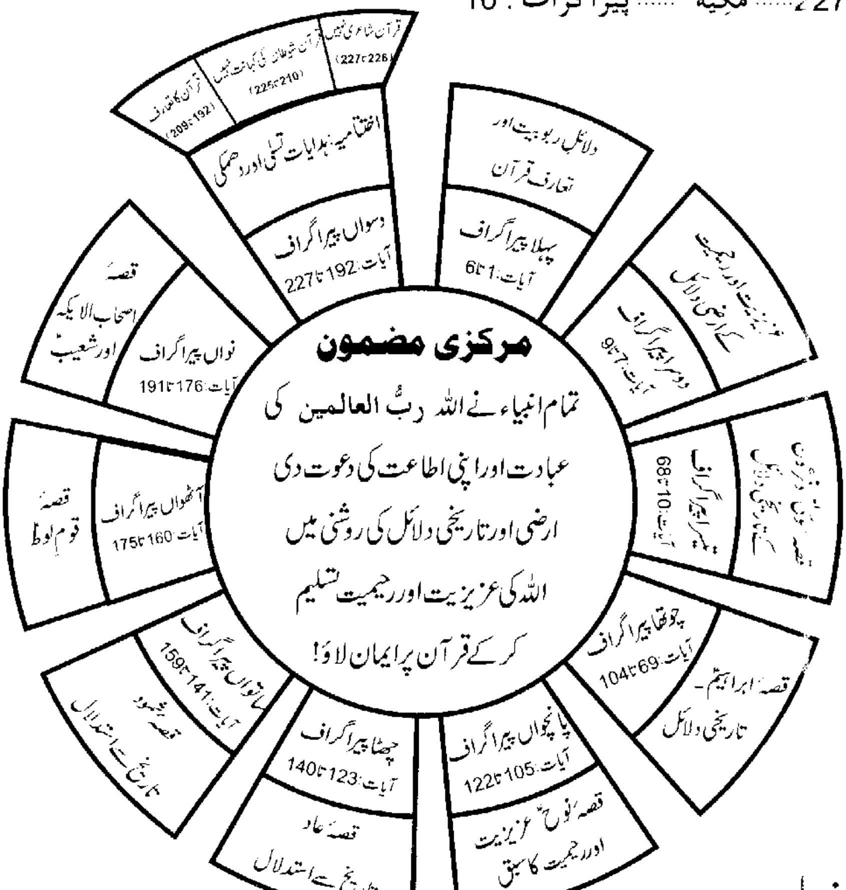
ترتیبی نقشہ ربط

نظم جلی

MACRO-STRUCTURE

26- سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ

آیات : 227 ...... مَکِّيَّة ...... پیراگراف : 10



● **زمانۂ نزول:**

1۔ سورت ﴿الشُّعَرَاء﴾ رسول ﷺ کے قیام مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) میں نازل ہوئی جب عربی قرآن پر شک کے ساتھ اعتراض کیا جا رہا تھا اور رسول ﷺ پر ﴿مَجْنُون﴾ کا الزام عائد کیا گیا اور جب قریشی قیادت کو چھ (6) قوموں (قوم نوحؑ، عاد، ثمود، اقوام لوطؑ و شعیبؑ و موسیٰؑ) کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا۔

2۔ آیت 214 ﴿وَ اَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ﴾ اعلانِ عام سے ذرا پہلے 4 نبوی میں نازل ہوئی، جس کے بعد آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر بانگِ دہل دعوت توحید دی۔

(صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب سورة الشعراء، حدیث 4,492)

سورۃ الشُّعَرَاء کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿الفرقان﴾ میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت اور قرآن مجید کی حقانیت کے عقلی، آفاقی اور انفسی دلائل تھے، اعتراضات اور الزامات کا مسکت جواب دیا گیا تھا۔

2۔ یہاں سورۃ ﴿الشُّعراء﴾ میں اللہ تعالیٰ کے دو (2) صفاتی نام ﴿عزیز﴾ اور ﴿رحیم﴾ سے توحیدِ اختیار کے تاریخی دلائل فراہم کیے گئے ہیں۔

3۔ اگلی تین (3) سورتوں ﴿سورۃ الشعراء، سورۃ النمل اور سورۃ القصص﴾ میں دو (2) باتیں مشترک ہیں۔

(a) تینوں سورتوں میں حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی کشمکش کی سچی داستان سنا کر، قریش کی طاغوتی قیادت کو فرعونی رویے ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(b) تینوں سورتوں میں قریش کی طاغوتی قیادت کو، مختلف قوموں کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ، مضامین اور آیاتِ ترجیع

1- سورۃ ﴿الشعراء﴾ میں ﴿اَلَا یَتَّقُوْنَ؟﴾ اور ﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ؟﴾ کے الفاظ کے استعمال کی معنویت:

سورۃ ﴿الشعراء﴾ میں ﴿اَلَا یَتَّقُوْنَ؟﴾ کیا یہ لوگ بچنا نہیں چاہتے؟ اور ﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ؟﴾ کیا تم لوگ بچنا نہیں چاہتے؟ کے الفاظ کئی مرتبہ استعمال کیے گئے ہیں۔ ﴿تقویٰ﴾ کا بنیادی مطلب بچنا ہے۔ حرام سے بچنا، منکرات سے بچنا، اللہ کے غضب سے بچنا اور برائیوں کے دنیوی اور اُخروی برے انجام سے بچنا ہے۔

(a) حضرت نوحؑ کی دعوتِ تقویٰ (3,500 ق م):

اَلَا تَتَّقُوْن؟ (آیت 106) کیا تم لوگ بچنا نہیں چاہتے؟ یہاں قومِ نوحؑ اور اُن کے سرداروں کو دعوتِ تقویٰ ہے کہ وہ پانچ بتوں کی پرستش کے شرک سے بچیں۔ حضرت نوحؑ کو سنگسار کرنے کی دھمکیوں سے باز رہیں عام انسانوں کو گھٹیا ﴿اَراذِل﴾ سمجھنے سے بچیں۔ نبی کی رسالت کے انکار سے بچیں، تاکہ اِس تقویٰ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے دنیوی اور اخروی عذاب سے بچ سکیں۔

(b) حضرت ھودؑ کی دعوتِ تقویٰ (3,000 ق م):

اَلَا تَتَّقُوْن؟ (آیت: 124) کیا تم لوگ بچنا نہیں چاہتے؟ یہاں قومِ عاد اور اُن کے سرداروں کو دعوتِ تقویٰ ہے کہ وہ شرک سے بچیں، آباء پرستی سے بچیں۔ اِنکارِ قیامت کے عقیدے سے توبہ کرلیں۔ اپنے پیغمبر حضرت ھودؑ کو جھوٹا اور بیوقوف کہنے سے بچیں۔ ﴿استکبار فی الارض﴾ سے بچیں اور ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ کا نعرہ لگانا چھوڑ دیں۔ جباری اور کفر و عناد کو ترک کردیں۔

دوسری قوموں پر ﴿جبار﴾ بن کر حملہ آور نہ ہوں، تاکہ اس تقویٰ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے دنیوی اور اُخروی عذاب سے بچ سکیں۔

(c) حضرت صالحؑ کی دعوتِ تقویٰ (2,500 ق م):

اَلَا تَتَّقُوْن؟ (آیت: 142) کیا تم لوگ بچنا نہیں چاہتے؟ یہاں قومِ ثمود کو دعوتِ تقویٰ ہے کہ وہ اللہ کی اونٹنی کو ہلاک کرنے سے بچیں، قیامت کے انکار سے بچیں، آباء پرستی اور شرک سے بچیں، اپنے نو(9) فسادی لیڈروں کی پیروی سے بچیں، جو بہت متکبر، سرکش اور طاغی تھے۔ اپنے رسول صالحؑ کو ﴿مَسحُور﴾ کہنے سے بچیں، حضرت صالحؑ اور اُن کے گھر والوں پر شب خون مارنے کے ارادے سے باز رہیں اور اُن پر ایمان لے آئیں، تاکہ اس تقویٰ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے دنیوی اور اُخروی عذاب سے بچ سکیں۔

(d) حضرت لوطؑ کی دعوتِ تقویٰ (2,100 ق م):

اَلَا تَتَّقُوْن؟ (آیت: 161) کیا تم لوگ بچنا نہیں چاہتے؟ یہاں قومِ لوطؑ اور اُن کے سرداروں کو دعوتِ تقویٰ ہے کہ وہ فساد، بدفعلی، بدعملی، سرکشی، ڈاکہ زنی، شہوانیت اور ہم جنس پرستی (Homosexuality) سے بچیں اور پیغمبروں کی تکذیب سے بچیں، تاکہ اِس تقویٰ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے دنیوی اور اُخروی عذاب سے بچ سکیں۔

(e) حضرت شعیبؑ کی دعوتِ تقویٰ (1,400 ق م):

اَلَا تَتَّقُوْن؟ (آیت: 177) کیا تم لوگ بچنا نہیں چاہتے؟ یہاں قومِ شعیبؑ اور اُن کے سرداروں کو دعوتِ تقویٰ ہے کہ وہ شرک، ناپ تول میں کمی، ڈاکہ زنی، فساد اور رزقِ حرام سے بچیں، تاکہ اِس تقویٰ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے دنیوی اور اُخروی عذاب سے بچ سکیں۔

(f) حضرت موسیٰؑ کی دعوتِ تقویٰ (1,300 ق م):

اَلَا یَتَّقُوْن؟ (آیت 11) کیا یہ لوگ تقویٰ اختیار کرنا نہیں چاہتے؟ یعنی کیا یہ لوگ بچنا نہیں چاہتے؟ یہاں فرعون اور اُس کی فوجی حکومت کو دعوتِ تقویٰ ہے کہ وہ ظلم و ستم کرنے سے بچیں۔ نسل پرستی کی بنیاد پر، بنی اسرائیل کے قتل سے بچیں۔ ﴿عُلُوّفِی الارض﴾ اور ﴿فساد﴾ سے بچیں، تاکہ اِس تقویٰ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے دنیوی اور اُخروی عذاب سے بچ سکیں۔

2- سورۃ ﴿الشُّعَرَاء﴾ میں بعض ﴿آیاتِ ترجیع﴾ آئی ہیں، جو بار بار دہرائی گئی ہیں۔

﴿اَلَا تَتَّقُوْن ٥ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْن ٥ فَاتَّقُوْا اللہَ وَاَطِیْعُوْن ٥ وَمَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعَالَمِیْن﴾ (آیات: 109، 127، 145، 164، 180)

ان آیاتِ ترجیع سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(a) تمام چھ (6) انبیاء نے ﴿تقویٰ﴾ کی دعوت دی، یعنی انہیں شرک و بدعات اور اپنے اپنے دور کے فتنوں سے بچنے کی دعوت دی۔

(b) تمام چھ (6) انبیاء نے اعلان کیا کہ وہ نہ صرف اللہ کے پیغام بر ہیں، بلکہ امین بھی ہیں، یعنی دیانت دار ہیں۔

(c) تمام چھ (6) انبیاء نے ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ یعنی ﴿اُعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ اللہ کی عبادت کرو، کی دعوت دی اور ﴿وَاَطِيْعُوْنِ﴾ کی دعوت دی، یعنی میری اطاعت کرو، (میں رسولِ وقت ہوں)۔

(d) تمام چھ (6) انبیاء نے اپنی اپنی قوم پر واضح کر دیا کہ وہ قوم سے پیسہ نہیں مانگتے۔ چندہ طلب نہیں کرتے۔ وہ قوم کو دینے کے لیے آتے ہیں اور قوم سے لینے کے لیے نہیں آتے۔ پیغمبر اللہ کے لیے کام کرتے ہیں اور اللہ ہی سے اجر کے طالب ہوتے ہیں۔ وہ اخلاص کے ساتھ دین کی دعوت دیتے ہیں۔

3- سورۃ ﴿الشعراء﴾ میں گیارہ (11) مرتبہ ﴿ربُّ العَالَمِين﴾ کی ترکیب کے استعمال کی حکمت:

اس سورت میں ﴿رَبُّ العَالَمِين﴾ (یعنی تمام عالموں کا رب) کا لفظ مندرجہ ذیل آیات میں استعمال ہوا ہے۔

(آیات: 16، 23، 47، 77، 98، 109، 127، 145، 164، 180، 192)

﴿رَبّ﴾ کے پانچ (5) مفہوم ہیں۔

(a) پرورش کرنے والا، نشو و نما دینے والا اور بڑھانے والا۔

(b) دیکھ بھال اور خبر گیری کرنے والا۔

(c) مالک اور آقا۔

(d) مرکزی حیثیت رکھنے والا، جمع کرنے والا اور سمیٹنے والا۔

(e) سردار، صاحب اقتدار، غلبہ رکھنے والا، صاحب تصرف، اختیارات رکھنے والا۔

لفظ ﴿ربُّ العَالَمِين﴾ کی اس تکرار سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(a) تمام انبیاء اور رسول سب سے پہلے ﴿توحیدِ ربوبیت﴾ کی طرف متوجہ کرتے ہیں، توحید ربوبیت سے ہی ﴿توحید الوہیت﴾ کا سراغ ملتا ہے۔

(b) مشرکین مکہ توحیدِ ربوبیت کے قائل تھے، لیکن الوہیت اور عبادت کے علاوہ، اللہ تعالیٰ کی تحکیم اور ﴿توحیدِ تشریع﴾ میں شرک کیا کرتے تھے۔

4- سورۃ ﴿الشعراء﴾ میں ﴿إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ کے استعمال کی حکمت:

سورت الشُّعراء میں نو (9) مرتبہ نو (9) رسولوں کے سچے واقعات بیان کرنے کے بعد مندرجہ ذیل آیت بھی بطور ترجیع آئی

ہے، جو بار بار دہرائی گئی ہے۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ (آیات: 9، 68، 104، 122، 140، 159، 175، 191، 217) آیت ترجیع سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(a) تمام نو (9) انبیاء کے سچے واقعات میں ﴿اٰیَةً﴾ ہے یعنی دلائلِ قدرت ہیں، دلائلِ جزا و سزا ہیں، اللہ تعالیٰ رسولوں کی نافرمانی کرنے والی قوموں کو ہلاک کر دیتا ہے اور رسول اور اُن کے ساتھیوں کو بچا لیتا ہے۔

(b) ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ سخت دل لوگ تاریخ کے سچے واقعات سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور ایمان نہیں لاتے۔

5- سورۃ ﴿الشعراء﴾ میں اللہ کی دو صفات ﴿الْعَزِیْز﴾ اور ﴿الرَّحِیْم﴾ کے استعمال کی حکمت:

سورۃ الشُّعَرَاء میں آٹھ (8) مرتبہ رسولوں کے سچے واقعات بیان کرنے کے بعد مندرجہ ذیل آیت بھی بطورِ ترجیع آئی ہے، جو بار بار دہرائی گئی ہے۔ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ (آیات: 9، 68، 104، 122، 140، 159، 175 اور 191) ﴿الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ کی صفات (آیت: 217) میں بھی بیان کی گئیں ہیں۔

اس آیتِ ترجیع سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(a) پہلی بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ جو ﴿رَبّ﴾ ہے، وہی کافروں کے لیے ﴿عَزِیْز﴾ بھی ہے اور مومنوں کے لیے ﴿رَحِیْم﴾ بھی ہے۔

(b) ہر پیغمبر نے اللہ کی صفات کے ذریعے، اللہ کا تعارف کرایا۔

(c) ہر قوم کی تاریخ ہلاکت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پالنے والا ﴿رَبّ﴾، انسانوں کی دیکھ بھال (Monitor) بھی کر رہا ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ انسانوں میں سے کون شکر گزار ہے اور کون ناشکرا ہے؟

(d) ہر قوم کی تاریخ ہلاکت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پالنے والا ﴿رَبّ﴾، ناشکرے اور فسادی انسانوں کے لیے ﴿عَزِیْز﴾ ہوتا ہے۔ انہیں دنیا میں سزا سے دوچار کرتا ہے۔ یہی تاریخ کا سبق ہے اور انہیں آخرت میں بھی سزا سے دوچار کرے گا۔

(e) ہر قوم کی تاریخ ہلاکت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پالنے والا ﴿رَبّ﴾، ﴿رَحِیْم﴾ کی صفت بھی رکھتا ہے۔ وہ اپنے شکر گزار بندوں کو دنیاوی اور اخروی عذاب سے بچا لیتا ہے۔

6- سورۃ ﴿الشعراء﴾ میں، ﴿بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ﴾ کا استعمال:

جادوگروں نے اپنی طلسماتی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکنے سے پہلے ﴿بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ﴾ "فرعون کی عزت و اقتدار کی قسم" یعنی فرعون کی طاقت، عزیزیت، آمریت، غلبہ اور اقتدار کی قسم کا نعرہ لگایا۔ (آیت: 44)

یہی جادوگر بعد میں سچے اور پکے مسلمان بن گئے، بلکہ ہر قسم کی آزمائش کے لیے تیار ہو گئے وہ فرعون کی ﴿عزیزیت﴾ کے بجائے، اللہ تعالیٰ کو ﴿عزیز﴾ مان کر، اُس کی ﴿عزیزیت﴾ کے قائل ہو گئے۔

7- سورۃ ﴿الشعراء﴾ میں مختلف قوموں کی ﴿تکذیب﴾ کا ذکر:

ماضی کی مختلف قوموں کی ﴿تکذیب﴾ اور اُن کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

(a) قومِ نوحؑ نے بھی رسولوں کی ﴿تکذیب﴾ کی۔ یعنی رسولوں کو جھٹلایا۔ ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ (آیت: 105)

(b) قومِ عاد نے بھی رسولوں کی ﴿تکذیب﴾ کی۔ ﴿كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ﴾ (آیت: 123)

(c) قومِ ثمود نے بھی رسولوں کی ﴿تکذیب﴾ کی۔ ﴿كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ﴾ (آیت: 141)

(d) قومِ لوطؑ نے بھی رسولوں کی ﴿تکذیب﴾ کی۔ ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ (آیت: 160)

(e) اصحاب الایکہ یعنی قومِ شعیبؑ نے بھی رسولوں کی ﴿تکذیب﴾ کی۔ ﴿كَذَّبَ أَصْحَابُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ﴾ (آیت: 176)

(f) قریش نے آخری رسول محمد ﷺ کی ﴿تکذیب﴾ کی اور اُن کا مذاق اُڑایا۔

﴿فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ (آیت:6)

سورۃُ الشُّعَرَاء کا نظمِ جلی

سورۃ الشُّعراء دس (10) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔ پہلا اور آخری پیراگراف تعارفِ قرآن اور دلائل ربوبیت پر مشتمل ہے۔ دوسرے میں اللہ تعالیٰ کی ﴿عزیزیت﴾ اور ﴿رحیمیت﴾ کے ارضی دلائل، تیسرے میں قصہ موسیٰ وفرعون کے تاریخی دلائل ہیں۔ چوتھے میں قصہ ابراہیمؑ کے، پانچویں میں قصہ نوحؑ کے، چھٹے میں قومِ عاد کے، ساتویں میں قومِ ثمود کے، آٹھویں میں قومِ لوط میں، اور نویں پیراگراف میں قومِ شعیبؑ کی ہلاکت کے تاریخی دلائل ہیں۔

1- آیات 1 تا 6: پہلا تمہیدی پیراگراف دلائل ربوبیت اور تعارفِ قرآن پر مشتمل ہے، آخری حصہ بھی تعارفِ قرآن پر مشتمل ہے۔

محمد ﷺ کی دردمندی کا ذکر کیا گیا کہ اگر یہ مشرکین ایمان نہ لائیں تو کیا آپ اپنی جان کھو دیں گے؟ (آیت 3)

رسول اللہ ﷺ کی تکذیب اور آپ ﷺ کے استہزا پر قریش کو دھمکی دی گئی۔

﴿فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ (آیت:6)

2- آیات 7 تا 9: دوسرا پیراگراف اللہ تعالیٰ کی دو (2) صفات، ﴿عزیزیت﴾ اور ﴿رحیمیت﴾ کے ارضی دلائل پر مشتمل ہے۔

انسان کو دعوتِ فکر دی گئی ہے کہ وہ زمین پر غور کرے۔ زمین انسان کو نباتات کے ذریعے طرح طرح کی سبزیاں اور پھل فراہم کرتی ہے

اور یہی زمین انسان کی قبر بن جاتی ہے۔ زمین اللہ تعالیٰ کی ﴿صفتِ عزیزیت﴾ اور ﴿صفتِ رحیمیت﴾ کے دلائل فراہم کر رہی ہے۔

3- آیات 10 تا 68 تیسرا پیراگراف: قصۂ موسیٰؑ و فرعون کے تاریخی دلائل پر مشتمل ہے۔

فرعون اور آلِ فرعون کی ہلاکت سے اللہ تعالیٰ کی ﴿عزیزیت﴾ کا تاریخی ثبوت فراہم کیا گیا اور حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کی نجات سے اللہ تعالیٰ کی ﴿رحیمیت﴾ ثابت ہوگئی۔

اللہ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ دونوں کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جا کر کہہ دینا کہ ہم دونوں اللہ رب العالمین کے پیامبر ہیں۔ ﴿فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آیت: 16)

فرعون نے پوچھا: ربّ العالمین کیا ہوتا ہے؟ ﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آیت: 23)

حضرت موسیٰؑ نے اپنی تقریر جاری رکھی، لیکن فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا کہ جو رسول تم لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے وہ تو پاگل ﴿مجنون﴾ ہے۔ ﴿قَالَ إِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ﴾ (آیت: 27)

فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو دھمکی دی کہ اگر میرے سوا کسی کو ﴿الٰہ﴾ بناؤ گے تو میں تمہیں جیل بھجوا دوں گا۔

﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلٰهًا غَيْرِيْ لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ﴾ (آیت: 29)

فرعون نے درباریوں کو اپنی رائے دی کہ یہ ایک بڑا ماہر جادوگر ہے۔ ﴿قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهٗٓ إِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ﴾ (آیت:34)

یہ تم لوگوں کو اپنے جادو کے زور سے تمہاری سرزمین سے بے دخل کرنا چاہتا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟

﴿يُرِيْدُ أَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ﴾ (آیت:35)

فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے مقابلے کے لیے سارے شہروں سے جادوگر بلوائے۔ ایک دن مقرر ہوا۔ جادوگروں نے انعام کی ضمانت مانگی۔ فرعون نے نہ صرف حامی ضمانت دی بلکہ یہ بھی کہا کہ میں دربار میں تمہیں ﴿مقرب﴾ بنا کر رکھوں گا۔

﴿قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ (آیت:42)

جادوگروں نے فرعون کے اقتدار و عزت کی قسم کھا کر اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں اور کہا کہ ہم غالب رہیں گے۔

﴿فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ (آیت: 44)

لیکن حضرت موسیٰؑ کا عصا سانپ بن گیا اور ان کے سانپوں کو نگل گیا۔ فرعون کے بلائے ہوئے جادوگر مسلمان ہوگئے۔

﴿قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾

فرعون غضب ناک ہوا اور کہنے لگا: میری اجازت کے بغیر تم کس طرح ایمان لے آئے؟

﴿قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ أَنْ اٰذَنَ لَكُمْ﴾ وہ Freedom of Faith کا قائل نہ تھا۔

پھر فرعون نے دھمکی دی کہ یہ تم جادوگروں کی باہمی سازش تھی۔ تمہارے بڑے جادوگر موسیٰؑ نے تمہیں یہ جادو سکھایا ہے۔

﴿اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ﴾ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹواؤں گا۔

﴿لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ اور تم سب کو پھانسی پر لٹکاؤں گا۔

جادوگروں نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور کہنے لگے: کوئی مسئلہ نہیں! ہمیں اپنے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے۔

﴿قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ﴾ (آیت: 47 تا 50)

4- آیات 69 تا 104 : چوتھے پیراگراف میں قصۂ ابراہیمؑ بیان کر کے اللہ کی دو صفات ﴿عزیزیت﴾ اور ﴿رحیمیت﴾ ثابت کی گئیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد اور اپنی قوم سے مباحثہ کیا اور پوچھا کیا پوجتے ہو! مورتیاں؟ سوال کیا، کیا یہ مورتیاں کان رکھتی ہیں؟ کیا نفع و نقصان کی قدرت رکھتی ہیں؟ (آیات: 69 تا 73)

جواب ملا: نہیں! لیکن باپ دادا کو اسی طرح پایا ہے۔ ﴿قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾ (آیت: 74)

حضرت ابراہیمؑ نے ان بتوں کو اپنا 'دشمن' قرار دیا ﴿فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آیت: 77) اللہ تعالیٰ کی صفات گنوائیں۔ میرا رب، خالق و ہادی ہے، مطعم ہے، ساقی ہے، شافی ہے، شفا دیتا ہے۔

﴿مُحیی﴾ اور ﴿مُمیت﴾ ہے۔ اسی سے قیامت کے دن خطاؤں کی معافی کی امید رکھتا ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی: مجھے حکم عطا کر! اور صالحین کے ساتھ ملا دے!

بعد والوں میں سچی ناموری عطا کر! جنت کا وارث بنا! میرے والد کو معاف کر دے۔

﴿وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ﴾ وہ گمراہ ہیں۔ قیامت کے دن رسوا نہ کرنا!

قیامت کے دن مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے۔ ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ﴾ (آیت: 88)

قیامت کے دن عقیدۂ توحید پر یکسو رہنے والا ﴿قَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ ہی کام آئے گا۔ ﴿اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ (آیت: 89)

اُس دن، جنت متقین کے قریب ہو گی اور دوزخ ﴿غَاوِين﴾ یعنی بہکے ہوؤں کے لیے کھول دی جائے گی۔

5- آیات 105 تا 122: پانچویں پیراگراف میں قصۂ نوحؑ بیان کر کے اللہ کی دو صفات ﴿عزیزیت﴾ اور ﴿رحیمیت﴾ ثابت کی گئیں۔

قومِ نوحؑ مشرک تھی۔ پانچ (5) بتوں کی پوجا کیا کرتی تھی۔ سیاسی طور پر بڑی بااثر تھی۔

اُس نے حضرت نوحؑ کو سنگسار کرنے کی دھمکی دی۔ ﴿قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ﴾ (آیت: 116)

اللہ نے حضرت نوحؑ اور اُن کے ساتھیوں کو کشتی میں سوار کر کے نجات دی۔ یہ اللہ کی ﴿رحیمیت﴾ تھی۔

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ (آیت: 119)

اور بقیہ تمام کافروں کو غرق کر دیا۔ ﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ﴾ (آیت: 120) یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ ﴿عزیز﴾ ہے۔

6- آیات 123 تا 140 : چھٹے پیراگراف میں قصۂ قوم عاد اور حضرت ہودؑ بیان کر کے اللہ تعالیٰ کی دو (2) صفات ﴿عزیزیت﴾ اور ﴿رحیمیت﴾ ثابت کی گئیں۔

قوم عاد بد عمل تھی۔ حضرت ہودؑ کی تکذیب کی، یعنی اُن کی تعلیمات کو جھٹلایا، چنانچہ ہلاک کی گئی۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ﴾ (آیت: 139)

7- آیات 141 تا 159 : ساتویں پیراگراف میں قصۂ قوم ثمود اور حضرت صالحؑ بیان کر کے اللہ تعالیٰ کی دو (2) صفات ﴿عزیزیت﴾ اور ﴿رحیمیت﴾ ثابت کی گئیں۔

قوم ثمود کے لیڈر ﴿مُسرف﴾ تھے۔ اختیارات میں حدود سے تجاوز کیا کرتے تھے۔ (Abuse of Power)

حضرت صالحؑ نے انہیں ان مفسد لیڈروں کی پیروی سے روکا۔

﴿وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ لیکن انہوں نے ان کی بات نہ مانی۔ چنانچہ ہلاک کی گئی۔

8- آیات 160 تا 175 : آٹھویں پیراگراف میں قصۂ قوم لوطؑ بیان کر کے اللہ کی دو صفات ﴿عزیزیت﴾ اور ﴿رحیمیت﴾ ثابت کی گئیں۔

قوم لوطؑ نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ نے نجات دی، بجز بڑھیا بیوی کے، لیکن ﴿مُنذَرین﴾ یعنی جن کو پہلے سے خبردار کر دیا گیا تھا، انہیں ہلاک کیا گیا تھا، ان پر بُری بارش برسائی گئی۔

9- آیات 176 تا 191 : نویں پیراگراف میں قصۂ قوم شعیبؑ (اصحاب الایکہ) بیان کر کے اللہ تعالیٰ کی دو (2) صفات ﴿عزیزیت﴾ اور ﴿رحیمیت﴾ ثابت کی گئیں۔

قوم شعیبؑ نے اپنے نبی پر الزام لگایا کہ یہ سحر زدہ اور آسیب زدہ ہیں۔ ﴿قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾ ان پر اعتراض تھا کہ یہ محض ہماری طرح کے بشر ہیں رسول نہیں، بلکہ جھوٹے ہیں۔

﴿وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ (آیت: 186) اس قوم کو بھی ہلاک کیا گیا۔

10- آیات 192 تا 227 : دسواں اور آخری پیراگراف اختتامیہ ہے۔ اس میں پہلے پیراگراف کی طرح قرآن کا مزید تعارف ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو ہدایات اور تسلی دی گئی اور قریش مکہ کو پچھلی قوموں کی طرح کے عذاب کی دھمکی دی گئی۔

(1) یہ (قرآن) ﴿رب العالمین﴾ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

روح الامین اسے لے کر آئے ہیں۔ ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ﴾ (آیت: 193)

وہی ﴿رَبُّ الْعَالَمِين﴾ ہے، جو ﴿عزیز﴾ ہے، جس نے ماضی میں کئی ناشکری قوموں کو ہلاک کیا۔ وہی ﴿رَبُّ الْعَالَمِين﴾ ہے، جو ﴿رحیم﴾ بھی ہے، جس نے اپنے پیغمبروں اوران پر ایمان لانے والے شکر گزار بندوں کو بچایا۔

(2) یہ قرآن کوئی شیطانی کلام نہیں ہے۔ ﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ﴾ (آیت:210) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت پر کیسے اُتر سکتے ہیں؟ ﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ﴾ (آیت:221) شیاطین تو صرف ﴿اَفَّاكٍ﴾ جعل سازوں اور ﴿اَثِيْمٍ﴾ بدکار لوگوں پر اُترتے ہیں۔

(3) یہ قرآن شاعری بھی نہیں ہے، شاعر لوگ تو ہر وادی میں بھٹکتے ہیں، وہ کہتے ہیں، جو کرتے نہیں ﴿وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ﴾ (آیت:226) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت شاعر کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ تو ﴿مُنْذِر﴾ ہیں یعنی خبردار کرنے والے ہیں۔ لہٰذا جلد سے جلد ایمان لے آؤ۔

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی گئی کہ آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو خبر دار کریں، ایمان لانے والوں پر شفقت کریں اور اللہ ہی پر توکل کریں، جو ﴿عزیز﴾ اور ﴿رحیم﴾ بھی ہے۔ (آیت:214)

(5) ہلاکتِ اقوام کا ایک اصول بیان کیا گیا کہ ﴿مُنْذِر﴾ خبر دار کرنے والے رسولوں کی بعثت کے بغیر، قومیں ہلاک نہیں کی جاتیں۔ ﴿وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ﴾ (آیت:208)

﴿مُنْذِرِين﴾ یعنی ڈرانے والے رسولوں کی بعثت کے بغیر، ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی۔"

(6) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو توحیدِ دعا اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ دعا میں شرک کرنے والے اللہ کے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾ (آیت:213)

مرکزی مضمون

تمام انبیاء نے ﴿اللہ رَبُّ الْعَالَمِين﴾ کی عبادت اور اپنی اطاعت کی دعوت دی۔ ارضی اور تاریخی دلائل کی روشنی میں، اللہ کو ﴿عزیز﴾ اور ﴿رحیم﴾ تسلیم کرکے، لوگوں کو قرآن کی دعوتِ جزاو سزا پر ایمان لانا چاہیے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

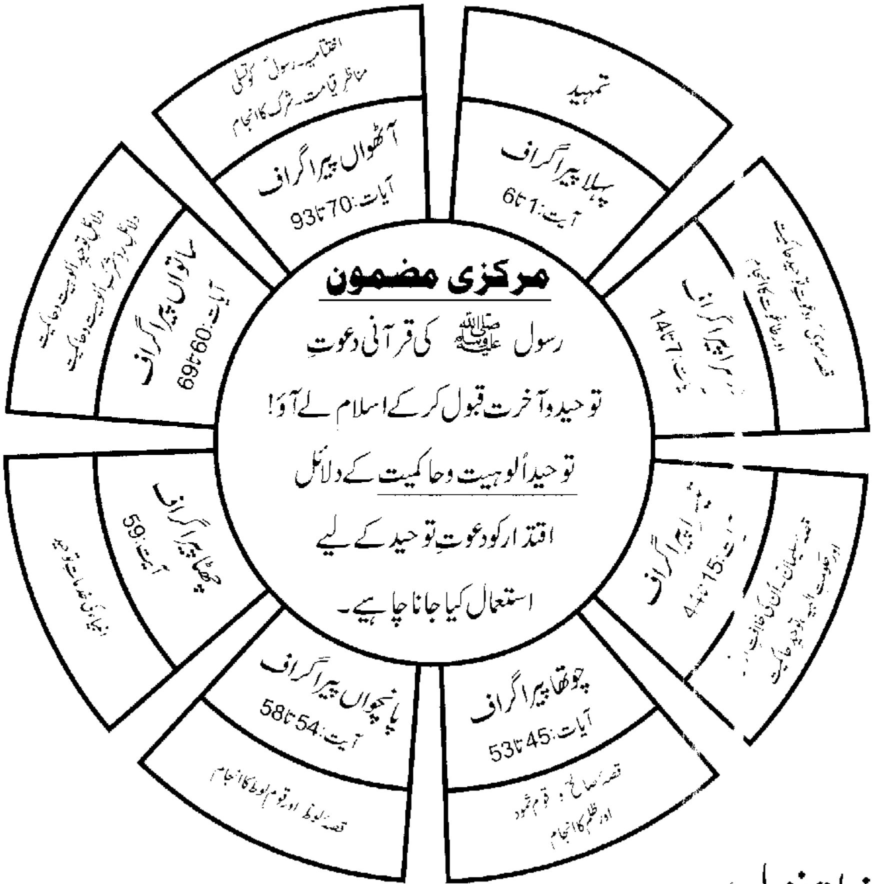
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

27- سُوْرَۃُ النَّمْلِ

آیات : 93...... مَکِّیَّۃ“ ...... پیراگراف : 8



● زمانۂ نزول :

سورت ﴿النَّمل﴾، سورت ﴿الشُّعَرَاء﴾ کے بعد رسول ﷺ کے قیام مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) میں نازل ہوئی، جب شک وریب کے ساتھ رسول ﷺ پر ﴿سَاحِر﴾ ہونے کا الزام عائد کیا جا رہا تھا اور جب مکے کی بت پرست قریشی قیادت کو یمن کی سلطنت سبا کی ملکہ کے قبول اسلام سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا، جو اسلام لانے سے پہلے سورج کی پوجا کیا کرتی تھی۔

سورۃُ النّمل کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الشُّعَرَاء﴾ میں ہلاک شدہ قوموں کے منفی رویوں سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ تھا، جنہوں نے دعوت کو جھٹلا کر مسترد کر دیا تھا۔ یہاں سورۃ ﴿النَّمل﴾ میں تصویر کا دوسرا رُخ ہے۔ یمن کی ملکہ نے دعوت کو قبول کر کے دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کر لی۔ یہاں مثبت رویوں کو اپنانے کا مشورہ ہے۔

2- وہاں سورۃ ﴿الشُّعَرَاء﴾ میں توحیدِ اختیار اور توحیدِ صفات ﴿عزیز و رحیم﴾ کا ذکر تھا، یہاں سورۃ ﴿النَّمل﴾ میں ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ؟﴾ کے سوال کے ذریعے توحیدِ اُلوہیت و حاکمیت کا تذکرہ ہے۔

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

1- سورۃ ﴿النَّمل﴾ میں ﴿توحیدِ اُلوهیت﴾ کے اثبات کے لیے آیت ترجیع ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ؟﴾ کا استعمال:

اس سورت میں آیت ترجیع ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ؟﴾ پانچ (5) مرتبہ آئی ہے۔ شرک کی تردید کے لیے پانچ (5) مرتبہ سوال کیا گیا ہے ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ؟﴾ "کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور ﴿اِلٰہ﴾ بھی اُلوہیت میں شریک ہے؟"

یہاں معبودِ حقیقی اللہ کے لیے ﴿اِلٰہ﴾ کا لفظ، قدرت، طاقت، اِختیار اور قوت کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

آیت 60 میں زمین اور آسمان کی تخلیق کی طاقت و قدرت کی دلیل دی گئی اور بارش کے ذریعے نباتات اُگانے کی طاقت و قدرت کا ذکر کر کے سوال کیا گیا ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ؟﴾۔ (آیت: 60)

اگلی آیت 61 میں زمین کی تخلیق اور پھر اُس میں پہاڑوں اور نہروں کے نظام کی دلیل فراہم کر کے سوال کیا گیا ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ؟﴾۔ اگلی آیت میں انسان کو اپنی ذات کے اندر غور کرنے کی دعوت دی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہی بے قرار اور مضطر کی فریاد سنتا ہے، تکلیف دور کرتا ہے انسانوں کو خلیفہ اور جانشین بناتا ہے، پھر اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کیوں کیا جاتا ہے؟ ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ؟﴾ (آیت: 62) اگلی آیت میں یہ دلیل دی گئی کہ اللہ تعالیٰ ہی اندھیروں میں راستہ دکھانے کی قدرت رکھتا ہے۔ ہواؤں کو بھیجنے کی طاقت رکھتا ہے۔ پھر اللہ کے ساتھ کسی اور الٰہ کا عقیدہ کیوں اختیار کیا جاتا ہے؟۔ ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ؟﴾ (آیت:63)

اس سلسلے کی آخری اور پانچویں آیت میں بتایا گیا کہ اللہ ہی تخلیق کا آغاز کرتا ہے اور اُس کا اِعادہ بھی کرے گا۔ وہی لوگوں کو رزق دیتا ہے۔ پھر اللہ کو چھوڑ کر ﴿مِن دُونِ اللّٰہِ﴾ کو اُلوہیت، قدرت، طاقت، ربوبیت اور حاکمیت میں شریک کرنے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے۔ ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ؟﴾ (آیت: 64)

2- سورۃ ﴿النمل﴾ میں ﴿عرش﴾ یعنی تخت کا لفظ بھی پانچ (5) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

(a) ایک ملکہ سبا کا عرش (تخت) تھا۔ ﴿وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ﴾ (آیت:23)

(b) لیکن ایک اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور فرماں روائے کائنات کا عرش ہے، جس کے علاوہ کوئی ﴿اِلٰہ﴾ نہیں اور جو عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ (آیت:26)

3- سورۃ ﴿النمل﴾ میں، دو (2) قسم کی بالادستی ﴿عُلُوّ﴾ کا ذکر ہے۔

(a) حضرت سلیمان نے یمن کی ملکہ کو خط لکھا: مجھ پر بالادستی ﴿عُلُوّ﴾ کی کوشش نہ کرنا۔ سیدھی طریقے سے مسلمان بن کر حاضر ہو جانا! یہ ریاستی قوت سے دعوتِ اسلام تھی۔ ﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾ (آیت:31)

(b) آلِ فرعون نے ظلم اور بالادستی ﴿عُلُوّ﴾ کے غرور میں حضرت موسیٰ کی دعوت کا انکار کیا۔
﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ (آیت:14)

4- سورۃ ﴿النمل﴾ میں ﴿ظلم﴾ کا تذکرہ:

اس سورت میں قومِ ثمود اور قومِ فرعون کے مظالم کا ذکر ہے۔

(a) فرعون کی فاسق قوم نے اللہ کی آیات کا ﴿ظلم﴾ اور تکبر سے انکار کیا، حالانکہ ان کے دل اسلام پر مطمئن ہو چکے تھے۔
﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ (آیت:14)

(b) قومِ ثمود ایک ظالم قوم تھی، ان کے ﴿ظلم﴾ کے سبب ان کی بستیاں اوندھی کر دی گئیں۔
﴿فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا﴾ (آیت:52)

5- سورۃ ﴿النمل﴾ میں قومِ ثمود کے نو (9) لیڈروں اور فرعون کے ﴿فساد﴾ کا تذکرہ ہے۔

(a) فرعون اور اس کے لشکر ﴿مفسد﴾ تھے۔ ان کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کا حکم دیا گیا۔
﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ (آیت:14)

(b) قومِ ثمود کے نو (9) لیڈر بھی مفسد تھے، ان میں اِصلاح کا کوئی جذبہ موجود نہ تھا۔
﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ (آیت:48)

6- سورۃ ﴿النّمل﴾ میں ﴿قرآن﴾ کا تعارف:

(a) قرآن ایک واضح کتاب ہے۔ ﴿طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آیت:1)

(b) دانا حکیم اور علیم ہستی کی طرف سے محمد ﷺ پر قرآن نازل کیا گیا ہے۔

﴿وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ﴾ (آیت:6)

(c) قرآن بنی اسرائیل کے اختلافی مسائل میں صحیح اور بے لاگ بات بتاتا ہے۔

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ (آیت:76)

(d) اللہ کی ذات ہی قابلِ تعریف اور قابلِ شکر ہے، وہ بہت جلد ایسی علامات ظاہر کرے گا کہ مشرکین مد جان لیں گے۔

﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا﴾ (آیت:93)

7- سورۃ ﴿النّمل﴾ میں دین ﴿اسلام﴾ سے متعلق چار (4) آیات آئی ہیں:

(a) حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سبا اور اہل سبا کو دھمکی دی۔ مجھ پر اپنی بڑائی نہ جتاؤ۔ سیدھے طریقے سے مسلم بن حاضر ہو جاؤ۔

﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾ (آیت:31)

(b) ملکہ سبا نے اسلام کا اقرار کر لیا اور حضرت سلیمانؑ کے ساتھ، کائنات کے ربّ کے آگے جھک گئی۔

﴿وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آیت:44)

(c) جو لوگ اللہ کی آیات کو توجہ سے سنتے ہیں، وہی ﴿مُسلِمِین﴾ یعنی فرمان بردار ہوتے ہیں۔

﴿اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (آیت:81)

(d) رسول اللہ ﷺ کی زبان سے اعلان کرایا گیا کہ مجھے تو ﴿مُسلِمِین﴾ یعنی فرماں برداروں ہی میں شامل ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (آیت:91)

سورۃُ النّمل کا نظمِ جلی

سورۃ ﴿النّمل﴾ آٹھ (8) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 6: پہلے پیراگراف میں تمہید (Introduction) ہے۔

اس میں مؤمنین اور کافرین کی صفات بیان کر کے ﴿قرآن کا تعارف﴾ پیش کیا گیا ہے۔

طٰس، یہ قرآن اور کتابِ مبین کی آیات ہیں۔ مومنین کے لیے ہدایت اور بشارت ہے۔ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (آیت:2)

مومنین نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ آخرت کو نہ ماننے والوں کے لیے، ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا گیا ہے۔ اندھے ہیں، بھٹکے پھرتے ہیں۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ (آیت:4)

ان کے لیے بری سزا ہے۔ آخرت کا خسارہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ آپ ﷺ یہ قرآن علیم و حکیم ہستی کی طرف سے پا رہے ہیں۔

﴿وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ﴾ (آیت:6)

2- آیات 7 تا 14 : دوسرے پیراگراف میں قصۂ موسیٰؑ بیان کیا گیا ہے۔

دعوتِ توحید حاکمیت دی گئی ہے اور طاغوت کے انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا: مجھے آگ نظر آئی ہے۔ کوئی خبر یا آگ لاتا ہوں، تا کہ تم لوگ گرم ہو سکو۔

وہاں پہنچے تو آواز آئی: مبارک ہے وہ شخص! جو اس آگ میں ہے اور جو اس کے ارد گرد ہیں۔ (آیت:8)

"میں اللہ ہوں، زبردست اور دانا۔" لاٹھی پھینکو۔ وہ سانپ بن گئی۔ حضرت موسیٰ بھاگے اور مڑ کر نہ دیکھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا تَخَفْ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ (آیت:10)

ڈرو نہیں! میرے پاس پیغمبر نہیں گھبراتے، الا یہ کہ کسی نے قصور کیا ہو۔ جیب میں ہاتھ داخل کرو! چمکتا ہوا نکلے گا۔ نو(9) نشانیاں عطا فرمائیں۔ فرعون اور اس کی فاسق قوم کی طرف نو(9) آیات کے ساتھ جانے کا حکم دیا گیا۔

آلِ فرعون نے کھلی کھلی نشانیوں کو جادو کہا۔ ظلم اور غرور سے انکار کیا، حالانکہ دل قائل ہو چکے تھے۔

﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾

یہ مفسد قوم تھی وہ برے انجام سے دوچار ہوئی۔ ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ (آیت: 14)

3- آیات 15 تا 44 : تیسرے پیراگراف میں حضرت سلیمانؑ کی خلافتِ ارضی اور اُن کی حکومتِ الٰہیہ، توحیدِ حاکمیت اور اُن کے جذبۂ تبلیغ اسلام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو علم دیا۔ دونوں نے اس فضیلت پر شکر ادا کیا۔ حضرت داؤدؑ کے وارث حضرت سلیمانؑ ہوئے۔ انہیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئیں۔ ہر طرح کی چیزیں عطا کی گئیں۔

حضرت سلیمانؑ کے لیے جن، انسان اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے اور وہ ضبط میں رکھے جاتے تھے۔

﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ (آیت:17)

ایک دن کوچ کر رہے تھے۔ چیونٹی کی بل پر پہنچے۔ ایک چیونٹی ﴿نَمْلَةٌ﴾ نے باقی چیونٹیوں سے کہا:

بل میں گھس جاؤ! کہیں سلیمانؑ کے لشکر تمہیں کچل نہ دیں!

حضرت سلیمانؑ مسکرائے اور کہا: اے اللہ! مجھے قابو میں رکھ! ﴿رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ﴾ تاکہ تیرے احسان کا شکر ادا کرتا رہوں جو مجھ پر اور میرے والدین پر ہوا۔ ایسا عمل کروں، جو تجھے منظور ہو۔ ﴿اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ﴾

دعا فرمائی کہ اپنی رحمت سے صالحین میں شامل فرما! ﴿وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (آیت: 19)

حضرت سلیمانؑ نے پرندوں کا جائزہ لیا۔ ایک جاسوس ﴿هُدْهُد﴾ کو غائب پایا۔ فرمایا: میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ اگر معقول وجہ نہ بتائی تو ذبح کر دوں گا۔

ہدہد نے کہا: میں نے (یمن کی) قومِ سبا کے متعلق، وہ معلومات حاصل کی ہیں، جو آپ کے علم میں نہیں (حضرت سلیمانؑ کے پاس بھی علم غیب نہ تھا) ہدہد نے بتایا کہ وہاں ایک عورت حکمران ہے۔ ہر قسم کے سرو سامان اور تخت ﴿عرش عظیم﴾ کی مالک ہے، وہ اور اس کی قوم سورج کو سجدہ کرتی ہے اور راہ سے بھٹکی ہوئی ہے اور عرشِ عظیم تو اللہ کا ہے۔

﴿وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (آیت:24)

درحقیقت عرشِ عظیم کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے، جس کے سوا کوئی ﴿اِلٰه﴾ نہیں۔ ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ (آیت:26)

حضرت سلیمانؑ نے ہدہد سے کہا: دیکھتے ہیں کہ تم نے سچ کہا یا نہیں (یعنی دوسرے ذرائع سے تصدیق کرتے ہیں)۔

یہ میرا خط لے جاؤ! انجان طریقے سے ڈال دو! پھر ان کا ردِ عمل دیکھو۔ خط میں اسلام قبول کرنے کی دعوت تھی۔

"یہ خط سلیمانؑ کی طرف سے ہے۔ ﴿بسم اللہ﴾ سے آغاز ہوا۔ ﴿اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ (آیت: 30)

"مجھ پر بالادستی ﴿عُلُوّ﴾ نہ جتاؤ اور مسلم ہو کر حاضر ہو جاؤ! ﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾ (آیت:31)

ملکۂ سبا نے سردارانِ قوم سے مشورہ مانگا، انہوں نے کہا: ہم طاقتور ہیں لیکن فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہی ملکہ نے کہا: بادشاہ جب کسی ملک میں گھس آتے ہیں تو اسے خراب کرتے ہیں اور عزت والوں کو ذلیل کرتے ہیں۔ میں ایک تحفہ ﴿ہدیہ﴾ بھیج کر دیکھتی ہوں۔

حضرت سلیمانؑ نے کہا: مال سے میری مدد کرنا چاہتی ہو؟ ﴿اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ﴾ (آیت:35)

میرے پاس اللہ کا دیا ہوا بہت ہے۔ ﴿فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ﴾ (آیت:36)

تمہارا تحفہ ﴿هَدِيَّه﴾ تمہیں مبارک ہو۔ ﴿بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ﴾ (آیت:36)

یہ تحفہ واپس کرو، حضرت سلیمانؑ نے دھمکی دی۔ ہم ایسے لشکر لے آئیں گے، جس کا وہ مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

﴿اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ (آیت:37)

درباریوں سے پوچھا: کون ملکۂ سبا کا تخت لاتا ہے؟ ایک عفریت جنّ نے کہا: میں قوی اور امین ہوں۔ اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں، میں اسے لا سکتا ہوں۔

﴿قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ﴾ (آیت:39)

لیکن ایک دوسرے صاحبِ علم کتاب (عفریت جن) نے کہا: میں پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔

﴿قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ﴾

﴿عرش﴾ یعنی تخت یمن سے فوراً فلسطین لایا گیا۔ حضرت سلیمانؑ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا: یہ میرے لیے شکر، اور ناشکری کا امتحان ہے۔﴿هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ﴾ (آیت:40)

ملکۂ سبا یمن سے فلسطین آئی۔ حضرت سلیمانؑ کے محل میں داخل ہوئی۔ شیشے کے فرش کو پانی کا حوض سمجھ کر پائینچے چڑھا لیئے۔ بالآخر سورج کی پرستش کرنے والی یہ ملکۂ سبا، اپنے شرک و ظلم کا اقرار کر کے مسلمان ہو جاتی ہے۔

﴿قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (آیت:44)

4- آیات 45 تا 53 : چوتھے پیراگراف میں حضرت صالحؑ اور اُن کی قوم ثمود کا تذکرہ ہے اور اُن کے ظلم کے انجام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

قومِ ثمود کے پاس حضرت صالحؑ بھیجے گئے۔ دعوتِ توحید دی۔ اختلاف ہوا۔ دو گروہ بن گئے۔

حضرت صالحؑ نے کہا: استغفار کیوں نہیں کرتے؟ رحم ہو گا۔ جواب ملا: ہم نے تم کو بد شگونی کا نشان پایا ہے۔

اس شہر میں نو (9) جتے دار فسادی لیڈر تھے، جنہیں اصلاح سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

﴿وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ﴾ (آیت:48)

انہوں نے باہم قسم کھائی کہ حضرت صالحؑ اور ان کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے۔ ان کے وارثوں سے کہہ دیں گے ہم موقعۂ واردات پر موجود نہ تھے۔ انہوں نے چال چلی، لیکن اللہ کی چال اپنی ہوتی ہے۔ سب کو تباہ کر دیا۔ انہیں عبرت کا نشان بنا دیا۔

﴿وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ (آیت:50)

قومِ ثمود کو ہلاک کر دیا گیا اور حضرت صالحؑ اور اہلِ ایمان متقین کو بچا لیا گیا۔

5- آیات 54 تا 58 : پانچویں پیراگراف میں حضرت لوطؑ کی قوم کی بد اعمالیوں اور اُن کی ہلاکت کا ذکر ہے۔

حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کو فحاشی اور بدکاری سے روکا۔ عورتوں کے بجائے، مردوں سے شہوت رانی پر گرفت کی، لیکن قومِ لوطؑ نے حضرت لوطؑ اور اُن پر ایمان لانے والے مسلمانوں کو جلاوطنی (Deportation) کا حکم دیا۔

"لوطؑ اور اس کے گھر والوں کو بستی سے نکال دو! یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔" ﴿أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّن قَرْيَتِكُمْ﴾ (آیت:56)

اور حضرت لوطؑ پر پاکبازی کی پھبتی کسی ﴿إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ﴾ (آیت:56)

اللہ نے حضرت لوطؑ اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا۔ بدکاروں پر مٹی کے پتھروں کی بارش کی گئی۔

6- آیت 59 : چھٹے پیراگراف میں انبیاء کی خدمات توحید کی تعریف کر کے انہیں خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔

دعوتِ توحید کو عام کرنے میں اُن کی خدمات بے مثال ہیں۔

﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۗ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (آیت:59)

ان میں پہلے توحید حمد کا ذکر ہے پھر اوپر ذکر کردہ حضرت موسیٰؑ، حضرت داودؑ و سلیمانؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت لوطؑ جیسے منتخب بندوں ﴿عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى﴾ کو خراجِ تحسین ہے۔

آخر میں مشرکوں کے ضمیر کو بیدار کرنے کے لیے سوال کیا گیا۔ کیا اللہ بہتر ہے؟ یا نام نہاد معبود اور شریک؟ (آیت:59)

یہی مضمون سورۃ الصافات کی آخری آیت میں بیان ہوا ہے، جو اُس سورت کا خلاصہ بھی ہے۔

7- آیات 60 تا 69 : ساتویں پیراگراف میں دلائل توحیدِ اُلوہیت و حاکمیت ہیں اور دلائل ردِ شرک اُلوہیت و حاکمیت ہیں۔

قدرت، طاقت، ربوبیت اور اختیار کی دلیلیں فراہم کرنے کے بعد، پانچ (5) مرتبہ یہ سوال کیا گیا کہ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور ہستی بھی اُلوہیت میں شریک ہے؟ ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ؟﴾۔ اس طرح شرک اُلوہیت، شرک حاکمیت، شرک اختیار، شرک ربوبیت وغیرہ کی دلیلوں سے تردید کی گئی۔

مشرکین کو صاف صاف خبردار کر دیا گیا کہ آخرت کا علم اُن سے کھو گیا ہے، اسی لیے وہ شک کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ اسی لیے وہ ایسے سوال کرتے ہیں کہ ہم اور ہمارے باپ دادا قبروں سے کس طرح اُٹھائے جائیں گے۔ یہ آخرت کو افسانہ قرار دیتے ہیں۔

﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ﴾ (آیت:66)

مشرکین کو دھمکی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی پچھلی قوموں کے مجرمین کی طرح ہلاک کر سکتا ہے۔

8- آیات 70 تا 93 : آٹھواں اور آخری پیراگراف اختتامیہ ہے۔ رسول ﷺ کو تسلی دے کر مناظر قیامت بیان کیے گئے ہیں اور شرک کے انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ مشرکین مکہ کی سازشوں سے دل گرفتہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾ (آیت:70)

وعدے کا دن کب ہے؟ شاید قریب ہو۔

تمہارا رب فضل فرمانے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

اللہ دلوں کے حال سے واقف ہے۔ ہر چیز کتاب میں درج ہو رہی ہے۔

آخری کتاب قرآن کے بارے میں یہ انکشاف کیا گیا کہ یہ بنی اسرائیل کے اختلافی مسائل کے بارے میں صحیح صحیح موقف بیان کرتی ہے۔

﴿إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ أَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ (آیت:76)

مومنین کے لیے قرآن، ہدایت اور رحمت ہے۔ ﴿وَإِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (آیت:77)

رسول اللہ ﷺ کو اللہ پر ہی بھروسہ اور توکل کرنے کا حکم دیا گیا کہ مشرکین دعوتِ قرآن کے سلسلے میں مردہ ہیں، بہرے ہیں، اندھے ہیں۔ ظاہر ہے آپ ﷺ بہروں کو نہیں سنا سکتے، بھاگنے والے بہروں کو نہیں سنا سکتے، نہ اندھوں کو راستہ دکھا سکتے ہیں۔ ہاں اہل ایمان فرماں برداروں کو قرآن سنا سکتے ہیں، جو اس آخری ہدایت پر توجہ دینے کے لیے تیار ہیں۔

یہاں قربِ قیامت کی تیسری نشانی بتائی گئی: (پہلی نشانی حضرت عیسیٰ کا نزول، دوسری نشانی یاجوج ماجوج کا ظہور ہے) جب قیامت واقع ہو گی تو اللہ تعالیٰ زمین سے ایک ایسا ﴿دَآبَّة﴾ یعنی جانور پیدا کرے گا، جو لوگوں سے بات چیت کرے گا۔

﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ﴾ (آیت:82)

قیامت کے دن، آیات کی تکذیب کرنے والوں کو، فوج در فوج منظم طور پر گھیر لیا جائے گا۔

قیامت کے دن سب سے پہلے ایک صور پھونکا جائے گا، جو زمین و آسمان کے مکینوں پر گھبراہٹ طاری کر دے گا۔

﴿وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ﴾ (آیت:87)

کافر اوندھے منہ آگ میں جھونکے جائیں گے اور نیک لوگ قیامت کے دن ہر قسم کی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔

سورت کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کو مندرجہ ذیل باتوں کے اعلان کا حکم دیا گیا۔

(a) مجھے بلدِ حرام کے رب کی بندگی کا حکم دیا گیا ہے۔

(b) مجھے مسلم بننے کا حکم دیا گیا ہے۔ (آیات:91تا92)

(c) اے محمد ﷺ! قرآن سناتے جائیے! (آیات:91تا92)

(d) میں تو صرف خبردار کرنے والا ہوں! اسی کی حمد ہے! (آیت:93)

(e) جلد اللہ تعالیٰ ایسی علامات ظاہر کرے گا کہ لوگ حق کی معرفت حاصل کر لیں گے۔ ﴿سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا﴾ کافروں کو دھمکی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔ ﴿وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ (آیت:93)

مرکزی مضمون

توحید ﴿الوہیت﴾ اور ﴿توحید حاکمیت﴾ کے دلائل فراہم کر دیے گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی قرآنی دعوت توحید و آخرت قبول کر کے اسلام لانا چاہیے۔ اقتدار کو دعوت توحید کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے۔

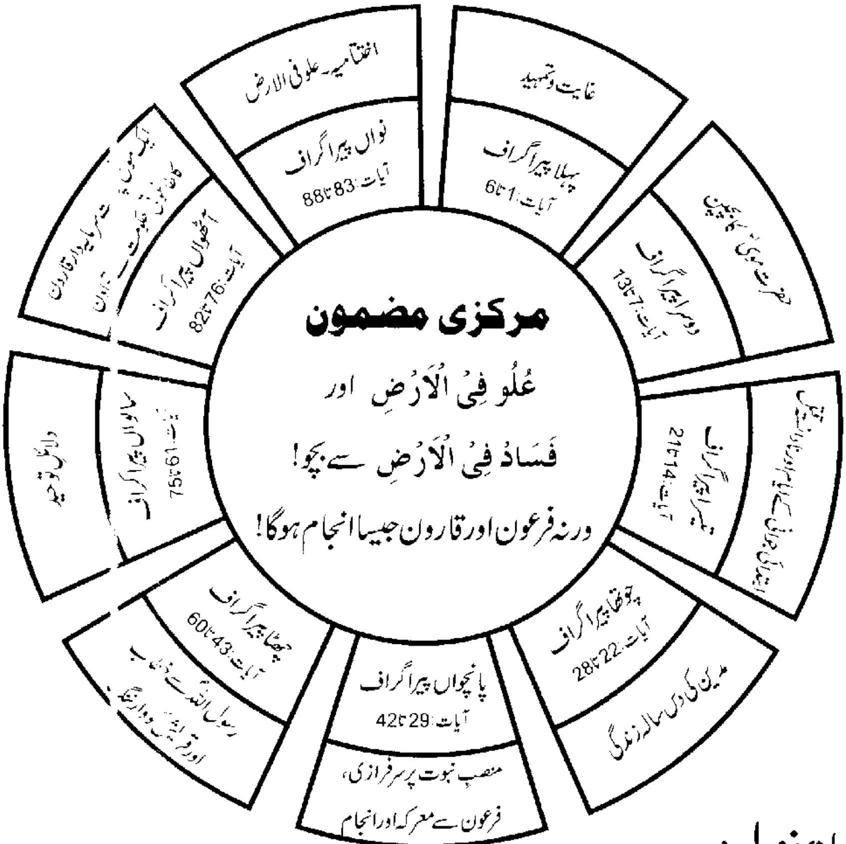
ترتیبی نقشۂ ربط — FLOW CHART

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

28- سُوْرَةُ الْقَصَصِ

آیات : 88...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 9



● **زمانۂ نزول:**

1۔ سورت ﴿القصص﴾، سورت ﴿الشعراء﴾ اور سورت ﴿النمل﴾ کے بعد، رسول ﷺ کے قیام مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) میں نازل ہوئی، جب قریشی قیادت کو فرعون، ہامان اور قارون کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ اور رسول اللہ ﷺ کو قریش کے مجرمین کا مددگار بننے سے روک دیا گیا۔

2۔ آیت:56 ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِی مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ رجب 10 نبوی میں، حضرت ابو طالب کے انتقال کے موقع پر نازل ہوئی۔

سورۃُ القَصَص کا کتابی ربط

پچھلی سورت ﴿النَّمل﴾ میں دعوتِ توحید کے سلسلے میں ملکہ سبا کے مثبت رویوں کا ذکر تھا، سورج کی پوجا کرنے والی ملکہ نے اسلام قبول کر لیا یہاں سورۃ ﴿القَصَص﴾ میں فرعون، ہامان اِن دونوں کے لشکروں اور قارون کے منفی رویوں کا ذکر ہے، ان سب کو عبرت بنا کر ہلاک کر دیا گیا۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿القَصَص﴾ میں قرآن کی ایک خاص اصطلاح ﴿عُلُوّ فِي الْاَرْضِ﴾ کا استعمال:

﴿عُلُوّ فِي الْاَرْضِ﴾ اس سورت کا مرکزی مضمون ہے اور قرآن مجید کی ایک خاص اصطلاح ہے، جو متکبر حکمرانوں اور آمروں کے لیے مخصوص ہے۔ یہ لوگ خوفِ خدا اور قانونِ خدا سے بے نیاز ہو کر اللہ کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے کر زمین پر خود خدا بننے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

(a) سورت کے آغاز ہی میں فرعون کے خلاف فردِ جرم عائد کرتے ہوئے اُسے ﴿عُلُوّ فِي الْاَرْضِ﴾ کا مجرم قرار دیا گیا۔

﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ﴾ (آیت: 4)

(b) سورت کے اختتام پر یہ بتایا گیا کہ ﴿عُلُوّ فِي الْاَرْضِ﴾ کے جرم کے سبب ہی یہ دنیا میں ہلاک کیا گیا اور آخرت میں جنت کے گھر سے بھی محروم رہے گا۔ (آیت: 83)

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

(c) اس آیت میں ﴿الْمُتَّقِيْنَ﴾ کا ایک خاص مطلب ہے۔ یہاں وہ حکمران مقصود ہیں، جو اللہ کے ﴿خلیفہ﴾ بن کر اللہ کے قانون کے ماتحت حدود و قیود میں رہتے ہوئے اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے ہوئے اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہیں اور اختیارات کے ناجائز استعمال (Abuse of Power) اور فساد سے بچتے ہیں۔

(d) اس سورت میں ﴿عُلُوّ فِي الْاَرْضِ﴾ ابتدا میں بھی آیا ہے اور اختتام پر بھی۔ یہ قرآن مجید کی اکثر سورتوں کا ایک خاص اسلوب ہے۔ ابتدا میں مقدمہ بیان کیا جاتا ہے، درمیان میں تفصیل ہوتی ہے اور آخر میں مقدمے کا اعادہ (Re-cap) کیا جاتا ہے۔

2- سورۃ ﴿القَصَص﴾ میں قرآن کی ایک خاص اصطلاح ﴿اِسْتِكْبَار فِي الْاَرْضِ﴾ کا استعمال:

﴿اِسْتِكْبَار فِي الْاَرْضِ﴾ بھی قرآن کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ یہ سرکش اور طاغی افراد اور ان کے باطن کا وہ رویہ ہے، جو اُن کے باطن سے ہو کر خارج ﴿الارض﴾ پر اثر انداز ہوتا ہے۔

"فرعون اور اُس کے لشکروں نے زمین پر ناحق تکبر سے کام لیا۔"

﴿وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ (آیت: 39)

یہاں ﴿جُنُوْد﴾ کا لفظ بھی قابلِ توجہ ہے، یہ ﴿استکبار﴾ انفرادی نہیں تھا، بلکہ پوری فوج اور اس کے اہم ترین کمانڈروں کی اجتماعی ذہنیت تھی فوجی اور عسکری قوت کا نشہ انسان کو دوسرے لوگوں کی تذلیل پر اکساتا ہے

3- سورۃ ﴿القصص﴾ میں فرعون کے فاسق عسکری وسیاسی معاونین کو فاسق کہا گیا:

فرعون اور اُس کے عسکری اور سیاسی معاونین ﴿مَلأ﴾ کو قرآن نے ﴿فاسق﴾ یعنی بدکار، بد عمل اور نافرمان کہا ہے۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ (آیت: 32)

4- سورۃ ﴿القصص﴾ میں دو (2) قسم کی قیادت اور امامت (Leadership) کا فرق واضح کیا گیا ہے۔

سورۃ القصص میں دو (2) قسم کی قیادت اور امامت (Leadership) کا فرق واضح کیا گیا ہے۔

﴿امام﴾ کی جمع ﴿أَئِمَّة﴾ ہے، امام اور لیڈر جنتی بھی ہو سکتے ہیں اور دوزخی بھی۔

(a) حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی قیادت ایک صالح قیادت تھی۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ بنی اسرائیل کے ان ضعیف مظلوموں پر احسان کرے اور انہیں دنیا میں امام ﴿أَئِمَّة﴾ اور وارث بنائے۔ چنانچہ آیت: 5 میں کہا گیا:

﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾

(b) اس کے برخلاف فرعون اینڈ کمپنی کی امامت اور قیادت لوگوں کو دوزخ کی طرف دعوت دینے والی فاسق اور بد عمل امامت تھی۔ ان کے تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایسے لیڈر بنادیے، جو دوزخ کی آگ کی طرف دعوت دیتے تھے۔

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ﴾ (آیت: 41)

5- سورۃ ﴿القصص﴾ میں ﴿جُنُود﴾ اور ﴿جُنُودهُمَا﴾ کے الفاظ کے استعمال کی معنویت:

سورۃ ﴿القصص﴾ میں ﴿جُنُود﴾ اور ﴿جُنُودهُمَا﴾ کے الفاظ دو دو بار استعمال کیے گئے ہیں۔

﴿جُنُودهُمَا﴾ کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فوج کی کمان دو (2) کمانڈروں کے ہاتھ میں تھی۔ فرعون کی حیثیت غالباً صدر اور آرمی چیف کی سی تھی اور ہامان کی حیثیت وزیر اعظم، وزیر دفاع یا ڈپٹی آرمی چیف کی سی تھی۔

(a) اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ فرعون اور ہامان دونوں کے لشکروں ﴿جُنُودهُمَا﴾ کو وہ انجام دکھا دے، جس کا خوف انہیں اندیشہ تھا۔

﴿وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ﴾ (آیت: 6)

(b) اللہ تعالیٰ نے فرعون اور ہامان دونوں کے لشکروں ﴿جُنُودَهُمَا﴾ کو ﴿خٰطِـِٕيْنَ﴾ یعنی خطا کار کہا۔

"یقیناً فرعون، ہامان اور ان دونوں کے ماتحت فوجیں خطا کار تھیں۔" ﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ﴾

(c) فرعون اور اُس کی ساری فوج نے بلا کسی استحقاق کے زمین پر تکبر کا مظاہرہ کیا۔

﴿وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ (آیت: 39)

(d) اللہ تعالیٰ نے فرعون کو بھی جکڑ لیا اور اُس کی فوج ﴿جُنُوْد﴾ کو بھی، پھر یہ سب موجوں کے حوالے کر دیئے گئے۔

﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ﴾ (آیت: 40)

6- سورۃ ﴿القصص﴾ میں ﴿اِلٰه﴾ کا لفظ، کامل اختیارات (Sovereignty) کے لیے استعمال ہوا ہے:

فرعون نے ﴿اُلوہیت﴾ کا دعویٰ بھی کیا اور ﴿رُبُوبِیت﴾ کا دعویٰ بھی کیا، اس نے ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ کا دعویٰ بھی کیا تھا، حالانکہ وہ خود کئی خداؤں ﴿اٰلِهَة﴾ کی پرستش کرنے والا ایک مشرک آمر (Dictator) تھا۔

(a) وہ اپنے فوجی کمانڈروں سے کہتا: "میں اپنے علاوہ کسی اور کو تم لوگوں کا ﴿اِلٰه﴾ حاکم (Sovereign) نہیں گردانتا"

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ (آیت: 38)

(b) مندرجہ ذیل آیت میں ﴿اِلٰه﴾ کا لفظ، ایک ایسی صاحبِ قوت معبود ہستی کے لیے استعمال ہوا ہے، جو روشنی فراہم کر سکتی ہے۔

﴿مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَاءٍ﴾ (آیت: 71)

(c) مندرجہ ذیل آیت میں ﴿اِلٰه﴾ کا لفظ، ایک ایسی صاحبِ قوت معبود ہستی کے لیے استعمال ہوا ہے، جو رات کا سکون فراہم کر سکتی ہے۔ ﴿مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ﴾ (آیت: 72)

7- سورۃ ﴿القصص﴾ میں ﴿ہلاکتِ اقوام﴾ کے اُصول:

(a) حضرت موسیٰؑ کو (1300 ق م میں) کتاب عطا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہلاک شدہ اقوام قومِ نوحؑ، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوطؑ اور قومِ شعیبؑ وغیرہ، ان کا ذکر بطورِ بصیرت تورات میں کر دیا۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى﴾ (آیت: 43)

(b) اللہ تعالیٰ نے کتنی ہی ایسی قوموں کو ہلاک کیا، جنہیں اپنے طرزِ زندگی، اپنے رہن سہن اور اپنی معیشت پر ناز تھا۔ تاریخ کے اس منظر میں اکیسویں صدی عیسوی کی امیر قوموں کے لیے اور قیامت تک آنے والی مادہ پرست تہذیبوں کے لیے سامانِ عبرت ہے۔ ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا﴾ (آیت: 58)

(c) اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ہلاکتِ اقوام کے دو (2) اُصول بتائے ہیں۔ پہلا اصول یہ ہے کہ رسول کی بعثت اور اُس کی دعوت واتمامِ حجت کے بغیر قوموں کو ہلاک نہیں کیا جاتا۔

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا﴾

دوسرا اصول یہ ہے کہ صالح اور نیک افراد پر مشتمل بستیوں کو ہلاک نہیں کیا جاتا، بلکہ ظالم بستیوں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

﴿وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ﴾ (آیت: 59)

(d) فرعون کا دستِ راست اور سرمایہ دار یہودی قارون یہ سمجھتا تھا کہ اُسے دولت اُس کے علم کی بنیاد پر عطا کی گئی ہے، حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس سے زیادہ علم، اُس سے زیادہ قوت اور اُس سے زیادہ جمعیت رکھنے والے بڑے بڑے گناہ گار مجرموں کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔

﴿قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ (آیت: 78)

(e) اللہ تعالیٰ نے قارون کو اُس کے گھر کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا۔ اللہ کے علاوہ کوئی قوت اور کوئی جمعیت اس کی مدد کے لیے موجود نہ تھی۔ (آیت: 81)

﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾

(f) سورۃ القصص کی آخری آیت میں توحیدِ دعا، توحیدِ اختیار، توحیدِ حیات اور توحیدِ تشریع کی تفصیلی وضاحت کر کے آمروں پر یہ بات واضح کر دی گئی کہ وہ دنیوی عذاب سے بھی دوچار کیے جا سکتے ہیں اور آخرت کی سزا سے بھی۔ تمام مخلوق کے لیے فنا ہے اور صرف خالق اللہ کے لیے بقا ہے۔ اس لیے نہ تو اُس کے علاوہ کسی اور سے دعا کرنا چاہیے اور نہ کسی اور کو ﴿حاکم﴾ (Soveriegn) تسلیم کرنا چاہیے۔ یہ خیال ہمیشہ دامن گیر ہو کہ ہمیں اُسی کی طرف لوٹنا ہے۔ (آیت: 88)

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

8- سورۃ ﴿القصص﴾ میں لفظ ﴿ظَهِيرٌ﴾ کے دو مرتبہ استعمال کی معنویت:

اس سورت میں ﴿ظَهِيرٌ﴾ یعنی مددگار کا لفظ دو (2) مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔

ان دو آیتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کو مجرموں اور کافروں کا ﴿ظَهِيرٌ﴾ یعنی مددگار نہیں بننا چاہیے اور اگر نادانستہ طور پر کبھی ان سے ایسی غلطی سرزد ہو جائے تو اللہ سے استغفار کر کے آئندہ ظالموں، فاسقوں اور کافروں کے ﴿ظَهِيرٌ﴾ یعنی مددگار بننے سے باز آ جانا چاہیے، خواہ وہ مجرم اور گناہ گار افراد اُن کی اپنی قوم، اپنے خاندان، یا اپنے عزیز و اقارب ہی کیوں نہ ہوں، بالخصوص فرعونی ذہنیت رکھنے والے آمروں (Dictators) کی حمایت سے بچنا چاہیے۔

(a) حضرت موسیٰؑ نے نادانستہ قتل پر استغفار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے معافی دے دی۔ اس معافی پر احسان مندی کے طور پر حضرت موسیٰؑ نے یہ عہد کیا کہ وہ آئندہ کسی مجرم کے ﴿ظَهِيرًا﴾ یعنی مددگار نہیں بنیں گے۔

﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ﴾ (آیت: 17)

(b) اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ پر کی جانے والی وحی کو رحمت قرار دیا۔ دنیا پر یہ واضح کر دیا کہ خود رسول اللہ ﷺ رسالت اور نبوت کے خواہش مند نہیں تھے۔ وحی کی اس احسان مندی کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ہرگز ہرگز کافروں کے ﴿ظَهِيرًا﴾ یعنی مددگار نہ بنیں۔

﴿وَمَا كُنتَ تَرْجُوٓا أَن يُلْقَىٰٓ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَٰفِرِينَ﴾ (آیت:86)

سورۃ القصص کا نظمِ جلی

سُورۃُ القَصَص نو (9) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔ پہلے اور آخری پیراگراف میں فرعون کے ﴿عُلُوًّا فِى ٱلْأَرْضِ﴾ کا ذکر ہے۔ دوسرے میں حضرت موسیٰؑ کا بچپن تیسرے میں جوانی کا واقعہ، چوتھے میں اُن کی دس سالہ مدنی زندگی، پانچویں میں اُن کی نبوی خدمات کا تذکرہ ہے۔ چھٹے میں قریش کو اُن کے فرعونی رویوں پر وارننگ ہے، ساتویں میں دلائل توحید ہیں اور آٹھویں پیراگراف میں فرعونی حکومت سے تعاون کرنے والے ایک موقع پرست سرمایہ دار ﴿قارون﴾ کا تذکرہ ہے۔

1- آیات 1 تا 6: سورۃ القصص کا پہلا پیراگراف سورت کی غایت اور سورت کی تمہید پر مشتمل ہے۔

کتابِ مبین میں حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا سچا قصہ ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا گیا ہے۔ اس حصے میں فرعون کے خلاف فردِ جرم (Charge Sheet) عائد کی گئی ہے۔

(a) فرعون ایک متکبر اور سرکش حکمران تھا زمین پر بڑا بنا تھا۔ ﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى ٱلْأَرْضِ﴾

(b) فرعون اپنے شہریوں کو تقسیم کرتا تھا ﴿وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا﴾ (Divide & Rule) کی پالیسی پر عمل کرتا تھا۔

(c) فرعون نسل پرست تھا۔ ﴿يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ﴾ ایک گروہ (یعنی بنی اسرائیل) کو کمزور کرتا تھا۔

(d) فرعون ایک نسل کش حکمران تھا۔ ﴿يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْىِۦ نِسَآءَهُمْ﴾ لڑکوں کو ہلاک کر کے لڑکیوں کو چھوڑ دیتا تھا۔ (Ethnic Cleansing) کے جرم کا مرتکب تھا۔

(e) فرعون ایک فسادی حکمران تھا۔ ﴿إِنَّهُۥ كَانَ مِنَ ٱلْمُفْسِدِينَ﴾ (آیت: 4)

اس سورت کے آغاز (آیت:4) میں بھی ﴿عَلَا فِى ٱلْأَرْضِ﴾ کا ذکر ہے، اور اختتام پر بھی (آیت نمبر 83 میں) ان دونوں کے درمیان سارا واقعہ بیان کیا گیا ہے، یہی اس سورت کا مرکزی مضمون ہے۔

اللہ تعالیٰ کی منصوبہ بندی یہ تھی کہ مظلوم اور ضعیف بنی اسرائیل پر احسان کیا جائے اور دنیا کی امامت ان کے سپرد کی جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے تین سو (300) سال بعد، حضرت طالوتؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو حکومت عطا کی گئی اور اس خاندان میں بڑے بڑے انبیاء اور رسول پیدا کیے گئے، جو توحید کی میراث کے علمبردار تھے۔

﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ (آیت:5)

2- آیات 7 تا 13 : دوسرے پیراگراف میں حضرت موسیٰؑ کے بچپن کی سچی داستان رقم کی گئی۔

حضرت موسیٰؑ کی والدہ پر اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اُسے دودھ پلا کر دریا کی موجوں کے حوالے کر دیا جائے اور یہ تسلی بھی دی کہ یہ لڑکا تمہاری گود میں لوٹا دیا جائے گا۔ دریا کی موجوں نے بچے کو فرعون کے محل تک پہنچا دیا۔ فرعون کی بیوی نے بچے کے قتل سے روک دیا اور محل کی عورتوں کو دودھ پلانے کا حکم دیا، لیکن حضرت موسیٰؑ کسی اور خاتون کا دودھ ہی نہیں پیتے تھے۔ اس طرح انہیں دوبارہ اپنی ماں کے پاس پہنچا دیا گیا۔ ﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ (آیت:13)

فرعون کے محل والے اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ یہی نومولود مستقبل میں فرعون اور اُس کے فوجی اقتدار کے لیے دشمن ثابت ہوگا اور ان کے رنج کا باعث بنے گا۔ ﴿لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا﴾ (آیت: 8)

3- آیات 14 تا 21 : تیسرے پیراگراف میں حضرت موسیٰؑ کی جوانی کا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

جوانی کے ابتدائی ایام میں ان سے ایک نادانستہ قتل ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ کو فوراً یہ احساس ہوا کہ یہ ایک شیطانی عمل ہے۔ انہوں نے فوراً استغفار کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں فوراً معاف کر دیا۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (آیت: 16)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا مژدہ سننے کے بعد حضرت موسیٰؑ نے احسان مندی کے اعتراف میں عہد لیا۔ ''آئندہ ہرگز ہرگز کبھی مجرموں کا حمایتی نہ بنوں گا'' (آیت:17)۔ حکومت کے ایک آدمی نے حضرت موسیٰؑ کو یہ اطلاع دی کہ حکمران ان کے قتل کی سازش کر رہے ہیں، چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے مصر سے مدین کی طرف ہجرت کی۔

4- آیات 22 تا 28 : چوتھے پیراگراف میں حضرت موسیٰؑ کی دس (10) سالہ مدینی زندگی کے سچے واقعات نقل کیے گئے ہیں۔

یہاں حضرت موسیٰؑ کی فطری قائدانہ صلاحیتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مدین پہنچ کر انہوں نے محض اللہ کی خوشنودی اور خدمتِ خلق کے جذبے کے تحت دو کمزور لڑکیوں کی مدد کی۔ ان کے جانوروں کو پانی پلایا۔ پھر ان دونوں سے بے نیاز ہو کر ایک سائے کی طرف رُخ کیا۔ ﴿ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ﴾۔ پھر ایک اجنبی مقام پر دیارِ غیر میں اللہ کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلا دیے کہ اے میرے پالنے والے! جو بھی خیر تو نے میرے لیے مقدر کر رکھا ہے، اُس کا میں محتاج ہوں ﴿رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ﴾ (آیت: 24) دعا قبول ہوئی۔ ان میں

سے ایک لڑکی شرماتی ہوئی آ ۔ کہا میرے والد آپ کو مزدوری دینا چاہتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ان لڑکیوں کے والد کو مصر کے حالات تفصیل سے بتائے اور بنی اسر ئیل پر فرعون کے مظالم کی داستان سنائی۔ لڑکی کے والد نے کہا: ﴿نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (آیت :25) ان دو لڑکیوں میں سے ایک ذہین لڑکی نے اپنے والد کو مشورہ دیا کہ حضرت موسیٰؑ کو ملازم رکھ لیا جائے اور اس کے لیے اپنی طرف سے دو مضبوط دلیلیں بھی یں۔ اچھے ملازم میں دو (2) بنیادی اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ (1) طاقت اور قوت (2) امانت و دیانت۔ (آیت:26) ﴿قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ﴾ (آیت : 26) وہ حضرت موسیٰؑ کی جرأت اور ان کے تقویٰ کے علاوہ، ان کے تعلق باللہ کا مشاہدہ کر چکی تھی۔ آٹھ یا دس سال کی ملازمت پر ایک لڑکی سے ان کے نکاح پر اتفاق ہو گیا۔ ﴿ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ﴾ (آیت:28)

5- آیات 29 تا 42: پانچویں پیراگراف میں، حضرت موسیٰؑ کی منصبِ نبوت پر سرفرازی اور اُس کے بعد ان کی فرعون سے معرکہ آرائی اور فرعون اور اُس کی فوجوں کے انجام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ملازمت کے معاہدے کی تکمیل کے بعد حضرت موسیٰؑ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان سے خطاب کیا اور فرمایا: "اے موسیٰ! میں اللہ ہوں، تمام جہانوں کا رب ہوں" ﴿يٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آیت: 30) دو (2) معجزات سے نوازا۔ لاٹھی سانپ بن جاتی تھی اور ہاتھ جیب سے نکلتے ہی چمکنے لگتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ ان دو معجزات کے ساتھ فرعون کے دربار میں جائیں اور انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ یہ لوگ بڑے ہی بدکار ہیں۔ (آیت32)

حضرت موسیٰؑ نے درخواست کی کہ حضرت ہارونؑ کو بھی معاون بنایا جائے۔ یہ درخواست قبول کی گئی۔ حضرت موسیٰؑ نے اِس خدشے کا اظہار کیا کہ فرعون ان کے نادانستہ قتل کا انتقام لے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ یقین دہانی کرائی کہ ہم تم دونوں بھائیوں کو ایسی طاقت عطا کریں گے کہ فرعون اور اُس کے کمانڈر تم دونوں پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔ ﴿نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا﴾ (آیت:35)

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے دربار میں دعوت دی، اُس نے انہیں جادوگر اور مفتری ٹھہرایا، تکبر سے کام لیا اور اپنے کامل اقتدار و اختیار کا دعویٰ ﴿الوہیت﴾ کی شکل میں کیا۔ "میں اپنے سوا تم لوگوں کے لیے کوئی اور حاکم ﴿الٰہ﴾ نہیں گردانتا۔"

﴿يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ (آیت: 38)

فرعون اور اُس کی فوجوں نے آیات کا انکار کر کے تکبر کا مظاہرہ کیا اور حضرت موسیٰؑ کو مسترد کر دیا۔

﴿وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ﴾ (آیت:39)

اللہ تعالیٰ نے فرعون کو بھی پکڑ لیا اور اس کی ظالم فوجوں کو بھی دریا کی موجوں کے حوالے کر کے ہلاک کر دیا۔

﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (آیت:40)

یہ دوزخ کی آگ کی طرف بلانے والے لیڈر اور امام تھے۔ ﴿اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ﴾ (آیت: 41)

ان پر دنیاوی لعنت بھی ہوئی اور اُخروی عذاب بھی ہو گا۔ (آیت:42)

6- آیات 43 تا 60 : چھٹے پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے اور قریش کو وارننگ دی گئی ہے۔

اُن کے رویے بھی فرعونی ہیں اور اُنہیں بھی شاید اِسی انجام سے دوچار ہونا پڑے۔

قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو جادوگر کہا تھا، بالکل اُسی طرح، جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو جادوگر کہا گیا تھا۔ (48)

قریش کے سرداروں کو چیلنج کیا گیا کہ ان سے صاف کہہ دیا جائے: قرآن سے بہتر کتاب لا کر دکھاؤ! (اور یہ ناممکن نہیں ہے) میں خود اُس کتاب کی پیروی کروں گا۔ ورنہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ تم لوگ خواہشاتِ نفس کے پیرو ہو۔ (آیات: 49 تا50)

اللہ تعالیٰ نے اِتمامِ حجت کر دی ہے، امید ہے کہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں گے۔

﴿وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (آیت: 51)

قریش مکہ کو غیرت دلائی گئی کہ تم سے تو بعض اہل کتاب (جیسے حبش کے عیسائی بادشاہ نجاشی وغیرہ) زیادہ بہتر ہیں۔ وہ ایمان لا چکے ہیں۔ ان کی ثابت قدمی کی وجہ سے انہیں دوہرا اجر دیا جائے گا۔ یہ لوگ برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں، لغو سے اعراض کرتے ہیں، ﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ﴾ جاہلوں کو سلام کہتے ہیں، ان سے الجھتے نہیں، ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾ (آیت: 55)

مشرکین کو احساس دلایا گیا کہ خانۂ کعبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اِس شہر کو ایک پر امن جائے قیام بنایا۔ ہر قسم کے پھلوں اور رزق پہنچانے کا بندوبست کیا ہے۔ (آیت:57)

مشرکین کو دھمکی دی گئی کہ تم کس کھیت کی مولی ہو؟ تم سے پہلے کتنی ہی مغرور تہذیبیں اور مضبوط معیشتیں (Sound Econon ies) تباہ کر دی گئیں۔

7- آیات 61 تا75 : ساتویں پیراگراف میں، دلائلِ توحید پیش کیے گئے ہیں۔

توحید کی مختلف دلیلوں کو پیش کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح کی گئی کہ اللہ کے علاوہ کوئی ﴿اِلٰہ﴾ نہیں ہے۔ اول و آخر وہی تعریف کا مستحق ہے، وہی حاکم اور شارع (Law giver) ہے۔ دنیا میں فرعونوں کا قانون نہیں، بلکہ خالق ﴿اللہ﴾ کا قانون ہی چلے گا۔ آیت:70 کا یہ مضمون، آخری آیت:88 میں دہرایا گیا۔

﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (آیت: 70)

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت کے دلائل پیش کیے گئے کہ وہی دن اور رات کے نظام کو چلانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اُسی کا شکر ادا کیا جانا چاہیے۔ قیامت کے دن ہر امت سے ایک گواہ اٹھایا جائے گا۔ ہر ایک سے دلیل طلب کی جائے گی۔ اُس وقت ثابت ہو جائے گا کہ توحید برحق ہے اور شرک کا عقیدہ جھوٹ اور افترا ہے، جو کوئی بنیاد نہیں رکھتا۔

﴿وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ (آیت:75)

8- آیات 76 تا 82 : آٹھویں پیراگراف میں، ایک موقع پرست سرمایہ دار قارون کی، فرعون کی طاغوتی حکومت سے تعاون کی سچی داستان رقم کی گئی۔

قارون، بنی اسرائیل میں سے تھا اور حضرت موسیٰ کا چچازاد بھائی تھا، موسیٰ کے والد ہارون اور قارون کے والد یُصہر دونوں بھائی تھے اور ﴿قاہت﴾ کی اولاد تھے، لیکن مفادات کی خاطر قارون، فرعون اور اُس کی آمرانہ مشینری سے جا ملا۔

اُس نے اپنی قوم کے خلاف بغاوت کی۔ ﴿فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ﴾ (آیت: 76)

قارون اس قدر دولت مند تھا کہ اس کے خزانوں کی کنجیاں بھی ایک طاقتور جماعت بمشکل اٹھا سکتی تھی۔

﴿وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ﴾ (آیت: 76)

قوم کے مخلص لوگوں نے قارون سے کہا کہ اُسے اپنی دولت پر ناز نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ﴾ (آیت: 76)۔ اُسے مشورہ دیا گیا کہ (غریبوں پر خرچ کرتے ہوئے) اللہ کی دی گئی دولت سے آخرت کا گھر (یعنی جنت) تعمیر کرلے۔ ﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ﴾ البتہ دنیا کا حصہ فراموش نہ کر ﴿وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ (لوگوں پر فیاضی کے ساتھ) احسان کر! جس طرح اللہ نے تجھ پر (اتنی دولت دے کر) احسان کیا ہے۔

﴿وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ﴾ (آیت: 77)

قارون بھی، اپنے چیف فرعون کی طرح فسادی تھا۔ اس لیے اُسے زمین میں فساد کرنے سے منع کیا گیا۔ ﴿وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ﴾

اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا! ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ (آیت: 77)

قارون اپنی دولت کو، اللہ کا احسان سمجھنے کے بجائے، اپنے ذاتی علم کا نتیجہ سمجھتا تھا۔ ﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي﴾ (آیت: 78)

ایک روز قارون، ٹھاٹھ باٹ سے نکلا تو دنیا پرستوں نے اُس کی دولت اور اُس کی شان و شوکت کو دیکھ کر کہا کہ کاش ہمیں بھی اس طرح نوازا جاتا۔ قارون تو بہت ہی خوش قسمت آدمی ہے۔ ﴿يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾ (آیت: 79)

لیکن اہل علم دھوکہ نہیں کھاتے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کی دولت سے، اللہ کا اجر و ثواب زیادہ بہتر ہے۔

بالآخر قارون اپنے گھر کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا گیا۔ فرعون کی سیاسی اور فوجی دوستی اُس کے کسی کام نہ آئی۔ اللہ کی قوت کے سامنے فرعونوں اور ﴿مِن دُونِ اللَّهِ﴾ کی قوت کی بھلا کیا حیثیت ہے؟

﴿فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِن فِئَةٍ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنتَصِرِينَ﴾ (آیت:81)

وہی لوگ جو کل تک قارون کی دولت پر رشک کیا کرتے تھے، قارون کے زمین میں دھنسا دیئے جانے کے بعد قارون کے انجام پر افسوس کرنے لگے۔ یہ کچے اور خام عوام الناس کا حال تھا، جو اپنا موقف فوراً بدل لیتے ہیں۔ اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دولت سے نواز دیتا

ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔ ﴿وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ﴾
اقرار کیا کہ کافر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے، ورنہ ہم بھی قارون کے ساتھ زمین میں دھنسا دیے جاتے۔
﴿لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (آیت:82)

9- آیات 83 تا 88: آخری پیراگراف اختتامیہ پر مشتمل ہے۔ اس میں فرعون کے جرم ﴿عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ﴾ کا ذکر کیا گیا اور بتایا گیا:

دنیوی عذاب پانے والا یہ متکبر فوجی حکمران، آخرت کے گھر سے بھی محروم رہے گا۔ وہ متقی نہیں تھا۔
﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (آیت:83)
رسول اللہ ﷺ کو ہدایات دی گئیں کہ بھلائی کا بدلہ اس سے بہتر بھلائی اور برائی کا بدلہ، برائی کے برابر دیا جائے گا۔ قرآن کو فرض کیا گیا ہے، یہ بہترین انجام کو پہنچانے والی کتاب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو شرک سے بچتے ہوئے اپنے رب کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا گیا قریش مکہ کے سرداروں کی معاونت سے منع کیا گیا۔
﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (آیت: 87)
آخری آیت میں پانچ (5) باتوں کی طرف اشارہ کر کے حاصل کلام رکھ دیا گیا۔

(a) اللہ کے علاوہ، اللہ کے ساتھ ساتھ، کسی اور ہستی سے دعا نہیں کی جا سکتی ﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ یہ ﴿توحیدِ دعا﴾ کا مضمون ہے۔
(b) اللہ کے علاوہ، کوئی اور ہستی ﴿اِلٰه﴾ نہیں ہے ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ یہ ﴿توحیدِ الوہیت، توحیدِ اختیار اور توحیدِ عبادت﴾ کا مضمون ہے۔
(c) اللہ خالق ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے، وہ مخلوق ہے۔ صرف اللہ ہی کے لیے ﴿بقا﴾ ہے اور باقی تمام مخلوقات کے لیے ﴿فنا﴾ ہے۔ ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾۔ یہ ﴿توحیدِ ذات﴾ کا مضمون ہے۔
(d) اللہ تعالیٰ ہی حاکم حقیقی ہے۔ کسی فرعون کو زمین پر اللہ تعالیٰ کے قانون سے بے نیاز ہو کر حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ﴿لَهُ الْحُكْمُ﴾ یہ ﴿توحیدِ تشریع﴾ کا مضمون ہے۔
(e) اللہ تعالیٰ آخرت برپا کرے گا، نیک لوگوں کو جزا اور فرعونوں کو سزا سے دوچار کرے گا ﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ یہ توحیدِ قدرت اور توحیدِ اختیار کا مضمون ہے۔ (آیت: 88)

مرکزی مضمون

انسان کو تکبر، ﴿عُلُوٌّ فِي الْاَرْضِ﴾ اور ﴿فَسَادٌ فِي الْاَرْضِ﴾ سے بچنا چاہیے، ورنہ فرعون اور قارون کی طرح، وہ دنیوی عذاب سے بھی دوچار کیا جا سکتا ہے اور اُخروی عذاب سے بھی۔

◈◈◈ ✡ ◈◈◈

FLOW CHART

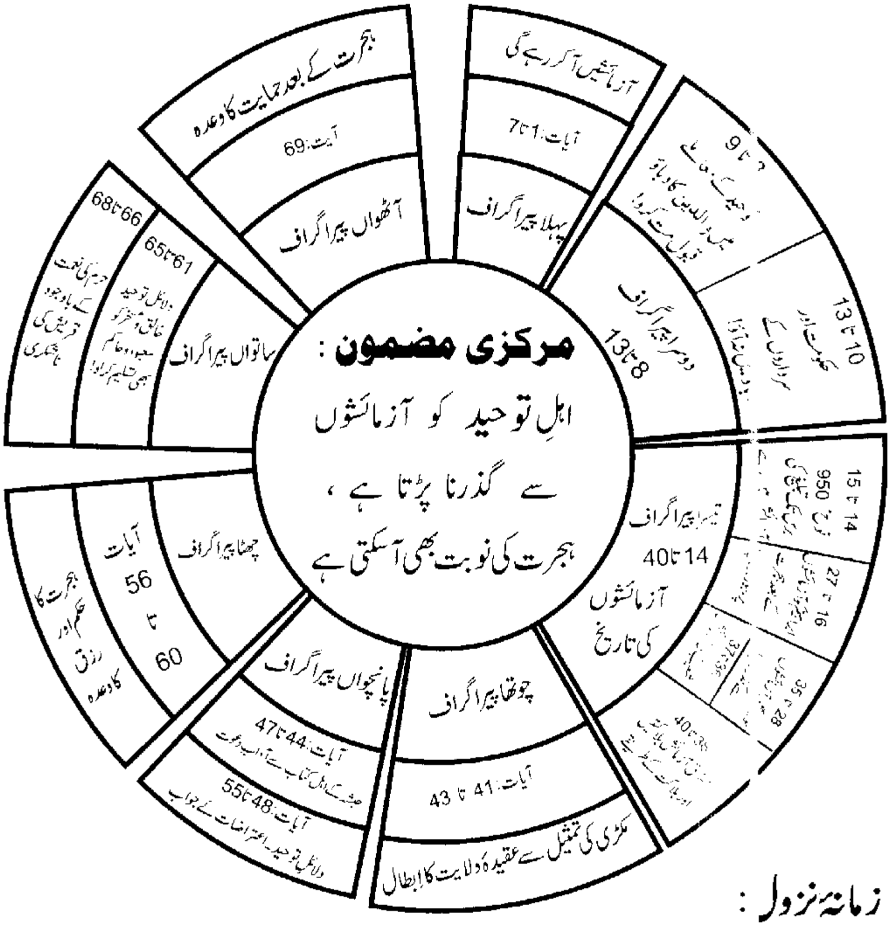
ترتیبی نقشہ/ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

29- سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ

آیات : 69 ..... مَکِّیَّۃ''..... پیراگراف : 8



- **زمانۂ نزول :**

1- سورت ﴿ العنکبوت ﴾، سورت ﴿لُقمَان﴾ کے بعد ہجرت حبشہ (رجب 5 نبوی) سے پہلے، 5 نبوی کے اوائل میں نازل ہوئی، جب مسلمان منکرینِ آخرت مشرکین کے ظلم وستم کا شکار تھے۔ مسلمانوں کو ہجرت اور دیگر آزمائشوں کے لئے تیار کیا گیا۔

2- ﴿اِنَّ اَرضِی وَاسِعَۃٌ'' ﴾ کے ذریعے ہجرت حبشہ کا حکم دیا گیا (آیت 56)۔

3- اُن کمزور مسلمانوں اور منافقینِ مکہ کو تنبیہ کی گئی ، جو ہجرت حبشہ کے لئے متردد تھے (آیت 10 تا 11)۔

سورۃُ العنکبُوت کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿القصص﴾ میں فرعون کی فوجی حکومت کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی مظلومیت کا ذکر تھا۔ یہاں سورت ﴿العنکبُوت﴾ میں مکے کے تو مسلموں کی مظلومیت کا ذکر ہے۔ انھیں ہجرت اور آزمائشوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

2- اس سورۃ میں ﴿توحید ولایت﴾ کو ثابت کرنے کے لیے مکڑی کے گھر سے ایک خوبصورت تمثیل بیان کی گئی ہے۔

3- اگلی سورۃ ﴿الرُّوم﴾ میں اثباتِ آخرت اور اثباتِ قیامت کے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

1- اس سورۃ میں ﴿یُفۡتَنُوۡن﴾ کے لفظ سے مسلمانوں کو آزمائشوں کے تین اُصول بتائے گئے:

(a) مسلمانوں کی تربیت کی گئی کہ توحید پر ایمان لانے کے بعد، آزمائشیں آکر رہیں گی۔

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ﴾ (آیت:2)

(b) دعوتِ توحید کی تاریخ آزمائشوں سے بھری پڑی ہے۔ ﴿وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ﴾

(c) آزمائشوں کا مقصد سچے مسلمانوں کو چھانٹنا ہوتا ہے۔

﴿فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَلَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ﴾ (آیت:3)

2- ملاقاتِ ربّ یعنی ﴿لِقَآءَ اللّٰہِ﴾ کا مضمون اس سورت میں تین (3) بار آیا ہے:

(a) اللہ سے ملاقات کی امید رکھنے والوں کو یقین دلایا گیا ہے کہ ﴿اجل﴾ آکر رہے گی۔

﴿مَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ﴾ (آیت:5)

(b) ملاقاتِ ربّ اور آیاتِ الٰہی کا انکار کرنے والوں کو عذابِ الیم کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ (آیت:23)

﴿وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَلِقَآئِہٖۤ اُولٰٓئِکَ یَئِسُوۡا مِنۡ رَّحۡمَتِیۡ وَاُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾

(c) حضرت شعیبؑ نے بھی اپنی قوم کو توحید اور آخرت پر ایمان لانے کی ہدایت کی اور فساد سے روکا۔

﴿وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاہُمۡ شُعَیۡبًا فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَارۡجُوا الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَلَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ﴾ (36)

3- اس سورۃ میں جدوجہد اور کوشش ﴿مُجَاهَدَہ﴾ کا ذکر دو (2) مرتبہ ہوا ہے:

(a) پہلی بات یہ کی گئی کہ ﴿مجاہدہ﴾ خود انسان کی اپنی ذات کے لیے فائدہ بخش ہے۔ ﴿وَمَنۡ جَاہَدَ فَاِنَّمَا یُجَاہِدُ لِنَفۡسِہٖ﴾ (6)

(b) دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں مجاہدہ کریں گے انہیں اللہ تعالیٰ خود بخود مستقبل کے راستے دکھاتا جائے گا۔

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (آیت:69)

-4 سورۃ ﴿العنکبوت﴾ میں ﴿ہجرت﴾ کے کلیدی لفظ کا ذکر بھی دو (2) بار ہوا ہے:

(a) حضرت ابراہیمؑ پر صرف اُن کے بھتیجے حضرت لوطؑ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کا اعلان کیا۔

﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ﴾ (آیت:26)

(b) اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والے اپنے خاص بندوں کو حکم دیا کہ اگر مکہ کی زمین تم پر تنگ ہو گئی ہے تو کیا غم ہے۔ میری زمین بہت وسیع ہے۔ کسی بھی دوسرے ملک میں جاؤ، لیکن میری ہی عبادت و اطاعت کرنا ضروری ہے۔

﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾ (آیت:56)

-5 اس سورۃ میں دو (2) راستوں ﴿سَبِيْل﴾ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ کا راستہ اور کافر لیڈروں کا راستہ:

(a) کافر لیڈروں کا راستہ: کافروں کے لیڈروں نے مسلمانوں سے کہا کہ ہمارے راستے پر چلو۔ ہم تمہارے گناہوں کا بوجھ اُٹھالیں گے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ (آیت:12)

(b) اللہ کا راستہ: اللہ تعالیٰ نے محسنین مسلمانوں کو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم میری راہ میں کوشش کر رہے ہو۔ میں تمہیں اپنے راستوں کی طرف رہنمائی کرتا رہوں گا۔

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (آیت:69)

-6 نو مسلم صحابہ کو والدین کی مشروط اطاعت کے سلسلے میں احکامات وہدایات:

نو مسلم صحابہ کو ہدایت کی گئی کہ اپنے کافر والدین کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کریں، لیکن اگر وہ ﴿شرک﴾ پر مجبور کریں تو اُن کی اطاعت ہرگز نہ کی جائے۔ والدین کی اطاعت مشروط ہے۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۭ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ (آیت:8)

-7 ذکر والی نماز مطلوب ہے:

رسول اللہ ﷺ کو وحی کی تعلیمات لوگوں تک پہنچانے اور نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا۔

نماز کے سلسلے میں دو(2)اہم باتیں بتائیں گئیں۔ ﴿اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾ (آیت:45)

(a) نماز بے شرمی اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے۔

(b) نماز کی اصل روح ﴿ذکر﴾ یعنی اللہ کی یاد ہے اور یہ ذکر ﴿اَكْبَرُ﴾ ہے یعنی زیادہ بڑی چیز ہے۔

8۔ اہلِ کتاب سے بحث و تکرار ﴿مُجَادَلَه﴾ خوبصورتی اور احسان پر مشتمل ہو:

ہجرتِ حبشہ کرنے والے مسلمانوں کی تربیت کی گئی کہ حبش کی سرزمین پر تمہیں اہلِ کتاب میں دعوت تبلیغ کا کام کرنا ہے۔ یقیناً تم ان سے عقیدۂ توحید پر بحث و تکرار کر سکتے ہو، لیکن یہ ﴿مُجَادَلَه﴾ اور یہ بحث و تکرار خوبصورتی اور احسان پر مشتمل ہو۔ ﴿وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ (آیت:46)

سورۃُ العَنکَبُوت کا نظمِ جلی

سورۃ العَنکَبُوت نو(9) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 7 : پہلے پیراگراف میں نو مسلم صحابہؓ کو بتایا گیا ہے کہ آزمائشیں آکر رہیں گی۔

وہ محض ﴿اٰمَنَّا﴾ کہنے پر چھوڑ نہیں دیئے جائیں گے۔ پچھلے مسلمان بھی آزمائش سے گذرے ہیں۔ مقصدِ آزمائش سچوں اور جھوٹوں کی پہچان کرنا ہے۔ برے اعمال کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

اللہ سے ملاقات ﴿لِقَآءَ اللّٰهِ﴾ کی امید رکھنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ مقررہ وقت آنے والا ہے۔

ایمان لاکر جدوجہد کرنے والوں کی محنت رنگ لائے گی اور خود اُن کے لیے نفع بخش ثابت ہوگی ﴿وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ﴾ ان کی برائیاں محو کی جائیں گی اور انہیں نیکی کی جزا ملے گی۔

2- آیات 8 تا 13 : دوسرے پیراگراف میں نو مسلم صحابہؓ کو حکم دیا گیا کہ وہ مشرک سرداروں کے دباؤ میں نہ آئیں۔

والدین کے ساتھ احسان کا حکم ہے، لیکن شرک پر اصرار اور دباؤ ہو تو والدین کی اطاعت نہیں کرنا چاہیے۔

اس موقع پر اُن کمزور مسلمانوں کے نفاق پر گرفت کی گئی، جو ہجرتِ حبشہ میں متردّد اور سردارانِ قریش سے خوف زدہ تھے۔ منافق ﴿اٰمَنَّا﴾ کہتا ہے، لیکن لوگوں کے فتنے کو، عذابِ الٰہی کی طرح اللہ سمجھتا ہے۔ کامیابی ہو تو اپنی رفاقت کا احسان جتاتا ہے۔ سینے کے رازوں سے واقف، اللہ تعالیٰ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ کون مومن ہے اور کون منافق؟

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آیت:10)

کافروں کے سردار کمزور مسلمانوں پر دباؤ ڈالتے تھے کہ روزِ قیامت ہم تمہارے گناہ اپنے سر لے لیں گے۔ انہیں جھوٹا کہا گیا۔ روزِ قیامت یہ اپنا اور دوسروں کا دوہرا بوجھ اٹھائیں گے۔ اُس دن ان کی افترا پردازیوں کے بارے میں بازپرس ہوگی۔

3- آیات 14 تا 40: تیسرے پیراگراف میں آزمائشوں کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ آزمائشوں سے گزرے۔

(a) حضرت نوحؑ اپنی قوم کے درمیان 950 سال رہے:

ان کی قوم کو طوفان سے ہلاک کیا گیا۔ یہ ظالم لوگ تھے۔ اللہ نے کشتی والوں کو بچا لیا اور سارے جہان والوں کے لیے عبرت کا سامان فراہم کر دیا۔ (آیت:15)

(b) حضرت ابراہیمؑ نے توحید و تقویٰ کی دعوت دی: ﴿اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ﴾ (آیت:16)

حضرت ابراہیمؑ نے بت پرستی کو جھوٹ قرار دیا اور ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کا پول کھول دیا کہ یہ رزق نہیں دے سکتے۔

﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا﴾

لہٰذا لوگوں کو اللہ کے پاس رزق تلاش کرنا چاہیے۔ اُسی کی عبادت کرنی چاہیے، اُس کا شکر ادا کرنا چاہیے، اُسی کی طرف لوٹنا ہے۔

﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (آیت:17)

پچھلی قوموں نے بھی تکذیب کی۔ رسول کا کام تو صرف بلاغِ مبین ہوتا ہے۔

﴿وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (آیت:18)

حضرت ابراہیمؑ نے توحید کے متعدد عقلی دلائل پیش کیے۔

اللہ ہی خلق کی ابتدا اور اعادہ کرتا ہے؟ یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

اللہ چاہے تو سزا دے چاہے تو رحم کرے۔ اللہ کو زمین و آسمان میں عاجز نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ کے غضب سے بچانے والا، کوئی ﴿ولی﴾ اور ﴿نصیر﴾ نہیں ہے۔ (آیت:21 تا 22)

کافرین اور منکرین آخرت، رحمتِ الٰہی سے مایوس ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ (آیت:23)

حضرت ابراہیمؑ کی قوم نے انہیں قتل کرنے یا زندہ جلا دینے کا مشورہ کیا ﴿اُقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ﴾ اللہ نے انہیں آگ سے نجات دی۔ اس واقعے سے اہلِ ایمان آزمائشوں کی تاریخ جان کر اپنے اندر حوصلہ پیدا کر سکتے ہیں۔

(c) حضرت ابراہیمؑ پر صرف اُن کے بھتیجے حضرت لوطؑ ایمان لائے۔

اعلان کیا: میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ ﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ﴾ (آیت:26)

حضرت لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا: فحش کام نہ کرو! جو دنیا میں پہلے کسی نے نہیں کیا، یعنی مردوں کے ساتھ لواطت۔ (آیت:28تا29)

یہ لوگ اس قدر بے شرم تھے کہ مجالس میں منکر افعال کیا کرتے تھے (آیت:29)۔ قوم نے عذاب کو دعوت دی۔

حضرت لوطؑ نے دعا کی ﴿رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

(d) اللہ نے مدین کی طرف حضرت شعیبؑ کو بھیجا۔ انہوں نے تین (3) باتوں کی دعوت دی۔

(1) اللہ کی بندگی کرو! (2) قیامت کے دن کی امید رکھو! (3) فساد نہ کرو! (آیت:36)

﴿ (1) اُعْبُدُوا اللّٰهَ (2) وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ (3) وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴾

قوم نے تکذیب کی۔ ایک سخت زلزلے ﴿الرَّجْفَه﴾ نے آلیا۔ وہ اپنے گھر میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔

(e) عاد و ثمود کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا۔ اُن کے اعمال کو، شیطان نے خوش نما بنا دیا تھا۔ (آیت:38)

اللہ تعالیٰ نے قارون، فرعون اور ہامان کو ہلاک کیا۔ یہ ﴿اِسْتِكْبَار فِي الارض﴾ کے مجرم تھے۔ (آیت:39)

(f) آخر میں قوموں کی ہلاکت کے چار (4) مختلف طریقے بیان کیے گئے۔ ہلاکت گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔

﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ﴾

(1) ﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا	1۔	تیز آندھی سے
(2) وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ	2۔	﴿الصَّيْحَة﴾ دھماکے سے
(3) وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ	3۔	﴿خسف﴾ زمین میں دھنسا کر
(4) وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا	4۔	غرق کر کے (آیت:40)

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ (آیت:40)

4- آیات 41تا43: چوتھے پیراگراف میں مکڑی کی تمثیل سے عقیدۂ ولایت کا ابطال کیا گیا۔ توحید ولایت ہی حق ہے۔

اللہ ہی ﴿ولی﴾، کارساز، سرپرست اور تحفظ فراہم کرنے والی ہستی ہے۔

﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ اور ﴿غیرُ اللہ﴾ کی ولایت کا عقیدہ، مکڑی کے کمزور گھر کی طرح ہے، جو نہ سکون پہنچا سکتا ہے اور نہ تحفظ فراہم کر سکتا ہے۔ اللہ کا سہارا مضبوط ہے اور ﴿غیرُ اللہ﴾ کا سہارا نہایت کمزور ہے۔ جن لوگوں نے ﴿اولیاء﴾ بنائے، ان کی مثال مکڑی جیسی ہے۔ ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا﴾

﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کو ولی، کارساز اور محافظ سمجھنے والے مکڑی کے گھر میں رہتے ہیں۔ یہ ایک کمزور گھر ہے۔ اس گھر میں انہیں کوئی تحفظ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ﴿وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ (آیت:41)

ان خوبصورت قرآنی تمثیلوں سے اہلِ علم ہی مستفید ہو سکتے ہیں۔ ﴿وَمَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾ (آیت:43)

5- آیات 44 تا 55: پانچویں پیراگراف میں دلائل توحید دیئے گئے۔

اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا اور عیسائیوں میں ﴿احسان﴾ کے ساتھ دعوتِ توحید دینے کے آداب سکھائے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ وہ قرآن سے تبلیغ کرتے رہیں اور نماز کے ذریعے اللہ کو یاد کرتے رہیں۔

یقیناً نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے، لیکن نماز میں اصل چیز ﴿ذکر﴾ ہے۔ ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ (آیت:45)

اہلِ کتاب کے ساتھ، خوبصورتی سے بحث و مجادلہ کرنا چاہیے۔ انہیں بتانا چاہیے کہ اسی طرح کی چیز ہمارے پاس بھی بھیجی گئی ہے۔

﴿وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾

اُن سے کہنا چاہیے ”ہمارا تمہارا خدا ایک ہے! اور ہم اسی کے فرماں بردار ﴿مسلم﴾ ہیں“

﴿وَقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ (آیت:46)

رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کا جواب دیا گیا کہ یہ قرآن خود آپ ﷺ کا تصنیف کردہ نہیں ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔

رسول ﷺ نہ تو پہلے پڑھتے تھے، نہ ہاتھ سے لکھتے تھے، پھر باطل پرست شک میں کیوں مبتلا ہوتے ہیں۔

6- آیات 56 تا 60: چھٹے پیراگراف میں ہجرت کا حکم دیا گیا اور رزق کا وعدہ کیا گیا۔

اگر مقامی جگہ پر دین پر عمل درآمد ممکن نہ ہو تو مسلمانوں کو کسی دوسرے مقام کی طرف ہجرت کرنا ضروری ہے۔

﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾ (آیت:56)

ایمان لا کر عمل صالح اور ہجرت کرنے والوں کے لیے، جنت کی بلند و بالا عمارتیں ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ کیا ہی عمدہ اجر ہے، اُن لوگوں کے لیے، جنہوں نے مشکل حالات میں صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے رہے۔ مسلمانوں کو یقین دلایا گیا کہ ہجرت کے بعد انہیں رزق ملتا رہے گا۔

”کتنے ہی جانور ہیں، جو رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ انہیں بھی رزق دیتا ہے، تمہیں بھی دے گا۔“

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ﴾ (آیت:60)

7- آیات 61 تا 68: ساتویں پیراگراف میں قریش کے خلاف فردِ جرم ہے۔ حرم کی نعمت کے باوجود، یہ لوگ ناشکری میں مبتلا ہیں۔

دنیا کی زندگی کھیل اور دل بہلاوے کے علاوہ کچھ نہیں۔ اصل گھر آخرت کا ہے۔

یہ مشرک کشتی پر سوار ہو کر ﴿مُوَحِّد﴾ بن جاتے ہیں۔ اللہ کی اطاعت کو خالص کر کے دعا کرتے ہیں، لیکن نجات کے بعد شرک کرنے لگتے ہیں۔ انہیں مہلت دی جارہی ہے۔

اللہ نے مکے کو پر امن جگہ بنایا ہے، جب کہ گرد و پیش میں لوگ اچک لیے جاتے ہیں۔

(آلهة نے یہ امن قائم نہیں کیا) یہ باطل کو مانتے ہیں، حق کو نہیں! ایسے کافروں کے لیے جہنم کی سزا ہے۔

8۔ آیت 69: آخری پیراگراف، آخری آیت پر مشتمل ہے۔ نو مسلم نوجوانوں سے ہجرتِ حبشہ کے بعد ہدایت کا وعدہ کیا گیا۔

جو اللہ کے لیے تگ و دو کرتے ہیں، اللہ انہیں اپنا راستہ دکھاتا ہے۔ یہ محسن ہیں، ان کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (آیت:69)

"جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے، انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے، اور یقیناً اللہ نیکو کاروں ہی کے ساتھ ہے۔"

اس آیت میں یہ بشارت پوشیدہ ہے کہ ہجرتِ حبشہ کے بعد، ہجرتِ مدینہ اور پھر بدر، احد، احزاب، صلح حدیبیہ، خیبر اور فتح مکہ، تبوک کے مراحل آئیں گے اور پھر اُس کے بعد مشرق و مغرب میں اسلام کی دعوت کی توسیع ہو گی۔ ہر مرحلے پر اللہ تعالیٰ ﴿مُحسِن﴾ مسلمانوں کو اپنے ﴿سُبُل﴾ یعنی راستوں کی طرف رہنمائی کرتا رہے گا۔

مرکزی مضمون

اہلِ توحید کو آزمائشوں سے گذرنا پڑتا ہے، ہجرت کی نوبت بھی آسکتی ہے۔

FLOW CHART

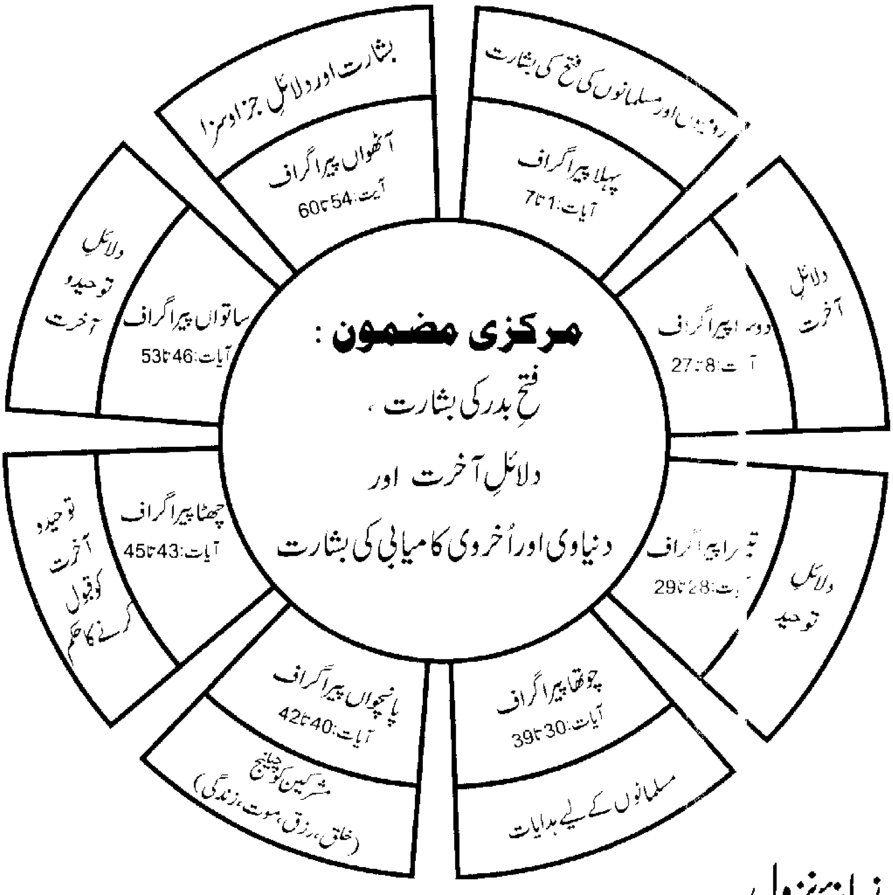
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO STRUCTURE

30- سُوْرَةُ الرُّوْم

آیات : 60 ...... مَکِّیَّۃ" ...... پیراگراف : 8



• زمانۂ نزول

سورت ﴿ الروم ﴾ ہجرت حبشہ (رجب 5 نبوی۔615 ء) سے پہلے، 5 نبوی کے اوائل میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں پیش گوئی کی گئی کہ ایرانیوں کی بڑھتی ہوئی فتوحات رُک جائیں گی اور ایرانیوں پر رومی غالب آجائیں گے۔اور اسی سال مسلمان بھی فتح سے ہمکنار ہوں گے۔8 ،9 سال بعد، سورت ﴿ الــرُّوم ﴾ کی یہ بشارت، رومیوں کی فتح اور رمضان 2ھ (624ء) میں جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

خصوصیت

سورۃ ﴿الرُّوم﴾ میں سات مرتبہ ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ﴾ کے اُسلوب کے ذریعے توحید کے دلائل فراہم کیے گئے ہیں۔

سورۃ الرُّوم کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿العَنکَبُوت﴾ میں اسلام پسندوں کی آزمائشوں اور ہجرت کا ذکر تھا۔ یہاں سورت ﴿الرُّوم﴾ میں ان دو چیزوں کے نتیجے ہی میں، فتح و نصرت کا وعدہ ہے، جو فتح بدر کی صورت میں پورا ہوا۔

2- سورۃ ﴿الرُّوم﴾ کا مرکزی مضمون ہی قیامت اور آخرت کا اثبات ہے اور اس سورت کا اختتام ﴿لَا يُوقِنُونَ﴾ کے الفاظ پر ہوا ہے۔ اگلی سورۃ ﴿لقمان﴾ کے پہلے تمہیدی حصے ہی میں محسنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾

3- یہاں سورۃ ﴿الرُّوم﴾ میں بھی طرح طرح دلائلِ توحید کے علاوہ امکانِ آخرت اور اثباتِ آخرت کے دلائل دیے گئے ہیں، جب کہ اگلی سورۃ ﴿لقمان﴾ میں توحید کے اثبات اور شرک کی تردید کے دلائل فراہم کیے گئے ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- آخرت اور ﴿لِقَاء﴾ یعنی اللہ سے ملاقات سورۃ ﴿الرُّوم﴾ کا اہم مضمون ہیں:

(a) اس سورت میں وضاحت کی گئی ہے کہ انسان کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ آخرت کا منکر ہے اور اپنے رب سے ملاقات کا انکار کرتا ہے۔ ﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾ (آیت:8)

(b) ﴿لِقَاء﴾ یعنی ملاقاتِ رب کا انکار کرنے والے اہلِ تکذیب کو عذاب کا مژدہ سنایا گیا۔

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ﴾ (آیت:16)

(c) آخرت کی دلیل: بارش سے دلیل فراہم کی گئی کہ اللہ تعالیٰ اس سے مردہ زمین کو سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ مردوں کو زندہ کرے گا۔ ﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ (آیت:50)

(d) آخرت کی عقلی دلیل فراہم کی گئی کہ وہ زندہ سے مردہ اور مردہ چیزوں سے زندہ چیزیں پیدا کرتا ہے۔ درخت پر بیج اُگتے ہیں، بیج سے درخت۔ مرغی سے انڈا اور انڈے سے مرغی۔ اسی طرح انسان بھی قبروں سے زندہ کیے جائیں گے۔ (آیت:19)

﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾

(e) انسان کی غفلت کا پول کھولا گیا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں کھو گیا ہے اور آخرت سے غافل ہے۔

﴿يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ﴾ (آیت:7)

2- اس سورۃ میں ﴿مُجرِمِین﴾ اور ﴿مؤمنین﴾ کے درمیان تقابل پایا جاتا ہے:

قریش کے لیڈروں کو بتایا گیا ہے کہ تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿مُجرِمِین﴾ سے انتقام لیا اور ﴿مومنین﴾ کی مدد کی۔

(a) وہ آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے والوں کی لازماً مدد کرے گا۔ مشرکین مکہ شکست سے دوچار ہو کر رہیں گے۔

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَانتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (آیت:47)

(b) دنیا میں مگن اور آخرت سے غافل ﴿مجرم﴾ لوگ روز قیامت قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ تو دنیا میں صرف ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں۔ ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ﴾ (آیت:55)

3- سورۃ ﴿الروم﴾ میں ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ﴾ کے الفاظ سے توحید اور آخرت کی دلیلیں پیش کی گئیں ہیں:

اس سورۃ میں ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ﴾ کے الفاظ سے شروع ہونے والی سات (7) آیات ہیں۔ اس اسلوب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی قدرت، طاقت، اس کی حکمت ثابت کی گئی ہے اور آخرت پر دلیلیں قائم کی گئی ہیں۔

(a) (آیت:20) میں انسان کی مٹی سے تخلیق کی حقیقت بیان کر کے توحید قدرت واختیار کو ثابت کیا گیا ہے۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنتُم بَشَرٌ تَنتَشِرُونَ﴾ (آیت:20)

(b) آیت 21 میں انسانی نسل کے جوڑوں کی پیدائش، ان کے درمیان محبت اور رحمت پیدا کرنے کی قدرت کی دلیل ہے۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (آیت:21)

(c) آیت 22 میں ارض وسماء کی تخلیق اور مختلف انسانی زبانوں اور رنگوں کے اختلاف سے بھی توحید قدرت کی دلیل فراہم کی گئی ہے۔ ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ﴾ (آیت:22)

(d) آیت 23 میں رات اور دن کی تخلیق اور ان کے مقاصد (نیند آرام اور روزگار) سے دلیل حکمت مہیا کی گئی ہے۔

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُم مِّن فَضْلِهِ﴾ (آیت:23)

(e) آیت 24 میں بجلیوں اور بارشوں سے دلیل آخرت ہے، جو دلیل قدرت بھی ہے۔ (آیت:24)

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾

(f) آیت 25 میں قیامِ ارض وسماء کی قدرت وطاقت بیان کی گئی۔ یہ دلیلِ قدرت اور دلیلِ آخرت ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ﴾ (آیت: 25)

(g) آیت 46 میں ہواؤں اور کشتیوں سے دلیلِ قدرت اور آخرت فراہم کی گئی ہے۔ اسبابِ ربوبیت کا ذکر کر کے شکر کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (آیت:46)

4۔ سورۃ ﴿الروم﴾ میں توحید وآخرت کی دو ﴿انفسی﴾ دلیلیں:

(a) توحید کی انفسی دلیل: ایک تمثیل کے ذریعے عقل مندوں کو سمجھایا گیا ہے کہ وہ اپنے مملوکوں کو اپنے جیسا نہیں سمجھتے تو پھر خالق مخلوق کی طرح کیسے ہو سکتا ہے؟

﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ (آیت:28)

(b) آخرت کی انفسی دلیل: اپنے اندر جھانک کر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہ اللہ نے یہ کائنات بلا مقصد پیدا نہیں کی۔ یہ ایک امتحان گاہ ہے، اس لیے آخرت کو تسلیم کر کے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا چاہیے۔

﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾ (آیت:8)

سورۃُ الرُّوم کا نظمِ جلی

سورۃ ﴿الرُّوم﴾ آٹھ (8) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔ پہلے اور آخری پیراگراف میں فتح کی بشارت ہے۔ چوتھے اور چھٹے پیراگراف میں دعوتِ اسلام ہے۔ درمیانی پیراگرافوں میں دلائلِ توحید، دلائلِ آخرت اور شرک کی تردید ہے۔

1- آیات 1 تا 7: پہلے پیراگراف میں چند سالوں کے اندر اندر، رومیوں کی فتح اور جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی بشارت دے کر بتایا گیا ہے کہ اللہ کے وعدے سچے ہوتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کا وعدہ بھی سچا ہے، اس پر ایمان لانا چاہیے۔

﴿سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

چنانچہ رمضان 2ھ۔ بمطابق 624ء میں جنگِ بدر کی فتح کا یہ وعدہ پورا ہوا۔ آخرت بھی واقع ہو کر رہے گی، جس سے مشرکین مکہ غافل ہیں۔ ﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (آیت:7)

2- آیات 8 تا 27 دوسرے پیراگراف میں دلائلِ توحید اور دلائلِ آخرت فراہم کیے گئے ہیں۔

آخرت پر ایمان لانے کے لیے آفاق و انفس کی نشانیوں پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

طاقتور قوموں کی ہلاکت کے تین اسباب تھے: (1) رسولوں کا انکار۔ (2) تکذیبِ آیات اور (3) استہزاء یعنی رسولوں کی دعوت کا مذاق۔

اللہ ظالم نہ تھا، بلکہ یہ خود اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔ (آیات: 10 تا 11)

اللہ ہی تخلیق کی ابتداء اور اعادہ کرتا ہے، لیکن قیامت کے دن ﴿مجرم﴾ منکرینِ آخرت ناامید ہو جائیں گے۔

﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ (آیت: 12)

روزِ قیامت کوئی سفارشی نہ ہوگا۔ سارے سفارشی منکر ہو جائیں گے۔ قیامت کے دن لوگ بٹ جائیں گے۔

اس کے برخلاف ایمان لا کر نیک عمل کرنے والے باغوں میں شاداں و فرحاں ہوں گے۔ منکرینِ آخرت اور اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ لہٰذا انسان کو خوفِ آخرت کے ماتحت حمد کے ساتھ صبح و شام تسبیح کرنا چاہیے۔

اِمکانِ آخرت کی عقلی دلیل فراہم کی گئی کہ اللہ مردہ چیز میں سے زندہ چیز اور زندہ چیزوں میں سے مردہ چیزیں پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی دوبارہ قبروں سے نکالے جائیں گے۔

﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ (آیت: 19)

اس کے بعد ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ﴾ کے اسلوب کے ذریعے دلائلِ توحید فراہم کیے گئے ہیں۔ (آیات 20 تا 23)

اس کے بعد ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ﴾ کے اسلوب ہی کے ذریعے دلائلِ آخرت فراہم کیے گئے ہیں۔ (آیات 24 اور 25)

زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی تابع ہیں، وہی تخلیق کا آغاز اور اعادہ کرتا ہے۔ (آیات: 26 تا 27)

آخرت برپا کرنا اللہ کے لیے آسان تر ہے۔ ﴿وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾

سب سے برتر صفات اللہ ہی کی ہیں۔ ﴿وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى﴾ وہ عزیز و حکیم ہے۔ (آیت: 27)

3- آیات 28 تا 9 : تیسرے پیراگراف میں کچھ مزید انفسی دلائلِ توحید بیان کیے گئے ہیں۔

خود مخلوقات اور انسانوں کے اندر درجات کا تفاوت ہے تو پھر انسان ﴿خَالِق﴾ اور ﴿مخلُوق﴾ یعنی ﴿مِن دُونِ اللہ﴾ کے فرق کو سمجھنے سے کیوں قاصر ہے؟ ان سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارے غلام، کیا تمہاری دولت میں برابر کے شریک ہیں؟ کیا تم غلاموں سے اسی طرح ڈرتے ہو! جس طرح اپنے ہمسرولوں سے ڈرتے ہو؟ مشرکین کی گمراہی کے اصل سبب پر روشنی ڈالی گئی کہ یہ ظالم ﴿اَهْوَاء﴾ یعنی اپنے تخیلات، قیاسات اور خواہشات کے غلام ہیں۔ (آیت: 29)

4- آیات 30 تا 39 : چوتھے پیراگراف میں اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور سیدھا دین ہے۔

(a) انسان کو چاہیے کہ وہ اپنا رخ کامل یکسوئی کے ساتھ دینِ فطرت اسلام کی طرف کرلے۔

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (آیت:30)

اللہ نے انسانوں کو جس فطرت پر قائم کیا ہے، اسی پر قائم ہو جانا چاہیے۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی۔

(b) دعوت دی گئی کہ اللہ کا تقویٰ اور اللہ کی انابت اختیار کرتے ہوئے نماز کے قیام کا اہتمام کیا جائے، ورنہ ان کا شمار مشرکین میں سے ہوگا۔ ﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (آیت:31)

مشرکین گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ ہر گروہ اپنے پاس کی چیز پر مگن ہے۔ ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾

انسانی نفسیات: انسان نفسیات پر روشنی ڈالی گئی کہ وہ مصیبت میں (منیب) بن کر اللہ کی طرف رجوع کر لیتا ہے۔

(کیونکہ توحید اُس کے دل کی فطری آواز ہے) لیکن رحمت کے نزول کے بعد شرک شروع کر دیتا ہے۔

مشرکین پر واضح کیا گیا کہ شرک کے لیے کوئی دلیل اور سند نہیں ہے۔ اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی۔

(c) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ﴿وَجْهَ اللّٰهِ﴾ حاصل کرنے کے لیے رشتے داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہی لوگ فلاح پائیں گے۔ (آیت:38)

﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

(d) انفاق کی ترغیب دی گئی۔ سود اور زکوۃ کے فرق کی وضاحت کی گئی۔ اللہ کے نزدیک سود نہیں بڑھتا، بلکہ اللہ کی خوشنودی ﴿وَجْهَ اللّٰهِ﴾ کے لیے دی جانے والی زکوۃ میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾ (آیت:39)

(e) یہ ایک مکی سورت ہے، لیکن یہاں زکوۃ اور حقوق العباد کی تمہید باندھی گئی ہے۔

5- آیات 40 تا 42 : پانچویں پیراگراف میں شرک کی تردید ہے اور مشرکین کی ہلاکت کی دھمکی ہے۔

(a) مشرکین سے سوال کیا گیا کہ کیا تمہارے شریک، ﴿آلهه﴾، ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ نے کوئی چیز اللہ کی طرح تخلیق کی ہے؟ پھر تمہیں اشتباہ کیسے ہو گیا؟ انسان شرک کا مجرم ہے، بحر و بر کے فساد کا ذمے دار خود وہ ہے۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ﴾

(b) انسانوں کو سزا اس لیے دی جاتی ہے کہ بعض اعمال کی سزا پانے کے بعد، شاید وہ برے اعمال سے باز آئیں۔

﴿لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (آیت:41)

(c) مشرکین کو دعوت دی گئی کہ انہیں زمین میں چل پھر کر دیکھنا چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ ہلاک ہونے والے اکثر مشرک تھے۔ ﴿كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ﴾ (آیت:42) ان کی بھی شامت آسکتی ہے۔

6- آیات 43 تا 45: چھٹے پیراگراف میں بھی، چوتھے پیراگراف کی طرح دعوتِ اسلام دی گئی ہے۔

آیت 30 کی دعوت ﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ﴾ کا اعادہ آیت 43 میں کیا گیا اور قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا۔ عقیدۂ توحید پر مشتمل دینِ قیّم کی طرف رُخ کرنے کے لیے ہی یکسو ہو جانا ضروری ہے۔

قیامت کا عذاب ٹلنے والا نہیں۔ قیامت کا مقصد جزا و سزا ہے۔ ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار ہوگا۔ لہٰذا قرآن مجید کی دعوتِ توحید اور دعوتِ آخرت پر ایمان لا کر، دین اسلام قبول کر لینا چاہیے۔

7- آیات 46 تا 53: ساتویں پیراگراف میں دوسرے اور تیسرے پیراگراف کی طرح کچھ مزید دلائل توحید اور دلائل آخرت بیان کیے گئے۔

(a) دلیل توحید قدرت بیان کی گئی کہ اللہ ہی بشارت اور رحمت بنا کر ہوائیں بھیجتا ہے، جس سے بارش ہوتی ہے، کشتیاں چلتی ہیں، تاکہ انسان اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے، لیکن اللہ کے چند اُصول ہیں۔ (1) رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجتا ہے۔ (2) ناشکری اور مجرم قوموں سے انتقام لیتا ہے۔ (3) اور مؤمنین کی مدد کر کے انہیں بچالیتا ہے ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَانتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (آیت:47)

(b) دلیل توحید و آخرت بیان کی گئی کہ اللہ اپنی رحمت سے مردہ زمین کو جلا اٹھاتا ہے۔ اسی طرح وہ مردوں کو زندگی دینے والا ہے۔ وہ ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے۔ (آیت:50)

﴿فَانظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ بحسن خوبی تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، لیکن آپ ﷺ ان مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ بہروں اور اندھوں کو راستہ دکھا نہیں سکتے۔ (آیت:52)

ہاں اہل ایمان اور مسلمون (جھکنے والوں) کو سمجھا سکتے ہیں۔ (آیت:53)

8- آیات 54 تا 60: آٹھویں اور آخری پیراگراف میں رسول اللہ ﷺ کو فتح بدر کی بشارت اور تسلی دی گئی اور ﴿مجرم﴾ مشرکین کو جو منکرین آخرت بھی تھے، دھمکی دے کر اتمام حجت کی گئی۔

انفسی دلیل: اللہ کی قدرت اور آخرت کو ثابت کرنے کے لیے ایک انفسی دلیل دی گئی کہ اللہ نے کمزوری کی حالت میں انسانوں کو پیدا کیا پھر قوت بخشی، قوت کے بعد ضعیف اور بوڑھا کر دیا۔ اللہ جیسے چاہے پیدا کرتا ہے۔

وہ علیم وقدیر ہے۔(آیت:54)انسانی زندگی کے یہ مراحل شہادت دے رہے ہیں کہ اس کے بعد کی منزلیں موت اور آخرت ہے۔ قیامت کے دن نہ معذرت نفع دے گی، اور نہ ظالموں سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا۔ (آیت:57)

مشرکین کو بتایا گیا کہ وہ ضدی ہیں۔ اللہ نے اس قرآن میں طرح طرح سے سمجھایا ہے، لیکن خواہ کوئی نشانی لائی جائے، منکرین اسے باطل ہی کہیں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ بے علم لوگوں کے دلوں پر ٹھپہ لگا دیتا ہے۔

آخری آیت میں رسول اللہ ﷺ کو صبر کی نصیحت کی گئی۔ منکرین آخرت کو دھمکی دی گئی کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے رسول اللہ ﷺ کو ہلکا خیال نہ کریں۔ ﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ (آیت:60)

چند سالوں میں مشرکین مکہ شکست سے دوچار ہوں گے اور مسلمان میدانِ بدر میں کامیاب وکامران ہوں گے۔

مرکزی مضمون

دلائل توحید اور دلائل آخرت دے کر مشرک مجرم منکرین آخرت کو ڈرایا گیا ہے کہ اُن کے حق میں یہی بہتر ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں، ورنہ چند سالوں میں شکست سے دوچار ہو کر رہیں گے۔ فتح بدر پر مسلمان خوشیاں منائیں گے۔

FLOW CHART

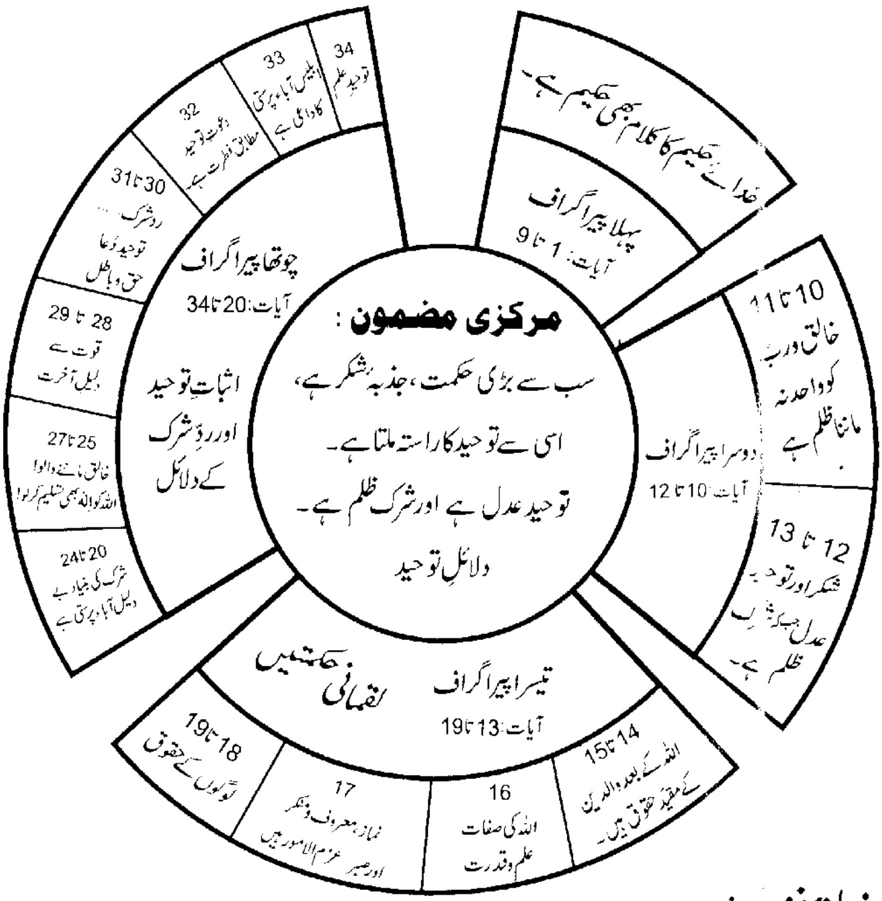
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

31- سُورَةُ لُقْمَانَ

آیات : 34 ...... مَکِّیَّۃ" ...... پیراگراف : 4



● **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿لقمان﴾ اور سورت ﴿العنکبوت﴾ ہجرت حبشہ (رجب 5 نبوی) سے پہلے ، 5 نبوی کے اوائل میں نازل ہوئیں۔ مسلم نوجوانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ اُنہیں اپنے مشرک والدین کے ساتھ حسنِ سلوک تو لازماً کرنا چاہیے، لیکن شرک کے مسئلے پر اُن کی اطاعت جائز نہیں۔

سورۃ لقمان کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿الرُّوم﴾ میں دلائل توحید اور دلائل آخرت تھے۔ بدر میں فتح ونصرت کی بشارت دی گئی۔ یہاں سورۃ ﴿لُقمان﴾ میں شرک کو ﴿ظلمِ عظیم﴾ کہا گیا ہے، شکر کا مطالبہ کیا گیا اور آباء پرستی سے بچنے کی ہدایت دی گئی۔

یہاں سورۃ ﴿لقمان﴾ میں حضرت لقمانؑ کی جامع نصیحتیں بیان ہوئی ہیں، جو دراصل مومنین کی صفات ہیں اگلی سورۃ ﴿السجدہ﴾ میں بھی ﴿مومن﴾ اور ﴿فاسق﴾ کا فرق بتا کر مومنین کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ سجدہ و تسبیح کے ساتھ تہجد کا اہتمام کرتے ہیں اور نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ کا خوف اور اللہ سے اُمید کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿لقمان﴾ میں لفظ ﴿حکیم﴾ کے استعمال کی معنویت:

اللہ تعالیٰ بھی ﴿حکیم﴾ ہے اور اُس کی کتاب بھی ﴿حکیم﴾ ہے۔ دنیا کی آزمائشیں اور آخرت میں جزاء وسزا کا نظام بھی اللہ تعالیٰ کی ﴿حِکمت﴾ پر مبنی ہے۔

(a) اللہ تعالیٰ ﴿حکیم﴾ ہے۔ ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (آیت:9)

(b) اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی ﴿حکیم﴾ ہے۔ ﴿تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ﴾ (آیت:2)

(c) حضرت لقمانؑ کو بھی حکمت عطا کی گئی تھی کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔ ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ﴾ (آیت:12)

(d) جنت اور دوزخ کی سزا بھی حکمت پر مبنی ہے۔ (آیات:7 تا 9)

2- سورۃ ﴿لقمان﴾ میں لفظ ﴿شکر﴾ کے استعمال کی معنویت:

﴿شکر﴾ کا حکم دیا گیا ہے۔ احساس شکر کے نتیجے میں توحید جنم لیتی ہے۔ ﴿شکر﴾ وفادار بندوں کا خاصا ہے۔

(a) اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کو یہ حکمت عطا کی کہ اللہ کا ﴿شکر﴾ ادا کرنا ضروری ہے۔ ﴿أَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ﴾ (آیت:12)

(b) ﴿شکر﴾ خود انسان کے لیے مفید ہے۔ ﴿وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ﴾ (آیت:12)

(c) بے وفا اور ناشکرے لوگ صرف مصیبت کے وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں، لیکن وفادار اور ﴿شکر گزار﴾ لوگ ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ (آیت:32)

3- سورۃ لقمان ﴿ میں ﴿آباء پرستی﴾ سے بچتے ہوئے توحید کا راستہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے:

(a) اگر والدین اپنی اولاد کو شرک پر مجبور کریں تو ان دونوں کی اطاعت بھی نہیں کی جاسکتی، البتہ دنیا میں معروف کے مطابق اُن سے بھلا سلوک کیا جائے گا۔

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾ (آیت:15)

(b) مشرکین مکہ سے قرآن کی پیروی کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم تو اُسی راستے پر چلیں گے، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا تھا۔ یہ ﴿مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ اور ﴿مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ کے درمیان کشمکش ہے۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ (آیت:21)

(c) روز قیامت نہ باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ دے سکے گا اور نہ بیٹا اپنے والد کی طرف سے۔ اس لیے ہر انسان کو آباء پرستی سے بچ کر اپنے مستقبل کی خود فکر کرنی چاہیے۔

﴿وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا﴾ (آیت:33)

4- سورۃ لقمان ﴿ میں اللہ کے ﴿خالق﴾ ہونے کی کئی دلیلیں بیان کر کے ﴿توحیدِ الوہیت﴾ کا مطالبہ کیا گیا:

(a) اللہ تعالیٰ آسمانوں کا ﴿خالق﴾ ہے۔ ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾ (آیت:10)

(b) مشرکین سے چیلنج کرتے ہوئے پوچھا گیا کہ کیا ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ نے بھی کوئی چیز ﴿تخلیق﴾ کی ہے؟

﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ (آیت:11)

(c) مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو ﴿خالق﴾ مانتے تھے، لیکن عبادت اور اطاعت میں شرک کیا کرتے تھے۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ (آیت:25)

(d) ساری انسانیت کی ابتدائی تخلیق اور انہیں دوبارہ زندہ کر دینا، اللہ کے نزدیک محض ایک آدمی کی ﴿تخلیق﴾ کے برابر ہے۔

﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ (آیت:28)

5- سورۃ ﴿لقمان﴾ میں ﴿توحیدِ علم﴾ کے دلائل ہیں:

﴿توحیدِ علم﴾ سے مراد اللہ تعالیٰ کا ایسا مکمل علم ہے، جو اُس کی کسی مخلوق میں نہیں پایا جاتا۔

(a) حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو ایک خوبصورت مثال کے ذریعے سے توحیدِ علم اور توحیدِ اختیار کی تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ ایسا باریک بین خبیر ہے کہ وہ زمین آسمان میں پوشیدہ رائی کے دانے برابر چیز کا بھی علم رکھتا ہے اور اُسے لے آنے کی قدرت بھی رکھتا ہے

یہ دلیل آخرت بھی ہے۔﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ﴾ (آیت:16)

(b) اللہ تعالیٰ ایسا ﴿علیم﴾ ہے، جو سینوں کے رازوں کو بھی جان لیتا ہے۔﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ (آیت:23)

سورۃ لُقمان کا نظمِ جلی

سورۃ لُقمان چار (4) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 9 : پہلے پیراگراف میں، بتایا گیا ہے کہ اللہ بھی حکیم ہے اور اُس کا کلام بھی حکمت سے معمور ہے۔ جزا و سزا بھی حکمت ہے۔

قرآن مجید کی آیات محسنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں۔ محسنین نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں۔ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ ہدایت پر ہیں اور فلاح پائیں گے۔ (آیات: 4 تا 5)

﴿لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ یعنی کلام دل فریب سے کام لے کر اللہ کے راستے سے رکنے اور روکنے والوں کے لیے سخت عذاب ہے۔ موسیقی ناجائز ہے (آیت نمبر 6) دنیادار لیڈر، لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکانا چاہتے ہیں اور دعوت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ دعوت سن کر منہ پھیر لیتے ہیں، تکبر سے کام لیتے ہیں، جیسے وہ بہرے ہیں اور انہوں نے سنا ہی نہیں۔ انہیں عذاب ہو گا۔ اس کے برخلاف ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کے لیے نعمت بھرے باغات ہوں گے۔

2- آیات 10 تا 12 : دوسرے پیراگراف میں، بتایا گیا ہے کہ شرک ظلم عظیم ہے اور توحید سراپا عدل ہے۔

(a) ﴿توحید کی دلیلیں﴾ فراہم کی گئیں کہ اللہ نے تو آسمان کو بلا ستون پیدا کیا۔ پہاڑ جما دیئے، تا کہ وہ انسان کو لے کر ڈھلک نہ جائیں۔ زمین پیدا کر کے اُس میں طرح طرح کے جانور پھیلا دیئے۔ آسمان سے بارش برسائی۔ قسم قسم کی عمدہ نباتات اُگا دیں۔ یہ اللہ کی تخلیق ہے۔ چیلنج کیا گیا کہ مشرکین بتائیں کہ ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ نے کیا پیدا کیا ہے؟

(b) اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمانؒ کو حکمت عطا کی اور حکم دیا کہ وہ (1) اللہ کا شکر ادا کریں شکر اپنے آپ کے لیے مفید ہے۔ اللہ غنی حمید ہے۔ (2) شرک نہ کریں۔ یہ ظلم عظیم ہے۔

3- آیات 13 تا 19 : تیسرے پیراگراف میں، حضرت لقمانؒ کی ﴿جامع نصیحتیں﴾ بیان کی گئیں، جو دراصل ﴿صفات المؤمنین﴾ ہیں۔

﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (آیت:13)

عقائد میں شرک سے روکا گیا۔ اللہ کی صفات بیان کر کے توحیدِ علم اور توحیدِ اختیار کی وضاحت کی گئی۔ عبادات میں نماز کا حکم دیا گیا۔ معاشرت میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دے کر اطاعت کی حدود کا تعین کر دیا گیا۔ آدابِ دعوت بتائے گئے کہ نیکی کا حکم دیا

جائے اور برائی سے روکا جائے۔ اخلاقیات میں صبر کی نصیحت کی گئی۔ میانہ روی کا حکم دیا گیا۔ گفتگو کے آداب سکھائے گئے۔ چیخنے چلانے کو گدھے کی آواز سے تشبیہ دی گئی۔ سیاسیات اور اجتماعی زندگی کا ادب سکھایا گیا کہ صرف اُن لیڈروں کی پیروی کی جائے، جن میں اللہ کی انابت پائی جاتی ہے۔

(1) اللہ کا شکر ادا کریں۔

(2) شرک نہ کریں یہ ظلم عظیم ہے۔

(3) والدین کے ساتھ احسان کی ہدایت کی گئی، بالخصوص ماں کے ساتھ احسان کے وہ تکلیف پر تکلیف اٹھا کر، پیٹ میں رکھتی ہے۔ 2 سال تک دودھ پلاتی ہے، اللہ کا شکر اور والدین کا شکر ادا کرنے کی نصیحت کر کے بتایا گیا کہ والدین بھی شرک پر مجبور کریں، تو اُن کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ ہاں! معروف میں اُن کا ساتھ دیا جا سکتا ہے۔ ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾ (آیت:14)

(3) خدا ترس صالح لیڈروں کی پیروی کا حکم دیا گیا۔ ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ﴾ (آیت:15)

(4) حضرت لقمان نے ایک خوبصورت تمثیل کے ذریعے اپنے بیٹے کو توحیدِ علم اور توحیدِ اختیار سمجھا کر آخرت کی دلیل فراہم کی۔ (آیت:16)

(4) بیٹا! نماز قائم کر! ﴿يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ﴾ (آیت:17)

(5) نیکی کا حکم دے ﴿وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (آیت:17)

(6) بدی سے منع کر ﴿وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آیت:17)

(7) مصیبت پر صبر کر! ﴿وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ﴾ (آیت:17) یہ وہ باتیں ہیں، جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے (حوصلے کے کام ہیں)

(8) لوگوں سے منہ پھلا کر بات نہ کر! ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ (آیت:18)

(9) زمین میں اکڑ کر مت چل! ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ (آیت:18) اللہ خود پسند اور فخر جتانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ (آیت:18)

(10) اپنی چال میں اعتدال اختیار کر! ﴿وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ﴾ (آیت:19)

(11) آواز پست رکھ! سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھوں کی ہوتی ہے۔ ﴿وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾ (آیت:19)

4- آیات 20 تا 34: چوتھے اور آخری پیراگراف میں ﴿توحید کی دلیلیں﴾ دے کر اس کا اثبات اور ﴿شرک کا ابطال﴾ کیا گیا۔

مکہ کے مشرک نوجوانوں کو سمجھایا گیا کہ وہ دلائل پر غور کریں اور آباء پرستی سے بچ کر اسلام کی دعوت کو قبول کر لیں۔

(a) ﴿آفاقی دلیلیں﴾ پیش کی گئیں کہ اللہ نے زمین آسمان کی ساری چیزیں، انسانوں کے لیے مسخر کر دی ہیں۔
کھلی اور چھپی نعمتیں تمام کر دی ہیں۔ لیکن لوگ اللہ کے بارے میں علم، ہدایت، روشنی اور کتاب کے بغیر فضول بحث کرتے ہیں اور جھگڑنے لگتے ہیں۔ (آیت:20)

(b) ﴿مشرکین مکہ کی ضد﴾ کی تصویر کھینچی گئی کہ وہ قرآن کی دعوتِ توحید پر غور کرنا ہی نہیں چاہتے۔
اُن کی زبان پر تو بس یہی رٹ ہے: ہم باپ دادا کی روایات پر چلیں گے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا اُس صورت میں بھی، جب شیطان دوزخ کی آگ کی طرف بلائے؟ (آیت:21)

(c) صاف بتادیا گیا کہ اسلام قبول کر کے اچھا عمل کرنے والا ایک مضبوط سہارے کو تھام لیتا ہے۔
رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ وہ ان ناشکروں کے غم میں مبتلا نہ ہوں۔ یہ سب اللہ کی طرف پلٹیں گے اور پھر انہیں اعمال دکھائے جائیں گے۔

(d) ﴿توحیدِ اسماء وصفات﴾ بیان کی گئی کہ اللہ ہی تعریف کا مستحق ہے!
اگر سارے درخت قلم بن جائیں، سمندر دوات بن جائے۔ سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں، تب بھی کلمات اللہ (اللہ تعالیٰ کی صفات جو اُس کے ناموں کے ذریعے بیان ہوئی) ختم نہ ہوں گے۔ اللہ عزیز و حکیم ہے۔ (آیت:27)

(e) ایک ﴿عقلی دلیل﴾ دے کر ثابت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سارے انسانوں کو پیدا کرنا اور مارنا ایک شخص کی پیدائش اور موت کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے (آیت: 28)۔ یہ دلیل قدرت بھی ہے اور دلیل آخرت بھی۔
توحید کی دلیلیں پیش کی گئیں کہ اللہ ہی رات میں دن اور دن میں رات پروتا ہے۔ اُسی نے شمس وقمر کی تسخیر کی ہے۔
اللہ ﴿حق﴾ ہے اور اللہ کے علاوہ باقی تمام مخلوقات جن سے دعائیں مانگی جاتی ہیں ﴿باطل﴾ ہیں۔ اللہ ہی بلند و بالا ہے۔
﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ﴾ (آیت:30)

(f) ﴿توحید کی انفسی دلیلیں﴾ انسان کو کشتیوں اور جہازوں پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مشاہدہ کرنا ہے۔
صابر وشاکر لوگ ان آیات ودلائل سے نصیحت اور عبرت حاصل کر لیتے ہیں۔ توحید فطرت کی آواز ہے۔ مصیبت کے وقت انسان ملاوٹ اور آمیزش کے بغیر اللہ ہی سے فریاد کرتا ہے، لیکن ساحل پر اترنے کے بعد اپنی فطرت کی آواز کو دبا دیتا ہے۔ غدار اور ناشکرے افراد ہی اللہ کی آیات اور دلیلوں کا انکار کرتے ہیں۔
قیامت کے دن سے ڈرایا گیا کہ وہاں آباء پرستی کام نہ آئے گی۔ اُس دن، باپ بیٹے کی طرف سے، نہ بیٹا باپ کی طرف سے بدلا دے سکے گا۔ (آیت:33)
اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ دنیا کی زندگی انسانوں کو دھوکے میں مبتلا نہ کرے اور شیطان دھوکہ نہ دینے پائے۔

(g) ﴿توحیدِ علم﴾ پانچ (5) چیزوں پر غور کرنے کی دعوت دی گئی کہ ان سب چیزوں کا علم بھی صرف خالق کے پاس ہے۔

(1) ﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ قیامت کی گھڑی کا علم، صرف اللہ ہی کو ہے۔

(2) ﴿وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾ وہی بارش برساتا ہے۔

(3) ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾ وہی جانتا ہے کہ ارحام میں کیا ہے؟

(4) ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ کوئی نفس، کل کی کمائی سے باخبر نہیں۔

(5) ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾
کوئی نفس اپنی سرزمین موت سے باخبر نہیں۔ اللہ علیم وخبیر ہے۔ (آیت:34)

مرکزی مضمون

سب سے بڑی انصاف کی بات توحید ہے اور سب سے بڑا ظلم شرک۔ جذبۂ شکر سے توحید کا سراغ ملتا ہے۔ عقیدۂ توحید پر ایمان لاکر دین کی جامع تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے، یہی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ لقمانی حکمت ہے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

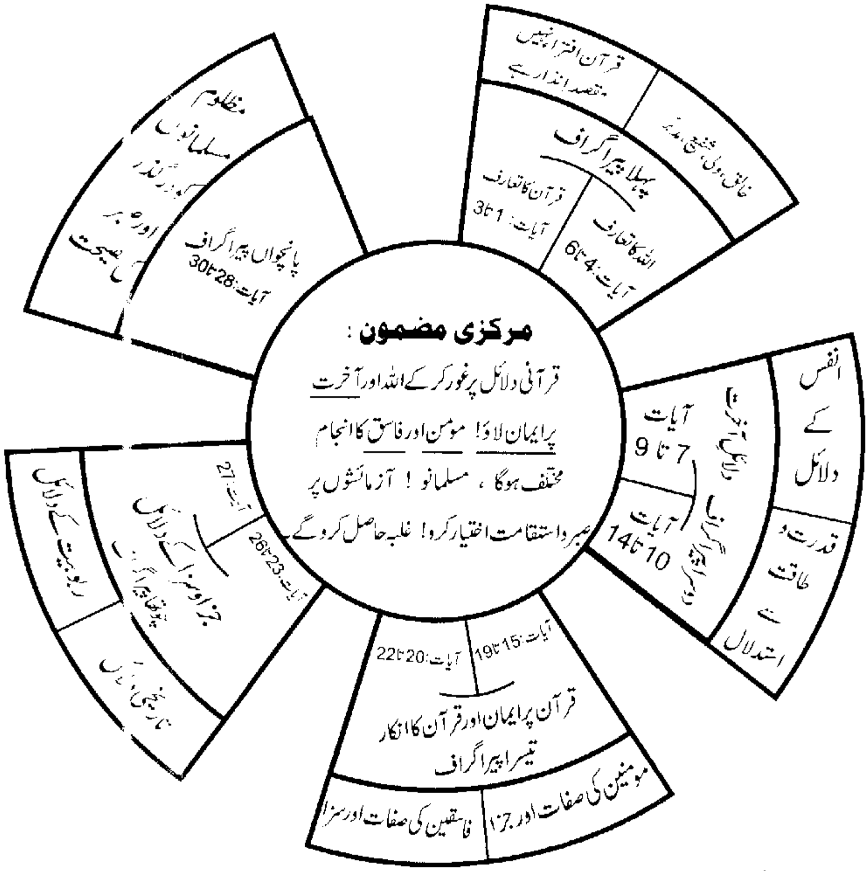
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

32- سُوْرَةُ السَّجدَة

آیات : 30 ..... مَکِّیَّۃ‘‘..... پیراگراف : 5



● زمانۂ نزول:

سورۃ ﴿السَّجدَۃ﴾ اعلانِ عام کے بعد رسول ﷺ کے قیام مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی، جب آپ ﷺ پر ﴿مُفتَرِی﴾ ہونے کا الزام تھا۔ ابھی مسلمانوں پر ظلم و ستم کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ قریش کے نام نہاد دانشور مشرکین وفاسقین کو ان کے مخالف ﴿مُؤمِنِین﴾ کے کردار پر غور کرنے کی دعوت دی گئی۔

سورۃُ السَّجدَۃ کے فضائل

اس سورۃ کی فضیلت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے:

جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ نمازِ فجر میں سورۃ ﴿السّجدَۃ﴾ اور سورۃ ﴿الدّھر﴾ کی تلاوت فرماتے تھے۔

(صحیح مسلم: کتاب الجمعۃ، باب مایقرأ فی یوم الجمعۃ، حدیث 2,068)

سورۃُ السَّجدَۃ کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿لقمان﴾ میں قریش کے سرداروں کے خلاف فردِ جرم تھی کہ یہ اسلام کی دعوت کو روکنے کے لیے ﴿لَھوَ الحَدِیث﴾ سے کام لے رہے ہیں۔ تکبر میں مبتلا ہیں، دعوت کو توجہ سے سننا نہیں چاہتے۔

﴿مَا اَنزَلَ اللّٰہُ﴾ کے بجائے ﴿مَا وَجَدنَا عَلَیہِ آبَآءَنَا﴾ یعنی آباء پرستی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ منکرِ آخرت ہیں، شرک میں گرفتار ہیں، جو ﴿ظُلمٍ عظیم﴾ ہے۔

یہاں سورۃ ﴿السّجدَۃ﴾ میں ان فاسق و مجرم افراد کے برعکس، نیک اور صالح مؤمنین کے اوصاف بیان کیے گئے۔

متکبر نہیں ہوتے، سجدہ و تسبیح کرتے ہیں، تہجد گزار ہیں، خوف اور امید سے رب کے حضور دعائیں کرتے ہیں اور فیاض ہیں۔

﴿اِنَّمَا یُؤمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِینَ اِذَا ذُکِّرُوا بِھَا خَرُّوا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوا بِحَمدِ رَبِّھِم وَھُم لَا یَستَکبِرُونَ ○ تَتَجَافٰی جُنُوبُھُم عَنِ المَضَاجِعِ یَدعُونَ رَبَّھُم خَوفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقنٰھُم یُنفِقُونَ﴾

2- سورۃ ﴿السّجدَۃ﴾ میں نیک کردار ﴿مومنین﴾ اور بدکردار ﴿فاسقین﴾ کے درمیان موازنہ ہے کہ یہ ایک جیسے نہیں ہوسکتے اور ان کا انجام بھی مختلف ہوگا۔

3- اگلی سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں مخلص صحابہؓ اور منافقین کے درمیان تقابل کر کے بتایا گیا کہ ان کے کردار میں کیا فرق پایا جاتا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿السجدۃ﴾ میں ﴿فاسقین﴾ کا لفظ کلیدی ہے:

(a) ﴿فاسقین﴾ یعنی نافرمان اور بدعمل لوگوں کو صاف صاف بتادیا گیا کہ وہ اور ﴿مؤمنین﴾ برابر نہیں ہوسکتے۔

﴿اَفَمَن کَانَ مُؤمِنًا کَمَن کَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَستَوٗنَ﴾ (آیت:18)

(b) ﴿فاسقین﴾ کے بارے میں صاف صاف بتادیا گیا کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہوگی۔

﴿وَاَمَّا الَّذِینَ فَسَقُوا فَمَاوٰھُمُ النَّارُ﴾ (آیت:20)

2- سورۃ ﴿السجدہ﴾ میں ﴿لِقاء﴾ کے لفظ کا استعمال بھی کلیدی ہے:

﴿لِقاء﴾ کا لفظ تین (3) مرتبہ استعمال ہوا۔ (آیات 14، 10، 23)

(a) مشرکین مکہ دراصل آخرت کے منکر تھے۔ ﴿لِقاء﴾ یعنی ملاقاتِ رب کا انکار کیا کرتے تھے۔

﴿ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ﴾ (آیت:10)

(b) حضرت موسیٰ کو توراۃ عطا کی گئی تھی جس میں بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کا سامان تھا۔ لہٰذا تم لوگ بھی اپنے رب سے ملاقات ﴿لِقاء﴾ کے بارے میں کسی شک میں مبتلا نہ ہونا ﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ﴾ (آیت:23) بعض مفسرین نے ﴿لِقاء﴾ سے مراد ﴿لِقاءموسیٰ﴾ اور بعض نے ﴿لِقاء القرآن﴾ کی تفسیر کی ہے۔

(c) منکرینِ آخرت کو روزِ قیامت کو اسی طرح فراموش کر دیا جائے گا، جس طرح یہ دنیا میں ﴿لِقاء﴾ یعنی ملاقاتِ رب کا انکار کیا کرتے ہیں۔ ﴿فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ﴾ (آیت:14)

3- اس سورۃ میں منکرینِ آخرت کے لیے ﴿فاسقین﴾ کے علاوہ ﴿مجرمین﴾ کے الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں:

آخرت کی جواب دہی کا احساس نہ ہونے کی وجہ سے ہی انسان بدکردار، بدعمل، فاسق، فاجر اور مجرم بن جاتا ہے۔

(a) اللہ تعالیٰ منکرینِ آخرت ﴿مجرم﴾ اور فاسق لوگوں سے انتقام لے کر رہے گا۔

﴿اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾ (آیت:22)

(b) روزِ قیامت منکرینِ آخرت ﴿مجرم﴾ اور فاسق افراد اللہ کے حضور سر جھکائے شرمندہ کھڑے ہوں گے۔

﴿اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ (آیت:12)

سورۃُ السَّجدۃ کا نظمِ جلی

1- آیات 1 تا 6: پہلے پیراگراف میں، ﴿اللہ تعالیٰ کی صفات﴾ بیان کر کے اُس کا تعارف کرایا گیا ہے۔

وہ رب العالمین ہے۔ اسی نے قرآن نازل کیا ہے۔ یہ قرآن رسول اللہ ﷺ کی افترا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے، ولی ہے، شفیع ہے، اس کے علاوہ کوئی ولی اور شفیع نہیں۔ وہی مدبر ہے۔

﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ﴾۔ عالم غیب و شہادت ہے اور عزیز و رحیم ہے۔

2- آیات 7 تا 14 : دوسرے پیراگرف میں ﴿دلائل آخرت﴾ بیان کر کے منکرینِ آخرت مجرمین کا انجام بتایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا آغاز مٹی سے کیا، پھر اس کی نسل حقیر پانی کے ست سے چلائی، پھر اس کے نوک پلک سنوارے اور اس میں اپنی روح پھونکی اور قوتِ سماعت، قوتِ بصارت اور قوتِ فہم و ادراک عطا فرمائے۔

لیکن انسانوں میں بہت کم لوگ شکر گزار ہوتے ہیں۔ (آیت نمبر 7 تا 9)۔ منکرِ آخرت ہو جاتے ہیں۔ لیکن روزِ قیامت یہ بد کردار مجرم پچھتائیں گے اور اللہ سے درخواست کریں گے کہ دنیا میں انہیں دوبارہ واپس بھیج دیا جائے، تاکہ اچھا عمل کر سکیں۔ ﴿فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ﴾ (آیت 12) یہ ممکن نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت کامل انصاف کرے گا اور دوزخ کو انسانوں اور جنات سے بھر کر رہے گا۔ ﴿لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ (آیت 13)

روزِ قیامت کو فراموش کر دینے والوں کو اللہ تعالیٰ بھی فراموش کر دے گا۔

3- آیات 15 تا 22 : تیسرے پیراگراف میں، قرآن پر ایمان لانے والے ﴿مؤمنین کی صفات﴾ بیان کی گئیں۔

اہلِ ایمان اللہ کی آیات سن کر سجدے میں گر پڑتے ہیں، حمد و تسبیح کرتے ہیں۔ (آیت:15)

تکبر نہیں کرتے، ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں، اپنے رب کو خوف و طمع سے پکارتے ہیں، انفاق کرتے ہیں۔ (آیت:15، 16)

ان خوش نصیبوں کے لیے تیار ان گنت قسم کے انعامات ہوں گے۔

صاف بتا دیا گیا کہ ﴿مومن﴾ اور ﴿فاسق﴾ ہرگز ہرگز برابر اور ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔

﴿أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوُونَ﴾ (آیت:18)

ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کے لیے جنت ہے۔

فاسقوں کے لیے دوزخ ہے۔ یہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ﴿مجرم﴾ ہیں، جن سے انتقام لیا جائے گا۔

4- آیات 23 تا 27 : چوتھے پیراگراف میں، جزا و سزا کے ﴿تاریخی دلائل﴾ بھی ہیں اور ﴿دلائل ربوبیت﴾ بھی۔

(a) حضرت موسیٰ کو دی جانے والی کتاب میں بھی صاف بتا دیا گیا تھا کہ آخرت میں اللہ سے ملاقات کے بارے میں ہرگز ہرگز شک نہ کیا جائے۔ ایمان اور صبر کے نتیجے ہی میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو امامت عطا کی تھی۔

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾ (آیت:24)

لہٰذا مشرکینِ مکہ کے ظلم و ستم کے مقابلے میں ایمان اور صبر و تقویٰ ہی وہ دو ہتھیار ہیں، جن سے کام لے کر مسلمان کامیاب و کامران ہو سکیں گے۔

(b) ﴿منکرینِ آخرت﴾ کو قوموں کی ہلاکت سے ڈرایا گیا۔

﴿آخرت کی دلیل﴾ ربوبیت سے فراہم کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے بارش کے ذریعے بنجر زمین کو سیراب کرتا ہے۔ انسانوں اور جانوروں کو کھلاتا ہے۔ یہی خدا مردوں کو زندہ کر کے آخرت برپا کرے گا۔

5- آیات 28 تا 30: پانچویں اور آخری پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کو ان ﴿منکرین آخرت﴾ سے اعراض کرنے کی ہدایت دی گئی۔

منکرین آخرت سوال کرتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ ﴿فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَانۡتَظِرۡ اِنَّهُمۡ مُّنۡتَظِرُوۡنَ﴾ (آیت:30)
منکرین آخرت بھی انتظار کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ بھی انتظار کریں۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد فیصلہ کرے گا۔
اس میں یہ بشارت بھی پوشیدہ ہے کہ بالآخر مسلمان ہی غالب رہیں گے۔

مرکزی مضمون

قرآنی دلائل پر غور کر کے اللہ اور آخرت پر ایمان لانا چاہیے۔ ﴿مومن﴾ اور ﴿فاسق﴾ کا انجام مختلف ہو گا۔ مسلمانوں کو آزمائشوں پر صبر و استقامت اختیار کرنا چاہیے تاکہ غلبہ اور کامرانی حاصل ہو سکے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

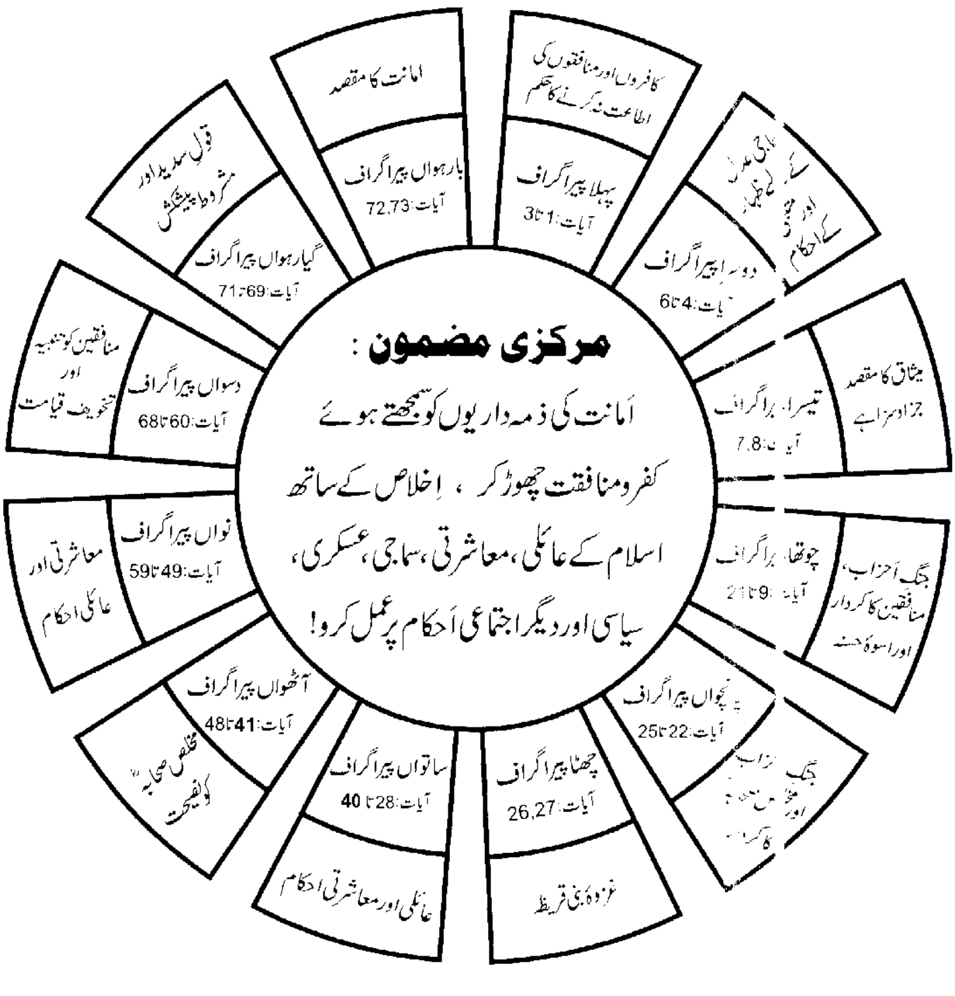
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO STRUCTURE

33- سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ

آیات : 73 ...... مَدَنِيَّة'' ...... پیراگراف : 12 (زمانۂ نزول: 5ھ)



زمانۂ نزول

سورۃ ﴿الاحزاب﴾، غزوۂ احزاب (شوال 5 ھ)، غزوۂ بنی قریظہ اور نکاحِ زینبؓ (ذوالقعدہ 5 ھ) کے بعد میں نازل ہوئی۔ ایک سال بعد 6ھ میں سورۃ ﴿النُّور﴾ نازل ہوئی، اگرچہ کتابی ترتیب میں سورۃ ﴿النُّور﴾ پہلے ہے اور سورۃ ﴿الاحزاب﴾ بعد میں۔ پہلی ہی آیت میں منافقین اور کافرین سے نہ دبنے کا حکم دیا گیا۔

غزوۂ احزاب کو ﴿غزوۂ خندق﴾ بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ پر یہ نہایت کڑا وقت تھا۔ قریش اور ان کی تمام حلیف قوتوں نے مل کر مدینہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ مدینہ کے اندر منافقین رسول اللہ ﷺ کی ذات پر حملے کر کے آپ ﷺ کو اذیت اور تکلیف پہنچا رہے تھے۔ دباؤ کے اس ماحول میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا کہ وہ نہ تو ﴿بیرونی دشمنوں﴾ یعنی قریش اور ان کے حلیف کے آگے جھکیں اور نہ اندرونی دشمنوں ﴿مُنَافِقِين﴾ کے سامنے ہتھیار ڈالیں۔

﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ (آیت:1)

یہی بات دوبارہ آیت:48 میں دہرائی گئی۔

سورۃُ الاَحزاب کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿السَّجدۃ﴾ میں ﴿مؤمنین اور فاسقین﴾ کا اجمالی ذکر تھا۔ یہاں سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں مخلص صحابہؓ اور منافقین کے کردار سے ان ﴿مُؤمِنِين اور فَاسِقِين﴾ کی تفصیلی وضاحت کی گئی ہے۔

2- یہاں سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں رسول اللہ ﷺ پر منافقین کے بیہودہ اعتراضات کا تذکرہ ہے اور اگلی سورۃ ﴿سبا﴾ میں مشرکینِ مکہ کے اعتراضات کا ذکر ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں ﴿توَکُّل﴾ کا مطالبہ:

رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کو غزوۂ احزاب کے موقع پر نہایت مشکل حالات کا سامنا تھا۔

ان مشکل حالات میں، جب کہ اندرونی اور بیرونی دشمنوں یعنی منافقین اور کافرین دونوں کی طرف سے دباؤ تھا، اللہ کی طرف سے ہدایت دی گئی کہ وہ اسی پر ﴿توَکُّل﴾ کریں۔

توَکُّل کی یہ نصیحت ابتدائی تین (3) آیات کے بعد بھی دی گئی اور اعادے کے طور پر آیت:48 میں بھی۔

2- سورۃ ﴿الاحزاب﴾ کا آغاز اور اختتام:

پہلی آیت میں کفر و منافقت سے ترکِ تعلق کا حکم دیا گیا ہے ﴿لَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ اور آخری آیت میں بتایا گیا ہے کہ امانت کی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جہالت اور ظلم کا رویہ ترک کیا جائے، ورنہ شرک و منافقت کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ ﴿لِّيُعَذِّبَ اللهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ﴾

3- سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں، دوزخی کافر و مشرک و منافق قیادت (Leadership) کے لیے، ﴿سَادَتَنَا﴾ ہمارے لیڈر، ﴿كُبَرَآءَنَا﴾ ہمارے بڑے اور بزرگ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

روزِ قیامت عوام، مرید اور پیروکار (Followers) پچھتا پچھتا کر کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ اور رسول ﷺ کی پیروی کی ہوتی۔ لیکن ہم نے کافر، مشرک و منافق قیادت کی پیروی کی، جنھوں نے ہمیں اسلام کے راستے سے بھٹکا دیا۔

﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا﴾ (آیت: 67)

4- سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں عوام الناس کے لیے سیاسی احکام:

دو مرتبہ عام پیروکار لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے منافق اور کافر لیڈروں کی پیروی نہ کریں۔ (آیت: 1 اور آیت: 48)

قیامت کے دن یہ پیروکار لوگ اللہ سے درخواست کریں گے کہ انہیں گمراہ کرنے والے لیڈروں کو دگنا عذاب دیا جائے، ان پر لعنت کی جائے یعنی انہیں ہر قسم کی رحمت سے محروم کر دیا جائے۔ (آیت: 68)

5- سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں ﴿لِ﴾ سے شروع ہونے والی تین (3) آیات کا ﴿اَمانت﴾ سے ربط:

اس سورت میں بعض آیات لام علت ﴿لِ﴾ سے شروع ہوتی ہیں۔ جیسے: لِيَسْئَلَ (آیت 8)، لِيَجْزِيَ، وَيُعَذِّبَ، اَوْيَتُوْبَ (آیت 24)، لِ يُعَذِّبَ وَيَتُوْبَ۔ (آیت: 73)

(a) ﴿امانت﴾ دراصل ایک عظیم ذمے داری اور امتحان ہے۔ ﴿صَادِقِين﴾ اس کو تسلیم کر کے اس کے تقاضوں کی تکمیل کرتے ہیں۔ کافرین، مشرکین اور منافقین اس ذمے داری کے بارے میں ظلم اور جہالت کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔

نہ صرف رسول اللہ ﷺ، بلکہ تمام انبیاء سے ﴿میثاق﴾ لیا گیا۔ (آیت: 17)

(b) امانت کی ذمے داریوں کا مقصد یہ ہے کہ سچوں کو ان کی سچائی کا اجر دیا جائے، اور کافروں کو دردناک عذاب سے دوچار کیا جائے۔ (آیت: 8)

(c) میثاق اور امانت کا مقصد یہ بھی ہے کہ ﴿صَادِقِين﴾ کو جزا اور ﴿مُنافِقِين﴾ کو سزا دی جائے۔ (آیت: 24)

(d) امانت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مرد و خواتین منافقین و مشرک کافرین کو سزا اور مرد و خواتین مومنین پر مہربانی کی جائے۔ (آیت:73)

6- سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں منافقین کی اَذیّت رسانیوں کا تذکرہ:

اس سورت میں ﴿اِیذاء﴾ کے مادے ﴿اَذی﴾ سے نکلنے والے کئی کلیدی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

(a) منافقین کے بعض رویوں سے رسول اللہ ﷺ کو اذیّت پہنچی۔ (آیت:53)

(b) مخلص مسلمانوں کے لیے زیبا نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ﴿اذیّت﴾ پہنچائیں۔ (آیت:53)

(c) اللہ اور رسول کو ﴿اذیّت﴾ پہنچانے والوں کے لیے دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور اُن کے لیے ذلت کا عذاب تیار ہے۔ (آیت:57)

(d) منافقین کی ﴿اذیّت﴾ سے بچنے کے لیے مسلمان عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ لمبی چادر استعمال کریں۔ (آیت:59)

(e) منافقین کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ﴿اذیّت﴾ نہ پہنچائیں، جس طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو ﴿اذیّت﴾ دی تھی۔ (آیت:69)

(f) کافرین اور منافقین کی ﴿اذیّت﴾ رسانیوں سے درگزر کرنے کی ہدایت دی گئی۔ (آیت:48)

7- سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں مخلص صحابہؓ اور منافقین کا تقابل پایا جاتا ہے:

اس سورت میں دو کردار پیش کیے گئے ہیں۔

پہلا کردار مخلص صحابہؓ کا ہے، جن کا ایمان، دشمن کی فوجوں کو دیکھ کر بڑھ گیا۔ (آیت:22) اور (آیات:31تا36)

دوسرا کردار ان منافقین کا ہے، جو ریاست مخالف سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ (آیات:12تا21)

8- سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں عائلی احکام:

عائلی زندگی میں سادگی کا اہتمام ضروری ہے، خاندان کے ہر فرد کے پیشِ نظر ﴿دارُ الآخرۃ﴾ ہو۔ (آیت:28)

رسول اللہ ﷺ کے لیے عائلی ہدایات دی گئیں۔ (آیت:50، 51اور52)

9- سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں معاشرتی اَحکام:

(a) مسلمان عورتیں بڑی چادر ﴿جلباب﴾ استعمال کریں۔ ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ﴾ (آیت:59)

(b) گھروں پر پردے لٹکائیں۔ عورتوں سے مانگنا بھی ہو تو ﴿حجاب﴾ پردے کے پیچھے سے مانگنا چاہیے۔

﴿فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ (آیت:53)

(c) عورتیں دبی زبان سے گفتگو نہ کریں ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾ (آیت:32) اور جاہلیت کا بناؤ سنگھار نہ ﴿تَبَرُّج﴾ دکھائیں۔

﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾ (آیت:33)

(d) حضرت زینبؓ سے رسول اللہ ﷺ کے نکاح کی حکمت یہ تھی کہ ﴿مُتَبنّٰی﴾ منہ بولے بیٹوں کے بارے میں مسلمانوں پر قیامت تک کوئی تنگی باقی نہ رہے۔ ﴿لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ﴾ (آیت:37)

(e) غیر مدخولہ طلاق یافتہ عورت کی کوئی عدّت نہیں ہے۔ ﴿فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ﴾ (آیت:49)

(f) گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہیں ہونا چاہیے۔ ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾ (آیت:53)

(g) دعوت کے بغیر کھانے کی محفل میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ ﴿اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا﴾ (آیت:53)

(h) عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھالیا تو گپ شپ میں وقت ضائع نہ کیا جائے۔

﴿فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ﴾ (آیت:53)

10۔ سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں سماجی احکام:

(a) ﴿ظہار﴾ سے بیوی نہ تو ماں بنتی ہے اور نہ کبھی ﴿مُتَبنّٰی﴾ یعنی (منہ بولا بیٹا) سگا بیٹا بن سکتا ہے۔ (آیت:4)

(b) سماجی عدل کے لیے رشتے داروں کا صحیح تعین ضروری ہے۔ یہ ﴿اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ہے۔ (آیت:5)

(c) منہ بولے بیٹوں کو، اُن کے اصل باپوں کے نام سے پکارنا ضروری ہے۔ ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ﴾ (آیت:5)

(d) منافقانہ غلط پروپیگنڈے کے بجائے، ذکرِ الٰہی کیا جائے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا﴾ (آیت:41)

(e) رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کے بجائے، منافقت چھوڑ کر صدقِ دل کے ساتھ آپ ﷺ کے لیے درود و سلام کا اہتمام کیا جائے۔ ﴿صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (آیت:56)

یہی دینِ اسلام اور رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی کا تقاضا ہے۔

اہم نوٹ:

سورۃ ﴿الاحزاب﴾ کو سورۃ ﴿النور﴾ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔

سورۃُ الاَحزاب کا نظمِ جلی

سورۃ الاحزاب بارہ (12) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔ اس سورت کے نظم کی خصوصیت یہ ہے کہ پہلے، دوسرے، ساتویں اور نویں پیراگراف میں احکام دیئے گئے۔ بقیہ میں تذکیر کی گئی۔

1- آیات 1 تا 3 : پہلے پیراگراف میں، کافروں اور منافقین کی اطاعت نہ کرنے کا حکم دیا گیا:

غزوۂ احزاب کے موقع پر، بیرونی دشمنوں یعنی کافروں سے اور اندورنی دشمنوں یعنی منافقوں سے نہ دبنے اور ان کے آگے نہ جھکنے کا حکم دیا گیا ﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ اور ان مشکل حالات میں اللہ ہی پر بھروسہ ﴿توکّل﴾ کرنے کی ہدایت کی گئی۔

﴿وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ (آیت:3)

2- آیات 4 تا 6 : دوسرے پیراگراف میں، سماجی عدل کے احکام دیے گئے:

سماجی عدل کے قیام کے لیے وضاحت کی گئی کہ ﴿ظہار﴾ سے بیوی ہرگز ماں نہیں بنتی۔ اسی طرح منہ بولا بیٹا کبھی سگا بیٹا نہیں بن سکتا۔ ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ اَبْنَاۗءَكُمْ﴾ منہ بولے بیٹوں کو (سرپرست کے بجائے) ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارنے کا حکم دیا گیا ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (آیت:5) یہی سماجی عدل کا عین تقاضا ہے۔

3- آیات 7 تا 8 : تیسرے پیراگراف میں، انبیاء کے میثاق کا مقصد بیان کیا گیا:

بتایا گیا کہ تمام انبیاء سے (دعوت و تبلیغ کا) جو پختہ ﴿عہد و میثاق﴾ لیا گیا ہے، ﴿وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾ (آیت:7) اُس کا مقصد ﴿صادقین﴾ کو اُن کی سچائی کی جزا اور ﴿کافروں﴾ کو اُن کی تکذیب کی سزا دینا ہے۔

﴿لِّيَسْــَٔـلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ (آیت:8)

4- آیات 9 تا 21 : چوتھے پیراگراف میں، منافقین کے کردار پر روشنی ڈالی گئی:

جنگ احزاب کے موقع پر 'منافقین کے کردار' پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک آندھی بھیج کر مسلمانوں کی مدد کی اور قریش اور اُن کے حلیفوں کو بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا۔

منافقین جھوٹے بہانے بنا کر جنگ سے رخصت لے رہے تھے۔ منافقین اللہ اور رسول ﷺ کے بارے میں بدگمانی سے کام لے رہے تھے کہ ان کے وعدے فریب ہیں۔ ﴿مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ (آیت:12)

جنگ میں ان منافقین کی شرکت برائے نام تھی۔ اُن سے کہا گیا کہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہو سکتا ہے

(جو خود بنفس نفیس کدال لے کر خندق کھود رہے تھے)، بشرطیکہ تم اللہ سے ملاقات پر ایمان لا کر، یومِ آخرت پر یقین کر کے اور کثرت سے ذکر کا اہتمام کرتے رہو۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (آیت:21)

5- آیات 22 تا 25: پانچویں پیراگراف میں، مخلص صحابہؓ کے کردار پر روشنی ڈالی گئی:

جنگِ احزاب میں 'مخلص صحابہؓ کا کردار' بتایا گیا ہے کہ دشمن کو دیکھ کر ان کا ایمان اور اُن کا جذبۂ اطاعت و تسلیم بڑھ گیا﴿وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾۔ ان کے عزم و حوصلہ میں کمی نہیں آئی۔ کچھ نے اپنا عہد پورا کر دکھایا اور کچھ منتظر ہیں۔﴿مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ (آیت:23)

6- آیات 26 تا 27: چھٹے پیراگراف میں، یہودی قبیلے بنی قریظہ کے انجام کا تذکرہ ہے:

یہودی قبیلے بنی قریظہ کا انجام بتایا گیا۔ عہد شکنی کی سزا، میں ان کے مردوں کو قتل کیا گیا اور عورتوں کو قیدی بنالیا گیا۔ ان پر رعب کے ذریعے فتح حاصل ہوئی۔ مسلمانوں کو ان کے اموال اور زمینوں کا مالک بنا دیا گیا۔

7- آیات 28 تا 40: ساتویں پیراگراف میں، عائلی اور معاشرتی احکام دیے گئے۔

اللہ، رسول اور دارِ آخرت کے طالبین کے لیے اجرِ عظیم ہے۔

عورتوں کو دبی زبان سے گفتگو کرنے سے منع کیا گیا۔ تبرج جاہلیت سے منع کر دیا گیا۔ ایک اہم دستوری، قانونی اور ایمانی نکتے کی وضاحت کے لیے مومنین کو صاف بتا دیا گیا کہ صحیح اور خالص ذہنی اور قلبی ایمان کے بعد انہیں اللہ اور رسول ﷺ کے فیصلے کے خلاف، کوئی دوسرا موقف اختیار کرنے کی آزادی حاصل نہیں ہے۔﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾(آیت:36) اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت صریح گمراہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے حضرت زینبؓ کا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے کیا۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ آپ ﷺ کے سگے بیٹے نہیں تھے بلکہ منہ بولے بیٹے تھے۔ حضرت زینبؓ آپ کی سگی بہو نہیں تھیں کہ آپ پر حرام ہوتیں۔ سماجی عدل کا عین تقاضا تھا کہ جاہلیت کی اس رسم کو توڑا جائے۔ آپ ﷺ کسی مرد کے سگے والد نہیں تھے بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (آیت:40)

8- آیات 41 تا 48: آٹھویں پیراگراف میں، اللہ کے ذکر اور تسبیح کا حکم دیا گیا ہے:

مخلص صحابہؓ کو نصیحت کی گئی کہ وہ کثرت سے اللہ کو یاد کریں۔ صبح و شام اس کی بے عیبی کا اعتراف کریں۔

رسول اللہ ﷺ کے مرتبے اور مقام کو سمجھیں کہ وہ ﴿شَاهِد، مُبَشِّر، نَذِير، دَاعِي اور سِرَاجِ مُنِير﴾ بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں۔ پہلے پیراگراف کے مضمون کا اعادہ کیا گیا کہ اندرونی اور بیرونی دشمنوں یعنی ﴿مُنافِقِين﴾ اور ﴿كافِرين﴾ سے دبنے کی ضرورت نہیں۔ ان کی تکلیفوں اور اذیت رسانیوں پر درگزر سے کام لیا جائے اور اللہ پر ہی ﴿تَوَكُّل﴾ کیا جائے۔

﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ (آیت:48)

9- آیات 49 تا 59 : نویں پیراگراف میں کچھ اور معاشرتی اور عائلی احکام بیان کیے گئے:

غیر مدخولہ مطلقہ خاتون کے لیے کوئی عدت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی عائلی زندگی کے بارے میں خصوصی احکام دیے گئے۔ بغیر دعوت کے کھانے میں شریک نہ ہونے اور دیر تک گفتگو کرنے سے روکا گیا۔ سچے مومن رسول اللہ ﷺ کے لیے درود (صلاۃ) یعنی دعائے رحمت کرتے ہیں۔ پردے کے احکام دیے گئے۔ عورتوں کو بڑی چادر استعمال کرنا چاہیے۔ گھروں پر پردے لٹکائے جائیں۔ مردوں کو عورتوں سے مانگنا ہو تو وہ پردے کے پیچھے سے مانگیں۔ مسلمانوں کو دل کی گہرائیوں سے رسول اللہ ﷺ پر رحمت اور سلامتی کی دعائیں مانگنی چاہئیں۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (آیت:56) اور منافقین آپ کو اذیت پہنچاتے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ (آیت:57)

10- آیات 60 تا 68 : دسویں پیراگراف میں، منافقین کو قتل اور جلاوطنی کی دھمکی دی گئی ہے:

ہیجان انگیز خبریں اور افواہیں پھیلانے والے منافقین کو نوٹس دے دیا گیا کہ وہ شاید مدینے میں پڑوسی بن کر نہ رہ سکیں۔ ﴿وَالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ﴾ انہیں قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔ انہیں دوزخ کے عذاب سے ڈرایا گیا۔

دوزخ میں وہ اللہ سے درخواست کریں گے کہ ہمارے لیڈروں ﴿كُبَرَاء اور سَادَة﴾ کو دگنا عذاب دیا جائے۔ ﴿رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا﴾

11- آیات 69 تا 71 : گیارہویں پیراگراف میں، مسلمانوں کو بنی اسرائیل کا رویہ اختیار کرنے سے روکا گیا:

گیارہویں پیراگراف میں خام مسلمانوں اور منافقین کو قومِ موسیٰ یعنی بنی اسرائیل کی طرح اپنے رسول ﷺ کو اذیت دینے سے منع کیا گیا ﴿لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى﴾ ﴿قول سديد﴾ اور مخلصانہ اطاعت سے کام لینے کی صورت میں ﴿مغفرت﴾ اور فوزِ عظیم کا وعدہ کیا گیا۔ ﴿وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾

12- آیات 72 تا 73 : بارہویں اور آخری پیراگراف میں، ﴿امانت﴾ کا مقصد بتایا گیا:

انسان نے عزیمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے امانت کا بوجھ اٹھا تو لیا۔

اب اُسے اس ذمے داری کو اٹھانے کے بعد ظلم اور جہالت کا ثبوت نہیں دینا چاہیے۔﴿امانت﴾ کے امتحان میں مشرک اور منافق ناکام ہو کر ،عذاب کے مستحق بنیں گے ،اور مومن کامیاب ہو کر اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے فیض یاب ہوں گے۔

مرکزی مضمون

﴿امانت﴾ سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا عہد اطاعت ہے۔﴿امانت﴾ کی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے ،کفر ومنافقت چھوڑ کر ،اِخلاص کے ساتھ اسلام کے عائلی،معاشرتی، سماجی، عسکری،سیاسی اور دیگر اجتماعی اَحکام پر عمل کرو!

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

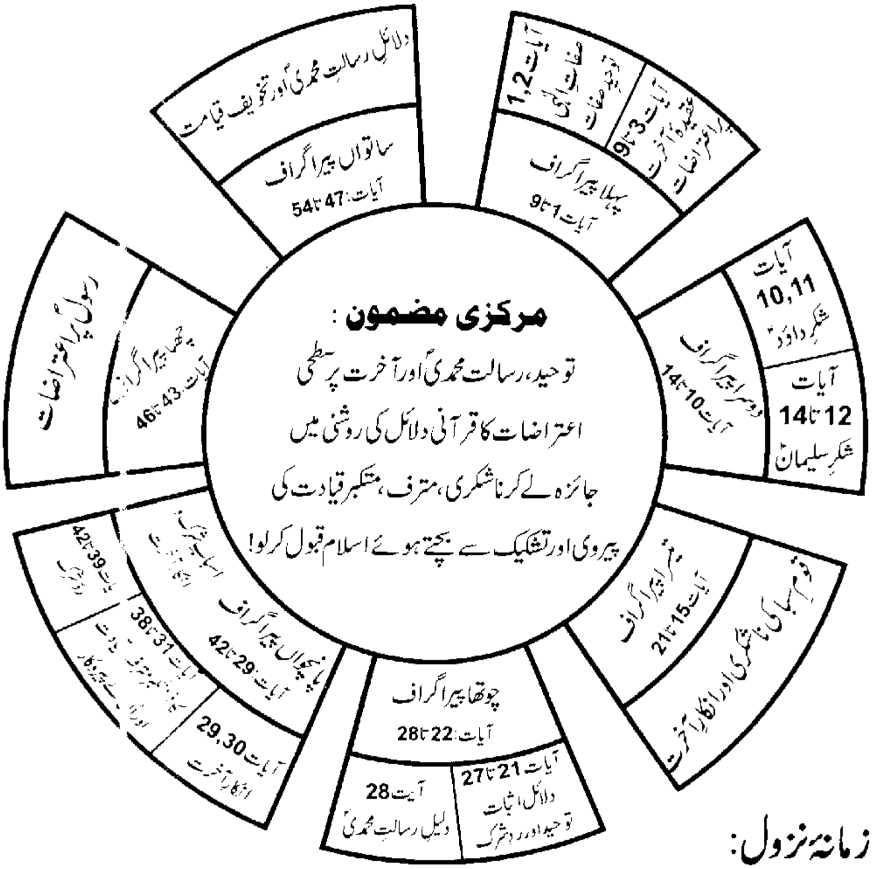
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

34- سُورَۃُ سَبأ

آیات : 54 ...... مَکِّیَّۃ ...... پیراگراف : 7



● **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿سبا﴾ اعلانِ عام کے بعد رسول ﷺ کے قیام مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) کے ابتدائی ایام میں نازل ہوئی، جب آپ ﷺ پر شک وریب کے ساتھ الزامات کی بوچھاڑ ہو رہی تھی، جیسے: ﴿مَجنُون، سَاحِر، مُفتَرِی﴾ وغیرہ لیکن مخالفت نے شدت پیدا نہیں کی تھی۔ آلِ داوٗدؑ سے جس شکر کا مطالبہ کیا گیا تھا، وہی قریش سے کیا گیا ہے اور انہیں قوم سبا کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ جنات اور ملائکہ کی عبادت کے عقیدے کو ترک کرنے کا مشورہ بھی دیا گیا ہے۔

سورۃ سَبَاْ کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں ﴿خاتم النبیین﴾ محمد ﷺ پر رحمت اور سلامتی کا مضمون تھا، یہاں سورۃ ﴿سبا﴾ میں آپ کو ﴿بَشِیرًا وَّنَذِیرًا﴾ بتا کر مشرکین کے الزامات سے بری کیا گیا ہے۔

2- پچھلی سورۃ ﴿الاحزاب﴾ میں رسول اللہ ﷺ پر منافقین کے اعتراضات نقل کیے گئے تھے۔
یہاں سورۃ ﴿سبا﴾ میں مشرکین مکہ کے اعتراضات نقل کیے گئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو گھڑ لیا ہے۔ یہ افتراء ہے۔ افک ہے اور کھلا جادو ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿سبا﴾ میں ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ کے الفاظ سے بار بار مشرکین مکہ کے الزامات نقل کیے گئے۔

(a) مشرکین مکہ کہتے تھے کہ قیامت کبھی نہیں آئے گی انہیں اللہ کی صفات کی تفصیل بیان کرکے جواب دیا گیا کہ یہ آکر رہے گی۔
﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ﴾ (آیت:3)

(b) مشرکین مکہ کو رسول کریم ﷺ کی دعوت پر حیرت تھی کہ جب انسان زمین میں تحلیل ہو جائے گا تو نئے سرے سے کیسے پیدا کیا جا سکتا ہے؟ (آیت:7)
﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ﴾

(c) مشرکین مکہ کے ظالم اور متکبر لیڈر صاف کہتے تھے کہ وہ قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ انہیں قیامت کے مناظر سے ڈرایا گیا۔ قیامت کے دن ان مغرور لیڈروں سے اُن کے دبائے ہوئے پیروکار کہیں گے: "اگر تم لوگ نہ ہوتے تو ہم مسلمان ہو جاتے" ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ (آیت:31)

(d) مشرکین مکہ کا رسول کریم ﷺ پر یہ اعتراض تھا کہ وہ لوگوں کو اُن کے باپ دادا کے طریقۂ عبادت سے روک رہے ہیں اور قرآن ایک جھوٹ، افتراء اور کھلا جادو ہے۔
﴿مَا هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ مُّفْتَرًى وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ (آیت:43)

2- سورۃ ﴿سبا﴾ میں رسول اللہ ﷺ پر مشرکین کے بیہودہ اعتراضات کا تذکرہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر اعتراضات کیے گئے کہ قرآن افتراء ہے۔ آپ ﷺ پر جنون ہے ﴿أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ﴾ (آیت:8) یہ جھوٹ ہے، (آیت:43) آپ ﷺ صرف انسان ہیں (آیت:43) آپ کا لایا ہوا قرآن ایک کھلا ہوا جادو ہے۔

﴿وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ (آیت:43)

(a) مشرکین کا الزام تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پر جھوٹ گھڑ لیا ہے، یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ﴿جنون﴾ یعنی دیوانگی طاری ہے۔

﴿اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ﴾ (آیت:8)

(b) اللہ تعالی نے مشرکین کو دعوت دی کہ وہ غور کریں کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنون لاحق ہے؟ ایسا نہیں ہے ﴿مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ﴾۔ بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ایک سخت عذاب سے متنبہ اور خبردار کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ (آیت:46)

3- سورۃ ﴿سبا﴾ میں مشرکین مکہ کے ﴿امکانِ آخرت پر شک﴾ کا تذکرہ ہے:

مشرکین مکہ ﴿آخرت پر شک﴾ کیا کرتے تھے۔ انہیں یقین نہیں تھا۔ وہ پوچھتے تھے کہ یہ کب آئے گی؟

(a) وہ منکر قیامت تھے۔ صاف کہتے تھے کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ ﴿لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ﴾ (آیت:3)

(b) وہ بار بار پوچھتے تھے کہ قیامت کا یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (آیت:29)

(c) آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے لیے عذاب ہے۔

﴿بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ﴾ (آیت:8)

(d) اللہ چاہتا ہے کہ آخرت پر ایمان لانے والوں کو اور آخرت پر شک کرنے والوں کو ممیز کر دے۔ ابلیس کے پھندے سے بچا جا سکتا ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ (آیت:21)

(e) روز قیامت آخرت پر شک کرنے والوں اور اُن کی خواہشات کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی۔ یہی معاملہ پچھلے لوگوں کے ساتھ بھی ہوا جو شک میں مبتلا تھے اور دوسروں کو بھی شک میں مبتلا کرتے رہے۔

﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ﴾ (آیت:54)

4- سورۃ ﴿سبا﴾ میں عوام اور لیڈرشپ کا تذکرہ ملتا ہے:

سورۃ ﴿سبا﴾ میں مغرور و متکبر لیڈروں کے لیے ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا﴾ اور پیروکاروں کے لیے ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا﴾ "کمزور کیے گئے یعنی دبائے گئے" لوگوں کی اصطلاح استعمال کی گئی۔ انہیں ﴿مستضعفین﴾ بھی کہا گیا۔

(a) قیامت کے دن ﴿مستَضعَفِين﴾ اپنے متکبر لیڈروں سے کہیں گے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ایمان لاتے ﴿لَوۡلَآ اَنۡتُمۡ لَكُنَّا مُؤۡمِنِيۡنَ﴾ یعنی ہمارے ایمان کی راہ میں آپ ہی رکاوٹ تھے۔ (آیت:31)

(b) روزِ قیامت وہ پچھتائیں گے۔ عذاب دیکھ کر نادم اور شرمسار ہوں گے۔ ﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا بَلۡ مَكۡرُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ اِذۡ تَاۡمُرُوۡنَنَاۤ اَنۡ نَّكۡفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجۡعَلَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ﴾ (آیت:33)

(c) روزِ قیامت لیڈر اپنے پیروکاروں سے پوچھیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا؟ نہیں بلکہ تم خود مجرم تھے۔ تم نے اپنی عقل سے کام کیوں نہیں لیا؟ تم نے ہماری پیروی کیوں کی۔ ثابت ہوا ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار ہے۔ (آیت:32)

﴿قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡۤا اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰكُمۡ عَنِ الۡهُدٰى بَعۡدَ اِذۡ جَآءَكُمۡ بَلۡ كُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِيۡنَ﴾

(d) ﴿مُترَفِين﴾ یعنی خوشحال لوگوں کے بارے میں یہ تاریخی حقیقت بیان کی گئی کہ جب بھی کسی بستی میں کوئی رسول خبردار کرنے کے لیے آیا تو اُن کے ﴿مُترَفِين﴾ نے صاف کہہ دیا کہ جس چیز کو دے کر آپ کو بھیجا گیا ہے، ہم اُس کا انکار کرتے ہیں۔

﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ﴾ (آیت:34)

5- سورۃ ﴿سبا﴾ کا ایک اہم اور کلیدی مضمون ﴿شکر﴾ ہے:

﴿شکر﴾ سورۃ ﴿سبا﴾ کا ایک اہم موضوع ہے۔

(a) آلِ داودؑ سے ﴿شکر﴾ کا مطالبہ کیا گیا کہ حضرت سلیمانؑ کے لیے جنات بہت سے کام کیا کرتے تھے۔ جنات کو ان کا تابع کر دیا گیا تھا۔ اس حقیقت پر روشنی ڈالی گئی کہ انسانوں میں سے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں، جو ﴿شکر﴾ ادا کرتے ہیں۔

﴿اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ﴾ (آیت:13)

(b) قومِ سبا سے کہا گیا تھا کہ اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں پر اللہ کا ﴿شکر﴾ ادا کریں۔ وہ مغفرت فرمانے والا ہے۔

﴿كُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ رَبِّكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ ؕ بَلۡدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوۡرٌ﴾ (آیت:15)

(c) قومِ سبا کو اُن کی ﴿ناشکری﴾ کی سزا دی گئی۔ یہ اُصول بتا دیا گیا ہے کہ ناشکروں ہی کو اس طرح کا بدلہ دیا جاتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ جَزَيۡنٰهُمۡ بِمَا كَفَرُوۡا ؕ وَهَلۡ نُجٰزِىۡۤ اِلَّا الۡكَفُوۡرَ﴾ (آیت:17)

(d) قومِ سبا ایک ناشکری قوم تھی، جس کے سبب انہیں دو سرسبز و شاداب باغوں کے بجائے بیر اور اثل کے جنگل دیے گئے۔ اسے داستان بنا دیا گیا۔ اس کے انجام میں ہر ﴿صابر و شاکر﴾ آدمی کے لیے عبرت کا سامان موجود ہے۔ ﴿فَقَالُوۡا رَبَّنَا بٰعِدۡ بَيۡنَ اَسۡفَارِنَا وَظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ وَمَزَّقۡنٰهُمۡ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ﴾ (آیت:19)

6- سورۃ ﴿سبا﴾ میں ﴿توحید علم﴾ کی وضاحت:

سورۃ ﴿سبا﴾ میں اللہ تعالیٰ کے علم کی وضاحت کی گئی کہ وہ ﴿غیب﴾ کا مکمل علم رکھتا ہے۔

(a) زمین وآسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ وہ ﴿عالم الغیب﴾ ہے۔ ﴿عٰلِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آیت:3)

اللہ تعالیٰ ﴿عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ (آیت:48)

(b) جنات بھی علم غیب نہیں رکھتے۔ حضرت سلیمانؑ نے کھڑے کھڑے وفات پائی۔ وہ اپنی لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے۔ جنات انہیں زندہ سمجھ کر اطاعت کرتے رہے، لیکن جب دیمک نے لاٹھی کو چاٹ لیا اور حضرت سلیمانؑ گر پڑے، تب یہ حقیقت کھلی کہ وہ علم غیب نہیں رکھتے ورنہ اس ذلت میں مبتلا نہ ہوتے۔

﴿لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ (آیت:14)

سورۃ سَبَأ کا نظمِ جلی

1- آیات 1 تا 9: پہلے پیراگراف میں، ﴿اللہ کی صفات﴾ بیان کی گئیں اور ﴿عقیدۂ آخرت پر اعتراضات﴾ نقل کر کے جواب دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، وہی قابلِ تعریف ہے۔ آخرت میں بھی اُسی کی حمد ہے۔ حکیم وخبیر ہے۔

اللہ کا علم: زمین میں جو داخل وخارج ہوتا ہے۔ آسمان سے جو چڑھتا اترتا ہے، اُن سب کا علم رکھتا ہے وہ رحیم، غفور ہے۔ منکرین آخرت اور منکرین قیامت کو بتایا گیا کہ قیامت آ کر رہے گی۔ اللہ سے، زمین وآسمان کی کوئی چھوٹی بڑی چیز مخفی نہیں۔ یک نمایاں کتاب میں درج ہے۔ قیامت کا مقصد، نیک لوگوں کو جزا دینا اور برے لوگوں کو سزا دینا ہے۔ صاحبِ ایمان وعمل صالح کے لیے مغفرت اور رزقِ کریم ہے آیات کو نیچا دکھانے کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والے بدکاروں کے لیے عذاب ہے۔ (آیت:4تا5)

قرآن سراسر حق ہے۔ خدائے عزیز وحمید کا راستہ دکھاتا ہے۔ (آیت:6) جبکہ منکرین اسے جھوٹ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمدؐ کو ﴿جنون﴾ لاحق ہے۔ نہیں بلکہ یہ خود گمراہ ہیں۔ انہیں عذاب دیا جائے گا۔ اللہ کی طاقت اور قدرت سے ڈرایا گیا کہ اللہ وہ ہستی ہے جو انہیں زمین میں دھنسا سکتی ہے اور ان پر آسمان ٹوٹ سکتا ہے ہر منیب بندے کو عبرت حاصل کرنا چاہیے۔

2- آیات 10 تا 14: دوسرے پیراگراف میں، ﴿حضرت داودؑ اور حضرت سلیمانؑ کی شکر گزاری﴾ کی تفصیل ہے۔

(a) حضرت داودؑ کو فضل عطا کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو، ان کے ساتھ ہم آہنگی کا حکم دیا۔ ان کے لیے لوہا نرم کیا۔ انہیں زرہیں بنانے، حلقے ٹھیک رکھنے اور نیک عمل کرنے کی ہدایت دی گئی۔

(b) حضرت سلیمانؑ کے لیے ہوا کو مسخر کیا گیا۔ ایک ماہ کے سفر کا راستہ صبح کو، اور ایک ماہ کا شام کو طے ہوتا تھا۔ ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا۔ ان کے لیے جنات تابع کر دیئے گئے۔ حضرت سلیمانؑ نافرمان جنوں کو آگ کا مزہ چکھاتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کے لیے جنات اونچی عمارتیں، تصویریں، بڑے بڑے لگن اور بڑی دیگیں بناتے تھے۔ انہیں حکم دیا گیا ﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا﴾ اے آلِ داؤد! شکر کے طریقے پر عمل کرو! (آیات: 13،12) لیکن انسانوں میں بہت کم شکر گزار ہوتے ہیں۔

(c) جنات غیب کا علم نہیں رکھتے: حضرت سلیمانؑ کی موت سے جنات لاعلم رہے۔ گھن عصا کو کھا رہا تھا۔ جب حضرت سلیمانؑ گر پڑے، تب جنات کو احساس ہوا کہ وہ غیب کے عالم نہیں ہیں، ورنہ یہ ذلت نہ اٹھاتے۔ (آیت: 14)

3- آیات 15 تا 20: تیسرے پیراگراف میں، ﴿قومِ سبا کی ناشکری اور انکارِ آخرت﴾ کا تذکرہ ہے۔

قومِ سبا یمن میں آباد تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں باغات عطا کیے تھے۔ انہیں نعمتوں پر شکر کا حکم دیا گیا تھا، لیکن انہوں نے نافرمانی، نمک حرامی اور ناشکری سے کام لیا۔ (آیت: 15)

انہیں سزا دی گئی۔ سیلاب آیا۔ دو سرسبز و شاداب باغات کے بدلے میں دو خمط (کڑوے)، اَثل (جھاؤ)، سدر (بیر) کے درخت اگا دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے سبا اور فلسطین کے درمیان نمایاں بستیاں بسائیں۔ تجارتی شاہراہیں اور منزلیں بنیں۔ پرامن سفر کی راہ ہموار ہوئی۔ لیکن انہیں آبادی کھلنے لگی۔ انہوں نے دعا کی کہ ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کر دے۔ ﴿رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا﴾ چنانچہ ان پر عذاب آیا۔ اللہ نے انہیں قصۂ پارینہ بنا دیا۔ تاریخ کے اس واقعہ میں ہر صابر و شاکر کے لیے سبق ہے۔ قومِ سبا ابلیس کے دام میں گرفتار ہو کر رہے۔ اہلِ ایمان بچ نکلے۔ قومِ سبا آخرت کی منکر تھی۔ اللہ چاہتا تھا کہ منکرینِ آخرت سے مومنینِ آخرت کو ممیز اور ممتاز کر دے۔

4- آیات 21 تا 28 چوتھے پیراگراف میں، ﴿دلائلِ توحید﴾ ہیں، ردِّ شرک ہے اور منصبِ رسالت کی وضاحت ہے۔

(a) دلائلِ توحید: مشرکین کو چیلنج کیا گیا کہ ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ زمین و آسمان میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ ان کی سفارش بھی کام نہیں آسکتی۔ شفاعت اللہ کی مرضی کے بغیر ممکن نہیں۔ (روزِ قیامت) شافع پر بھی گھبراہٹ طاری ہوگی۔ ان سے پوچھا گیا آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ اللہ۔ ایسی صورت میں لامحالہ ہم میں اور تم میں، کوئی ایک ہدایت پر ہے۔ ہر آدمی کو اپنی بھلائی کے لیے سوچنا ہوگا۔ ہمارے قصور کی بازپرس، تم سے نہ ہوگی اور نہ تمہارے قصوروں کی، ہم سے ہوگی۔ روزِ قیامت اللہ سب کو جمع کرے گا۔ عدل کرے گا۔ اللہ زبردست اور علیم ہے۔

(c) منصبِ رسالت کی شرح: رسول اللہ ﷺ کو ساری دنیا کی طرف ایک خوشخبری دینے والے اور ایک خبردار کر دینے والے کی حیثیت سے مبعوث کیا گیا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جاننا چاہتے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (آیت: 28)

5- آیات 29 تا 42 : پانچویں پیراگراف میں، متکبر قیادت (Leadership)، شرک اور انکارِ آخرت کے اسباب کی وضاحت کی گئی۔

منکرینِ آخرت قیامت کا وقت پوچھتے ہیں۔ انہیں بتایا گیا کہ اس کا وقت مقرر ہے۔

(a) متکبر قیادت پر واضح کیا گیا کہ وہ عام لوگوں کی ہدایت کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ روزِ قیامت عوام کہیں گے کہ اگر آپ لوگ نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔ وہ الٹا انہیں الزام دیں گے اور کہیں گے کہ تم خود مجرم تھے۔ دونوں شرمسار ہوں گے۔ ان کی گردنوں میں پھندا ہو گا۔

(b) ﴿مترفین﴾ کے بارے میں یہ اُصول بیان کیا گیا کہ انہوں نے ہمیشہ رسولوں کا انکار کیا۔ انہیں اپنی اولاد اور اپنے مال پر ناز تھا اور یہ خوش فہمی کہ ہمیں سزا نہیں دی جائے گی۔ ﴿نَحۡنُ اَکۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّاَوۡلَادًا﴾ رسول اللہ ﷺ کو ہدایت دی گئی کہ وہ انہیں بتادیں کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے اور تقرّبِ الٰہی، اموال و اولاد سے نہیں، بلکہ ایمان اور عملِ صالح سے حاصل ہوتا ہے۔ ہماری آیات کو نیچا دکھانے والوں کے لیے عذاب ہو گا۔

(c) مشرکینِ مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ بتایا گیا کہ روزِ قیامت فرشتوں سے سوال ہو گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ فرشتے اللہ کی بے عیبی کا اعتراف کریں گے کہ اللہ ہی اُن کا سرپرست ہے۔

(d) مشرکینِ مکہ جنات کی عبادت کرتے تھے یعنی جنات سے ڈر کر اُن کی پناہ لیا کرتے تھے۔ قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا کہ اُس دن فائدہ اور نقصان کسی کے اختیار میں نہ ہو گا۔

6- آیات 43 تا 46 : چھٹے پیراگراف میں ﴿رسول ﷺ پر کیے گئے اعتراضات﴾ نقل کر کے اُن کا جواب دیا گیا۔

قرآن کی آیات کی تلاوت پر آپ ﷺ پر اعتراض کیا گیا کہ آپ محض ایک انسان ہیں، رسول نہیں ہیں، جو باپ دادا کے طریقۂ عبادت سے روکنا چاہتے ہیں۔ یہ قرآن جھوٹ ہے۔ گھڑا گیا ہے۔ جادو ہے۔ رسولِ کریم ﷺ کو ﴿جنون﴾ لاحق ہے۔ انہیں دعوتِ فکر دی گئی کہ وہ اکیلے یا مل کر غور و فکر کریں کہ کیا ﴿مجنونوں﴾ کی باتیں ایسی ہوتی ہیں؟ آپ ﷺ تو صاف خبردار کر دینے والے ہیں۔

7- آیات 47 تا 54 : ساتویں اور آخری پیراگراف میں ﴿دلائلِ رسالتِ محمدی ﷺ﴾ دیے گئے اور عذابِ قیامت سے ڈرایا گیا۔

(a) رسول اللہ ﷺ تو کسی اجر کے طالب نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر حق وحی کرتا ہے۔ (آیت:47)
حق آ گیا ہے۔ اب باطل کے لیے کچھ نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے کہلوایا گیا کہ اگر میں گمراہ ہوں تو اس کا وبال مجھ پر ہے۔ اگر میں ہدایت پر ہوں تو وحی کی بنا پر ہوں۔ اللہ دیکھتا ہے۔ سنتا ہے۔ وہ بہت قریب ہے۔

(b) کافر لوگ روزِ قیامت گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ بچ کر نہ جا سکیں گے۔ قریب کی جگہ پر پکڑ لیے جائیں گے۔ (آیت:51)
کہیں گے۔ "ایمان لائے ہیں۔" (لیکن اب ایمان نافع نہ ہو گا) (آیت:52)

دوزخیوں کا جرم یہ ہوگا کہ یہ رسالت کا انکار کرتے تھے۔ دور کی کوڑیاں لایا کرتے تھے۔ تمناؤں میں اسیر تھے۔ پچھلی قوموں کی طرح ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان دیوار کھڑی کردی جائے گی، کیونکہ یہ خود بھی شک میں مبتلا تھے اور دوسروں کو بھی شک میں مبتلا کیا کرتے تھے۔

مرکزی مضمون

توحید، رسالتِ محمدی ﷺ اور آخرت پر سطحی اعتراضات سے بچنا چاہیے۔ قرآنی دلائل کی روشنی میں جائزہ لے کر ناشکری، مترف، متکبر قیادت کی پیروی سے بچنا چاہیے۔ تذبذب اور تشکیک سے بچ کر ایمان لانا چاہیے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

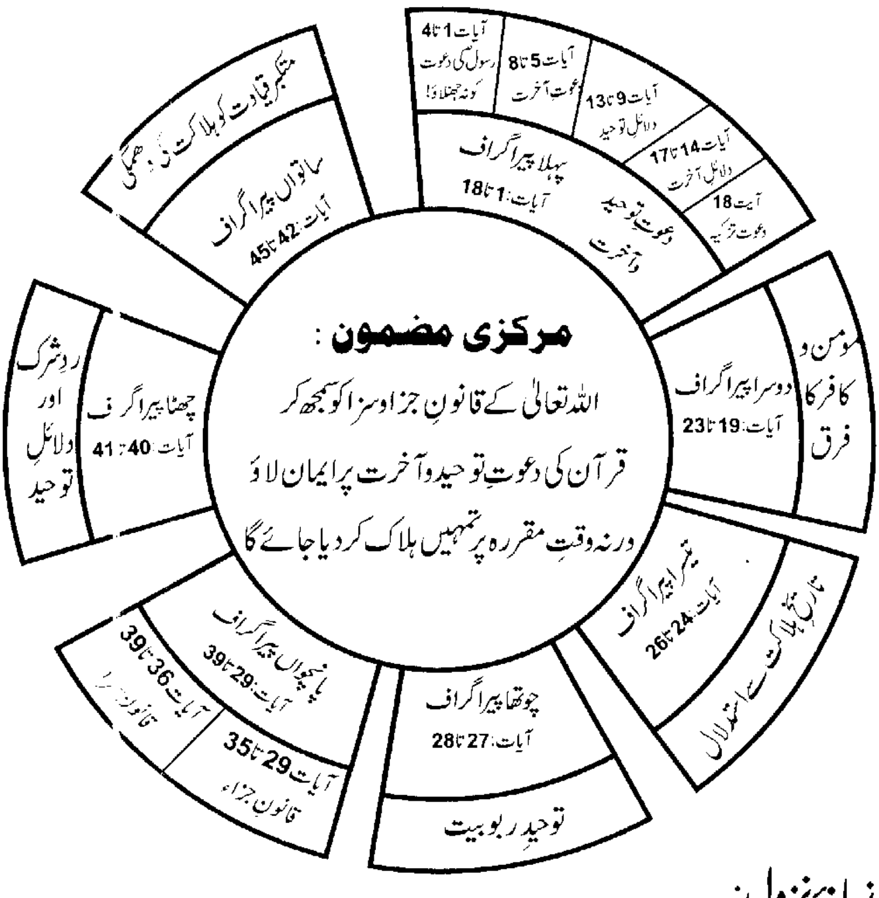
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ/ ربط

MACRO-STRUCTURE

35- سُوْرَةُ فَاطِر

آیات : 45 ...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 7



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿فاطر﴾، رسول ﷺ کے قیامِ مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) میں نازل ہوئی، جب شدت مخالفت میں آپ ﷺ کے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں۔ قریش کی ﴿متکبر قیادت﴾ کو قانونِ جزا و سزا بتا کر ﴿ہلاکت کی دھمکی﴾ دی گئی ہے۔

سورۃ فاطر کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿سبا﴾ میں ﴿جنات کی عبادت﴾ کی نفی تھی۔ اس سورۃ ﴿فاطر﴾ میں ﴿فرشتوں کی عبادت﴾ کی نفی ہے۔ دونوں سورتوں میں قریش کے ﴿استکبار﴾ پر مشتمل منفی رویوں کی طرف نشاندہی ہے۔

2۔ اگلی سورۃ ﴿یٰس﴾ میں مشرکین کے خلاف اللہ کا جلال ہے۔ اللہ کے اختیارات کی تفصیلی وضاحت ہے۔ دونوں سورتوں میں ہلاکت کی دھمکی ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿فاطر﴾ میں ﴿دلائل توحید﴾ شد و مد کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں:

(a) اللہ کی نعمتوں کا شکر کرنے کے ﴿شکر﴾ کا مطالبہ کیا گیا کہ میٹھا پانی اور کھارا پانی ایک جیسا نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ دونوں سے انسان کو سمندری غذا فراہم کرتا ہے اور وہ موتی بھی جو زیور بن جاتے ہیں۔ پانیوں میں وہ کشتیاں بھی ہیں جن سے اللہ کا فضل تلاش کیا جاتا ہے۔ ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَمِن كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (آیت:12)

(b) ﴿توحید کی آفاقی دلیلیں﴾ پانی پر غور کرنے کی دعوت دی گئی کہ اس سے رنگ برنگے پھل پیدا کیے جاتے ہیں۔ پہاڑوں پر غور کرنے کی دعوت دی گئی کہ اُس کے رنگ بھی مختلف قسم کے ہیں۔ لہٰذا ایسی عظیم الشان قدرت رکھنے والے خدائے واحد ہی پر ایمان لانا چاہیے۔

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ﴾ (آیت:27)

(c) ﴿توحید کی آفاقی دلیل﴾: اللہ کی قدرت کو ثابت کرنے کے لیے یہ حقیقت واضح کی گئی کہ وہی آسمانوں اور زمین کو سرکنے سے تھامے ہوئے ہے۔ اگر وہ سرکیں تو ﴿غیر اللہ﴾ انہیں تھام نہیں سکتے۔ اللہ حلیم اور بردبار ہے کہ اس قوت کے باوجود وہ مشرکوں کو ڈھیل دیتا ہے۔ فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ﴾ (آیت:41)

(d) انسانوں، جانوروں اور مویشیوں پر غور کرنے کی دعوت دی گئی کہ ان کے رنگ بھی مختلف ہیں۔ لیکن کائنات میں غور و فکر کرکے صحیح نتیجے پر صرف وہی بندے پہنچ سکتے ہیں جو اللہ کی خشیت اختیار کرتے ہیں۔ (آیت:28)

﴿وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾

(e) ﴿توحیدِ اختیار﴾ کی وضاحت کی گئی کہ رحمت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ کھول دے تو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر وہ اپنی رحمت کو روک لے تو کوئی عطا نہیں کر سکتا۔ وہ زبردست قوت والا بھی ہے اور حکمت والا بھی ہے۔

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (آیت:2)

(f) ﴿توحیدِ اختیار﴾ اللہ کے اختیار کی وضاحت کی گئی کہ وہ انسانوں کو ہلاک کر کے دوسری قوم تخلیق کر سکتا ہے۔

﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ (آیت:16)

(g) ﴿توحید کی انفسی دلیل﴾: انسانوں کو سمجھایا گیا کہ وہ اللہ کے محتاج ہیں، جب کہ اللہ کو نہ تو مال کی ضرورت ہے اور نہ تعریف کی۔ وہ غنی بھی ہے اور حمید بھی۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ (آیت:15)

(h) ﴿اللہ کی قدرت اور حکمت﴾ کی وضاحت کی گئی کہ اگر وہ انسانوں کے گناہوں کی سزا دینے پر آئے، تو زمین کی پیٹھ پر کوئی باقی نہ بچے، لیکن وہ ایک وقت مقررہ تک اسے ٹال دیتا ہے۔ جب مدت پوری ہو جائے تو پھر وہ اپنے بندوں کو خود دیکھنے والا ہے۔

﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ (آیت:45)

2- سورۃ ﴿فاطر﴾ میں ﴿شرک کی تردید﴾ بھی شد و مد سے کی گئی ہے:

(a) انسان اللہ کی نعمتیں یاد رکھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی ﴿غیر اللہ﴾ تمہیں رزق دیتا ہے؟ لہٰذا ﴿خالق﴾ ہی کو ﴿الٰہ﴾ تسلیم کر لینا چاہیے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ (آیت:3)

(b) ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کی تحقیر کی گئی اور چیلنج کیا گیا کہ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے دکھاؤ۔ کیا وہ آسمانی نظام میں شریک ہیں؟ ﴿اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ (آیت:40)

(c) مشرکین کو صاف صاف بتا دیا گیا کہ ﴿غیر اللہ﴾ کے پاس کوئی عزت نہیں ہے۔ عزت تمام کی تمام اللہ ہی کے لیے ہے۔ ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ اچھی باتیں اور اچھا عمل ہی اُس کے ہاں قبول کیا جاتا ہے۔ ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ سازشیں کرنے والے کے لیے سخت عذاب ہے اور اس کی چالیں ناکام ہو کر رہیں گی۔ ﴿وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ﴾ (آیت:10)

(d) ﴿اللہ﴾ اور ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کا موازنہ کر کے بتایا گیا کہ اللہ تو دن کو رات میں اور رات کو دن میں داخل کرتا ہے اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے۔ یہ ہے انسانوں کا پالنے والا۔ اسی کے لیے کائنات کی بادشاہت ہے۔ ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کوئی اختیار

نہیں رکھتے۔ اس لیے صرف اللہ ہی کو پکارنا چاہیے۔ اُسی سے دعا کرنی چاہیے۔

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ (آیت:13)

(e) ﴿شفاعت کے خود ساختہ تصور کی نفی کی گئی﴾ قریبی رشتہ دار بھی روزِ قیامت کام نہیں آئیں گے۔ ہر آدمی کو خود اپنا بوجھ اٹھانا ہے۔﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ (آیت:18)

(f) ﴿مشرکین کو تنبیہ﴾: متکبر لیڈروں کو خبردار کیا گیا کہ وہ تاریخ کا سبق یاد رکھیں۔ انہوں نے رسولوں کی آمد کے بعد اپنی بیزاری اور اپنی سازشوں میں اضافہ کیا، لیکن بری چالوں اور سازشوں کی زد میں وہ خود آجاتے رہے یہ ہلاک ہو کر رہے یہی اللہ کی سنت ہے۔ کیا یہ بھی عذاب کے منتظر ہیں؟ (آیت:43)

﴿مَا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ﴾

3- سورۃ ﴿فاطر﴾ میں ﴿اثباتِ آخرت﴾ کے لیے ایک آفاقی دلیل:

ہواؤں کے ذریعے بادل بھیجے جاتے ہیں، جو مردہ زمین کو سیراب کرتے ہیں۔ اسی طرح مردے زندہ کیے جائیں گے۔ ﴿وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ﴾ (آیت:9)

4- سورۃ ﴿فاطر﴾ میں ﴿کافر و مومن کا فرق﴾ واضح کیا گیا۔

﴿کافر و مومن کا فرق﴾ واضح کیا گیا۔ مومن زندہ ہوتا ہے۔ قرآن کی دعوت کو سنتا ہے۔ جبکہ کافر مردہ ہوتا ہے اُس کی ضد اور غرور کی وجہ سے حق کی بات سنائی نہیں جاسکتی۔ وہ کان رکھتے ہوئے بہرہ ہوتا ہے۔

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ (آیت:22)

5- سورۃ ﴿فاطر﴾ میں ﴿خلافت اور وراثت﴾ کے سلسلے میں تین رویوں کی وضاحت:

(a) یہودیوں کو امامت سے معزول کر دیا گیا اور بنی اسمٰعیل میں آخری پیغمبر محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ اب ان میں تین (3) گروہ ہو گئے ہیں۔ پہلا گروہ اپنے نفس پر ظلم کر رہا ہے۔ دوسرا گروہ میانہ روی اختیار کر رہا ہے اور تیسرا گروہ نیکیوں میں سبقت حاصل کر رہا ہے۔ یہی سب سے بڑا فضل ہے۔

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾ (آیت:32)

(b) اللہ نے انسانوں کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔ اب اگر کوئی شخص انکار کرے گا تو اُس کا وبال اُسی پر ہوگا۔ اُس کا کفر اُس کے ہی نقصان میں اضافہ کرے گا۔

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا﴾ (آیت:39)

6- سورۃ ﴿فاطر﴾ میں ﴿ابلیس کو اپنا دشمن بنالینے کی ہدایت﴾ کی گئی:

﴿ابلیس کو اپنا دشمن بنالینے کی ہدایت﴾ انسانوں پر واضح کیا گیا کہ ابلیس اُن کا دشمن ہے۔ وہ اور اُس کی پارٹی یہ چاہتی ہے کہ انسان دوزخ میں جائیں۔ اس لیے ابلیس کو اپنا دشمن بنانا ضروری ہے۔

﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ (آیت:6)

سورۃ فاطر کا نظمِ جلی

سورۃ فاطر سات (7) پیراگراف پر مشتمل ہے۔

I- آیات 1 تا 18 : پہلے پیراگراف میں، دعوتِ توحید اور دعوتِ آخرت کا بیان ہے۔

اللہ ﴿فاطر﴾ یعنی خالق ارض و سماء ہے۔ صاحبِ اختیار ہے۔ اُسی کے ہاتھ میں رحمت ہے۔

غیر اللہ کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ وہ خالق نہیں ہیں۔ اللہ ہی رازق ہے، لہٰذا اُسی کو ﴿الٰہ﴾ تسلیم کرلینا چاہیے۔

رسولِ کریم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ جھٹلائے جانے پر آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ ماضی میں ہر رسول کو جھٹلایا گیا ہے۔

﴿ابلیس اور اُس کی پارٹی﴾ انسانوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہ کھائیں۔ ابلیس کے دام میں نہ آئیں۔

ابلیس انسانوں کا دشمن ہے اس لیے اس کو دشمن بنالینا چاہیے۔ وہ اور اُس کی پارٹی انسانوں کو دوزخ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔

- ﴿رسول اللہ ﷺ کو تسلی﴾ دی گئی کہ وہ ان لوگوں کی خاطر، غم و افسوس میں نہ گھلیں، جو اپنے برے اعمال کو خوشنما دیکھتے ہیں اللہ ان کی کارستانیوں سے واقف ہے۔

﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ (آیت:8)

﴿آخرت کی دلیل﴾ ہواؤں، بادلوں اور بارش سے فراہم کی گئی۔ شرک کی تردید کی گئی کہ غیر اللہ کے پاس عزت نہیں ہے بلکہ تمام کی تمام صرف اللہ کے پاس ہے۔ ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ اللہ کے ہاں اچھی بات اور اچھا عمل ہی قبول کیا جاتا ہے ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازش کرنے والوں کے لیے عذاب ہے۔ ان کی سازشیں کامیاب نہیں ہوں گی۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ﴾ (آیت:10)

انسان کی اپنی ذات کی پیدائش سے اللہ کی قدرت اور علم پر دلیلیں قائم کی گئیں۔

- ﴿توحید کی آفاقی دلیل﴾ پانی کے دو ذخیرے یکساں نہیں۔ میٹھا پیاس بجھانے والا اور سخت کھاری تلخ۔ دونوں سے تروتازہ گوشت ملتا ہے۔ پہننے کے لیے سامانِ زینت (موتی) ملتے ہیں۔ کشتیاں سمندری رزق فراہم کرتی ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کی نعمتیں ہیں جن پر شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ اللہ دن کو رات میں، رات کو دن میں پروتا ہے۔ اُسی نے چاند اور سورج کو مسخر کیا۔ اُسی کی فرماں روائی ہے۔ غیر اللہ کے پاس ذرہ برابر اختیار بھی نہیں ہے۔
- ﴿توحیدِ دعا﴾ ﴿غیر اللہ﴾ نہ تمہاری دعائیں سن سکتے ہیں اور بالفرض سن بھی لیں تو جوابی کاروائی نہیں کر سکتے۔ انسانوں سے کہا گیا کہ وہ اللہ کے محتاج ہیں اور اللہ غنی وحمید ہے۔
- ﴿توحیدِ اختیار﴾ اللہ کے پاس استبدالِ قوم کی قدرت ہے۔ (ایک قوم کو ہلاک کر کے) دوسروں کو اٹھانا دشوار نہیں۔
﴿إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ٥ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ﴾ (آیت:16 تا 17)
- ﴿روزِ قیامت﴾ کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا، چاہے وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف غیب پر ایمان لانے والوں کو خبر دار کر سکتے ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں۔ تزکیہ انسان کے اپنے لیے مفید ہے۔

2- آیات 19 تا 23 : دوسرے پیراگراف میں ﴿مومن وکافر کا فرق﴾ بیان کیا گیا۔

مومن بینا اور کافر نابینا ہوتا ہے۔ رسول خبر دار کرنے کے لیے آتا ہے، وہ مردوں کو نہیں سنا سکتا۔ اندھے اور بہرے ضدی لوگ اسلام کی دولت سے فیض یاب نہیں ہو سکتے۔

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ٥ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ٥ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ٥ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ﴾

3- آیات 24 تا 26 : تیسرے پیراگراف میں ﴿تاریخ ہلاکت﴾ سے استدلال ہے۔

تیسرے پیراگراف میں بھی، آخری پیراگراف کی طرح ہلاکت کی دھمکی ہے رسولوں کا انکار کرنے والوں کو اللہ نے اپنے عذاب میں جکڑ لیا۔ ﴿ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ﴾ (آیت:26)

4- آیات 27 تا 28 : چوتھے پیراگراف میں ﴿توحیدِ ربوبیت کے آفاقی دلائل﴾ ہیں۔

کافروں کو پانی، درختوں کے پھل، مختلف رنگوں کے پہاڑوں اور رنگ برنگے جانوروں، مویشیوں اور انسانوں پر غور کر کے اللہ کی خشیت اختیار کرنی چاہیے۔ وہ مغفرت کی قدرت رکھتا ہے۔

5- آیات 29 تا 39 : پانچویں پیراگراف میں ﴿قانونِ جزا و سزا﴾ بیان ہوا ہے۔

ایمان لا کر نماز کا اہتمام کرنے والوں اور انفاق کرنے والوں کی تجارت نقصان نہیں دے سکتی۔ یہودیوں کے بعد اب بنی اسماعیل امتحان میں ہیں۔ آپ ﷺ کی نبوت کے بعد کچھ ظلم یعنی شرک کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ کچھ انتظار میں ہیں اور کچھ نیکیوں میں پہل کر رہے ہیں اور نیکیوں میں پہل کرنے والوں کے لیے ہی کامیابی ہے۔ ان کے لیے جنت ہے جہاں نہ کوئی ملال ہے نہ کلفت و محنت اور نہ کوئی تھکان ہے۔
اس کے برخلاف انکار کرنے والوں کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔ وہ فریاد کریں گے کہ انہیں ایک اور موقع دیا جائے، لیکن ایسا نہیں ہو سکتا ان ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ انسان کو زمین پر خلیفہ بنا کر اختیارات عطا کیے گئے ہیں لیکن اگر وہ انکار اور ناشکری کا رویہ اختیار کرے گا تو لازماً نقصان میں رہے گا۔

6- آیات 40 تا 41 : چھٹے پیراگراف میں ﴿شرک کی تردید﴾ اور ﴿توحید کے اثبات﴾ کے دلائل ہیں۔

مشرکین کو چیلنج کیا گیا کہ وہ بتائیں ﴿مِن دُونِ اللہ﴾ نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے؟ اور کیا وہ آسمان کی بادشاہت میں شریک ہیں۔ اللہ ہی زمین و آسمان کو تھامے ہوئے ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس اختیار نہیں ہے۔

﴿اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ (آیت:40)

7- آیات 42 تا 45 : ساتویں اور آخری پیراگراف میں ﴿متکبر قیادت کو ہلاکت کی دھمکی﴾ ہے۔

پہلے تو انہوں نے کڑی قسمیں کھا کر کہا تھا کہ اگر کوئی نذیر آئے گا تو وہ اپنے آپ کو زیادہ ہدایت یافتہ ثابت کریں گے لیکن نذیر کے آنے کے بعد ان کی بیزاری، زمین پر ان کے تکبر میں اور ان کی سازشوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ ﴿اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۭ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ﴾ (آیت:43) قریش کو تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ پہلی قومیں تو ان سے زیادہ طاقتور تھیں۔ ہلاک کر دی گئیں۔ ﴿وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ اللہ کی سنت یہ نہیں ہے کہ وہ فوراً عذاب دے۔ اگر ایسا ہوتا تو زمین پر کوئی جاندار بھی نہ چھوٹتا۔ وہ وقت مقررہ پر پکڑ لیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی نگرانی کر رہا ہے۔

مرکزی مضمون

محکم دلائل کی روشنی میں توحید کی حقانیت ثابت کر کے شرک کی تردید کر دی گئی ہے۔ اسلام قبول کر لینا چاہیے، ورنہ اللہ تعالیٰ وقتِ مقررہ پر قوموں کو ہلاک کر دیتا ہے۔

FLOW CHART

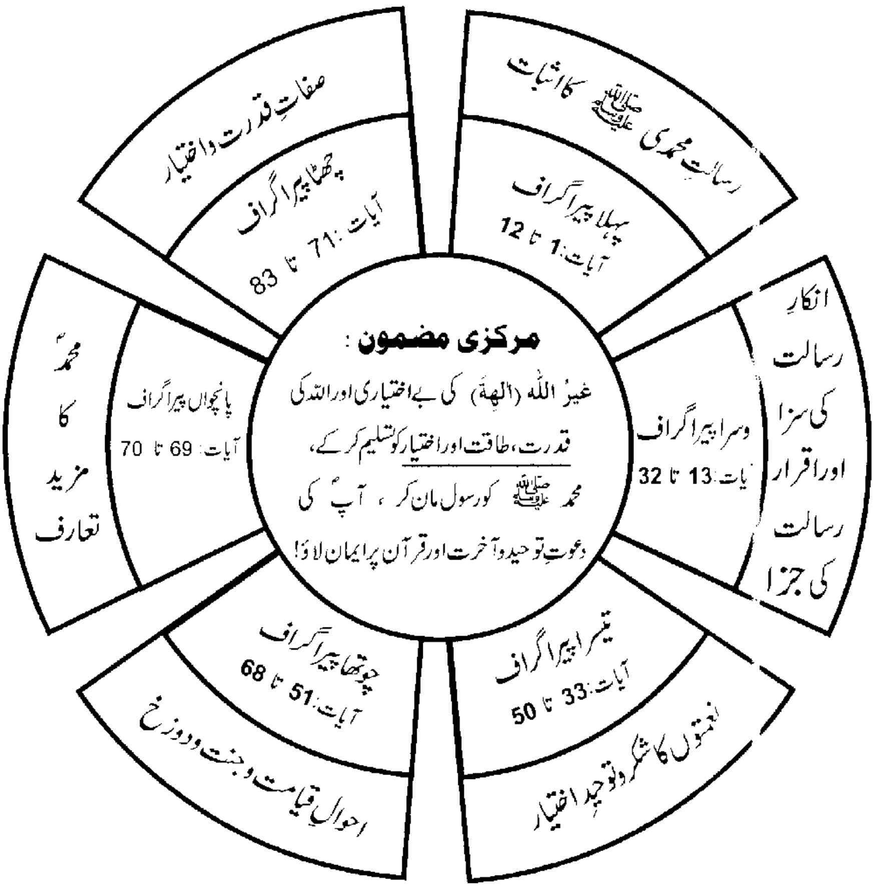
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

36- سُورَةُ یٰسٓ

آیات : 83 ...... مَكِّيَّة'' ...... پیراگراف : 6



- **زمانہ نزول:**

سورت ﴿ یٰ سٓ ﴾، رسول ﷺ کے قیام مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) میں نازل ہوئی، جب آپ پر ﴿شَاعِر﴾ ہونے کا الزام تھا۔ یہ ایک جلالی سورت ہے۔

1- ضمیر جمع متکلم کے صیغے

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پینتالیس (45) سے زیادہ مرتبہ ضمیر جمع کا صیغہ (ہم) استعمال کیا ہے۔

(بطورِ ضمیرِ منفصل جیسے: اَنَا, نَحنُ یا پھر ضمیر متصل جیسے: جَعَلنَا, اَغشَینَا, لَدَینَا, نُحیِی, نَشَا, نُغرِقُ وغیرہ وغیرہ)۔ اس طرح کا پیرایہ بیان، شان، عظمت اور تفخیم کے لیے استعمال ہوتا ہے، البتہ صرف ایک مقام پر ضمیرِ واحد کا صیغہ استعمال ہوا ہے:

﴿وَاَنِ اعبُدُونِ﴾ (اور میری ہی بندگی کرو)۔ (آیت: 61)

مضمون چونکہ توحید تھا، لہٰذا مضمون کی مناسبت سے یہی پیرایہ اس جگہ اس کے شایانِ شان تھا۔ سبحان اللہ!

2- سورۃ یٰس کی جلالی فضا

اس سورۃ کو سمجھ کر پڑھنے والا، ایک مرعوب کن جلالی فضا میں اپنے آپ کو موجود پاتا ہے، اس کے دل و دماغ پر سے غیر اللہ (الٰہ) کا بھوت اتر جاتا ہے اور وہ اللہ کی قدرت و طاقت کا پوری طرح قائل ہو جاتا ہے۔ ہر اگلی آیت اس کیفیت کو مضبوط کرتی چلی جاتی ہے اور جب وہ اختتام پر پہنچتا ہے تو کن فیکونی اور اختیار کامل کی صفات کی تلاوت و سماعت سے بلندیوں کو چھو لیتا ہے اور آخری ٹکڑے ﴿اِلَیهِ تُرجَعُون﴾ کو سن کر آخرت کی تیاری کے احساس سے سرشار اور سرگرم ہو جاتا ہے۔

سورۃ یٰس کے فضائل

سورۃ یس کی فضیلت (Virtues) کے بارے میں کوئی ﴿صحیح حدیث﴾ ثابت نہیں ہے، البتہ بعض ﴿ضعیف﴾ حدیثیں ملتی ہیں۔ بعض احادیث ﴿موضوع﴾ یعنی من گھڑت ہیں۔ اکثر لوگ محض ثواب یا پھر محض حاجت برارن کے لیے اس سورت کی تلاوت کرتے ہیں۔

سورۃ یٰس کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورت ﴿فاطر﴾ میں ﴿اَشَدَّ مِنهُم قُوَّةً﴾ کے انجام کا ذکر تھا۔ یہاں سورۃ ﴿یٰس﴾ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، طاقت، ملکوتیت اور کن فیکونی صفات سے ﴿توحید اختیار و توحید تصرف﴾ کی تفصیل ہے۔

2۔ یہاں ﴿یٰس﴾ میں رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ بلاشبہ آپ ﴿مرسلین﴾ میں سے ہیں۔ اگلی سورت ﴿الصافات﴾ میں ان کی خدمات کے اعتراف میں تمام ﴿مرسلین﴾ یعنی رسولوں کو ﴿سلام﴾ کہا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿یٰس﴾ میں ﴿سُبحَان﴾ کے لفظ کا استعمال:

سورۃ ﴿یٰس﴾ میں ﴿سُبحَان﴾ کا لفظ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ (آیات: 36، 83)

(a) ہر چیز کا جوڑا بنانے والی خالق ہستی بے عیب ہے۔ خود اس کا کوئی جوڑ نہیں۔ کوئی بیوی نہیں۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (آیت: 36)

(b) وہ ہستی جس کی ہر شے پر عظیم الشان سلطنت قائم ہے اور جس کی طرف لوٹنا ہے، ﴿وہ ہر قسم کے عیب سے پاک﴾ ہے۔

﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (آیت:83)

2- سورۃ یٰس میں ﴿عزیز﴾ کے لفظ کا استعمال:

اس سورۃ میں ﴿عزیز﴾ کا لفظ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ (آیات:38،5)

(a) قرآن مجید کی تنزیل کرنے والی ہستی عزیز بھی ہے۔ اُس کی دعوت کو ٹھکرانے والوں کو دوزخ میں داخل کرنے کی قدرت رکھتی ہے۔ ﴿تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ (آیت:5)

(b) سورج اپنے مستقر کی طرف گھوم رہا ہے۔ یہ عزیز یعنی طاقتور ہستی کا قائم کردہ نظام ہے۔

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ (آیت:38)

3- سورۃ یٰس میں ﴿رحیم﴾ کے لفظ کا استعمال:

اس سورۃ میں ﴿رحیم﴾ کا لفظ بھی دو مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ (آیات:58،5)

(a) قرآن مجید کی تنزیل کرنے والی ہستی ﴿رحیم﴾ بھی ہے۔ اُس کی دعوت کو قبول کرنے والوں کو جنت میں داخل کرے گی۔

﴿تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ (آیت: 5)

(b) ﴿رحیم﴾ اللہ کی طرف سے اہل جنت کے لیے سلامتی کے احکامات جاری ہوں گے۔

﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ (آیت: 58)

سورۃ یٰس ایک جلالی سورت ہے۔ اس کے باوجود کئی مرتبہ ﴿رحمت﴾ اور ﴿رحمٰن﴾ کا ذکر کیا گیا ہے۔

4- سورۃ یٰس میں ﴿رحمٰن﴾ کے لفظ کا استعمال:

اس سورۃ میں ﴿رحمٰن﴾ اور اُس کی رحمت کی دلیلیں ہیں، حالانکہ بحیثیت مجموعی یہ ایک جلالی سورت ہے۔

(a) کافروں نے رسولوں سے کہا کہ ﴿رحمٰن﴾ نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تم لوگ جھوٹے ہو۔

﴿قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ﴾ (آیت:15)

(b) ضدی لوگ نہ ماضی سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور نہ مستقبل کے بارے میں فکر مند ہوتے ہیں، چنانچہ وہ ﴿رحمٰن﴾ کی دعوتِ رحمت کو مسترد کر دیتے ہیں۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (آیت:45)

(c) اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو سمندری جہازوں کو غرق کر سکتا ہے۔ یا پھر اپنی خاص ﴿رحمت﴾ سے انہیں زندگی کی کچھ مزید مہلت عطا کر سکتا ہے۔ ﴿اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ﴾ (آیت:44)

(d) جنتی مومن نے توحید کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ اگر ﴿خدائے رحمن﴾ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو دوسرے نام نہاد خداؤں کی سفارش مجھے فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

﴿ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ﴾ (آیت:23)

(e) بن دیکھے ﴿رحمن﴾ سے ڈرنے والوں کے لیے مغفرت اور اجر کریم ہے۔

﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾ (آیت:11)

5- سورۃ ﴿یس﴾ میں ﴿غیر اللہ﴾ کی تحقیر:

سورۃ ﴿یس﴾ میں اثباتِ توحید کے لیے ﴿غیر اللہ﴾ کی تحقیر کی گئی۔

(a) ﴿غیر اللہ﴾ کسی ڈوبنے والے کو نہیں بچا سکتے۔ ﴿وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ﴾ (آیت:43)

(b) ﴿غیر اللہ﴾ کسی کی مدد کی استطاعت بھی نہیں رکھتے۔ ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ﴾ (آیت:75)

(c) ﴿غیر اللہ﴾ کی شفاعت غیر مؤثر ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کے حق میں نقصان کا فیصلہ کرے۔۔۔۔

﴿ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ﴾ (آیت:23)

6- سورۃ ﴿یس﴾ میں ﴿مغفرت﴾ اور ﴿اجرِ کریم﴾ کا دو مرتبہ استعمال:

﴿مغفرت﴾ اور ﴿اجرِ کریم﴾ کا ذکر یہاں دو مرتبہ آیا ہے۔ بطور تمہید و اصول بھی اور بطور عملی نمونہ بھی۔

(a) غیب پر ایمان لا کر، رحمن سے ڈرتے ہوئے اللہ کی وحی کی پیروی کرنے والے کے لیے دو نعمتیں ہیں۔ مغفرت اور اجر کریم

﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾ (آیت:11)

(b) جنتی مومن کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ﴿مغفرت﴾ سے نوازا، بلکہ اُسے ﴿اجرِ کریم﴾ دے کر ﴿مکرمین﴾ میں شامل کر دیا۔

﴿بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾ (آیت:27)

7- توحید اختیار کے مضمون کی وضاحت کے لیے ﴿کن فیکونی﴾ اور ﴿ملکوتی﴾ صفات کا استعمال:

توحید اختیار (آیات:82،83) کی وضاحت ﴿کن فیکونی﴾ اور ﴿ملکوتی﴾ صفات سے کی گئی۔

(a) اللہ تعالیٰ ﴿کن فیکون صفات﴾ کا مالک ہے۔ کوئی کام کرنا ہو تو وہ بس ﴿کن﴾ کہتا ہے اور وہ ہو جاتا ہے۔

﴿إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ﴾ (آیت:82)

(b) اللہ تعالیٰ ملکوتی صفات کا مالک ہے۔ ہر شے اُس کے تصرف میں ہے۔

﴿فَسُبْحَٰنَ ٱلَّذِى بِيَدِهِۦ مَلَكُوتُ كُلِّ شَىْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (آیت:83)

وہ دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے اُس کی طرف لوٹنا ہے۔

سورۂ یٰس کا نظمِ جلی

سورۂ یٰس چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

سورت یٰس چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے، اور پوری سورت توحیدِ اختیار کے موضوع پر ایک ہی وحدت رکھتی ہے۔

1- آیات 1 تا 12 : پہلے پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کی ﴿رسالت کا اثبات﴾ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ﴿رسالت کا اثبات﴾ ہے اور اس کے لیے کتابِ اِنذار قرآن کی حکمتوں کی شہادت پیش کی گئی ہے۔ اِتباعِ ذکر (قرآن) کرنے والوں اور بن دیکھے ﴿رحمن﴾ پر ایمان لانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ ﴿رحیم﴾ ہوگا، جب کہ اس دعوت کو رد کرنے والوں کے لیے وہ ﴿عزیز﴾ ہوگا۔ اہلِ ایمان کے لیے ﴿مغفرت﴾ اور ﴿اجرِ کریم﴾ کی دو بشارتیں دی گئی ہیں۔ اللہ کی عزیزیت، اُس کی قدرت وطاقت اور قانونِ جزاو سزا (Law of Reward and Punishment) کی دلیل ہے۔

﴿إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ ٱتَّبَعَ ٱلذِّكْرَ وَخَشِىَ ٱلرَّحْمَٰنَ بِٱلْغَيْبِ ۖ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ﴾ (آیت:11)

2- آیات 13 تا 32 دوسرے پیراگراف میں، انکارِ رسالت کی سزا بیان کی گئی:

ایک ﴿بستی کا واقعہ﴾ بیان کیا گیا ہے۔ جس نے تین رسولوں اور ایک ﴿مومن داعی﴾ کی باتوں کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا اور داعی کو سنگسار کر دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ بستی تباہ کر کے رکھ دی۔ مؤمن داعی کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل کر کے ﴿مغفرت﴾ اور ﴿اجرِ کریم﴾ سے نوازا۔ بستی کی تباہی اور مؤمن کی مغفرت اللہ کی قدرت وطاقت اور اُس کے قانونِ جزاو سزا کی دلیل ہے۔

سچے جنتی مومن کی حسبِ ذیل دس (10) صفات بیان کی گئیں:

1۔ سچا جنتی مومن، لیڈر، داعی اور مبلغ ہوتا ہے۔ ﴿اِتَّبِعُوا﴾ پیروی کرو! (آیت:21) ﴿فَاسْمَعُونِ﴾ مجھے سنو! (آیت:25)

2۔ فعّال اور مستعد ہوتا ہے۔ ﴿رَجُلٌ يَسْعَىٰ﴾ دوڑتا شخص! (آیت:20)

3۔ خود عامل ہوتا ہے۔ ﴿وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ؟﴾ میں کیوں عبادت نہ کروں؟ (آیت:22)

4۔ پیروی کے لیے اس کے پاس دو (2) اہم معیار ہوتے ہیں۔ اخلاص اور کردار۔

(a) جس کی پیروی کی جائے، وہ مخلص ہو، بندۂ زر اور مفاد پرست نہ ہو۔

﴿لَا یَسۡـَٔلُكُمۡ اَجۡرًا﴾ جو تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا۔ (آیت:21)

(b) جس کی پیروی کی جائے، وہ خود ہدایت یافتہ ہو۔ صاحب کردار ہو۔ ﴿وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ﴾ اور جو ٹھیک راستہ پر ہو۔ (آیت:21)

5۔ صاحب تدبّر ہوتا ہے۔ غور و فکر کرتا ہے۔ جانچتا اور پرکھتا ہے۔ تولتا ہے، چیزوں کا تجزیہ کرتا ہے، پختہ دلیل کی پیروی کرتا ہے:

(a) ﴿وَمَا لِیَ لَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ؟﴾ (آیت:22)

"آخر کیوں نہ میں اُس ہستی کی بندگی کروں، جس نے مجھے پیدا کیا ہے ؟اور جس کی طرف سب کو پلٹ کر جانا ہے۔"

(b) ﴿ءَاَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً؟﴾ کیا اللہ کے علاوہ، خدا تراش لوں؟ (آیت:23)

6۔ کامل موحد ہوتا ہے، صفاتِ الٰہیہ کا قائل ہوتا ہے اور شفاعتِ باطلہ کا منکر ہوتا ہے۔ اللہ کی صفت اختیار کو گہرا شعور رکھتے ہوئے، دوسرے تمام ﴿الهه﴾ کی بے بسی اور بے اختیاری کا قائل ہو جاتا ہے۔

﴿اِنۡ یُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّیۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَیۡـًٔا وَّلَا یُنۡقِذُوۡنِ﴾ (آیت:23)

"اگر خدائے رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نہ ان ﴿الهه﴾ کی شفاعت میرے کسی کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا سکتے ہیں"

7۔ اپنی ہدایت کے بارے میں فکر مند ہوتا اور گمراہ ہو جانے سے ڈرتا ہے۔ ﴿اِنِّیۡۤ اِذًا لَّفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾ (آیت:24)

"ایسی صورت میں تو میں صریح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا!"

8۔ دعوت میں حکمت سے کام لیتا ہے۔ یہ نہیں کہا: ﴿اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّیۡ﴾ "میں اپنے رب پر ایمان لایا" بلکہ اس نے کہا:

﴿اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّكُمۡ﴾ "میں آپ لوگوں کے رب پر ایمان لایا" (آیت:25)

یعنی اُس رب اور اُس پالن ہار پر، جو آپ سب کافر لوگوں کو بھی پال پوس رہا ہے۔

9۔ دل درد مند رکھتا ہے، خود غرض نہیں ہوتا۔ صرف اپنی ہدایت پر قانع نہیں رہتا، بلکہ دوسروں کی ہدایت، مغفرت، جنت اور اجرِ کریم کے بارے میں بھی متفکر رہتا ہے۔ ایک بے قرار روح رکھتا ہے۔

﴿یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ﴾ "اے کاش! میری قوم جان لیتی!" (آیت:26)

10۔ صاحب استقامت ہوتا ہے، دنیاوی عذاب سے نہیں ڈرتا۔ باطل سے ٹکرا جاتا ہے۔ دھمکیوں کی پروا نہیں کرتا۔ موت سے بھی نہیں ڈرتا۔ شہادت اور سنگساری کی سزا بخوشی قبول کرتا ہے۔

﴿لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهُوۡا لَنَرۡجُمَنَّكُمۡ وَلَیَمَسَّنَّكُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾ (آیت:18)

"(کافروں نے دھمکی دی) اگر تم باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کر دیں گے اور ہم سے تم بڑی دردناک سزا پاؤ گے۔"

3- آیات 33 تا 50 : تیسرے پیراگراف میں، ﴿شکر گزاری﴾ کا مطالبہ اور ﴿توحید اختیار﴾ کی دعوت ہے۔

﴿اسباب ربوبیت﴾ کا ذکر کرکے، انسان سے ﴿شکر گزاری﴾ کا مطالبہ کیا گیا اور ﴿توحیدِ اختیار﴾ کو تسلیم کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ﴾ (آیت:33)

زمین کی دلیل پیش کی گئی کہ وہ موسم بہار میں سرسبز ہو جاتی ہے۔ یہ دلیل آخرت ہے۔ زمین میں غلے، کھجور، انگور کا انتظام ہے انسانوں کو شکر ادا کرنا چاہیے۔ ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ﴾ (آیت:37) رات سورج اور چاند کی دلیلیں پیش کی گئیں کہ یہ سب اللہ کی مرضی کے تابع ہیں کشتیوں کی دلیل پیش کی گئی کہ ان کو منزل تک پہنچانا، یا غرق کر دینا، دونوں چیزیں اللہ کا اختیار ہے۔

کافروں کے اس مطالبے پر کہ قیامت کب آئے گی یہ جواب دیا گیا کہ وہ ایک دھماکہ ہوگی اور لوگوں کو نہ وصیت کرنے کا موقع ملے گا اور نہ اپنے گھروں کو پلٹنے کا۔ ﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (آیت:50)

4- آیات 51 تا 68 : چوتھے پیراگراف میں، ﴿احوالِ قیامت﴾ اور ﴿جنت دوزخ﴾ کا ذکر ہے:

﴿احوالِ قیامت﴾ اور ﴿جنت دوزخ﴾ کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ کی طاقت و قدرت اور اس کے قانونِ جزا و سزا کی دلیلیں فراہم کی گئی ہیں۔

قیامت کے مناظر پیش کیے گئے جب صور پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے۔ اس دن کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ جنت والے اور ان کے شوہر بیویاں مزے میں ہوں گی۔ انہیں ہر قسم کا میوہ دیا جائے گا اور ان پر اللہ کی طرف سے سلام ہوگا۔ اس کے برخلاف مجرم دوزخ میں ہوں گے، کیونکہ انہوں نے اللہ کی دعوت اور صراطِ مستقیم کو مسترد کر دیا تھا۔ ابلیس کی پیروی کی تھی۔ روزِ قیامت لوگوں کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی، البتہ ان کے ہاتھ پاؤں بولیں گے۔ ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ﴾ (آیت:65) اللہ کا اختیار ثابت کیا گیا کہ اگر وہ چاہے تو آنکھیں موند سکتا ہے۔

5- آیات 69 تا 83 : پانچویں پیراگراف میں، ﴿قرآنِ مجید اور محمد ﷺ کا مزید تعارف﴾ کرایا گیا:

﴿قرآنِ مجید اور محمد ﷺ کا مزید تعارف﴾ کرایا گیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے، شاعری نہیں، توحیدِ ربوبیت کے دلائل پیش کر کے شرک کا ابطال اور شکر کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

بے ضمیر مردہ لوگ اسلام کی دعوت کو کبھی قبول نہیں کر سکتے، بلکہ صرف وہ باضمیر ہستیاں ہی قبول کر سکتی ہیں، جن کے دل بیدار ہیں۔

نزولِ قرآن کا مقصد ہر زندہ ضمیر رکھنے والے کو خبردار کرنا اور کافروں پر اتمام حجت قائم کرنا ہے۔

﴿لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ (آیت:70)

جانوروں کی دلیل پیش کی گئی کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جن پر لوگ سوار ہوتے ہیں، جن کا گوشت کھاتے ہیں اور جن کے دیگر کئی فوائد ہیں۔ ان دلائل کا تقاضا ہے کہ انسان کو شکر کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

﴿وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ o وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾

6- آیات 76 تا 83 : چھٹے اور آخری پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کو تسلی اور دعوت کی ہدایت ہے:

رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ کافروں کی باتوں پر آزردہ ہونے کے بجائے دعوت کا کام جاری رکھیں۔

﴿انفسی دلیل﴾ دی گئی کہ انسان کو ایک حقیر نطفے سے پیدا کیا گیا لیکن وہ اب متکبر ہو گیا ہے۔ اب سوال کرتا ہے کہ کون بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرے گا؟ ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾ (آیت:77)

﴿عقلی دلیل﴾ پیش کی گئی کہ جس نے پہلے پیدا کر کے دکھا دیا ہے، وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔ ﴿قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ (آیت:79) اس کے باوجود تمہیں آخرت کے بارے میں کیوں شک ہے؟ زمین و آسمان کا خالق اللہ ہی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس کو اسباب کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ﴿کن﴾ کہتا تو چیز واقع ہو جاتی ہے۔

آخری آیت میں مطالبہ کیا گیا کہ ہر شے کا مکمل اختیار رکھنے والی بے عیب ہستی اللہ کو تسلیم کر لینا چاہیے، کیونکہ اُسی کی طرف ہمیں لوٹنا ہے۔
﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (آیت:83)

مرکزی مضمون

غیر اللہ ﴿اٰلِهَة﴾ کی بے اختیاری اور اللہ کی قدرت، طاقت اور اختیار کو تسلیم کر کے، محمد ﷺ کو رسول مان کر، آپ ﷺ کی دعوت توحید و آخرت اور قرآن پر ایمان لانا چاہیے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

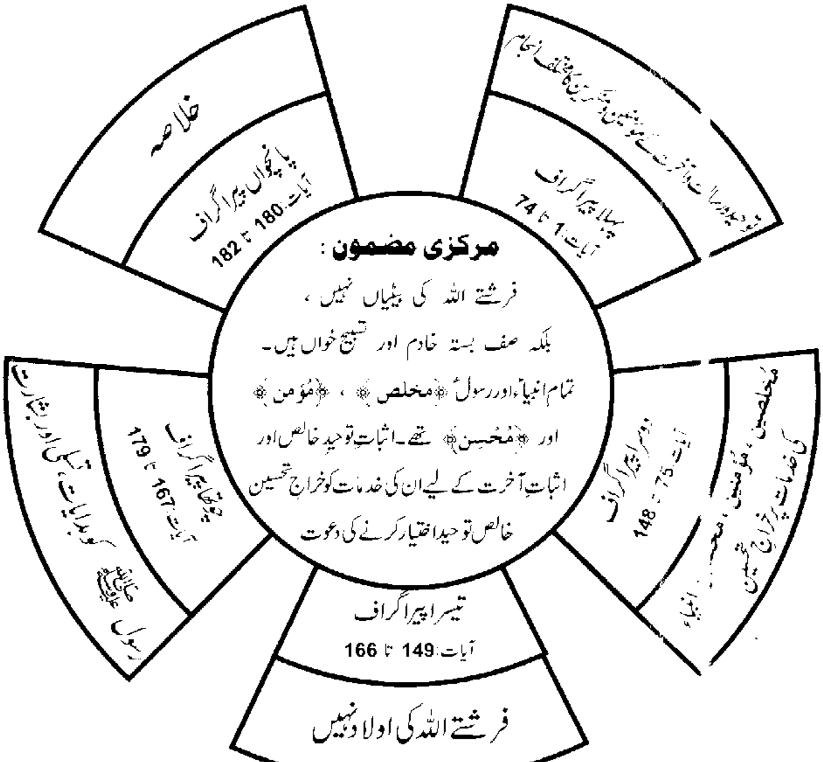
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRC -STRUCTURE

37- سُوْرَةُ الصّٰفّٰت

آیات : 182 ...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 5



• زمانۂ نزول

سورت ﴿الصّٰفّٰت﴾ غالباً رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے تیسرے دور (6 نبوی۔10 نبوی) کے آخری مرحلے میں نازل ہوئی۔ یہ وہی زمانہ تھا جب سُورة ﴿فاطر﴾ اور سُورة ﴿یٰس﴾ نازل کی گئی، جب مشرکینِ مکہ، جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے، رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید کو مسترد کر کے اُن کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ آپ کو ﴿ساحر﴾ کہہ رہے تھے اور یہ کہنے لگے تھے کہ ایک ﴿شاعرِ مجنون﴾ کے لیے ہم اپنے ﴿آلِهَة﴾ کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ اس موقع پر مختلف مُخلَص ، مُؤمِن و مُحسِن انبیاء کی تاریخ سے، انہیں کار رسالت اور منصبِ رسالت، محمدی ﷺ کو سمجھنے کی دعوت دی گئی ہے، تاکہ وہ بھی خالص توحید اختیار کر لیں۔

خصوصیات

سورۃ ﴿الصّٰفّٰت﴾ میں بعض آیاتِ ترجیع ہیں، جو بار بار دہرائی گئی ہیں۔

﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ○ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾

اس سورت میں ﴿سلام﴾ کے لفظ کی تکرار بھی ہے۔

سورۃُ الصّٰٓفّٰت کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿یٰس﴾ میں ﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلسلۂ رسالت کی آخری کڑی بتایا گیا تھا۔
یہاں سورۃ ﴿الصّٰٓفّٰت﴾ میں چند رسولوں کی خدماتِ توحید کا تذکرہ کر کے، یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سلامتی اللہ کے رسولوں کے لیے ہے۔ ﴿سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴾

2۔ سورۃ ﴿فاطر﴾ میں بیان کردہ ﴿فرشتوں کی عبادت﴾ کی نفی کے مضمون کو یہاں اور زیادہ کھول دیا گیا ہے

3۔ یہاں سورۃ ﴿الصّٰٓفّٰت﴾ میں نو انبیاء حضرات نوحؑ، ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحٰقؑ، لوطؑ، موسیٰؑ، ہارونؑ، الیاسؑ، یونسؑ کی خدمات کا ذکر ہے۔ اگلی سورۃ ﴿ص﴾ میں تین انبیاء حضرات داودؑ، سلیمانؑ اور ایوبؑ کی ﴿اوابیت﴾ کا ذکر ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الصّٰفّٰت﴾ میں صف بستہ فرشتوں کی گواہی پیش کی گئی:

مشرکینِ مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ یہاں اس کی تردید کی گئی۔

(a) پہلی آیت ہی میں صف بستہ فرشتوں کی گواہی پیش کی گئی ہے کہ وہ خدائی میں شریک نہیں ہیں بلکہ اللہ تو صرف ایک ہے۔
﴿وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا﴾ (آیت:1)

(b) یہی بات آیات 164 تا 166 میں دہرائی گئی ہے۔ ﴿وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ﴾ (آیت:165)

2- سورۃ ﴿الصّٰفّٰت﴾ میں عقیدۂ توحید کا اثبات اور اُلوہیت میں فرشتوں کی شمولیت کی تردید کی گئی:

اس سورۃ میں ﴿عقیدۂ توحید﴾ کو ثابت کیا گیا ہے۔ ﴿اُلوہیت﴾ میں فرشتوں کی شمولیت کی تردید کی گئی ہے۔

(a) چوتھی آیت ہی میں صاف کہہ دیا گیا کہ انسانوں کا خدا ﴿الٰہ﴾ بس ایک ہی ہے۔ ﴿اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴾ (آیت:4)

(b) مشرک سرداروں کے بارے میں کہا گیا کہ وہ ﴿توحیدِ اُلوہیت کی دعوت﴾ پر تکبر اور غرور کا مظاہرہ کرتے ہیں۔
﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (آیت:35)

(c) مشرکین سے پوچھا گیا کہ حقیقی خدا ﴿الله﴾ کے علاوہ کیا کچھ مزید خداؤں ﴿اله﴾ کے خواہش مند ہیں؟

﴿اَئِفۡكًا اٰلِهَةً دُوۡنَ اللّٰهِ تُرِيۡدُوۡنَ﴾ (آیت:86)

3- سورۃ الصّٰفّٰت میں ﴿فَاسۡتَفۡتِهِمۡ﴾ کے الفاظ کا استعمال:

اس سورۃ میں ﴿فَاسۡتَفۡتِهِمۡ﴾ کے الفاظ کے ذریعے مشرکین مکہ سے مجادلہ کیا گیا۔

(a) ﴿فَاسۡتَفۡتِهِمۡ﴾ ان سے پوچھیے کہ انسان کا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا دیگر چیزیں؟ (جیسے: پہاڑ) انسان کو تو چکنی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ اثبات آخرت کے لیے ﴿مجادلہ﴾ ہے۔

﴿فَاسۡتَفۡتِهِمۡ اَهُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمۡ مَّنۡ خَلَقۡنَا اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّنۡ طِيۡنٍ لَّازِبٍ﴾ (آیت:11)

(b) ﴿فَاسۡتَفۡتِهِمۡ﴾ ان سے پوچھیے کہ ان کے لیے تو لڑکے مناسب ہیں اور اللہ کے لیے لڑکیاں؟ واہ واہ! کیا سوچ ہے؟

﴿فَاسۡتَفۡتِهِمۡ اَلِرَبِّكَ الۡبَنَاتُ وَلَهُمُ الۡبَنُوۡنَ﴾ (آیت:149)

یہ اثباتِ توحید کے لیے ﴿مجادلہ﴾ ہے۔

4- سورۃ ﴿الصّٰفّٰت﴾ میں رسول اللہ ﷺ پر ﴿مجنون﴾ اور ﴿شاعر﴾ ہونے کے الزامات کا تذکرہ:

اس سورۃ میں مشرکین مکہ کے اس قول کو نقل کیا گیا کہ کیا ہم ایک ﴿مجنون شاعر﴾ کے لیے اپنے ﴿الِهه﴾ یعنی خداؤں کو چھوڑ دیں؟ ﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوۡۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجۡنُوۡنٍ﴾ (آیت:36)

5- سورۃ ﴿الصّٰفّٰت﴾ میں انبیاء کے لیے لفظ ﴿الۡمُخۡلَصِيۡنَ﴾ کا استعمال:

اس سورۃ میں پانچ مرتبہ ﴿عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ انبیاء ﴿مُخۡلِص﴾ بھی ہوتے ہیں اور ﴿مُخۡلَص﴾ بھی۔ وہ خالص توحید اختیار کرتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ اپنے لیے چن کر خالص کر لیتا ہے۔ وہ اللہ کے مطیع فرمان وفادار بندے ہوتے ہیں۔ (آیات:40، 74، 128، 160 اور 169)

6- سورۃ ﴿الصّٰفّٰت﴾ میں انبیاء کے لیے لفظ ﴿الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴾ کا استعمال:

اس سورۃ میں چار مرتبہ ﴿الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ انبیاء داعی، مبلغ، صالح اور باعمل لوگ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ لوگوں کے ایمان اور عمل کے مطابق جزا دیتا ہے۔ یہ آیت ترجیع ہے۔

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴾ (آیات: 80، 110، 121 اور 131)

7- سورۃ ﴿الصّٰفّٰت﴾ میں انبیاء کے لیے لفظ ﴿اَلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کا استعمال:

اس سورۃ میں چار مرتبہ ﴿اَلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ انبیاء کامل ایمان رکھتے ہیں۔ وہ خدائی میں شریک نہیں ہوتے، بلکہ وہ اللہ کے بندے، عبادت گذار اور اطاعت شعار ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ اور حضرت الیاسؑ کے ذکر کے بعد فرمایا: ﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (آیات: 81، 111، 122 اور 132) یہ بھی آیت ترجیع ہے۔

8- سورۃ ﴿الصّٰفّٰت﴾ میں انبیاء کے لیے لفظ ﴿سَلٰمٌ﴾ کے استعمال کی معنویت:

اس سورۃ میں پانچ مرتبہ ﴿سَلٰمٌ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ رسولوں کے لیے سلامتی ہوتی ہے اور رسولوں کے مخالفین کے لیے ہلاکت اور بربادی۔ سورت کے درمیان پانچ انبیاء (نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ و ہارونؑ اور الیاسؑ) کا نام لے لے کر انہیں خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ توحید کی دعوت کو عام کرنے کے سلسلے میں ان کی خدمات کا اعتراف کیا گیا اور بالکل آخر میں تمام رسولوں کو ﴿سلام﴾ کہا گیا۔

(a) سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ (آیت: 79)
(b) سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ (آیت: 109)
(c) سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (آیت: 120)
(d) سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ (آیت: 130)
(e) سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ (آیت: 181)

سورۃ الصافات کا نظمِ جلی

سورۃ الصافات پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 74: پہلے پیراگراف میں، ﴿فرشتوں کی الوہیت﴾ میں شمولیت کی تردید کر کے توحید، رسالت اور آخرت کا اثبات کیا گیا اور بتایا گیا کہ مؤمنین اور مشرک منکرین کا انجام مختلف ہوگا۔

(a) فرشتوں کی گواہی پیش کی گئی کہ وہ صف باندھے رہتے ہیں۔ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ الوہیت میں شریک نہیں ہیں۔ خدائے واحد تو صرف اللہ ہے۔

(b) ﴿جنات﴾ بھی اللہ تک رسائی نہیں رکھتے۔ نہ وہ غیب کی خبریں جان سکتے ہیں۔ وہ بھی ﴿الوہیت﴾ میں شریک نہیں ہیں۔ ملاءِ اعلیٰ کی طرف کان لگانے کی کوشش کریں تو اُن پر شہابِ ثاقب پھینکے جاتے ہیں۔

قریش سے پوچھا گیا کہ انسان کی دوبارہ تخلیق زیادہ مشکل کام ہے، یا دیگر اور چیزیں جو اللہ نے پیدا کی ہیں؟

(c) ﴿قرآن کا مذاق﴾ اڑانے اور اُسے جادو کہنے اور مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کرنے کے بجائے قریش کو اسلام کی دعوت قبول کر لینا چاہیے۔ تم لوگ ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ وہاں ذلیل ہو گے اور تمہاری شامت کا دن آ جائے گا۔ تمام مشرکوں کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ وہاں کوئی دوسرے کی مدد نہیں کر سکے گا۔

(d) ﴿لیڈر اپنے پیروکاروں سے﴾ کہیں گے کہ قصور تمہارا اپنا تھا۔ تم خود ہی سرکش تھے۔ وہ آپس میں جھگڑیں گے۔ مشرک لیڈر اور ان کے پیروکار دونوں عذاب میں شریک ہوں گے۔ یہ ﴿لیڈر﴾ تکبر میں گرفتار تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک دیوانے شاعر کے لیے ہم اپنے معبودوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟

(e) محمد ﷺ حق لے کر آئے ہیں۔ آپ ﷺ کے بارے میں پچھلے رسولوں نے پیش گوئی کی تھی۔ دوزخ کے عذاب سے صرف مخلص اہلِ توحید ہی محفوظ رہیں گے۔ ان کے لیے جنت کی نعمتیں ہوں گی۔ رزق، میوے، باغات، نتھری شراب، باحیاء بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی۔ یہ قیامت کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔

(f) قیامت کا انکار کرنے والے جہنم کے بالکل بیچ میں ہوں گے۔ آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے۔ اسی کے لیے انسان کو کوشش کرنی چاہیے۔ دوزخ میں زقوم کا درخت ہے۔ دوزخی اسی سے پیٹ بھریں گے۔ اس میں گرم پانی شامل کیا جائے گا۔ یہ اپنے باپ دادا کے اندھے مقلد تھے۔ انہوں نے رسولوں کی تعلیمات پر غور نہیں کیا۔

اللہ کے مخصوص بندے ہی اللہ کے عذاب سے محفوظ رہتے ہیں۔

2- آیات 75 تا 148 : دوسرے پیراگراف میں، نو (9) ﴿انبیاء کی خدماتِ تبلیغ﴾ پر خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔

(a) ﴿حضرت نوحؑ﴾ (آیات: 75 تا 82)۔ آپ نے توحید کی دعوت پر لبیک کہی۔ آپؑ اور آپؑ کے پیروکاروں کو اللہ نے کربِ عظیم سے نجات دی۔ آپؑ کو دنیا میں باقی رکھا، آپؑ اللہ کے محسن اور مومن بندے تھے۔ کافروں کو پانی میں غرق کر کے ہلاک کر دیا گیا۔

(b) ﴿حضرت ابراہیمؑ﴾ (آیات: 83 تا 100)۔ آپؑ بھی حضرت نوحؑ کی جماعت سے تھے، قلبِ سلیم رکھتے تھے۔ اپنی قوم اور اپنے والد سے توحید کے مسئلے پر مجادلہ کیا۔ بت پرستی سے سخت نفرت تھی۔ بتوں سے خطاب کر کے کہا: تم لوگ کھاتے کیوں نہیں؟ بولتے کیوں نہیں؟ پھر انہیں پاش پاش کر دیا۔ پھر لوگوں سے کہا کہ اللہ ہی تم لوگوں کا خالق بھی ہے اور اُن بتوں کا بھی، جو تم اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو۔ انہوں نے آپؑ کو آگ میں ڈالنے کا فیصلہ کیا، لیکن وہ اپنی سازشوں میں ناکام ہوئے۔ آپؑ نے صالح اولاد کی دعا کی، جو قبول ہوئی۔

(c) ﴿حضرت اسمٰعیلؑ﴾ (آیات: 101 تا 111)۔ والد کی دعا کے نتیجے میں پیدا ہوئے، نہایت حلیم تھے۔ والد نے خواب دیکھا کہ وہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ فرمانبردار بیٹے نے کہا کہ آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اُس پر عمل کر ڈالیے۔ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ اس طرح باپ اور بیٹے نے اللہ کی مرضی کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ یہ ایک بڑی آزمائش تھی۔ جس میں پورا اترنے پر اللہ تعالیٰ نے

جانور کی قربانی متبادل پیش کی اور یہ رسم باقی رکھی۔

(d) ﴿حضرت اسحٰقؑ﴾ (آیات: 112 تا 113)۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کو دوسرے بیٹے کی بشارت دی گئی۔ آپؑ بھی صالح تھے۔ آپ پر اور آپ کی نسل پر برکات نازل ہوئیں، لیکن ان میں کچھ محسن ہیں اور کچھ ظالم۔

(e) ﴿حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ﴾ (آیات: 114 تا 122)۔ ان دونوں پر بھی اللہ نے احسان کیا۔ ان دونوں کو بھی کرب عظیم سے نجات دی۔ روشن کتاب توراۃ عطا فرمائی۔ سیدھا راستہ دکھایا۔ آپؑ کے طریقے پر ایک گروہ قائم رہا۔

(f) ﴿حضرت الیاسؑ﴾ (آیات: 123 تا 132)۔ آپؑ کی قوم ﴿بعل﴾ نامی بت کی پوجا کرتی تھی۔ آپؑ نے توحید کی دعوت دی۔ آپؑ نے قوم سے بحث کی کہ آپ لوگ ﴿أحسنُ الخَالِقِين﴾ کو چھوڑ کر اس بت کی پوجا کر رہے ہیں؟ اللہ ہی آپ کا اور آپ کے آباء واجداد کا رب ہے، لیکن انہوں نے حضرت الیاسؑ کو جھٹلایا۔

(g) ﴿حضرت لوطؑ﴾ (آیات: 133 تا 138)۔ آپؑ بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اور آپؑ کے پیروکاروں کو بچالیا، سوائے بیوی کے۔ بقیہ لوگ ہلاک کیے گئے۔ اس ہلاک شدہ بستی پر لوگ صبح وشام گذرتے ہیں۔ انہیں نصیحت اور عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بدکاروں کو کیسی سزا دیتا ہے؟

(h) ﴿حضرت یونسؑ﴾ (آیات: 139 تا 148)۔ آپؑ بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ اپنی بستی چھوڑ کر ایک بھری کشتی کی طرف بھاگے۔ قرعہ آپ کے نام کا نکلا اور سمندر میں پھینکے گئے اور مچھلی نے نگل لیا۔ سزاوار ملامت تھے، لیکن انہوں نے وہاں اللہ کی بے عیبی (اور اپنی غلطی) کا اعتراف کیا، ورنہ وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ انہیں ایک خشک ساحل پر مچھلی نے اگل دیا۔ وہ نڈھال تھے۔ ان پر ایک بیل دار پودا اگادیا گیا پھر انہیں ایک لاکھ بلکہ اُس سے بھی زیادہ لوگوں کی بستی کی طرف مبعوث کیا گیا۔ وہ لوگ ایمان لے آئے تو انہیں مہلت عمل عطا کی گئی۔

3- آیات 149 تا 166: تیسرے پیراگراف میں بھی ﴿فرشتوں کی الوہیت﴾ کی تردید کی گئی۔

پہلے پیراگراف کا اعادہ ہے، جس میں توحید کے اثبات کے لیے، فرشتوں کی گواہی پیش کی گئی تھی۔

مشرکین مکہ نہ صرف فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، بلکہ اللہ اور جنات کے درمیان بھی نسبی رشتہ جوڑتے تھے۔ چنانچہ یہاں فرشتوں کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ اللہ کے حضور صف بستہ ہوکر خدمت انجام دیتے ہیں اور اس کی تسبیح یعنی بے عیبی کا اعتراف کرتے رہتے ہیں اور جنات کو خود بھی پتہ ہے کہ اُن کے شیاطین، اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

4- آیات 167 تا 179: چوتھے پیراگراف میں، رسول کریم ﷺ کو تسلی دے کر ہدایات اور بشارتیں دی گئیں اور ﴿کفار کو دھمکی﴾

مشرکین پہلے تو یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے پاس بھی تعلیم آتی تو ہم مخلص بندے بن جاتے، لیکن رسول اللہ ﷺ کے آنے کے بعد انہوں نے انکار کر دیا۔ اب اللہ کی سنت یہی ہے کہ وہ رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ اللہ کے لشکر ہی غالب رہتے ہیں۔ ان حالات میں رسول اللہؐ کو کچھ

دن کے لیے ان سے اعراض کرنا چاہیے۔ آپ انہیں دیکھتے رہیے، وہ بھی دیکھیں گے۔ جس عذاب کے لیے یہ جلدی کر رہے ہیں، وہ ان کے صحنوں میں اترے گا۔ یہ ایک بہت بری صبح ہوگی۔

5- آیات 180 تا 182: پانچویں اور آخری پیراگراف میں، خالص توحید کی وضاحت، شرک کی تردید اور رسولوں کی خدمات پر خراجِ تحسین ہے۔

یہ آخری تین آیات ہیں۔ اللہ کی عزت واقتدار میں کوئی شریک نہیں۔
وہ بے عیب ذات اُن تمام غلط اور منفی صفات سے پاک ہے جو اُس کی ذات سے منسوب کی جاتی ہیں۔ ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ تمام رسولوں کی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ ان کے لیے سلامتی ہے۔ ﴿وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ہلاکت اور بربادی تو رسولوں کے مخالفین کا مقدر ہوگی۔ شکر کا سزاوار، صرف اللہ ہے، جو تمام جہانوں کا نظام چلا رہا ہے۔ ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ یہی مضمون سورۃ النمل کی آیت:59 میں بھی بیان ہوا ہے، لیکن وہ اس سورت کا مرکزی مضمون نہیں ہے۔

مرکزی مضمون

فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں، بلکہ صف بستہ خادم و تسبیح خواں ہیں۔ جنات بھی اُلوہیت میں شریک نہیں ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ تمام انبیاءؑ اور رسولوں کی تعلیمات پر توجہ سے غور کرے۔ انبیاءؑ ﴿مخلَص﴾، ﴿مؤمن﴾ اور ﴿محسن﴾ اللہ کے نیک اور وفادار بندے ہوتے ہیں۔ صحیح عقیدۂ توحید اور انسانوں کی اصلاح کے سلسلے میں ان کی عظیم الشان خدمات ہیں۔ یہ سلامت رہتے ہیں اور ان کے مخالفین کے لیے بربادی ہے۔ لہٰذا خالص عقیدۂ توحید اختیار کرنے ہی میں انسان کی نجات ہے۔

FLOW CHART

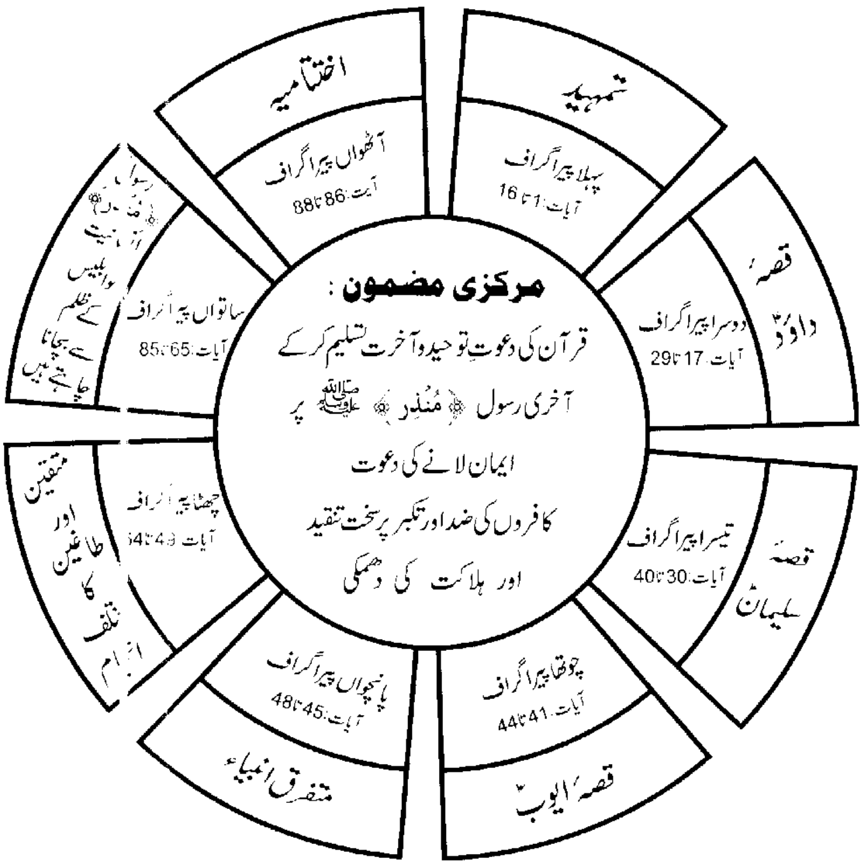
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

38- سُوْرَةُ صٓ

آیات : 88 ...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 8



● **زمانۂ نزول:**

غالباً دس نبوی میں نازل ہوئی، جب ابوطالب مرضِ وفات میں مبتلا تھے اور جب آپ ﷺ کو ﴿سَاحِرٌ كَذَّابٌ﴾ کہا جا رہا تھا۔

مشرکینِ مکہ سخت استکبار اور ضد ﴿عِزَّةٍ وَ شِقَاقٍ﴾ میں مبتلا تھے اور قرآن کی دعوت کی تکذیب کر رہے تھے۔

سورۂ ص کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الصّٰفّٰت﴾ میں حضرات نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ وہارونؑ، الیاسؑ، لوطؑ اور یونسؑ کی خدمات توحید اور اُن کے اعلیٰ کردار کی تصویریں تھیں۔ یہاں سورۃ ﴿ص﴾ میں حضرت داودؑ سلیمانؑ اور ایوبؑ کی ﴿اَوَّاب﴾ اور چند دیگر انبیاء کی خدمات توحید اور اُن کے اعلیٰ کردار کا تذکرہ ہے۔

2- اگلی سورۃ ﴿الزمر﴾ میں توحید کی تفصیل بیان کر کے خالص توحید اختیار کرنے کی دعوت دی گئی۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿ص﴾ میں قرآن کا تعارف، اس کی دعوت اور قبولیت پر اجر وثواب کا بیان:

سورۃ ﴿ص﴾ میں قرآن کا تعارف ہے، اس پر غور کرنے کی دعوت اور قبولیت پر اجر وثواب کا ذکر ہے۔

(a) قرآن ایک کتابِ نصیحت ہے۔ خود اس کو بطورِ دلیل پیش کیا گیا ہے۔ ﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ﴾ (آیت:1)

(b) قرآن ایک ایسی کتابِ نصیحت ہے، جو تمام جہان والوں کے لیے اتمامِ حجت ہے۔ ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (آیت:87)

(c) قرآن ایک ایسی نصیحت ہے، جو اپنے ماننے والوں اور اُس کے احکام پر عمل کرنے والوں کے لیے بہترین انجام کی ضامن ہے۔
﴿هٰذَا ذِكْرٌ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ (آیت:49)

(d) قرآن ایک بابرکت اور فیض رساں کتاب ہے، ہر عقل مند کو اس میں تفکر اور تدبر سے کام لے کر نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔
﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (آیت:29)

2- سورۃ ﴿ص﴾ میں مشرکین مکہ کے رویوں پر روشنی ڈالی گئی۔

(a) مشرکین مکہ حیرت میں تھے کہ کیا کئی خداؤں کے بجائے، محمد ﷺ نے صرف ایک خدا بنالیا ہے؟
﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ﴾ (آیت:5)

(b) مشرکین مکہ کو اس بات پر بھی حیرت تھی کہ ہمارے درمیان میں سے آخر کیوں صرف محمد ﷺ پر قرآن نازل کیا گیا۔ پھر وہ شک میں پڑ گئے۔ ﴿ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ﴾ (آیت:8)

(c) مکہ کے مشرک سرداروں نے ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے ﴿اٰلِهَة﴾ خداؤں پر جمے رہنے کا عزم کیا۔
﴿اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ﴾ (آیت:6)

(d) مشرکین مکہ کو بتادیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ تو ﴿مُنْذِرٌ﴾ صرف خبردار کرنے والے ہیں۔ خدائے واحد کے علاوہ کوئی اور ﴿اله﴾ خدا نہیں۔ ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ (آیت:65)

(e) رسول کریم ﷺ کو عالم بالا کی کچھ خبر نہ تھی، مگر جب وحی کی گئی تو علم ہوا کہ آپ ﷺ کو ﴿نَذِيْرٌ﴾ صاف خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ﴿اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ (آیت:70)

(f) مشرکین مکہ کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ قرآن کو سمجھنا نہیں چاہتے بلکہ غرور، ضد اور ہٹ دھرمی میں مبتلا ہیں۔ ﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ﴾ (آیت:2)

(g) مشرکین مکہ کو تاریخ سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا کہ ﴿تکذیب﴾ یعنی جھٹلانے میں وہ پہلے نہیں ہیں، بلکہ ان سے پہلے قومِ نوحؑ، قومِ عادؑ، قومِ فرعون، قومِ ثمودؑ، قومِ لوطؑ اور اصحاب الایکہ بھی رسولوں کو جھٹلا چکے ہیں۔

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ﴾ (آیت:13)

(h) مشرکین کو دھمکی دی گئی کہ تاریخ پر غور کرو اللہ نے کتنی قوموں کو ہلاک کیا وہ چیخے اور چلائے لیکن جائے پناہ نہ ملی۔ ﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ﴾ (آیت:4)

3- سورۃ ﴿ص﴾ میں تین انبیاء کی ﴿اَوَّابیت﴾ کا ذکر:

اس سورۃ میں (تین رسولوں کی انابت) کا ذکر ہوا ہے۔ حضرت داودؑ، حضرت سلیمانؑ اور حضرت ایوبؑ تینوں ﴿اَوَّاب﴾ تھے۔

(a) حضرت داودؑ اللہ کے وفادار بندے بھی تھے۔ صاحبِ اقتدار بھی تھے، لیکن ﴿اَوَّاب﴾ بھی تھے۔ اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کیا کرتے۔ ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ (آیت:17)

(b) حضرت سلیمانؑ اللہ کے وفادار بندے بھی تھے۔ صاحبِ اقتدار بھی تھے، لیکن ﴿اَوَّاب﴾ بھی تھے۔ اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کیا کرتے۔ ﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ (آیت:30)

(c) حضرت ایوبؑ بھی اللہ کے وفادار بندے بھی تھے۔ نہایت صابر اور ﴿اَوَّاب﴾ بھی تھے۔ اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کیا کرتے۔ ﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ (آیت:44)

4- اس سورۃ میں حضرت داودؑ اور حضرت سلیمانؑ کے استغفار کا ذکر:

اس سورت میں دونبیوں حضرت داودؑ اور حضرت سلیمانؑ کے استغفار کا ذکر کیا گیا۔

(a) حضرت داودؑ نے بھی اللہ تعالی سے ﴿استغفار﴾ کیا۔ اللہ کے آگے جھک پڑے اور اللہ کی انابت اختیار کی۔ ﴿فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ﴾ (آیت:24)

(b) حضرت سلیمانؑ نے بھی اللہ سے ﴿استغفار﴾ کیا اور دعا کی کہ انہیں ایسی سلطنت عطا کی جائے جو صرف انہی کے لیے زیبا ہو۔
﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّن بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ﴾ (آیت:35)

5- سورۃ ص میں ﴿متقین﴾ اور ﴿طاغین﴾ کے انجام کا تقابل:

بتایا گیا ہے کہ قرآن کے قدر دان ﴿متقین﴾ اور اُس کے منکر ﴿طاغین﴾ کا انجام مختلف ہو گا۔
(a) قرآن ایک کتابِ نصیحت ہے۔ جو شخص قرآن کے مطابق بچ بچ کر زندگی گزارتا ہے اُس کے لیے بہترین ٹھکانا ہو گا۔
﴿هَٰذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ﴾ (آیت:49)
(b) جو شخص قرآنی نصیحت کو نظر انداز کر کے تقویٰ ترک کر کے باغی اور سرکش بن کر زندگی گزارتا ہے، اُس کے لیے بدترین ٹھکانا ہے۔ ﴿هَٰذَا وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ﴾ (آیت:55)

سورۃ ص کا نظمِ جلی

سورۃ ﴿ص﴾ آٹھ (8) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔ پہلے، چھٹے اور آخری پیراگراف میں قرآن کی دعوت ہے۔ دوسرے، تیسرے، چوتھے اور پانچویں پیراگراف میں مختلف انبیاء کی دعوت کی تاریخ ہے۔ ساتویں پیراگراف میں بتایا گیا کہ آخری رسول محمد ﷺ کی دعوت کی راہ میں ابلیس رکاوٹ ہے۔

1- آیات 1 تا 6: پہلے پیراگراف میں تمہید ہے۔ قرآن کتابِ نصیحت ہے۔ محمد ﷺ کو جھٹلانے والے ہلاک ہوں گے۔

قرآن کی حقانیت پر اس کے ﴿ذِي الذِّكْرِ﴾ ہونے سے دلیل و شہادت پیش کر کے مشرکین مکہ کی ضد، ہٹ دھرمی اور تکبر پر انہیں ہلاکت کی دھمکی دی گئی ہے۔ قریش کے سردار کہتے تھے کہ اپنے خداؤں پر جمے اور ڈٹے رہو۔ یہ شک میں مبتلا تھے۔ انہوں نے رسول اللہ پر الزامات عائد کیے کہ آپ ﷺ ﴿سَاحِرٌ كَذَّابٌ﴾ ایک جادوگر اور اونچے درجے کے جھوٹے ہیں۔ ان کے تکبر کی تحقیر کی گئی اور پوچھا گیا کہ کیا ان کے پاس اللہ کی بادشاہی اور اس کی رحمت کے خزانے ہیں۔ یہ شکست کھائیں گے۔ ان کے رویے پچھلی چھ قوموں ہی کی طرح ہیں، جن پر اللہ کا عذاب آکر رہا۔ یہ بھی عذاب کے منتظر ہیں۔

2- آیات 17 تا 29: دوسرے پیراگراف میں حضرت داودؑ کی زندگی سے استدلال کیا گیا ہے کہ دعوتِ قرآن برحق ہے۔

(a) رسول اللہ ﷺ کو جادو اور جھوٹ کے الزامات پر صبر کر کے حضرت داودؑ کا قصہ سنانے کا حکم دیا گیا، جن کے لیے پہاڑ اور پرندے مسخر کیے گئے تھے۔ جو ان کے ساتھ اللہ کی حمد و ثناء کرتے۔ جنہیں نہ صرف حکومت بلکہ حکمت اور معاملہ فہمی بھی عطا کی گئی تھی۔ یہ ﴿أَوَّابٌ﴾ تھے۔ ان کے پاس فرشتوں کو امتحان کے لیے بھیجا گیا تھا۔ انہیں بعد میں پتہ چلا کہ ان کی آزمائش

ہو رہی ہے۔ انہوں نے اللہ سے مغفرت طلب کی۔ اللہ کے ہاں ان کو تقرب حاصل ہے۔

(b) حکومت اور عدل: حضرت داودؑ کو خلیفہ بنا کر حکومت دی گئی۔ عدل سے کام لینے کا حکم دیا گیا۔ عدل کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خواہشات نفس ہوتی ہیں، جو گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔ گمراہوں کے لیے عذاب ہو گا۔

(c) یہ کائنات بے مقصد نہیں پیدا کی گئی۔ یہ دارِ امتحان ہے۔ انکار کرنے والوں کے لیے دوزخ ہے۔

(d) ﴿فُجَّار مُفسِدِین﴾ اور ﴿مُتّقِین مُؤمِنِین﴾ کا انجام مختلف ہو گا۔ جنت اور دوزخ کی جزاء و سزاء دلانا ہے۔

(e) قرآن ایک بابرکت کتاب ہے۔ عقل مندوں ﴿أُولُو الالباب﴾ کو قرآن پر تدبر و تذکر کرنے کا حکم دیا گیا۔

3- آیات 36 تا 40: تیسرے پیراگراف میں حضرت سلیمانؑ کی زندگی سے استدلال کیا گیا ہے کہ دعوت قرآن برحق ہے۔

حضرت سلیمانؑ حضرت داودؑ کے بیٹے تھے۔ یہ بھی ﴿اَوّاب﴾ تھے۔ انہیں بھی حکومت عطا کی گئی تھی۔ شام کے وقت ان کے سامنے گھوڑے پیش کیے گئے۔ ان کے معائنے میں اس قدر منہمک ہوئے کہ اللہ کے ذکر (نماز) سے رہ گئے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ آپؑ کو بہت افسوس ہوا، چنانچہ آپؑ نے ان گھوڑوں کو ذبح کر دیا۔ پھر انہیں اللہ نے آزمایا۔ انہوں نے استغفار کیا۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور انہیں ایک عظیم الشان حکومت عطا کی گئی۔ ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا گیا۔ جنات تابع کر دیے گئے۔ بعض جنات ماہر معمار تھے اور بعض غوطہ خور، جو ان کے لیے موتی لایا کرتے۔ بعض شیطان جنات کو انہوں نے زنجیروں میں جکڑ لیا تھا۔ حضرت سلیمانؑ بھی اللہ کے مقرب بندے تھے۔ ان کے لیے بھی بہترین ٹھکانا ہو گا۔

4- آیات 41 تا 44: چوتھے پیراگراف میں حضرت ایوبؑ کی زندگی سے استدلال کیا گیا ہے کہ اس راہ میں صبر و ثبات کا توشہ ضروری ہے۔

حضرت ایوبؑ بھی اللہ کے ایک صابر نبی تھے۔ یہ بھی ﴿اَوّاب﴾ تھے۔ ان کی دولت اور صحت چھن گئی۔ انہوں نے دعا کی کہ شیطان نے مجھے سخت تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اللہ نے حکم دیا کہ زمین پر پیر مارو، چشمہ پھوٹے گا۔ اس سے نہانا اور پینا۔ چنانچہ اس معجزے سے وہ ٹھیک ہو گئے۔ انہیں ان کے اہل و عیال اور ان کا فضل عطا کیا گیا۔ عقل مندوں کو اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرنا چاہیے۔ انہوں نے قسم کھائی تھی۔ اس کے کفارے کے لیے انہیں تنکوں کا ایک گٹھالے کر مارنے کا حکم دیا گیا۔ یہ بہت صابر، وفادار اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

5- آیات 45 تا 48: پانچویں پیراگراف میں چند پیغمبروں کی خدمات سے استدلال کیا گیا ہے کہ دعوت اسلام برحق ہے۔

تین پیغمبروں کے تفصیلی ذکر کے بعد مندرجہ ذیل چھ پیغمبروں کا اجمالی ذکر کیا گیا کہ یہ بھی اللہ کے چیدہ اور منتخب بندے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ، اسمٰعیلؑ، الیسعؑ، ذوالکفلؑ سبھی انبیاء ﴿مخلص﴾ اور ﴿اخیار﴾ تھے۔

6- آیات 49 تا 64 : چھٹے پیراگراف میں قرآن کی دعوت کو قبول کرنے کا مشورہ دیا گیا۔

پہلے اور آخری پیراگراف کی طرح چھٹے پیراگراف میں بھی قرآن کی دعوت کا ذکر ہے۔ قرآن کی دعوت کی قبولیت اور انکار کا مختلف انجام واضح کر دیا گیا۔

(a) قرآن ایک ﴿ذِکر﴾ نصیحت ہے۔ اسے مان کر بچ بچ کر چلنے والے ﴿مُتقین﴾ کے لیے بہترین ٹھکانا ہو گا۔ باغات، میوے، شراب باحیاء حوریں اور نہ ختم ہونے والا رزق۔

(b) قرآن کی دعوت کو مسترد کرنے والے سرکش ﴿طاغین﴾ کا انجام بہت برا ہو گا، ان کے لیے کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہو گا۔ دوزخیوں کو حیرت ہوگی کہ یہاں ہم اُن لوگوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں، جنہیں ہم اَشرار سمجھتے تھے اور جن کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

7- آیات 65 تا 85 : ساتویں پیراگراف میں قبولیتِ حق کی راہ کی رکاوٹوں کا تذکرہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ﴿مُنذِر﴾ خبردار کرنے والے ہیں۔ ان کی دعوت قبول کرلو کہ اللہ صرف ایک ہے۔

قبولِ حق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ابلیس ہے۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن اپنے تکبر کی وجہ سے وہ کافر ہو گیا۔ اُس کا غرور یہ تھا کہ وہ حضرت آدمؑ کو مٹی کی تخلیق اور خود کو آگ کی تخلیق قرار دیتا ہے۔ اُس پر روزِ قیامت تک لعنت ہے۔ اُس نے اللہ سے روزِ قیامت تک کے لیے مہلت طلب کی۔ اُسے یہ مہلت عطا کر دی گئی۔ اُس نے اللہ کی عزت واقتدار کی قسم کھا کر کہا کہ میں لوگوں کو گمراہ کروں گا۔ ہاں اللہ کے مخلص بندے اس کے دام میں گرفتار نہیں ہو سکیں گے۔

اللہ نے فرمایا کہ اے ابلیس! میں تیری اور اُن لوگوں کی ذرّیت میں سے تیری پیروی کرنے والوں کو دوزخ میں داخل کر کے رہوں گا۔

8- آیات 86 تا 88 : آٹھویں اور آخری پیراگراف میں قرآن کی دعوت ہے۔ مومنین کے لیے بشارت اور کافرین کے لیے دھمکی ہے۔

آخری پیراگراف میں یعنی پہلے پیراگراف کی دعوت کا اعادہ ہے۔

کافرین پر واضح کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعوت میں مخلص ہیں۔ لوگوں سے کسی اجر کے طالب نہیں ہیں اور نہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں، جو تصنع اور تکلف سے کام لیتے ہیں۔ قرآن ایک ایسی نصیحت ہے، جو سارے جہان والوں کے لیے حجت ہے۔

آخری آیت میں مشرکین مکہ کو دھمکی دی گئی کہ چند سالوں میں واضح ہو جائے گا کہ کون کامیاب ہو گا اور کس کے مقدر میں ہزیمت اور شکست ہے۔ یہ مسلمانوں کے لیے فتح کی بشارت اور کافروں کے لیے ہلاکت کی دھمکی ہے۔

مرکزی مضمون

قرآن سارے جہان والوں کے لیے ایک کتابِ نصیحت ہے۔ حضرات داودؑ، سلیمانؑ اور ایوبؑ وغیرہ کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے نبی اور ﴿مُنذِر﴾ ہیں۔ کافر محض ضد اور تکبر کی وجہ سے قرآن کا انکار کر رہے ہیں۔ ان کے لیے ہلاکت ہے۔

FLOW CHART

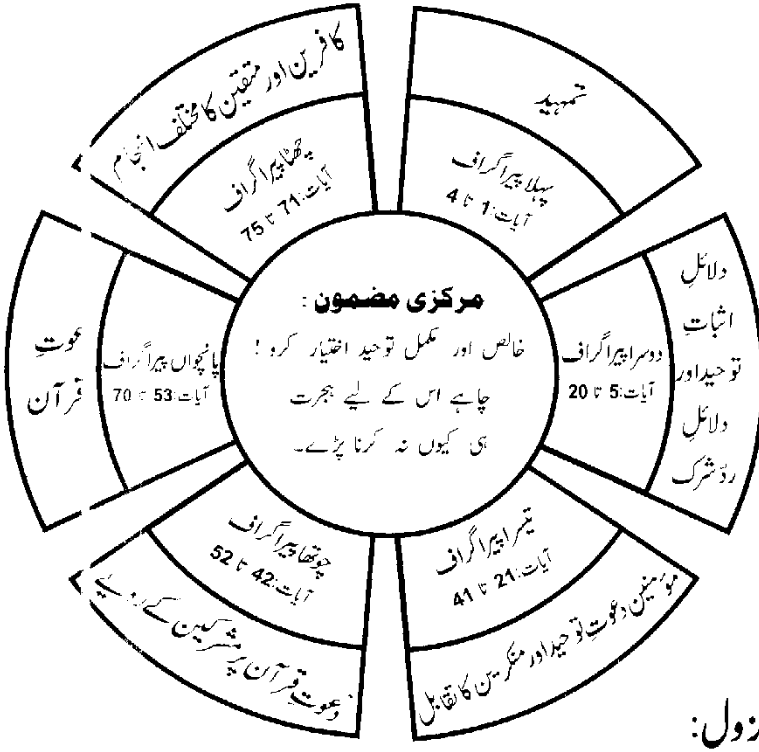
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

39- سُورَۃُ الزُّمَر

آیات :75 ...... مَکِّیَّۃ''...... پیراگراف : 6



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿الزُّمَر﴾ سورت ﴿الکھف﴾ اور اعلانِ عام کے بعد، ہجرت حبشہ (رجب 5 ن ی) سے پہلے، غالباً 5 نبوی کے اوائل میں نازل ہوئی، جب قرآن کی دعوت توحید کا چرچا گھر گھر عام ہو چکا تھا ورمشرکینِ مکہ کے خود ساختہ عقیدۂ شفاعت اور بتوں کی پوجا کے ذریعے تقرب الٰہی حاصل کرنے کے عقیدے پر اصرار کیا جارہا تھا۔ ظلم کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا۔

یہ وہی زمانہ تھا، جب سورت ﴿العنکبوت﴾ اور سورت ﴿الرُّوم﴾ کا نزول ہوا۔ سورت ﴿الزُّمَر﴾ کی آیت نمبر 10 میں بھی سورت ﴿العنکبوت﴾ کی آیت:56 کی طرح ہجرت حبشہ کا اشارہ موجود ہے ﴿ وَاَرضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃ''﴾۔

خصوصیات

1- سورۃ ﴿الزُّمَر﴾ ۔ ے میں ﴿الَّذِینَ کَفَرُوا﴾ اور ﴿کافِرِین﴾ کے مقابلے میں ﴿الَّذِینَ اتَّقَوا﴾ اور ﴿مُتَّقِین﴾ کے الفاظ بار بار استعمال کیے ۔ ئے ہیں، کیونکہ اس سورت میں ان کے درمیان تقابل اور موازنہ پایا جاتا ہے۔

2- اس سورۃ میں، سوا ۔ یہ اسلوب کے ذریعے مشرکین مکہ کے ضمیر کو جھنجوڑا گیا ہے، چنانچہ ﴿اَمَّن﴾ آیت: 8 اور ﴿اَفَمَن﴾ آیات 22 اور 24 کے الفا ۔ سے شروع ہونے والی آیتوں میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔

سورۃُ الزُّمَر کے فضائل

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں: ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَنَامُ عَلَى فِرَاشِهِ حَتَّى يَقْرَأَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالزُّمَرَ﴾
''رسول اللہ ﷺ سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الزمر کی تلاوت کے بغیر بستر پر نہیں لیٹتے تھے۔''

(سنن ترمذی: کتاب فضائلِ قرآن، حدیث 2,920، حسن غریب)

سورۃُ الزُّمَر کا کتابی ربط

1- پچھلی سورتوں میں حضرات داودؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ وغیرہ کے حوالے سے تاریخی دلائل تھے۔ یہاں ﴿الزُّمَر﴾ میں طاغوت سے اجتناب کرتے ہو ۔ ئے، آفاقی اور انفسی دلیلوں کی روشنی میں، توحیدِ خالص کا مطالبہ اور ردِّ شرک ہے۔

2- سورۃ ﴿یٰس﴾ ایک جلالی سورت تھی، جس میں مشرکین کو اللہ کے اختیارات سمجھائے گئے تھے۔ اس کے بعد سورۃ ﴿الصّٰفّٰت﴾ میں فرشتوں اور جنات کی اُلوہیت کی تردید اور اللہ کے منتخب برگزیدہ انبیاء کی توحیدی خدمات کا ذکر تھا۔
پچھلی سورۃ ﴿ص﴾ میں مشرکین کی ضد اور تکبر کا تذکرہ تھا۔ یہاں سورۃ ﴿الزُّمر﴾ میں خالص توحید اختیار کرنے کا مطالبہ ہے اور اس راہ میں ہجرت کی ترغیب ہے۔

3- سورۃ ﴿الصّٰفّٰت﴾ میں کئی مرتبہ انبیاء کو ﴿مُخلَصِین﴾ کہا گیا تھا، جو توحید اور اُس کی دعوت کے لیے خالص کر لیے گئے تھے۔ یہاں ﴿الزُّمَر﴾ میں اُن کی خالص دعوت مان کر ﴿خالص توحید﴾ کا مطالبہ ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الزُّمَر﴾ میں قرآن مجید کا تعارف:

سورۃ ﴿الزُّمَر﴾ میں قرآن مجید کا تعارف ہے کہ یہ اللہ کی تنزیل ہے، سراسر حق ہے، کجی اور ٹیڑھ سے پاک ہے، بہترین اور پُرتاثیر کلام ہے، اس کا مطالبہ اور آمیزش کے بغیر صرف ایک خدا ﴿اللہ﴾ ہی کی عبادت واطاعت کی جانی چاہیے۔

(a) قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے، جو زبردست غالب اور حکیم اللہ کی طرف سے بتدریج نازل کی گئی ہے۔
﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ (آیت:1)

(b) قرآن مجید سراسر حق ہے۔ جو اس کی ہدایت قبول کرے گا وہ خود فائدے میں رہے گا، گمراہ ہونے والے کے لیے نبیؐ محافظ نہیں ہو سکتے۔ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾ (آیت:41)

(c) قرآن مجید ہر قسم کے ٹیڑھ سے پاک ہے۔ اسے عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے، تاکہ لوگ گناہوں سے بچ جائیں۔
﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ (آیت:28)

(d) قرآن مجید بہترین کلام ﴿اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ ہے۔ اس کے مضامین بار بار دہرائے گئے ہیں۔ اسے سن کر اور پڑھ کر اہلِ خشیت کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ ایسی ہدایت ہے کہ اس سے لوگوں کے دل نرم پڑ جاتے ہیں۔
﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ﴾ (آیت:23)

(e) قرآن مجید میں مختلف قسم کی مثالوں سے لوگوں کو سمجھایا گیا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ (آیت: 27)
﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

(f) قرآن مجید کو سراسر حق کے ساتھ نازل کیا گیا ہے، لہٰذا ملاوٹ اور آمیزش کے بغیر اللہ کی خالص عبادت اور اطاعت کی جانی چاہیے۔ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ (آیت:2)

2- سورۃ ﴿الزُّمَر﴾ میں قرآن مجید کی دعوت کے نکات:

اس سورت میں قرآن کی دعوت کو مندرجہ ذیل نکات میں پیش کیا گیا ہے۔

(a) اللہ کی ملاوٹ اور آمیزش کے بغیر خالص عبادت اور اطاعت کی دعوت دی جارہی ہے۔
﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ ”دین کو اللہ ہی کے لیے خالص کرتے ہوئے اللہ ہی کی عبادت کرو۔“ (آیت:2)

(b) اللہ کی طرف ﴿انابت﴾ یعنی رجوع کرنے اور ﴿اسلام﴾ کی یعنی اس کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کی دعوت دی جارہی ہے۔
﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ﴾ (آیت:54)

(c) حکم دیا گیا کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کی جائے اور اُسی کا ﴿شکر﴾ ادا کیا جائے۔
غیر اللہ کی عبادت کرنے والے ﴿ناشکرے﴾ ہوتے ہیں۔ ﴿بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ (آیت:66)

(d) قرآن مجید کی غلط تاویل و تفسیر کرنے کے بجائے، اُس کے بہترین پہلوؤں کی پیروی کی دعوت دی جارہی ہے۔

یہی مضمون آیت 18 میں بھی بیان کیا گیا۔ ﴿وَاتَّبِعُوٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (آیت:55)

﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ﴾ (آیت:18)

3- سورۃ ﴿الزُّمَر﴾ میں لفظ ﴿خالِص﴾ کے استعمال کی معنویت:

سورۃ الزمر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بار بار ﴿خالص﴾ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور خالص عبادت کی دعوت دی گئی۔

(a) لوگوں کو خبردار کیا گیا۔ اللہ کے لیے ملاوٹ اور آمیزش سے پاک خالص عبادت اور اطاعت ہی زیبا ہے۔

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ (آیت:3)

(b) رسول اللہ ﷺ کی زبان سے کہلوایا گیا کہ مجھے بھی آمیزش اور ملاوٹ سے پاک خالص عبادت اور اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ (آیت:11)

(c) قرآن سراسر حق ہے، اس لیے اللہ کی غلامی اور اطاعت بھی خالص ہونی چاہیے۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ (آیت:2)

4- سورۃ ﴿الزُّمَر﴾ میں ﴿خالص توحید﴾ اختیار کرنے کا مطالبہ:

(a) توحیدِ ذات کا مطالبہ: اللہ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ وہ بے عیب ہستی ہے۔ وہ واحد اور غالب ہستی ہے۔

﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ (آیت:4)

(b) توحید کی انفسی دلیل: انسان کو آدم اور حوا سے پیدا کیا گیا۔ پھر ماؤں کے پیٹ میں تین پردوں کے اندر تخلیق کی گئی۔ یہی انسانوں کا پالنے والا ﴿رب﴾ ہے۔ اُسی کی فرماں روائی ہے۔ لہٰذا اُس کے علاوہ کوئی اور ﴿الٰہ﴾ نہیں ہو سکتا ہے۔

﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ (آیت:6)

(c) مشرکین کی نفسیات: مشرکین کے دل خدائے واحد کے ذکر سے تنگی محسوس کرتے ہیں، لیکن اُس کے ساتھ دوسرے خداؤں کا ذکر کیا جائے تو خوش دل اور فرحاں ہو جاتے ہیں۔ (آیت:45)

﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾

5- سورۃ ﴿الزُّمَر﴾ میں ﴿توحیدِ عبادت﴾ کی دعوت:

اس سورت میں بار بار توحیدِ عبادت کی دعوت دی گئی ہے۔

(a) مشرکین کو دھمکی دی گئی کہ تم اپنی آزادی اختیار کو جس طرح چاہے استعمال کرو، لیکن میں تو صرف ایک، خدا ہی کی خالص بندگی کروں گا۔ ﴿قُلِ اللّٰهَ اَعۡبُدُ مُخۡلِصًا لَّهٗ دِيۡنِىۡ o فَاعۡبُدُوۡا مَا شِئۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ﴾ (آیت:15)

(b) توحیدِ کامل: جو لوگ پہلے طاغوت کی اطاعت سے بچتے ہیں اور پھر اللہ کی طرف اِنابت اختیار کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے بشارت ہے۔ ﴿وَالَّذِيۡنَ اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوۡتَ اَنۡ يَّعۡبُدُوۡهَا وَاَنَابُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الۡبُشۡرٰى فَبَشِّرۡ عِبَادِ﴾ (آیت:17)

(c) مشرکین ﴿مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾ سے ڈراتے ہیں، لیکن انسان کی حفاظت کے لیے اللہ کافی ہے۔

﴿اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوۡنَكَ بِالَّذِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ﴾ (آیت:36)

(d) رسول اللہ ﷺ کی زبان سے کہلوایا گیا کہ اے جاہلو! کیا تم مجھے ﴿غَيۡرَ اللّٰهِ﴾ کی عبادت کا حکم دیتے ہو؟

﴿قُلۡ اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ تَاۡمُرُوۡٓنِّىۡۤ اَعۡبُدُ اَيُّهَا الۡجٰهِلُوۡنَ﴾ (آیت:64)

6- سورۃ ﴿الزُّمَر﴾ میں ﴿يٰعِبَادِ﴾ کے الفاظ سے مخلوق کے ساتھ دردمندی کا اظہار:

اس سورۃ میں ﴿يٰعِبَادِ﴾ کے الفاظ سے ایمان لانے والوں کو دعوتِ تقویٰ دی گئی ہے اور جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے، ایسے گنہگاروں کو اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے کے بجائے، گناہوں پر توبہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور یہ خوشخبری سنائی گئی کہ اللہ چھوٹے بڑے سارے گناہ معاف کر سکتا ہے۔

(a) نو مسلموں سے کہا گیا کہ اگر وہ تقویٰ اختیار کریں گے تو اُن کے لیے بھلائیاں ہیں۔ ہجرت کرنے والے صابرین کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔ ﴿قُلۡ يٰعِبَادِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ؕ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ﴾ (آیت:10)

(b) اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

سچی توبہ، ایمان اور اسلام کے بعد نیک عمل انسان کو اللہ کی رحمت کا مستحق کر دیتا ہے۔ ﴿قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ﴾ (آیت:53)

7- سورۃ ﴿الزُّمَر﴾ میں مشرکینِ مکہ کی قیادت کے اوصاف کا بیان:

اس سورۃ میں مشرکینِ مکہ کے اوصاف بیان کیے گئے کہ وہ کافر ہیں کیونکہ اُنہوں نے دعوت کو مسترد کر دیا ہے، جس کی اصل وجہ اُن کا غرور اور تکبر ہے۔ اُنہیں اپنی دولت پر ناز ہے۔ وہ قارون کی طرح یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں یہ سب کچھ ہمارے علم کی بنیاد پر عطا کیا گیا ہے۔ یہ اسلام کی دعوت کا مذاق اڑا رہے ہیں ﴿يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ﴾ (آیت:48)

(a) اللہ کی آیات کے آنے کے بعد اُن کو جھٹلانے سے اور ﴿تکبر﴾ کا مظاہرہ کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

﴿بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (آیت:59)

(b) اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے ﴿متکبر﴾ لوگوں کے چہرے روز قیامت سیاہ ہوں گے۔ (آیت:60)

﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾

(c) ﴿متکبرین﴾ کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ۔

﴿قِيْلَ ادْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ (آیت:72)

(d) سچائی کے آجانے کے بعد اس کو جھٹلانے والے کافرین دوزخ میں داخل ہوں گے۔

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ (آیت:32)

(e) امیر لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ انہیں یہ نعمتیں اپنے علم کی وجہ سے ملی ہیں۔ حالانکہ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہیں۔ ﴿فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ﴾ (آیت:49)

8- سورۃ ﴿الزُّمَر﴾ میں مشرکین مکہ کے شرک کی نوعیت کی وضاحت:

مشرکین مکہ اللہ کو مانتے تھے، لیکن اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ مرے ہوئے نیک لوگوں کے بت بنا کر ان کی پوجا کرتے تھے کہ ان کا وسیلہ ہمیں اللہ کا تقرب عطا کرے گا۔ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔

ان کا عقیدہ تھا کہ یہ ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ان کی سفارش کریں گے اور انہیں بچالیں گے۔

انہیں وہ اللہ کا ہمسر اور مدمقابل ﴿اَنْدَاد﴾ قرار دیتے تھے۔

(a) مشرکین مکہ کہتے تھے کہ ہم ان بتوں کی عبادت اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (آیت:3)

(b) مشرکین مکہ اللہ کو زمین آسمان کا خالق تسلیم کرتے تھے، لیکن اُلوہیت اور عبادت میں شرک کیا کرتے تھے۔ انہیں غور و فکر کی دعوت دی گئی کہ اگر اللہ نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے تو کیا ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ اس سے بچا سکتے ہیں اور اگر وہ رحمت کا ارادہ کرلے تو کیا یہ رحمت کو روک سکتے ہیں؟ ان سے صاف کہہ دیجیے کہ میرے لیے اللہ کافی ہے اور بھروسہ کرنے والے صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ (آیت:38)

(c) مشرکین سے پوچھا گیا کہ کیا ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ان کے شفیع ہوں گے؟ چاہے وہ نہ عقل رکھتے ہوں اور نہ اختیار۔

﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ﴾ (آیت:43)

(d) مشرکین سے کہا گیا کہ توحید فطرت کی آواز ہے۔ انسان کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو وہ منیب بن کر اللہ سے دعا کرتا ہے، لیکن نعمتوں کے حصول کے بعد توحید کو بھول کر اللہ کے ساتھ مدِّ مقابل ﴿اَنْدَاد﴾ شامل کر لیتا ہے۔ ﴿وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا﴾ (آیت:8)

(e) خود ساختہ شفاعت کا عقیدہ غلط ہے۔ شفاعت مشروط ہوگی۔ مشرکین کو صاف بتا دیا گیا کہ ہر انسان اپنا بوجھ خود اٹھائے گا۔ دوسرے نہیں۔ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ (آیت:7)

(f) شفاعت کے سلسلے میں صاف بتا دیا گیا کہ شفاعت تمام کی تمام اللہ کے ہاتھ میں ہے، جو زمین وآسمان کا بادشاہ ہے۔
﴿قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (آیت:44)

(g) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ناشکری سے ہرگز راضی نہیں ہوگا۔ البتہ اگر وہ شکر ادا کریں گے تو راضی ہو جائے گا۔
﴿وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ (آیت:7)

9- سورۃ ﴿الزُّمَر﴾ کا ایک خاص مضمون ﴿تقویٰ﴾ ہے۔

(a) ﴿تقویٰ﴾ اختیار کرنے کی دعوت دی گئی۔ اللہ تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے ڈراتا ہے، جہاں انسان کے اوپر اور نیچے آگ کے شعلے ہوں گے۔ (آیت:16)
﴿لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ يَا عِبَادِ فَاتَّقُونِ﴾

(b) جو لوگ سچائی کی تصدیق کریں گے وہی لوگ ﴿متقین﴾ ہیں۔
﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ (آیت:33)

(c) اپنے رب کا ﴿تقویٰ﴾ اختیار کرنے والوں کے لیے بالاخانے ہوں گے اور نہریں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ (آیت:20)
﴿لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَعْدَ اللَّهِ﴾

(d) ﴿تقویٰ﴾ اختیار کرنے والوں کو کامیابی عطا ہوگی۔ انہیں برے عذاب سے نجات ملے گی۔ انہیں کوئی رنج و ملال نہیں ہوگا۔
﴿وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (آیت:61)

(e) ﴿تقویٰ﴾ اختیار کرنے والے باجماعت جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ وہاں کے داروغہ اُن کا استقبال کریں گے۔ اُن پر سلامتی ہوگی۔ ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ﴾ (آیت:73)

10- سورۃ ﴿الزُّمَر﴾ میں ﴿أُولُوا الالباب﴾ کا لفظ تین مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

(a) ﴿أُولُوا الالباب﴾ عقل مندوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ علم والے اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے۔ آخرت سے ڈر کر اور اللہ کی رحمت کے اُمیدوار بن کر راتوں کو سجدہ اور قیام کرنے والے باکردار لوگ، آخرت سے بے خوف بدکردار لوگوں کے برابر نہیں ہوسکتے۔ جنت میں داخلے کے لیے علم اور عمل دونوں لازمی ہیں۔

﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (آیت:9)

(b) ﴿أُولُوا الالباب﴾ عقل مندوں کو آفاقی دلیل فراہم کی گئی کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے، جس سے زمین پر چشمے جاری ہو جاتے ہیں، ان سے مختلف رنگوں کے پودے اگائے جاتے ہیں، یہ لہلہاتے ہیں۔ پھر یہ فصل پیلی پڑ جاتی ہے پھر انہیں چورا چورا کر دیا جاتا ہے۔ انسانی زندگی کا بھی یہی حال ہے۔ اسے بھی موت تک بچپن اور جوانی کے مرحلوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ عقل مند لوگ آخرت کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی گذارتے ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (آیت:21)

(c) ﴿أُولُوا الالباب﴾ عقل مند وہ ہوتے ہیں، جو ہدایت کو توجہ سے سنتے ہیں، اور مثبت رویہ اختیار کرتے ہوئے اُس کے بہترین پہلوؤں کی پیروی کرتے ہیں۔ بری نیت سے قرآن کی غلط تفسیر و تاویل نہیں کرتے۔ ایسے ہی لوگوں کو اللہ کی ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (آیت:18)

سورۃُ الزُّمَر کا نظمِ جلی

سورۃ ﴿الزُّمَر﴾ چھ (۶) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 4: پہلا پیراگراف تمہیدی ہے۔ نزولِ قرآن کا مقصد خالص توحید کی دعوت اور شرک کی تردید ہے۔

قرآن کی تنزیل، عزیز و حکیم ہستی کی طرف سے ہوئی ہے۔ یہ سراسر حق ہے۔ لہٰذا ﴿دین﴾ کو خالص کرتے ہوئے، یعنی اللہ کی ﴿حاکمیت﴾ کو اور اپنی ﴿محکومیت﴾ کو خالص کرتے ہوئے، ہر قسم کے شرک سے بچتے ہوئے، کامل توحید کے ساتھ، توحیدِ خالقیت اور توحیدِ ربوبیت کے ساتھ ساتھ، توحیدِ الوہیت، توحیدِ عبودیت، توحیدِ حاکمیت، توحیدِ تشریع اور توحیدِ اسماء و صفات اختیار کرتے ہوئے، اللہ کی بندگی اختیار کرنا چاہیے۔

مشرکین مکہ مرے ہوئے نیک لوگوں کے بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ اس طرح ان کا وسیلہ پکڑنے سے اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (آیت:3) انہیں صاف بتادیا گیا کہ جو کافر اور ناشکرے ہوں انہیں ہدایت نہیں مل سکتی۔

توحیدِ ذات: اللہ کا کوئی بیٹا نہیں ہے، وہ بے عیب ہے، اکیلا اور سب پر غالب ہے۔ (آیت:4)

2- آیات 5 تا 20 : دوسرے پیراگراف میں دلائل توحید اور شرک کی تردید ہے۔

اللہ ہی زمین وآسمان کا خالق ہے۔ انسانوں کو تین اندھیروں یعنی تین پردوں سے (پیٹ، رحم، مشیمہ یعنی وہ جھلی، جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے) پیدا کیا گیا ہے۔ یہی ان کا ﴿رب﴾ ہے۔ اُسی کی بادشاہی ہے، اس کے علاوہ کوئی ﴿اِلٰہ﴾ نہیں ہے۔ اس آیت میں توحیدِ خالقیت اور دلائل ربوبیت سے، توحیدِ ربوبیت، توحید ملوکیت اور توحیدِ الوہیت پر استدلال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شکر کو پسند کرتا ہے اور ناشکری کو ناپسند۔ ہر آدمی اپنا بوجھ خود اٹھائے گا۔

انسانی نفسیات: انسان مصیبت اور تکلیف میں تو ایک خدا کو پکارتے ہوئے، توحید اختیار کرتا ہے لیکن نعمتوں پر بھول کر اللہ کے شریک ٹھہرا لیتا ہے۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ ﴿اُولُوا الْاَلْبَاب﴾ یعنی عقل مندوں کو سمجھایا گیا کہ لاعلم اور علم والے برابر نہیں ہوسکتے۔ باکردار اور بدکردار برابر نہیں ہوسکتے۔ باکردار لوگ توحید اختیار کرکے اللہ سے ڈرتے ہیں، اللہ کی رحمت کے اُمیدوار ہوتے ہیں اور راتوں کو اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

مکے کے نومسلم صحابہ کو صبر اور تقویٰ اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی۔ ظلم وستم کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا ہوجائے تو ہجرت کرنے کی ترغیب دی گئی کہ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ ﴿وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ﴾ رسول ﷺ کو ہدایت دی گئی کہ وہ اعلان کردیں کہ کوئی دوسرا خالص توحید اختیار کرے نہ کرے، اس کی پرواہ کیے بغیر وہ خود خالص توحید اختیار کریں مشرکین مکہ کو دوزخ کے عذاب سے ڈرایا گیا۔

﴿طاغوت﴾ سے بچ کر خالص توحید اور ﴿اِنابت﴾ اختیار کرنے والے بندوں کو خوشخبری دی گئی کہ وہ عقل مند ہیں اور اہل تقویٰ ہیں۔ ان کے لیے جنت میں اعلیٰ درجات ہیں۔ بالاخانے ہیں اور دیگر انعامات۔

3- آیات 21 تا 41 : تیسرے پیراگراف میں مومنینِ توحید اور منکرینِ توحید کے درمیان موازنہ ہے۔

عقل مندوں کو سمجھایا گیا کہ اللہ ہی آسمان سے پانی برساتا ہے، جس سے قسم قسم کے پودے اگتے ہیں، لیکن پھر یہ بھس بنادیے جاتے ہیں۔ انسان کو اللہ کی ربوبیت اور اپنی موت پر نظر رکھنا چاہیے۔

اسلام قبول کرنے والے اور دعوتِ اسلام رد کرنے والے برابر نہیں ہوسکتے۔ قبول کرنے والوں کے سینے، اللہ تعالیٰ کھول دیتا ہے، جبکہ پتھر سے زیادہ سخت دلوں پر قرآنِ مجید کی دعوت کا کوئی اثر نہیں ہوتا، ورنہ قرآن ایسا بہترین اور پرتاثیر کلام ہے کہ اس کو سن کر لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ لوگوں کے دل نرم ہوکر، ذکر الٰہی کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔

قرآن مجید میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا گیا ہے۔ یہ خالص عربی زبان میں نازل ہوا۔ اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ہے۔ مشرکین عرب سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس دعوت کو قبول کر کے اللہ کے غضب سے بچیں گے۔

توحید کی عقلی دلیل پیش کی گئی کہ ایک مالک کی ملازمت کرنے والا نوکر اور کئی آقاؤں کے درمیان پھنسا ہوا نوکر برابر نہیں ہو سکتے۔ توحید و شرک کے دلائل واضح کر دیے گئے ہیں۔ اسلام کی دعوت قبول کرنے والے اور رد کرنے والے دونوں مرنے کے بعد، اللہ کے پاس اپنا مقدمہ لیے حاضر ہوں گے۔

مشرکین مکہ کے سردار ﴿غیر اللہ﴾ سے ڈراتے ہیں، لیکن بندے کے لیے اللہ کافی ہے، جو عزیز اور ذوانتقام ہے۔ مشرکین، اللہ کو خالق مانتے تھے، لیکن دیویوں سے دعا کرتے تھے اور انہیں نفع و نقصان کا مختار سمجھتے تھے۔ نام نہاد دیویوں کی بے بسی اور بے اختیاری کی وضاحت کی گئی اور اللہ کے کامل اختیارات کا اثبات کیا گیا ہے، جنہیں مان کر سچے مومن، اللہ ہی سے دعا کرتے ہیں اور اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ قرآنِ مجید، حق کے ساتھ نازل کیا گیا ہے اب لوگوں کی مرضی ہے کہ ہدایت پائیں یا گمراہ ہو کر عذاب سے دوچار ہو جائیں۔

4- آیات 42، 52 : چوتھے پیراگراف میں دعوتِ توحید پر مشرکین کا ردِ عمل اور غلط عقیدۂ شفاعت کی تردید کی گئی۔

اثباتِ توحید کے لیے غور کرنے والے کو، انفس سے دلائل دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہی زندگی اور موت کا اختیار رکھتا ہے، نیند کی حالت میں موت دے کر، زندہ کر دیتا ہے۔

مشرکین مکہ کے خود ساختہ عقیدۂ شفاعت کا ابطال کیا گیا اور صحیح عقیدۂ شفاعت کی وضاحت کی گئی کہ شفاعت کا سارا نظام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا﴾ (آیت:44) نیک لوگوں کے ہاتھ میں نہیں۔

(انسان اپنی مرضی سے، اپنے شافع کا انتخاب نہیں کر سکتا، بلکہ ساری شفاعت، اللہ کی اجازت، اُس کی مرضی اور اُس کے نظام کے ماتحت ہو گی (1) شافع کا انتخاب اللہ کرے گا۔ (2) ہر شافع کے مشفوع افراد کا انتخاب بھی، اللہ تعالیٰ کرے گا۔ (3) شفاعت کی نوعیت کا تعین بھی، اللہ تعالیٰ ہی کرے گا۔ (4) شفاعت کرنے والے کی زبان سے ناانصافی پر مبنی کلمات نہیں نکل سکیں گے۔

مُوَحِّد اور مُشرک کی پہچان بتائی گئی کہ مشرکین اور منکرینِ آخرت اپنے عقیدے میں اس قدر سخت ہوتے ہیں کہ ایک خدا کا نام سن کر دل میں کڑھن محسوس کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ ﴿غیر اللہ﴾ کا ذکر کر لیا جائے تو خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔

تمام اختیارات اسی کے پاس ہیں، وہی فیصلہ کرے گا اور قیامت کے دن کوئی جرمانہ قبول نہیں کیا جائے گا اور دعوتِ حق کا مذاق اڑانے والے انجام بد سے دوچار ہوں گے۔

انسان، اپنی مالی کامیابی کو، اپنے ذاتی علم کا نتیجہ سمجھتا ہے ﴿إِنَّمَآ أُوتِيتُهُۥ عَلَىٰ عِلْمٍ﴾ جبکہ دراصل وہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے، ایسا ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ اللہ ہی رزق میں تنگی اور کشادگی کرنے والا ہے۔

5- آیات 53 تا 70 : پانچویں پیراگراف میں قرآن کی دعوت کے نکات ہیں۔

تمام انسانوں کو خوشخبری دی گئی کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ وہ تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔ اللہ ہی کی طرف انابت اختیار کی جائے۔ اسی کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے۔ اُس کے نازل کردہ قرآن کے بہترین پہلوؤں کی پیروی کی جائے، اس سے پہلے کہ اللہ کا عذاب اُن پر نازل ہو اور وہ حسرت زدہ ہو کر رہ جائیں اور روزِ قیامت اللہ سے دوبارہ زندگی کی درخواست کریں کہ انہیں ایک موقع اور دیا جائے۔ ایسا نہیں ہو گا۔ اُن سے کہا جائے گا کہ تم نے اسلام کی دعوت کو جھٹلایا۔ تکبر کا مظاہرہ کیا۔ کافر ہو گئے۔ اُس دن اہل تکبر کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ اس کے برخلاف اہل ایمان کو نجات ملے گی۔

آخر میں دوبارہ وضاحت کی گئی کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق اور محافظ ہے۔ اُسی کے پاس زمین و آسمان کی کنجیاں ہیں۔ اُسی پر ایمان لانا چاہیے۔ ان دلائل کو رد کرنے والے خسارے میں رہیں گے۔ قیامت کا منظر کھینچا گیا کہ صور پھونکے جانے کے بعد سب پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی اور نامۂ اعمال سامنے رکھے جائیں گے اور انسانوں کو اُن کے کیے کا بھرپور بدلہ ملے گا۔ کسی کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہو گی۔

6- آیات 71 تا 75 : چھٹے اور آخری پیراگراف میں، ﴿متقین﴾ کی جنت میں اور ﴿کافرین﴾ کی دوزخ میں باجماعت داخلے کی تفصیل ہے۔

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا﴾ اور ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا﴾ کے الفاظ سے یہ بات سمجھائی گئی کہ روزِ قیامت (ہر شخص فرداً فرداً پیش ہو گا) لیکن جنت اور دوزخ میں داخلہ باجماعت ہو گا۔

کافر جہنم کی طرف باجماعت ہانکے جائیں گے، دوزخ کے کارندوں سے ان کا مکالمہ ہو گا بالآخر یہ مغرور دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ اہل جنت بھی باجماعت جنت کی طرف لے جائے جائیں گے۔ ان کے لیے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ سلام سے استقبال ہو گا، اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔ اس وقت وہ دیکھیں گے کہ فرشتے حمد و تسبیح کرتے ہوئے اللہ کے عرش کے اطراف ہوں گے۔ انصاف کے مطابق اُن کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہو گا اور ہر طرف ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ کی صدائیں گونج رہی ہوں گی۔

مرکزی مضمون

قرآن مجید کے محکم دلائل کی روشنی میں ملاوٹ اور آمیزش سے پاک اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اور اطاعت اختیار کی جانی چاہیے ضرورت پڑنے پر ہجرت بھی کی جاسکتی ہے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

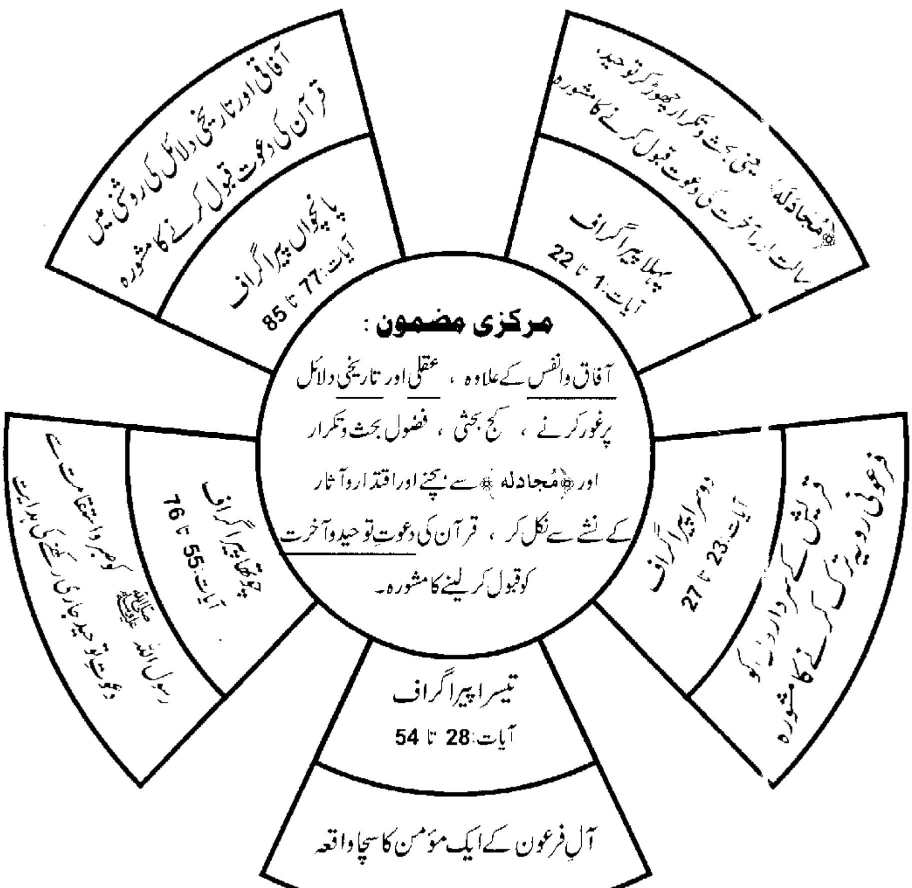
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO- STRUCTURE

40- سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ

آیات : 85 ...... مَکِّیَّۃ‘‘...... پیراگراف : 5



حوامیم کے بارے میں ایک مختصر نوٹ

﴿حمٓ﴾ سے شروع ہونے والی سورتیں ﴿حوامیم﴾ کہلاتی ہیں۔ یہ کل سات سورتیں ہیں۔ ان کے زمانۂ نزول اور مرکزی مضمون کو بیک نظر ملاحظہ فرمایئے۔

سورۃ نمبر	سورۃ کا نام	زمانۂ نزول	مرکزی مضمون
40	حمٓ المؤمن	رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے تیسرے دور کے اواخر میں، 10 نبوی میں سورۃ الْمُؤْمِن نازل ہوئی۔ ◈◈☼◈◈ اس سورت میں فرعون کی طرح ہلاکت کی دھمکی ہے۔	آفاق وانفس کے دلائل کے مادہ، عقلی اور تاریخی دلائل کی روشنی میں، کج بحثی، فضول بحث وتکرار یعنی مجادلہ سے بچ کر، اقتدار وآثار کے نشے سے نکل کر، فرعونی رویوں کو ترک کر کے اور قرآن کی دعوتِ توحید اور دعوتِ آخرت پر ایمان لے آؤ، ورنہ تمہارا حشر بھی تاریخ کے فرعونوں جیسا ہوگا۔
41	حمٓ السجدۃ	رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے تیسرے دور کے اوائل میں، غالباً 10 نبوی میں نازل ہوئی۔ ◈◈☼◈◈ اس سورت میں عاد وثمود کی طرح ہلاکت کی دھمکی ہے۔	قرآن کی دعوتِ توحید وآخرت آفاقی، تاریخی اور انفسی دلائل کی روشنی میں تسلیم کر کے، ﴿استکبار فی الارض﴾ کے رویے ترک کرو ﴿أَعْدَآءَ اللهِ﴾ یعنی اللہ کے دشمن نہ بنو! ورنہ تمہارا انجام بھی عاد وثمود سے مختلف نہیں ہوگا ایمان لا کر صبر واستقامت کا مظاہرہ کرو! دنیاوی اور اخروی کامیابی سے نوازے جاؤ گے۔ ربوبیت کو اللہ ہی سے منسوب کر کے ڈٹ جاؤ ﴿قَالُوْا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾
42	حمٓ الشوریٰ	رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے بالکل آخری دور میں غالباً 13 نبوی میں سورۃ الشُّوْرٰی نازل ہوئی۔ ◈◈☼◈◈ یہ سورت مدینہ کی اسلامی حکومت کی تمہید ہے۔	محمد ﷺ پر کی گئی ﴿وحی﴾ کی تعلیمات کی روشنی میں، شرکِ ولایت اور خود ساختہ انسانی شریعت ترک کر کے ایمان لاؤ، اقامتِ دین کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے شورائیت پر مبنی اجتماعی نظم قائم کرو، تاکہ اللہ کی شریعت کے ذریعے عدل وانصاف کو یقینی بنایا جا سکے۔!

43	حم زخرف	سُورۃ الزّخرف ، قیامِ مکہ کے آخری دور 13 نبوی میں سُورۃ الشوریٰ کے ساتھ نازل ہوئی۔ حوامیم میں یہ سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ یہ سورت بھی مدینہ کی اسلامی حکومت کی تمہید ہے۔	آسمان کے ﴿الٰہ﴾ اللہ کو، زمین کا بادشاہ بھی تسلیم کرلو! توحیدِ خالقیت اور توحیدِ ربوبیت کافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحیدِ اُلوہیت و عبادت اور توحیدِ حاکمیت کو بھی تسلیم کرلو!
44	حم دخان	سُورۃ الدّخان، رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) کے اوائل میں، غالباً 7 نبوی کے دورِ قحط میں سُورۃ الجاثیۃ کے ساتھ نازل ہوئی۔	فرعونیت ، دنیا پرستی ، ﴿عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ﴾ ، انکارِ دعوتِ قرآن اور انکارِ توحید و آخرت کی سزا، ہلاکتِ دنیا اور دوزخ ہے۔
45	حم الجاثیہ	سُورۃ الجاثیہ قیامِ مکہ کے تیسرے دور میں (6 تا 10 نبوی) سُورۃ الدُّخان کے ساتھ، غالباً سات (7) نبوی کے دورِ قحط میں نازل ہوئی۔	﴿العزیزُ الحکیم﴾ ہستی نے ایک مقصد کے تحت کائنات کی تخلیق کی ہے، جس کی وضاحت کے لیے قرآنی دلائل پیش کیے جارہے ہیں۔ ان کا مذاق اُڑانے کے بجائے، توحید و آخرت کی دعوت پر ایمان لاؤ! اور دھریت اور دنیا پرستی سے بچو!
46	حم احقاف	غالباً سُورۃ الجنّ کے ساتھ دورۂ طائف سے واپسی پر نخلہ کے مقام پر (شوال 10 نبوی میں) نازل ہوئی۔ اس سورت میں عاد کی طرح ہلاکت کی دھمکی ہے۔	﴿العزیزُ الحکیم﴾ کے نازل کردہ قرآن پر ایمان لاکر، مشرک قومِ عاد کے انجام سے عبرت حاصل کرکے، توحید پرست ﴿جِنّات﴾ کی طرح قرآن کے داعی اور مبلغ بن جاؤ! ورنہ تمہارا انجام بھی قومِ عاد سے مختلف نہیں ہوگا۔

زمانۂ نزول اور پس منظر

سورۃ المؤمن کا دوسرا نام سورۃ غافِر ہے۔ یہ ﴿حوامیم﴾ کے سلسلے کی پہلی سورت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) کے اواخر میں، غالباً 10 نبوی میں سورۃ المؤمن نازل ہوئی۔ یہی وہ زمانہ تھا، جب سورۃ حٰم السجدۃ اور سورۃ حٰم الشوریٰ نازل ہوئیں۔ ہجرتِ حبشہ ہو چکی تھی۔ قریش کے ﴿متکبر مشرک﴾ سردار، فرعون، ہامان اور قارون کی طرح، اقتدار اور آثار کے نشے میں دُھت ہو کر مسلمانوں پر ظلم و ستم کر رہے تھے اور اپنے مشرکانہ راستے کو فرعون کی طرح ﴿سَبِيْلُ الرَّشَادِ﴾ قرار دے رہے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کج بحثی اور ﴿مُجَادَلَه﴾ میں مشغول تھے۔ انہیں موسیٰ کے زمانے کے ایک مؤمن کا سچا قصہ بتایا گیا کہ ابتداء میں اس نے اپنے ایمان کو ایک حکمت عملی کے تحت چھپایا جب فرعون نے اِس کی رائے کو درخور اعتناء نہیں سمجھا تو پھر اُس نے علی الاعلان ایمان کا اظہار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید پر صبر و استقامت کی ہدایات دی گئیں۔

سورۃ المُؤمِن کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿الزمر﴾ میں ملاوٹ اور آمیزش سے پاک خالص توحید کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ یہاں سورۃ ﴿المؤمن﴾ میں توحید کے علاوہ آخرت کو تسلیم کرنے کا مطالبہ ہے، کج بحثی، ضد اور فرعونیت سے اجتناب کرنے کی ہدایت ہے اور ہلاکت کی دھمکی ہے۔

2۔ یہاں سورۃ ﴿المومن﴾ میں اثبات توحید کے لیے تاریخی دلائل بھی ہیں اور عقلی دلائل بھی۔ اگلی سورت ﴿حم السجدہ﴾ میں تاریخی دلائل کے علاوہ آفاقی اور انفسی دلائل ہیں۔

3۔ یہاں سورۃ ﴿المومن﴾ میں فرعونی رویے ترک کرنے کا مشورہ ہے، جبکہ اگلی سورت ﴿حم السجدہ﴾ میں عاد و ثمود کے استکباری رویوں سے بچنے کا مشورہ ہے۔ دونوں سورتوں میں ہلاکت کی دھمکی ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿المومن﴾ میں خالص توحیدِ دعا کا مطالبہ:

اس سورت میں دو (2) مرتبہ خالص توحید دعا کا مطالبہ کیا گیا ہے، جس میں کسی قسم کے شرک کی آمیزش نہ ہو۔ ﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (آیت 14 اور 65) مشرکین مکہ ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ (آیات: 66 اور 74) ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ قرآن کی ایک خاص اصطلاح ہے، اس سے مراد وہ مخلوق ہے جسے جاہل انسان معبود بنا لیتے ہیں، اسی کے لیے ایک اور لفظ ﴿غَيْرُ اللّٰهِ﴾ کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔

2- سورۃ ﴿المومن﴾ میں لفظ ﴿مُجَادَلَہ﴾ کے استعمال کی معنویت:

اس سورت میں مشرکین مکہ کا ﴿مُجَادَلَہ﴾ یعنی ان کی 'بے معنی بحث و تکرار' کا ذکر چار مرتبہ ہوا ہے، جو ان کے تکبر اور ان کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے تھا۔ (آیات: 4، 35، 56 اور 69) جب کہ رسول اللہ ﷺ توحید کی دعوت دے رہے تھے۔ اس سورت میں توحید کا ذکر سات (7) آیات میں ہوا ہے۔ (آیات: 14، 41، 42، 60، 62، 65 اور 84)

3- سورۃ ﴿المومن﴾ میں کافر لیڈروں کے ﴿تکبر﴾ کا ذکر:

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو مسترد کرنے کی بنیادی وجہ، قریش کی قیادت کا غرور اور تکبر تھا۔ اس ﴿تکبر﴾ کا ذکر اس سورت میں پانچ (5) مرتبہ ہوا ہے۔ (آیات: 60، 48، 47، 27 اور 76)

4- سورۃ ﴿المومن﴾ میں مغرور سیاستدانوں اور متکبر حکمرانوں کو ہلاکت کی دھمکی:

ہم نے بار بار اس کتاب میں نشاندہی کی ہے کہ قرآن مجید کی اکثر و بیشتر سورتوں میں جو بات پہلے پیراگراف میں بیان کی جاتی ہے، اس کا اعادہ آخری پیراگراف میں کیا جاتا ہے۔ اس سورت میں بھی مغرور سیاستدانوں اور متکبر حکمرانوں کو آیت 21 اور آیت 82 میں ڈرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی ایسی طاقتوں کو نیست و نابود کر دیا، جو اپنی قوت اور اپنے آثار کے اعتبار سے ممتاز تھے۔ یہ مضمون نہ صرف قریش مکہ کے لیے بلکہ قیامت تک آنے والے حکمرانوں کے لیے اپنے اندر ایک درسِ عبرت رکھتا ہے۔

(a) ﴿كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا﴾ (آیت: 21)

(b) ﴿كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ﴾ (آیت: 82)

5- سورۃ ﴿المومن﴾ میں بندۂ مومن اور فرعون دونوں کی طرف سے ﴿سَبِيْلَ الرَّشَادِ﴾ دکھانے کا دعدہ:

اس سورت میں دو مختلف قسم کے لیڈروں کی طرف سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ وہ عوام کو صحیح راستے ﴿سَبِيْلَ الرَّشَادِ﴾ کی طرف رہنمائی کر سکتے ہیں۔ یہ اسلامی قیادت اور طاغوتی قیادت کے دو دعوے تھے۔ پہلا دعویٰ اس بندۂ مومن کی طرف سے تھا، جو ابتداء میں اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا، اور دوسرا دعویٰ اس وقت کی طاغوتی اور عسکری قوت کے قائد فرعون کی طرف سے تھا۔

6- سورۃ ﴿المومن﴾ میں عوام الناس کو طاغوتی قوتوں سے بچنے کی ہدایت:

اس سورت میں عوام الناس کو خبر دار کیا گیا ہے کہ وہ طاغوتی قوتوں اور آمروں کی پیروی نہ کریں۔

یہ قوتیں قیامت کے دن انہیں نہیں بچا سکیں گی، بلکہ لیڈر اور عوام دونوں دوزخ میں جائیں گے اور وہاں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔ عوام کے لیے ﴿ضعفاء﴾ اور لیڈروں کے لیے ﴿الَّذِينَ استَكبَرُوا﴾ کی اصطلاح استعمال کی گئی۔

﴿وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَٰؤُا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنتُم مُّغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ﴾ (آیت:47)

7۔ سورۃ ﴿المومن﴾ میں دو مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو صبر واستقامت کی ہدایات دی گئیں:

دعوت توحید کو مسترد کر دینے کے بعد مشرکین مکہ نے فضول بحث وتکرار شروع کر دی۔ اس ماحول میں دو (2) مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو صبر کی نصیحت کی گئی ہے۔ ﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ﴾ (آیت 55 اور 77)

سورۃ المؤمن کا نظمِ جلی

سورۃ المؤمن پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 22: پہلے پیراگراف میں، منکرین دعوت کو ﴿مُجَادَلَه﴾ چھوڑنے کی ہدایت:

قریش کی قیادت کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ ﴿مُجَادَلَه﴾ یعنی فضول کج بحثی کا رویہ ترک کر کے قرآن کی دعوت توحید، دعوتِ رسالت اور دعوت آخرت کو قبول کرلیں۔ اللہ کی آیات سے بحث وتکرار وہی کافر لوگ کرتے ہیں جو مختلف ملکوں میں ظلم ڈھاتے ہوئے دندناتے ہوئے پھرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی چلت پھرت ﴿تقلب﴾ کے دھوکے میں آنے کا مشورہ دیا گیا۔

﴿مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ﴾ (آیت:4)

رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے اُسی کو پکارا جائے، چاہے یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ ﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ (آیت:14)

2- آیات 23 تا 27: دوسرے پیراگراف میں، قریش کی متکبر لیڈرشپ کو فرعونی رویے ترک کرنے کا مشورہ ہے۔

قریش کی ﴿متکبر﴾ اور مغرور لیڈرشپ کو فرعونی رویے ترک کرنے کا مشورہ ہے۔ حضرت موسیٰ کو فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا گیا لیکن انہیں جادوگر اور جھوٹا قرار دیا گیا۔ بنی اسرائیل پر ظلم ہوتا رہا، لیکن کافروں کی چالیں ناکام ہی رہتی ہیں۔ فرعون نے تکبر سے کہا تھا کہ میں خود موسیٰ کو قتل کروں گا وہ اپنے رب کو پکار لے۔ ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ﴾ (آیت:26)

لیکن حضرت موسیٰ نے ہر منکرِ آخرت کو ﴿متکبر﴾ سے پناہ لے رکھی تھی۔ فرعون ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔

3- آیات 28 تا 54 : تیسرے پیراگراف میں، ﴿آلِ فرعون﴾ کے ایک مومن کا سچا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

آل فرعون کا ایک مومن، جس نے ایک مصلحت کے تحت کچھ عرصے کے لیے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا، لیکن اس کے بعد وہ کھل کر فرعون کے خلاف، توحید کا علمبردار بن کر سامنے آ گیا اور ﴿سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾ کی دعوت دینے لگا، جس کے جواب میں فرعون نے عوام کو یہ دھوکا دیا کہ وہ بھی لوگوں کو ﴿سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾ کی طرف راہنمائی کر رہا ہے۔

اُس بندۂ مومن نے آلِ فرعون کے ضمیر سے سوال کیا۔ کیا تم اس شخص کو صرف اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب تو صرف اللہ ہی ہے؟ ﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ﴾ (آیت:28)۔ بندۂ مومن نے دونوں قسم کی دعوتوں کے فرق کو واضح کیا کہ میں تم لوگوں کو نجات کی طرف دعوت دے رہا ہوں اور تم لوگ مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔

﴿وَيَا قَوْمِ مَا لِي أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ﴾ (آیت:41)

4- آیات 55 تا 76 : چوتھے پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کو ہدایات دی گئیں ہیں:

رسول اللہ ﷺ کو صبر واستقامت کے ساتھ، تکبر، ہٹ دھرمی، مجادلے اور بحث وتکرار کے اس ماحول میں، اپنی دعوت توحید کو جاری وساری رکھنے کی ہدایت دی گئی۔

﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾ (آیت:55)

اندھے اور آنکھ والے برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح ایمان لا کر نیک عمل کرنے والے اور بدکار بھی برابر نہیں ہو سکتے۔

اللہ نے اعلان کر دیا ہے کہ اس سے مانگا جائے، وہ دعائیں قبول کرے گا۔ جو لوگ اس کی عبادت اور دعا سے انکار کریں گے وہ داخلِ جہنم ہوں گے۔ بغیر کسی ملاوٹ اور آمیزش کے اللہ کی خالص بندگی اختیار کی جائے۔ متکبر کافروں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

5- آیات 77 تا 85 : پانچویں اور آخری پیراگراف میں، مغرور قیادت کو ہلاکت کی دھمکی:

آفاقی دلیلوں اور تاریخی دلیلوں سے مغرور قیادت کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ اپنی عسکری قوت اور تمدنی شان وشوکت اور اقتصادی خوشحالی پر نہ پھولیں۔ اللہ تعالیٰ نے ماضی میں کئی ایسی طاقتوں کو نیست ونابود کر کے رکھ دیا، جو قریش سے زیادہ طاقتور تھیں۔ بڑے آثار اور اثاثے رکھتی تھیں۔ ﴿كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ﴾ (آیت:82)

مرکزی مضمون

آفاق وانفس کے دلائل کے علاوہ، عقلی اور تاریخی دلائل کی روشنی میں، کج بحثی، فضول بحث وتکرار یعنی مجادلہ سے بچ کر، اقتدار وآثار کے نشے سے نکل کر، فرعونی رویوں کو ترک کرو اور قرآن کی دعوتِ توحید اور دعوتِ آخرت پر ایمان لے آؤ، ورنہ تمہارا حشر بھی تاریخ کے فرعونوں جیسا ہو گا۔

FLOW CHART

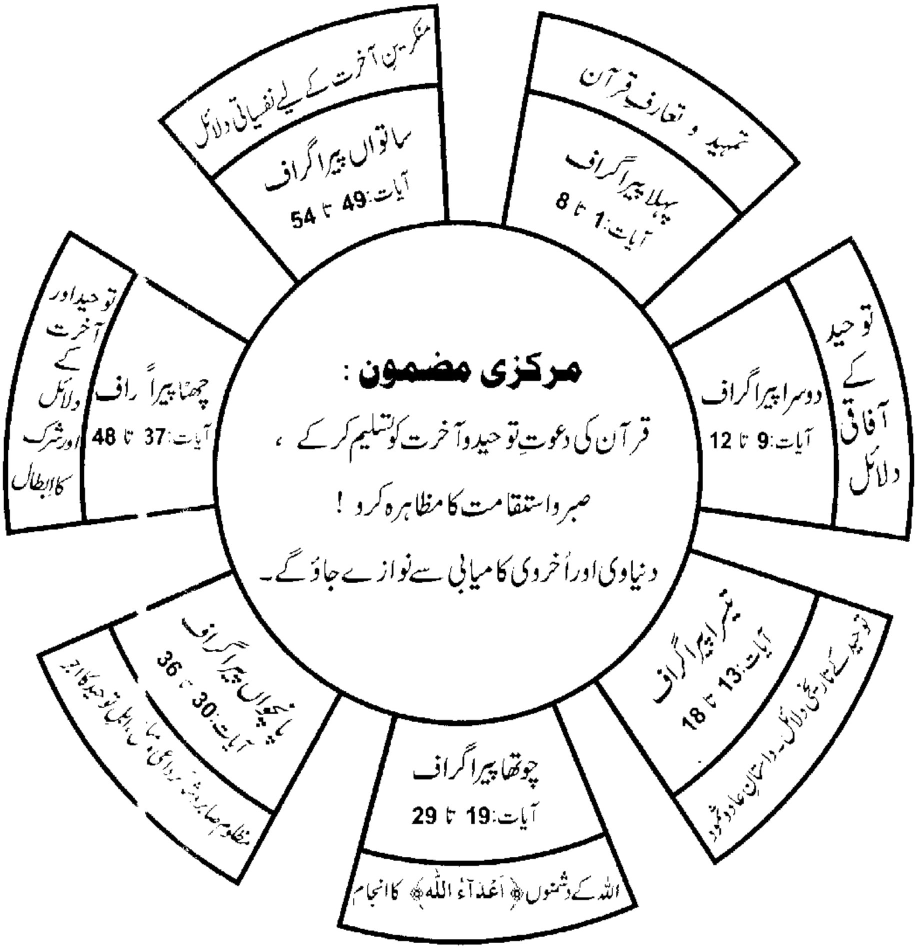
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

41- سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة (فُصِّلَت)

آیات : 54 ...... مَکِّیَّة''..... پیراگراف : 7



زمانۂ نزول اور پس منظر

یہ ﴿حوامیم﴾ کے سلسلے کی دوسری سورت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامِ مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) کے اواخر میں غالباً 10 نبوی میں سورۃ حٰم السجدۃ نازل ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق یہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے درمیانی عرصے ذوالحجہ 6 نبوی میں نازل ہوئی۔ ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے قبولِ اسلام میں صرف تین دن کا فرق تھا۔

اس سورۃ کا نام ﴿فُصِّلَتْ﴾ بھی ہے، یہ لفظ آیات 3 اور 44 میں استعمال ہوا ہے۔ ﴿فُصِّلَتْ﴾ کا مطلب کھول کر تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔

جب قریشِ مکہ شدتِ مخالفت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے بارے میں بدستور شک میں مبتلا تھے۔ عربی قرآن پر اعتراض تھا۔ قریش کے لیڈر عوام کو قرآن سننے سے روک رہے تھے۔ (آیت:26)

ہجرتِ حبشہ ہو چکی تھی۔ مشرکین قرآن کی دعوت سے اعراض کر رہے تھے اور قریش کے مشرک سرداروں کا رویہ، قومِ عاد کے متکبر سرداروں کی طرح تھا۔ جو کہتے تھے: ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً؟﴾ (آیت 15) "ہم سے بڑی قوت کون ہے؟"

عاد کو ﴿بادِ صَرصَر﴾ اور بجلی ﴿صَاعِقه﴾ سے اور ثمود کو ﴿صَاعِقه﴾ (بجلی) سے ہلاک کیا گیا۔ قریش سے کہا گیا کہ تم بھی، عاد و ثمود کی طرح ﴿اَعْدَآءُ اللّٰهِ﴾ یعنی اللہ کے دشمنوں میں شامل ہو۔ صاحبِ استقامت مسلمانوں کو تسلی دی گئی کہ اُن پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ یہ توحید کی دعوت دیتے ہیں، بُرائی کو نیکی سے دفع کرتے ہیں اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے والے ہیں۔ سورۃ کے آخر میں پیش گوئی کی گئی کہ بہت جلد آفاق اور انفس میں ایسی نشانیاں ظاہر ہوں گی، جس سے حق واضح ہو جائے گا۔ کافروں کو دھمکی دی گئی کہ وہ ملاقاتِ رب کے منکر ہیں، لیکن اللہ انہیں اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔

سورۃ حٰمٓ السّجدۃ کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿المؤمن﴾ میں متکبر و ظالم طاغوتی اور فرعونی قوتوں کو، فرعون کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔

یہاں اس سورۃ ﴿حٰم السجدۃ﴾ میں، انہیں عاد و ثمود کی ہلاکت سے ڈرایا گیا ہے اور انہیں اللہ کا دشمن ﴿اَعداءُ اللّٰہِ﴾ کہا گیا ہے، جو دوزخ میں جائیں گے۔ ان کے مرض کی تشخیص کی گئی کہ یہ ﴿اِستِکْبَار فِی الْاَرْضِ﴾ میں مبتلاء ہیں۔ اِن کے مقابلے میں اللہ کے دوستوں ﴿اَولیاءُ اللّٰہِ﴾ کو جنت کی بشارت ہے، جو اللہ پر ایمان لا کر استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

1- سورۃ ﴿حم السجدۃ﴾ میں قرآن کا تعارف:

اس سورۃ میں قرآن کا تعارف ہے کہ اسے بتدریج نازل کیا گیا ہے ﴿تَنۡزِیۡل﴾ (آیات 1، 41)، اس قرآن کی آیات کو عربی زبان میں نازل کر کے قریش اور اہلِ عرب کے لیے آسان کیا گیا ہے۔ اور اس کی آیات کو کھول دیا گیا ہے۔ ﴿فُصِّلَت﴾ (آیات 3، 44)

2- سورۃ ﴿حم السجدۃ﴾ میں قرآن کے دشمنوں کو ﴿اَعۡدَآءُ اللّٰہِ﴾ اللہ کا دشمن قرار دیا گیا:

قرآن کے بارے میں مشرک لیڈروں کا رویہ یہ تھا کہ وہ اپنے پیروکاروں کو حکم دیتے تھے: "یہ قرآن نہ سنو"

﴿لَا تَسۡمَعُوۡا لِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَالۡغَوۡا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَغۡلِبُوۡنَ﴾ (آیت:26)

اللہ تعالیٰ نے ایسی قیادت کو ﴿اَعۡدَآءُ اللّٰہِ﴾ 'اللہ کی دشمن' کا نام دیا۔

یہ قیادت دوزخ میں داخل کی جائے گی اور وہاں انہیں اپنی اسلام دشمنی کے مطابق درجہ بندی کر کے سزا دی جائے گی۔

(آیات: 19 اور 28)

3- سورۃ ﴿حم السجدۃ﴾ میں ایک خاص قرآنی اصطلاح ﴿اِسۡتِكۡبَار فِي الۡاَرۡضِ﴾ کا استعمال:

قریش کی متکبر قیادت بھی، قومِ عاد اور قومِ ثمود کی طرح ﴿اِسۡتِكۡبَار فِي الۡاَرۡضِ﴾ کے مرض میں مبتلا تھی، جیسا کہ ہر دور کے طاغوتی حکمرانوں کا معاملہ ہوتا ہے۔ ﴿استکبار فی الارض﴾ قرآن کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ یہ ایک عام آدمی کا استکبار نہیں ہے، بلکہ اس کو زمین کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ یہ استکبار، بے دین اور سرکش حکمرانوں کے لیے مخصوص ہے۔

4- سورۃ ﴿حم السجدۃ﴾ میں عقیدۂ توحید قبول کر کے اُس پر استقامت اختیار کرنے کا مطالبہ:

اس سورت میں دعوتِ توحید کو قبول کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے اور اس پر ﴿استقامت﴾ اختیار کرنے کی بحث کی گئی۔

﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُوۡحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسۡتَقِيۡمُوۡۤا اِلَيۡهِ وَاسۡتَغۡفِرُوۡهُ وَوَيۡلٌ لِّلۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾ (آیت:6)

اللہ کو رب مان کر ﴿استقامت﴾ اختیار کرنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت کی بشارتیں دی گئیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ﴾ (آیات:30 تا 32)

5- سورۃ ﴿حم السجدۃ﴾ میں مشرکین کے ﴿اعراض﴾ کا ذکر:

دعوت توحید کے نتیجے میں مشرکین کے رویے گریز اور اعراض پر مبنی تھے۔

(a) مشرکین دعوت کو سننا ہی نہیں چاہتے تھے۔ ﴿فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ (آیت: 4)

(b) اعراض کرنے والوں کو قوم عاد اور قوم ثمود کی طرح کے عذاب سے ڈرایا گیا،

﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾ (آیت:13)

6۔ سورۃ حم السجدۃ میں ﴿اَعْدَآءُ اللّٰهِ﴾ اور اولیاء اللہ کے درمیان تقابل:

دراصل اس سورت میں مشرکین مکہ کی کافر قیادت اور ایمان لانے والے صحابہؓ کے درمیان تقابل ہے۔ دعوتِ اسلام کو مسترد کرنے والوں کو ﴿اَعْدَآءُ اللّٰهِ﴾ کا خطاب دیا گیا اور دعوت کو قبول کر کے اس پر استقامت اختیار کرنے والے ﴿اَوْلِيَآءُ اللّٰهِ﴾ صحابہؓ کو فرشتوں کے نزول کی خوشخبری سنائی گئی اور ان کی اہم صفت یہ بتائی گئی کہ یہ توحید کے داعی اور مبلغ ہوتے ہیں اور انسانیت کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (آیت:33)

سورۃ حم السجدۃ کا نظمِ جلی

سورۃ حم السجدۃ سات (7) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 8: پہلے پیراگراف میں، تمہید اتعارفِ قرآن ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بشریت اور رسالت کی صراحت ہے اور توحید پر استقامت کی دعوت ہے۔

تمہید اتعارفِ قرآن ہے۔ یہ کتاب بشیر ونذیر ہے، اس کی آیات کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں لیکن کافر اسے سننا نہیں چاہتے اب یہ اپنی جگہ اپنا عمل کریں اور مسلمان اپنا۔ انسان کو آزادی عطا کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ کی بشریت اور رسالت کی صراحت ہے اور توحید پر استقامت کی دعوت ہے۔ مشرکین برباد ہوں گے جو منکرِ آخرت بھی ہیں اور زکوۃ بھی ادا نہیں کرتے۔ ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔

2- آیات 9 تا 12: دوسرے پیراگراف میں، توحید کے آفاقی دلائل ہیں اور شرک کی تردید ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق بھی ہے اور رب العالمین بھی اس کے ساتھ مدمقابل ﴿اَنْدَادًا﴾ ٹھہرانا غلط ہے۔ اُسی نے زمین وآسمان کو بنایا۔ آسمان پہلے دھواں تھا۔ زمین وآسمان کو وجود میں آنے کا حکم دیا گیا تو وہ فرمانبردار ہو کر وجود میں آ گئے۔ سات آسمان ہیں۔ ہر آسمان کے لیے الگ الگ احکامات جاری کیے گئے ﴿وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا﴾۔ قریبی آسمان کو چراغوں سے مزین کیا گیا اور اسے محفوظ کیا۔ یہ منصوبہ بندی ﴿تَقْدِيْرُ﴾ اللہ تعالیٰ کے ﴿الْعَزِيْزِ﴾ اور ﴿الْعَلِيْمِ﴾ ہونے کی دلیل ہے۔

3- آیات 13 تا 18 : تیسرے پیراگراف میں، توحید کے تاریخی دلائل ہیں۔

قریشِ مکہ کی طرح قوم عاد اور قوم ثمود دونوں کو توحید کی دعوت دی گئی تھی۔ لیکن انہوں نے زمین پر تکبر ﴿استکبار فی الارض﴾ کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ایسی طاقتور ہستی (Super Power) ہے، جو سرکش قوموں کو کسی آسمانی یا زمینی عذاب کے ذریعے ناگہانی طور پر ہلاک کر سکتی ہے۔ اس پیراگراف میں دنیوی انجام اور اگلے پیراگراف میں اخروی انجام کا ذکر ہے۔ عاد ایک متکبر قوم تھی جو زمین میں ناحق تکبر کا مظاہرہ کرتی تھی اور چیلنج کرتی تھی کہ ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے؟ ﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ (آیت:15) یہی حال ثمود کا تھا۔ دونوں کو ہلاک کیا گیا اور ان لوگوں کو بچالیا گیا جو ایمان لاچکے تھے اور جو بچ بچ کر زندگی گزارتے تھے۔ ﴿وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ (آیت:18)

4- آیات 19 تا 29 : چوتھے پیراگراف میں، اللہ کے دشمنوں ﴿اَعْدَآءُ اللّٰهِ﴾ کا اخروی انجام بتایا گیا ہے۔

قیامت کے دن اللہ کے دشمنوں ﴿اَعْدَآءُ اللّٰهِ﴾ کو اکٹھا کیا جائے گا اور اُن کے کرتوتوں کے اعتبار سے اُن کی درجہ بندی کی جائے گی۔ ﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ (آیت:19)۔ اُن کے کان، اُن کی آنکھیں اور اُن کی جلدیں اُن کے خلاف گواہی دیں گی۔ جو کافر یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو نہ سنو اور دورانِ تلاوت شور برپا کیا کرو تاکہ تم غالب ہو سکو۔ تو انہیں اللہ تعالیٰ بدترین عذاب سے دوچار کرے گا۔ یہی اللہ کے دشمنوں کی جزا ہے کہ وہ دوزخ کی آگ میں داخل ہوں۔ ﴿ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ﴾ (آیت:28)

روزِ قیامت کافر پیروکار (Followers) اللہ سے درخواست کریں گے کہ ہمیں گمراہ کرنے والے انسان اور جن بڑوں (Leaders) کو دکھادے تاکہ ہم انہیں اپنے قدموں تلے روند ڈالیں اور وہ ذلیل ہو جائیں۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ﴾ (آیت:29)

5- آیات 30 تا 36 : پانچویں پیراگراف میں، دعوتِ توحید وآخرت کو قبول کر لینے والے مظلوم صابر وشاکر مسلمانوں کی اعلیٰ صفات کا ذکر ہے۔

﴿اَعْدَآءُ اللّٰهِ﴾ کے مقابل میں ﴿اولیاء اللہ﴾ ہیں۔ یہ اللہ کو رب تسلیم کرنے کے بعد اس پر ڈٹ جاتے ہیں ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ ان پر فرشتے نازل کیے جاتے ہیں جو تسلی دیتے ہیں۔ ایسے ثابت قدم مسلمانوں کی وہ دنیا اور آخرت دونوں مقامات پر سرپرست اور معاون ہوتے ہیں۔ یہ توحید کے داعی اور مبلغ ہوتے ہیں اور جو ساری انسانیت کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (آیت:33)

بدی کو زیادہ بہتر نیکی سے دفع کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں دشمن سرگرم دوست بن جاتا ہے۔ یہ نصیب والے اشخاص شیطان کی اکساہٹوں پر اللہ کی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔

6- آیات 37 تا 48 : چھٹے پیراگراف میں، توحید اور آخرت کے آفاقی دلائل بھی ہیں اور عقلی دلائل بھی۔

رات دن اور چاند سورج اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی دلیلیں ہیں۔ چاند اور سورج کا سجدہ نہ کی جائے بلکہ اللہ ہی کی عبادت کی جائے جو خالق ہے۔ اگر متکبر لوگ اللہ کی عبادت سے روگردانی کریں تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے فرشتے روزوشب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے نہیں۔ اہل ایمان روزِ قیامت امن میں ہوں گے۔ اور اہل شر دوزخ میں جھونک دیے جائیں گے۔ لوگوں کو خیر و شر کی آزادی عطا کی گئی ہے۔ ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾ (آیت:40)

قرآن عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے اگر اسے عجمی زبان میں نازل کیا جاتا تو اعتراض کیا جاتا کہ عربوں کے لیے عجمی قرآن کیوں نازل کیا گیا۔ ایمان لانے والوں کے لیے یہ ہدایت اور شفا ہے۔ ایمان نہ لانے والوں کے لیے یہ حجاب ہے۔ ان کے کانوں پر پردہ ہے۔

حضرت موسیٰ کو دی گئی کتاب میں بھی اختلاف پیدا کر دیا گیا تھا۔ یہ بھی شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ بندوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا۔ نیک و بد ہر ایک کے ساتھ انصاف ہو گا۔ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

7- آیات 49 تا 54 : ساتویں اور آخری پیراگراف میں، منکرینِ آخرت کے لیے نفسیاتی دلائل ہیں۔

انسان اللہ سے دعائیں مانگتے نہیں تھکتا، لیکن نزولِ آفات پر مایوس ہو کر اور نعمتوں پر پھول کر آخرت کا انکار کر بیٹھتا ہے۔

اسی طرح مصیبت میں لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے اور خوشحالی میں اکڑنے لگتا ہے۔ ایسے غیر مستقل مزاج لوگوں کو اپنے انجام پر غور کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ یہ بشارت بھی دی گئی ہے کہ قرآن کی حقانیت کی دلیلیں آفاق و انفس میں ظاہر ہوتی رہیں گی اور حق واضح ہو کر رہے گا۔ ﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾ (آیت:53)

لہٰذا ملاقاتِ رب پر شک کرنے والوں کو پختہ یقین حاصل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

مرکزی مضمون

قرآن کی دعوتِ توحید و آخرت کو آفاقی، تاریخی اور انفسی دلائل کی روشنی میں تسلیم کر کے، ﴿اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ﴾ کے رویے ترک کرو! ﴿اَعْدَآءُ اللّٰهِ﴾ یعنی اللہ کے دشمن نہ بنو! ورنہ تمہارا انجام بھی عاد و ثمود سے مختلف نہیں ہو گا۔ ایمان لا کر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرو! دنیاوی اور اخروی کامیابی سے نوازے جاؤ گے۔

ربوبیت کو اللہ ہی سے منسوب کر کے ڈٹ جاؤ۔ ﴿قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾

FLOW CHART

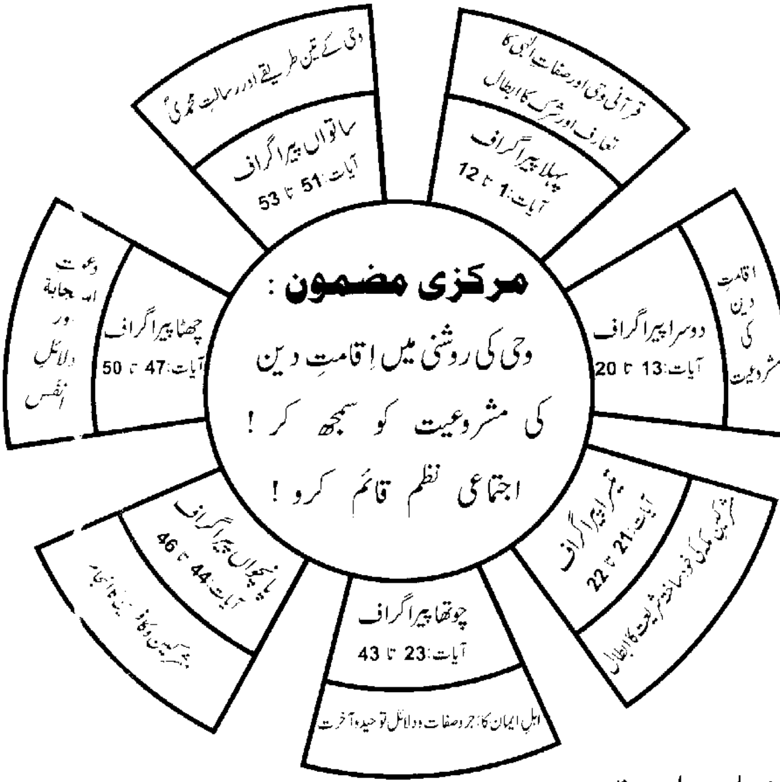
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

42- سُوْرَةُ الشُّوْرٰی

آیات :53 ...... مَکِّیَّۃ ...... پیراگراف : 7



- **زمانۂ نزول اور پس منظر:**

سورة ﴿الشُّوْرٰی﴾ یہ ﴿حَوامِیم﴾ کے سلسلے کی تیسری سورت ہے۔رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے آخری دور میں، یعنی غالبًا 13 نبوی میں نازل ہوئی، یہ وہی زمانہ ہے، جب سورۃُ ﴿الزُّخرُف﴾، سورۃ ﴿الانعام﴾ اور سورۃ ﴿الاعراف﴾ بھی نازل ہوئیں، جس میں رسول اللہ ﷺ کے قتل کے اجتماعی فیصلے اور سازش کا ذکر ہے۔جب قریشِ مکہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے بارے میں بدستور شک میں مبتلا تھے۔مولانا اصلاحیؒ نے لکھا ہے کہ یہ ﴿وداعی خطاب﴾ کی سی حیثیت رکھتی ہے۔دراصل یہ سورت مدینۂ منورہ میں اسلامی حکومت کے قیام کی تمہید ہے، جس میں اللہ کے قانون یعنی اللہ کی شریعت کو نافذ کرنے کے لیے اور اقامتِ دین کے لیے شورائیت پر مشتمل عادلانہ اجتماعی نظم (اسلامی ریاست) قائم کرنے کی ہدایت دی گئی۔اس سورت میں شریعتِ خداوندی اور خود ساختہ شریعتِ انسانی کا فرق بتا کر ﴿توحیدِ حاکمیت﴾ کی وضاحت کی گئی ہے۔

سورۃ الشُّورٰی کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿حٰمٓ السَّجدۃ﴾ میں زمین پر تکبر کا مظاہرہ کرنے والے اللہ کے دشمنوں ﴿أعدَاءُ اللّٰہ﴾ کا ذکر تھا۔ یہاں سورۃ ﴿الشوریٰ﴾ میں ان سے مقابلے کے لیے، وحی پر مشتمل آسمانی تدبیریں بیان کی گئی ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ شورائیت پر مبنی ایک اسلامی ریاست قائم کر کے اللہ کے دشمنوں کا قلع قمع کر دیں۔

2۔ اگلی سورۃ ﴿الزُّخرف﴾ میں اللہ تعالیٰ کی تکوینی اور تشریعی حاکمیت کا ذکر ہے۔ اللہ کے دشمن ﴿أعدَاءُ اللّٰہ﴾ اللہ کے بجائے اپنے آپ کو حاکم علی سمجھنے لگتے ہیں اور زمین پر فرعونی رویے اختیار کرتے ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

1- سورۃ ﴿الشوریٰ﴾ میں لفظ ﴿كَذٰلِكَ﴾ کے استعمال کی معنویت:

اس سورۃ میں ﴿كَذٰلِكَ﴾ کے الفاظ سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ محمد ﷺ کی رسالت و نبوت پچھلے انبیاء و رسل ہی کی طرح ہے۔ یعنی یہ نبوت کوئی نئی اور نرالی بات نہیں ہے۔ اس سورۃ میں لفظ ﴿كَذٰلِكَ﴾ کی تکرار سے، آپ ﷺ پر نازل شدہ وحی کو سابقہ سلسلۂ رسالت سے مربوط کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ﴿كَذٰلِكَ﴾ کا لفظ تین مرتبہ (آیات 3، 7 اور 53) اور ایک مرتبہ ﴿فَلِذٰلِكَ﴾ (آیت 15) استعمال ہوا ہے۔

2- سورۃ ﴿الشوریٰ﴾ میں وحی کے تین طریقوں کی وضاحت:

اس سورۃ میں وحی کے تین (3) طریقوں کی وضاحت ہے۔ چوتھے طریقے خواب کا ذکر سورت ﴿الصَّافَّات﴾ میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کے سلسلے میں ہوا ہے۔

(a) سریع اشارے سے اللہ تعالیٰ دل میں بات ڈال دیتا ہے۔ ﴿وَحْيًا﴾

(b) پردے کے پیچھے سے بات کرتا ہے۔ ﴿أَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾

(c) کوئی فرشتہ بھیج کر وحی کر دیتا ہے۔ ﴿أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا﴾ (آیت:51)

(d) وحی کا چوتھا طریقہ خواب ہے۔ انبیاء کا خواب بھی حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ (الصافات:102)

3- سورۃ ﴿الشوریٰ﴾ میں ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ کے الفاظ سے توحیدِ ذات کی وضاحت:

اللہ کی ذات کے بارے میں کج بحثی کرنے والوں کو ﴿يُجَادِلُوْنَ آیت: 35﴾ اور اللہ کے بارے میں فضول جھگڑا کرنے والوں

کو ﴿يُحَاجُّوْنَ فِي اللهِ﴾ (آیت:16) صرف تین الفاظ کے ذریعے خاموش کر دیا گیا کہ اللہ کی ذات کسی مخلوق سے مشابہ نہیں۔ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ کوئی چیز بھی اللہ کی طرح نہیں ہے۔(آیت:11) یہ توحید ذات کا مضمون ہے۔

4- سورۃ ﴿الشوریٰ﴾ میں ﴿شرک ولایت﴾ کی تردید:

اس سورۃ میں ﴿أولياء﴾ کے لفظ سے، بار بار ﴿شرک ولایت﴾ کی تردید کی گئی ہے۔ مشرکین کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ ﴿مِنْ دُوْنِ اللهِ﴾ کو اپنے ﴿أولياء﴾ نہ بنائیں، اللہ ہی سب کا ﴿ولی﴾ ہے، سرپرست اور کارساز ہے۔ سب کی بگڑی بنا سکتا ہے۔ یہ توحید ولایت اور توحید اختیار کا مضمون ہے۔

(a) غیر اللہ کو ﴿وَلِی﴾ بنانے والوں کی اللہ نگرانی کر رہا ہے، رسول اللہ ﷺ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ﴾ (آیت:6)

(b) غیر اللہ کو ﴿وَلِی﴾ سمجھنے والے ظالموں کا کوئی مددگار اور ﴿وَلِی﴾ نہیں ہوتا۔

﴿وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ (آیت:8)

(c) غیر اللہ کسی کو زندگی نہیں دے سکتے، اللہ تعالیٰ ہی مردوں کو زندگی دے سکتا ہے اس لیے غیر اللہ کے بجائے، اللہ ہی کو ﴿وَلِی﴾ بنانا چاہیے ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ (آیت:9)

(d) غیر اللہ بارش برسانے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ہی بارش کے ذریعے اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے۔ اس لیے وہی ﴿وَلِی﴾ ہو سکتا ہے اور اسی کی تعریف کی جاسکتی ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ (آیت:28)

(e) اللہ تعالیٰ کو آسمانوں اور زمین میں عاجز نہیں کیا سکتا۔ وہ طاقت کا سرچشمہ ہے۔ لہٰذا اُس کے علاوہ کسی اور کو سرپرست ﴿وَلِی﴾ اور حامی تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ ﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ (آیت:31)

(f) جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے، اُس کے بعد کوئی اور ہستی اُس کی سرپرست ﴿وَلِی﴾ نہیں ہو سکتی، جو اسے ہدایت دے سکے۔

﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ﴾ (آیت:44)

(g) اللہ کے علاوہ کوئی اور ہستی سرپرست ﴿وَلِی﴾ نہیں ہے جو ان لوگوں کی مدد کر سکے اور انہیں ہدایت کا راستہ دکھا سکے۔

﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ﴾ (آیت:46)

5- سورۃ ﴿الشوریٰ﴾ میں دعوتِ استجابت:

﴿استجابة﴾ کے لفظ کے بار بار استعمال کے ذریعے توحید کی دعوت کو قبول کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے اور عواقب سے آگاہ کیا گیا۔

(a) ﴿استجابت﴾ یعنی اسلام کی دعوت کو قبول کرنے کی دعوت دی گئی اور انہیں روزِ قیامت سے دھمکایا گیا۔ (آیت:47)

﴿اسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ مَا لَكُم مِّن مَّلْجَإٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُم مِّن نَّكِيرٍ﴾

(b) ﴿استجابت﴾ یعنی اسلام کی دعوت کو قبول کرنے والے ایمان لا کر نیک اعمال کرتے ہیں، اللہ ان کے فضل میں اضافہ کرے گا اور دعوت کو مسترد کرنے والوں کو سخت عذاب سے دوچار کرے گا۔ ﴿وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾ (آیت:26)

(c) ﴿استجابت﴾ یعنی اسلام کی دعوت قبول کرنے والے نماز قائم کرتے ہیں، باہمی مشورے پر مبنی اجتماعی نظم قائم کرتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔

﴿وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾ (آیت:38)

(d) ﴿استجابت﴾ یعنی اسلام کی دعوت کے مانے جانے کے بعد کٹ حجتی اور ضد کا مظاہرہ کرنے والوں کی حجت (دلیل) اللہ کے نزدیک پسپا ہے۔ ان پر اللہ کا غضب ہوگا اور یہ سخت عذاب سے دوچار کیے جائیں گے۔ (آیت:16)

﴿وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾

اس دعوت کو قبول کرنے والوں کو اللہ کے بندے ﴿عِبَاد﴾ کہا گیا ہے۔ (آیات 23، 25، 27 اور 52)

6- سورة ﴿الشوریٰ﴾ میں ﴿اللہ کی شریعت﴾ اور انسانی شریعت کا تقابل:

اس سورت میں دو شریعتوں کا تقابل ہے۔ ایک اللہ کی شریعت ہے اور دوسری انسانوں کی بنائی ہوئی شریعت اور قانون ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے ہرگز اجازت نہیں دی ہے۔ اللہ کی نازل کردہ شریعت اور قانون کو زندگی کے ہر شعبے میں نافذ کرنے کی کوشش کرنا ہم پر فرض ہے۔

(a) اللہ کی شریعت Divine law) ﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ﴾ (آیت:13)

(b) شرکاء کی شریعت (Man made law) اللہ کے قانون کے مقابلے میں انسانوں کا قانون ہوتا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے ہرگز اجازت نہ دی۔ ﴿شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ﴾ (آیت:21)

7- سورة ﴿الشوریٰ﴾ میں اقامتِ دین کے مقصدِ عدل کی وضاحت:

حضرات نوح وابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو جو حکم دیا گیا تھا وہی آخری رسول محمد ﷺ کو دیا گیا کہ دین کو قائم کرو اور اس بارے میں کسی تفرقے میں نہ پڑو۔ چاہے یہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ (آیت:13)

اقامتِ دین ہی اقامتِ شریعت ہے۔ اقامتِ دین کا مقصد قیامِ عدل ہے۔ ﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ﴾ (آیت:15)

یہ توحیدِ حاکمیت کا مضمون ہے۔

8۔ سورۃ ﴿الشوریٰ﴾ میں لفظ ﴿حرث﴾ کے استعمال کی معنویت:

اس سورت میں ایک اہم اصول یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا ہو یا آخرت، دونوں کے لیے شدید محنت کی ضرورت ہے۔ صرف دنیا کے لیے جدوجہد کرنے والوں کو، آخرت میں کچھ نہیں ملے گا۔ ایک اچھے مسلمان کو دنیا اور آخرت دونوں کی کھیتیوں کے لیے محنت کرنی ہوگی، تب ہی وہ اپنی فصل کے ثمرات سے مستفید ہو سکتا ہے۔

کھیتی ﴿حرث﴾ کا استعارہ، محنت کی طرف دلالت کرتا ہے۔ (آیت: 20)

﴿مَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِن نَّصِيبٍ﴾

9۔ سورۃ ﴿الشوریٰ﴾ میں قلتِ رزق کی حکمت کا بیان:

اس سورت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ کی طرف سے بعض لوگوں کو رزق کی کمی بھی، حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔ اگر وہ اپنے بندوں کو کشادگی کے ساتھ رزق عطا کرتا تو وہ زمین پر فساد برپا کرتے۔

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ﴾ (آیت:27)

سورۃ الشُّوریٰ کا نظمِ جلی

سورۃ الشُّوریٰ سات (7) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 12 : پہلے پیراگراف میں قرآنی وحی اور صفاتِ الٰہی کے تعارف کے بعد شرک کا ابطال کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ﴿وَلی﴾ سرپرست اور کارساز ہے۔ عربی قرآن کے نازل کیے جانے کے بعد اتمام حجت ہو گئی ہے۔ آخری پیغمبر پر آخری کتاب کے نازل ہونے کے بعد قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں۔ فرشتے حمد و تسبیح کے ساتھ زمین والوں کے لیے استغفار کر رہے ہیں۔ اب انسان یا جنت میں جائے گا یا دوزخ میں۔ انسان کو عقیدے کی آزادی دی گئی ہے۔ اللہ چاہتا تو دنیا میں صرف ایک اُمت ہوتی۔ (آیت:8)

اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر کے انسانوں اور مویشیوں میں جوڑے بنائے اور دنیا میں پھیلا دیے۔ (لیکن اللہ کا کوئی جوڑ نہیں)

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ کوئی چیز بھی اللہ کی طرح نہیں ہے۔ وہ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ (آیت:11)

سارے اختیارات اُسی کے پاس ہیں۔ وہی رزق میں کمی بیشی کرتا ہے اور ہر شے کا مکمل علم رکھتا ہے۔

2- آیات 13 تا 20: دوسرے پیراگراف میں، اِقامتِ دین کی مشروعیت (Divine Laws) کا حکم دیا گیا۔

قیامِ عدل کو یقینی بنانے کے لیے استقامت کی تاکید کی گئی ہے۔

(a) اقامتِ دین کی مشروعیت ہے۔ ﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ﴾ (آیت 13) اقامتِ دین کا فریضہ تمام رسولوں پر لازم کیا گیا تھا۔

﴿أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾

(b) اقامتِ دین کی دعوت کے بعد اُس پر استقامت کا حکم دیا گیا۔

﴿وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ﴾ (آیت: 15)۔ اختلاف اور افتراق کی اصلی وجہ باہمی استحصال ﴿بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ ہے، اس لیے علم آجانے کے باوجود لوگ تشکیک کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ نزولِ قرآن کا مقصد قیامِ عدل ہے۔ قیامت آکر رہے گی۔ انسان کو دنیا اور آخرت دونوں کے لیے محنت کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں ثواب دینے پر قادر ہے۔

اہلِ ایمان دنیا میں ہی قیامت کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور ﴿مُشْفِقِينَ﴾ ہیں (آیت:18)۔ اس کے برخلاف اہلِ کفر دنیا میں نہیں ڈرتے، لیکن قیامت کے دن لرزنے لگیں گے اور اُس دن ﴿مُشْفِقِينَ﴾ ہوں گے۔ (آیت:22)

3- آیات 21 تا 22: تیسرے پیراگراف میں، مشرکین کی خود ساختہ شریعت (Man Made Laws) کا اِبطال کیا گیا۔

اللہ کے قانون کے مقابلے میں کافروں کا خود ساختہ انسانی قانون ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے ہرگز اجازت نہیں دی ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ﴾ ایسے ظالم اپنی کمائی کے بدلے دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔ اس کے برخلاف اللہ کے قانون پر ایمان لاکر عمل کرنے والے جنت میں داخل ہوں گے۔

4- آیات 23 تا 43: چوتھے پیراگراف میں، اہلِ ایمان اور اہلِ استقامت کی صفات بیان کی گئیں۔

اہلِ ایمان کا اجر و ثواب بتایا گیا ہے اور دلائل توحید و آخرت لوگوں کے سامنے رکھے گئے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں کو خوشخبری دے رہا ہے۔ اللہ غفور اور قدردان ہے۔ وہ بندوں کی توبہ بھی قبول کرتا اور گناہوں کو معاف بھی کرتا ہے۔ دعوت قبول کر کے نیک اعمال کرنے والوں کے فضل میں اضافہ فرماتا ہے۔ انکار کرنے والوں کو سزا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خزانے بہت وسیع ہیں لیکن وہ نپا تلا رزق دیتا ہے، ورنہ انسان زمین پر بغاوت کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور اُنہیں دیکھ رہا ہے۔ وہی انسانوں کا سرپرست اور ﴿وَلِيّ﴾ ہے خالق ہے اُسے عاجز نہیں کیا جاسکتا۔ آسمان، زمین، سمندر اور ہوائیں اُس کی نشانیاں ہیں، جن میں ہر صابر و شاکر انسان کے لیے دلیلیں موجود ہیں۔ اس کے باوجود جو اُس کی نشانیوں میں بحث مباحثہ کرتے ہیں، اُن کے لیے بچنے کی گنجائش نہیں۔

اِقامتِ دین اور اِقامتِ شریعت کرنے والوں کے دس (10) اوصاف بیان کیے گئے۔

(1) اہلِ ایمان رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ﴿عَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَكَّلُوۡنَ﴾ (آیت:36)

(2) اہلِ ایمان بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں۔ ﴿یَجۡتَنِبُوۡنَ كَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ﴾ (آیت:37)

(3) بے شرمی کے کاموں ﴿فواحش﴾ سے بچتے ہیں۔ ﴿وَالۡفَوَاحِشَ﴾ (آیت:37)

(4) غصہ آ جائے تو درگذر کر جاتے ہیں۔ ﴿وَاِذَا مَا غَضِبُوۡا هُمۡ یَغۡفِرُوۡنَ﴾ (آیت:37)

(5) رب کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ ﴿اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمۡ﴾ (آیت:38)

(6) نماز قائم کرتے ہیں۔ ﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ (آیت:38)

(7) تمام اہم باہمی معاملات مشورے سے چلاتے ہیں۔ ﴿وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَهُمۡ﴾ (آیت:38)

اسلام میں ڈکٹیٹر شپ اور آمریت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(8) انفاق کرتے ہیں۔ ﴿وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ﴾ (آیت:38)

(9) ﴿بغی﴾ یعنی زیادتی کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ﴿اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الۡبَغۡیُ هُمۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ﴾ (آیت:39)

(10) برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔ ﴿وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثۡلُهَا﴾ لیکن جو ظلم کے بعد بدلا لے، اسے ملامت نہیں کی جا سکتی، بالخصوص جو لوگوں پر ظلم ڈھاتے ہیں اور زمین پر ناحق زیادتی کرتے ہیں، ان سے بدلہ لیا جا سکتا ہے۔

﴿اِنَّمَا السَّبِیۡلُ عَلَی الَّذِیۡنَ یَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ وَیَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾ (آیت 42)

البتہ بدلے اور انتقام کے بجائے صبر اور درگذر، حوصلے کی بات ہے ﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ﴾ (آیت:43)

5- آیات 44 تا 46 : پانچویں پیراگراف میں، اللہ کے دشمن ﴿اَعۡدَآءُ اللّٰهِ﴾ مشرکین و کافرین کا انجام بتایا گیا ہے۔

جسے اللہ گمراہ کر دے، ایسے ظالم کے لیے کوئی سرپرست ﴿ولی﴾ نہیں ہو سکتا، جو اُسے راستہ دکھائے۔ یہ جب عذاب کو دیکھیں گے تو ان پر خشوع طاری ہو جائے گا ان کے لیے دائمی عذاب ہو گا۔ انہوں نے خود اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کیا تھا۔ روزِ قیامت اللہ کے مقابلے میں کوئی ﴿ولی﴾ ان کی مدد نہیں کر سکے گا۔ ﴿وَمَا كَانَ لَهُمۡ مِّنۡ اَوۡلِیَآءَ یَنۡصُرُوۡنَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾ آیت:46)

6- آیات 47 تا 50 : چھٹے پیراگراف میں، دعوتِ استجابۃ دی گئی کہ لوگ دعوتِ توحید کو قبول کر لیں۔

روزِ قیامت سے ڈرایا گیا کہ اُس دن اللہ کے عذاب سے کوئی ٹال نہیں سکے گا۔ اللہ کی بادشاہت ثابت کرکے توحید کے انفسی دلائل بھی دیے گئے ہیں۔ اولاد کے سلسلے میں، چار (4) صورتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (پانچویں صورت نہیں ہو سکتی)

(a) صرف لڑکیاں دیتا ہے۔ ﴿یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا﴾

(b) صرف لڑکے دیتا ہے۔ ﴿وَیَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ﴾

(c) لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے۔ ﴿أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا﴾

(d) بانجھ رکھتا ہے۔ ﴿وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا﴾ (آیات 49 تا 50)

7- آیات 51 تا 53 : ساتویں اور آخری پیراگراف میں، وحی کے تین (3) طریقوں کی وضاحت کی گئی۔

رسالتِ محمدی ﷺ کے برحق ہونے اور اسے پچھلے رسولوں پر کی گئی وحی کے مطابق ہونے کی دلیل بیان کی گئی ہے۔ کسی انسان کی یہ شان نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعے، پردے کی اوٹ سے یا فرشتہ بھیج کر وحی کرے۔

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ﴾ (آیت:51)

آپ ﷺ رسولِ برحق ہیں۔ آپ ﷺ پر بھی اب اسی طرح وحی کی جا رہی ہے۔ پہلے آپ ﷺ کو یہ علم نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ ﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ﴾ (آیت:52)

رسول اللہ ﷺ صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ یہ اللہ کا راستہ ہے اور اللہ ہی تمام امور کا فیصلہ کرنے والا ہے۔

مرکزی مضمون

محمد ﷺ پر کی گئی ﴿وحی﴾ کی تعلیمات کی روشنی میں خالص توحیدِ ذات، توحیدِ صفات، توحیدِ ولایت اور توحیدِ تشریع اختیار کرنا چاہیے شرکِ ولایت اور خود ساختہ انسانی شریعت ترک کر کے توحید پر ایمان لانا چاہیے، اِقامتِ دین کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے، شورائیت پر مبنی اجتماعی نظمِ ریاست (State) قائم کرنا چاہیے، تاکہ اللہ کی شریعت کے ذریعے عدل و انصاف کے قیام کو یقینی بنایا جا سکے۔

FLOW CHART

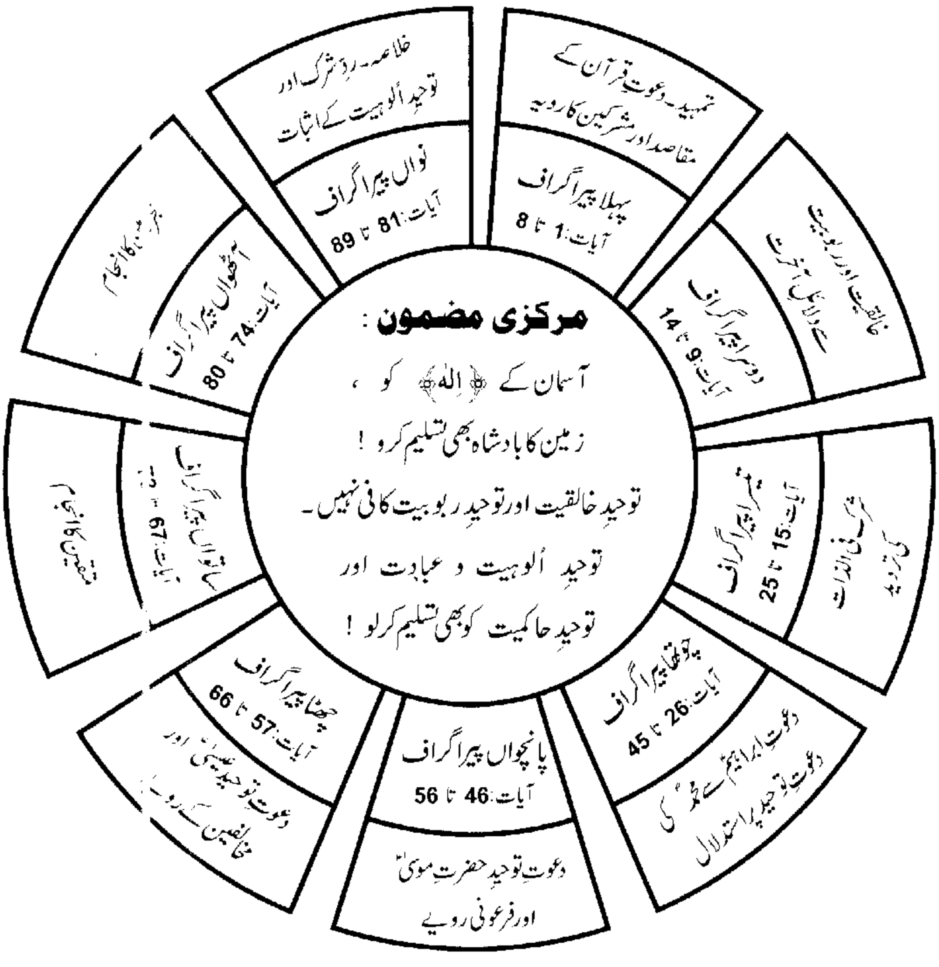
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

43- سُورَةُ الزُّخرُف

آیات : 89 ...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 9



زمانۂ نزول اور پس منظر

سورۃ ﴿الزُّخرُف﴾، قیامِ مکہ کے آخری دور میں (11 تا 13 نبوی) سُورۃ الدُّخان اور سُورۃ الجَاثِیہ کے نزول کے غالباً پانچ چھ سال بعد سُورۃُالشُّوریٰ کے ساتھ نازل ہوئی۔ یہ وہی زمانہ تھا، جب رسول اللہ ﷺ کے خلاف قریش کے سردار، جادو وغیرہ کے الزامات لگا رہے تھے اور متحدہ طور پر رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازشیں کر رہے تھے۔

﴿اَمۡ اَبۡرَمُوۡۤا اَمۡرًا فَاِنَّا مُبۡرِمُوۡنَ﴾ (آیت:79)

یہ ﴿حوامیم﴾ کے سلسلے کی چوتھی سورت ہے، لیکن نزول کے اعتبار سے آخری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان مشکل حالات میں تسلی دی گئی (آیت:89)۔ چند سالوں میں قریش شکست سے دوچار ہو کر رہیں گے۔

سورۃُالزُّخرُف کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿الشوریٰ﴾ میں اللہ کی شریعت اور انسانوں کی خود ساختہ شریعت کا تقابل بیان کیا گیا تھا۔

یہاں اس سورۃ ﴿الزخرف﴾ میں ﴿تکوینی حاکمیت﴾ کے ساتھ ﴿تشریعی حاکمیت﴾ کو بھی اللہ کے لیے ثابت کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ آسمان میں بھی ﴿الٰہ﴾ ہے اور زمین میں بھی ﴿الٰہ﴾ ہے۔

2۔ اگلی سورۃ ﴿الدُّخان﴾ میں فرعونی رویوں کا ذکر ہے، یعنی غرور، تکبر اور ﴿عُلُوفِي الْاَرض﴾ کا، جس کے سبب انسان اپنے آپ کو خدا سمجھ کر اللہ کی حاکمیت کے بجائے، اپنے نفس کی حاکمیت قبول کر لیتا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

1- سورۃ ﴿الزخرف﴾ میں قرآن کا تعارف اور اُس کے عربی زبان میں نازل کیے جانے کی حکمت:

قرآن کو ﴿کتابِ مبین﴾ اور ﴿ذکر﴾ کہا گیا۔ اسے عربی زبان میں نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بنی اسمٰعیل ایمان لائیں اور پھر اسے اچھی طرح سمجھ کر ساری دنیا تک پہنچائیں۔ (آیات: 2، 3، 4، 5 اور 44)

2۔ سورۃ ﴿الزخرف﴾ میں خود رسول اللہ ﷺ کو کتاب و سنت سے چمٹنے کی ہدایت:

رسول ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ وہ قرآن و سنت پر مشتمل وحی کو تھامے رہیں۔ ﴿تَمَسُّكِ وحی﴾ کریں۔

تسلی دی گئی کہ آپ ﷺ صراطِ مستقیم پر ہیں ﴿فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِیۡۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴾ (آیت:43)

3۔ سورۃ ﴿الزخرف﴾ میں مشرکینِ مکہ کے ایک اعتراض کا ذکر:

مشرکینِ مکہ نے قرآن پر اعتراض کیا کہ محمد ﷺ کے بجائے ﴿قریتین عظیم﴾ یعنی مکہ اور طائف کے کسی اور آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا۔ (آیت:31)

4۔ سورۃ ﴿الزخرف﴾ میں آپ ﷺ پر ﴿سحر﴾ جادو کے الزام کا جواب:

رسول اللہ ﷺ پر ﴿سحر﴾ جادو کا الزام عائد کیا گیا (آیت:30)۔ اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا کہ ہر زمانے میں رسولوں کو جادوگر کہا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ پر بھی جادو کا الزام تھا۔ (آیت: 49)

5۔ سورۃ ﴿الزخرف﴾ میں لفظ ﴿اِنْتَقَمْنَا﴾ کے استعمال کی معنویت:

اس سورۃ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے اور وہ ظالم وجابر قوموں کو ہلاک کرتا رہا ہے۔

﴿فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (آیت:8) چنانچہ سورۃ الزخرف میں تین مرتبہ ﴿اِنْتَقَمْنَا﴾ 'ہم نے انتقام لیا' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ (آیات: 25، 55 اور 41)

(a) اللہ تعالیٰ نے جب خوشحال لوگوں ﴿مترفین﴾ کے پاس رسولوں کو تنبیہ کے لیے بھیجا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو باپ دادا کے طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے تب اللہ نے ان جھٹلانے والے مکذبین سے ﴿انتقام﴾ لیا۔

﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (آیت:25)

(b) فرعون اور اس کے اعیانِ حکومت نے جب اللہ کو غصہ دلایا تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے ﴿انتقام﴾ لیا اور ان سب کو غرق کر دیا

﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ (آیت:55)

(c) رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ یا تو ہم آپ کو اٹھالیں گے یا پھر ہم ان مشرکین سے ﴿انتقام﴾ لیں گے۔

﴿فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ﴾ (آیت:41)

6۔ سورۃ ﴿الزخرف﴾ میں توحیدِ خالقیت، توحیدِ ربوبیت، توحیدِ الوہیت اور توحیدِ حاکمیت کے دلائل:

اس سورت میں کئی بار بتایا گیا ہے کہ اللہ ﴿خالق﴾ ہے۔ مشرکین بھی اللہ کو ﴿خالق﴾ تسلیم کرتے تھے۔

(آیات: 9، 87 اور 12)

(a) اس سورت میں کئی بار بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ﴿ربّ﴾ بھی ہے۔ مشرکینِ مکہ اللہ کو ﴿ربّ﴾ بھی تسلیم کرتے تھے۔

(آیات 10، 11، 12، 14 اور 64)

(b) مشرکین سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کو ﴿اِلٰہ﴾ اور ﴿معبود﴾ بھی تسلیم کرتے ہوئے اس کی ﴿توحید الوہیت﴾ اور ﴿توحیدِ حاکمیت﴾ کو بھی تسلیم کر لیں (آیات 84،45)۔ ﴿توحیدِ عبادت﴾ کا مطالبہ بھی کیا گیا۔

جو ﴿رب﴾ ہے وہی ﴿معبود﴾ ہو سکتا ہے۔ توحیدِ عبادت ہی ﴿صراطِ مُستقیم﴾ ہے۔ (آیت:64)

(b) مشرکین مکہ اعتراف کرتے تھے کہ اللہ ہی خالق سماوات وارض (Creator) ہے۔ (آیت:9) اور انہیں یہ بھی اقرار تھا کہ انسانوں کا ﴿خالق﴾ بھی اللہ ہے۔ (آیات:88،87)، انہیں یہ بھی اعتراض تھا کہ اللہ تعالیٰ ﴿رب﴾ یعنی (Provider, Sustainer, Nourisher) بھی ہے، لیکن وہ اللہ کو نہ تو ﴿اِلٰہ﴾ اور معبود مانتے تھے اور نہ ﴿شارِع﴾ یعنی (Law giver) اور ﴿حاکم﴾۔ اسی لیے انہیں بتایا گیا کہ اللہ آسمان میں بھی ﴿اِلٰہ﴾ ہے اور زمین پر بھی ﴿اِلٰہ﴾ ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَآءِ إِلٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ﴾ (آیت:84) ﴿تکوینی اقتدار﴾ بھی اللہ تعالیٰ کا ہے اور ﴿تشریعی اقتدار﴾ بھی اُسی کا ہے۔ جس دنیا میں بھی اُسی کی فرماں روائی ہے۔ اختیاری دنیا میں بھی اُسی کی حکومت ہونی چاہیے۔ اُلوہیت اور عبادت بھی اللہ ہی کا حق ہے۔

7- سورۃ الزخرف میں فرعون کی ذہنیت کا تذکرہ:

سورۃ الزخرف میں ماضی کے ایک اہم ڈکٹیٹر فرعون کی ذہنیت کا تذکرہ ہے۔ فرعون بھی اپنے آپ کو زمین میں بالا دست حاکم ﴿اِلٰہ﴾ اور ﴿رب﴾ سمجھتا تھا، حالانکہ وہ خود کئی خداؤں کا قائل تھا۔ فرعون نے اپنی قوم سے پوچھا تھا کہ کیا سرزمین مصر کی یہ سلطنت اور اقتدار میرے لیے نہیں ہے؟ اور کیا مصر کی نہریں میری ملکیت نہیں ہیں؟

﴿أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْأَنْهٰرُ﴾ (آیت:51)

اس نے دھمکی دی تھی کہ میرے علاوہ کسی اور کو ﴿اِلٰہ﴾ یعنی حاکم اعلیٰ (Sovereign) تسلیم کیا جائے گا تو میں تمہیں قیدیوں میں شامل کر دوں گا۔ ﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ﴾ (الشعراء:29)

فرعون نے اپنے وزیروں، مشیروں اور فوجی کمانڈروں سے کہا تھا: "میں تم لوگوں کے لیے اپنے سوا کسی اور کو حاکم اعلیٰ ﴿اِلٰہ﴾ نہیں سمجھتا" ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓأَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرِي﴾ (القصص:38)۔ فرعون نے یہ بھی کہا تھا: "میں تم لوگوں کا رب اعلیٰ ہوں" ﴿فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى﴾ (النازعات:24)۔ ان آیات میں ﴿اِلٰہ﴾ اور ﴿رب﴾ سے مراد کامل حکومتی اختیارات ہیں۔ فرعون نے خالق ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ وہ پاگل نہیں تھا، وہ خود مشرک تھا، جو کئی خداؤں کو مانتا تھا۔ چنانچہ اس کے وزیروں نے حضرت موسیٰؑ کے خلاف اُس کے کان بھرتے ہوئے کہا تھا کہ کیا آپ موسیٰؑ اور ان کی قوم کو (دعوتِ توحید کے ذریعے) زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیں گے تاکہ وہ آپ کو بھی چھوڑ دے اور آپ کے خداؤں ﴿آلِہہ﴾ کو بھی۔ ﴿أَتَذَرُ مُوسٰى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ﴾ (اعراف:127)

8- سورۃ ﴿الزخرف﴾ میں تین انبیاء کی توحید کا خصوصی ذکر:

تین جلیل القدر انبیاء بھی توحید کے علمبردار تھے۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ کی دعوت کے حوالے سے یہ بات ان کے سامنے رکھی گئی کہ تمام انبیاء توحید کے اثبات کے لیے کام کرتے رہے اور یہی ﴿صراطِ مستقیم﴾ ہے۔ (آیت:64)

(a) حضرت ابراہیمؑ بھی توحید کے علمبردار تھے اور شرک سے بیزار تھے۔ (آیت:26)

(b) حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ بھی ﴿توحیدِ الوہیت﴾ کی دعوت دیا کرتے تھے۔ (آیت: 57 اور 58)

(c) رسول مبین محمد ﷺ بھی خالص توحید کی دعوت دے رہے ہیں۔ (آیت: 29)

9- سورۃ ﴿الزخرف﴾ میں ﴿فلسفۂ جزو و کل﴾ کی تردید:

اس سورۃ میں ﴿شرک فی الذات﴾ کی نفی ہے۔ بعض ناشکرے مشرکین نے اللہ کے بندوں ہی کو، اللہ کا جزء بنا ڈالا۔ بعض نے اپنے لیے بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کیں اور فرشتوں کو اللہ کی اولاد قرار دیا۔

مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور اللہ کے لیے اُس کے بندوں میں سے ﴿جُزء﴾ قرار دیتے تھے۔ ﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا﴾ (آیت:15) اس عقیدے کی نفی اور اس کا ابطال آیات 15 تا 25 میں کیا گیا ہے اور آخری حصے میں بھی۔ ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ (آیات:81)

10- سورۃ ﴿الزخرف﴾ میں دعوتِ اسلام کا مذاق اڑانے والے لیڈروں کو دھمکی:

مشرکین مکہ، رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا مذاق اُڑا رہے تھے۔

ہر نبی کا مذاق اڑایا گیا ﴿كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (آیت: 7)۔ حضرت موسیٰ کا بھی مذاق اڑایا گیا تھا۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ﴾ (آیت: 47)۔ مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش بھی کر رہے تھے۔ ﴿اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ﴾ (آیت: 79)۔ ان لیڈروں کو دھمکی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنی بہترین تدبیروں کے ذریعے ہر سازش کو ناکام بنا دیتا ہے۔

10- سورۃ ﴿الزخرف﴾ میں اشاعتِ اسلام کی بشارتیں:

اس سورت میں رسول اللہ ﷺ کو ہدایات دی گئیں اور آخری آیت میں تسلی دی گئی کہ اسلام کی یہ دعوت مشرکین کی سازشوں کے باوجود دنیا میں پھیل کر رہے گی۔ ﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ (آیت:89)

سورۃ الزُّخرُف کا نظمِ جلی

سورۃ الزخرف (9) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔ اس سورت کا بنیادی موضوع اثبات توحید اور ردِّ شرک ہے۔

1- آیات 1 تا 8 : پہلا پیراگراف تمہیدی ہے۔ اس میں دعوتِ قرآن کے مقاصد اور مشرکین کا رویہ دکھایا گیا ہے۔

قریش کو بتایا گیا کہ عربی زبان میں کتاب مبین نازل کی گئی ہے، تاکہ وہ عقل سے کام لیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جو قومیں اپنے نبی کا مذاق اڑاتی ہیں، انہیں ہلاک کر دیا گیا، حالانکہ وہ قریش سے زیادہ بطش وجبروت رکھتی تھیں۔

﴿فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (آیت:8)

2- آیات 9 تا 14: دوسرے پیراگراف میں اللہ کی خالقیت اور ربوبیت سے استدلال کرتے ہوئے، امکانِ آخرت کی دلیلیں فراہم کی گئی ہیں۔

منکرِ آخرت قریش سے کہا گیا کہ تم اللہ کو خالق تو مانتے ہو۔ اس کی عزیزیت اور علم کے بھی قائل ہو۔ اس کی ربوبیت پر غور کرو کہ کس طرح اُس نے زمین میں راستے بنائے۔ آسمان سے مقررہ مقدار میں پانی نازل کیا اور مردہ زمین کو زندہ کر دیا اسی طرح تم روز قیامت اٹھائے جاؤ گے۔ اللہ ہی نے جوڑے بنائے۔ کشتیوں اور جانوروں کی صورت میں سواریاں فراہم کیں تاکہ تم اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو اور اللہ کی بے عیبی کا اعتراف کر لو اور اُس کی قدرت کا اعتراف کر لو۔

3- آیات 15 تا 25 : تیسرے پیراگراف میں ﴿شرک فی الذّات﴾ کی تردید ہے کہ اللہ کا کوئی جز بھی ہو سکتا ہے۔

خالق، مخلوق جیسا نہیں ہو سکتا۔ نہ خالق مخلوق کا ﴿جزء﴾ حصہ (Part) ہو سکتا ہے اور نہ مخلوق خالق کا حصہ۔

خالق کی تمام نعمتوں کے باوجود انسان اللہ کے بندوں میں سے اللہ کے لیے ﴿جزء﴾ قرار دیتا ہے۔ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتا ہے، حالانکہ خود قریش کو بیٹے پسند ہیں۔ بیٹیاں نہیں۔ بیٹی کی ولادت پر اُن کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ فرشتے رحمٰن کے بندے ہیں۔ انہیں مؤنث قرار دینے کی کوئی دلیل نہیں۔ کیا انہوں نے فرشتوں کی ساخت دیکھی ہے؟ بس باپ دادا کی پیروی کر رہے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ خوشحال ﴿مترفین﴾ لوگوں میں جب کوئی رسول بھیجا گیا تو انہوں نے باپ دادا کی روایات کی پیروی کرتے ہوئے رسولوں کا انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے جھٹلانے والوں سے انتقام لیا۔

4- آیات 26 تا 45: چوتھے پیراگراف میں، قریش کو خود ان کے جدِّ امجد حضرت ابراہیمؑ کی دعوت کی روشنی میں بتایا گیا ہے کہ محمدؐ کی دعوتِ توحید بھی دعوتِ ابراہیمی کے عین مطابق ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد اور اپنی قوم سے صاف کہہ دیا تھا کہ میں آپ لوگوں کے معبودوں سے بیزار ہوں۔ محمد ﷺ بھی یہی دعوت دے رہے ہیں لیکن قریش قرآن کو جادو کہہ کر اس کا انکار کر رہے ہیں اور فضول سوال اٹھا رہے ہیں کہ یہ قرآن طائف اور مکہ کے کسی اور

آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ یہ اختیار اللہ کا ہے۔ اگر ان کے گھر سونے چاندی کے بنا کر معجزات دکھائے جائیں، تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ان پر ایک شیطان مسلط ہے، جو ان کا ساتھی بن گیا ہے ﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ﴾ (آیت:36)۔ روزِ قیامت یہ پچھتائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ بہروں کو سنا نہیں سکتے اور اندھوں کو راستہ نہیں دکھا سکتے اللہ ان سے انتقام لے گا۔ ہدایت کی گئی کہ قرآن سے چمٹے رہیں یہی صراطِ مستقیم ہے اور یہی رسول اللہ ﷺ اور ان کی قوم کے لیے نصیحت ہے۔ تمام رسولوں کو ایک خدائے رحمن کی عبادت ہی کا حکم دیا گیا ہے۔

5- آیات 46 تا 56 : پانچویں پیراگراف میں، بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ نے بھی دعوت توحید دی تھی۔

فرعون نے اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا، جس کے نتیجے میں وہ اپنی فوج کے ساتھ غرق کیا گیا۔

فرعون اور اس کی حکومت کے سرداروں کو حضرت موسیٰ نے دعوت دی انہوں نے مذاق اڑایا۔ انہیں جادوگر کہا۔ اللہ نے عذاب میں پکڑ لیا فرعون نے حضرت موسیٰ کی تحقیر کی۔ فرعون کا دعویٰ تھا کہ وہ رب اعلیٰ اور ﴿الٰه﴾ ہے۔ وہ اپنے آپ کو کلی اختیارات کا مالک سمجھتا تھا۔ اس نے اپنی قوم سے پوچھا تھا کہ کیا میرے لیے مصر کی بادشاہت نہیں ہے اور کیا مصر کے یہ دریا میرے زیرِ تصرف نہیں ہیں؟ (آیت:51)

اس سورت میں فرعون کے بارے میں یہ انکشاف کیا گیا کہ وہ ہر آمر کی طرح اپنی رعایا کو ہلکا سمجھتا تھا اور رعایا کا جرم یہ تھا کہ وہ ایسے آمر کی اطاعت کرتی تھی ﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوْهُ﴾ (آیت: 54)۔ اللہ نے اس سے انتقام لیا۔

6- آیات 57 تا 66: چھٹے پیراگراف میں، حضرت عیسیٰ کی دعوتِ توحید اور مخالفین کے رویوں کا ذکر ہے۔

حضرت عیسیٰ نے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور رسول کی اطاعت کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ میرا رب اور تم لوگوں کا رب اللہ ہے، اُسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے، ﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ (آیت:64) لیکن وہ اختلاف میں پڑ گئے ان ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ روزِ قیامت آج کے گہرے دوست، ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

7- آیات 67 تا 73 : ساتویں پیراگراف میں، جامع توحید پر ایمان لانے والے ﴿متقین﴾ کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

﴿متقین﴾ سے اللہ فرمائے گا کہ آج نہ تمہیں کوئی خوف ہے اور نہ ملال تم اور تمہارے اہل خانہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

وہاں سونے کے برتن گردش میں ہوں گے۔ ہر خواہش پوری کی جائے گی، آنکھوں کی لذت کا سامان ہو گا ﴿وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ﴾ (آیت:71) اور ہر قسم کے میوے میسر ہوں گے۔

8- آیات 74 تا 80 : آٹھویں پیراگراف میں، دعوتِ توحید کو مسترد کرنے والے ﴿مجرمین﴾ کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

﴿متقین﴾ کے انجام کے بعد ﴿مجرمین﴾ کا انجام بتایا گیا ﴿إِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ﴾ (آیت:74) کافر یہ سمجھتے تھے کہ

اللہ اِن کی خفیہ باتیں اور سرگوشیاں نہیں سنتا، حالانکہ اللہ کے فرشتے ان کی تمام چیزیں لکھ رہے ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش کررہے ہیں اور اللہ اپنی تدبیر کرے گا۔

9- آیات 81 تا 89: آخری پیراگراف خلاصے پر مشتمل ہے۔ یہاں ردِّ شرک اور توحید الوہیت کا اثبات ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں۔ وہ بے عیب ہستی ہے۔ رسول ﷺ کو تسلی دی گئی کہ انہیں کھیل کود میں مگن رہنے دو، یہاں تک کہ ملاقات کا دن آپہنچے گا، جس کا وعدہ کیا جارہا ہے۔ ﴿فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ﴾ (آیت:83)۔ اللہ تعالیٰ تکوینی حاکم بھی ہے اور تشریعی حاکم بھی ہے۔ وہ آسمان کا ﴿الٰه﴾ بھی ہے اور زمین کا ﴿الٰه﴾ بھی۔

﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ﴾ (آیت:84)

یہاں توحیدِ الوھیت اور توحیدِ حاکمیت کا مطالبہ ہے۔ غیر اللہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے، سفارش صرف اُن کی قبول ہوگی جو حق کی گواہی دیں گے۔ ﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ (آیت:86)

جب مشرکین اللہ کو خالق مانتے ہیں تو پھر ان کی عقل کیوں گھوم رہی ہے؟ آخری آیت میں رسول اللہ ﷺ کو ان سے درگذر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بتایا گیا کہ بہت جلد مشرکین کو پتہ چل جائے گا۔

مرکزی مضمون

خالص اور جامع توحید اختیار کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ آسمان کے ﴿اِلٰه﴾ اللہ کو، زمین کا بادشاہ بھی تسلیم کرنا چاہیے!

﴿توحیدِ ذات﴾ کے ساتھ ﴿توحیدِ خالقیت﴾ اور ﴿توحیدِ ربوبیت﴾ کافی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ﴿توحیدِ الوہیت وعبادت﴾ اور ﴿توحیدِ حاکمیت﴾ کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا!

FLOW CHART

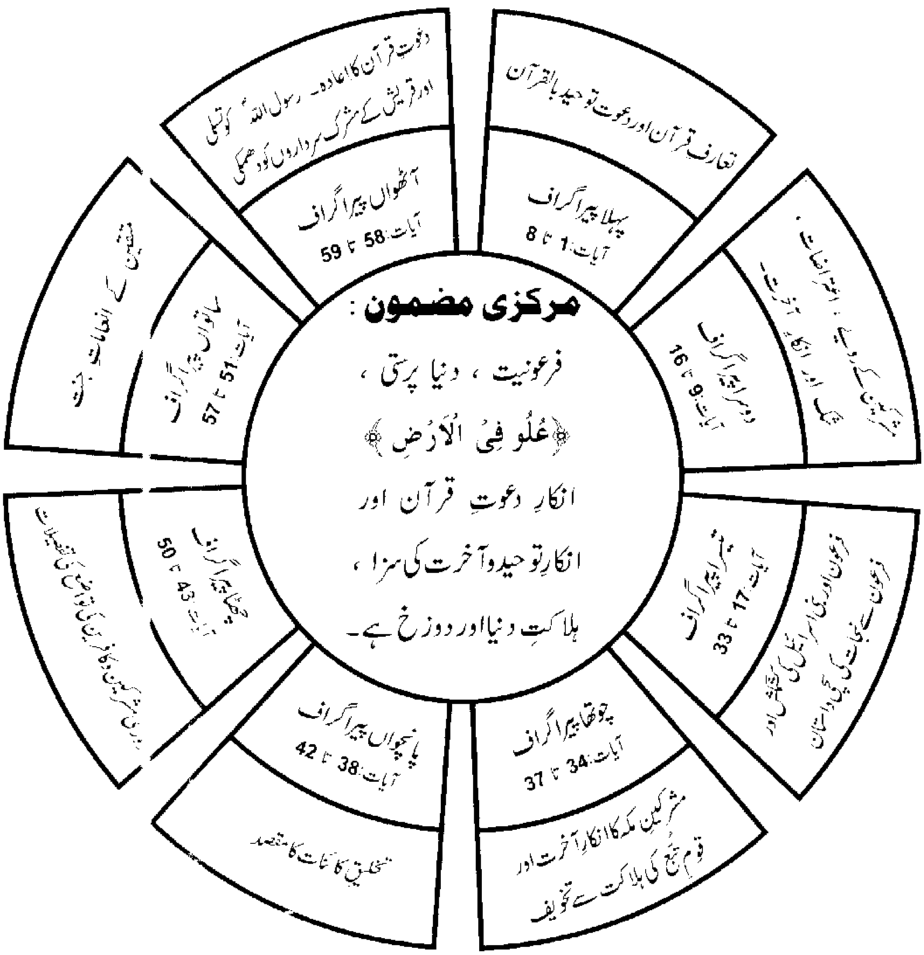
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

44- سُوْرَةُ الدُّخَان

آیات : 59 ...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 8



زمانۂ نزول

سورۃ ﴿الدُّخان﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) کے اوائل میں، غالباً 7 نبوی کے زمانۂ قحط میں سورۃ ﴿الجاثِیَة﴾ کے ساتھ نازل ہوئی۔ یہ ﴿حوامیم﴾ کے سلسلے کی پانچویں سورت ہے۔

مشرکین مکہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا جارہا تھا کہ آپ ﴿مجنون﴾ اور آسیب زدہ ہیں اور ﴿مُعَلَّم﴾ ہیں، یعنی انہیں سکھایا پڑھایا گیا ہے۔ یہ آخرت کے بارے میں شک اور ریب میں مبتلا تھے۔ انہیں دھمکی دی گئی کہ روزِ قیامت ان سے انتقام لیا جائے گا۔ قریش مکہ کے رویے فرعون جیسے تھے، جو ﴿عُلُوٍّ فِي الْأَرْضِ﴾ کے جرم کا مرتکب تھا۔ انتظار کرو! ﴿فَارْتَقِب﴾ کے الفاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور قریش کو دھمکی دی گئی کو چند سالوں بعد کایاپلٹ جائے گی۔

سورۃ الدُّخان کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿الزُّخرُف﴾ میں توحیدِ تشریع اور توحیدِ حاکمیت کی جو بات مثبت انداز میں بیان کی گئی تھی، یہاں سورۃ ﴿الدُّخان﴾ میں وہی بات، منفی فرعونی رویوں کی وضاحت کرتے ہوئے رکھی گئی ہے۔

﴿عُلُوّفِي الارض﴾ کے فرعونی رویوں ہی کے نتیجے میں ﴿شِركٌ فِي التَّشرِيع﴾ کا عقیدہ اور رویہ جنم لیتا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

1- سورۃ ﴿الدُّخان﴾ میں قرآن مجید کا تعارف:

1- سورۃ ﴿الدُّخان﴾ میں قرآن کو کتابِ مبین کہا گیا۔ (آیت: 2) قرآن کو رحمت بتایا گیا ہے۔ (آیت:6)

﴿يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ﴾ کے الفاظ سے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ عربی زبان میں قرآن کو نازل کر کے اسے عرب کے ابتدائی سامعین کے لیے آسان کر دیا گیا ہے۔ ﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (آیت:58)

2- سورۃ ﴿الدُّخان﴾ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کا جواب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قریش کے اعتراضات ﴿مُعَلَّم مجنون سکھائے پڑھائے گئے خبطی ہیں﴾ کا جواب، عربی زبان کے آسان اور مبین قرآن سے دیا گیا ہے۔ ﴿ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ﴾ (آیت:14)

3- سورۃ ﴿الدُّخان﴾ میں اثباتِ توحیدِ الوہیت کے لیے قدرت اور ربوبیت سے استدلال:

ابتداء ہی میں قرآن کی ﴿دعوتِ توحیدِ الوھیت﴾ دی گئی ہے، جس کے لیے ﴿قدرت﴾ اور ﴿ربوبیت﴾ سے استدلال کیا

گیا ہے۔﴿لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ (آیت:8)

4- سورۃ﴿الدُّخان﴾میں انکارِ آخرت پر مشتمل رویوں کا تذکرہ:

قریش موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں شک اور ریب میں منہمک تھے۔﴿بَلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ یَّلْعَبُوْنَ﴾ (آیت:9)
قریش صاف کہا کرتے تھے کہ یہ ہماری پہلی موت ہی حتمی ہوگی اور ہم مرنے کے بعد دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے ﴿اِنْ ھِیَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِیْنَ﴾ (آیت:35)۔ روزِ قیامت انہیں کہا جائے گا کہ دوزخ کے عذاب کا مزا چکھیں۔ یہی وہ حقیقت ہے، جس کے بارے میں تم شک میں مبتلا تھے ﴿اِنَّ ھٰذَا مَا کُنْتُمْ بِہٖ تَمْتَرُوْنَ﴾ (آیت:50)

5- سورۃ﴿الدُّخان﴾میں ایک خاص اصطلاح﴿عُلُوٌّ فِی الْاَرْضِ﴾کا استعمال:

قیادت(Leadership) کے کفر کی دو بڑی بنیادیں ہوتی ہیں۔ ایک اس کا غرور اور تکبر، جس کی وجہ سے وہ دیگر انسانوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ دوسرا اُس کا انکارِ آخرت۔ روزِ قیامت کی جواب دہی کے احساس سے بالاتر ذہنیت قریش وبتایا گیا کہ ان کے رویے بھی فرعونی ہیں۔ فرعون﴿عُلُوٌّ فِی الْاَرْضِ﴾کے جرم کا مرتکب تھا۔﴿اِنَّہٗ کَانَ عَالِیًا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ﴾ (آیت:31)
ایک فوجی ڈکٹیٹر جو اختیارات کے استعمال میں اسراف سے کام لیتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے اسے اللہ کے مقابلے میں﴿عُلُوٌّ﴾سے بچنے کی ہدایت کی، لیکن وہ﴿عالی﴾بن کر رہا۔﴿وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِنِّیْٓ اٰتِیْکُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ﴾ (آیت:19)

6- سورۃ﴿الدُّخان﴾میں بنی اسرائیل پر احسانات الٰہی اور اُن کی فضیلت کا تذکرہ:

بنی اسرائیل کی فرعونیوں کے ہاتھوں ذلت سے نجات کے احسان اور اقوامِ عالم پر ان کی فضیلت کا ذکر کیا گیا۔
﴿وَلَقَدْ نَجَّیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُھِیْنِ﴾ (آیت:30) ﴿وَلَقَدِ اخْتَرْنٰھُمْ عَلٰی عِلْمٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ﴾ (آیت:32)

7- سورۃ﴿الدُّخان﴾میں مظلوموں کے لیے تسلی:

اللہ تعالیٰ کی صفت بیان کی گئی کہ وہ ظالموں سے انتقام لے کر رہتا ہے اور مجرمین کو ہلاک کر کے رہتا ہے۔
﴿یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَۃَ الْکُبْرٰی اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ (آیت:16)۔ وہ روزِ قیامت بھی سزا دے گا اور دنیا میں بھی مجرمین کو ہلاک کر سکتا ہے۔ تاریخ سے استدلال کرتے ہوئے انہیں بتایا گیا کہ وہ یمن کے بادشاہوں سے یعنی﴿قومِ تُبَّع﴾سے بہتر نہیں ہیں، جو مجرم اور نافرمان تھے۔ انہیں ہلاک کر کے دنیا سے ان کا نام ونشان مٹا دیا گیا۔
﴿اَھُمْ خَیْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اَھْلَکْنٰھُمْ اِنَّھُمْ کَانُوْا مُجْرِمِیْنَ﴾ (آیت:37)

8- سورۃ ﴿الدخان﴾ میں مشرکین کو دھمکی اور مسلمانوں کو تسلی:

اس سورۃ میں دو مرتبہ قریش کو ﴿فَارْتَقِبْ انتظار کرو﴾ کے الفاظ سے دھمکی دی گئی ہے۔ (آیات 10 اور 59)

9- آسمان پہلے دھواں تھا، روزِ قیامت دوبارہ دھواں بن جائے گا:

قیامت کے دن، آسمان دوبارہ ﴿الدخان﴾ یعنی دھواں بن جائے گا۔ ﴿يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الدخان:10)

سورۃ ﴿حٰمٓ السجدۃ﴾ میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ آسمان کی ابتداء بھی ﴿الدخان﴾ یعنی دھویں سے ہی ہوئی تھی۔

﴿ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ﴾ (حم السجدۃ:11)

سورۃ الدُّخان کا نظمِ جلی

سورۃ الدخان آٹھ (8) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 8: پہلے پیراگراف میں قرآن اور اللہ کا تعارف ہے اور قرآن کے ذریعے توحید کی دعوت ہے۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ﴾ (آیت:3) قرآن کی تنزیل ایک مبارک رات سے ہوئی ہے جس میں حکیمانہ فیصلے تقسیم ہوتے ہیں۔ ﴿لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ سے مراد ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ ہے، پندرہ شعبان نہیں ہے۔ اللہ ہی رب اور خالق ہے۔ وہ معبود ہے، وہی اگلوں اور پچھلوں کو زندگی اور موت دینے پر قادر ہے۔

2- آیات 9 تا 16: دوسرے پیراگراف میں مشرکین کے رویوں کا ذکر ہے۔

ان کے اعتراضات، ان کے شکوک وشبہات اور ان کے انکارِ آخرت کا بیان ہے۔

مشرکین مکہ شک میں مبتلا ہو کر کھیل رہے ہیں۔ ﴿بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ﴾ (آیت:9)۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک ایسا مجنون اور پاگل قرار دیا، جسے سکھایا اور پڑھایا گیا ہے ﴿وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ﴾۔ ان سے بدلا لیا جائے گا اور اللہ کی گرفت بڑی سخت ہوگی۔

﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ (آیت:16)

3- آیات 17 تا 33: تیسرے پیراگراف میں فرعون اور بنی اسرائیل کی کشمکش اور فرعون سے ان کی نجات کی سچی داستان بیان کی گئی ہے۔

مشرکین مکہ کے رویے فرعونی تھے۔ فرعون ﴿عُلُوٌّ فِی الارض﴾ کے جرم کا مرتکب تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے اسے دعوت دی کہ تم اللہ کے مقابل بڑے بننے کی کوشش مت کرو ﴿وَاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ﴾ (آیت:19) لیکن وہ نہ مانا اسے ہلاک کیا گیا۔ تاریخ میں عبرت کا سامان

موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ جب مجرموں کو ہلاک کرتا ہے تو ان پر نہ آسمان روتا ہے اور نہ زمین۔ ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ﴾ (آیت:29) انہیں مہلت بھی نہیں دی جاتی۔ فرعون کے بارے میں دوبارہ یہ بات بتائی گئی ہے۔ وہ اختیارات کا ناجائز استعمال کرنے والا مسرف تھا، سرکش تھا اور حدود سے تجاوز کیا کرتا تھا۔ ﴿إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ﴾ (آیت:31)

4- آیات 34 تا 37 : چوتھے پیراگراف میں مشرکین مکہ کے انکارِ آخرت کے رویے کا ذکر کر کے، انہیں قوم تبع کی ہلاکت سے تخویف کی گئی ہے۔

مشرکین یمن کے ﴿تُبَّعٍ﴾ بادشاہوں کی طرح مغرور اور متکبر تھے۔ ان مشرکین سے پوچھا گیا کہ یہ بہتر ہیں یا ﴿قَوْمِ تُبَّعٍ﴾ کے لوگ؟ اللہ نے انہیں ہلاک کیا۔ یہ نافرمان اور مجرم تھے۔ ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ (آیت:37)

5- آیات 38 تا 42 : پانچویں پیراگراف میں تخلیق کائنات کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

تخلیق کائنات بلا مقصد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کھیل کے طور پر نہیں بنایا ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِينَ﴾ (آیت:38) بلکہ ایک خاص مقصد کے ساتھ کائنات کو پیدا کیا ہے۔ (دنیاداری آزمائش ہے) قیامت ضرور برپا ہوگی۔ وہاں (مغرور منکرینِ آخرت کو) کوئی مدد نہیں مل سکے گی۔ ایمان لانے والوں پر رحم کیا جائے گا۔ اللہ ﴿العزیز﴾ بھی ہے اور ﴿الرحیم﴾ بھی۔

6- آیات 43 تا 50 : چھٹے پیراگراف میں مشرکین وکافرین کی دوزخ میں تواضع کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

گنہگار ﴿آثیم﴾ لوگوں کے لیے زقوم کا کھانا ہوگا، آگ ہوگی، کھولتا ہوا پانی ہوگا۔

شک میں مبتلا لوگوں سے کہا جائے گا کہ تم بااقتدار اور باعزت بنے رہے۔ اب عذاب کا مزہ چکھو۔ ﴿إِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ﴾

7- آیات 51 تا 57 : ساتویں پیراگراف میں ایمان لانے والے متقین کے لیے انعاماتِ جنت کا وعدہ ہے۔

گنہگار ﴿آثیم﴾ لوگوں کے مقابلے میں ﴿متقین﴾ ہوں گے۔ ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ﴾۔ متقین مقام امن میں ہوں گے انہیں باغ، چشمے اور قیمتی ریشمی لباس اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے نوازا جائے گا۔ انہیں جنت میں دوبارہ موت نہیں آئے گی۔ اللہ کا یہ خاص فضل ہوگا اور یہی درحقیقت بڑی کامیابی ہے۔

8- آیات 58 او 59: آٹھویں پیراگراف میں، پہلے پیراگراف کی طرح دعوتِ قرآن کا اعادہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کو تسلی اور قریش کے مشرک سرداروں کو ہلاکت کی دھمکی ہے۔

قرآن کو رسول اللہ ﷺ کی اپنی زبان عربی میں یاددہانی کے لیے آسان بنایا گیا ہے۔ ان حالات میں آپ ﷺ کو صبر کرنا چاہیے اور مشرکین بھی انتظار کر رہے ہیں۔ بہت جلد اللہ کا فیصلہ آجائے گا۔

﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ﴾

مرکزی مضمون

فرعونیت، دنیا پرستی، ﴿عُلُوٌّ فِي الْأَرْضِ﴾، انکارِ دعوتِ قرآن اور انکارِ توحید و آخرت کی سزا، ہلاکتِ دنیا اور دوزخ ہے۔

FLOW CHART

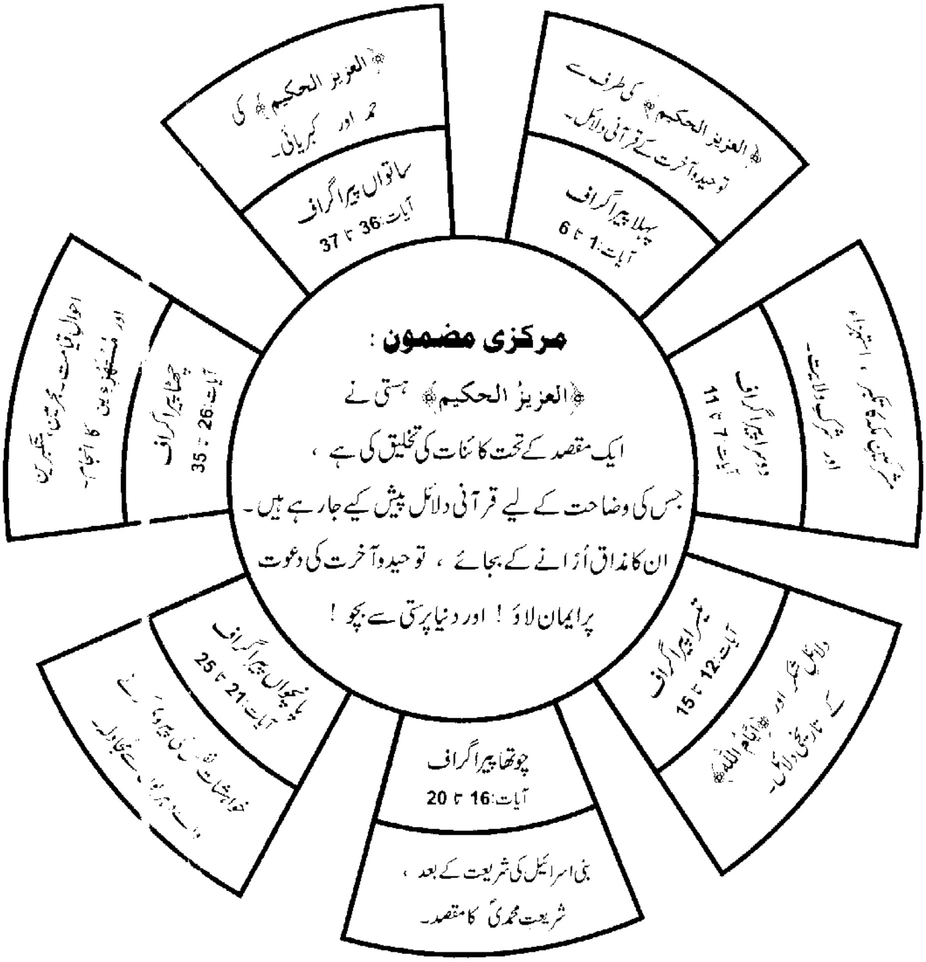
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

45- سُورَةُ الجَاثِيَة

آیات : 37 ...... مَكِّيَّة"...... پیراگراف : 7



زمانۂ نزول اور پس منظر

سورۃ ﴿الجاثیۃ﴾ ﴿حوامیم﴾ کے سلسلے کی چھٹی سورت ہے۔ سورۃ ﴿الجاثیۃ﴾، قیامِ مکہ کے تیسرے دور میں (6 تا 10 نبوی) سُورۃ الدُّخان کے ساتھ، غالباً سات (7) نبوی کے دورِ قحط میں نازل ہوئی۔ یہ وہی زمانہ تھا، جب رسول اللہؐ قرآن کی روشنی میں توحید اور آخرت کی عقلی، نقلی، تاریخی، آفاقی اور انفسی دلیلیں پیش کر رہے تھے۔ ان دلیلوں (Evidences) کے لیے اس سورت میں ﴿آیۃ﴾ اور ﴿آیات﴾ کے الفاظ بار بار استعمال کیے گئے ہیں۔ ان دلائل کے جواب میں مشرکینِ مکہ مذاق اور استہزاء سے کام لے رہے تھے۔ شرکِ ولایت میں مبتلا تھے۔ منکرِ آخرت تھے۔ خواہشاتِ نفس کو خدا بنا کر، تکبر کے عالم میں دنیا پرستی کے مرض میں شدت سے مبتلا تھے۔ انہیں سمجھایا گیا ہے کہ وہ قرآنی دلائل کی روشنی میں، مقصدِ تخلیقِ کائنات کو سمجھ کر ایمان لائیں گے تو فلاح اور عافیت نصیب ہو گی۔

سورۃ الجاثیہ کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿الدخان﴾ میں فرعونیت اور ﴿عُلُوّ فِی الْاَرْض﴾ سے روکا گیا تھا، یہاں اس سورۃ ﴿الجاثیۃ﴾ میں فرعونیت اور ﴿عُلُوّ فِی الْاَرْض﴾ کی علت اور وجہ بتائی گئی ہے۔ ﴿ہوائے نفس کی عبادت﴾ اور ﴿تکبر اور استہزاء﴾ جیسے منفی فرعونی رویوں کی وجہ سے، فرعونیت جنم لیتی ہے۔

﴿اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (آیت:23)

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

1- سورۃ ﴿الجاثیۃ﴾ میں اللہ کی دو صفات ﴿العزیز﴾ اور ﴿الحکیم﴾ کے استعمال کی حکمت:

اس سورت میں دو مرتبہ، اللہ کی صفات ﴿العزیز الحکیم﴾ کا استعمال، ابتداء میں اور اختتام پر ہوا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ زمین و آسمان میں اللہ ﴿العزیز الحکیم﴾ ہی کی ﴿کبریائی﴾ ہے۔ (آیات 2 اور 37)

اللہ تعالیٰ جزا اور سزا دونوں کی قدرت رکھتا ہے۔ یہ اس کی عزیزیت ہے۔ انسان کو آزادیِ اختیار دے کر اس دارِ فانی میں خلیفہ بنا کر مبعوث کیا ہے۔ یہ اُس کی حکمت ہے۔

2- سورۃ ﴿الجاثیۃ﴾ میں نزولِ قرآن کے مقصد کا بیان:

(a) قرآن عزیز و حکیم اللہ کی طرف سے بتدریج ﴿تنزیلاً﴾ نازل کیا جا رہا ہے۔ (آیت:2)

(b) قرآن ہدایت ہے۔﴿ هٰذَا هُدًى ﴾ (آیت:11)

(c) قرآن یقین کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے اور لوگوں کے لیے﴿ بَصَائِر ﴾کی حیثیت رکھتا ہے۔

﴿ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾ (آیت:20)

(d) توراۃ کے بعد نزولِ قرآن کا مقصد ، بنی اسرائیل کے بگاڑ اور﴿ بَغي ﴾کا انسداد ہے۔ آیات:16 تا19)

﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا ﴾ (آیت:18)

3- سورۃ﴿ الجاثیۃ ﴾میں مقصدِ قیامت کی وضاحت:

تخلیقِ ارض و سما اور قیامت کی عدالت کا ایک خاص مقصد﴿ العزیز الحکیم ﴾کا امتحانِ حسن عمل ہے، تا کہ ہر نفس کو اس کی اچھی اور بری کمائی کا بدلہ دیا جاسکے۔﴿ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ﴾ (آیت: 22)

4- سورۃ﴿ الجاثیۃ ﴾میں﴿ دلائل توحید ﴾اور﴿ دلائل آخرت ﴾:

اس سورت میں﴿ آیۃ ﴾اور﴿ آیات ﴾کے الفاظ سے توحید کی کئی دلائل (Evidences) پیش کیے گئے ہیں۔

(a) ارض و سماء کی تخلیق میں توحید قدرت کے دلائل: آسمانوں اور زمین میں ایمان لانے والوں کے لیے یقیناً دلائل موجود ہیں۔

﴿ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (آیت:3)

(b) انسانی تخلیق کے انفسی دلائل توحید قدرت:

انسانوں کے لیے خود انسانوں کی تخلیق میں اور زمین پر پھیلائے جانے والے جانوروں کی تخلیق میں بھی یقین کرنے والوں کے لیے دلائل موجود ہیں۔﴿ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾ (آیت:4)

(c) دلائل توحید ربوبیت: انسان کے لیے سمندر کو مسخر کر دیا گیا، تا کہ وہ اللہ کے فضل کی جستجو کر سکے اور شکر رویہ اختیار کر سکے۔ یہ سب توحید قدرت و ربوبیت کی دلیلیں ہیں۔

﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾

انسانوں کے لیے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں حلال اور مباح کر دی گئیں (سوائے ان چند محدود چیزوں کے جنہیں حرام کیا گیا ہے)۔ اس حقیقت میں بھی غور و فکر کرنے والوں کے لیے دلیلیں موجود ہیں۔

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (آیت:13)

(d) دلائل قدرت و آخرت (آیات:5، 6، 32) اللہ تعالیٰ ہی سورج اور چاند کی گردش پر قادر ہے۔ رات اور دن کے اختلاف میں اور بارش کے ذریعے مردہ زمین کو سرسبز کرنے میں اور ہواؤں کے الٹ پھیر میں عقل رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ کی

قدرت اور امکانِ آخرت کی دلیلیں موجود ہیں۔ ﴿وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ آيَاتٌ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ (آیت:5)

خود قرآن مجید میں، جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، خود شناسی، خدا شناسی اور کائنات فہمی کے دلائل موجود ہیں۔

﴿تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ﴾ (آیت:6)

(e) منکرینِ آخرت کے لیے دلائلِ تاریخ ﴿أَيَّامَ اللَّهِ﴾ ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مجرم منکرین کو سزا دی؟

﴿قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (آیت: 14)

(f) منکرینِ قیامت کے لیے عقلی دلیلِ آخرت ہے کہ صالح عمل کرنے والوں اور گناہ کمانے والوں کا انجام ایک جیسا نہیں ہو سکتا۔

﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾ (آیت:21)

جس طرح جنت والے اور دوزخ والے برابر نہیں ہو سکتے۔ مسلم اور مجرم یکساں نہیں ہو سکتے۔

5- سورۃ ﴿الجاثیۃ﴾ میں مشرکین کے خلاف فردِ جرم:

اس سورت میں مشرکینِ مکہ کے خلاف فردِ جرم (Charge sheet) عائد کی گئی ہے:

(a) ﴿شرکِ ولایت﴾ میں مبتلا ہیں۔ اللہ کے علاوہ کوئی ﴿ولی﴾ یعنی سرپرست اور کارساز قیامت کے دن مشرکین کو بچا نہیں سکے گا، جب کہ اللہ خالق متقین کا ﴿ولی﴾ ہوگا۔ (آیات: 10، 19) مشرکین کا 'عقیدۂ ولایت' باطل ہے۔

(b) متکبر ہیں۔ آیاتِ الٰہی کے بارے میں تکبر کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ (آیات: 8 اور 31)

(c) مشرکینِ مکہ۔ اپنی خواہشاتِ نفس کو ﴿الٰہ﴾ بنالیا ہے اور وہ اس خدا کی پیروی کر رہے ہیں۔

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ﴾ (آیت: 23)

(d) منکرِ آخرت ہیں۔ آخرت کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہیں۔ (آیت:32)

(e) مشرکینِ مکہ آخرت کے سلسلہ میں یہ باطل حجت پیش کرتے ہیں کہ ہمارے مرے ہوئے آباء واجداد کو زندہ کر کے دکھاؤ!

﴿وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا﴾ (آیت:25)

(f) مشرکینِ مکہ ﴿لقاء﴾ یعنی ملاقاتِ آخرت سے غافل ہیں، جس کی وجہ سے وہ داخلِ جہنم ہوں گے۔

﴿الْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا﴾ (آیت: 34)

(g) مشرکینِ مکہ خالص دنیا پرست اور دہریے ہیں، ان کی زبان پر ﴿وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ کی رٹ ہے۔ ہمیں گردشِ زمانہ کے علاوہ کوئی ہستی ہلاک نہیں کرتی۔ (آیت: 24)

اور یہ دنیا کی زندگی کا دھوکہ کھائے ہوئے ہیں۔ ﴿وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ (آیت:35)

(h) مشرکینِ مکہ کو صاف بتادیا گیا کہ روزِ قیامت سب لوگ اللہ کے سامنے گھٹنے ٹیکے ہوئے ہوں گے۔

﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ (آیت: 28) ﴿جَاثِيَة﴾ اسم فاعل مؤنث ہے۔ اس کا لفظی مطلب گھٹنے ٹیکنے والی ہے۔

سورۃ الجاثیۃ کا نظمِ جلی

سورۃ الجاثیۃ سات (7) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 6: پہلے پیراگراف میں ﴿العَزِيزِ الحَكِيمِ﴾ اللہ کی طرف سے توحید و آخرت کے قرآنی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

اور مشرکینِ مکہ کی ضد اور ہٹ دھرمی کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿العَزِيزِ الحَكِيمِ﴾ اللہ کی طرف سے قرآن کی تنزیل ہوئی ہے۔ آفاقی اور انفسی دلیلوں کی روشنی میں عقیدۂ توحید اور عقیدۂ آخرت کو قبول کر لینا چاہیے، لیکن ضدی مشرکین کے سامنے کوئی دلیل بھی کارگر نہیں ہوتی۔

2- آیات 7 تا 11: دوسرے پیراگراف میں مشرکینِ مکہ کی ہٹ دھرمی کی تفصیل یعنی ان کے تکبر، استہزاء اور شرک ولایت کا ذکر ہے کہ وہ ﴿غیر اللہ﴾ کو کارساز اور سرپرست یعنی ﴿ولی﴾ تسلیم کیا کرتے تھے۔

ان ضدی مشرکین کی تباہی ہے جو پرلے درجے کے جھوٹے بھی ہیں اور بدعمل بھی۔ ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴾ (آیت:7) اللہ کی آیات کو سن لینے کے بعد تکبر سے شرک پر جمے رہتے ہیں۔ یہ دوزخی ہوں گے۔ یہ اللہ کی آیت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ روزِ قیامت نہ ان کی کمائی کام آئے گی اور نہ ان کے خود ساختہ ولی اور سرپرست۔

3- آیات 12 تا 15: تیسرے پیراگراف میں ان ناشکروں کے لیے دلائل شکر ہیں اور ان باغیوں کو ﴿اَيَّامَ اللّٰهِ﴾ یعنی تاریخی دلائل سے ڈرایا گیا ہے۔

انسان کو اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر شکر کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ کشتیاں اور سمندر مسخر کر دیے گئے ہیں تاکہ انسان اللہ کا فضل تلاش کر سکے۔ زمین و آسمان کی چیزیں بھی مسخر ہیں۔ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ تاریخ کے اہم واقعات ﴿اَيَّامَ اللّٰهِ﴾ سے عبرت حاصل نہ کرنے والوں کے ساتھ درگذر سے کام لیں۔ اچھے اور برے عمل کے مطابق جزا و سزا مل کر رہے گی۔

4- آیات 16 تا 20: چوتھے پیراگراف میں بنی اسرائیل کی شریعت کے بعد، شریعتِ محمدی ﷺ کے نزول کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔

بنی اسرائیل کو توراۃ عطا کی گئی تھی اور انہیں دنیا کی قوموں میں فضیلت سے نوازا گیا تھا، لیکن قریش کی طرح باہمی استحصال Mutual Exploitation ﴿بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ اور ایک دوسرے پر دست درازی کے مجرم ہو گئے تھے۔ اب محمد ﷺ کو ایک واضح شریعت کے

ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، لہٰذا اب اہلِ علم لوگوں کی خواہشات کے بجائے قرآنی وحی کی پیروی کرنی چاہیے۔ ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (آیت:18)۔ ظالمین ایک دوسرے کے سرپرست ہیں جبکہ متقی مسلمان کا سرپرست اللہ تعالیٰ ہے۔ ﴿وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (آیت:19) یہ قرآن لوگوں کے لیے بصیرت اور یقین کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

5- آیات 21 تا 25: پانچویں پیراگراف میں، انکار، تکبر اور ہٹ دھرمی کی اصل علّت بیان کی گئی ہے۔

کافروں کو صاف صاف بتایا گیا کہ گناہ کمانے والے اور نیک لوگ برابر نہیں ہو سکتے۔ کائنات بے مقصد نہیں ہے۔ روزِ قیامت اچھے اور برے عمل کے مطابق جزاء سزا ہوگی۔

یہ منکرینِ آخرت، متاعِ دنیا پر فریفتہ ہو کر اور اپنے نفس کو ﴿اِلٰه﴾ مان کر، خواہشاتِ نفس کی پیروی کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہاں ان دہریوں سے مُجادلہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے خواہشات کو اپنا خدا بنالیا ہے۔ ﴿مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ﴾ (آیت:23)

یہ کہتے ہیں کہ ہمیں زمانہ ہلاک کرتا ہے۔ ﴿وَمَا يُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ﴾ (آیت:24)

ان کی غلط فہمی دور کی گئی کہ ان کا انجام نیک مسلمانوں کی طرح ہوگا۔ ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ (آیت:21)

6- آیات 26 تا 35: چھٹے پیراگراف میں، احوالِ قیامت بیان کر کے، مجرمین، متکبرین اور ﴿مُسْتَهْزِئِيْن﴾ کا انجام دکھایا گیا ہے۔

قیامت برحق ہے۔ روزِ قیامت ہر گروہ گھٹنوں کے بل ہوگا ﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ (آیت:28)۔ اسے اپنا اعمال نامہ دیکھ لینے کی دعوت دی جائے گی۔ ایمان لا کر نیک عمل کرنے والے اللہ کی رحمت میں ہوں گے۔ جبکہ مجرم اور متکبر کافر جو منکرِ آخرت بھی تھے اور جو مذاق اڑایا کرتے تھے اور جو دنیا کی زندگی میں مگن تھے، داخلِ جہنم ہوں گے۔

7- آیات 36 تا 37: ساتویں پیراگراف میں، پہلے پیراگراف کی طرح اللہ کی دو صفات ﴿العزیز الحکیم﴾ کا ذکر ہے:

آخری دو آیات میں اللہ کی توحید کا اعادہ کیا گیا کہ وہ آسمانوں اور زمین کا نظام چلانے والا رب ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی کبریائی ہے۔ وہ زبردست اور عزیز بھی ہے اور وہ حکمت والا بھی ہے۔

مرکزی مضمون

﴿العزیزُ الحکیم﴾ ہستی نے ایک خاص مقصد کے تحت کائنات کی تخلیق کی ہے، جس کی وضاحت کے لیے قرآنی دلائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ ان کا مذاق اڑانے کے بجائے، توحید و آخرت کی دعوت پر ایمان لا کر دہریت اور دنیا پرستی سے بچنا چاہیے۔

ترتیبی نقشہ/ربط

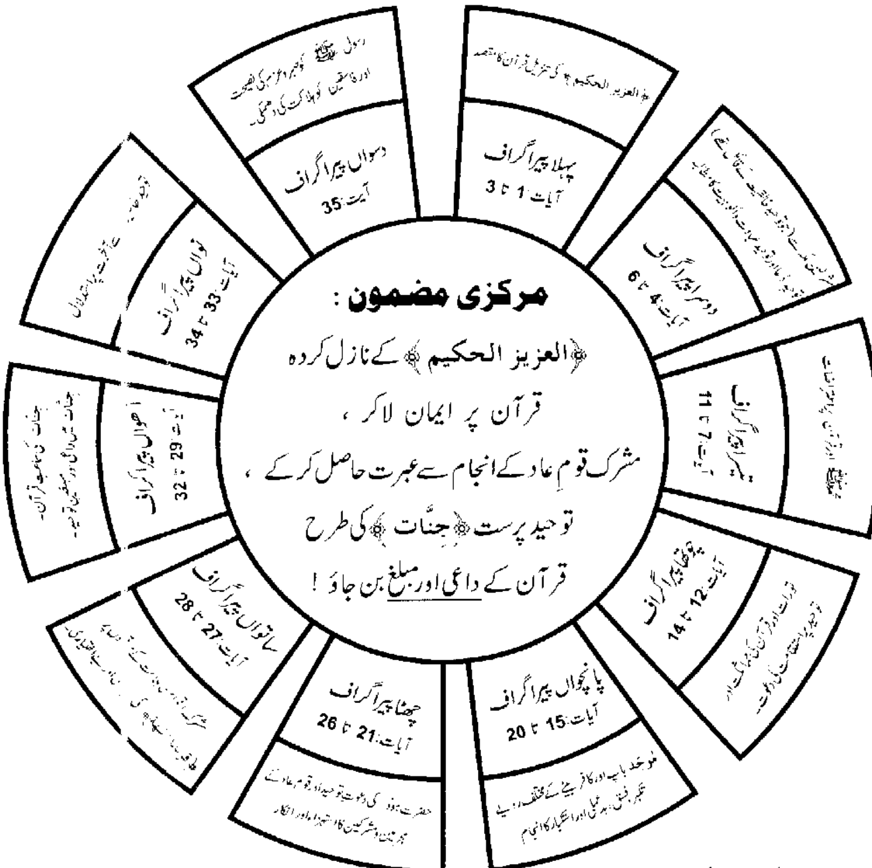
FLOW CHART

MACRO-STRUCTURE

نظمِ جلی

46- سُورَۃُ الأَحْقَاف

آیات : 35 ...... مَکِّیَّۃ''..... پیراگراف : 10



- ## زمانۂ نزول اور پس منظر:

﴿سورۃ الاحقاف﴾ غالباً ﴿سُورۃُ الجِنّ﴾ کے ساتھ، غالباً دورہ طائف سے واپسی پر نخلہ کے مقام پر (شوال 10 نبوی میں) ہجرت مدینہ سے تین سال پہلے نازل ہوئی، جب رسول اللہ ﷺ پر ﴿سِحر﴾ اور ﴿افتریٰ﴾ کے الزامات کی بازگشت تھی۔ کتابی اعتبار سے یہ ﴿حوامیم﴾ کے سلسلے کی ساتویں اور آخری سورت ہے۔

سورۃ الاحقاف کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الجاثیۃ﴾ میں فرعونیت کی وجوہات، تکبر اور غرور، دہریت اور دنیا پرستی، خواہشاتِ نفس کی پیروی وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی تھی، یہاں ﴿سورۃ الاحقاف﴾ میں اس کی وضاحت قومِ عاد کے متکبرانہ منفی رویوں سے کی گئی ہے۔

2- یہاں سورۃ الاحقاف میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے راست (Direct) ہلاکت کا ذکر ہے۔ اگلی سورت ﴿محمد﴾ مدنی ہے، جس میں مسلمانوں کے ہاتھوں قریش کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ اس طرح بالواسطہ (Indirectly) اللہ تعالیٰ بعض اوقات کافر قوموں کو ہلاک کر دیتا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الاحقاف﴾ میں وسیلے کے عقیدے کی تردید:

سورۃ ﴿الاحقاف﴾ میں، اثباتِ توحید، ردِّ شرک، وضاحتِ منصبِ رسالت کے بعد، قریش کے وسیلے کے عقیدے کا سختی سے رد کیا گیا ہے۔ مشرکینِ مکہ کو بتا دیا گیا کہ ان کے ﴿قُرۡبَانًا اٰلِهَةً﴾ یعنی وہ الٰهة، وہ خدا، جنہیں اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے پوجا جاتا تھا اور جن کی عبادت، اللہ کا ﴿وَسِيلَةً﴾ سمجھ کر کی جاتی تھی بے بس اور لاچار ہیں۔ مشرک قوموں کی ہلاکت کے موقع پر ایسے ﴿قُرۡبَانًا اٰلِهَةً﴾ مدد کے لیے نہیں آتے۔

﴿فَلَوۡلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ قُرۡبَانًا اٰلِهَةً﴾ (آیت:28)

2- سورۃ ﴿الاحقاف﴾ میں قوموں کی ہلاکت کے اُصول بیان کیے گئے:

یہ ایک جلالی سورت ہے، اس میں وادئ احقاف کی قومِ عاد کی ہلاکت کا بھی ذکر ہے اور قوموں کی ہلاکت کے اصول بھی بیان کیے گئے ہیں۔ مشرکینِ مکہ کو ان کے شرک اور استکبار سے روکنے کے لیے، قومِ عاد کے انجام سے ڈرایا گیا ہے اور آخری آیت میں ہلاکت کی دھمکی دی گئی ہے۔

(a) فاسق یعنی بدعمل قومیں ہلاک کر دی جاتی ہیں۔ ﴿فَهَلۡ يُهۡلَكُ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾ (آیت:35)

(b) جو لوگ اپنے خود ساختہ خداؤں ﴿اٰلِهَة﴾ کو تقربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں، انہیں صاف صاف بتا دیا گیا کہ ﴿قُرۡبَانًا اٰلِهَةً﴾ کا عقیدہ رکھنے والوں کی ہلاکت کے موقع پر یہ خود ساختہ خدا ﴿اٰلِهَة﴾ بے بس ہوتے ہیں اور انہیں بچا نہیں سکتے۔ (آیت 28)

(c) قومِ عاد ایک ظالم قوم تھی، جو آیاتِ الٰہی کی منکر تھی، اُسے ﴿رِيۡح﴾ یعنی ہوا سے ہلاک کیا گیا۔

﴿قَالُوۡا هٰذَا عَارِضٌ مُّمۡطِرُنَا ؕ بَلۡ هُوَ مَا اسۡتَعۡجَلۡتُمۡ بِهٖ ؕ رِيۡحٌ فِيۡهَا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ﴾ (آیت:24)

3- سورۃ ﴿الاحقاف﴾ میں جنات کے مسلمان ہو کر داعی بن جانے کا تذکرہ:

انسانوں کو غیرت دلائی گئی ہے کہ تم سے تو جنات اچھے رہے، وہ قرآن سن کر نہ صرف مسلمان ہوئے، بلکہ داعی اور مبلغ بن گئے مسلمان ہونے والے جنات کے لیڈروں نے اپنی قوم سے کہا: اللہ کے داعی کی دعوت پر لبیک کہو، ایمان لاؤ۔ تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اللہ دردناک عذاب بچالے گا۔

﴿یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ (آیت:31)

4- سورۃ ﴿الاحقاف﴾ میں قرآن کی خصوصیات کا بیان:

(a) قرآن حکمت والے زبردست اللہ ﴿العزیز الحکیم﴾ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ (آیت:2)

(b) مشرکین مکہ کی طرف سے قرآن پر جادو ﴿سِحْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ کا الزام عائد کیا گیا کہ اسے رسول اللہ ﷺ نے گھڑ لیا ہے۔ (آیت:7)

(c) قرآن کی دعوتِ آخرت کو مشرکین مکہ نے قدیم جھوٹ ﴿اِفْكٌ قَدِیْمٌ﴾ قرار دیا۔ (آیت:11)

(d) قرآن اور تورات میں مماثلت ہے، دونوں انسانوں کی امامت کے لیے بطورِ رحمت نازل کیے گئے ہیں۔ (آیت:12)

چنانچہ بنی اسرائیل کے ایک معقول شخص نے، یہودیت چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا، لیکن قریش نے تکبر سے کام لیا۔

5- سورۃ ﴿الاحقاف﴾ میں مشرکین کے منفی رویوں کا ذکر:

(a) مشرکین مکہ سے ﴿مجادلہ﴾ کیا گیا ہے اور انہیں جنات کی طرح توحید قبول کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

(b) قرآن کی دعوتِ توحید کو، مشرکین مکہ نے مسترد کر کے اعراض اور گریز کا رویہ اختیار کیا ہے۔ (آیت:3)

(c) ﴿شرك فی الدعا﴾ کی تردید کی گئی۔ خود ساختہ خدا ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ قیامت تک دعاؤں کا جواب نہیں دے سکتے۔

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (آیت:5)

(d) مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ پر افتریٰ کا الزام عائد کیا (آیت:8) اور اُس کا جواب یہ دیا گیا کہ آپ ﷺ کوئی نئی دعوت نہیں پیش کر رہے ہیں (آیت:9) بلکہ آپ ﷺ آخری رسول ہیں اور تمام رسول یہی دعوت دیتے رہے ہیں۔

(e) چالیس سالہ موحد باپ کی والدین اور اولاد کے لیے دعائیں اور کافر بیٹے کا ردِ عمل بیان کر کے قریش کو آباء پرستی کے بجائے توحید کی دعوت پر اپنی عقل سلیم سے غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ (آیات 15 تا 20)

(f) مشرکین مکہ کے قبولیتِ اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کا ﴿تکبر﴾ اور ﴿غرور﴾ ہے، جس کی سزا انہیں آگ کی صورت میں دی جائے گی۔ بنی اسرائیل کے ایک عالم نے اسلام قبول کر لیا لیکن تم لوگوں نے تکبر کا مظاہرہ کیا۔

﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ﴾ (آیت:10)

روزِ قیامت متکبر لوگوں کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

﴿فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ (آیت:20)

سورۃ الاحقاف کا نظمِ جلی

سورۃ الاحقاف دس (10) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3 : پہلے پیراگراف میں ﴿العَزِيزُ الحَكِيم﴾ کی تنزیل، تخلیقِ کائنات اور قیامت کے مقصد کا بیان ہے:

تنزیلِ قرآن کا مقصد، انسانوں کو تخلیقِ کائنات اور قیامت کی عدالت کی حکمت سے آگاہ کرنا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کو ایک مقررہ وقت تک کے لیے ﴿حق﴾ کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی ان کی تخلیق کا ایک مقصد ہے۔ انسان کو زمین پر خلیفہ بنا کر اس کو اس کے دیے گئے اختیارات میں آزمانا ہے، لیکن انکار کرنے والے ڈرائے جانے پر گریز اور اعراض کا رویہ اختیار کر رہے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ﴾ (آیت:3)

2- آیات 4 تا 6 : دوسرے پیراگراف میں مشرکینِ مکہ سے (جو توحیدِ خالقیت کے قائل تھے) توحیدِ دعا، توحیدِ عبادت اور توحیدِ الوہیت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

مشرکین سے پوچھا گیا کہ بتاؤ کہ ﴿مِن دُونِ الله﴾ نے زمین و آسمان میں کیا پیدا کیا ہے ؟ ﴿اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ﴾ کوئی آسمانی کتاب دکھاؤ، جس میں شرک کی دلیل ہو ؟ ﴿غیر الله﴾ قیامت تک لوگوں کی دعاؤں کا جواب نہیں دے سکتے۔ وہ ان کی دعاؤں سے بے خبر ہیں ﴿مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾۔ قیامت کے دن یہ سب مشرکین کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔ ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ (آیت:6)

3- آیات 7 تا 11 : تیسرے پیراگراف میں، محمد ﷺ اور قرآن پر اعتراضات نقل کر کے ان کا جواب دیا گیا ہے۔

ایک اعتراض یہ تھا کہ قرآن جادو ہے (آیت:7) دوسرا یہ کہ یہ گھڑ لیا گیا افتریٰ ہے۔ (آیت:8) ﴿اِفْكٌ قَدِيمٌ﴾ ہے یعنی پرانا جھوٹ ہے (آیت:11)۔ انہیں جواب دیا گیا کہ میں نرالا رسول نہیں ہوں (پچھلے رسولوں کی طرح بشر بھی ہوں اور رسول بھی)۔ وحی کی پیروی کر رہا ہوں۔ خود مجھے نہیں پتہ کہ میرے ساتھ اور تم لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ میں تو صاف خبردار کرنے والا ہوں۔

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ (آیت:9)

بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی نے اسلام کی گواہی دے دی ہے اور تم لوگ تکبر کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

4- آیات 12 تا 14 : چوتھے پیراگراف میں، تورات اور قرآن کی مماثلت اور توحید پر استقامت کی دعوت ہے۔

تورات بھی امام اور رحمت تھی اور یہ عربی زبان کا قرآن بھی (محمد ﷺ بھی حضرت موسیٰ کی طرح اللہ کے رسول ہیں)۔ قرآن کے نزول کا مقصد بھی ظالم مشرکین کو ڈرانا اور نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبری دینا ہے، جو اللہ کو اپنا رب تسلیم کرکے اس پر ڈٹ جاتے ہیں، توحید پر استقامت اختیار کرتے ہیں، انہیں نہ عذاب سے پہلے کوئی خوف لاحق ہوتا ہے اور نہ عذاب کے بعد کوئی ملال۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (آیت:13)

ان کے نیک اعمال کے سبب انہیں جنت عطا کی جائے گی۔

5- آیات 15 تا 20 : پانچویں پیراگراف میں، والدین کے حقوق بیان کرکے تکبر کا انجام بتایا گیا۔

ایک ﴿مُوَحِّد﴾ باپ اور کافر بیٹے کے مختلف رویے بیان کرکے، قریش کو آباء پرستی کے بجائے، توحید کی دعوت پر عقلِ سلیم سے غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اُن کو اُن کے تکبر، فسق، بد عملی اور استکبار کے انجام سے آگاہ کیا گیا ہے۔

اللہ نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ بالخصوص ماں کے ساتھ جو تکلیف کے ساتھ حمل اٹھائے پھرتی ہے، پھر جنتی ہے، پھر دودھ پلاتی ہے، ﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ یہاں تک کہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے اللہ سے شکر کی توفیق طلب کرتا ہے اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اولاد کی بھلائی کے لیے دعائیں مانگتا ہے۔ اور ایسے عمل کی توفیق چاہتا ہے، جس سے اللہ راضی ہو جائے۔ ایسے لوگوں کے لیے جنت ہے۔

اس کے برخلاف وہ نوجوان جو اپنے والدین کو تکلیف دیتا ہے ﴿وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا﴾ اور آخرت پر ایمان لانے سے انکار کر دیتا ہے اور اسلام کی دعوت کو پرانے زمانے کی کہانیاں قرار دیتا ہے۔ ﴿مَا هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ﴾ اس کے لیے عذاب ہے۔ یہ روزِ قیامت آگ پر پیش کیے جائیں گے۔ انہیں ان کے غرور اور تکبر اور ان کی فسق اور بد عملی کی وجہ سے ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

﴿فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَفْسُقُونَ﴾ (آیت:20)

6- آیات 21 تا 26 : چھٹے پیراگراف میں، تاریخی دلائل ہیں۔ مشرکینِ مکہ کو قومِ عاد کی ہلاکت سے ڈرایا گیا۔

مشرکینِ مکہ کے رویے اور جرائم، قومِ عاد کے جرائم کے مشابہ تھے: قومِ عاد، حضرت نوحؑ کی قوم کی ہلاکت کے بعد میدان میں لائی گئی۔ یہ کشتی والوں کی اولاد تھی۔ ان کا زمانہ غالباً تین ہزار قبل مسیح (3,000 BC) کا ہے۔ یہ جنوبی عرب کی وادی ﴿الاحقاف﴾ میں آباد تھے۔ ان کے رسول حضرت ہودؑ تھے۔ انہوں نے توحید کی دعوت دی۔ (آیت:21)

(a) یہ بھی ایک مشرک قوم تھی، جنہوں نے حضرت ہودؑ سے صاف کہہ دیا کہ کیا آپ ہمیں ہمارے ﴿آلِهَة﴾ سے دور کرنے کے لیے آئے ہیں؟ قومِ عاد کو اپنے خداؤں ﴿آلِهَة﴾ پر اصرار تھا۔ ﴿أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا﴾ (آیت:22)

(b) یہ مجرم تھے ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ (آیت:25)

حضرت ھودؑ نے انہیں جاہل کہا۔ ﴿وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ﴾ (آیت:23)

(c) یہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور ان کا مذاق اُڑاتے تھے۔

﴿كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (آیت:26)

(d) یہ لوگ آنکھ، کان اور دل و دماغ سے کام نہیں لیتے تھے ﴿فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ (آیت:26) یہ سوچتے تھے اور نہ عقل سے کام لیتے تھے۔ انہوں نے عذاب کا مطالبہ کیا، انہیں ہوا سے ہلاک کیا گیا۔ مجرم قوموں کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے۔

7- آیات 27 تا 28 : ساتویں پیراگراف میں ہلاکتِ اقوام پر نام نہاد خداؤں ﴿قربانًا اٰلِهَة﴾ کی بے بسی کا ذکر ہے۔

ان دو آیات میں مشرک اقوام کی ہلاکت کے موقعوں پر ﴿قربانًا اٰلِهَة﴾ کی بے بسی اور بے اختیاری کا نقشہ کھینچ کر، اللہ کے کامل اختیار کو ثابت کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی بستیوں کو ہلاک کیا اور طرح طرح سے اپنی نشانیاں دکھائیں، اس توقع پر کہ یہ لوگ اپنے رب کی طرف پلٹیں گے۔ لیکن نہ پلٹے، چنانچہ ہلاک کیے گئے۔ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے، جن خداؤں کے وسیلے سے یہ مدد مانگا کرتے تھے، انہوں نے ہلاکت کے موقع پر کوئی مدد کیوں نہیں کی؟ بلکہ سب غائب ہو گئے۔ ثابت ہوا کہ یہ سارے عقائد غلط تھے اور لوگوں کے خود ساختہ تھے۔

﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ (آیت:28)

8- آیات 29 تا 32 : آٹھویں پیراگراف میں، جنات کے قبولِ اسلام اور ان کی تبلیغی خدمات کا ذکر ہے۔

قریش کو غیرت دلائی گئی ہے کہ اللہ کے کلام قرآن کی صحیح قدردانی تم نے نہیں کی، لیکن جنّات نے کی اور سماعتِ قرآن کے بعد جنّات میں داعی اور مبلغینِ توحید پیدا ہو گئے۔

(a) بعض جنات قرآن سن کر داعی، مبلغ اور ڈرانے والے ﴿مُنذِر﴾ بن کر اپنی قوم میں تبلیغ کرنے لگے۔ (آیت:29)

(b) مؤمن جنّات، تورات کے بعد قرآن کو ﴿صراطِ مُستقیم﴾ کی طرف دعوت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ (آیت:30)

(c) مؤمن جنّات، رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے اور ایمان لانے کا مشورہ دینے لگے۔

﴿يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (آیت:31)

(d) مؤمن اور توحید پرست جنّات ﴿شرکِ ولایت﴾ کو صریح گمراہی سمجھنے لگے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بگڑی بنانے والا اور سرپرست ﴿ولی﴾ نہیں ہے۔ ﴿وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آیت:32)

9- آیات 33 تا 34 : نویں پیراگراف میں، توحید خالقیت سے، امکانِ آخرت پر استدلال کیا گیا ہے۔

نویں پیراگراف میں پہلے پیراگراف کی طرح اللہ کی تخلیق کے دلائل اور مشرکین کے اعراض کا ذکر ہے۔ مشرکین سے سوال کیا گیا، جو ہستی زمین اور آسمان کی تخلیق کے بعد تھکن کا شکار نہیں ہوئی، کیا وہ مردوں کی تخلیق پر قادر نہیں ہے؟ ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (آیت:33)

10- آیت 35 : آخری پیراگراف میں، رسول ﷺ کو صبر و عزم کی نصیحت اور فاسقین کو ہلاکت کی دھمکی دی گئی۔

استہزاء، اعراض، گریز اور اجتناب کے اس ماحول میں رسول اللہ ﷺ کو ﴿اولوالعزم﴾ پیغمبروں کی طرح صبر و ثبات کے ساتھ دعوت و تبلیغ جاری رکھنے کی ہدایات دی گئیں اور مشرکین مکہ کے فاسقین کو ہلاکت کی دھمکی دی گئی۔

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (آیت:35)

نوٹ:

﴿اُولُو العزم﴾ پیغمبر پانچ ہیں: حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ

مرکزی مضمون

﴿العَزِيْزُ الحَكِيْم﴾ کے نازل کردہ قرآن پر ایمان لا کر، مشرک قوم عاد کے انجام سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ توحید پرست ﴿جِنَّات﴾ کی طرح قرآن کے داعی اور مبلغ بننا ضروری ہے، ورنہ ہمارا انجام بھی قوم عاد سے مختلف نہیں ہوگا۔

FLOW CHART

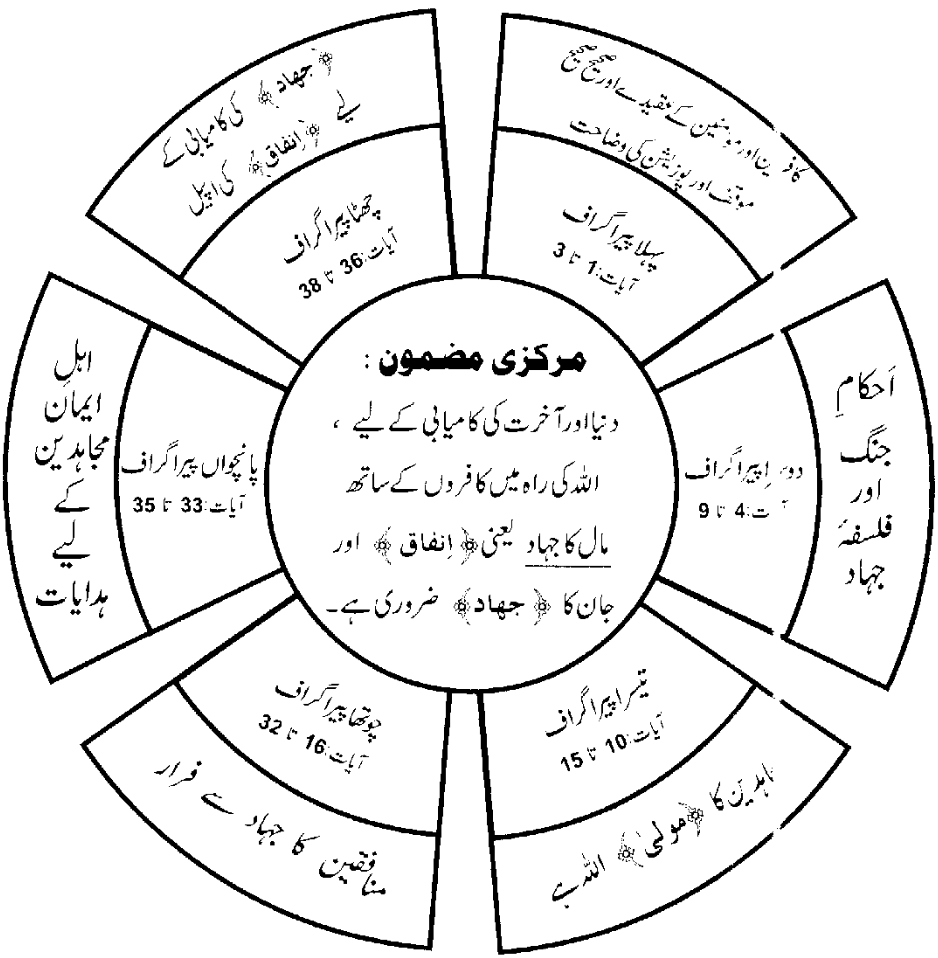
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

47- سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ

آیات : 38 ...... مَدَنِیَّة ...... پیراگراف : 6



زمانۂ نزول اور پسِ منظر

﴿سُورۃ مُحَمَّد﴾ کا دوسرا نام ﴿سورۃُ القِتَال﴾ بھی ہے۔ ﴿سُورۃ مُحَمَّد﴾ غالباً شعبان یا رمضان 2 ھ میں، جنگِ بدر سے پہلے نازل ہوئی۔ اس سے پہلے سورۃ ﴿التغابُن﴾، ﴿سُورۃُ البَقَرَۃ﴾ اور ﴿سورۃُ الطَّلاق﴾ نازل ہو چکی تھیں۔

سورۃ ﴿التغابُن﴾ میں صرف انفاق کا مطالبہ ہے، جب کہ یہاں سورۃ ﴿محمد﴾ میں انفاق اور جہاد دونوں کی اپیل کی گئی ہے۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد، مدینۂ منورہ میں ایک اسلامی حکومت کی بنیاد رکھ دی گئی، لیکن منافقین، قریشِ مکہ اور دیگر طاغوتی قوتیں اس کو کھوکھلا کرنے کی کوشش میں لگی رہیں۔ مشرکین اور مؤمنین کے درمیان پہلا معرکہ بدر کے میدان میں ہوا، جب 313 مسلمان مجاہدین نے 1,000 سے زیادہ کی فوج کو شکست دی۔

جنگِ بدر سے پہلے اس ﴿سُورۃ مُحَمَّد﴾ کے نزول کی حکمت یہ تھی کہ مسلمانوں میں جہاد اور انفاق کا جذبہ اُبھارا جائے۔ مسلمانوں پر جنگ کا جواز اور اس کی حقانیت (Legitimacy of War) ثابت کی جائے، تاکہ وہ پورے انشراحِ صدر کے ساتھ مال اور جان کے ساتھ لڑ سکیں، جنگ کے مقاصد واضح کیے جائیں اور اُن منافقین کو تنبیہ کی جائے، جو بلند و بانگ دعوے کیا کرتے تھے، لیکن جہاد کی پکار پر ٹھنڈے پڑ گئے۔

حوامیم کے بعد تین (3) مدنی سورتیں

قرآن مجید میں حوامیم کے بعد تین (3) مدنی سورتیں سورۃ ﴿مُحَمَّد﴾ سورۃ ﴿الفتح﴾، اور سورۃ ﴿الحُجُرَات﴾ رکھی گئی ہیں۔

ان کے بعد سات (7) مکی سورتیں آتی ہیں، جن میں امکانِ قیامت کے دلائل اور آخرت کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔

یہ سلسلہ ﴿سورۃ ق﴾ سے شروع ہو کر ﴿سورۃ الواقِعَہ﴾ پر ختم ہوتا ہے۔ ان کے بعد دس (10) مدنی سورتیں رکھی گئی ہیں، جن میں سے بیشتر ﴿مُسَبِّحَات﴾ ہیں۔

سورۃ مُحَمَّد کا کتابی ربط

1- پچھلی ﴿سورۃ الاحقاف﴾ میں اللہ کی طرف سے راست اِقدام (Direct Action By Allah) کے ذریعے قوموں کی ہلاکت بالخصوص قومِ عاد کی ہلاکت کا ذکر تھا۔ (احقاف: آیات 21 تا 27)

یہاں سورۃ ﴿مُحَمَّد﴾ میں، مسلمانوں کے ہاتھوں کافروں کی بالواسطہ (By Indirect Action) ہلاکت کا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ کافروں کے خلاف جہاد کا حکم دے کر مسلمانوں کو ان کے ایمان و عمل میں آزمانا چاہتا ہے۔

﴿وَلَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ﴾ "اگر اللہ چاہتا تو کافروں سے خود انتقام لے لیتا، لیکن وہ بعض قوموں کو بعض قوموں سے آزمانا چاہتا ہے۔" (آیت: 4)

2- یہاں جہاد کا حکم ہے، اگلی سورۃ ﴿الفتح﴾ میں کثیر مالِ غنیمت ﴿مَغَانِمَ كَثِيرَةً﴾ کی بشارت دی گئی ہے جو ابتدائی انفاق اور جہاد کے نتیجے ہی میں حاصل ہو سکتی ہے۔

اہم الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿مُحَمَّد﴾ میں دو برسرِپیکار گروہوں کے درمیان تقابل:

اس سورت میں برسرِپیکار دو (2) گروہوں یعنی اہلِ ایمان ﴿الَّذِينَ اٰمَنُوْا﴾ اور اہلِ کفر ﴿الَّذِينَ كَفَرُوْا﴾ کے درمیان تقابل ملتا ہے، تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ ان کافروں سے کیوں لڑ رہے ہیں؟ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان کیا فرق ہے؟ یہ سورۃ الحج میں وارد الفاظ ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ﴾ (الحج:22) کی وضاحت ہے۔ پہلے دو سالوں میں نازل ہونے والی سورتوں میں جنگ کے جواز کا فراہم کیا جانا لازمی اور ضروری تھا۔

(a) ایمان لانے والوں کا ذکر چار (4) آیات میں ہوا ہے۔ ﴿الَّذِينَ اٰمَنُوْا﴾ (آیات: 2، 3، 12 اور 33)

(b) کفر کرنے والوں کا ذکر سات (7) آیات میں ہوا ہے۔ ﴿الَّذِينَ كَفَرُوْا﴾ (آیات: 1، 3، 8، 10، 12، 32 اور 34)

2- سورۃ ﴿مُحَمَّد﴾ میں لفظ ﴿مولیٰ﴾ کا استعمال اور فتح کی بشارت:

مسلمانوں کو صاف بتا دیا گیا کہ ان کا ﴿مولیٰ﴾ حامی، ناصر، سرپرست اور کارساز اللہ تعالیٰ ہے۔ ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِينَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾ (آیت: 11) انہیں ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تعداد میں گو کم ہیں، لیکن بالآخر انہی کو فتح حاصل ہوگی۔ کافروں کا کوئی ﴿مولیٰ﴾ نہیں ہے۔

3- سورۃ ﴿مُحَمَّد﴾ میں قانونِ ہلاکتِ اقوام اور قانونِ استبدالِ اقوام دونوں بیان کیے گئے:

اللہ تعالیٰ کا یہ اصول (Law of Annihilation) بیان کیا گیا ہے کہ وہ ہلاکتِ اقوام کا اختیار بھی رکھتا ہے (آیت: 10) اور انہیں ہلاک کرنے کے بعد ایک دوسری قوم کو امتحان گاہ میں لے آتا ہے۔

یہ اس کا (Law of Replacement) قانونِ استبدالِ اقوام ہے۔ (آیت:38)

4- سورۃ ﴿مُحَمَّد﴾ میں قانونِ استبدالِ اقوام کی ایک وجہ بیان کی گئی:

استبدالِ اقوام کے دو اسباب ہیں۔ پہلے سبب ﴿بخل اور ترکِ انفاق﴾ کا ذکر یہاں سورۃ محمد میں ہوا ہے اور دوسرے سبب ﴿ترکِ جہاد﴾ کا ذکر سورۃ التوبہ کی آیت 39 میں ہوا ہے۔ بخل اور کنجوسی، جہاد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ بخیل اور بزدل قومیں زیادہ دیر تک اپنی

بقاء کی جنگ نہیں لڑ سکتیں (آیات: 37، 38)۔ اسلامی ریاست دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ آخری آیت میں بخیلوں کو دھمکی دی گئی کہ اگر وہ جہاد کے لیے دل کھول کر فیاضی نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں ہٹا کر ایک دوسری قوم کو لا سکتا ہے۔

﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾ (آیت: 38)

جو قومیں جہاد چھوڑ دیتی ہیں اور جو ریاستیں اپنے دفاع پر زیادہ توجہ نہیں کرتیں، انہیں بھی ہٹا کر دوسری قوم کو لایا جاتا ہے اس کا ذکر سورۃ التوبۃ کی آیت: 39 میں کیا گیا ہے۔ ﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا﴾

5- سورۃ ﴿مُحَمَّد﴾ میں جہاد کی کامیابی کے لیے شرط ﴿تقویٰ﴾ بیان کی گئی:

جہاد کی کامیابی کے لیے تقویٰ ایک بنیادی شرط ہے۔ ﴿تقویٰ﴾ کا ذکر تین (3) آیات میں کیا گیا۔

دوران جہاد، التزام تقویٰ بہت سے مفاسد سے مسلمانوں کو بچا لیتا ہے۔

(a) ہدایت پا لینے والے لوگوں کی ہدایت میں مزید اضافہ کیا جاتا ہے اور ان کی نیت اور عمل کے اعتبار سے انہیں تقویٰ عطا کیا جاتا ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ﴾ (آیت: 17)

(b) یہ دنیا ایک آزمائش ہے۔ کھیل تماشے سے بچ کر جو لوگ ایمان اور تقوے کا مظاہرہ کریں گے انہیں ان کے حصے کا اجر عطا کیا جائے گا۔ ﴿اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْــَٔــلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ﴾ (آیت: 36)

(c) ایسے متقین کے لیے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (آیت: 15)

6- سورۃ ﴿مُحَمَّد﴾ میں منافقین کی ناگواری کا بیان اور لفظ ﴿كَرِهُوْا﴾ کے استعمال کی معنویت:

(a) منافقین کا ذکر تین (3) آیات میں ہوا ہے، جو ﴿مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ یعنی قرآن سے ناگواری محسوس کرتے تھے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ (آیت: 9) ان کے اعمال غارت کر دیے گئے۔

(b) چنانچہ یہ کہتے تھے کہ ہم صرف بعض احکامات کی اطاعت کریں گے، تمام احکامات کی نہیں۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ﴾ (آیت: 26)

(c) یہ منافقین ان چیزوں کی پیروی کرتے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے اور ان چیزوں سے ناگواری محسوس کرتے تھے، جن سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ان کے اعمال ضائع کر دیے جاتے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ (آیت: 28)

7- سورۃ ﴿محمّد﴾ میں لفظ ﴿مُتَقَلَّب﴾ کے استعمال کی معنویت:

منافقین کی سرگرمیوں اور سازشوں کو ﴿مُتَقَلَّب﴾ کے لفظ سے بیان کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی سرگرمیوں کے مقامات اور ان کے ٹھکانوں سے باخبر رہتا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ﴾ (آیت:19)

سورۃ محمّد کا نظمِ جلی

سورۃ ﴿محمّد﴾ کی اڑتیس (38) آیات ہیں۔ اس کا نظم چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3 : پہلے پیراگراف میں، کافرین اور مؤمنین کے عقیدے اور صحیح صحیح موقف اور پوزیشن کی وضاحت کی گئی ہے۔

مسلمانوں کو کافروں سے جنگ کا جواز (Legitimacy of War) فراہم کیا گیا ہے۔

اہلِ ایمان ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ حق کی پیروی کر رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ وحی پر ایمان لا چکے ہیں، اس کے برخلاف کافر ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ باطل کی۔ کافر اللہ کے راستے سے خود رکتے ہوئے، دوسروں کو بھی روک رہے ہیں اس لیے اُن کے اعمال اللہ نے ضائع کر دیے۔ اس کے برخلاف۔ اہلِ ایمان کی خطاؤں سے درگذر کر کے اُن کی حالت درست کر دی گئی۔ ﴿كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ﴾ دونوں گروہوں کی صحیح صحیح حیثیت کا تعین کر دیا گیا۔

2- آیات 4 تا 9 : دوسرے پیراگراف میں، احکامِ جنگ اور فلسفۂ جہاد بیان کیا گیا ہے۔

کافروں کے استیصال کے لیے اللہ تعالیٰ کے دو طریقے ہیں۔

(a) اللہ کا راست اقدام ہلاکت Direct Action by Allah

(b) مسلمانوں کے جہاد کے ذریعے ہلاکت In direct Action thru Muslims

کافروں سے مڈبھیڑ ہونے پر اُن کی گردنیں مارنا چاہیے۔ انہیں گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ اُن پر احسان کرتے ہوئے فدیہ لے کر چھوڑا جا سکتا ہے۔ ﴿فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً﴾ اگر اللہ چاہتا تو خود ان سے انتقام لے لیتا، لیکن وہ بعض لوگوں کو بعض لوگوں سے آزمانا چاہتا ہے۔ ﴿وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ﴾ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے اعمال ہرگز ضائع نہیں ہوں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

اگر اہلِ ایمان اللہ کی مدد کریں گے تو اللہ بھی اُن کی مدد کرے گا اور اُن کے قدم جما دے گا۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ اس کے برخلاف کافروں نے چونکہ اللہ کی نازل کردہ وحی پر ناگواری کا اظہار کیا ہے، اس لیے اُن کے اعمال غارت کر دیے گئے۔

3- آیات 10 تا 15 : تیسرے پیراگراف میں بتایا گیا ہے کہ مؤمن مجاہدین کا ﴿مولیٰ﴾ یعنی سرپرست اللہ ہے۔

ترغیب جہاد دی گئی اور جنت کی چار نہروں کا ذکر کیا گیا۔ تاریخی دلیل پیش کی گئی کہ زمین پر چل پھر کر کافر قوموں کی ہلاکت کے انجام پر غور کرنا چاہیے۔ اہل ایمان کا سرپرست اللہ ہے جبکہ کافروں کا کوئی سرپرست نہیں۔ کافر مویشیوں کی طرح دنیا میں کھا پی لیتے ہیں لیکن ان کا ٹھکانا آگ ہو گا۔ ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾ (آیت:12)

قریش کو بتایا گیا کہ جس شہر سے رسول اللہ ﷺ کو نکالا گیا، اُس شہر سے زیادہ قوت رکھنے والی بستیوں کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔ اُن کا کوئی ناصر نہیں تھا۔ جس کے پاس وحی کی دلیل ہو اور جو نیک عمل کرتا ہو، وہ اُس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جس کے پاس کوئی دلیل ہی نہ ہو، جس کے لیے برے اعمال خوش نما بنا دیے گئے ہوں اور جس نے اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی ہو۔

متقی مجاہدین کے لیے جنت میں پانی، دودھ، شراب اور شہد کی چار نہریں ہوں گی۔ ہر قسم کا میوہ ہو گا اور اللہ کی مغفرت۔ یہ اُن کافروں کی طرح نہیں ہو سکتے، جو دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے، جنہیں کھولتا ہوا ایسا پانی پلایا جائے گا، جو ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔

﴿هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ﴾

4- آیات 16 تا 32 : چوتھے پیراگراف میں، منافقین کے جہاد سے فرار کی ذہنیت کا پول کھول دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی بات کو سن کر ان سنی کرنے والے منافقین کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾

اس کے برخلاف مخلص ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں اضافہ کیا جاتا ہے اور انہیں اُن کے حصے کا تقویٰ دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ وہ اپنی اور مسلمانوں کی خطاؤں کی معافی مانگتے رہیں۔

منافقین پہلے جہاد کی سورت کا مطالبہ کرتے رہے لیکن محکم سورت نازل ہونے کے بعد ان پر موت کی غشی طاری ہو گئی۔

وحی کے نازل ہو جانے کے بعد، انہوں نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا اور صرف 'جزوی اطاعت' پر رضامندی ظاہر کی۔

ان کے دلوں کے بھیدوں سے اللہ خوب واقف ہے۔

منافقین کے حال پر افسوس ہے۔ زبان پر اطاعت کے الفاظ اور چکنی چپڑی باتیں ﴿طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ﴾ کاش یہ لوگ سچی اطاعت کرتے۔ یہ منہ پھیریں گے تو زمین پر فساد برپا کریں گے اور قطع رحمی کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن پر اللہ نے لعنت کی، انہیں اندھا اور بہرا کر دیا۔ کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے یا دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟ ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ ایمان لانے کے بعد پیچھے پلٹنے والے منافقین کو شیطان نے دھوکہ دیا۔ اس لیے انہوں نے اللہ کی وحی پر کراہیت محسوس کی۔

انہیں خبردار کیا گیا کہ جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے تو انہیں تھپڑ مارے جائیں گے اور ان کی پیٹھوں پر کوڑے۔

اللہ تعالیٰ منافقین کے مقابلے میں مخلص مجاہدین اور صابرین کو چھانٹ کر رہے گا۔ کافر اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

5- آیات 33 تا 35 : پانچویں پیراگراف میں، اہل ایمان مجاہدین کے لیے جہاد کی ہدایات دی گئی ہیں۔

اہل ایمان کو اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنی چاہیے، ورنہ ان کے اعمال غارت ہو جائیں گے۔ جو کفر پر مرے گا اُس کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ مسلمانوں سے کہا گیا کہ نہ تو انہیں کمزوری دکھانی چاہیے اور نہ سمجھوتے کی طرف دعوت دینی چاہیے۔﴿فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ﴾ اللہ ساتھ ہے، مسلمان ہی غالب رہیں گے۔

6- آیات 36 تا 38 : چھٹے اور آخری پیراگراف میں انفاق کا حکم ہے۔

دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ ایمان اور تقویٰ کے نتیجے میں اجر حاصل ہوگا۔ جہاد کی کامیابی کے لیے مالی انفاق کی اپیل کی جا رہی ہے۔ بخیل لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ یہ ابدی اصول رکھا گیا ہے کہ ﴿جہاد﴾ کی کامیابی کے لیے ﴿اِنفاق﴾ ایک بنیادی شرط ہے۔ انفاق کی اپیل کی گئی اور یہ بات صاف صاف بتا دی گئی کہ عدم انفاق کی صورت میں بخیلوں سے حکومت اور امامت چھین لی جاتی ہے، وہ محکوم بنا دیے جاتے ہیں اور انہیں مٹا کر دوسری فیاض قومیں اٹھائی جاتی ہیں۔﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾

مرکزی مضمون

دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے، اللہ کی راہ میں کافروں کے ساتھ مال کا جہاد یعنی ﴿اِنفاق﴾ اور جان کا ﴿جہاد﴾ ضروری ہے ورنہ اللہ تعالیٰ بزدل اور بخیل قوموں کو ہٹا کر فیاض اور بہادر قوم پیدا کر سکتا ہے۔

FLOW CHART

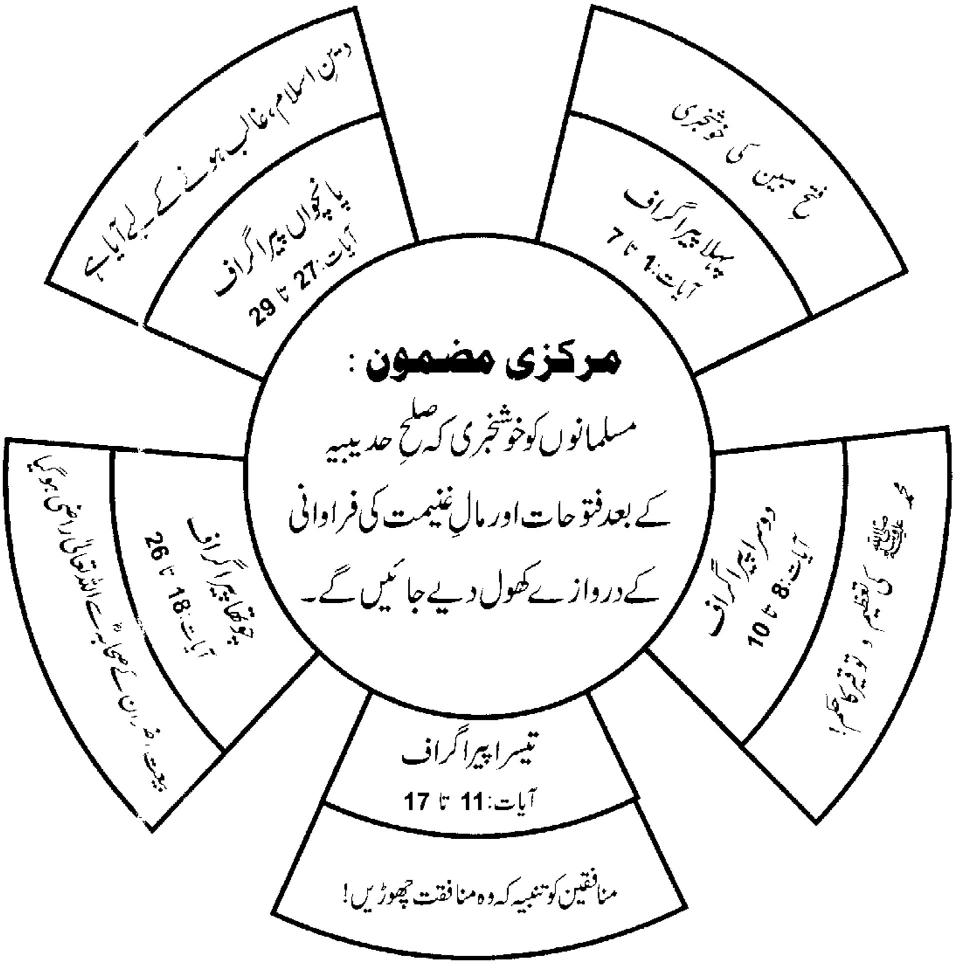
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

48- سُوْرَةُ الفَتحِ

آیات : 29 ...... مَدَنِيَّة ...... پیراگراف : 5



زمانۂ نزول اور پس منظر

سورۃ ﴿الفتح﴾ ذوالقعدہ 6ھ میں، صلح حدیبیہ کے بعد، مکۃ المکرمہ سے مدینۂ منورہ کی جانب واپسی کے سفر میں نازل ہوئی۔

1۔ جنگِ احزاب: اس سے ایک سال پہلے ہی شوال 5ھ میں قریشِ مکہ اور دیگر کئی قبائل نے مل جُل کر مدینۂ منورہ کو گھیر لیا تھا، ایک مہینے کے محاصرے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی ایک تیز آندھی کے سبب، وہ ناکام و نامراد واپس ہو گئے تھے اور مدینۂ منورہ کی نوزائیدہ اسلامی حکومت کے خلاف یہ جنگی کارروائی پوری طرح ناکام ہو گئی۔ اس جنگ کو ﴿جنگِ احزاب﴾ یا ﴿جنگِ خندق﴾ کہا جاتا ہے۔

2۔ رسول اللہ ﷺ کا خواب: قریش اور اہلِ عرب کی اس ہزیمت اور پسپائی کے تقریباً ایک سال بعد، رسول اللہ ﷺ کو ایک خواب کے ذریعے وحی کی گئی کہ آپ ﷺ مسجدِ حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے عمرے کے لیے اعلانِ عام کر دیا۔ منافقین نے اس اقدام کو غلط سمجھا۔ ظاہر ہے یہ دشمن کے منہ میں جانے کے مترادف تھا صرف چودہ سو (1,400) مخلص صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام باندھا اور اپنی اپنی نیاموں میں تلوار رکھ کر، ستر قربانی کے اونٹوں کے ساتھ مکے کی طرف، رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں عازمِ عمرہ ہوئے۔ مکے سے پندرہ میل (22 کلومیٹر) پہلے ایک مقام ﴿حُدَیبِیَہ﴾ ہے، جسے آج کل شمیسی کہا جاتا ہے اور جسے قرآن نے ﴿بطن مکہ﴾ کا نام دیا، یہاں رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا اور حضرت عثمانؓ کو مکے کے اندر بطورِ سفیر روانہ کیا اور اس قافلے کی غرض و غایت سے آگاہ کیا۔ ان کی واپسی میں تاخیر ہوئی، یہ احساس پیدا ہوا کہ شاید حضرت عثمانؓ قتل کر دیے گئے ہیں اور اہلِ مکّہ کے خلاف جنگی کارروائی ضروری ہے۔

3۔ بیعتِ رضوان: اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے ایک خصوصی حلف لیا، جسے ﴿بیعتِ رضوان﴾ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، تاکہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر سچی ثابت ہو جانے کی صورت میں اس قتل کا بدلہ لیا جا سکے۔

4۔ صلح حدیبیہ (ذوالقعدہ 6ہجری): بعدازاں قریش نے سہیل بن عمرو کو گفتگو کے لیے بھیجا، جس کے نتیجے میں صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھا گیا۔ اس معاہدے کی رو سے قریشِ مکہ اور مدینے کی اسلامی ریاست کے درمیان دس (10) سال کی جنگ بندی، اس سال کے بجائے اگلے سال (یعنی 7ھ میں) مسلمانوں کے عمرۂ قضاء، قریش کے کسی آدمی کی مدینہ آمد پر واپسی اور کسی مسلمان کی قریش کے پاس لوٹ جانے پر عدم واپسی، اطراف و اکناف کے قبائل کو یہ آزادی کہ وہ قریش کے حلیف بھی ہو سکتے ہیں اور مسلم ریاستِ مدینہ کے حلیف بھی ہو سکتے تھے وغیرہ جیسے نکات پر اتفاق ہو گیا۔ معاہدے کی رو سے، ان دفعات میں سے کسی ایک دفعہ کی خلاف ورزی کی صورت میں بھی پورا معاہدہ منسوخ سمجھا جاتا۔

5۔ فتح خیبر (محرم 7ہجری): جنوبی محاذ سے بے فکر ہونے کے بعد، رسول اللہ ﷺ نے محرم 7ھ میں، صلح حدیبیہ سے واپسی کے بعد، شمالی جانب یعنی خیبر کی طرف رُخ کیا، فتح خیبر سے مسلمانوں کو بہت سارا مالِ غنیمت نصیب ہوا، جس کی بشارت بھی اسی سورت ﴿الفتح﴾ میں دی گئی ہے۔

6۔ عمرۂ قضاء (ذوالقعدہ 7 ہجری): صلح حدیبیہ کے مطابق اگلے سال رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے ساتھ ذوالقعدہ 7ھ میں عمرۂ قضاء ادا کیا۔ اس کے بعد قریش کی بدعہدی کی وجہ سے صلح حدیبیہ کا معاہدہ منسوخ اور کالعدم ہو گیا۔

7۔ فتح مکہ (رمضان 8 ہجری): رسول اللہ ﷺ نے دس ہزار صحابہؓ کو لے کر رمضان 8ھ میں مکے پر دھاوا بول دیا یہ اسلام کی فتح تھی، جس کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے۔

صلح حدیبیہ (ذوالقعدہ 6ھ) اسلامی فتوحات کا نقطۂ آغاز ہے، جس کی عملی تصویر رمضان 8ھ میں، فتح مکّہ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ اسی لیے قرآن نے صلح حدیبیہ کو ﴿فتح مُبین﴾ واضح کامیابی قرار دیا ہے۔

8۔ غزوۂ تبوک (9 ہجری) اور عام الوفود: نو ہجری میں رسول اللہ ﷺ 30 ہزار لوگوں کو لے کر رومی حکومت کے خلاف نکلے۔ لڑائی کی نوبت نہیں آئی لیکن شمالی عرب کے علاقے اسلام کے باج گذار ہو گئے۔ یہی عام الوفود تھا۔ مختلف قبائل کے لوگ مدینہ آ کر مسلمان ہوتے گئے۔ اگلے سال دس ہجری میں آپ ﷺ نے حج کیا، جس میں ایک لاکھ سے زائد لوگوں نے شرکت کی۔ تین ماہ بعد ربیع الاول گیارہ ہجری میں انتقال فرمایا۔

9۔ خلافتِ راشدہ کی فتوحات: حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں عراق اور شام کی طرف پیش قدمی ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت (13 تا 23 ہجری) کے دوران، اُردن اور حمص 14 ہجری میں، مدائن بیت المقدس 16 ہجری میں خوزستان 17 ہجری میں اصفہان، مصر اور اسکندریہ 21 ہجری میں ہمدان، لیبیا، آزربائی جان، آرمینیا اور خراسان 22 ہجری میں، فارس و کرمان 23 ہجری میں فتح ہوئے۔ یہ سب ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ کی بشارت کی عملی تعبیریں تھیں۔

سورۃ الفتح کے فضائل

سورۃ الفتح آپ ﷺ کو دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے زیادہ محبوب تھی۔

حضرت زیدؒ بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں جا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ رات کا وقت تھا۔ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے دوسری مرتبہ سوال کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری مرتبہ پھر حضرت عمرؓ نے سوال کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے آپ سے افسوس کرتے ہوئے کہا: ﴿ثَكِلَتْ أُمُّ عُمَرَ﴾ عمر کی ماں اسے گم کر دے۔ رسول اللہ ﷺ سے تو نے تین مرتبہ سوال کیا، لیکن رسول اللہؐ نے تجھے کسی مرتبہ بھی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی اور لوگوں سے آگے بڑھ گیا۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن مجید کی کوئی آیت نہ نازل ہو جائے۔ ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ میں نے ایک آواز دینے والے کو سنا جو مجھے پکار رہا تھا۔ میں نے کہا کہ مجھے تو خدشہ تھا ہی کہ میرے بارے میں کوئی آیت نازل نہ ہو جائے۔

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾

''آج رات مجھ پر ایک سورت نازل کی گئی ہے، جو مجھے ہر اُس چیز سے زیادہ محبوب ہے، جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ (صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ الفتح، حدیث:4,553)

سورۃ الفتح کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿محمد﴾ میں جہاد اور انفاق کا مطالبہ کیا گیا تھا اور بتایا گیا تھا کہ بخل کا رویہ اختیار کرنے پر، اللہ تعالیٰ اپنے قانونِ استبدال کے تحت، کسی اور قوم کو اٹھا کر اس سے جہاد اور انفاق کا کام لے سکتا ہے۔ یہاں اس سورۃ ﴿الفتح﴾ میں جہاد اور انفاق کے فوائد اور ثمرات کی بشارت ہے، جس کی نشاندہی ﴿مَغَانِمَ كَثِيرَةً﴾ کے لفظ سے کی گئی۔

2۔ اس سورۃ ﴿الفتح﴾ میں اُن لوگوں کا ذکر ہے، جو عمرے کے سفر کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں گئے اور یہ بدگمانی کر رہے تھے کہ یہ لوگ بخیر واپس نہیں لوٹیں گے۔ اگلی سورۃ ﴿الحجرات﴾ میں واضح کر دیا گیا کہ محض زبان سے ایمان لانے والے مومن نہیں بن سکتے۔ وہ اسلام کے دبدبے سے مرعوب ہو کر مسلم ہو گئے ہیں سچے مومنوں کی پانچ صفات بیان کی گئیں کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں، رسول پر ایمان لاتے ہیں، پھر شک میں مبتلا نہیں ہوتے۔ پھر مال سے اور اُس کے بعد جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ یہی سچے لوگ ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الفتح﴾ میں اللہ تعالیٰ کے لشکروں ﴿جُنُود﴾ کا ذکر:

اس سورت میں دو (2) مرتبہ (آیات 4 اور 7 میں) یہ بات مسلمانوں کو ذہن نشین کرائی گئی کہ فتح و نصرت اللہ کی جانب ہی سے آتی ہے۔ زمین و آسمان کے سارے ﴿جُنُود﴾ یعنی لشکر اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔ ﴿وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾

آیت:13 میں بتایا گیا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

﴿وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾۔ ظاہر ہے جس کی بادشاہت لامحدود ہو، اُس کے لشکر بھی لامحدود ہوں گے۔

2- سورۃ ﴿الفتح﴾ میں منافقین کی بدگمانیوں ﴿ظَنَّ السَّوْءِ﴾ کا تذکرہ:

رسول ﷺ اور صحابہؓ کے بارے میں بدگمانی ﴿ظَنَّ السَّوْءِ﴾ کرنے والے منافقین کو دو (2) مرتبہ تنبیہ کی گئی۔

(a) اللہ منافقین اور مشرکین کو سزا دے گا، اُن پر اللہ کا غضب ہو گا، لعنت ہو گی اور وہ جہنمی ہوں گے۔

﴿وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (آیت:6)

(b) منافقین نے بد گمانی سے کام لیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر صحابہؓ عمرے کے سفر کے بعد خیریت سے مدینہ نہیں پہنچ سکیں گے۔ ﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا﴾ (آیت:12)

3- سورۃ ﴿الفتح﴾ میں ﴿مَغَانِمَ كَثِيْرَةً﴾ کی بشارت:

اس سورت میں، فتوحات کی بشارت ہے۔ چنانچہ دو سال کے اندر اندر فتح مکہ ہوئی اور اس کے بعد دس بارہ سالوں میں شام، عراق، ایران، خراسان، آزر بائی جان، فلسطین، مصر، لیبیا اور دیگر علاقے یکے بعد دیگرے فتح ہوتے گئے۔ مسلمانوں کو مالِ غنیمت ﴿مَغَانِمَ كَثِيْرَةً﴾ بھی ملتا گیا۔

(a) کثیر مالِ غنیمت حاصل ہونے کی بشارت دی گئی۔ ﴿وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (آیت:19)

(b) اللہ نے مسلمانوں پر کافروں کے ہاتھ روک لیے اور مستقبل میں کثیر مالِ غنیمت کی بشارت ہے۔

﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ﴾ (آیت:20)

4- سورۃ ﴿الفتح﴾ میں ﴿مُخَلَّفُوْنَ﴾ کی اصطلاح کا استعمال:

عمرے کی عبادت میں شرکت سے محروم ہونے والے لوگوں کے لیے 'پیچھے کر دیے جانے والے افراد' یعنی ﴿مُخَلَّفُوْنَ﴾ کی اصطلاح تین (3) مرتبہ استعمال کی گئی۔

(a) نفاق زدہ ﴿مُخَلَّفُوْنَ﴾ دیہاتیوں کے حیلے بہانوں کا پول کھولا گیا کہ اُن کے دلوں میں وہ ہے جو زبانوں پر نہیں۔

﴿سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ (آیت:11)

(b) نفاق زدہ ﴿مُخَلَّفُوْنَ﴾ کے بارے میں ہدایت دی گئی کہ آئندہ کے جنگی سفر (غزوۂ خیبر) میں انہیں ساتھ نہیں رکھا جائے گا۔

﴿سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا﴾ (آیت:15)

(c) نفاق زدہ دیہاتی ﴿مُخَلَّفُوْنَ﴾ سے کہا گیا کہ انہیں مستقبل میں ایک بڑی جنگ میں شرکت کی دعوت دی جائے گی اور اُن کے ایمان کو آزمایا جائے گا۔

﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ﴾ (آیت:16)

5- سورۃ ﴿الفتح﴾ میں بیعتِ رضوان کرنے والے صحابہؓ کو ﴿رَضِيَ اللّٰهُ﴾ کی بشارت:

درخت کے نیچے بیعت (بیعتِ رضوان) کرنے والے مخلص صحابہؓ کو ﴿رَضِيَ اللّٰهُ﴾ کے خطاب سے نوازا گیا۔ (آیت 18) اور ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحیم اور کافروں پر سخت ہیں۔ ہر وقت اللہ کے فضل اور ﴿رضوان﴾ یعنی اللہ کی رضا کے متلاشی رہتے ہیں۔ (آیت:29)

6- سورۃ ﴿الفتح﴾ میں تین مرتبہ لفظ ﴿سَكِيْنَت﴾ کے استعمال کی معنویت:

صلح حدیبیہ میں قریش کے ساتھ دب کر صلح کی گئی تھی۔ اس پر بعض لوگ مطمئن نہیں تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ﴿سَكِيْنَت﴾ نازل کی۔ اس سورت میں ﴿سَكِيْنَت﴾ کے نزول کا ذکر تین (3) مرتبہ ہوا۔

(a) ایمان میں مزید اضافے کے لیے ان چودہ سو مسلمانوں کے دل پر سکینت نازل کی گئی، جو روئے زمین کے سب سے بہتر لوگ تھے۔

﴿هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْۤا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾ (آیت:4)

(b) درخت کے نیچے بیعت کرنے والے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہو جانے کی بشارت دی گئی اور اُن پر سکینت کے نزول کا ذکر کیا گیا۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ (آیت:18)

(c) کافروں کے دلوں پر ﴿حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ کا غلبہ تھا۔ اس کے مقابلے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دل پر سکینت نازل کی۔

﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا﴾ (آیت:26)

سورۃ الفتح کا نظمِ جلی

یہ سورۃ پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 7: پہلے پیراگراف میں، صحابہؓ کو فتحِ مبین کی دنیاوی خوشخبری دی گئی۔

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ مومنین کے لیے جنت اور منافقین کے لیے اُخروی جزاء وسزا کا وعدہ کیا گیا، جو اللہ کے بارے میں شدید قسم کی بدگمانیوں کا شکار تھے۔ مومنین کو سمجھایا گیا کہ آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں۔ وہی فتح ونصرت عطا کرنے والا ہے۔

2- آیات 8 تا 10 : دوسرے پیراگراف میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ کا تذکرہ ہے:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب شہادت وانذار وتبشیر کا ذکر کر کے ان کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا گیا۔ ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعتِ رضوان کرنے والوں کے بارے میں کہا گیا کہ انہوں نے اللہ سے بیعت کی ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ اور ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے ﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾۔ عہد کی پاسداری کرنے والوں کے لیے اجر عظیم ہو گا۔

3- آیات 11 تا 17 : تیسرے پیراگراف میں، منافقین کو تنبیہ کی گئی۔

منافقین کو تنبیہ کی گئی کہ وہ منافقت چھوڑ دیں! مخلص بنیں! عذاب سے بچیں! جہاد میں حصہ لیں۔
منافقین کو مستقبل کا نقشہ دکھایا گیا کہ انہیں ایک طاقتور قوم کے خلاف لڑنے کی دعوت دی جائے گی، ﴿سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ﴾ جن سے وہ لڑیں گے یا پھر وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں اگر وہ اطاعت کا رویہ اختیار کریں گے تو اجر وثواب کے مستحق ٹھہریں گے۔ نافرمانی کی صورت میں عذاب الیم سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جہاد میں شرکت سے صرف اندھے لنگڑے اور مریض آدمی ہی کو رخصت حاصل ہے، منافقین کو حیلے بہانے چھوڑنے ہوں گے۔

4- آیات 18 تا 26 : چوتھے پیراگراف میں، خوشخبری سنائی گئی کہ بیعتِ رضوان کے صحابہؓ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور وہ انہیں کئی فتوحات اور مالِ غنیمت ﴿مَغَانِمَ كَثِيْرَةً﴾ سے نوازے گا۔

اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر ہوا کہ اس نے حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کے ہاتھ کافروں پر اور کافروں کے ہاتھ مسلمانوں پر روکے رکھے۔
اللہ کا مزید احسان یہ تھا کہ مشرکین مکہ کی ﴿حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ کے مقابلے میں اللہ نے سکینت نازل کی اور انہیں تقویٰ سے نوازا۔

5- آیات 27 تا 29 : پانچویں اور آخری پیراگراف میں، عمرے سے متعلق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی سچائی بیان کی گئی۔

خواب کی سچائی بیان کر کے یہ بات بالکل واضح کر دی گئی کہ دینِ اسلام، تمام غلبہ پسند قوتوں اور نظاموں پر غالب ہونے کے لیے آیا ہے۔
﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ مہاجرین وانصار پر مشتمل صحابہؓ کی اس مختصر جماعت کی نوزائیدہ فصل اب اپنے بل بوتے پر کھڑی ہو گئی ہے۔ اب دنیا میں اسلام کی روشنی پھیل کر رہے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی شان بیان کی گئی کہ وہ کافروں پر سخت ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحیم ہیں۔ رکوع اور سجود کا اہتمام کرتے ہیں۔ اللہ کے فضل اور اس کی رضوان کے حصول کے متلاشی رہتے ہیں۔
﴿تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾۔ ایمان اور اعمال صالحہ کے نتیجے میں مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت ہے۔

مرکزی مضمون

مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد فتوحات اور مالِ غنیمت کی فراوانی کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور منافقین کو خبردار کیا گیا ہے کہ ان کے حق میں یہی بہتر ہے کہ وہ سچے دل سے ایمان لاکر اخلاصِ عمل کا ثبوت دیں۔ اسلام دنیا میں تمام غلبہ پسند قوتوں کو مغلوب کر کے غالب ہو کر رہے گا۔

FLOW CHART

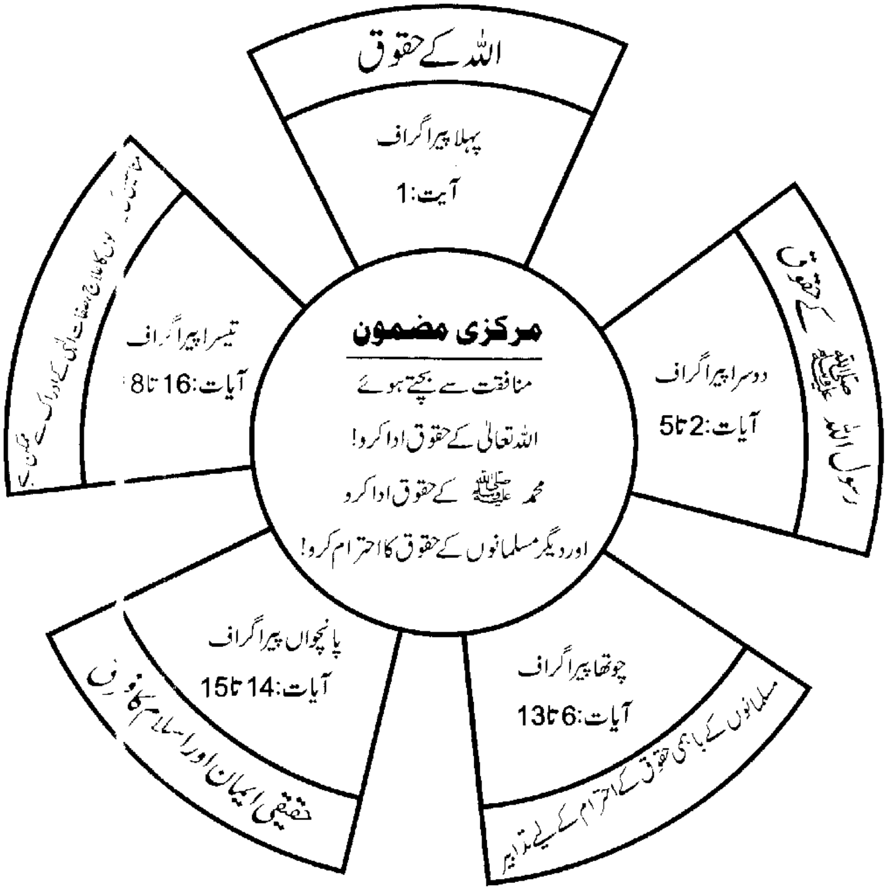
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ / ربط

MACRO-STRUCTURE

49- سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ

آیات : 18 ...... مَدَنِیَّۃ“ پیراگراف:5



- **زمانۂ نزول:**

سورۃ الحجرات ، ایک مدنی سورت ہے، جو فتحِ مکہ کے بعد، 9 ہجری (عام الوفود) میں نازل ہوئی، جب بے شمار قبائل مدینہ آ کر مسلمان ہو رہے تھے۔

سورۃ الحجرات کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿الفتح﴾ میں، فتوحات اور مال غنیمت کی خوشخبری تھی اور منافقین کو ﴿اخلاص عمل﴾ اختیار کر لینے کی نصیحت کا مضمون تھا، یہاں اس سورۃ ﴿الحُجُرَات﴾ میں بتایا گیا ہے کہ یہ اخلاصِ عمل، منافقت کو ترک کرنے، اللہ اور رسول یعنی کتاب و سنت سے پیش قدمی نہ کرنے، اللہ تعالیٰ کے حقوق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق، مسلمانوں کے باہمی حقوق اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

1- سورۃ ﴿الحُجُرَات﴾ میں پانچ (5) مرتبہ مسلمانوں سے خطاب کیا گیا:

اس سورت میں ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ (آیت: 1، 2، 6، 11 اور 12) کے الفاظ سے کچے مسلمانوں اور منافقین کو پانچ مرتبہ خطاب کیا گیا۔ اس طرح کے اسلوب کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بار بار ان کے زبانی اعلان واقرارِ اسلام کے حوالے سے ان کے سامنے یہ بات رکھی جاتی ہے کہ یہ طرزِ عمل تمہارے اقرار ایمان کے شایانِ شان نہیں ہے۔

2- سورۃ ﴿الحُجُرَات﴾ میں بد عمل ﴿فاسق﴾ کی خبر کی تحقیق:

مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ وہ کسی فاسق کی خبر کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے عجلت پسندی کے ساتھ فوراً کوئی کاروائی نہ کریں۔ مسلمانوں کو تحقیق اور تبیین کی نصیحت کی گئی، تاکہ وہ شرمندگی سے بچ سکیں۔

﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ (آیت:6)

3- سورۃ ﴿الحُجُرَات﴾ میں مسلمانوں کی عالمگیر برادری کی وضاحت:

اس سورت میں ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ کے ذریعے مسلمانوں کی عالمگیر برادری کی وضاحت کی گئی۔ یہ جمعیت رنگ و نسل، خاندان و نسب اور وطن کی بنیاد پر نہیں بنی ہے، بلکہ اللہ اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے نتیجے میں قائم ہوئی ہے۔ (آیت:10)

4- سورۃ ﴿الحُجُرَات﴾ میں غیبت کی ممانعت کے لیے ایک خوبصورت تمثیل:

مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں کی غیبت سے منع کر دیا گیا کہ وہ ان کی غیر موجودگی میں ان کے عیب دوسروں پر ظاہر کریں۔ مسلمان کے مرنے پر اس کو غسل اور کفن دے کر جسمانی طور پر پاک کرنا چاہیے اور نمازِ جنازہ میں دعائے مغفرت کر کے

روحانی طور پر پاک کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ جلد از جلد تدفین کرنا چاہیے تاکہ بدبو، تعفن اور بیماریاں نہ پھیلیں۔ اسی طرح مسلمان میں کوئی عیب ہو تو دوسروں سے غیبت کرنے کے بجائے، خود اُس شخص سے بات کی جائے۔ اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے اور دعوت و تبلیغ کے بعد، اللہ سے اس کے حق میں دعا کی جائے۔ یہاں "غیبت" کے لیے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے، تاکہ امت مسلمہ اس قبیح فعل سے مکمل اجتناب کرے۔

﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾ (آیت:12)

5- سورۃ ﴿الْحُجُرٰت﴾ میں تقویٰ کی بنیاد پر انسان کے مختلف درجات کا بیان:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾ کے ذریعے بتایا گیا کہ اللہ تعالی کے نزدیک مکرم اور معزز وہ ہے، جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے یعنی وہ شخص جو حرام چیزوں کے قریب نہیں جاتا۔ (آیت:13)

6- سورۃ ﴿الْحُجُرٰت﴾ میں سچے مؤمنین کی پانچ صفات کا بیان:

اس سورت میں سچے مؤمنوں کی پانچ (5) صفات بیان کی گئی ہیں۔ اللہ پر ایمان، رسول اللہ ﷺ پر ایمان، پھر اس پر ایسا یقین، جو شک سے پاک ہو، اللہ کی راہ میں مال سے جہاد اور جان سے جہاد۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (آیت: 15)

سورۃ الحجرات کا نظمِ جلی

سورۃ الحجرات پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیت 1 : پہلی آیت ہی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی ﴿تقدیم﴾ کی ممانعت کر دی گئی۔

﴿لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ یہ ایک آئینی اور دستوری شق ہے۔ وحی یعنی قرآن و سنت کے خلاف نہ تو کوئی قانون سازی ہو سکتی ہے اور نہ کسی غیر نبی کو (چاہے وہ صحابی ہو، تابعی ہو، تبع تابعی ہو، فقہ کا امام ہو، مفتی ہو، یا عالم دین ہو یا کسی عدالت کا جج) یہ حق حاصل ہے کہ وہ قرآن و سنت کے خلاف رائے اختیار کرے اور نہ کسی کو یہ حق ہے کہ وہ اللہ اور رسول پر کسی غیر نبی کو ترجیح دے۔ قرآن و سنت کی اطاعت مطلق اور غیر مشروط ہے، جب کہ غیر نبی کی اطاعت قرآن و سنت سے مشروط اور مقید ہے۔

2- آیات 2 تا 5 : دوسرے پیراگراف میں رسول اللہ ﷺ کے حقوق بیان کیے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کے سامنے نہ تو اپنی آواز بلند کی جا سکتی ہے اور نہ انہیں عام آدمی کی طرح بلند آواز سے بلایا جا سکتا ہے۔

﴿لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ﴾

رسول اللہ ﷺ اور ان کی احادیث سے اپنی آواز اور اپنی بات کو بلند کرنے کے جرم میں حبطِ اعمال کا اندیشہ ہے۔

3- آیات 6 تا 13 : تیسرے پیراگراف میں مسلمانوں کے باہمی حقوق بیان کیے گئے۔

مسلمان کسی فاسق کی خبر پر بلا تحقیق اعتماد نہیں کر سکتے ﴿اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾۔ مسلمانوں کے باہمی قتال کی صورت میں خاموش تماشائی بننے کے بجائے عدل وانصاف سے مصالحت اور فیصلہ کرنا چاہیے ﴿فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾۔ وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان کے باہمی تعلقات کو درست کرنا اور درست رکھنا ضروری ہے ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾۔ ایک دوسرے کا مذاق اڑانے ﴿لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ﴾، لعن طعن کرنے، عیب لگانے ﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾، برے القاب سے پکارنے ﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ بدگمانی کرنے ﴿اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ﴾ ٹوہ میں لگنے اور تجسس کرنے ﴿وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ اور ایک دوسرے کی غیبت کرنے ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ سے منع کر دیا گیا۔ (آیت:12) ساری دنیا کے انسانوں سے خطاب کر کے انہیں یہ حقیقت سمجھائی گئی کہ اللہ نے خاندان اور قبائل باہمی تعارف کے لیے بنائے ہیں۔ اللہ کے نزدیک نسب اور خاندان کی اہمیت نہیں ہے، بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی اہمیت ہے۔

﴿اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾ (آیت:13)

4- آیات 14 تا 15 : چوتھے پیراگراف میں ﴿اسلام﴾ اور ﴿ایمان﴾ کے فرق کو نمایاں کیا گیا۔

بدوی اور دیہاتی مسلمانوں کو بتایا گیا کہ وہ فتح مکہ کے بعد ﴿اسلام﴾ کے سیاسی غلبے کے نتیجے میں اسلام کے آگے جھک گئے ہیں، لیکن ﴿حقیقی ایمان﴾ ابھی ان کے دلوں میں راسخ نہیں ہوا۔ ﴿لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾

5- آیات 16 تا 18 : پانچویں اور آخری پیراگراف میں منافقین کو خالص ایمان اختیار کرنے کی ہدایت ہے:

منافقین کو اللہ کا استاد بننے کے بجائے، خالص ایمان اور عمل اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی۔ ﴿اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ﴾ منافقین اپنے ایمان کا احسان اللہ اور رسول پر رکھتے تھے، انہیں بتایا گیا کہ ان کا اللہ پر کوئی احسان نہیں ہے، بلکہ اللہ کا ان پر احسان ہے۔ آخر میں بتایا گیا کہ منافقت کا علاج، اللہ کی کامل صفات کے ادراک سے ہی ہو سکتا ہے۔

﴿يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ﴾

اللہ عالم الغیب ہے۔ وہ نیتوں اور اعمال دونوں سے پوری طرح باخبر ہے، اس لیے کامل اخلاص کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی جانی چاہیے۔ وہ لوگوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ (آیت:18)

مرکزی مضمون

منافقت سے بچتے ہوئے، سچے مؤمن بن کر، اعلیٰ اخلاق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حقوق، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور مسلمانوں کے باہمی حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

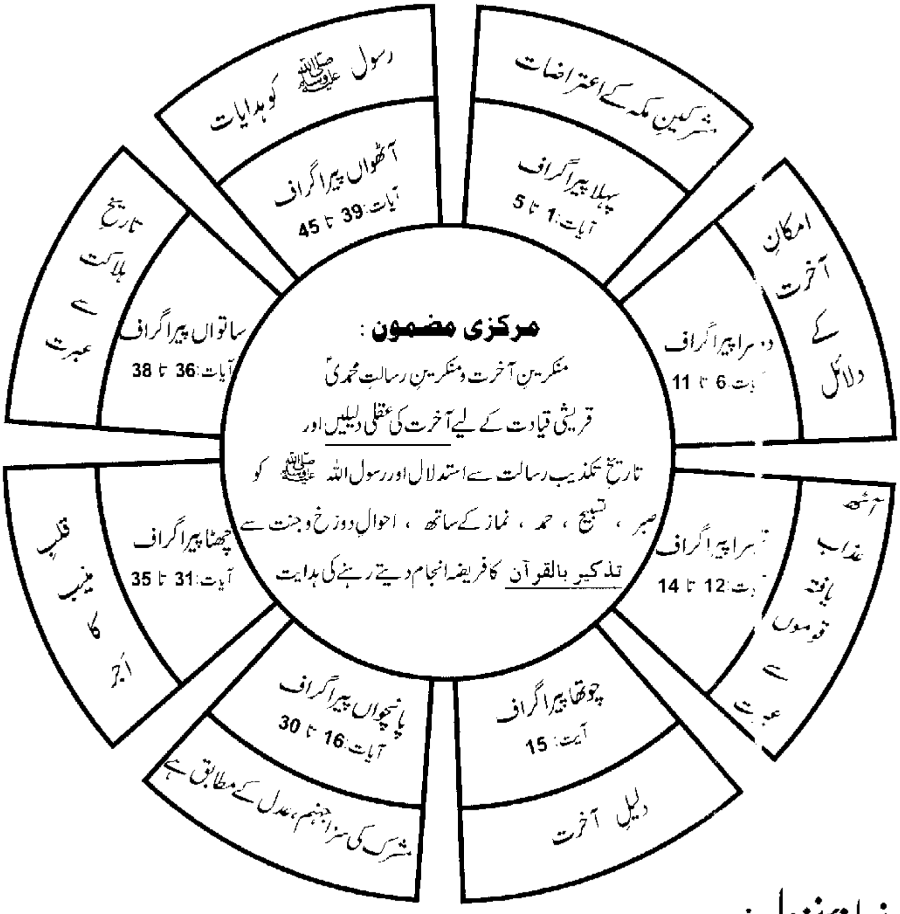
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

50- سُوْرَةُ قٓ

آیات : 45 ...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 8



• زمانۂ نزول :

سورت ﴿ ق ﴾، ایک مکی سورت ہے۔ غالبًا اعلانِ عام کے بعد، 5 نبوی کے آخر میں، ہجرت حبشہ کے بعد، نازل ہوئی۔ یہ دورِ تذکیر میں نازل ہوئی، جب ظلم وستم کا آغاز نہیں ہوا تھا، لیکن ﴿ تکذِیب ﴾ کا غلغلہ تھا۔

یہ سورت، اپنے طرزِ بیان اور مضامین کے لحاظ سے سورت ﴿ الملك ﴾ سے ملتی جلتی ہے۔

سورۃ ق کے فضائل

1- عیدین، جمعہ اور مغرب کی نمازوں میں رسول اللہ ﷺ اس سورت کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابو واقد اللیثیؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ عیدین کی نمازوں میں کون سی سورتیں پڑھا کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا: ﴿كَانَ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِقٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ. وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾

آپ ﷺ سورۃ ﴿ق﴾ اور سورۃ ﴿القمر﴾ کی تلاوت فرمایا کرتے۔ (صحیح مسلم: کتاب صلوۃ العیدین، حدیث 2,096)

2- رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں بھی اکثر سورۃ ﴿ق﴾ تلاوت فرماتے تھے تاکہ یہ زبان زدِ عام و خاص ہو جائے۔

حضرت قطبہ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فجر کی نماز میں نبی کریم ﷺ کو سورۃ ﴿ق﴾ پڑھتے سنا۔

﴿سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ﴾

(صحیح مسلم: کتاب الصلوۃ، باب القراءۃ فی الصبح، حدیث 1,053)

3- حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مغرب کی نماز میں بھی سورۃ ﴿ق﴾ اور اس طرح کی سورتیں پڑھا کرتے۔ ﴿كَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بِ﴿قٓ وَالْقُرْآنِ﴾ وَنَحْوِهَا﴾ (صحیح مسلم: کتاب الصلوۃ، باب القراءۃ فی الصبح، حدیث 1,056)

سورۃ ق کا کتابی ربط

1۔ پچھلی تین (3) سورتیں مدنی تھیں۔ سورۃ ﴿محمد﴾، سورۃ ﴿الفتح﴾ اور سورۃ ﴿الحجرات﴾۔ اب یہاں سورۃ ﴿ق﴾ سے سات (7) مکی سورتیں آرہی ہیں، ان تمام کا موضوع احوالِ آخرت اور امکانِ آخرت کے دلائل پر مشتمل ہے۔

2۔ سورۃ ﴿محمد﴾ کے حکم جہاد کو، سورۃ ﴿الفتح﴾ کی فتوحات کی بشارتوں کو اور سورت ﴿الحجرات﴾ کے حقوق کو، اس سورۃ ﴿ق﴾ اور اس کے بعد آنے والی سورتوں کے عقیدۂ آخرت سے مشروط کر دیا گیا ہے۔

3۔ اگلی سورۃ ﴿الذاریات﴾ میں عقیدۂ آخرت کے اثبات کے لیے آفاقی، ارضی، آسمانی، عقلی، نقلی، تاریخی اور انفسی دلائل دیے گئے۔

آخری حزب

سورۃ ﴿ق﴾ سے قرآن مجید کے سات (7) ﴿احزاب﴾ میں سے، آخری حزب یعنی آخری منزل کا آغاز ہوتا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

سورت ﴿ق﴾ اپنے الفاظ، قوافی، اُسلوب اور جامعیت کے اعتبار سے ایک پر تاثیر سورت ہے۔

اس سورت میں آخرت کی عقلی دلیلیں فراہم کی گئی ہیں، تاکہ ﴿قلبِ مُنِيب﴾ کو بیدار کر کے انسان کو ﴿عبدِ مُنِيب﴾ بنایا جا سکے۔

1- سورۃ ﴿ق﴾ میں مشرکینِ مکہ کے قرآنِ مجید پر اعتراضات کا ذکر ہے۔

(a) قرآن کو، قریش کے ایک آدمی محمد ﷺ پر کیوں نازل کیا گیا؟ ﴿أَنْ جَآءَهُمْ مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ﴾ (آیت:2)

(b) قرآن کی دعوتِ آخرت ہماری عقل میں نہیں آتی۔ ﴿ذَٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ﴾ (آیت:3)

2- سورۃ ﴿ق﴾ میں مشرک قیادت (Leadership) کے اوصاف کا بیان:

اس سورۃ میں مشرکینِ مکہ کی قیادت کے اوصاف بیان کیے گئے :

(a) یہ کافر قیادت سخت ناشکری ہے۔ ﴿كَفَّارٍ﴾ (آیت: 24)

(b) حق سے عناد رکھتی ہے۔ ﴿عَنِيدٍ﴾ (آیت: 24)

(c) یہ قیادت خیر سے روکتی ہے۔ ﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ﴾ (آیت: 25)

(d) مُعتد اور حد سے گزری ہوئی ہے۔ ﴿مُعْتَدٍ﴾ (آیت: 25)

(e) مُریب ہے۔ شک میں مبتلا ہے۔ ﴿مُّرِيبٍ﴾ (آیت: 25)

(f) مُشرک ہے۔ ﴿الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ﴾ (آیت:26)

3- سورۃ ﴿ق﴾ میں مسلم قیادت (Leadership) اور رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کا بیان:

اس سورت میں مشرک قیادت کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کی صفات بیان کی گئیں:

(a) ﴿مُّنذِرٌ﴾ (Warner) ہیں۔ (آیت: 2)

(b) ﴿مُذَكِّرٌ﴾ ہیں، نصیحت کرتے ہیں۔ (آیت:45)

(c) ﴿جَبَّارٍ﴾ نہیں ہیں۔ (آیت: 45) تبلیغ دین میں جبر و زبردستی نہیں ہے۔

4- سورۃ ﴿ق﴾ میں صحابہؓ کے فضائل کا بیان:

(a) ﴿مُتَّقِينَ﴾ ہیں۔ (آیت:31)

(b) ﴿أَوَّاب﴾ ہیں۔ ہر وقت اللہ سے رجوع کرتے رہتے ہیں۔ (آیت:32)

(c) ﴿حَفِيظ﴾ ہیں۔ حدود الٰہی، حقوق اور فرائض کا لحاظ کرتے ہیں۔ (آیت:32)

(d) ﴿خاشي﴾ ہیں، خدائے رحمن سے غیب میں ڈرتے ہیں۔ (آیت:33)

(e) ﴿قلبِ مُنِيب﴾ دل گرویدہ یعنی متوجہ دل رکھتے ہیں۔ (آیت:33)

(f) صابر، حامد اور مُسبِّح ہیں۔ (آیت:40)

(g) تذکیر بالقرآن اور دعوت و تبلیغ کے اہم کام میں منہمک ہیں۔ (آیت:45)

5- سورة ﴿ق﴾ میں ﴿عَبْدٍ مُّنِيبٍ﴾ اور ﴿بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ﴾ کے استعمال کی معنویت:

اس سورت میں ﴿قلبِ منیب﴾ کی اہمیت اجاگر کی گئی۔ آسمان اور زمین میں موجود آفاقی دلیلوں میں ہر رجوع کرنے والے اور متوجہ ہونے والے ﴿عَبْدٍ مُّنِيبٍ﴾ بندے کے لیے بصیرت اور یاددہانی کے اسباق موجود ہیں۔

﴿تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ﴾ (آیت:8)

دوزخ اور جنت کی وعدوں پر یقین کرنے والے، ہر رجوع کرنے والے اور حدود الٰہی کی حفاظت کرنے والے، رحمن سے ڈرنے والے اور متوجہ اور گرویدہ دل ﴿بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ﴾ کے ساتھ حاضر ہونے والے کے لیے انعام بشارت ہے۔

﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ﴾ (آیت:33)

طاقتور قوموں کی ہلاکت کے واقعات میں یاد دہانی کا سبق موجود ہے، جس سے فائدہ صرف وہی شخص اٹھا سکتا ہے، جو دل ﴿قَلْب﴾ رکھتا ہو، متوجہ ہو کر اور کان لگا کر بات کو سمجھنے کے لیے تیار ہو۔

﴿إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾ (آیت:37)

6- سورة ﴿ق﴾ میں اثبات آخرت کی دلیلیں:

اس سورت میں، اثباتِ آخرت کی چار (4) دلیلیں فراہم کی گئیں:

(a) اللہ تعالی دفن کے بعد، انسانی لاش کے اندر تغیرات ارضی کا مکمل علم رکھتا ہے کہ تحلیل کے بعد کون ساعنصر کہاں گیا؟

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيظٌ﴾ (آیت:4)

امکان آخرت کو ثابت کرنے کے لیے اللہ کی صفتِ قدرت اور صفت علم سے استدلال کیا گیا ہے۔

(b) ایک عقلی دلیل کے ذریعے تخلیق اول سے، تخلیق ثانی اور امکانِ آخرت پر استدلال کیا گیا۔ جو ہستی پہلی تخلیق سے عاجز نہیں تھی اس کے بارے میں یہ گمان کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ دوسری مرتبہ مردوں کو زندہ نہیں کر سکتی؟

﴿اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ﴾ (آیت:15)

(c) آخرت کی ایک عقلی اور آفاقی دلیل: بارش سے، بنجر زمین کے سرسبز و شاداب کیے جانے سے، مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت پر استدلال کیا گیا ﴿وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾ (آیت:11)

7- سورہ ﴿ق﴾ میں اثباتِ آخرت کی تاریخی دلیلیں:

تاریخ ہلاکتِ اقوام کے سبق جزا و سزا سے امکانِ قیامت پر استدلال کیا گیا۔ یہ تاریخی دلیلیں ہیں۔

(a) تاریخ کہتی ہے کہ آٹھ قوموں نے قریش کی طرح ﴿تکذیب﴾ سے کام لیا اور اُن پر اللہ کا عذاب چسپاں ہو گیا۔

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ﴾

﴿وَّاَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ﴾ (آیت:14)

(b) تاریخ کہتی ہے کہ قریش سے زیادہ طاقتور قوموں کو ہلاک کیا گیا۔

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا﴾ (آیت:36)

8- سورہ ﴿ق﴾ میں امکانِ آخرت کی دلیلیں:

دلائلِ آخرت: قیامت کو نہ ماننے والے قریش کے لیڈروں پر ثابت کیا گیا کہ موسم بہار کے سبزے کی طرح لازماً روزِ قیامت انسانوں کا قبروں سے خروج ہوگا، وہ ایک بڑی چنگھاڑ سنیں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی، زمین پھٹے گی اور لوگ تیزی کے ساتھ قبروں سے برآمد ہوں گے، ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔

(a) ﴿وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾ (آیت:11)

(b) ﴿یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ﴾ (آیت:42)

(c) ﴿یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ﴾ (آیت:44)

9- اس سورت میں، اللہ تعالیٰ کے صفتِ علم کی کئی طرح وضاحت کی گئی:

(a) اللہ مردے کی لاش کی تحلیل کے بعد بھی ہر جز و بدن کا علم رکھتا ہے۔ ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ﴾ (آیت:4)

(b) اللہ تعالیٰ چونکہ انسانوں کا اور ان کے دلوں کا خالق ہے، اس لیے وہ دلوں کے وسوسوں کا بھی علم رکھتا ہے، وہ اپنے علم کے ذریعے ہر انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اللہ تک دعا پہنچانے کے لیے کسی وسیلے کی ضرورت نہیں۔

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾ (آیت:16)

(c) رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ کفار کی طرف سے آپ ﷺ کو دی جانے والی اذیت رسانیوں سے بھی اللہ تعالیٰ پوری طرح واقف ہے۔ ﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ﴾ (آیت:45)

سورۃ ق کا نظمِ جلی

سورۃ ﴿ق﴾ آٹھ (8) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 5 : پہلے پیراگراف میں، مشرکین مکہ کے امکانِ آخرت کے بارے میں شکوک وشبہات پر مشتمل اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

پہلا اعتراض یہ تھا کہ رسول خود قریش کے اندر کا ایک انسان کیوں ہے؟ ﴿مُنْذِرٌ مِّنْهُمْ﴾ دوسرا اعتراض آخرت کے بارے میں تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ جی اُٹھنا بعید از عقل ہے۔ ﴿ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ﴾ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم سے دیا گیا کہ وہ لاشوں میں ہونے والی کمی کا بھی علم رکھتا ہے۔ مشرکین مکہ کی ضد اور ہٹ دھرمی پر روشنی ڈالی گئی کہ دلائل پر مبنی حق آجانے کے باوجود یہ تشکیک آمیز سوالات اٹھا کر ﴿تکذیب﴾ کر رہے ہیں۔

2- آیت 6 تا 11 : دوسرے پیراگراف میں، امکانِ آخرت کی دلیلیں فراہم کی گئی ہیں۔

ایک عقلی دلیل یہ ہے کہ جو اللہ بابرکت پانی کے ذریعے موسم خزاں کی مردہ زمین کو سرسبز وشاداب کر دیتا ہے، وہی اللہ قبرستانوں کو زندہ کر کے قیامت کے دن انسانوں کو اٹھائے گا۔ ﴿وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾

3- آیت 12 تا 14 : تیسرے پیراگراف میں، آٹھ (8) قوموں کی تکذیب کے جرم میں ہلاکت کا ذکر ہے۔

تاریخ ہلاکت سے عبرت حاصل کرنے اور اللہ کے قانونِ جزا وسزا (Law of Reward and Punishment) کو تسلیم کر کے آخرت پر ایمان لانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ آٹھ قومیں یہ ہیں۔ قومِ نوح، اصحاب الرس، قومِ ثمود، قومِ عاد، فرعون، قومِ لوط، اصحاب الایکہ اور قومِ تبع۔ ﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ﴾ ﴿وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ﴾ ﴿وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ﴾ (آیات:12 تا 14)

4- آیت 15 : چوتھے پیراگراف میں، آخرت کی عقلی دلیل پیش کی گئی ہے۔

دوسری عقلی دلیل: جو اللہ پہلی تخلیق سے عاجز نہ تھا اور پہلی تخلیق کی پوری قدرت رکھتا تھا، کیا وہ دوسری تخلیق پر قادر نہیں ہو سکتا؟ پھر یہ دوسری تخلیق کے بارے میں کیوں شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں؟

﴿اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ تخلیق اول سے، تخلیق ثانی کو ثابت کیا گیا ہے۔

5۔ آیت 16 تا 30 : پانچویں پیراگراف میں، عالم نزع، موت اور دوزخ کا نقشہ کھینچ کر اسلام دشمن مشرکین وکافرین کو دوزخ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ﴿ظَلَّامٍ﴾ نہیں ہے۔ ہر شرک کی سزا عدل کے عین مطابق، دوزخ کی آگ ہو گی۔
اللہ تعالیٰ خالق ہے، مکمل علم رکھتا ہے۔ دل میں آنے والے وسوسوں کو بھی جان لیتا ہے۔ رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اس کے فرشتے انسانوں کے اعمال نوٹ کر رہے ہیں۔ موت کی سختیاں برحق ہیں۔ قیامت برحق ہے، جس دن ہر آدمی دو فرشتوں کے ساتھ حاضر کیا جائے گا۔ ایک ﴿سَائِقٌ﴾ ہو گا اور دوسرا ﴿شَهِيْدٌ﴾۔ ایک ہانک کر لے جائے گا اور دوسرے کے پاس ریکارڈ ہو گا۔ اُس دن غفلت کا پردہ چاک ہو جائے گا اور ہر مشرک اور حق سے عناد رکھنے والے آدمی کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا، جو شرک کرتا تھا، سرکش تھا اور شکوک وشبہات میں گرفتار تھا۔ ہاں پھر وہ ابلیس سے جھگڑے گا اور ابلیس اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دے گا۔ دوزخ سے پوچھا جائے گا کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی۔ ﴿هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ؟﴾

6۔ آیت 31 تا 35 : چھٹے پیراگراف میں، ﴿قَلْبٍ مُّنِيْبٍ﴾ رکھنے والے ﴿مُتَّقِيْن﴾ اور ﴿خَاشِيْن﴾ کے لیے جنت میں اجر وثواب کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

متقین، اوابین، غیب پر ایمان لانے والے اور قلب منیب رکھنے والے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ ان کے لیے ہر وہ چیز ہو گی، جو یہ چاہیں گے اور اس کے سوا وہ بھی بہت کچھ ہو گا۔ ﴿وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ﴾

7۔ آیت 36 تا 38 : ساتویں پیراگراف میں، تاریخ ہلاکت اور قدرتِ تخلیق سے ہر اس شخص کو عبرت حاصل کرنے کی نصیحت کی گئی ہے جو دل اور کان رکھتا ہے۔

یہاں تاریخی دلیل بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے استدلال بھی ہے۔ قریش کو دھمکایا گیا کہ یہ کیا چیز ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ان سے زیادہ طاقتور لوگوں کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔ ﴿هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا﴾ انہیں قرآن سے نصیحت حاصل کرنا چاہیے، لیکن نصیحت صرف دل والے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

8۔ آیت 39 تا 45 : آخری پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کو، الزامات اور اذیت رسانیوں پر صبر اور نماز کی ہدایات دی گئیں۔

قیامت کا نقشہ کھینچا گیا۔ وہ ایک دھماکے کی آواز سنیں گے اور قبروں سے نکل پڑیں گے۔ قیامت کو برپا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے اس بارے میں شک نہ کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے یہ بات سمجھائی گئی کہ دعوت کو جبری طور پر مسلط نہیں کیا جا سکتا۔ آخر میں قرآن کے ذریعے تذکیر جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ﴾

مرکزی مضمون

منکر آخرت اور منکر رسالت قیادت کے لیے آخرت کی عقلی دلیلیں فراہم کر کے شکوک وشبہات دور کر دیے گئے ہیں تاریخ تکذیب سے خبردار کر دیا گیا ہے اس لیے صبر، تسبیح، حمد، نماز کے ساتھ، احوالِ دوزخ وجنت سے ﴿تذکیر بالقرآن﴾ کا فریضہ انجام دیتے رہنا چاہیے۔

◈ ◈ ◈ ☼ ◈ ◈ ◈

FLOW CHART

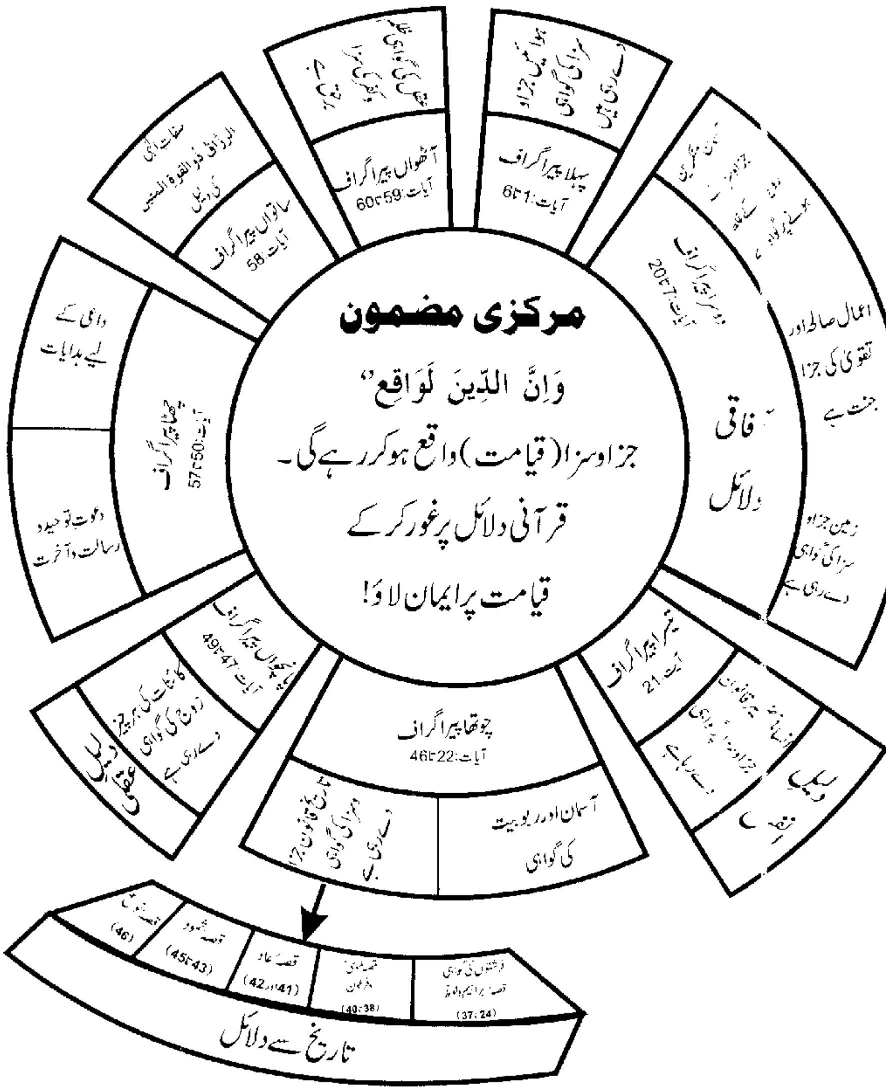
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ، ربط

MACRO STRUCTURE

51- سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ

آیات : 60...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 8



زمانۂ نزول

سورۃ ﴿الذّٰرِیٰت﴾، اعلانِ عام کے بعد رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی)۔ ے ﴿دورِ تذکیر﴾ میں نازل ہوئی۔ یہ وہ دورِ الزامات بھی تھا، جب رسول اللہ ﷺ کو قریش کے سردار ﴿سَاحِر﴾ یا ﴿مَجْنُون﴾ سمجھ رہے تھے۔

انہیں بتایا گیا کہ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ کو جادوگر یا پاگل قرار دیا تھا۔ (آیت:39)

پچھلے تمام انبیاء کو بھی ﴿سَاحِر﴾ یا ﴿مَجْنُون﴾ کہا گیا تھا۔ (آیت:52)

سورۃ الذّٰرِیٰت کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿ق﴾ میں، آخرت کی جزاوسزا اور قیامت کو ثابت کرنے کے لیے عقلی دلیلیں دی گئیں تھیں

یہاں اس سورۃ ﴿الذّٰرِیٰت﴾ میں آفاقی، ارضی، آسمانی، انفسی، تاریخی اور عقلی دلیلوں سے امکانِ قیامت کو ثابت کیا گیا ہے

اگر یہ کہا جائے کہ یہ سورت بنیادی طور پر صرف دلائل ہی پر مبنی ہے، تو بے جا نہ ہوگا۔

2۔ پچھلی سورۃ ﴿ق﴾ میں کہا گیا تھا ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَن يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾

یہاں سورۃ ﴿الذّٰرِیٰت﴾ میں ﴿وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کا حکم دیا گیا۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿الذّٰرِیٰت﴾ میں ﴿آیات﴾ کے لفظ کے استعمال کی معنویت:

اس سورت میں ﴿آیات﴾ کا لفظ، دلائل یعنی (Evidences) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ﴾ (آیت:20) "زمین میں بھی یقین کرنے والوں کے لیے آیات یعنی جزاوسزا کے دلائل موجود ہیں"۔ یہ آخرت کی جزاوسزا کی آفاقی اور ارضی دلیل ہے۔ زمین ہمیں غلہ اور پھل بھی فراہم کرتی ہے اور ہماری قبر بھی بن جاتی ہے۔ یہی زمین قارونوں کو اپنے اندر دھنسا لیتی ہے۔

2۔ سورۃ ﴿الذّٰرِیٰت﴾ میں ﴿وَفِي﴾ سے شروع ہونے والی آیات کا عجیب وغریب اسلوب:

اس سورت میں کئی آیات ﴿وَفِي﴾ سے شروع ہوتی ہیں۔ آیت:20 میں اس بات کو کھول دیا گیا ہے، لیکن اگلی تمام آیات میں تفصیلات کو حذف کر دیا گیا ہے۔ بلاغت کے اس اسلوب کو سمجھنا ضروری ہے۔

﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ﴾ (آیت:21) کا مطلب ہے ﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ﴾

یہ انفس کی دلیل جزاوسزا ہے۔

﴿وَفِي مُوسَىٰ﴾ (آیت:38) کا مطلب ہے ﴿وَفِي قِصَّةِ مُوسَىٰ آيٰتٌ لِّلْمُوقِنِينَ﴾

یہ تاریخی دلیل جزاو سزا ہے۔

﴿وَفِي عَادٍ﴾ (آیت:41) کا مطلب ہے ﴿وَفِي قِصَّةِ عَادٍ آيٰتٌ لِّلْمُوقِنِينَ﴾

یہ بھی تاریخی دلیل جزاو سزا ہے۔

﴿وَفِي ثَمُودَ﴾ (آیت:43) کا مطلب ہے ﴿وَفِي قِصَّةِ ثَمُودَ آيٰتٌ لِّلْمُوقِنِينَ﴾

یہ بھی تاریخی دلیل جزاو سزا ہے۔

﴿وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ﴾ (آیت:46) کا مطلب ہے ﴿وَاَهْلَكْنَا قَوْمَ نُوحٍ وَفِي قِصَّتِهِ آيٰتٌ لِّلْمُوقِنِينَ﴾ یہ بھی تاریخی دلیل جزاو سزا ہے۔

3۔ سورۃ ﴿الذَّارِيَات﴾ میں لفظ ﴿الْخَرّٰصُوْنَ﴾ کے استعمال کی معنویت:

﴿الْخَرّٰصُوْنَ﴾ سے مراد وہ نام نہاد دانشور (Pseudo-intellectuals) ہیں، جو آخرت کے بارے میں ہر دور میں، ظن و تخمین سے کام لے کر الٹی سیدھی منطق بگھارتے رہتے ہیں۔ یہ ہلاک ہو کر رہیں گے۔ ﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ﴾ (آیت:10)

4۔ سورۃ ﴿الذَّارِيَات﴾ میں انفسی دلیل آخرت:

﴿وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾ (آیت:21) "تمہارے اپنے نفس میں بھی، (یقین کرنے والوں کے لیے آیات یعنی جزا وسزا کے دلائل موجود ہیں) کیا تم لوگوں کو نہیں سوجھتا؟" یہ انسانی ضمیر کی طرف سے جزاو سزا کی انفسی دلیل ہے۔ انسانی ضمیر خیر اور شر کا قائل ہے، لہٰذا اسے خیر کی جزا اور شر کی سزا کو تسلیم کر لینے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے۔

5۔ سورۃ ﴿الذَّارِيَات﴾ میں ﴿وَفِي مُوسَىٰ﴾ (آیت:38) کا مطلب:

حضرت موسیٰؑ (اور فرعون سے ان کی کشمکش کے واقعے) میں بھی (یقین کرنے والوں کے لیے آیات یعنی جزاو سزا کے دلائل موجود ہیں) بنی اسرائیل کو جزا کے طور پر نجات دی گئی اور آلِ فرعون کو بطور سزا غرق کیا گیا۔

6۔ سورۃ ﴿الذَّارِيَات﴾ میں ﴿وَفِي عَادٍ﴾ (آیت:41) کا مطلب:

حضرت ھودؑ کی قوم عاد (اور ان کی اپنے رسول سے کشمکش کے واقعے) میں بھی (یقین کرنے والوں کے لیے آیات یعنی جزاو سزا کے دلائل موجود ہیں)۔ حضرت ھودؑ اور ان کے مومن ساتھیوں کو جزا کے طور پر نجات دی گئی اور قوم عاد کو ایک تیز آندھی کے ذریعے بطور سزا ہلاک کر دیا گیا۔

7۔ سورۃ ﴿الذّٰرِیٰت﴾ میں ﴿وَفِیْ ثَمُوْدَ﴾ (آیت:43) کا مطلب:

حضرت صالح ؑ کی قوم ثمود اور اُن کی اپنے رسول سے کشمکش کے واقعے) میں بھی (یقین کرنے والوں کے۔ یہ آیات یعنی جزا وسزا کے دلائل موجود ہیں)۔ حضرت صالح ؑ اور ان کے مومن ساتھیوں کو جزا کے طور پر نجات دی گئی اور قوم ثمود کو ایک آواز اور زلزلے کے ذریعے بطور سزا ہلاک کر دیا گیا۔

8۔ سورۃ ﴿الذّٰرِیٰت﴾ میں ﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ﴾ (آیت:46) کا مطلب:

ان دونوں قوموں عاد و ثمود سے پہلے، حضرت نوح ؑ کی کافر قوم کو طوفان کے ذریعے غرق کیا گیا اور حضرت نوح ؑ اور ان کے مسلمان ساتھیوں کو، جو کشتی میں سوار تھے، بچا لیا گیا اس سچے واقعہ میں بھی یقین کرنے والوں کے لیے آیات یعنی جزا وسزا کے دلائل موجود ہیں۔

9۔ سورۃ ﴿الذّٰرِیٰت﴾ کی آیت ﴿فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰهِ﴾ (آیت:50) میں حرف ﴿فَ﴾ کی معنویت

اس آیت میں، حرف ﴿فَ﴾ بہت اہم ہے۔ اس حرف ﴿فَ﴾ کا یہاں مطلب ہے، ان مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں اللہ کی طرف رجوع کرو! میں تو صرف تم لوگوں کو صاف صاف خبردار کر دینے والا ہوں۔

10۔ سورۃ ﴿الذّٰرِیٰت﴾ میں دعوتِ توحید و رسالت:

﴿وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ (آیت:51)

اس آیت سے پہلے صرف آخرت کو تسلیم کر لینے کا مطالبہ تھا، اب یہاں توحید اور رسالت کو بھی مان لینے کے دو (2) مزید مطالبات کیے گئے ہیں اس کے بعد یہ بات بھی بتائی گئی ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (آیت:56) کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں سے صرف انسانوں اور جنات کو آزادیٔ اختیار دے کر، انہیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

عبادت میں اِطاعت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں چوتھا مطالبہ، اللہ کی عبادت واطاعت کا ہے۔

11۔ سورۃ ﴿الذّٰرِیٰت﴾ میں اللہ کی دو صفات ﴿الرَّزَّاقُ﴾ اور ﴿ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ کے استعمال کی معنویت:

﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ (آیت:58) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی دونوں صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿الرَّزَّاقُ﴾ کی صفت، جزا کی دلیل ہے اور ﴿ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ کی صفت، سزا کی دلیل ہے۔

سورۃ الذّٰرِیات کا نظمِ جلی

سورۃ الذّٰرِیات آٹھ (8) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 6 : پہلے پیراگراف میں، اِمکانِ آخرت پر ہواؤں سے آفاقی دلائل دیے گئے۔

غبار پھیلا کر بادلوں کو گھیرنے کے بعد آہستہ آہستہ بارش برسانے والی ہوائیں کسی کے لیے رحمت اور کسی کے لیے عذاب تقسیم کرتی ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قیامت آکر رہے گی اور جزاء و سزا ہوگی۔

2- آیات 7 تا 20 : دوسرے پیراگراف میں، ﴿الْخَرّٰصُوْنَ﴾ اور ﴿مُتَّقِيْنَ﴾ کے درمیان تقابل ہے۔

آسمان سے آفاقی دلائل کے ذریعے روزِ قیامت کے بارے میں اندازے لگانے والوں ﴿الْخَرّٰصُوْنَ﴾ کا رد کرکے ان کے چار (4) غلط رویے بیان کیے گئے۔ فضول اختلاف کرتے ہیں۔ ظن و تخمین سے کام لیتے ہیں۔ غفلت میں مبتلا رہتے ہیں۔ قیامت کا وقت پوچھتے ہیں۔

﴿مُتَّقِيْنَ﴾ محسن ہوتے ہیں۔ راتوں کو کم سوتے ہیں۔ صبح سویرے اِستغفار کرتے ہیں اور اُن کے مال میں سائل و محروم کا حق ہوتا ہے۔

یعنی متقین، اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ (آیات:15 تا 19)

3- آیات 21 : تیسرے پیراگراف میں، وقوعِ قیامت کی انفسی دلیل ہے۔

آخرت پر یقین پیدا کرنے کے لیے انفسی دلائل دے کر بتایا گیا کہ انسانی ضمیر قیامت کے برپا ہونے کی دلیل فراہم کر رہا ہے۔

﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ (آیت:21)

4- آیات 22 تا 23 : چوتھے پیراگراف میں، آخرت کی آفاقی اور عقلی دلیل ہے۔

روزِ محشر برپا ہونے پر آفاقی اور عقلی دلائل دے کر مشرکین اور منکرینِ آخرت کو یہ وعید سنائی گئی کہ جس طرح آسمان میں تمہارا رزق ہے، اسی طرح قیامت کی جزاو سزا بھی آسمان میں ہے۔ ﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ (آیت:22)

عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ خالقِ ارض و سما کی بات برحق ہے۔

4B- آیات 24 تا 46 : اس ذیلی پیراگراف میں، جزاو سزا کی تاریخی دلیلیں پیش کی گئیں ہیں۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جزا (Reward) سے نوازے گا، اور مجرمین و مسرفین کو سزا (Punishment) دے کر داخل جہنم کرے گا۔ تاریخ سے جزاو سزا کا یہی سبق ملتا ہے کہ دنیا کی طرح آخرت میں بھی جزاو سزا ہو کر رہے گی۔

آیات:24 تا 30 میں حضرت ابراہیمؑ کو بڑھاپے میں فرشتوں کی جانب سے اولاد کی خوشخبری دی گئی۔ یہ جزا کی دلیل تھی۔

یہ 2,100 ق م کا واقعہ تھا۔ آیات:31 تا 37 میں، بتایا گیا کہ جزا کی خوشخبری دینے والے یہی فرشتے، فلسطین سے اُردن حضرت لوطؑ کے

پاس گئے اور انہیں اُن کی قوم کی ہلاکت کی بری خبر سنائی۔ یہ سزا کی دلیل تھی۔ آیات: 38 تا 40 میں، فرعون اور اس کے ﴿جُنُوْد﴾ یعنی لشکروں کی ہلاکت کا ذکر ہے، جو حضرت موسیٰ کو جادو گر یا پاگل گردانتا تھا۔ یہ 1,300 ق م کا واقعہ تھا۔ قرآن میں فرعون کے لشکروں کو ﴿آلِ فرعون﴾ بھی کہا گیا۔ آیات: 41 تا 42 میں، قومِ عاد کو بانجھ ہوا ﴿الرِّيحَ الْعَقِيمَ﴾ سے ہلاک کر دیے جانے کا ذکر ہے۔ یہ 3,000 ق م کا واقعہ تھا۔

آیات: 43 تا 45 میں، قومِ ثمود کے ایک بجلی ﴿صاعِقَة﴾ سے ہلاک کر دیے جانے کا ذکر ہے۔ یہ 2,500 ق م کا واقعہ تھا۔ آیت: 46 میں، حضرت نوحؑ کی فاسق قوم کا ذکر ہے۔ یہ غالباً 3,500 ق م کا واقعہ ہے۔

5- آیات 47 تا 49 : پانچویں پیراگراف میں، امکانِ آخرت کی ایک عقلی دلیل ہے۔

زمین کا جوڑا آسمان ہے۔ کائنات کی ہر چیز جوڑ جوڑ ہے۔ ﴿زَوجَين﴾ (آیت: 49)۔ دنیا کا جوڑ بھی آخرت ہے جو برپا ہو کر رہے گی۔ یہی عقل کا تقاضا ہے۔

6- آیات 50 تا 57 : چھٹے پیراگراف میں، دعوتِ توحید و رسالت پیش کر کے شرک ﴿اِلٰهًا آخَر﴾ کی ممانعت کی گئی۔

بیان کیا گیا کہ انبیاء ڈرانے والے ﴿نذیر﴾ بن کر آئے، لیکن لوگوں نے انہیں ﴿ساحِر﴾ اور ﴿مجنون﴾ (آیت: 52) کہہ کر ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ داعی اور مبلغ کو ہدایات دے کر آدابِ دعوت بیان کیے گئے (54 اور 55) اور جن و انس کی تخلیق کا مقصد صرف عبادتِ الٰہی بیان کیا گیا۔ (آیت: 56) یعنی اللہ کی عبادت اور اطاعت۔

7- آیات 58 : ساتویں پیراگراف میں، اللہ تعالیٰ کی دو صفات کے ذریعے جزاء و سزا کو ثابت کیا گیا۔

جو ہستی ﴿رَزَّاق﴾ ہے، جزا دیتی ہے، وہ طاقتور ﴿ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِين﴾ (Powerful) بھی ہے۔
سزا بھی دیتی ہے، وہ دنیا کو ختم کر کے روزِ جزا و سزا لانے پر پوری طرح قادر ہے۔ (آیت: 58)

8- آیات 59 تا 60 : آخری پیراگراف میں، عقلی دلیل پیش کی گئی۔

عقلِ انسانی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ظالم کو ظلم کی سزا دینے کے لیے آخرت برپا ہونی چاہیے، تاکہ وہاں عدالت انصاف قائم ہو۔

مرکزی مضمون

جزا و سزا (قیامت) واقع ہو کر رہے گی ﴿وَاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ﴾ (آیت: 6)، لہٰذا قرآن کے آفاقی، انفسی، تاریخی، اور عقلی دلائل پر غور کر کے، روزِ قیامت پر ایمان لانا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کو رسول مان کر، اُن کی دعوتِ توحید پر بھی ایمان لانا چاہیے۔

◈◈◈ ✡ ◈◈◈

FLOW CHART

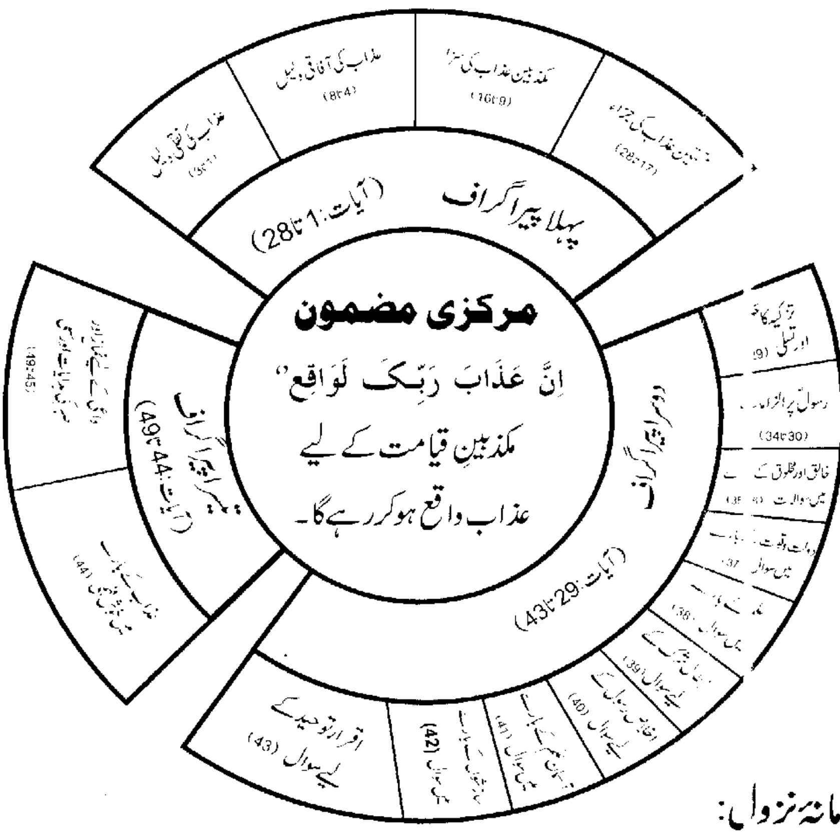
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

52- سُوْرَۃُ الطُّوْرِ

آیات: 49..... مَکِّیَّۃ" پیراگراف:3



- **زمانۂ نزول:**

سورۃ ﴿الطُّور﴾ ،سورۃ ﴿الحاقّہ﴾ کی طرح اعلانِ عام کے بعد رسول ﷺ کے قیامِ مکہ کے دوسرے دور(4 تا 5 نبوی)، دورِ تذکیر اور دورِ الزامات میں نازل ہوئی، جب آپ ؐ پر شک وریب کے ساتھ الزامات کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔

جیسے ﴿مَجْنُوْن، شَاعِر، کَاھِن ، مُتَقَوِّل﴾ وغیرہ۔

﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ o اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ"﴾

(آیت: 29، 30)﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ﴾ (آیت: 33)

سورۃ الحاقہ میں بھی رسول اللہ ﷺ پر ﴿ تَقَوَّل ﴾ کے الزام کا ذکر آیا ہے۔

سورۃ الطور کا کتابی ربط

1۔ سورۃ ﴿الطور﴾ میں بھی، پچھلی سورۃ ﴿الذاریات﴾ ہی کا مضمون آخرت ہے۔
پچھلی سورۃ ﴿الذاریات﴾ میں ﴿وَاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ﴾ (آیت:6) کے الفاظ سے اِمکانِ قیامت کو ثابت کیا گیا تھا، یہاں ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ﴾ (آیت:7) کے الفاظ سے اسے ثابت کیا گیا ہے۔

2۔ اس سورۃ ﴿الطور﴾ میں، پے در پے سوالات کے اُسلوب کے ذریعے انسانی ضمیر کو بیدار کیا گیا ہے۔ تاکہ وہ آخرت اور قیامت کا قائل ہو سکے۔

3۔ سورۃ ﴿الذاریات﴾ کی آیت 53 میں مشرکین مکہ کے سرداروں کو ﴿قوم طاغون﴾ کہا گیا اور یہاں سورۃ الطور کی آیت 32 میں بھی انہیں ﴿قوم طاغون﴾ کہا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿الطُّور﴾ میں آخرت کے بارے میں مشرکین کی غیر سنجیدگی کا پردہ چاک کیا گیا۔

﴿الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ خَوْضٍ یَّلْعَبُوْنَ﴾ (آیت:12) کے الفاظ سے مشرکین مکہ کی۔ قرآن اور اُس کی دعوت توحید کے بارے میں غیر سنجیدگی کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔

2۔ سورۃ ﴿الطُّور﴾ میں بتایا گیا کہ جنت میں متقی والدین سے، کم عمل والی اولاد ملائی جائے گی۔

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ﴾ (آیت:21) کے الفاظ سے یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ والدین کو ان کی اہل ایمان اولاد سے ملا دیا جائے گا، چاہے وہ کسی معمولی درجے ہی کیوں نہ ایمان رکھتی ہوں۔

3۔ سورۃ ﴿الطُّور﴾ میں الزامات کے ماحول میں رسول اللہ ﷺ کو دعوت و تذکیر جاری رکھنے کا حکم:

﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ﴾ (آیت:29)

ان الفاظ سے مشرکین کو تنبیہ اور رسول اللہ ﷺ کو تسلی اور ہدایت دی گئی ہے کہ ﴿كَاهِنٍ﴾ اور ﴿مَجْنُوْنٍ﴾ جیسے الزامات کے باوجود، ان مشکل حالات میں بھی توحید کی نصیحت اور ﴿تذکیر﴾ کا کام جاری رکھیے۔

4۔ سورۃ ﴿الطُّور﴾ میں سوالات کے اسلوب میں، توحید کے عقلی دلائل پیش کیے گئے۔

﴿اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾ (آیت:43)

سوالات کے سلسلے کا یہ آخری سوال ہے۔ یعنی مندرجہ بالا تمام سوالات کا جواب، اگر تم اپنے ضمیر سے حاصل کرنے کی کوشش کرو گے تو تم خود توحید کے قائل ہو جاؤ گے اور شرک کا انکار کر دو گے۔

سورۃُ الطُّور کا نظمِ جلی

سورۃ الطور پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1A-آیات 1 تا 6: پہلے پیراگراف میں، روزِ قیامت کی تکذیب کرنے والوں کو خبر دار کیا گیا ہے۔

جزا و سزا کے نقلی دلائل: کوہِ طور اور اس پر دی جانے والی تعلیماتِ وحی سے پیش کیے گئے ہیں۔

جزا و سزا کے آفاقی دلائل، بیتِ معمور، آسمان کی اونچی چھت اور موجزن سمندر سے مہیا کیے گئے ہیں۔ مشرکین کو خبر دار کیا گیا ہے کہ وہ ان قرآنی دلائل کے بارے میں سنجیدگی سے غور کریں۔ اس قرآن کو ﴿سِحر﴾ یعنی جادو کہہ کر نہ ٹالیں۔

1B-آیات 7 تا 28: اس پیراگراف میں ﴿مُكَذِّبِيْن﴾ کے مقابلے میں، ﴿مُتَّقِين﴾ کا ذکر ہے۔

﴿مُكَذِّبِيْن﴾ کی ضد ﴿مُصَدِّقِين﴾ ہے، یعنی وہ لوگ جو قیامت کی تصدیق کرنے کے بعد تقویٰ کی زندگی گزارتے ہیں، وہی ﴿مُتَّقِين﴾ ہیں۔ ان کے لیے اُخروی انعامات اور اکراماتِ جنت کی تصویر پیش کی گئی ہے۔

2-آیات 29 تا 43: اس پیراگراف میں، رسول ﷺ کو الزامات کے ماحول میں بھی، قرآن کی ﴿تذکیر﴾ کا حکم۔

آپ ﷺ کو تذکیر و نصیحت جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (آیت: 29) اس کے بعد، منکرینِ آخرت کے سامنے ایسے سوالات رکھے گئے ہیں، جن پر غور کرنے سے ان کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

اللہ کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے پوچھا گیا: "کیا یہ اپنے خالق خود ہیں؟" (آیت:35)

انہیں مخلوق ثابت کرنے کے لیے پوچھا گیا: "کیا انہوں نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے؟" (آیت:36)

انہیں خوش فہمیوں کی دنیا سے نکالنے کے لیے پوچھا گیا: "کیا اللہ کے خزانوں پر ان کا تصرف ہے؟" (آیت:37)

ان کی لاعلمی کو ثابت کرنے کے لیے پوچھا گیا کہ کیا کوئی سیڑھی ہے، جس سے یہ غیب کی خبریں جان لیتے ہیں؟ (آیت:38)

فرشتوں کے بارے میں ان کے عقیدے کو غلط ثابت کرنے کے لیے پوچھا گیا کہ کیا اللہ کے لیے (نَعُوذُ بِاللّٰہِ) بیٹیاں ہیں اور کیا مشرکین کے لیے بیٹے ہیں؟ (آیت:39)

رسول اللہ ﷺ کے اخلاص کو ثابت کرنے کے لیے پوچھا گیا کہ کیا وہ کوئی اجر طلب کر رہے ہیں؟ (آیت:40)

آخر میں مشرکین سے توحید کا اقرار کرانے کے لیے پوچھا گیا: ان دلائل کی روشنی میں بتاؤ!

کیا اللہ کے سوا بھی کوئی ﴿إلٰه﴾ ہے؟

3A۔ آیات 44 تا 47: قیامت کو جھٹلانے والے مشرکین کو سخت تنبیہ کی گئی ہے اور دگنے عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔

مشرکین کا رویہ یہ ہے کہ اگر آسمان کا ٹکڑا بھی ٹوٹ کر ان پر گرنے لگے تو یہ اسے بادل ہی کہیں گے، لیکن قیامت کے دن ان کی چالیں کام نہ آئیں گی۔ نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ ظالمین کے لیے عذاب ہے۔

3B- آیات 48 تا 49: آخری پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کو ہدایات دی گئیں۔

﴿صبر﴾ کے ساتھ اپنی دعوت کو جاری رکھیں اور صبح و شام اپنے رب کی حمد و تسبیح بیان کرتے رہیں وہ یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے لہٰذا وہ آپؐ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا۔ ﴿فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ کے الفاظ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ سے خاص التفات ظاہر کیا گیا اور خوشخبری دی گئی کہ یہ دعوت اپنے منطقی انجام کو پہنچ کر رہے گی اور رسول اللہ ﷺ نہ صرف مکہ، بلکہ پورے بلادِ عرب پر غالب ہو جائیں گے اور اسلام کی دعوت ساری دنیا میں پھیل کر رہے گی۔

مرکزی مضمون

اللہ کا عذاب اور قیامت واقع ہو کر رہے گی ﴿إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ﴾ (آیت: 7) لہٰذا مذکورہ سوالات پر غور کرو۔ رسول اللہؐ کی دعوت توحید کو مان لو! اور تکذیبِ قیامت و آخرت کے بجائے، اس پر ایمان لے آؤ!

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

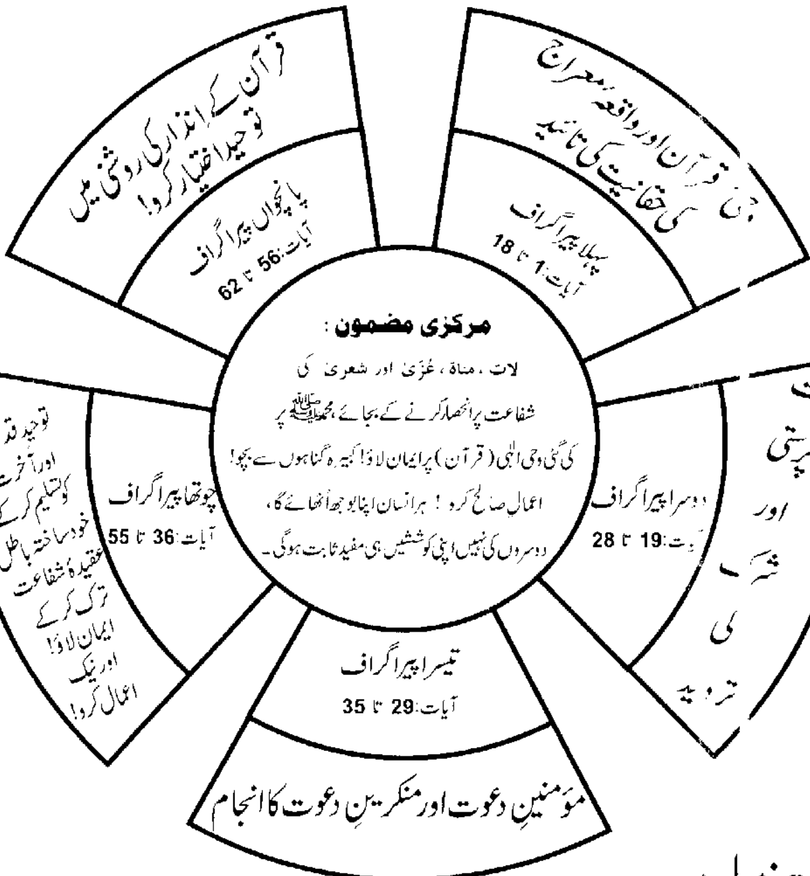
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ/ربط

MACRO-STRUCTURE

53- سُوْرَةُ النَّجْم

آیات : 62 ...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 5



- **زمانۂ نزول:**

1۔ پہلا حصّہ (ابتدائی 18 آیات) غالباً معراج کے موقع پر، (رجب 12 نبوی میں) نازل ہوا۔

2۔ دوسرا حصّہ (آیات 19 تا 62) ہجرت حبشہ کے بعد، غالباً 5 نبوی میں نازل ہو چکا تھا، جب اُمیّہ بن خلف نے آخری آیتِ سجدہ سن کر سجدہ کرنے کے بجائے، کچھ مٹی لے کر اپنی پیشانی پر مل لی تھی۔

سورۃ النّجم کے فضائل

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ نزول کے اعتبار سے یہ وہ پہلی سورت ہے، جس میں آیت سجدہ ہے۔

﴿أَوَّلُ سُورَةٍ أُنْزِلَتْ فِيهَا سَجْدَةٌ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ قَالَ: فَسَجَدَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَسَجَدَ مَنْ خَلْفَهُ إِلَّا رَجُلًا رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ فَسَجَدَ عَلَيْهِ فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذَالِكَ قُتِلَ كَافِرًا وَهُوَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ﴾

(صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ النجم۔ حدیث 4,582، عن ابن مسعودؓ)

سورۃ النّجم کا کتابی ربط

1۔ پچھلی تین (3) سورتوں ﴿ق، الذّاریات اور الطّور﴾ میں امکانِ آخرت کے مختلف دلائل تھے۔ یہاں سورۃ ﴿النجم﴾ میں بتایا گیا ہے کہ آخرت میں نجات کا اصل دار و مدار، عقیدۂ توحید اور اعمالِ صالحات پر ہے۔

فرشتوں اور صالحین کی شفاعت پر انحصار نہ کیا جائے۔

2۔ پچھلی سورۃ الطّور میں ﴿کِتَابٍ مَّسْطُورٍ﴾ کا ذکر تھا، یہاں سورۃُ النّجم میں اسی تورات کو ﴿صُحُفِ موسیٰ﴾ کہا گیا ہے اور اس کی تعلیمات کا کچھ حصہ بیان کیا گیا۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿النجم﴾ میں منصبِ رسالت کی وضاحت:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى﴾ (آیت: 3 اور 4) میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کوئی فلسفی نہیں ہیں، جو اپنے ذاتی غور و فکر یا خواہشاتِ نفس کی پیروی میں کلام کر رہے ہیں، بلکہ وہ تو وحی کی پیروی کرتے ہیں۔

2۔ سورۃ ﴿النجم﴾ میں واقعۂ معراج کی تفصیل، آیاتِ الٰہی کا دیدار:

﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (آیت: 18) کے الفاظ سے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ معراج کے موقع پر، آپؐ نے رب کو نہیں بلکہ، آیاتِ رب کو، یعنی اللہ کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔

3۔ سورۃ ﴿النجم﴾ میں مشرکینِ مکہ کے عقیدۂ شرک فی الذات کی تردید:

﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى﴾ کیا تم لوگوں کے لیے بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے (فرشتوں کی صورت میں) بیٹیاں ہیں؟ (آیت: 21)

اس سوال کے ذریعے قریش کے خود ساختہ عقیدے پر چوٹ کی گئی۔ یہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اور اٹکل، ظن، تخمین اور قیاس سے کام لے کر، اللہ سے بیٹیاں منسوب کرتے تھے۔

4۔ سورۃ ﴿النجم﴾ میں علم یقین اور علم تخمین کی وضاحت:

﴿ظَنّ﴾ (آیات: 23 اور 28) سے بتایا گیا کہ مشرکین کا عقیدہ ظن و تخمین باطل ہے۔ ﴿ظَنّ﴾ یعنی گمان حق کے مقابلے میں کام نہیں آتا۔

5۔ سورۃ ﴿النجم﴾ میں فرشتوں کی شفاعت کے خود ساختہ عقیدے کی تردید:

﴿لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا﴾ (آیت:26) فرشتوں کی شفاعت کے بارے میں بھی مشرکین کی غلط فہمی دور کر دی گئی کہ وہ کسی کام نہ آسکیں گے۔

6۔ سورۃ ﴿النجم﴾ میں انسان کی کوششوں کی اہمیت کا تذکرہ:

﴿اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى﴾ کیا انسان کے لیے وہی کچھ ہوگا، جس کی وہ تمنا کرے؟ (آیت: 24) کے الفاظ سے یہ بتایا گیا کہ آخرت کی کامیابی، انسان کی خواہشات کے مطابق نہیں ہوگی، بلکہ آخرت تو انسان کی کوششوں کے مطابق ہوگی۔ ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ (آیت: 39) اور یہ کہ انسان کے لیے وہی کچھ ہوگا، جس کی اُس نے سعی اور کوشش کی ہوگی۔

7۔ سورۃ ﴿النجم﴾ میں بخیلوں کے رویوں پر گرفت:

﴿وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى﴾ (آیت:34) یہ ولید بن مغیرہ مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی، کسی شخص نے اُس سے پیسے مانگے اور کہا۔ اگر آخرت میں تمھیں عذاب ہوگا تو تمھارے بدلے میں، عذاب سہہ لوں گا۔ چنانچہ وہ اس آدمی کو کچھ پیسے دے کر رک گیا۔ اسے بتایا گیا کہ ہر انسان کا عمل خود اس کے لیے نافع یا ضار ہو سکتا ہے۔

8۔ سورۃ ﴿النجم﴾ میں مشرکین کے سرداروں کی غیر سنجیدگی پر گرفت:

﴿وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ‎o‎ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ﴾ (آیت:60 اور 61) کے الفاظ سے قریشی سرداروں کی غیر سنجیدگی، ہنسی مذاق اور ان کے گانے بجانے پر گرفت کی گئی۔ قرآن کے محکم دلائل کو اس طرح مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سنجیدہ کلام غور و فکر کا طالب ہے۔

سورۃ النجم کا نظمِ جلی

سورۃ النجم پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 18 : پہلے پیراگراف میں، وحی کے متعلق مشرکینِ مکہ کے شبہات کا اِزالہ کیا گیا۔

مشاہداتِ معراج کے موقع پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دلچسپی، دلجمعی اور توجہ کی تعریف کی گئی ہے۔

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بڑی آیات کا مشاہدہ کیا۔

2- آیات 19 تا 28 : دوسرے پیراگراف میں، مشرکینِ مکہ پر سخت تنقید کی گئی۔

وہ (وحی سے بے نیاز ہو کر) محض ظن و گمان کی پیروی کرتے ہوئے لات، عُزّیٰ اور مناۃ کی دیویوں کی پرستش کر رہے ہیں اور فرشتوں کو، اللہ کی بیٹیاں قرار دے کر ﴿شرك في الذات﴾ کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ان فرشتوں کی شفاعت پر بھروسہ کر رہے ہیں۔

طائف میں نصب ﴿لات﴾ کا بت، ﴿بنو ثقیف﴾ کا معبود تھا۔ یہ ایک نیک آدمی کا بت تھا، جو حاجیوں کو پانی پلایا کرتا تھا۔

وادیٔ نخلہ میں نصب ﴿عُزّیٰ﴾ کا بت، قریش کا معبود تھا۔ ﴿بنو شیبان﴾ اس کے مجاور تھے۔

قدید میں نصب ﴿مَنات﴾ کا بت، ﴿بنی خزاعہ﴾ کا معبود تھا۔

﴿شِعریٰ﴾ ایک ستارے کا نام ہے، جو سورج سے زیادہ گرم ہے، یہ بھی ﴿بنی خزاعہ﴾ کا معبود تھا۔

3- آیات 29 تا 35 : تیسرے پیراگراف میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی۔

قرآن کی دعوت سے منہ موڑنے والوں سے اعراض کریں، یہ دنیا پرست ہیں۔ قیامت کی عدالت کا مقصد، اچھوں کی جزا اور بروں کی سزا ہے۔ اہلِ جنت، کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

4- آیات 36 تا 55 : چوتھے پیراگراف میں، صحیفۂ ابراہیمؑ اور صحیفۂ موسیٰؑ (تورات) کی تعلیمات کا خلاصہ بیان ہوا۔

مشرکینِ مکہ کی بخیل زر پرست قیادت کو دعوتِ فکر دی گئی ہے۔ روزِ قیامت کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ہر ایک کو اس کی کوشش کا بدلہ ملے گا، اللہ ہی ہر چیز کا رب ہے۔

صحیفۂ ابراہیمؑ اور صحیفۂ موسیٰؑ کی بنیادی تعلیمات کا خلاصہ:

(a) کوئی نفس، دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ (آیت: 38)

(b) انسان کے لیے وہی کچھ ہے، جو وہ کمائے گا۔ (آیت: 39)

(c) انسان کی کوششیں دیکھی جائیں گی اور بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔ (آیت: 40 اور 41)

(d) آخر رب کی طرف ہی لوٹنا ہے۔ (آیت:42)

(e) اللہ ہی ہنساتا اور رُلاتا ہے۔ (آیت:43)

(f) اللہ ہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ (آیت:44)

(g) اللہ ہی نر مادہ کا جوڑا بناتا ہے، جس سے افزائش نسل ہوتی ہے۔ (آیات:45 اور 46)

(h) دوسری زندگی بھی اللہ ہی کے ذمے ہے۔ (آیت:47)

(i) وہی امیر بناتا ہے، وہی جائیداد بخشتا ہے۔ (آیت:48)

(j) وہی ﴿شِعْرٰی﴾ (Dogstar) کا رب ہے۔ (آیت:49)

(k) اُس نے چار قوموں یعنی عاد، ثمود، قومِ نوح اور قومِ لوط کو ہلاک کیا۔
تاریخ گواہی دیتی ہے کہ وہ اقوام کو ہلاک کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ (آیات: 50 تا 55)

5- آیات 56 تا 62 پانچویں اور آخری پیراگراف میں بتایا گیا کہ قرآن، پچھلے صحیفوں کی طرح انذار کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

قریش مکہ کو تنبیہ کہ وہ اللہ کے کلام قرآن کے ساتھ ﴿سَامِدُوْن﴾ بن کر منفی رویہ اختیار کر رہے ہیں۔

آخر میں ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾ کے الفاظ سے قریش کو اللہ کی بندگی کی دعوت دی گئی۔

مرکزی مضمون

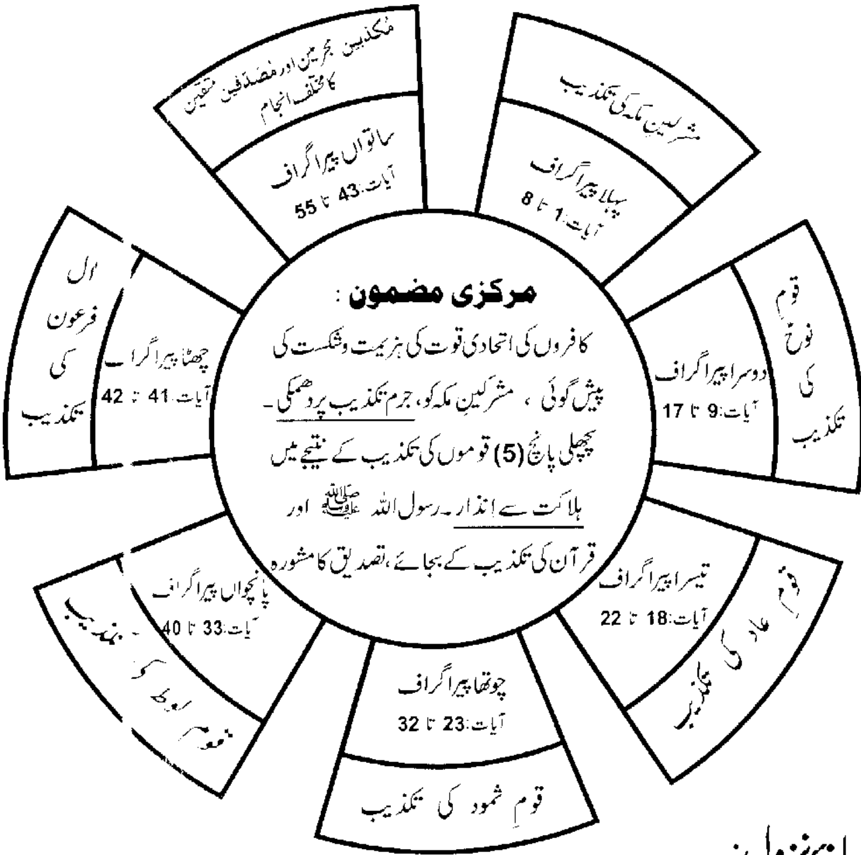
لات، منات، عُزّیٰ اور شِعریٰ کی شفاعت پر انحصار کرنے کے بجائے، محمد ﷺ پر کی گئی وحی الٰہی (قرآن) پر ایمان لاؤ! کبیرہ گناہوں سے بچو! اعمال صالح کرو! ہر انسان اپنا بوجھ خود اُٹھائے گا، دوسروں کی نہیں صرف اپنی کوششیں ہی مفید ثابت ہوں گی۔

FLOW CHART — ترتیبی نقشہ / ربط

نظمِ جلی — **MACRO-STRUCTURE**

54- سُورَةُ القَمَر

آیات : 55 ...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 7



- **زمانۂ نزول:**

سورة ﴿القمر﴾ ہجرت مدینہ سے پانچ چھ سال پہلے، غالباً 7 نبوی میں جب حضرت عائشہ کھیلا کرتی تھیں، رسول ﷺ کے قیام مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) میں نازل ہوئی، جب آپ پر ﴿ساحر﴾ ہونے کا الزام تھا۔ ﴿شق القمر﴾ کا واقعہ، جس کا ذکر پہلی آیت میں ہوا ہے، ہجرت سے 5 سال پہلے منیٰ کے مقام پر پیش آیا تھا۔ یہ آخری رسول ﷺ اور آخری کتاب کی آمد کے بعد قرب قیامت کی دلیل ہے۔

یہ سورت ﴿دورِ تکذیب﴾ میں نازل ہوئی۔

سورۃ القمر کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿النّجم﴾ میں قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ نوحؑ اور ﴿مُؤْتَفِكَات﴾ یعنی قومِ لوطؑ کی ہلاکت کا اجمالی ذکر تھا۔
یہاں سورۃ القمر میں ﴿تکذیب﴾ کے نتیجے میں ان قوموں کی ہلاکت کا تفصیلی ذکر ہے۔

2- سورۃ ﴿الطّور﴾ میں بھی قرآن کی ﴿تکذیب﴾ اور اُس کو ﴿أَفَسِحْرٌ هٰذَا﴾ (آیت:15) یعنی جادو کہنے کا ذکر تھا۔
یہاں سورۃ ﴿القمر﴾ میں بھی، قریش کا قرآن کو ﴿سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ﴾ کہنے کا تذکرہ ہے۔ (آیت:2)

آیاتِ ترجیع

اس سورت میں دو (2) آیات بار بار دہرائی گئی ہیں۔ انہیں ﴿آیاتِ ترجیع﴾ کہتے ہیں۔

1- قوموں کی ہلاکت کے عبرتناک واقعات کے ذریعے، قرآن کو ذکر و نصیحت کے لیے آسان کر دیا گیا ہے۔
﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ؟﴾ "یقیناً ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے۔ سو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟" (آیات 17، 22، 32 اور 40)

2- تاریخ کا ہر سچا واقعہ سنا کر بار بار پوچھا گیا: ﴿كَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ؟﴾ میرا عذاب کیسا تھا؟ اور میری تنبیہات کیسی تھیں؟
(آیات 16، 18، 21، 30)

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿القمر﴾ پانچ (5) قوموں اور ان کی ﴿تکذیب﴾ کی سچی داستان سناتی ہے:

﴿تکذیب﴾ کا مطلب جھٹلانا ہے، رسول کو جھٹلانا کہ تم اللہ کے رسول نہیں ہو۔ قرآن کو جھٹلانا کہ یہ اللہ کی کتاب نہیں ہے۔ آخرت کو جھٹلانا کہ یہ کبھی برپا نہیں ہو گی۔ ﴿تکذیب﴾ اور اس کے مشتقات اِس سورت میں کئی بار استعمال ہوئے ہیں۔
(آیت: 3، 9، 18، 23، 33 اور 42)

2- سورۃ ﴿القمر﴾ میں ﴿مُكَذِّبِين﴾ اور ﴿مُتَّقِين﴾ کے درمیان تقابل:

اس سورۃ میں ﴿مُكَذِّبِين﴾ جھٹلانے والوں کو ﴿مُجْرِمِين﴾ (آیت:47) کہا گیا ہے اور ﴿مُصَدِّقِين﴾ تصدیق کرنے والوں کو ﴿مُتَّقِين﴾ (آیت:54) کہا گیا ہے، جو رسولوں کی دعوت کی تصدیق کر کے، گناہوں سے بچتے ہوئے زندگی گذارتے ہیں۔ انہی دو کرداروں کا یہاں تقابل پایا جاتا ہے۔

3- سورۃ ﴿القمر﴾ میں ہلاکت کے لیے نپی تلی پانی کی مقدار کا ذکر:

پانی کی ایک معین مقدار (Calculated Amount of Water) سے قوم نوح کو غرق کیا گیا۔
﴿فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ﴾ (آیت:12)

4- سورۃ ﴿القمر﴾ میں ہر شے کے نپے تلے ہونے کا تذکرہ:

اس سورت میں ایک اہم سائنسی حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے کہ اللہ نے ہر چیز نپی تلی تخلیق کی ہے۔
﴿اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ﴾ (آیت: 49)۔ ہر شے میں جو عنصر (Element)، اور جو نامیاتی غیر نامیاتی مرکب (Organic and Inorganic Compound) شامل ہے۔ ان سب کا ایک معین وزن و مقدار (Atomic or molecular weight) ہے۔ Valiancy ہے۔ ہر ایک کا ایک Scope اور ہر ایک کی limit ہے۔

5- سورۃ ﴿القمر﴾ میں موجودہ قیادت کا ماضی کی قیادت سے تقابل:

مشرکین مکہ کو انذار کیا گیا کہ آپ ﷺ کے دور کے کافر، پچھلی قوموں کے کافروں سے بہتر نہیں۔
﴿اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ﴾ (آیت:43)

6- سورۃ ﴿القمر﴾ میں Allied Forces کی شکست کی پیش گوئی:

اس سورت میں کافروں کی جمعیت اور اکثریت کے باوجود شکست اور ہزیمت کی پیش گوئی کی گئی ہے مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ کافروں اور اتحادیوں کی شکست ہو کر رہے گی۔ ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ﴾ (آیت:45)

7- سورۃ ﴿القمر﴾ میں شق قمر کے واقعہ کو قربِ قیامت کی دلیل بتایا گیا:

شق قمر، قربِ قیامت کی دلیل ہے۔ (آیت: 1) آخری کتاب اور آخری رسول کے آنے کے بعد قیامت کسی وقت بھی برپا ہو سکتی ہے۔ ﴿مُكَذِّبِيْن﴾ کے لیے وعدے کا وقت، قیامت کا دن ہے، جو بڑا ہی سخت اور بڑا ہی کڑوا ہو گا۔ (آیت:46)

8- سورۃ ﴿القمر﴾ میں ﴿نُذُر﴾ یعنی تنبیہات کے لفظ کا سات مرتبہ استعمال:

﴿نُذُر﴾ کا لفظ، اس سورت میں (7) مرتبہ استعمال کیا گیا۔ (آیات: 5، 23، 33، 36، 37، 39 اور 41)

سورۃ القمر کا نظم جلی

سورۃ ﴿القمر﴾ سات (7) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔ پہلے میں تمہید ہے، آخر میں اختتامیہ ہے اور درمیان میں پانچ (5) قوموں کی ہلاکت کے سچے واقعات سنا کر، جزا و سزا کے تاریخی دلائل فراہم کیے گئے ہیں۔

1- آیات 1 تا 8 : پہلے پیراگراف میں، واقعہ شق قمر بیان کر کے، قربِ قیامت کی طرف اشارہ کیا گیا۔

ہر نشانی اور دلیل دیکھنے کے باوجود مشرکین مکہ کی ضد اور اعراض پر سخت تنبیہ کی گئی اور انذار کیا گیا۔ روز قیامت یہ بکھری ہوئی ٹڈیوں کی طرح قبروں سے برآمد ہوں گے اور کٹھن حالات سے دوچار ہوں گے۔

2- آیات 9 تا 17 : دوسرے پیراگراف میں، قومِ نوحؑ (3500 ق م) کی داستان تکذیب ہے۔

قومِ نوحؑ کے برے انجام کا تذکرہ کر کے مشرکین مکہ کو تخویف کی گئی، جو حضرت نوحؑ کو ﴿مجنون﴾ کہتے تھے۔ اسے پانی میں غرق کر کے ہلاک کیا گیا۔ اس سچے واقعہ میں سامانِ نصیحت ہے۔

3- آیات 18 تا 22 : تیسرے پیراگراف میں، قومِ عاد (3,000 ق م) کی داستانِ تکذیب ہے۔

ان کا انجام ﴿بِاد صَرْصَرٍ﴾ یعنی تیز ہوا سے ہلاکت کی شکل میں بیان ہوا۔ اس واقعہ میں بھی سامانِ عبرت ہے۔

4- آیات 23 تا 32 : چوتھے پیراگراف میں، قومِ ثمود (2,500 ق م) کی داستانِ تکذیب ہے۔

قومِ ثمود کے انجام سے منکرینِ آخرت کو خبردار کیا گیا۔ حضرت صالحؑ کو بھی ان کی قوم ﴿كَذَّابٌ أَشِرٌ﴾ کہتی تھی اور آج قریش مکہ بھی اسی روش پر چل رہے ہیں۔ قومِ ثمود کو ﴿صَيْحَةً وَاحِدَةً﴾ یعنی ایک زوردار آواز اور دھماکے سے ہلاک کیا گیا۔ ان سچے واقعات ہلاکت کے ذریعے قرآن کو آسان بنایا گیا، تاکہ لوگ عبرت حاصل کر سکیں۔

5- آیات 33 تا 40 : پانچویں پیراگراف میں، قومِ لوطؑ (2,100 ق م) کی داستان تکذیب ہے۔

قومِ لوطؑ کا انجام بیان کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پتھر برسانے والی ہوا ﴿حَاصِبًا﴾ کے ذریعے ہلاک کیا۔ اہلِ ایمان کو بچا لیا گیا۔ تاریخ کے اس واقعہ میں بھی سامانِ عبرت موجود ہے۔

6- آیات 41 تا 42 : چھٹے پیراگراف میں، آلِ فرعون (1,300 ق م) کی تکذیب ہے۔

آلِ فرعون پر اللہ تعالیٰ کی گرفت کا تذکرہ کیا گیا۔ طاقت کے نشے میں مست فرعون کے انجام سے مشرکین مکہ کو ڈرایا گیا۔ اپنی عسکری طاقت پر نازاں حکمران فرعون کو اس کی فوج کے ساتھ ﴿عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ کی پکڑ میں جکڑ لیا گیا۔

7- آیات 43 تا 55 : ساتویں اور آخری پیراگراف میں، قریش کی شکست کی پیش گوئی ہے۔

سوالیہ انداز سے قریش کو کو سمجھایا گیا کہ کیا ماضی کی ہلاک شدہ قوموں کے مقابلے میں تمہارے رویے مختلف ہیں؟ تم بھی رسول اللہؐ کی تکذیب کر رہے ہو۔ کفار اپنی جمعیت کے باوجود شکست کھائیں گے۔

﴿مُجرِمِین﴾ کو آخرت میں بھی عذاب ہوگا اور دنیا میں بھی عذابِ الٰہی سے دوچار کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ پچھلی پانچ قوموں کا ذکر کیا گیا۔

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ﴾ کے الفاظ سے بتایا گیا کہ ہلاکت کے لیے اللہ تعالیٰ کا قانون ہر زمانہ میں ایک جیسا ہے۔ ﴿مُتَّقِين﴾ کے لیے اخروی انعامات کا ذکر کر کے، مسلمانوں کو تسلی دی گئی کہ ﴿مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ کے نزدیک انہیں سچائی کا مقام حاصل ہوگا۔

مرکزی مضمون

﴿تَكْذِيب﴾ کے جرم میں پانچ (5) قوموں کو مختلف طریقوں سے ہلاک کیا گیا۔ تاریخ ہلاکت سے عبرت حاصل کرتے ہوئے ﴿تَكْذِيب﴾ سے بچو، ورنہ تمہیں بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ کافروں کی اتحادی قوت، ہزیمت و شکست سے دوچار ہو کر رہے گی۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

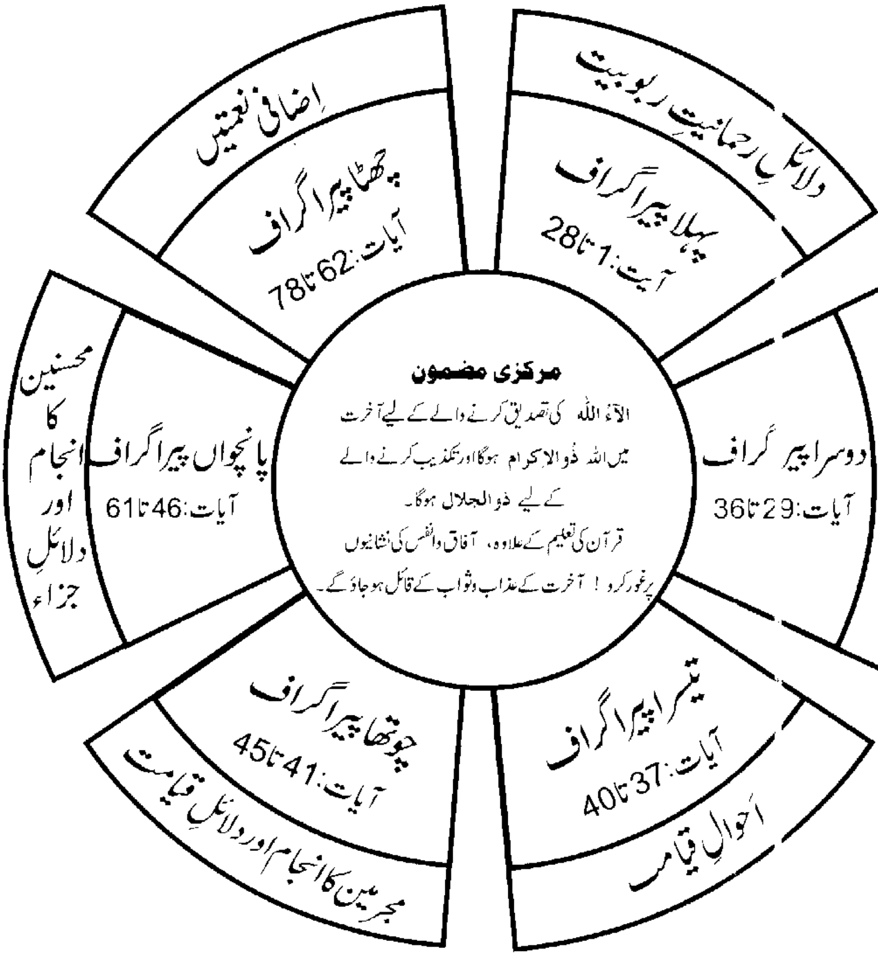
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO STRUCTURE

55- سُورَةُ الرَّحْمٰنِ

آیات : 78 ...... مَكِّيَّة" (ابتدائی دور)...... پیراگراف : 6



زمانۂ نزول

سورۃ ﴿الرحمٰن﴾ اعلانِ عام کے بعد قیامِ مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) میں، ایامِ تکذیب میں نازل ہوئی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بالکل ابتدائی ایام میں حرمِ کعبہ میں جاکر مقامِ ابراہیم کے پاس اس سورت کی تلاوت کی تھی۔

یہ اس کے مکی ہونے کی خارجی شہادت ہے۔ عام طور پر اس سورت کو مدنی سمجھا اور لکھا جاتا ہے، لیکن اس میں ایسی کوئی داخلی شہادت بھی نہیں ملتی کہ اسے مدنی سمجھا جائے۔ سورۃ الرحمن کے علاوہ، سورۃ الرعد، سورۃ الدھر اور سورۃ الزلزال کو بھی مدنی سمجھا اور لکھا جاتا ہے، لیکن در حقیقت یہ چاروں سورتیں بھی مکی ہیں۔ اس طرح مکی سورتوں کی تعداد نوے (90) اور مدنی سورتوں کی تعداد صرف چوبیس (24) رہ جاتی ہے۔

خصوصیات

1- یہ سورت اپنے اندر ایک خاص آہنگ رکھتی ہے۔

2- شاہ ولی اللہؒ صاحب کہتے ہیں، اس سورت میں حرف ﴿ن﴾ کی صوتی نغمگی ہے۔

3- یہ سورت بھی دورِ تکذیب میں نازل ہوئی۔

سورۃ الرحمن کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ القمر میں بار بار ﴿تکذیب﴾ کا ذکر ہوا تھا۔ پانچ (5) قوموں کی ﴿تکذِیب﴾ کی داستان سنا کر اُن کے انجام سے ڈرایا گیا تھا۔

یہاں سورۃ الرحمن میں، انسانوں اور جنات دونوں سے بار بار یہ سوال کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی کون کون سی ﴿آلاء﴾ کی ﴿تکذیب﴾ کر سکتے ہیں؟

2- پچھلی سورۃ القمر جلالی تھی، یہاں سورۃ الرحمن میں جلال و جمال کا امتزاج ہے اور جمال غالب ہے۔ دوزخ اور اُس کے احوال کا ذکر صرف چار (4) آیات میں ہوا، جبکہ آخری اکتیس (31) آیات میں انعامات جنت کی تفصیل ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الرحمٰن﴾ میں تیس (30) سے زیادہ مرتبہ، آیتِ ترجیع ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ کا ذکر:

اس سورت میں تیس (30) سے زیادہ مرتبہ، آیتِ ترجیع ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ کے ذریعے انسانوں اور جنات کے مردہ ضمیر کو ﴿تکذِیب﴾ یعنی جھٹلانے سے بچنے اور شکر گذار بننے کی دعوت دی گئی ہے۔

2- سورۃ ﴿الرحمٰن﴾ میں لفظ ﴿آلاء﴾ کا مختلف معانی میں استعمال:

مولانا حمید الدین فراہیؒ نے اس لفظ کی لغوی تحقیق کر کے یہ بات ثابت کی ہے کہ اس لفظ کا مفہوم صرف نعمتوں تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس میں نعمت، قدرت، طاقت، عجائباتِ قدرت، کمالاتِ قدرت، عنایتیں، مہربانیاں، خوبیاں، اوصاف حمیدہ، کمالات اور فضائل کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ سیاق و سباق سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ تفہیم القرآن میں مولانا مودودیؒ نے اپنے ترجمہ میں اس بات کو ملحوظ رکھا ہے۔

3- سورۃ ﴿الرحمٰن﴾ میں اللہ کی دو صفات ﴿ذُو الجلال﴾ اور ﴿ذو الاکرام﴾ کا استعمال:

﴿ذُو الجلال﴾ اور ﴿ذو الاکرام﴾ کا استعمال (2) مرتبہ ہوا ہے اور صرف اسی سورۃ میں ہوا ہے، کسی اور میں نہیں ہوا۔ آلاء کو جھٹلانے والوں کے لیے وہ ذوالجلال اور تصدیق کرنے والوں کے لیے ذوالاکرام ہو گا۔

سورۃ الرحمٰن کا نظمِ جلی

یہ سورت چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 28: پہلے پیراگراف میں، اللہ تعالیٰ کی رحمانیت، قدرت اور ربوبیت کے دلائل ہیں۔

قرآن کی تعلیم، انسان کی تخلیق اور اُس کو گویائی کا عطا کیا جانا، رحمانیت کی دلیلیں ہیں۔ چاند اور سورج کی نپی تلی گردش، آسمان کی رفعت اور اُس کا توازن، زمین کے پھل اور اس کا غلہ، جنات اور انسانوں کی تخلیق، دریا اور ان کے موتی، سمندر اور اس کے جہاز، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ربوبیت کی دلیلیں ہیں۔ آخر میں انسانوں اور جنات دونوں پر یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ زمین کی ہر چیز کے لیے فنا جبکہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی بقا ہے۔ ﴿وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ (آیت: 27) "اور صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔"

2- آیات 29 تا 36: دوسرے پیراگراف میں، دلائلِ قدرت سے جزا و سزا کو ثابت کیا گیا ہے۔

انسانوں اور جنات کو چیلنج کیا گیا ہے کہ وہ زمین و آسمان کے اقطار سے نکلنے کی کوشش کر دیکھیں۔ اپنی بے بسی اور اللہ کی قدرت کے اعتراف پر مجبور ہو جائیں گے۔

3- آیات 37 تا 45: تیسرے پیراگراف میں، قیامت کے احوال کا اجمالی ذکر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے۔

آسمان پھٹ کر سرخ کھال ہو جائے گا، اور انسانوں اور جنات سے اُن کے گناہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہو گی۔

4- آیات 41تا45 : چوتھے پیراگراف میں، مختصر طور پر دوزخ کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔

مکذبین اور مجرمین کو ﴿نواصی والاقدام﴾ سے یعنی اُن کی پیشانی سے اور پیروں میں بیڑیاں ڈال کر پکڑا جائے گا اور ان کی خشک عذاب ﴿دوزخ کی آگ﴾ اور مرطوب عذاب ﴿کھولتا ہوا پانی﴾ دونوں سے ﴿ضیافت﴾ کی جائے گی، مجرمین ان دونوں کے درمیان گردش کرتے رہیں گے۔

5- آیات 46تا61 : پانچویں پیراگراف میں، اللہ کی عدالت میں پیشی سے ڈرنے والے لوگوں کی جزا بیان کی گئی ہے۔

انہیں دو، دو باغات، چشموں، پھلوں، سرسبز و شاداب شاخوں، ریشمی قالینوں اور شرمیلی نگاہوں والی بیویوں سے نوازا جائے گا۔ یہ محسنین ہیں اور محسنین کے احسان کا بدلہ احسان سے دیا جائے گا۔

6- آیات 62تا78 : چھٹے اور آخری پیراگراف میں، جنت کی اضافی نعمتوں کا ذکر ہے۔

انہیں دو مزید باغات عطا کیے جائیں گے۔ ان میں چشمے ہوں گے۔ انار اور کھجور کے درخت ہوں گے۔ سبز قالین ہیں اور خیموں میں نیک سیرت اور نیک صورت حوریں فراہم کی جائیں گی۔ آخری آیت میں ﴿تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ "بڑی برکت والا ہے تیرے ربِّ جلیل و کریم کا نام" (آیت:78) کے الفاظ کے ذریعے، جنت کی ان نعمتوں اور اللہ تعالیٰ کی ان برکات حاصل کرنے کے لیے اُس کی رحمانیت، اُس کی قدرت، اُس کی ربوبیت اور اُس کی صفاتِ جلال و اکرام پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

مرکزی مضمون

اللہ کی رحمانیت، قدرت اور ربوبیت کے بے شمار دلائل موجود ہیں۔ ناشکرے نہ بنو۔ شکر گزاری کا رویہ اختیار کرو ﴿آلآءِ اللہ﴾ کی تصدیق کرنے والوں کے لیے آخرت میں اللہ تعالیٰ ﴿ذوالاکرام﴾ ہوگا۔

﴿آلآءِ اللہ﴾ کی تکذیب کرنے والوں کے لیے ﴿ذوالجلال﴾ ہوگا۔

قرآن کی تعلیم کے علاوہ، آفاق و انفس کی نشانیوں پر غور کرو، آخرت کے عذاب و ثواب کے قائل ہو جاؤ گے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

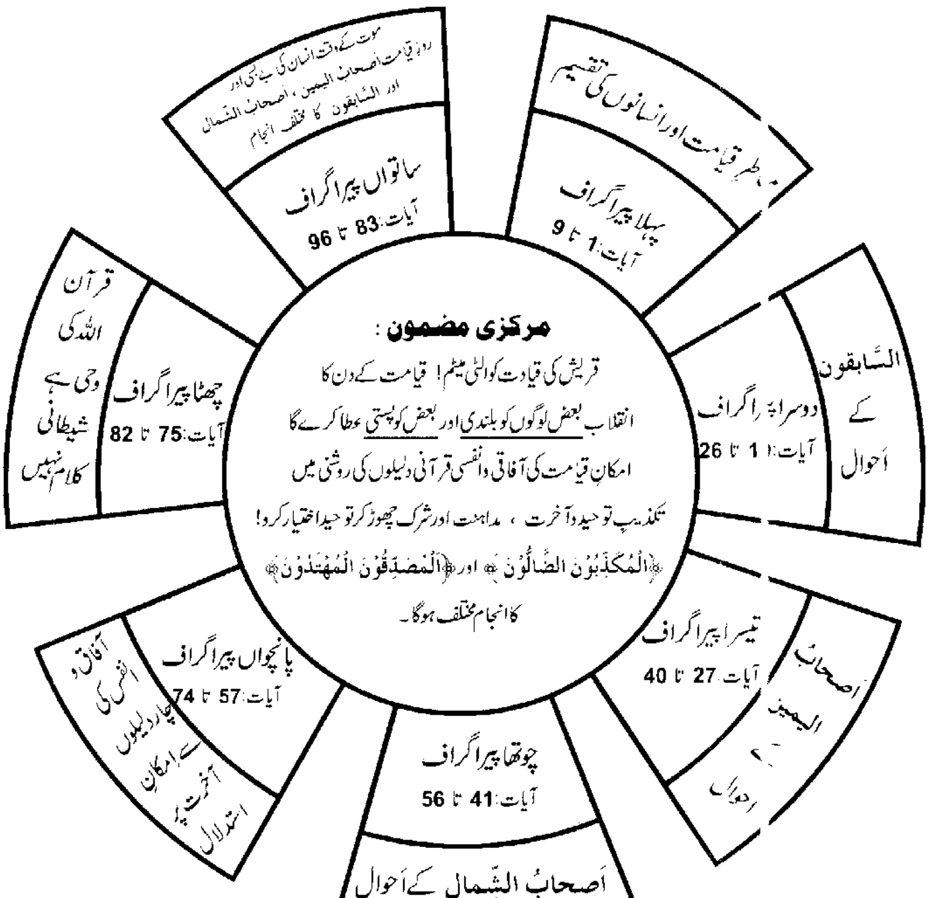
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

56- سُوْرَةُ الْوَاقِعَة

آیات : 96 ...... مَکِّیَّة" ...... پیراگراف : 7



- **زمانۂ نزول :**

سورۃ ﴿الواقعۃ﴾ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام سے پہلے نازل ہوچکی تھی۔ سورۃ الواقعہ ، سورۃ طٰهٰ کے نزول اور ہجرت حبشہ (رجب 5 نبوی) کے بعد اور حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام (ذوالحجہ 6 نبوی) کے درمیان میں کسی وقت (غالباً 5 نبوی میں) نازل ہوئی۔

زمانۂ نزول

سورۃ ﴿الواقعۃ﴾ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔

سورۃ الواقعہ، سورۃ طٰہٰ کے نزول اور ہجرت حبشہ (رجب 5 نبوی) کے بعد اور حضرت عمرؓ کے قبول اسلام (ذوالحجہ 6 نبوی) کے درمیان میں کسی وقت (غالباً 5 نبوی میں) نازل ہوئی۔

سورۃ الواقعہ کے فضائل

سورۃ الواقعہ بھی، سورۃ ہود کی طرح اُن سورتوں میں سے ایک ہے، جس نے رسول اللہ ﷺ کو بوڑھا کر دیا تھا۔

شَيَّبَتْنِي هُودٌ والواقِعَةُ والمُرسَلاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ

"سورۃ ھود، سورۃ الواقعہ، سورۃ المرسلات، سورۃ النّبأ اور سورۃ التکویر نے مجھے بوڑھا کر دیا۔"

(جامع ترمذی: کتاب التفسیر، باب سورۃ الواقعہ حدیث 3,297، صحیح)

سورۃ الواقعہ کا کتابی ربط

1- سورۃ الرحمٰن میں، اللہ تعالیٰ کی صفات ﴿ذُوالجَلالِ وَالإِكرَام﴾ کے ذریعے تصدیق اور تکذیب کرنے والوں سے سوالیہ اُسلوب میں آیتِ ترجیع کے ذریعے مُجادلہ تھا۔ یہاں سورۃ الواقعہ میں تصدیق کرنے والوں کی دو قسمیں ﴿السّابقون﴾ اور ﴿اصحابُ الیمین﴾ اور اُن کا اجر بتایا گیا ہے۔ اسی طرح ﴿تکذیب﴾ کرنے والوں کو ان کے انجام سے باخبر کیا گیا ہے۔

2- پچھلی سورت میں ﴿تُكَذِّبَان﴾ کا لفظ استعمال ہوا تھا، یہاں ﴿ٱلْمُكَذِّبُونَ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الوَاقِعَه﴾ میں ترکیب ﴿ٱلْمُكَذِّبُونَ الضَّآلُّونَ﴾ کا دو مرتبہ استعمال:

﴿ٱلْمُكَذِّبُونَ الضَّآلُّونَ﴾ "جھٹلانے والے گمراہ" کا لفظ دو (2) مرتبہ ﴿أصحابُ الشِّمال﴾ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

(آیات: 51 اور 92) ان کے مقابلے میں ﴿المُصَدِّقين المَهدِيِّين﴾ ہوتے ہیں۔

2- سورۃ ﴿الوَاقِعَه﴾ میں اللہ کی ﴿تسبیح﴾ کا دو مرتبہ حکم:

دو (2) مرتبہ درمیان میں اور بالکل آخری آیت میں ﴿فَسَبِّحْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ﴾ (آیت: 74 اور 96) کے الفاظ سے خالص توحید کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اللہ کی ﴿تسبیح﴾ کرو یعنی اللہ کی بے عیبی کا اعتراف اور اظہار کرو۔ اُس کی ذات ہر قسم کی ناقص صفات اور عیب سے بلند و بالا ہے۔

سورۃ الواقعہ کا نظمِ جلی

سورۃ الواقعہ سات (7) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 9 : پہلے پیراگراف میں، مناظرِ قیامت کے بعد انسانوں کے تین (3) گروہوں میں تقسیم کا ذکر ہے۔

﴿أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾، ﴿أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ﴾ اور ﴿السّٰبِقُوْنَ﴾۔ ان میں سے دو جنتی ہوں گے اور ایک دوزخی۔

﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ﴾ کے الفاظ سے یہ حقیقت ذہن نشین کرائی گئی کہ قیامت کے دن کی آفت بعض لوگوں کے لیے ﴿رَافِعَةٌ﴾ ثابت ہو گی۔ ان کے درجات بلند ہوں گے اور بعض لوگوں کے لیے ﴿خَافِضَةٌ﴾ ہو گی اور وہ ذلیل وخوار ہوں گے۔

2- آیات 10 تا 26 : دوسرے پیراگراف میں، ﴿السابقون﴾ کے اُخروی حالات بیان کیے گئے ہیں۔

یہ اللہ کے مقرب بندے ہوں گے۔ ان کی تواضع، شراب، گوشت اور حوروں سے کی جائے گی۔

جنت میں کوئی لغو اور بے ہودہ بات نہیں ہو گی اور نہ گناہ کے کام ہوں گے۔ یہ اُن کے نیک عمل کی جزا ہو گی۔

3- آیات 27 تا 40 : تیسرے پیراگراف میں، ﴿اصحابُ الیمین﴾ کے اخروی انعامات کا تذکرہ کیا گیا۔

یہ لوگ پچھلوں اور اگلوں میں سے کثیر التعداد ہوں گے۔ ان کی تواضع، پھلوں کے باغات میں کئی انعامات کے ساتھ کی جائے گی۔ ان کی بیویوں کو باکرہ بنادیا جائے گا۔

4- آیات 41 تا 56 : چوتھے پیراگراف میں، ﴿أصحابُ الشِّمال﴾ کے جرائم گنوائے گئے ہیں۔

یہ شرک پر اصرار کیا کرتے تھے۔ ﴿كَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ﴾ (آیت:46)

یہ مُترفین اور خوشحال تھے۔ منکرِ آخرت تھے۔ جھٹلانے والے گمراہ ﴿الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ﴾ تھے۔ آخرت میں ان کے برے انجام کا تذکرہ کیا گیا کہ وہ دوزخی، ﴿زَقُّوْمٍ﴾ کے درخت سے کھائیں گے اور کھولتے ہوئے پانی سے پیاس بجھانے کی کوشش کریں گے۔

5- آیات 57 تا 74 : پانچویں پیراگراف میں، آفاق وانفس کی چار (4) دلیلوں سے اِمکانِ آخرت پر استدلال کیا گیا۔

(a) یہ منی جو تم ٹپکاتے ہو: اس کے خالق تم ہو یا اللہ؟ اِس سوال کے ذریعے ﴿انفسی دلیل﴾ فراہم کی گئی۔

اگلے تین سوالوں کا مقصد اللہ کی قدرت اور ربوبیت کی ﴿آفاقی دلیلیں﴾ فراہم کرنا ہے۔

(b) یہ فصل، جو تم بوتے ہو، اس کے اگانے والے تم ہو یا اللہ؟

(c) یہ پانی جو تم پیتے ہو، اس کے نازل کرنے والے تم ہو یا اللہ؟

(d) یہ آگ جو تم (جنگل میں) سلگاتے ہو، اس (سبز ٹہنیوں والے) درخت کو تم نے اگایا ہے یا اللہ نے؟

6- آیات 75 تا 82 : چھٹے پیراگراف میں، بتایا گیا کہ قرآن کا تفصیلی تعارف ہے۔

قرآن ایک بلند مرتبہ کلامِ الٰہی ہے۔ شیطانی القاء نہیں ہے۔ پاک فرشتوں کے علاوہ قرآن کو کوئی نہیں چھوتا۔

قرآن کے بارے میں مداہنت اور تکذیب کا رویہ بند کرو!

7- آیات 83 تا 96 : ساتویں اور آخری پیراگراف میں، موت کے وقت انسان کی بے بسی کا نقشہ کھینچا گیا۔

موت کے وقت اور موت کے بعد ﴿أَصْحَابُ الْيَمِينِ﴾، ﴿أَصْحَابُ الشِّمَالِ﴾ اور ﴿السَّابِقُونَ﴾ کا مختلف انجام بیان کیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت کی گئی کہ اپنے رب کی تسبیح کیا کریں!

مرکزی مضمون

قریش کی قیادت کو وارننگ دی گئی کہ قیامت کے دن کا انقلاب، بعض لوگوں کو بلندی اور بعض کو پستی عطا کرے گا جھٹلانے والے گمراہوں ﴿الْمُكَذِّبُونَ الضَّالُّونَ﴾ کے مقابلے میں تصدیق کرنے والے ہدایت یافتہ لوگوں ﴿الْمُصَدِّقُونَ الْمُهْتَدُونَ﴾ کا انجام مختلف ہوگا۔ امکانِ قیامت کی آفاقی، انفسی اور قرآنی دلیلوں کی روشنی میں، تکذیب توحید و آخرت و مداہنت اور شرک چھوڑ کر توحید اختیار کرو!

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

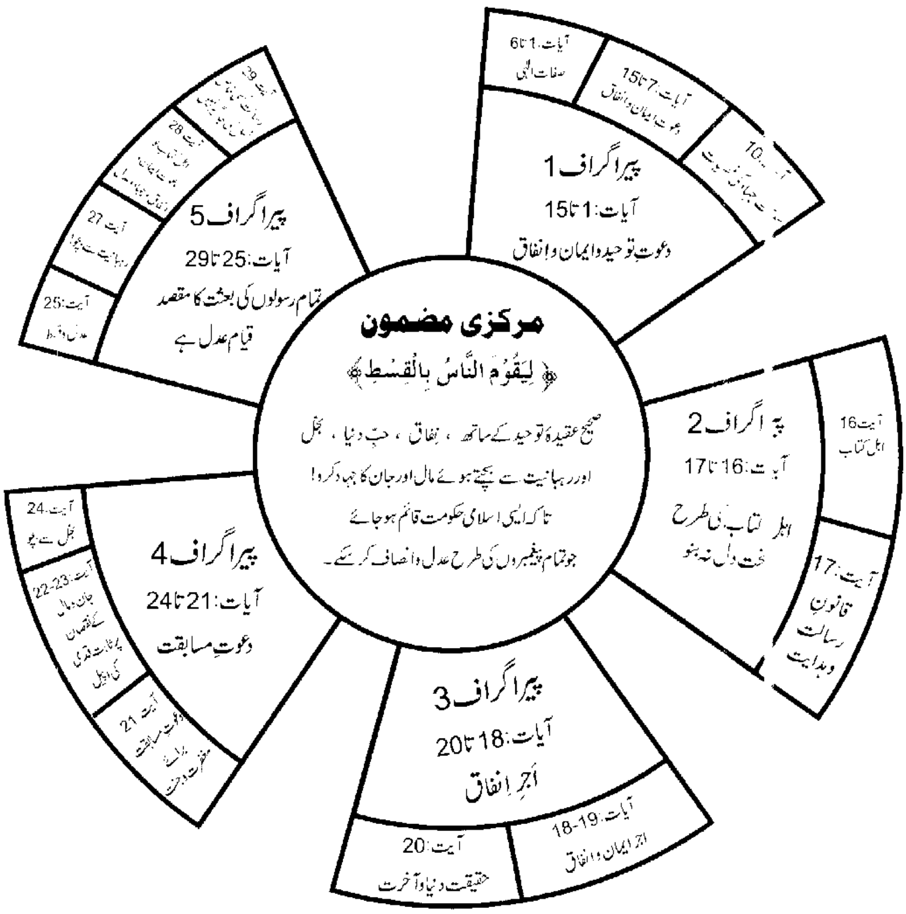
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

57- سُورَةُ الْحَدِيْدِ

آیات : 29 ...... مَدَنِيَّـةٌ ...... پیراگراف : 5



زمانۂ نزول

سورۃ الحدید، صلح حدیبیہ سے پہلے 5 یا 6 ہجری میں نازل ہوئی، جب مسلمانوں کو اہل کفر سے جانی جہاد کے ساتھ ساتھ مالی جہاد کی سخت ضرورت تھی۔ اس لیے اس سورۃ میں ﴿جِهادِ بالحدید﴾ یعنی ﴿جِهادِ بالسَّیف﴾ کے ساتھ ساتھ ﴿جِهادِ بالمال﴾ یعنی ﴿اِنفاق﴾ کی پرزور اپیل کی گئی۔ کتابی ترتیب کے اعتبار سے پہلے سورۃ الحدید ہے، پھر سورۃ المجادلہ، پھر سورۃ الحشر اور پھر سورۃ الممتحنہ۔ نزولی ترتیب کے اعتبار سے پہلے سورۃ الحشر ربیع الاول چار (4) ھ میں، پھر سورۃ الحدید پانچ (5) ھ کے اوائل میں نازل ہوئی ہے، پھر سورۃ المجادلہ جنگِ احزاب کے بعد پانچ (5) ھ کے اواخر میں، پھر سورۃ الممتحنہ فتح مکہ سے پہلے غالباً آٹھ (8) ھ کے اوائل میں نازل ہوئی۔

سورۃ الحدید کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ الواقعہ میں جن ﴿السَّابقون﴾ اور ﴿اصحابُ الیمین﴾ کے اجر و ثواب کا ذکر تھا۔

یہاں سورۃ الحدید میں اُن کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں کہ وہ صفاتِ الٰہی پر کامل ایمان رکھتے ہیں، دل کھول کر ﴿انفاق﴾ کرتے ہیں، بیرونی دشمنوں یعنی کافروں سے ﴿جہاد﴾ کرتے ہیں اور ﴿عدل وانصاف﴾ کے قیام کو یقینی بناتے ہیں۔

2۔ اگلی سورۃ ﴿المجادلہ﴾ میں اسلامی ریاست کے اندرونی دشمنوں یعنی ﴿منافقین﴾ سے جہاد کے لیے اُن کی پہچان کی ہدایت ہے۔

سورۃ الحدید میں مضامین کا ربط

سورۃ الحدید میں سب سے پہلے اللہ کی صفات اور اُن پر ایمان کا ذکر ہے، پھر ﴿اِنفاق﴾ کا مطالبہ ہے۔ اس کے بعد ﴿جہاد و قتال﴾ کا مطالبہ ہے۔ آخر میں عدل وانصاف کے قیام کی دعوت ہے، جو تمام رسولوں کی بعثت کا مقصد رہا ہے۔

صحیح عقیدۂ توحید اور اسماء وصفات کے علم کے بغیر، ﴿جہاد﴾ ناممکن ہے۔ جہادِ نفس سے پہلے، ﴿جہاد بالمال﴾ یعنی ﴿اِنفاق﴾ ضروری ہے۔ ﴿جہاد بالحدید﴾ کے بغیر اسلامی حکومت کا قیام ناممکن ہے۔ اسلامی حکومت کے بغیر، اسلام کا عادلانہ نظام قائم نہیں کیا جاسکتا اور ﴿لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (آیت:25) کے تقاضے پورے نہیں کیے جاسکتے۔

سورۃ الحدید میں بعض موانع کا ذکر

اس سورت میں بعض موانع یعنی اہم رکاوٹوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

کامل ایمان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ، اللہ کی صفات سے لاعلمی ہے۔

انفاق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ، بخیلی اور دنیا کی محبت ہے۔ (آیت:24)

جہاد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ، ﴿رہبانیت﴾ ہے۔ (آیت:27)

اہم کلیدی الفاظ و مضامین

1۔ سورۃ ﴿الحدید﴾ میں چار صفات کے ذریعے اللہ کا تعارف:

﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ (آیت:3) کے ذریعے اللہ کی ذات کا تعارف کرایا گیا کہ وہ ﴿الْاَوَّلُ﴾ ہے اور خالق ہے ساری مخلوق اُس کے بعد ہے۔ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے ﴿الْبَاطِنُ﴾ چھپا ہوا ہے، لیکن اپنی آیات کے اعتبار سے ﴿الظَّاهِرُ﴾ ہے۔

2۔ سورۃ ﴿الحدید﴾ میں چھ مختلف طریقوں سے ﴿انفاق﴾ کی اپیل:

(a) سب سے پہلے کہا گیا کہ میرے اُس مال میں سے کچھ انفاق کرو، جس پر میں نے تمہیں خلیفہ بنایا ہے۔
﴿وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ﴾ (آیت:7)

(b) سوالیہ انداز میں لوگوں کے ضمیر کو بیدار کیا گیا کہ وہ کیوں انفاق نہیں کر رہے ہیں۔ ﴿مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا﴾ (آیت:10)

(c) اس کے بعد یہ حقیقت ذہن نشین کرائی گئی کہ اگر تم موت سے پہلے انفاق نہیں کرو گے تو یہ اللہ کی میراث بن جائے گی۔
﴿وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (آیت:10)

(d) پھر یہ بتایا گیا کہ اسلام کی فتح کے بعد کے انفاق و قتال کے مقابلے میں، اسلام کی غربت کے زمانے میں کیا گیا انفاق اور قتال کا درجہ بلند ہو گا۔ (آیت:10)

(e) پھر لوگوں سے قرضِ حسن کا مطالبہ کیا گیا۔ (آیت:11)

(f) قرضِ حسن کے لیے بڑھا چڑھا کر لوٹانے اور اجرِ کریم کی بشارت دی گئی۔ (آیت:11)

3۔ سورۃ ﴿الحدید﴾ میں صحابہ کرامؓ کے مختلف درجات کی وضاحت:

﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ﴾ (آیت:10) سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمام صحابہؓ ایک درجے میں نہیں ہیں۔ سب کے لیے خیر کا وعدہ ہے، لیکن صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان میں حصہ لینے والے چودہ سو (1,400) صحابہؓ حدوالوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح فتح مکہ میں شریک ہونے والے دس ہزار (10,000) صحابہؓ آخری حج میں شریک ہونے والے، دیگر ایک لاکھ سے زائد صحابہؓ سے افضل ہیں۔ اس آیت میں ﴿الفتح﴾ سے مراد صلح حدیبیہ بھی ہو سکتی ہے اور فتح مکہ بھی۔

4۔ سورۃ ﴿الحدید﴾ میں خشوعِ قلب اور قساوتِ قلب کی وضاحت:

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾ (آیت:16)

﴿خشوعِ قلب﴾ اور ﴿قساوتِ قلب﴾ کے فرق کو واضح کر کے بتایا گیا کہ ﴿خشوعِ قلب﴾ کے نتیجے میں انسان کے دل سے بخیلی کا خاتمہ ہوتا ہے، فیاضی پیدا ہوتی ہے اور دنیا کی محبت کم ہوتی ہے۔ ﴿قساوت قلبی﴾ کے نتیجے میں اہل کتاب کی طرح فسق اور بدعملی کا ظہور ہوتا ہے۔

5۔ سورۃ ﴿الحدید﴾ میں دنیا کی زندگی کے چھ مراحل کی وضاحت چھ لفظوں میں:

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ﴾ (آیت:20)

(a) ﴿لَعِب﴾ سے مراد، چھوٹے بچوں کے کھیل ہیں، جن میں لذت نہیں ہوتی۔

(b) ﴿لَهْوٌ﴾ سے مراد، وہ کھیل ہیں، جن میں لذت ہوتی ہے، جو بلوغت کے بعد نوجوانوں کی دلچسپی کا باعث بنتے ہیں۔ اس میں موسیقی بھی شامل ہے۔

(c) ﴿زِیْنَةٌ﴾ سے مراد، ٹیپ ٹاپ، میک اپ اور آرائش وزیبائش کے وہ تمام رویے ہیں، جو اس کے اگلے مرحلے میں جنم لیتے ہیں۔

(d) ﴿تفاخر﴾ سے مراد، انسان کا ایک دوسرے پر فخر جتانا ہے اور اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر سمجھنا ہے۔

(e) ﴿تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ﴾ سے مراد، مال کی دوڑ دھوپ میں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی کوششوں میں مگن ہو جانا ہے۔

(f) ﴿تَكَاثُرٌ فِی الْاَوْلَادِ﴾ سے مراد، اولاد کی کثرت میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی ذہنیت ہے۔

6۔ سورۃ ﴿الحدید﴾ میں مغفرت میں سبقت اور جنت کے لیے سبقت کی اپیل:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ﴾ (آیت:21) اس آیت میں دو مطالبات ہیں۔ پہلا مغفرت میں سبقت کا اور دوسرا جنت کے لیے سبقت کا۔ ﴿سبقت﴾ یعنی نیکی کے کاموں میں پہل اور دوسروں سے آگے نکل جانے کا جذبہ ہے، اسی جذبے کے نتیجے میں انسان ﴿السابقون﴾ کی صف میں شامل ہو سکتا ہے۔

7۔ سورۃ ﴿الحدید﴾ میں منصب رسالت کی ایک اہم شق ﴿عدل وانصاف کے قیام﴾ کی وضاحت:

﴿لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ "تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں" (آیت:25) کے ذریعے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ رسول صرف عقیدے کی تبلیغ اور عبادت کے التزام کے لیے نہیں بھیجے جاتے،

بلکہ ان کی بعثت کا مقصد دنیا میں جہاد کے ذریعے ﴿عدلِ اجتماعی کا قیام﴾ بھی ہوتا ہے۔ زکوۃ اور دیگر احکام کے ذریعے معاشی عدل، سماجی عدل، سیاسی عدل وغیرہ حاصل ہو سکتا ہے۔

8۔ سورۃ ﴿الحدید﴾ میں رہبانیت کو بدعت قرار دیا گیا:

﴿وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ﴾ (آیت:27)

رہبانیت کو بدعت قرار دیا گیا ہے، جسے اللہ نے ہرگز فرض نہیں کیا تھا۔ عیسائیوں نے یہ بدعت نیک نیتی سے ایجاد کی پھر حدود میں تجاوز سے کام لیا۔ اہلِ کتاب کو بتایا گیا ہے کہ وہ رہبانیت ترک کر کے، اسلام لے آئیں، جہاد کا راستہ اختیار کریں اور اسلامی حکومت کی قوتِ قاہرہ کے ذریعے، دنیا میں رسولوں کی طرح عدل قائم کریں۔

9۔ سورۃ ﴿الحدید﴾ میں ﴿نور﴾ کا لفظ کئی بار استعمال کیا گیا ہے۔

(a) اللہ ہی نے رسولؐ پر قرآن کی آیات نازل کی ہیں، تاکہ مسلمانوں کو اندھیروں سے نکال کر ﴿نور﴾ میں لے آئے۔ (آیت:9)

(b) قیامت کے دن (انفاق کی وجہ سے) مومن مرد وخواتین کے سامنے اور اُن کے سیدھے ہاتھ میں ﴿نور﴾ دوڑ رہا ہو گا۔ (آیت:12)

(c) قیامت کے دن منافق مرد وخواتین، مومن مرد وخواتین سے ﴿نور﴾ کی درخواست کریں گے، جو مسترد کر دی جائے گی۔ (آیت:13)

(d) اللہ اور رسول پر ایمان لانے والے صدیق اور شہید ہوتے ہیں، اُن کے لیے اُن کے حصے کا اجر اور ﴿نور﴾ ہے۔ (آیت:19)

(e) اہلِ کتاب اگر رسول پر ایمان لائیں گے تو اللہ انہیں بھی وہ ﴿نور﴾ عطا کرے گا، جس کی روشنی میں وہ چل سکیں گے۔ (آیت:28)

10۔ سورۃ ﴿الحدید﴾ میں بار بار استغفار کا مطالبہ:

اس سورت میں ﴿مَغْفِرَة﴾ کا لفظ بھی کئی بار استعمال کیا گیا ہے۔

(a) آخرت میں ﴿عذابٌ شديد﴾ بھی ہے اور اللہ کی ﴿مَغْفِرَة﴾ اور ﴿رضوان﴾ بھی۔ (آیت:20)

(b) اللہ کی ﴿مَغْفِرَة﴾ اور اس کے بعد ﴿جنت﴾ حاصل کرنے کے لیے، نیک کاموں میں دوسروں سے آگے بڑھو! ﴿سبقت﴾ کرتے ہوئے، ﴿السَّابِقِين﴾ کی صف میں شامل ہو جاؤ۔ (آیت:21)

(c) اہلِ کتاب اگر آخری رسول پر ایمان لائیں گے تو اللہ انہیں بھی ﴿مَغْفِرَة﴾ عطا کرے گا۔ (آیت:28)

سورۃ الحدید کا نظمِ جلی

سورۃ الحدید پانچ پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 15: پہلے پیراگراف میں، صفاتِ الٰہی بیان کر کے، توحید، ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت دی گئی۔

صفاتِ الٰہی بیان کر کے، توحید، ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت دی گئی۔ بعد میں مسابقت کے فضائل بیان کیے گئے۔ انفاق کی دعوت کئی اسالیب سے کی گئی۔ قیامت کا منظر کھینچ کر بتایا گیا کہ اس دن فیاض مومن مرد و خواتین اور بخیل منافق مرد و خواتین کا احوال مختلف ہو گا۔

2- آیات 16 تا 17: دوسرے پیراگراف میں، مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے۔

وہ ﴿خشوعِ قلب﴾ اختیار کریں۔ اہلِ کتاب کی طرح ﴿قساوتِ قلبی﴾ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اللہ کی سنت بیان کی گئی کہ کفر و شرک کی خزاں کے بعد، وہ وقفے وقفے سے ایمان و توحید کی بہار سے، انسانی دلوں کی زمین کو سرسبز و شاداب کرتا رہتا ہے۔

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (الحدید:17)

3- آیات 18 تا 20: تیسرے پیراگراف میں، ایمان لا کر انفاق کرنے والوں کے اجر و ثواب کا بیان ہے۔

اور دنیا و آخرت کا تقابل (Comparison) کر کے، دنیا کی بے ثباتی بیان کی گئی۔ دنیا کی زندگی کے چھ (6) مراحل بیان کر کے موت کی تذکیر کی گئی۔ آخرت کے بارے میں بتایا گیا کہ وہاں عذاب شدید بھی ہے اور اللہ کی مغفرت اور رضوان بھی۔

﴿وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾

4- آیات 21 تا 24: چوتھے پیراگراف میں، اللہ کی بخشش و مغفرت اور ابدی جنت کی طرف دعوتِ مسابقت دی گئی۔

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ﴾ کے الفاظ سے دعوتِ مسابقت۔ جان و مال کے نقصان پر صبر کی اپیل کر کے، بخل سے پرہیز کرنے کی تلقین کی گئی۔

5- آیات 25 تا 29: پانچویں اور آخری پیراگراف میں، رسولوں کی بعثت کا مقصد، عدل و انصاف کا قیام بیان کیا گیا۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ ہر رسول بینات، کتاب اور میزان لے کر آتا ہے اور بعض کو لوہا بھی دیا جاتا ہے۔ ﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ لوہے کے نزول کا اصل مقصد جہاد ہے لیکن اس میں دیگر فوائد بھی رکھ دیے گئے ہیں۔ قیامِ عدل کے لیے، طاقت کے استعمال کی طرف لوہے ﴿الحدید﴾ کے لفظ سے اشارہ کیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے سلسلے کو، حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی نسل کے دیگر انبیاء سے جوڑتے ہوئے اہل کتاب بالخصوص عیسائیوں کو، رھبانیت ترک کر کے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔ ﴿وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ﴾ رھبانیت کو بدعت قرار دیا گیا نبوت کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ صرف بنی اسرائیل کا استحقاق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آخری رسول بنی اسمٰعیل میں پیدا کیا ہے اہل کتاب کو ترغیب دی گئی کہ اگر وہ اسلام لے آئیں گے تو انہیں دوہرے اجر سے نوازا جائے گا، پھر وہ قرآن وسنت کے نور کے سائے میں اپنا سفر جاری رکھ سکیں گے۔ ﴿وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ﴾

مرکزی مضمون

صفات الٰہی پر مشتمل کامل عقیدۂ توحید اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر، نفاق، حب دنیا، بخل اور رہبانیت سے پرہیز کرو اور جان ومال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، تاکہ اسلامی حکومت کے قیام کے ذریعے، رسولوں کی بعثت کا مقصد، عدلِ اجتماعی کا قیام ممکن ہو سکے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

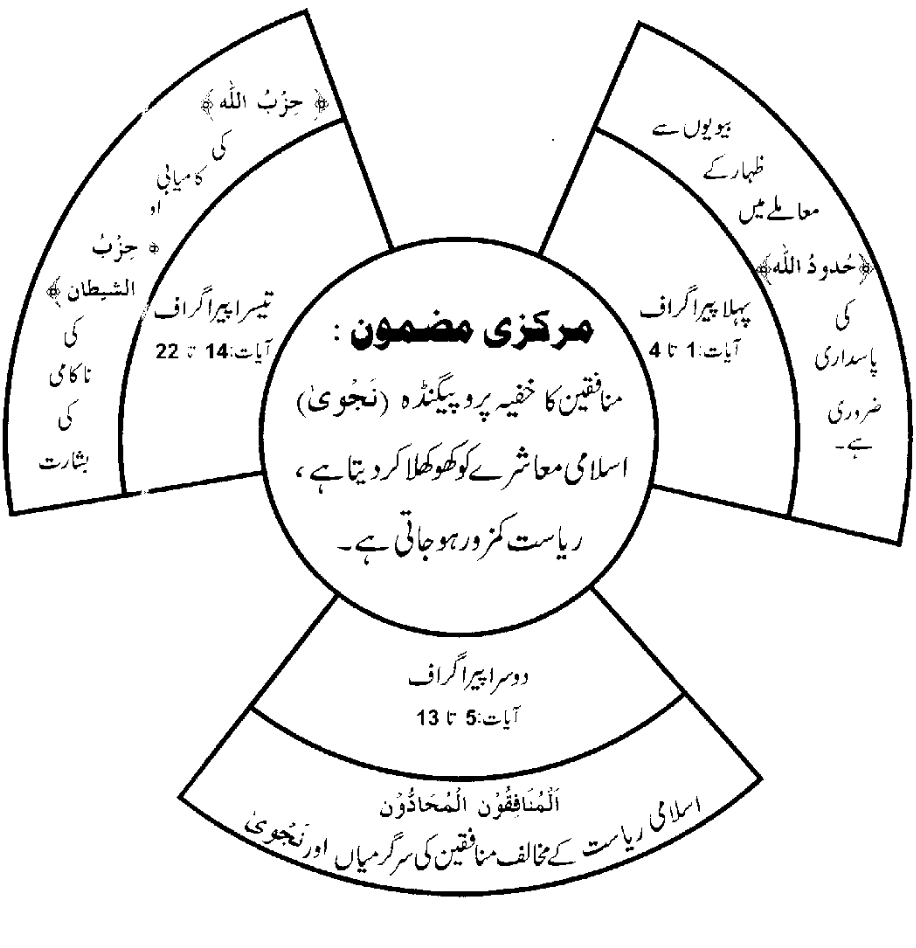
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

58- سُوْرَةُ الْمُجَادَلَة

آیات : 22 ...... مَـدَنِـيَّة'' ...... پیراگراف : 3



زمانہ نزول

سورۃ ﴿الْمُجَادَلَة﴾، سورۃ ﴿الاحزاب﴾ کے بعد، غالباً ذوالحجہ 5 ہجری میں نازل ہوئی۔ یہ وہی زمانہ تھا، جب منافقین رسول اللہ کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے تھے کہ انہوں نے اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کی مطلقہ بیوی حضرت زینبؓ سے شادی کرلی ہے۔ اس کے تقریباً ایک سال بعد سورۃ النور نازل ہوئی، جس میں حضرت عائشہؓ پر بہتان کا تذکرہ ہے۔

منافقین اپنے زہر یلے پروپیگنڈے کے ذریعے اسلامی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔

ظہار: زمانہ جاہلیت میں ایک فرسودہ رسم ﴿ظِهَار﴾ کی تھی۔ یہ ایک ایسی طلاق تھی، جس میں رجوع کا بھی امکان نہ ہوتا تھا۔ شوہر اپنی بیوی کو اپنی ماں سے تشبیہ دے کر ہمیشہ کے لیے اپنے اوپر حرام کر لیتا۔ حضرت خولہ بنتِ ثعلبہؓ کے شوہر نے ان سے بڑھاپے میں ظہار کیا۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی۔ ان کی شکایت آسمانوں میں سنی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں انہیں ظہار کے کفارے سے آگاہ کیا، تاکہ وہ دوبارہ اپنی ازدواجی زندگی گزار سکیں۔

سورۃ المجادلۃ کا کتابی ربط

سورۃ ﴿الحدید﴾ میں بیرونی دشمنوں سے جان اور مال سے جہاد کر کے، عدل وانصاف کے قیام کو یقینی بنانے کا حکم تھا۔

یہاں اس سورۃ ﴿الْمُجَادَلَه﴾ میں اندرونی دشمنوں (منافقین) کی پہچان کی ہدایت ہے، انہیں ﴿حِزْبُ الشيطان﴾ کہا گیا ہے اور ان کی صفات تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الْمُجَادَلَه﴾ میں 2 پارٹیوں کے درمیان تقابل:

اللہ کی پارٹی ﴿حِزْبُ الله﴾ (آیت: 22) اور شیطان کی پارٹی ﴿حِزْبُ الشيطان﴾ (19) کے درمیان تقابل ہے۔

2- سورۃ ﴿الْمُجَادَلَه﴾ میں ﴿يُحَادُّوْنَ﴾ اور ﴿مُوَادُّوْن﴾ کے درمیان تقابل:

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ اور رسول کی دشمنی اختیار کرنے والے ﴿يُحَادُّوْنَ﴾ ذلیل وخوار ہو کر رہیں گے (آیت: 5 اور 20) اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والوں ﴿مُوَادُّوْن﴾ (آیت: 22) کا انجام مختلف ہوگا۔ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنے والے مخلص مومنین، اللہ اور رسول ﷺ کی دشمنی اختیار کرنے والے اپنے قریبی رشتے دار منافقین سے مودت اور محبت کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔

3- سورۃ ﴿المُجادلہ﴾ میں منافقین کی کاناپھوسی اور پروپیگنڈے کا خاص طور پر ذکر کیا گیا۔

منافقین، ﴿اثم ،عدوان﴾ اور رسول کی نافرمانی میں خفیہ سرگوشیاں ﴿نجویٰ﴾ کرتے ہیں۔ (آیت: 7)

مسلمانوں کو منع کر دیا گیا کہ وہ ﴿اثم ،عدوان﴾ اور رسول کی نافرمانی میں خفیہ سرگوشیاں ﴿نجویٰ﴾ نہ کریں۔ مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ وہ نیکی اور خدا ترسی ﴿بر اور تقویٰ﴾ کے معاملات میں خفیہ سرگوشیاں ﴿نجویٰ﴾ کر سکتے ہیں۔ (آیت:8)

مسلمانوں کو بتایا گیا کہ منافقین کے ﴿نجویٰ﴾ کا مقصد اہلِ ایمان کو رنجیدہ کرنا ہوتا ہے۔ اور یہ شیطان کا ہتھکنڈا ہے۔ (آیت: 10)

سورۃ المجادلہ میں ناسخ و منسوخ

اس سورت میں، آیت:13 ناسخ ہے اور آیت:12 منسوخ ہے۔ صحابہؓ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے تخلیہ میں ﴿نجویٰ﴾ کرنا چاہیں تو صدقہ دیں، لیکن کچھ دیر بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

سورۃ المجادلہ کا نظمِ جلی

سورۃ المجادلہ تین (3) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 4: پہلے پیراگراف میں، بتایا گیا کہ بیویوں سے ﴿ظہار﴾ میں ﴿حُدودُ اللہ﴾ کی پاسداری ضروری ہے۔

جاہلیت کا قانونِ ظہار، ظلم ہے۔ ظہار سے بیوی ماں نہیں بنتی۔ ظہار کے گناہ کا کفّارہ، ایک غلام کی آزادی، (60) مسلسل روزے، یا ساٹھ (60) مسکینوں کا کھانا ہے۔ ظہار کا قانون، حدودِ الٰہی میں شامل ہے منکرینِ قانونِ ظہار کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ پہلے پیراگراف میں عائلی قانون بیان کیا گیا ہے۔

2- آیات 5 تا 13: دوسرے پیراگراف میں، منافقین کی سازشوں کو بے نقاب کیا گیا کہ وہ جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعے مسلمانوں کی عائلی زندگی کو درہم برہم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اسلامی ریاست کے خلاف بھی منافقین کی سرگرمیاں اپنے عروج پر ہیں۔

منافقین، اسلامی ریاست کے دشمن ہیں، ذلیل و خوار ہوں گے۔ منافقین کو اللہ کی صفتِ علم سے ڈرایا گیا۔

﴿نجویٰ﴾ سرگوشی پر تنقید کر کے بتایا گیا کہ اللہ کی ذات ایسی علیم ہے کہ وہ اپنے علم کے ذریعے سرگوشی کی ہر محفل میں موجود ہوتی ہے۔ تین میں کا چوتھا، اور پانچ کا چھٹا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ ﴿اِثم وعُدوان﴾ میں ﴿نجویٰ﴾ حرام ہے، ﴿بِرّ وتقویٰ﴾ کے ساتھ نجویٰ جائز ہے۔

آدابِ مجلس کی تعلیم دی گئی کہ محفل میں سمٹ کر بیٹھو تاکہ آنے والوں کے لیے کشادگی پیدا ہو۔ اگر محفل سے اٹھا دیا جائے تو اٹھ جانا

چاہیے۔ رسول ﷺ کی اطاعت سے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے ﴿نجویٰ﴾ کرنے پر صدقہ کرنے کا پہلے حکم دیا گیا پھر اگلی آیت سے پچھلی آیت منسوخ کر دی گئی۔

3- آیات 13 تا 22 : تیسرے پیراگراف میں، ﴿حِزْبُ اللهِ﴾ اور ﴿حِزْبُ الشَّيطان﴾ کی صفات بیان کر کے بتایا گیا کہ ﴿حِزْبُ الشَّيطان﴾ ناکام ہو گا اور ﴿حِزْبُ الله﴾ ہی غالب ہو گا۔

﴿حِزْبُ الشَّيطان﴾ کی صفات:

(a) منافقین، اللہ کی مغضوب قوم یہود سے دوستی کرتے ہیں۔ ان پر اللہ کا غضب ہے۔

(b) ان کی قسمیں جھوٹی ہوتی ہیں، یہ اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیتے ہیں۔ یہ دوزخی ہیں۔ ﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ﴾ (آیت:17)

(c) ابلیس کے دام میں گرفتار ہو کر، منافقین نے اللہ کے ذکر کو فراموش کر دیا ہے۔ یہ ﴿حِزْبُ الشَّيطان﴾ ہیں۔

(d) منافقین، اسلامی ریاست کے دشمن ہیں۔ اور یہ مخلوقات میں سب سے زیادہ ذلیل ہیں۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ﴾ (آیت:20)

فتح مکہ اور اسلام کے غلبے کی بشارت دی گئی۔ ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي﴾ (آیت:21)

﴿حِزْبُ الله﴾ کی صفات:

(a) اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

(b) اللہ و رسول ﷺ اور اسلامی ریاست کے مخالف اپنے قریبی عزیزوں سے بھی محبت نہیں رکھتے۔

(c) اِن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ ایمان کو لکھ دیتا ہے۔ ﴿كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ﴾

(d) ﴿رُوح﴾ سے ان کی تائید کی جاتی ہے۔ ﴿وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ﴾

(e) یہ جنتی ہیں۔

(f) یہ اللہ سے راضی ہیں اور اللہ ان سے راضی ہوتا ہے۔ ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾

(g) ﴿حِزبُ الله﴾ ہی کے لیے فلاح اور کامیابی ہے۔ (آیت:22)

مرکزی مضمون

تکمیلِ انقلاب کے لیے ایمانی محاذ، عائلی محاذ اور اخلاقی محاذ پر کامیابیاں شرطِ اول ہیں، ان ہی کے نتیجے میں عسکری اور سیاسی فتوحات حاصل ہو سکتی ہیں۔

وضاحت

(a) عائلی محاذ پر، ﴿ظہار﴾ جیسی فرسودہ رسومات کا خاتمہ ضروری ہے، تاکہ سماجی عدل (Social Justice) قائم کیا جاسکے۔

(b) ایمانی محاذ پر، ثابت قدمی کے لیے، اللہ کی صفات کی کامل معرفت ضروری ہے۔ اسلام دشمن سرگرمیوں اور سرگوشیوں ﴿نجویٰ﴾ کا خاتمہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے، جب یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری خفیہ سازشوں اور سرگوشیوں ﴿نجویٰ﴾ کا علم ہو جاتا ہے۔

منافقین کا خفیہ پروپیگنڈہ ﴿نجویٰ﴾ اسلامی معاشرے کو کھوکھلا کر دیتا ہے، ریاست کمزور ہو جاتی ہے۔

(c) اخلاقی محاذ پر، فتوحات کے لیے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور آدابِ مجلس کا خیال رکھنا لازمی اور ضروری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور وفاداری کے نتیجے میں ہی اعلیٰ درجات کا حصول ممکن ہے۔

(d) عسکری اور سیاسی محاذ پر، اسی وقت کامیابی نصیب ہو سکتی ہے، جب منافقت ترک کی جائے، یہودیوں سے دوستی ختم کر کے اور ﴿حِزبُ الشَّیطان﴾ کو چھوڑ کر ﴿حِزبُ اللہ﴾ میں شرکت اختیار کرلی جائے۔

FLOW CHART

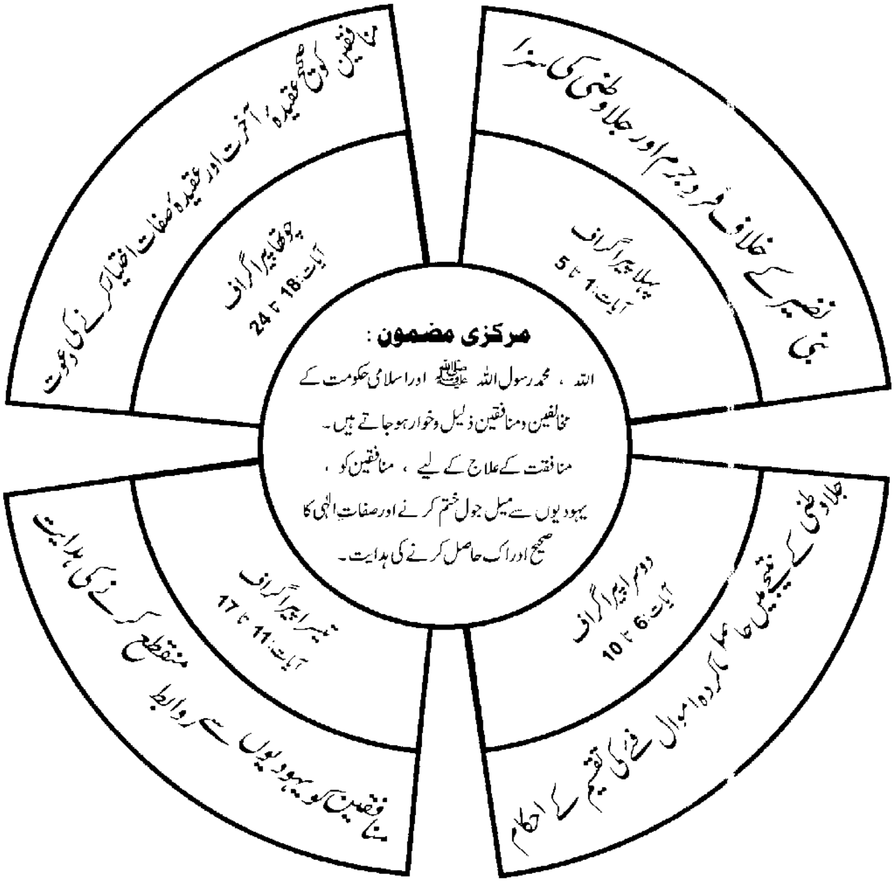
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

59- سُورَةُ الْحَشْرِ

آیات : 24 ...... مَدَنِیَّة ...... پیراگراف : 4



● **زمانۂ نزول:**

یہودی قبیلے بنی نضیر کی مدینۂ منورہ سے جلاوطنی (ربیع الاول 4ھ) کے بعد، غالباً 4 ہجری کے وسط میں نازل ہوئی۔

سورۃ الحشر کا کتابی ربط

اسلامی ریاست کے اندرونی دشمنوں کی صفاتِ نجویٰ و تعلقاتِ یہود وغیرہ کے ذکر کے بعد، یہاں سورۃ ﴿الحشر﴾ میں نفاق کے مرض کے علاج کی تدبیریں بیان کی گئی ہیں۔

پچھلی سورۃ ﴿المجادلہ﴾ کی آیت:14 میں منافقین کے بارے میں کہا گیا تھا کہ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ "کیا تم نے ان منافقین کو دیکھا، جنہوں نے اس قوم (یہود) سے دوستی کرلی، جس پر اللہ نے غضب فرمایا؟"

یہاں سورۃ ﴿الحشر﴾ میں بھی منافقین کے بارے میں یہ انکشاف کیا گیا کہ یہودیوں کی جنگی حمایت کے بارے میں ان کی لن ترانیاں جھوٹی ہیں۔ (آیت:11) اگلی سورۃ ﴿الممتحنہ﴾ کی آخری آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے ﴿لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ "ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے۔"

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿الحشر﴾ میں مخلص مہاجر و انصار صحابہؓ اور منافقین کا تقابل:

مخلص مہاجرینؓ اور انصارِ مدینہؓ کے اوصاف اور ان کی فضیلت بیان کی گئی۔ منافقین کے اوصاف بیان ہوئے۔

2۔ سورۃ ﴿الحشر﴾ میں رعب کے ذریعے سے فتح اور مالِ غنیمت کا تذکرہ:

﴿وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ (آیت:2) بنی نضیر کے خلاف جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی۔ ان کا محاصرہ کرلیا گیا۔ اللہ نے ان کے دلوں پر رعب طاری کردیا۔ رعب کے نتیجے میں اموالِ فئے حاصل ہوئے۔ اگر جنگ ہوتی تو یہ مال، غنیمت شمار ہوتا۔

3۔ سورۃ ﴿الحشر﴾ میں بنی نضیر کے خلاف فردِ جرم:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ (آیت:4) یہودی قبیلے بنی نضیر کے خلاف یہ فردِ جرم ہے۔ انہوں نے اللہ اور رسولؐ کا مقابلہ کیا یعنی انہوں نے اسلامی حکومت کو کھوکھلا کرنے کی سازش کی۔ اس لیے انہیں جلاوطنی کی سزا سنائی گئی۔

4۔ سورۃ ﴿الحشر﴾ میں اسلامی معیشت کا ایک اہم اصول:

﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ﴾ (آیت:7) "تاکہ دولت، تمہارے امیروں ہی کے درمیان گردش کرتی نہ رہے" سلسلۂ کلام میں یہ علت احکامِ فئے سے متعلق ہے، لیکن اس سے اسلامی معیشت کا ایک اہم اصول سامنے آتا ہے۔ اسلام ارتکازِ دولت کو پسند نہیں کرتا۔

5- سورۃ ﴿الحشر﴾ میں حدیث اور سنت کی دستوری، قانونی اور تشریعی حیثیت کی وضاحت:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (آیت:7) "جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو دیں، وہ لے لو اور جس چیز سے وہ منع کریں، اس سے رک جاؤ۔" سلسلۂ کلام میں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بنی نضیر سے ملنے والے اموالِ فئے کی تقسیم پر اعتراض نہ کرو۔ اس مال کی تقسیم جنگِ بدر کے اموالِ غنیمت کی طرح نہیں ہوگی، جس کی تفصیل سورۃ الانفال کی آیت: 41 میں بیان کی گئی ہے، لیکن یہ آیت ایک اہم قانونی نکتہ بیان کرتی ہے۔ رسولِ معصوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی، فعلی اور تقریری احادیث اگر صحیح ثابت ہو جائیں تو ان کی دستوری، قانونی اور تشریعی حیثیت ہوگی۔ اسلامی قانون کے دو بنیادی ماخذ ہیں، جو وحی پر مبنی ہیں۔ قرآن اور صحیح و ثابت شدہ احادیث۔ بقیہ ماخذ ثانوی اور استنباطی ہیں اور غیر معصوم انسانوں کے اجتہادات پر مبنی ہیں۔ بنیادی اور ثانوی ماخذوں میں تفریق کرنا ضروری ہے۔

6- سورۃ ﴿الحشر﴾ میں اللہ کی دو صفات کے استعمال کی معنویت:

﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (آیت: 1 اور 24) پہلی اور آخری آیت میں اللہ کی دو صفات عزیزیت اور حکیمیت کا اعادہ ہے۔ بنی نضیر کی جلاوطنی، اموالِ فئے کی دولت، وغیرہ سب انہیں کا مظہر ہیں۔

سورۃ الحشر کا نظمِ جلی

سورۃ الحشر چار (4) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 5 : پہلے پیراگراف میں، بنی نضیر کے خلاف فردِ جرم ہے کہ انہوں نے اللہ، رسولؐ اور اسلامی حکومت کی دشمنی اختیار کی۔

بنی نضیر نے عہد شکنی کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی۔ اسی لیے اُنہیں جلاوطنی کی سزا دی گئی۔

اللہ تعالیٰ ہی وہ بے عیب زبردست اور حکیم ہستی ہے، جس نے یہودی قبیلے، بنی نضیر کو مدینۂ منورہ سے جلاوطن کر دیا، اور عبرت کا سامان فراہم کیا۔ بنی نضیر کے یہودی قبیلے پر جنگ کے بغیر محض رعب کے ذریعے فتح عطا کی گئی۔

﴿وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾۔ جنگی حکمتِ عملی کا لحاظ کرتے ہوئے، اللہ کی طرف سے ایک استثنائی حکم دیا گیا کہ فوجی مصلحت کے تحت کھجور کے درخت کاٹے جا سکتے ہیں۔

2- آیات 6 تا 10 : دوسرے پیراگراف میں، جلاوطنی کے نتیجے میں حاصل کردہ، اموالِ فئے کی مدات کا ذکر ہے:

اَموالِ فئے کی تقسیم کے احکام اور اَموالِ فئے کی آٹھ مدات بیان کی گئیں۔ اموالِ فئے، مالِ غنیمت سے مختلف ہیں۔

ان کے مصارف حسبِ ذیل ہیں۔(1)اسلامی ریاست کے عمومی مفادات (اللہ اور رسول)(2)ذوالقربیٰ (رشتے دار)(3) یتامیٰ (4)مساکین(5)مسافر (ابن السبیل) (6) فقراء المہاجرین(7)والانصار(8)بعد میں آنے والے لوگ۔

مہاجرین کی فضیلت میں کہا گیا کہ یہ گھر سے نکالے گئے ہیں، اللہ کے فضل اور رضوان کے طالب ہیں، اللہ اور رسول کی حمایت کرتے رہتے ہیں اور راست باز ہیں۔

انصارِ مدینہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہا گیا کہ یہ مہاجرین سے محبت کرتے ہیں، جو دیا جائے اس پر راضی رہتے ہیں۔دل میں تنگی محسوس نہیں کرتے، اپنی محتاجی کے باوجود ایثار کا مظاہرہ کرتے ہیں۔﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ شح نفس یعنی دل کی تنگی سے پاک ہیں۔

3-آیات 11 تا 17 : تیسرے پیراگراف میں، منافقین کو ان کے مرض سے آگاہ کیا گیا ہے۔انہیں دو باتیں صاف صاف بتادی گئی ہیں

اولاً وہ اسلامی ریاست کے خیر خواہ نہیں ہیں اور ثانیاً اسلام دشمن یہودیوں سے میل جول رکھتے ہیں۔

منافقین کی جھوٹی قسموں کا پول کھول دیا گیا ہے کہ وہ جنگ کے موقع پر یہودیوں کی حمایت نہیں کریں گے۔

منافقین کے دل میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ مسلمانوں کا ڈر ہے﴿لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾۔وہ ابلیس کے دام میں گرفتار ہو چکے ہیں۔انہیں جلد از جلد اس دام سے نکلنا چاہیے ورنہ دونوں داخلِ جہنم ہوں گے۔

4-آیات 18 تا 24 : چوتھے اور آخری پیراگراف میں منافقین کو ان کے مرض کا علاج بتایا گیا ہے۔

پہلا علاج یہ ہے کہ وہ فکرِ آخرت کریں اور کل﴿غَدٍ﴾یعنی روزِ قیامت کے لیے اخلاص پر مبنی اعمال اختیار کریں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾دوسرا علاج یہ ہے کہ وہ اپنے خالق اللہ کے بارے میں اور اُس کی صفات کے بارے میں، مکمل علم حاصل کر کے اس پر شعوری ایمان لے آئیں۔منافقین کو مشورہ دیا گیا کہ وہ یہودیوں کی طرح خدا فراموشی کا رویہ ترک کر دیں، ورنہ اس کا نتیجہ خود فراموشی ہو گا(آیت:19) منافقین اور یہودی ﴿اَصْحٰبُ النَّارِ﴾ ہیں اور سچے مومن ﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ ہیں، یہ برابر نہیں ہو سکتے (آیت:20)۔منافقین اور یہود کے دل، پتھر سے زیادہ سخت ہیں، اس لیے ان پر قرآن کا اثر نہیں ہوتا۔ورنہ قرآن تو پہاڑوں کو بھی پگھلا دینے کی تاثیر رکھتا ہے۔ (آیت:21)

آخری تین(3) آیات میں منافقین کو اللہ کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعے اُس کی صفات سے آگاہ کیا گیا تا کہ وہ منافقت سے توبہ کر لیں۔یہی ان کے مرض کا علاج ہے۔اللہ ﴿اِلٰه﴾ ہے،﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ہے۔اللہ ﴿الرَّحْمٰنُ﴾ ہے، اللہ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ ہے، اللہ بادشاہ ﴿اَلْمَلِكُ﴾ ہے، اللہ مقدس ﴿الْقُدُّوْسُ﴾ ہے، اللہ سراسر سلامتی والا ﴿السَّلٰمُ﴾ ہے، اللہ امن دینے والا ﴿الْمُؤْمِنُ﴾ ہے، اللہ نگہبان ﴿الْمُهَيْمِنُ﴾ ہے، اللہ سب پر غالب ﴿الْعَزِيْزُ﴾ ہے، اللہ اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا ﴿الْجَبَّارُ﴾ ہے، اللہ بڑا ہی ہو کر رہنے والا

﴿الْمُتَكَبِّرُ﴾ ہے، اللہ تخلیق کا منصوبہ بنانے والا ﴿الْخَالِقُ﴾ ہے، اللہ اس کو نافذ کرنے والا ﴿الْبَارِئُ﴾ ہے، اللہ صورت گری کرنے والا ﴿الْمُصَوِّرُ﴾ ہے، اللہ زبردست ﴿الْعَزِيزُ﴾ ہے، اللہ حکیم ﴿الْحَكِيمُ﴾ ہے۔

مرکزی مضمون

اسمائے حسنیٰ پر مشتمل صحیح عقیدۂ توحید، عقیدۂ آخرت اور فکرِ آخرت کے نتیجے ہی میں، کافروں پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو سکتا ہے۔ سازشی کافروں کو جلاوطن کیا جا سکتا ہے۔ اَموالِ فئے بھی حاصل ہو سکتے ہیں، جن سے اسلامی حکومت کے عمومی مفادات کا تحفظ کیا جا سکتا ہے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

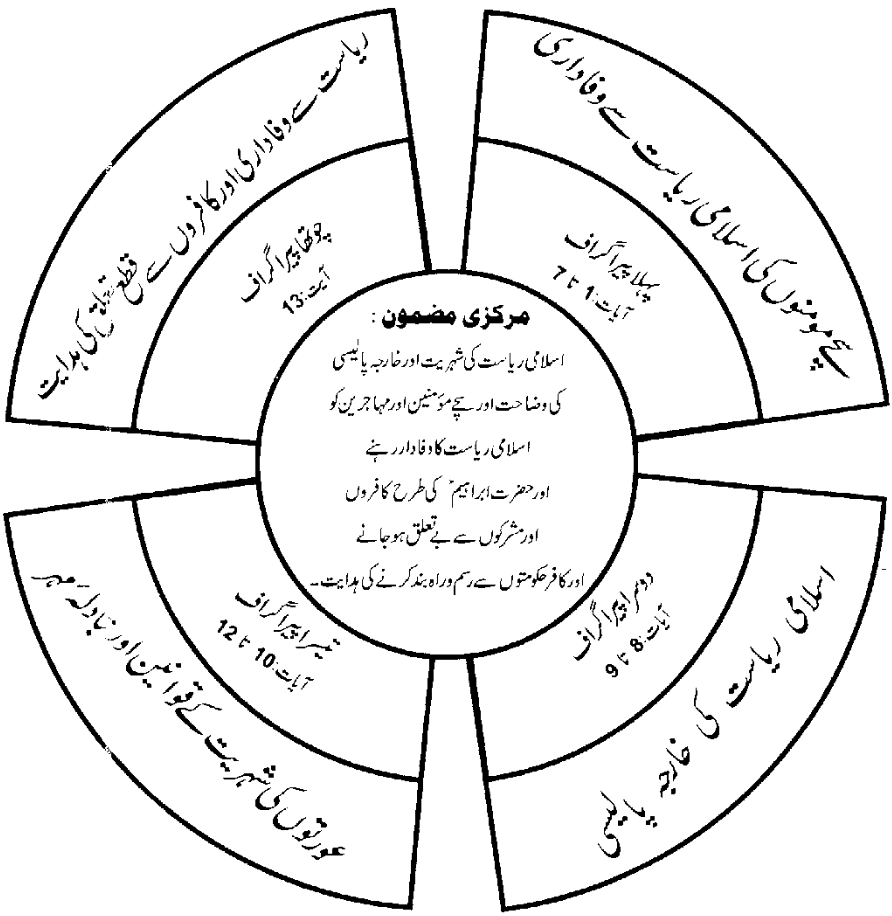
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ/ ربط

MACRO-STRUCTURE

60- سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة

آیات : 13 ...... مَدَنِیَّہ" ...... پیراگراف : 4



زمانۂ نزول

صلح حدیبیہ (ذی القعدہ 6ھ) اور فتح مکہ (رمضان 8ھ) کے درمیان، غالباً 7 یا 8ھ میں نازل ہوئی۔ ایک مخلص صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے مکے میں موجود اپنے رشتے داروں کو بچانے کے لیے، فتح مکہ سے پہلے ایک اہم جنگی راز، مکے کی ایک لونڈی کے ذریعے قریش کو پہنچانے کی کوشش کی اور رسول اللہ ﷺ کی جنگی تیاریوں سے انہیں آگاہ کرنا چاہا۔

یہ وہی دور تھا جب مسلمان عورتیں دار الکُفر (مکہ) سے ہجرت کر کے اسلامی ریاست (مدینہ) پہنچ رہی تھیں اور اُن کی ہجرت (Immigration)، اُن کی شہریت (Citizenship)، اُن کی ریاست سے وفاداری (Allegiance) اور اُن کے مہر کے تبادلے کے مسائل پیدا ہو رہے تھے۔

کتابی ترتیب کے اعتبار سے پہلے سورۃ الحدید ہے، پھر سورۃ المجادلہ، پھر سورۃ الحشر اور پھر سورۃ الممتحنہ۔

نزولی ترتیب کے اعتبار سے پہلے سورۃ ﴿الحشر﴾ ربیع الاول چار (4)ھ میں، پھر سورۃ ﴿الحدید﴾ پانچ (5)ھ کے اوائل میں نازل ہوئی ہے، پھر سورۃ ﴿المجادلہ﴾ جنگِ احزاب کے بعد پانچ (5)ھ کے اواخر میں، پھر سورۃ ﴿الممتحنہ﴾ فتح مکہ سے پہلے غالباً آٹھ (8)ھ کے اوائل میں نازل ہوئی۔

سورۃ الممتحنہ کا کتابی ربط

سورۃ ﴿المجادلہ﴾ کی آیت:14 میں منافقین کے بارے میں کہا گیا تھا کہ ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ﴾ ”کیا تم نے ان منافقین کو دیکھا، جنہوں نے اس قوم (یہود) سے دوستی کر لی، جس پر اللہ نے غضب فرمایا۔“

پچھلی سورۃ ﴿الحشر﴾ میں بھی منافقین کے بارے میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ یہودیوں کی جنگی حمایت کے بارے میں ان کی لن ترانیاں جھوٹی ہیں (آیت:11)۔ یہاں سورۃ ﴿الممتحنہ﴾ کی آخری آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے۔

﴿لَا تَتَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ﴾ ”ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے۔“ (آیت:13)

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿الممتحنہ﴾ میں اندرونی اور بیرونی جاسوسوں پر کڑی نظر رکھنے کی ہدایت:

اس سورت میں اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے منافقین پر نظر رکھنے کے علاوہ، بیرونی جاسوس بالخصوص خواتین جاسوسوں اور برادری کے جاسوسوں پر کڑی نظر رکھنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ مخلص مسلمانوں کو بھی، حضرت ابراہیمؑ کی طرح رشتہ داری پر اسلام کو ترجیح دینے کی ہدایت کی گئی۔

2- سورۃ ﴿الممتحنہ﴾ میں اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا ذکر:

﴿لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ﴾ (آیت:1) اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی بیان کرتے ہوئے اللہ کے دشمنوں اور مسلمانوں کے دشمنوں سے دوستی نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، انہیں راز دار بنانے اور انہیں جنگی راز فراہم کرنے پر گرفت کی گئی۔

3- سورۃ ﴿الممتحنہ﴾ میں کافر و منافق برادری کے مقابلے میں اسلامی ریاست سے وفاداری کا حکم:

﴿لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (آیت:3) کے ذریعے یہ حقیقت ذہن نشین کرائی گئی کہ جن رشتے داروں کی محبت میں آدمی بعض اوقات اخلاص کے باوجود اسلامی حکومت سے بے وفائی کر بیٹھتا ہے۔ وہ قیامت کے دن ہرگز کام نہ آئیں گے۔

سورۃ الممتحنة کا نظمِ جلی

سورۃ الممتحنہ چار (4) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1۔ آیات 1 تا 7 : پہلے پیراگراف میں، مخلص مومنین کو اسلامی ریاست کا وفادار رہنے کی ہدایت ہے۔

اسلامی ریاست کے حقوق اور رشتے داروں کی محبت کے درمیان کشمکش میں، اہل ایمان، (Islamic State) ریاست کے وفادار ہوتے ہیں (آیات: 1 تا 3)۔ کافروں اور اُن کی ریاست (State) سے، حضرت ابراہیمؑ کی طرح اعلانِ براءت ضروری ہے۔ (آیات: 4 تا 6)

(ایک ڈیڑھ سال میں) مشرکین مکہ کے مسلمان ہو جانے کی بشارت دی گئی ہے۔

﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً﴾ (آیت:7)

2۔ آیات 8 تا 9 : دوسرے پیراگراف میں، اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی (Foreign Policy) بیان کی گئی ہے۔

(a) حلیف کافر حکومتوں (Friendly Non-Islamic States) سے دوستی کی جا سکتی ہے، یہ انصاف کا عین تقاضا ہے اور اللہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

(b) لیکن حریف کافر حکومتوں (Hostile Non-Islamic States) سے دوستی نہیں کی جا سکتی، جو مسلمانوں سے قتال کرتے ہیں اور انہیں اپنے گھروں سے بے دخل کرتے ہیں۔

3۔ آیات 10 تا 12 : تیسرے پیراگراف میں، اسلامی ریاست کی داخلہ پالیسی بیان کی گئی ہے۔

عورتوں کی شہریت کے قوانین (Citizenship and Immigration Laws) کی وضاحت ہے۔

اسلامی ریاست کی طرف ہجرت کرنے والی خواتین کی تفتیش ضروری ہے (ممکن ہے کہ وہ جاسوس ہوں) شہریت دینے سے پہلے تفتیش ضروری ہے ﴿فَامْتَحِنُوْهُنَّ﴾ سچی مومن خواتین کو اسلامی ریاست شہریت دے دے اور کافروں کی طرف نہ لوٹائے۔ مومن عورتیں کافروں کے لیے حلال نہیں ہیں۔ مختلف شہریتیں رکھنے والی خواتین کے مہر کے تبادلے کے احکام دیے گئے۔

مؤمن خواتین سے، شرک، چوری، زنا، قتل اولاد اور بہتان طرازی سے بچنے اور تمام معروفات کی اطاعت کرنے پر بیعت (Oath of Allegiance) لینے کا حکم دیا گیا۔

4۔ آیت 13 : چوتھے پیراگراف میں، اسلامی ریاست سے کامل وفاداری کے لیے، منافقین کو مغضوب قوم یہود سے مکمل قطع تعلق کی ہدایت کی گئی۔

آخری آیت میں، کافروں سے (بالخصوص اُن قوموں سے جن پر اللہ کا غضب ہوا) روابط نہ رکھنے کے بارے میں پہلی آیت کے احکام کا اعادہ کیا گیا۔ ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾

مرکزی مضمون

اسلامی ریاست (Islamic State) کے استحکام کے لیے، کافروں کو جنگی راز فراہم نہ کرنا، حضرت ابراہیمؑ کی طرح رشتے داروں کے مقابلے میں اسلام سے وفا کرنا، اسلامی ریاست سے وفادار رہنا، اپنی خارجہ اور داخلہ پالیسی میں قرآن و سنت پر عمل کرنا اور غضب یافتہ یہودیوں سے قطع تعلق کر لینا ضروری ہے۔

◈ ◈ ◈ ☼ ◈ ◈ ◈

FLOW CHART

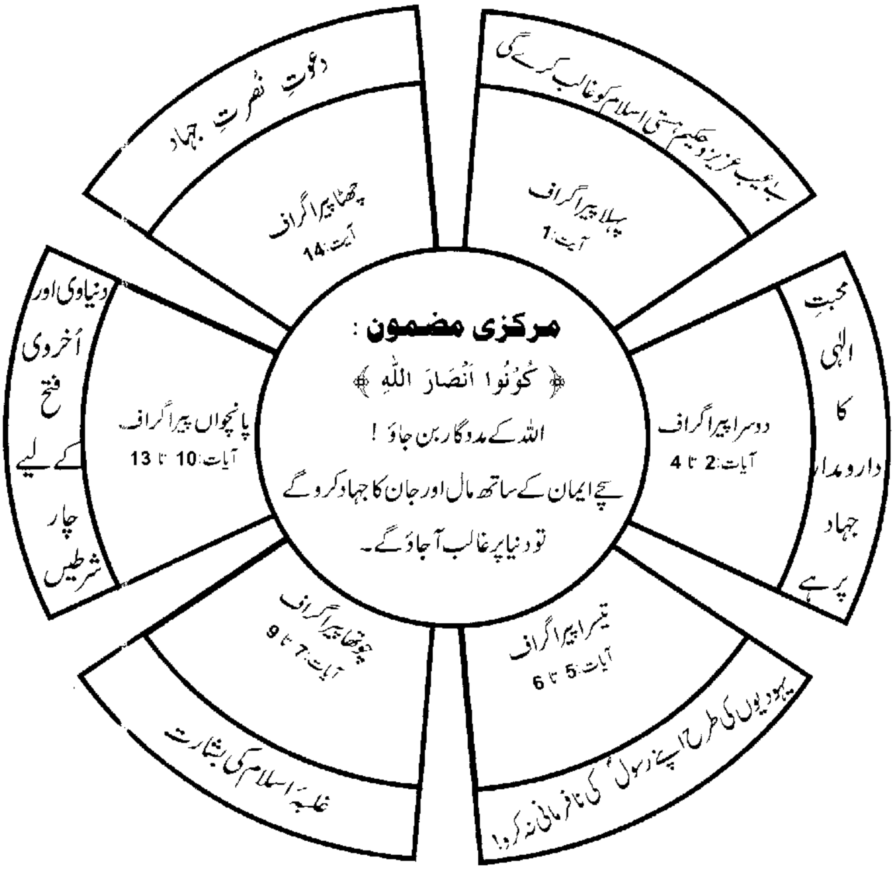
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ/ربط

MACRO-STRUCTURE

61- سُوْرَةُ الصَّف

آیات : 14 ...... مَدَنِیَّۃ" ...... پیراگراف : 6



- **زمانۂ نزول:**

سورۃ ﴿الصَّف﴾ جنگِ اُحد (شوال 3ھ) کی شکست کے بعد، غالباً 3ھ میں نازل ہوئی، جب خام مسلمانوں اور منافقین کو، جہاد میں ثابت قدمی، اِطاعتِ امیر، اتحاد و اتفاق اور منظم صف بندی کے ساتھ، سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند، میدانِ جہاد میں جولانی دکھانے کی تعلیمات اور تربیت کی اشد ضرورت تھی۔

سورۃ الصف کا کتابی ربط

پچھلی سورتوں المجادلہ، الحشر اور الممتحنہ میں منافقین کی سرگرمیوں کا تفصیلی ذکر تھا، یہاں اس سورۃ ﴿الصَّف﴾ میں، انہیں گفتار کا غازی بننے کے بجائے، کردار کا غازی اور اللہ کے سچے اور مخلص مددگار ﴿أَنْصَارُ اللّٰهِ﴾ بننے کی دعوت دی گئی ہے۔ غلبۂ اسلام اور اظہارِ دین کی بشارت دیتے ہوئے بیرونی دشمنوں کے استیصال کے لیے ﴿جہاد﴾ کا نسخہ تجویز کیا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿الصَّف﴾ میں ﴿اظہارِ دین﴾ یعنی غلبۂ دین کا دو مرتبہ تذکرہ:

دین کے غلبے اور تسلط کے لیے ﴿اِظہار﴾ کا لفظ دو (2) مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ (آیات: 9 اور 14)

2۔ سورۃ ﴿الصَّف﴾ میں لفظ ﴿اَلدِّیْن﴾ کے استعمال کی معنویت:

لفظ ﴿اَلدِّیْن﴾ میں الف ﴿لام برائے جنس﴾ ہے۔ عربی زبان میں ﴿دِیْن﴾ کا لفظ، حاکمیت، محکومیت، قانون، جزا و سزا وغیرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں ﴿اَلدِّیْن﴾ حاکمیت کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، چنانچہ حاکمیت کی جنس کی تمام چیزیں اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔ ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ ”تاکہ اللہ تعالیٰ اس دینِ اسلام کو، تمام جنسِ دین پر غالب کر دے، یعنی تمام ﴿غلبہ پسند قوتوں پر﴾ غالب کر دے۔“ (آیت: 9)

سورۃ الصَّف کا نظمِ جلی

سورۃ الصف، چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1۔ آیت 1: پہلے پیراگراف میں، بتایا گیا کہ اللہ کی بے عیب عزیز و حکیم ہستی اسلام کو غالب کر کے رہے گی۔

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾۔ ایمان، مضبوط تنظیم، اتحاد و اتفاق اور مال و جان سے جہاد کے احکامات اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت پر مبنی ہیں، جو ایک بے عیب ہستی ہے۔

2۔ آیات 2 تا 4 دوسرے پیراگراف میں، بتایا گیا کہ محبتِ الٰہی کا دار و مدار ﴿جہاد﴾ پر ہے۔

خام مسلمانوں اور منافقین پر گرفت کی گئی کہ وہ جہاد سے جی چرا رہے ہیں۔ یہ گفتار کے غازی ہیں، ان کے قول و عمل میں تضاد ہے۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾

اللہ کی محبت کے حقدار، وہ صرف اُسی صورت میں ہو سکتے ہیں جب ثابت قدمی، اطاعتِ امیر، اتحاد و اتفاق اور منظم صف بندی کے ساتھ، سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر، جہاد کریں گے۔

(a) ﴿صَفًّا﴾ کے لفظ سے جہاد میں منصوبہ بندی اور تنظیم کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

(b) ﴿بُنْيَانٌ﴾ کے لفظ سے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی شرط ثابت ہوتی ہے۔

(c) ﴿مَرْصُوْصٌ﴾ کے لفظ سے اتحاد و اتفاق کے پختہ ہونے کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

(d) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ﴾ کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں مخلصانہ جہاد کرنے والے۔ اللہ کی ﴿محبت﴾ کے مستحق ہو کر (اللہ کے ولی) بن جاتے ہیں۔

(e) ﴿فِيْ سَبِيْلِهٖ﴾ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ﴿جہاد﴾ صرف اور صرف اللہ کے لیے ہو، دنیا کے لیے نہ ہو، برادری کے لیے نہ ہو۔ کسی وطنی، صوبائی، لسانی، قومی اور نسبی عصبیت پر مبنی نہ ہو۔

3۔ آیات 5 تا 6: تیسرے پیراگراف میں، مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ یہودیوں کی طرح رسول ﷺ کی نافرمانی نہ کریں۔

خام مسلمانوں اور منافقین کو تنبیہ کی گئی کہ وہ یہودیوں کی طرح رسول ﷺ کو اذیت نہ پہنچائیں۔ جس طرح انہوں نے حضرت موسیٰؑ کو اذیت پہنچائی تھی اور حضرت عیسیٰؑ کی دعوت کو انہوں نے کھلا جادو یعنی ﴿سِحر مُبین﴾ کہہ کر مسترد کر دیا تھا، جب کہ حضرت عیسیٰؑ نے صاف صاف الفاظ میں نام لے کر آخری رسول کی بشارت دی تھی۔ ایک اہم اُصول یہ بتایا گیا کہ جب انسان ٹیڑھا ہو جاتا ہے تو پھر اُس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو ٹیڑھا کر دیتا ہے۔ ﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾

4۔ آیات 7 تا 9: چوتھے پیراگراف میں غلبۂ اسلام کی بشارت دی گئی۔

کافروں اور مشرکوں کو تنبیہ کی گئی کہ آخری رسول ﷺ کی یہ دعوتِ دین، اُن کی ناگواری کے باوجود غلبہ حاصل کر کے رہے گی۔

﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ مسلمانوں کو بشارت دی گئی کہ وہ تمام غلبہ پسند قوتوں پر حاوی ہو جائیں گے۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾

5۔ آیات 10 تا 13: پانچویں پیراگراف میں، خام مسلمانوں اور منافقین کو شروط پیش کش۔

خام مسلمانوں اور منافقین سے خطاب کر کے سمجھایا گیا کہ دنیاوی اور اُخروی فتح کے لیے چار (4) شرائط ہیں۔

وہ ان چار (4) باتوں پر عمل کر کے جنت بھی حاصل کر سکتے ہیں اور قریبی دنیاوی فتح سے بھی ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

(a) اللہ پر ایمان۔ (b) آخری رسول محمد ﷺ پر ایمان۔

(c) اپنے مال سے اللہ کی راہ میں ﴿جہاد﴾۔ (d) اپنی جان سے اللہ کی راہ میں ﴿جہاد﴾۔

6۔ آیت 14 : آخری آیت میں، خام مسلمانوں اور منافقین کو دعوتِ نصرتِ جہاد دی گئی۔

مسلمان بھی حضرت عیسیٰؑ کے مخلص حواریوں کی طرح ﴿أَنصَارُ الله﴾ یعنی اللہ کے مددگار بن جائیں تو تائیدِ الٰہی سے کافروں پر غالب آسکتے ہیں۔ ﴿كُونُوٓا أَنصَارَ اللهِ﴾

مرکزی مضمون

﴿كُونُوٓا أَنصَارَ اللهِ﴾ اللہ کے مددگار بن جاؤ! سچے ایمان، مضبوط تنظیم، کامل اتحاد اتفاق کے ساتھ، صرف اور صرف اللہ کے لیے، دورنگی اور منافقت کے بغیر، مال اور جان سے مخلصانہ ﴿جہاد﴾ کروگے تو دنیا پر غالب آجاؤ گے۔

ترتیبی نقشہ ربط

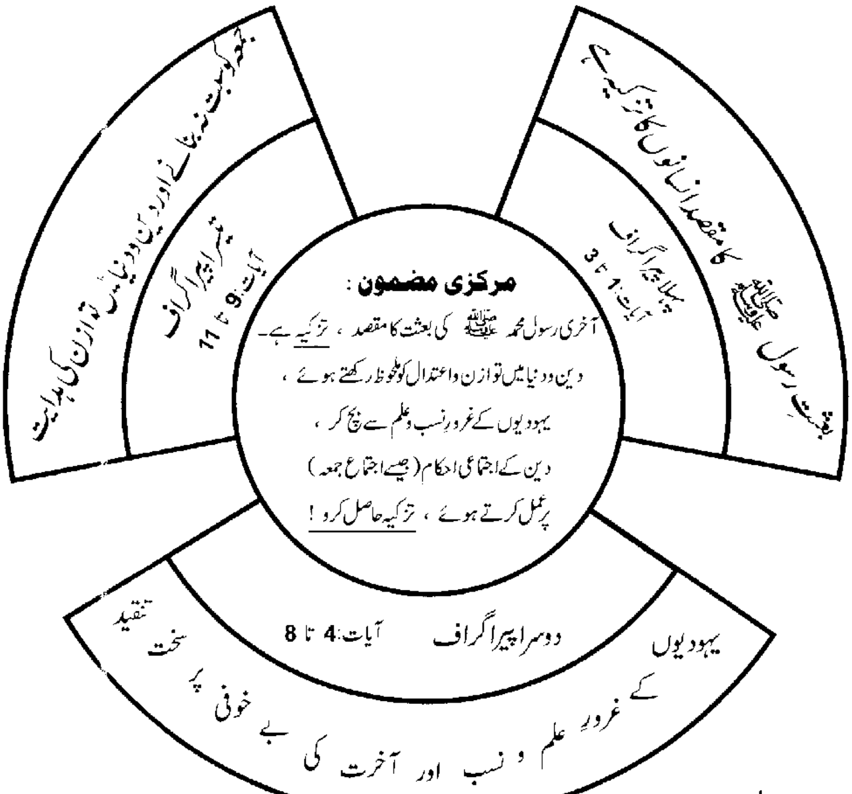
FLOW CHART

MACRO-STRUCTURE

نظمِ جلی

62- سُورَةُ الْجُمُعَة

آیات : 11 ...... مَدَنِیَّة" ...... پیراگراف : 3



• زمانۂ نزول:

سورۃ الجمعہ کا پہلا حصہ: آیات 1 تا 8 غزوۂ خیبر (محرم 7ھ) کے بعد، یعنی حضرت ابو ہریرہؓ کے قبول اسلام کے بعد نازل ہوئیں، جس میں یہود کے پندار نسب و علم پر چوٹ لگائی گئی ہے کہ نبوت و رسالت، بنی اسرائیل کی جاگیر نہیں۔ آخری رسول ﴿ اُمِّیّین ﴾ یعنی بنی اسمٰعیل میں پیدا کیا گیا ہے۔

جب کہ سورۃ الجمعہ کا دوسرا حصہ (آیات 9 تا 11) غالباً ہجرت کے فوراً بعد، چھ یا سات سال پہلے نازل ہو چکا تھا، جس میں نماز جمعہ کی اجتماعیت کا التزام کرنے کی ہدایت اور یہود کی روش سے بچنے کا اشارہ موجود ہے۔

سورۃ الجُمُعة کے فضائل

رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نمازوں میں سورۃ الجمعہ اور سورۃ المنافقون پڑھا کرتے تھے۔
(جامع ترمذی: کتاب الجمعۃ، باب القراءۃ فی صلاۃ الجمعۃ، حدیث: 519، صحیح)

سورۃ الجُمُعة کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿الصف﴾ میں بتایا گیا تھا کہ جہاد کی کامیابی کے لیے صف بندی، اتحاد و اتفاق اور منصوبہ بندی ضروری ہے یہاں سورۃ ﴿الجمعہ﴾ میں بتایا جارہا ہے کہ ہمیں کتاب و سنت سے چمٹنا اور اجتماعی نظم کو قائم رکھنا ضروری ہے، ورنہ یہ اُمت بھی یہودیوں کی طرح اُن گدھوں کی طرح ہو جائے گی، جن کی پیٹھوں پر کتابیں لدی ہوئی ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الجمعہ﴾ میں یہودیوں کے غرور و تکبر پر کاری ضرب:

﴿أُمِّيِّين﴾ یعنی ﴿بنی اسمٰعیل﴾ میں آخری رسول ﷺ پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے غرور و تکبر پر چوٹ لگائی، جنہیں اپنے علم و نسب پر بہت ناز تھا۔ (آیت:2)

2- سورۃ ﴿الجمعہ﴾ میں لفظ ﴿فَضْلُ الله﴾ کا دو مختلف معنیٰ میں استعمال:

﴿فَضْلُ الله﴾ کا لفظ (2) مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ آیت:4 میں بمعنیٰ رسالت اور آیت: 10 میں بمعنیٰ مال۔

3- سورۃ ﴿الجمعہ﴾ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے چار مقاصد بیان کیے گئے۔

چار مقاصد میں سے تین (3) کی حیثیت ذرائع کی سی ہے اور ایک کی حیثیت نصب العین کی ہے۔ تلاوتِ آیات، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت۔ تینوں کا مقصد انسانوں کا تزکیہ ہے۔ تزکیہ میں دو مفہوم پوشیدہ ہیں۔ ﴿تحسین ذات﴾ اور ﴿فروغِ ذات﴾ ذہن اور عقل کا تزکیہ یہ ہے کہ عقائد درست ہو جائیں۔ اعمال کا تزکیہ سے مراد ہے سنت اختیار کی جائے اور بدعت سے بچا جائے۔ نیتوں کا تزکیہ یعنی ہر کام اللہ کی خوشنودی کے لیے کیا جائے۔ افراد اور اداروں کا تزکیہ یہ ہے کہ معاشرہ تحسین اور فروغ دونوں میدانوں میں کامیابی حاصل کر سکے۔

4- سورۃ ﴿الجمعہ﴾ میں یہودیوں کے لیے دو مرتبہ ﴿ظَالِمِين﴾ کا لفظ استعمال کیا گیا۔

یہ یہودی ظالم اللہ کی آیات کی تکذیب کرتے ہیں اور بری کمائی میں مشغول ہیں۔ (آیت:5 اور 7)

5- سورۃ ﴿الجمعه﴾ میں ﴿ذِكْرُ الله﴾ کا لفظ بھی (آیات: 9 اور 10) میں دو مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔

نماز اور خطبۂ جمعہ بھی ﴿ذِكْرُ الله﴾ ہے اور نماز کے بعد کی تجارت کے دوران یادِ خدا بھی ﴿ذِكْرُ الله﴾ ہے۔

سورۃ الجمعہ کا نظمِ جلی

سورۃ الجمعہ تین (3) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1۔ آیات 1 تا 3 : بعثتِ رسول ﷺ کا مقصد، انسانوں کا تزکیہ ہے۔

اللہ کی بے عیب ہستی، بادشاہ بھی ہے، قدوس بھی ہے، عزیز بھی ہے اور حکیم بھی۔ آخری رسول محمد ﷺ کو اس نے اسی لیے مبعوث کیا ہے کہ تلاوتِ آیات، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کے ذریعے، انسانوں کا تزکیہ کیا جاسکے۔ بنی اسمٰعیل یعنی ﴿اُمِّيّن﴾ میں آخری رسول محمد ﷺ کی بعثت، اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔

2۔ آیات 4 تا 8 : یہودیوں کے غرورِ علم و نسب اور آخرت کی بے خوفی پر سخت تنقید کی گئی۔

بنی اسرائیل (یعنی یہود) محض حسد کی بنیاد پر ﴿اُمِّيّين﴾ یعنی بنی اسمٰعیل کے رسول حضرت محمد ﷺ کا انکار کر رہے ہیں۔ ان کی مثال اُن گدھوں کی طرح ہے۔ جن کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہیں۔ یہ ظالم ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ کہ یہی ﴿اولياءُ لِلّٰه﴾ ہیں، سراسر غلط ہے۔ ان کے دلوں میں خوفِ آخرت نہیں۔ یہ موت اور ملاقاتِ ربّ کا سامنا نہیں کرسکتے۔ روزِ قیامت انہیں ان کے کرتوت دکھائے جائیں گے۔

3۔ آیات 9 تا 11 : مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ہفتہ وار عباداتِ جمعہ کے احکام کا خاص خیال رکھیں اور جمعہ کے ساتھ وہ سلوک نہ کریں جو یہودیوں نے سبت کے ساتھ کیا تھا۔

دین و دنیا میں توازن کی ہدایت کی گئی کہ مسلمان تجارت چھوڑ کر نماز اور ﴿ذِكْرُ الله﴾ کی طرف دوڑیں اور نماز سے فراغت کے بعد ﴿فَضلُ الله﴾ تلاش کریں اور اس کے بعد دوبارہ ﴿ذِكْرُ الله﴾ میں مشغول ہو جائیں۔ اس طرح دین و دنیا میں توازن پیدا کریں۔ محض تجارت اور لھو و لعب میں دل نہ لگائیں، بلکہ اللہ کو رازق سمجھ کر، اُسی کی یاد کی طرف متوجہ رہیں۔

مرکزی مضمون

آخری رسول محمد ﷺ کی بعثت کا مقصد، تزکیہ ہے۔ دین و دنیا میں توازن و اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے، یہودیوں کے غرورِ نسب و علم سے بچ کر، دین کے اجتماعی احکام (جیسے اجتماع جمعہ) پر عمل کرتے ہوئے، تزکیہ حاصل کرو!

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

ترتیبی نقشہ / ربط

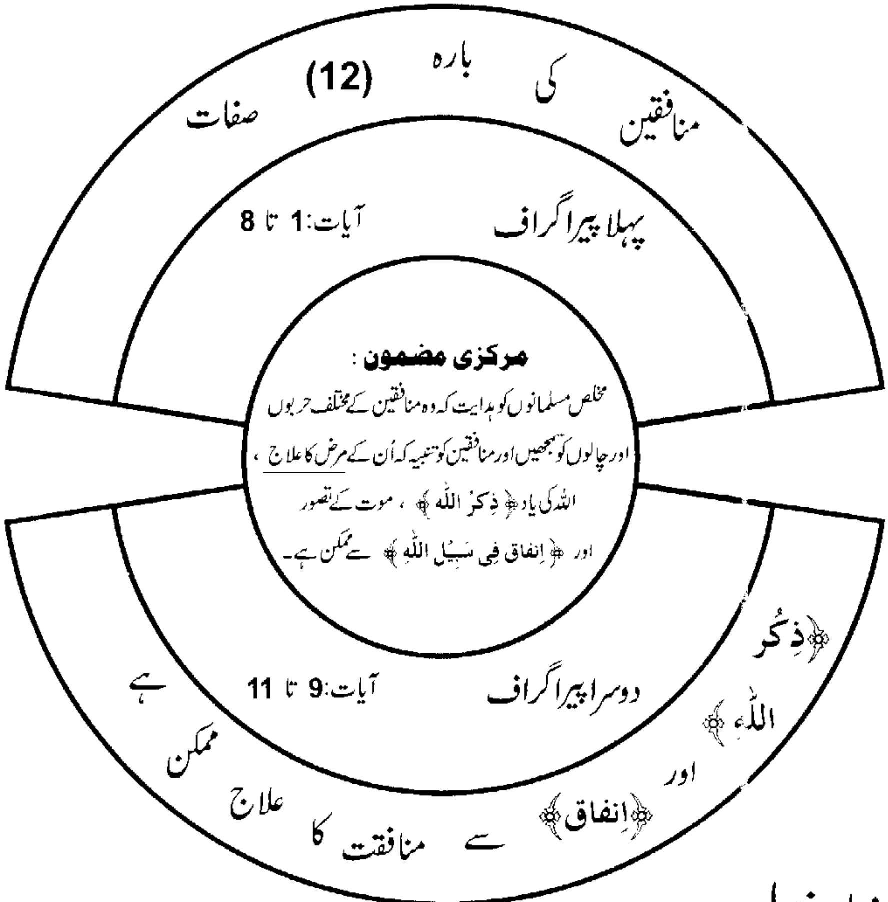
FLOW CHART

MACRO-STRUCTURE

نظمِ جلی

63- سُوْرَةُ الْمُنَافِقُوْنَ

آیات : 11 ...... مَـدَنِـيَّة" ...... پیرا گراف : 2



● **زمانہ نزول:**

سورت ﴿ الْمُنَافِقُون ﴾ غزوہ بنی المُصْطلق (شعبان 6ھ) سے واپسی پر نازل ہوئی ، جب رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبَیّ نے کہا تھا کہ وہ زیادہ عزت والا ﴿الْأَعَزُّ﴾ ہے، اور نعوذُ بِاللّٰه رسول اللہ ﷺ ﴿الْأَذَلَّ﴾ یعنی زیادہ ذلیل ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کو مدینے سے نکال باہر کرے گا۔

سورۃُ المُنافِقُون کے فضائل

جمعہ کی نماز میں، رسول اللہ ﷺ سُورۃُ الجُمُعَه اور سُورۃُ المُنافِقُون کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ یعنی آپ ﷺ چاہتے تھے کہ ہر خاص وعام تک اِن دو سورتوں کا مضمون پہنچ جائے اور وہ نہ صرف انہیں زبانی یاد کرلیں، بلکہ ان کے احکام پر عمل کرنے لگیں۔ (صحیح مسلم: کتاب الجمعۃ، باب ما ی۔ قرأ فی صلاۃ الجمعۃ، حدیث: 2,063)

سورۃُ المُنافِقُون کا کتابی ربط

پچھلی سُورۃُ الجُمُعَه میں بتایا گیا تھا کہ اسلامی ریاست کے استحکام اور اہلِ ایمان کے تزکیے کے لیے، کتاب و سنت سے چمٹنا اور (نمازِ جمعہ اور خطبۂ جمعہ کے) اجتماعی نظم کو قائم رکھنا ضروری ہے، ورنہ یہ امت بھی یہودی علماء کی طرح ہو جائے گی، جن کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہیں۔ یہاں سورۃ المنافقون میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی ریاست کے استحکام اور جہاد کی کامیابی کے لیے، منافقت سے بچنا، اللہ کو کثرت سے یاد کرنا اور دنیا سے بے رغبتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، دل کھول کر اللہ کی راہ میں ﴿اِنفاق﴾ یعنی خرچ کرنا ضروری ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿المُنافِقُون﴾ میں ﴿انفاق﴾ کے سلسلے میں منافقین کا پول کھولا گیا:

﴿لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا﴾ (آیت: 7)

”رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں پر خرچ مت کرو جب تک یہ منتشر نہ ہو جائیں۔“

منافقین کے سردار، اپنے زیرِ اثر افراد سے کہتے کہ غریب اور مہاجر مسلمانوں پر خرچ مت کرو، یہاں تک کہ مدینے میں مہاجرین اور انصار کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے اور نئی اسلامی جماعت انتشار سے دوچار ہو جائے۔

2- سورۃ ﴿المُنافِقُون﴾ میں ﴿انفاق﴾ کے سلسلے میں مسلمانوں کو ہدایات:

﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ ”اللہ کی راہ میں اُس مال میں سے خرچ کرو، جو ہم نے تمہیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تمہاری موت آئے۔“ (آیت: 10)

آیت: 7 کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ منافقین کی باتوں میں نہ آؤ۔ موت سے پہلے اللہ کی راہ میں تمہیں ضرور خرچ کرنا چاہیے۔

سورۃُ المُنافِقُون کا نظمِ جلی

سورۃُ المُنافِقُون دو(2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1۔ آیات 1 تا 8 پہلے پیراگراف میں، منافقین کی بارہ(12) صفات گنوائی گئی ہیں۔

(a) منافقین کا کلمۂ شہادت جھوٹا ہوتا ہے۔

(b) منافقین، سچے مسلمانوں کی سزا سے بچنے کے لیے، کلمۂ شہادت کو ڈھال ﴿جُنَّة﴾ بنالیتے ہیں۔

(c) منافقین کم عقل اور غیر فقیہ ہوتے ہیں۔ ﴿لَا يَفْقَهُوْنَ﴾

(d) منافقین چرب زبان ہوتے ہیں، لکڑی کے کندے ہوتے ہیں۔

﴿وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ﴾

(e) منافقین کے دل میں چور ہوتا ہے، ہر آہٹ کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ ﴿يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ﴾

(f) منافقین، سچے مسلمانوں کے دشمن ہوتے ہیں، اِن سے چوکنا رہنا ضروری ہے۔ ﴿هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ﴾

(g) منافقین، متکبر ہوتے ہیں، اس لیے اپنی غلطی کو تسلیم کر کے، طالبِ مغفرت نہیں ہوتے۔

﴿لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (آیت:5)

(h) منافقین فاسق ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا کے باوجود، اللہ ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔

(i) منافقین خود بخیل ہوتے ہیں۔

(j) اور دوسروں کو ﴿لَا تُنْفِقُوْا﴾ کہہ کر، غریب مسلمانوں پر اِنفاق سے روکتے ہیں، تاکہ اسلامی وحدت انتشار کا شکار ہو جائے۔

(k) منافقین اپنے آپ کو باعزت اور سچے مسلمانوں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔

(l) منافقین مال و اولاد کی محبت میں گرفتار اور ﴿ذِكْرُ اللّٰهِ﴾ سے غافل ہوتے ہیں۔

2۔ آیات 9 تا 11 : دوسرے پیراگراف میں، منافقت کے مرض کا علاج تجویز کیا گیا ہے۔

﴿ذِكْرُ اللّٰهِ﴾ اور ﴿اِنْفَاق﴾ سے، منافقت کا علاج ممکن ہے۔ اللہ کی یاد ﴿ذِكْرُ اللّٰهِ﴾، موت کے تصوّر اور ﴿اِنْفَاق﴾ سے منافقت کا علاج ممکن ہے۔ مال اور اولاد کی محبت، مسلمانوں کو اللہ کی یاد ﴿ذِكْرُ اللّٰهِ﴾ سے غافل کر سکتی ہے، ایسی صورت میں خسارہ ہی خسارہ ہو گا۔ موت کا وقت ٹالا نہیں جاتا، صالحین میں شامل ہونے کے لیے، موت سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے ﴿اَنْفِقُوْا﴾ کا حکم دیا گیا، ورنہ روزِ قیامت پچھتاوا ہو گا۔

مرکزی مضمون

مخلص مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ منافقین کے مختلف حربوں اور چالوں کو سمجھیں اور منافقین کو تنبیہ کی گئی کہ اُن کے مرض کا علاج، تین باتوں سے ممکن ہے۔

(1) اللہ کی یاد ﴿ذِكْرُ اللهِ﴾، (2) موت کے تصوّر یعنی فکرِ آخرت اور (3) ﴿إنفاق فِي سَبِيلِ اللهِ﴾

◈◈◈ ✿ ◈◈◈

FLOW CHART

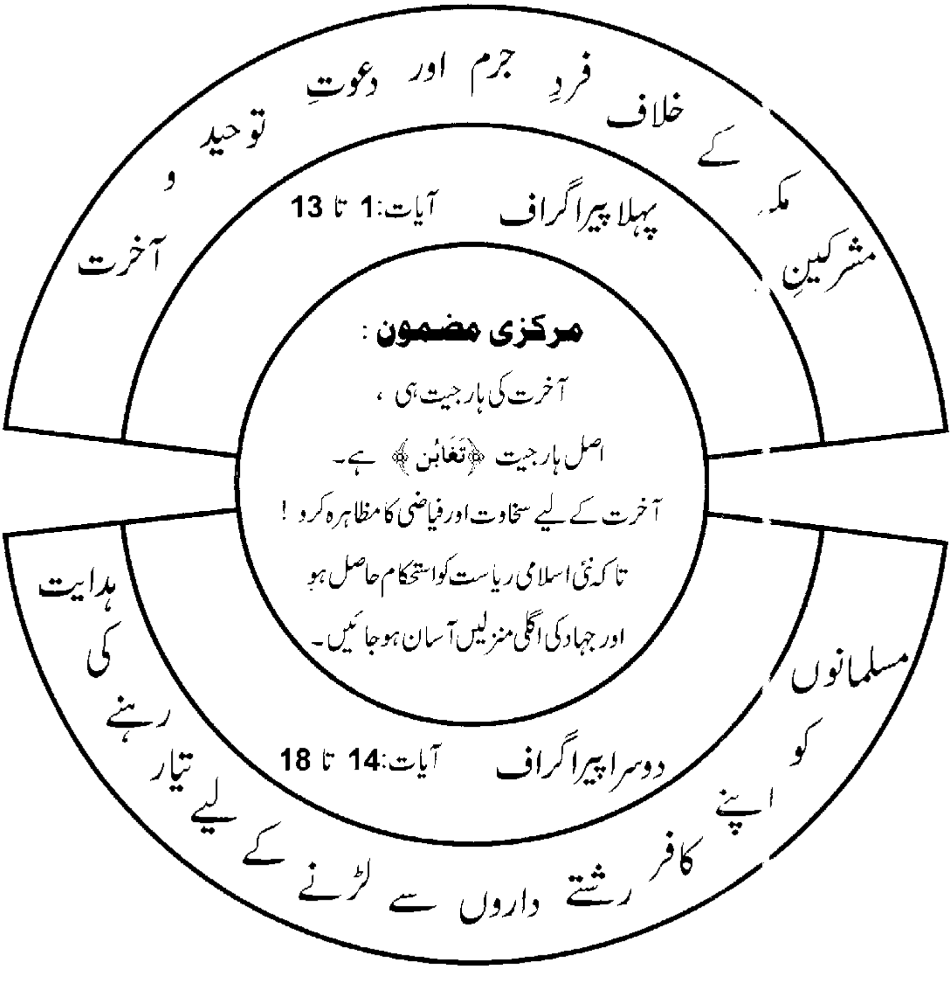
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

64- سُورَةُ التَّغَابُن

آیات : 18 ...... مَدَنِيَّة" ...... پیراگراف : 2



زمانۂ نزول

سورۃ ﴿التغابن﴾ غالباً پہلی مکمل سورت ہے، جو 1ھ میں، مدینۂ منورہ کی ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ اس سے پہلے، ہجرت کے فوراً بعد سورۃ ﴿الحج﴾ کی چند آیات (25 تا 78) نازل ہوئیں تھیں۔

اس سورت کے ذریعے مہاجرین وانصار کو ﴿اِنفاق﴾ اور ﴿جہاد﴾ کے لئے تیار کیا گیا۔

مدنی سورت ہونے کے باوجود، سورۃ ﴿التَّغَابُن﴾ کا مزاج مکی سورتوں سے مشابہ ہے، لیکن اس میں ﴿ اِنفاق﴾ (آیت: 16) اور ﴿قرضِ حسن﴾ (آیت 17) کی اپیل بھی ہے، اور مہاجرین کے لیے نصیحت بھی ہے کہ جن رشتے داروں اور مکانات و جائیدادو غیرہ کو یہ مکے میں چھوڑ آئے ہیں، وہ ان کے ایمان کے لیے آزمائش ﴿فِتْنَة﴾ ہیں۔ (آیت: 15)

سورۃ ﴿التغابن﴾ میں ﴿قِتال﴾ کا ذکر نہیں ہے، لیکن نئی اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے، ﴿مالی جہاد﴾ یعنی ﴿اِنفاق﴾ کا ذکر ہے اور قریشِ مکہ کے خلاف جنگ کے لیے تمہید اور اُن کے خلاف فردِ جرم (Charge sheet) بھی ہے۔

نو مسلموں کو ذہنی طور پر جنگ کے لیے تیار کیا گیا ہے اور قریشِ مکہ سے جنگ کا جواز (Legitimacy of war) فراہم کیا گیا ہے کہ

1- قریشِ مکہ، رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو ﴿بشر﴾ یعنی انسان کہہ کر مسترد کر چکے تھے۔

﴿أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا؟﴾ "کیا ایک انسان ہمیں ہدایت دے گا؟" (آیت:6)

مشرکینِ مکہ اپنے بتوں کی محبت میں، رسول اللہ ﷺ اور اُن کے ساتھیوں کو جلاوطن کر چکے ہیں۔

2- یہ منکرینِ آخرت بھی تھے، جو کہتے تھے کہ ہم دوبارہ نہیں اُٹھائے جائیں گے۔ ﴿لَّن يُبْعَثُوا﴾ (آیت: 7)

سورۃ التغابن کے فضائل

یہ سورۃ بھی ﴿مُسَبِّحَات﴾ میں شامل ہے۔ یعنی سَبَّحَ یُسَبِّحُ یا سُبحان سے شروع ہونے والی سورتیں ہیں۔

ان میں سُورۃُ الحدید، سُورۃُ الحشر، سُورۃُ الصف، سُورۃُ الجمعہ، سُورۃُ التغابن، سُورۃُ بنی اسرائیل اور سُورۃُ الاعلیٰ شامل ہیں۔

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ أَنْ يَّرْقُدَ، وَيَقُوْلُ: إِنَّ فِيهِنَّ آيَةً خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ آيَةٍ﴾

رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے ﴿مُسَبِّحَات﴾ کی تلاوت فرمایا کرتے اور کہتے "ان میں سے ایک آیت ہزار آیات سے بہتر ہے۔" (جامع ترمذی: ابواب فضائلِ قرآن، حدیث: 2,921، حسن)

سورۃ التغابن کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿المنافقون﴾ میں اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے منافقین کی سازشوں سے بچنے کا مشورہ تھا اور ﴿انفاق﴾ کی ترغیب تھی۔ یہاں سورۃ ﴿التغابن﴾ میں بتایا گیا ہے کہ ﴿جہاد﴾ کی کامیابی کے لیے، فوجی اور عسکری کارروائیوں سے پہلے، ریاست کا معاشی اور اقتصادی طور پر مستحکم ہونا ضروری ہے اور یہ صرف مسلمانوں کے فیاضانہ ﴿انفاق﴾ ہی سے ممکن ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿التغابن﴾ میں اقامتِ دین کے کارکنوں کو صحیح عقیدۂ توحید اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی:

اس چھوٹی سی سورت میں، اللہ کی متعدد صفات بیان کی گئی ہیں، تاکہ نوزائیدہ اسلامی مملکت کے مومن شہری، کامل عقیدۂ صفات کے ساتھ، اِنفاق و جہاد کے اگلے مرحلوں کے لیے تیار ہو جائیں۔

بے عیب ہستی (آیت:1)، المَلِك بادشاہ (آیت:1)، قابلِ تعریف (آیت:1)، قدیر (آیت:1)، خَالِق (آیت:2) بَصِیر (آیت:2)، مصوّر (آیت:3)، عَلِیم (آیت:4، 18)، غَنِیّ و حَمِید (آیت:6)، ھادِیٔ قلب (آیت:11) الٰه، وَکِیل (آیت:13)، غَفُور (آیت:17)، شَکُور (آیت:17)، حَلِیم (آیت:17)، عَالِم، (آیت:18) عَزِیز، (آیت:18)، حَکِیم (آیت:18)۔

2- سورۃ ﴿التغابن﴾ میں دعوتِ ایمان اور استحکامِ تنظیم کے لیے دعوتِ سمع و طاعت دی گئی:

﴿فَاٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِه﴾ کے الفاظ سے 'دعوتِ ایمان' دی گئی اور ﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾ اور ﴿وَاسْمَعُوا وَاَطِیْعُوا﴾ کے الفاظ سے دعوتِ اطاعت دی گئی ہے۔ یہ استحکامِ تنظیم و جماعت کے لیے ایک لازمی امر ہے۔

3- سورۃ ﴿التغابن﴾ میں روزِ قیامت کو ہار جیت کا دن کہا گیا:

قیامت کے دن کو ﴿یَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ ہار جیت کا دن کہا گیا ہے۔ (آیت:9)

4- سورۃ ﴿التغابن﴾ میں کفر و ایمان کی آزادی کے اختیار (Freedom of Faith) کا ذکر:

تخلیق کے تذکرے کے بعد، اللہ کی طرف سے دی گئی (Freedom of Faith) کفر و ایمان کی آزادی کے اختیار کا ذکر کیا گیا ہے۔ ﴿فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ﴾ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ ﴿کافِر﴾ اور ﴿مُؤمِن﴾ دونوں اسم فاعل ہیں۔ یعنی "تم میں سے کوئی کفر کر رہا ہے اور کوئی ایمان لا رہا ہے۔" (آیت:3)

5- سورۃ ﴿التغابن﴾ میں مشرکین مکہ کے خلاف فردِ جرم اور جہاد کا جواز (Legitimacy of War):

(a) مشرکین مکہ، رسالت اور بشریت کا ایک ذات میں جمع ہونا، خلافِ عقل سمجھتے ہیں۔ یہ منکرِ رسالت محمدی ﷺ تھے۔ (آیت: 6)

(b) مشرکین مکہ منکرِ قیامت اور منکرِ جزا و سزا بھی تھے۔ (آیت:7)

6- سورۃ ﴿التغابن﴾ میں مسلمانوں کو خبردار کیا گیا کہ اُن کے اپنی ازواج و اولاد اُن کے دشمن ہو سکتے ہیں:

اس سورۃ میں ﴿إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ﴾ (آیت:14) کے الفاظ سے یہ حقیقت بیان کی گئی کہ (مکے میں مقیم) تمہاری بیویاں اور اولاد، تمہاری دشمن ہو سکتی ہے۔

7- سورۃ ﴿التغابن﴾ میں مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا کہ اَموال و اَولاد آزمائش ہیں:

اس سورت میں ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ (آیت: 15) کے الفاظ سے اموال اور اولاد کو آزمائش ﴿فتنة﴾ قرار دیا گیا۔

سورۃ التغابن کا نظمِ جلی

سورۃ التغابن دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 13: پہلے پیراگراف میں، مشرکین مکہ کے خلاف فردِ جرم اور دعوتِ توحید و آخرت ہے۔

اللہ کی بے عیب، خالق، بادشاہ اور بصیر و قدیر ہستی ہی، حمد کی سزاوار ہے۔ انسان کو آزادیٔ اختیار (Freedom of Faith) عطا کی گئی ہے۔ ﴿فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ﴾ زمین و آسمان کی تخلیق بامقصد ہے، انسان کو بہترین ﴿تصویر﴾ عطا کی گئی ہے۔ (آیت:3)

﴿خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾

اور تخلیق کا مقصد، آخرت کی بازپرس اور انسان کی آزمائش ہے۔ اُسی کی طرف لوٹنا ہے۔

سینوں کے رازوں سے واقف مکمل علم رکھنے والی ہستی ﴿اللہ﴾ ہی ہے، وہ روزِ قیامت احتساب کرے گا۔ (آیت: 4)

مشرکین مکہ کی طرح، پچھلی کافر قومیں بھی، رسولوں کو بشر تسلیم کرتی تھیں، لیکن رسول و ہادی نہیں، چنانچہ وہ ہلاک کی گئیں۔ (آیت:6)

مشرکین مکہ کا دوسرا جرم یہ تھا کہ یہ منکرینِ آخرت ہیں حالانکہ آخرت کا برپا کرنا، مندرجہ بالا صفات رکھنے والے اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔ ﴿وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ (آیت:7)

مشرکین و کافرین مکہ کو اللہ، آخری رسول محمد ﷺ اور وحی کے ﴿نُور﴾ یعنی قرآن و سنت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی۔

﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا﴾ (آیت:8)

قیامت کا دن، ﴿یوم التغابن﴾ یعنی ہار جیت کا دن ہے، ایمان اور عمل کی صورت میں جنت اور فوزِ عظیم نصیب ہو سکتی ہے۔ (آیت:9)

کفر و تکذیب کی صورت میں، دوزخ میں جانا پڑے گا۔ (آیت:10)

دنیاوی مصیبتوں سے ڈر کر، ایمان نہ لانا حماقت ہے۔ ایمان کی صورت میں، اللہ دلوں کو ہدایت نصیب کرتا ہے۔

﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ﴾ (آیت:11)

مہاجرین اور نو مسلموں کو دوبارہ دعوتِ ایمان دی گئی اور توحید و توکل کا مشورہ دیا گیا۔ (آیت:13)

2۔ آیات 14 تا 18: دوسرے پیراگراف میں، مہاجر مسلمانوں کو ہدایت دی گئی کہ وہ اپنے کافر رشتے داروں سے لڑنے کے لیے تیار رہیں۔

مسلمان، مکے کے مشرک، کافر رشتے داروں کو، آزمائش اور دشمن سمجھ کر، چوکنے رہیں۔ (آیت:14)

مسلمانوں کے اموال اور ان کی اولاد بھی دشمن ہو سکتی ہے۔ اُن سے عفو و درگذر اور بخشش کا رویہ اختیار کرتے ہوئے، اللہ کے اجرِ عظیم پر نظر رکھنا چاہیے۔ (آیات:15،16)

نوزائیدہ اسلامی ریاست کے مؤمن شہریوں کو چار (4) ہدایات دی گئیں۔ اپنی استطاعت کے مطابق، (1) سمع (2) اطاعت (3) تقویٰ اور (4) دل کی تنگی سے بچ کر، انفاق اور قرضِ حسن کا اہتمام کریں، تاکہ اسلامی ریاست، مالی استحکام کے ساتھ، جہاد کی اگلی منزلوں کو طے کرتے ہوئے اپنے مقاصد حاصل کر سکے۔ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا﴾ (آیت:16)

نظامِ سمع و طاعت، یعنی منظم جماعت اور اطاعتِ امیر، اللہ کا تقویٰ اور فیاضی کے جذبات کے بغیر، اُمتِ مسلمہ کبھی کامرانی اور کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتی۔ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (آیت:16)

آخر میں واضح کیا گیا کہ اہلِ ایمان کے ان جذبوں کا اللہ تعالیٰ قدردان ہو گا وہ ﴿شکورٌ حلیمٌ﴾ ہے۔ عالم غیب و شہادت ہے اور عزیز حکیم ہے۔ اس میں یہ بشارت پوشیدہ ہے کہ پہلی ہجری میں صحابۂ کرامؓ کے اس انفاق کی وجہ سے اسلام کی فتوحات کے دروازے کھلیں گے۔

مرکزی مضمون

آخرت کی ہار جیت ہی، اصل ہار جیت ﴿تغابن﴾ ہے۔ آخرت کی کامیابی کے لیے، مال، ازواج اور اولاد کی محبتوں اور آزمائشوں کے باوجود سخاوت اور فیاضی کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ اسلامی ریاست کو استحکام حاصل ہو اور جہاد کی اگلی منزلیں آسان ہو جائیں۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

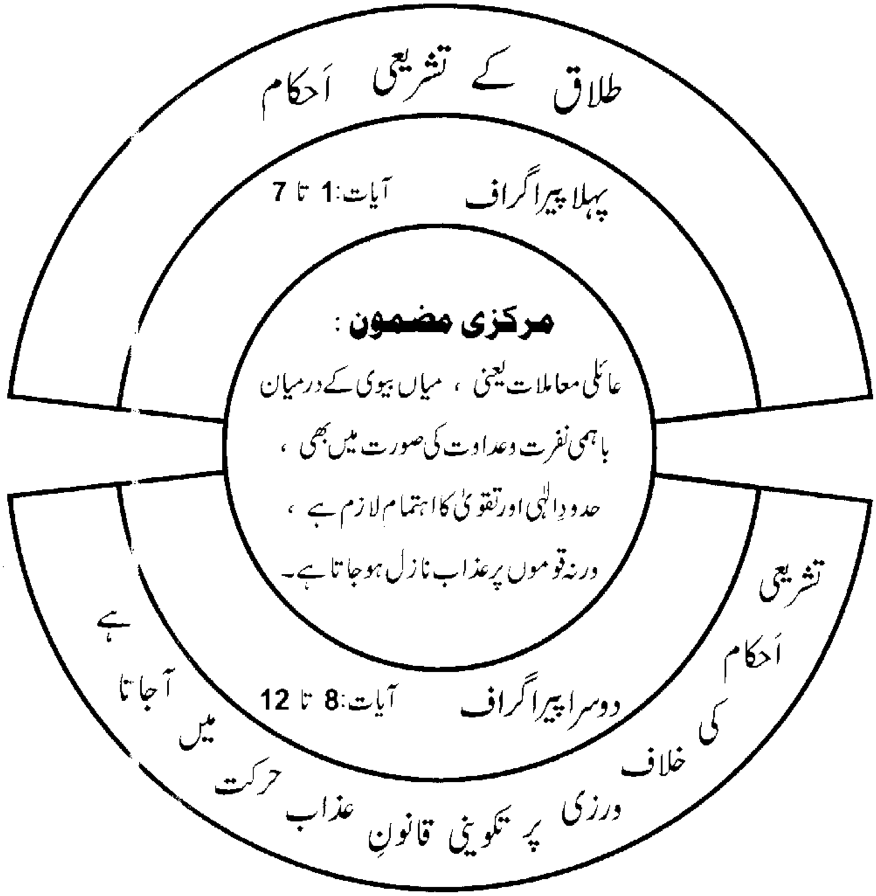
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

65- سُورَةُ الطَّلَاق

آیات : 12 ...... مَدَنِيَّة" ...... پیراگراف : 2



● **زمانۂ نزول:**

سُورۃُ ﴿البقرة﴾ میں(جو بیشتر 2 ہجری میں نازل ہوئی) طلاق کے اَحکام دیے گئے تھے۔ اِن ہی احکام طلاق کی تکمیل وتفصیل کے لیے، غالبًا 2 ھ کے اواخر میں، سُورۃُ ﴿الطلاق﴾ نازل ہوئی۔

سورۃُ الطّلاق کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿التغابن﴾ میں، آخرت کی ہار جیت کے امتحان میں کامیابی کے لیے، ایمان لانے اور اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے، دل کھول کر ﴿انفاق﴾ کرنے کی ہدایت دی گئی تھی۔ یہاں سورۃ ﴿الطّلاق﴾ میں بتایا جارہا ہے کہ اسلامی معاشرے کے استحکام کے لیے، عائلی محاذ پر بھی کتاب وسنت کی مخلصانہ پیروی لازمی وضروری ہے۔

2- سورۃ ﴿الطّلاق﴾ میں بتایا گیا ہے کہ بیوی سے نفرت کی صورت میں بھی حدودِ الٰہی کی پاسداری ضروری ہے، جبکہ اگلی سورۃ ﴿التحریم﴾ میں بتایا گیا ہے کہ بیویوں سے شدید محبت کی صورت میں بھی حدودِ الٰہی کی پاسداری لازمی ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الطّلاق﴾ میں اللہ کے تشریعی اَحکام کے لیے مختلف الفاظ کا استعمال:

اس سورت میں ﴿حُدُوْدُاللهِ﴾ (آیت:1)، ﴿اَمْرُ اللهِ﴾ (آیت:5)، ﴿اَمْرِ رَبِّهَا﴾ (آیت:8) ﴿آیاتُ اللهِ﴾ (آیت:11) کے الفاظ سے یہ حقیقت ذہن نشین کرائی گئی کہ اللہ ہی آمر، حاکم اور شارع (Law Giver) ہے۔ اس کے اوامر اور تشریعی اَحکامات کی پابندی بھی لازمی ہے۔

2- سورۃ ﴿الطّلاق﴾ میں اللہ تعالیٰ کے تکوینی اَحکام کا بیان:

﴿يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ﴾ (آیت: 12) کے الفاظ سے یہ سمجھایا گیا کہ اللہ تکوینی حاکم بھی ہے۔ آسمان اور زمین کے درمیان بھی، اُسی کے اوامر واَحکامات جاری وساری ہیں۔

3- سورۃ ﴿الطّلاق﴾ میں ﴿تقویٰ﴾ کا ذکر پانچ (5) آیات میں ہوا ہے: (آیات 1، 2، 4، 5 اور 10)

خاندانی نظام کی استواری کا انحصار، میاں بیوی کے ﴿التزامِ تقویٰ﴾ اور ﴿حُدُودُ اللهِ﴾ کی پاسداری پر ہے۔

4- سورۃ ﴿الطّلاق﴾ میں اللہ کا ﴿تقویٰ﴾ اختیار کرنے کے چھ (6) فوائد بیان کیے گئے ہیں۔

(a) ﴿مَخْرَج﴾ فراہم ہوتا ہے، مشکلات سے نکل سکتے ہیں۔ ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ (آیت:3)

(b) وہاں سے رزق ملتا ہے، جہاں سے گمان نہیں ہوتا۔ ﴿وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (آیت:4)

(c) آسانیاں فراہم ہوتی ہیں۔ ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾ (آیت:4)

(d) گناہ مٹ جاتے ہیں۔﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ﴾ (آیت:5)

(e) اجرِ عظیم ملتا ہے۔﴿وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا﴾ (آیت:6)

(f) تقویٰ، ذہانت اور عقل مندی کی دلیل ہے۔﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (آیت:10)

سورۃ الطلاق کا نظمِ جلی

سورۃ الطلاق کا نظمِ کلام دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں طلاق کے تشریعی احکام ہیں۔ دوسرے حصے میں اِن اَحکام کی خلاف ورزی پر تکوینی قانونِ عذاب کے حرکت میں آجانے کی دھمکی ہے۔

1۔ آیات 1 تا 7 : پہلے پیراگراف میں طلاق کے تشریعی اَحکام بیان کیے گئے ہیں۔

(a) بیویوں کو ایک ہی وقت طلاق دے کر فارغ کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔

(b) عدت کے لیے یعنی مقررہ وقت کے لیے طلاق دینے اور عدّت کی مدت کا شمار کرنے کی ہدایت کی گئی۔

(c) شوہر کو طلاق دے کر بیوی کو گھر سے نکالنے سے روکا گیا اور بیوی کو طلاق لے کر شوہر کے گھر سے نکل جانے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ طلاق کی صورت میں بھی ﴿حُدُوداللّٰه﴾ اور ﴿تقویٰ﴾ کی پاسداری کا حکم دیا گیا۔

(d) عدّتِ طلاق کے اختتام پر، معروف طریقے سے بیوی سے رجوع کرنے یا گواہوں کی موجودگی میں جدا ہو جانے اور ﴿تقویٰ﴾ کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت کی گئی۔

(e) غصے، نفرت اور ایک دوسرے سے ناگواری کے ماحول میں ﴿تقویٰ﴾ اور ﴿توکّل﴾ کا اہتمام کرنے کی ترغیب دے کر ان دونوں کے فائدوں کی تفصیل بیان کی گئی۔

(f) سورۃ البقرہ میں بتایا گیا تھا کہ حائضہ عورت کی عدّتِ طلاق تین ﴿قروء﴾ ہے۔ یہاں مزید وضاحت کی گئی کہ وہ عورت، جس کا حیض بند ہو چکا ہے اور وہ لڑکی جس کا حیض ابھی شروع نہیں ہوا، دونوں کی عدتِ طلاق تین (3) ماہ ہے۔ حاملہ عورت کی عدتِ طلاق، وضع حمل یعنی زچگی (Delivery) ہے۔

(g) اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے سے معاملات آسان ہو جاتے ہیں۔ گناہ مٹ جاتے ہیں اور اَجرِ عظیم ملتا ہے۔
دورانِ عدتِ طلاق بیویوں کو حیثیت کے مطابق سُکنیٰ فراہم کیا جانا چاہیے۔

(h) حاملہ عورت کو دورانِ عدتِ طلاق، زچگی تک نان نفقہ فراہم کیا جانا چاہیے۔

(i) زچگی کے بعد باہمی مشورے سے، مطلقہ بیوی بچہ کو دودھ پلا سکتی ہے، لیکن دودھ کا خرچ، باپ کے ذمے ہو گا۔ سابقہ میاں بیوی میں بچہ کو دودھ پلانے کے بارے میں اتفاقِ رائے نہ ہو تو دوسری عورت سے بھی دودھ پلوایا جا سکتا ہے۔

﴿وَاِنۡ تَعَاسَرۡتُمۡ فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ اُخۡرٰى﴾

(j) باپ بچے پر، اور شوہر بیوی پر (تکمیل عدت تک)، اپنی مالی حیثیت کے مطابق خرچ کرے گا۔ ﴿لِيُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖ﴾

2۔ آیات 8 تا 12 : دوسرے پیراگراف میں، بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تشریعی احکام کی خلاف ورزی پر، اللہ تعالیٰ کا تکوینی قانونِ عذاب حرکت میں آجاتا ہے۔

(a) اللہ اور اُس کے رسولوں کے احکامات ﴿حُدُوۡدُ اللّٰهِ﴾ (بالخصوص عائلی قوانین) کی خلاف ورزی کرنے والی قوموں کو عذاب دیا جاتا ہے۔ اہلِ ایمان عقل مندوں ﴿اُولِى الۡاَلۡبَابِ﴾ کو تقویٰ کی نصیحت کی گئی۔

(b) رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد، وضاحتِ احکام، اندھیروں سے اخراج اور دخولِ جنت ہے۔

(c) تکوینی حکومت کے علاوہ، تشریعی حکومت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، چونکہ وہ ہر شئے ﴿كُلِّ شَىۡءٍ﴾ کا علم رکھتا ہے، اس لیے وہ ہر شئے ﴿كُلِّ شَىۡءٍ﴾ پر قدرت بھی رکھتا ہے۔ ﴿لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدۡ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عِلۡمًا﴾

(Knowledge is Power) علم قوت کا نام ہے۔ جتنا زیادہ علم ہوگا، اُتنی زیادہ طاقت اور قدرت حاصل ہوگی۔ اللہ کے پاس مکمل علم بھی ہے اور مکمل طاقت بھی۔

مرکزی مضمون

عائلی معاملات یعنی، میاں بیوی کے درمیان باہمی نفرت وعداوت کی صورت میں بھی، حدودِ الٰہی اور تقویٰ کا اہتمام لازم ہے، ورنہ قوموں پر عذاب نازل ہو جاتا ہے۔

FLOW CHART

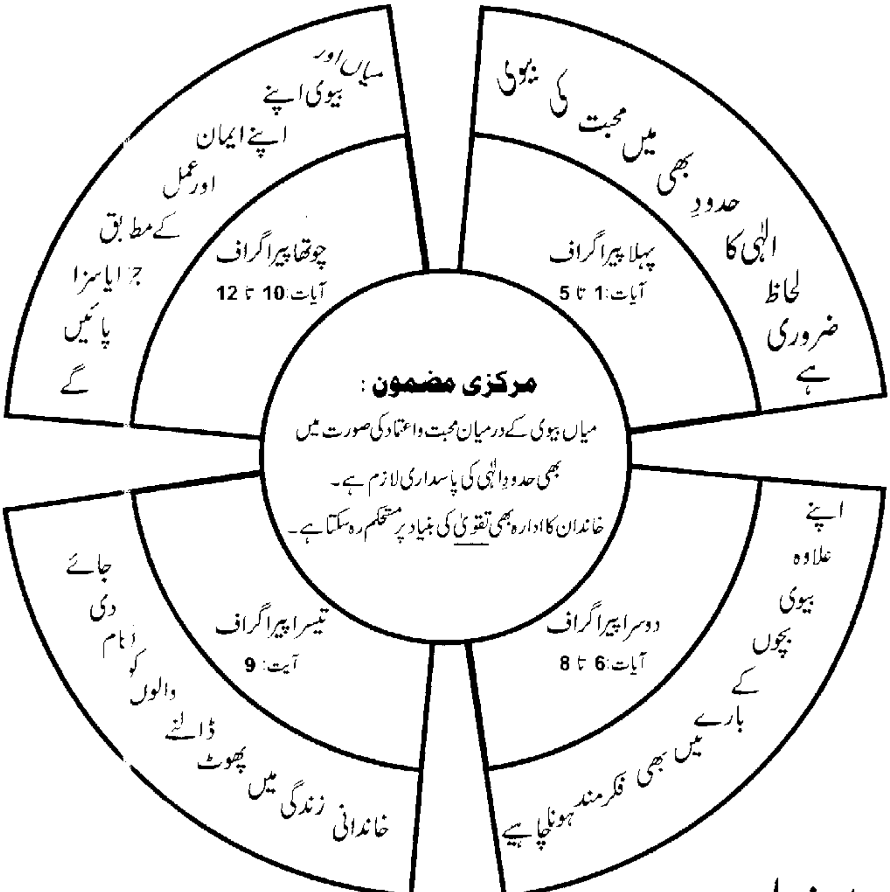
ترتیبی نقشہ/ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

66- سُورَةُ التَّحْرِيْمِ

آیات : 12 ...... مَـدَنِـيَّة'' ...... پیراگراف : 4



- **زمانۂ نزول:**

سورۃُ ﴿التَّحرِيم﴾ 8یا9 ہجری میں نازل ہوئی۔ حضرت ماریہ قطبیہؓ 7 ہجری میں حرم نبوی ﷺ میں داخل ہوئیں اور حضرت صفیہؓ سے نکاح بھی 7 ہجری (فتحِ خیبر) کے بعد میں ہوا۔ آیت 9 میں منافقین سے جہاد کا حکم ہے، جو 9ھ میں دیا گیا۔ یہی حکم سُورة التوبة آیت 73 میں بھی موجود ہے۔

سورۃ التحریم کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ الطلاق میں بیوی سے ناچاقی کی صورت میں ﴿حدود اللہ﴾ کی پاسداری کا حکم تھا۔ یہاں اس سورت میں بیوی، سے شدید محبت کی صورت میں بھی ﴿حُدودُ اللہ﴾ کی پاسداری کا حکم ہے، جس کا اشارہ ﴿تَبتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ﴾ کے الفاظ سے ہوتا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿التَّحرِیم﴾ میں مسلمانوں کو اپنے بیوی بچوں کی تربیت کے بارے میں فکر مند ہونے کا حکم:

﴿قُوْا اَنفُسَکُم وَ اَھلِیکُم نَارًا﴾ کے الفاظ سے فکرِ آخرت اور عذابِ دوزخ کے تصور سے مسلمانوں کو اپنی ذات اور اپنے زیرِ کفالت افراد کے بارے میں متفکر ہونے کی ہدایت دی گئی ہے۔

2۔ سورۃ ﴿التَّحرِیم﴾ میں مسلمانوں کو خالص توبہ کرنے کی ہدایت:

﴿تَوبَۃَ النَّصُوحِ﴾ سے مراد، ریاکاری سے پاک خالص توبہ ہے۔ پچھلے گناہوں پر احساسِ ندامت ہو، اللہ سے مغفرت کی درخواست ہو، آئندہ اعادہ نہ کرنے کا عزم ہو اور جس کا حق مارا ہے، اُس کا حق واپس کر کے نقصان کی تلافی کی جائے۔

سورۃ التحریم کا نظمِ جلی

سورۃ التحریم چار (4) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1۔ آیات 1 تا 5: پہلے پیراگراف میں، بیوی سے شدید محبت کی صورت میں بھی ﴿حدود اللہ﴾ کا لحاظ رکھنے کی ہدایت:

بیویوں کی محبت میں، اللہ نے حلال کردہ چیز کو نہ کھانے کی قسم کھانے اور حلال کو حرام کرنے کی ممانعت کی گئی۔ خود رسول اللہ ﷺ کی حلال چیز کے حرام کر لینے پر گرفت۔ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ (آیت:1)

(المائدہ، آیت 89 کے مطابق) قسموں کا کفّارہ ادا کیا جانا چاہیے۔ (آیت:2)

ازواجِ مُطَهّرات کے بعض معاملات کی اصلاح کے سلسلے میں ہدایات دی گئیں۔ (آیات:3 تا 5)

2۔ آیات 6 تا 8: دوسرے پیراگراف میں، مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ انہیں اپنے علاوہ، بیوی بچوں کے بارے میں بھی، فکر مند ہونا چاہیے،

خوفِ دوزخ اختیار کرنے اور بیوی بچوں میں خوفِ آخرت پیدا کرنے کی ہدایت کی گئی۔

﴿قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ "اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔"

﴿تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ خالص توبہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ (آیت:8)

مؤمنین کی دعا نقل کی گئی: ﴿رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا﴾ "اے اللہ! ہمارے نور کو مکمل کرکے ہماری مغفرت فرما" (آیت:8)

3۔ آیت 9 : تیسرے پیراگراف میں حکم دیا گیا خاندانی زندگی میں پھوٹ ڈالنے والے (منافقین) کو لگام دی جائے۔

کافروں اور منافقوں سے جہاد کا حکم، جو مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کی عائلی زندگی کے بارے میں پروپیگنڈہ کر رہے تھے۔ (یہی حکم سورۃ التوبۃ آیت 73 میں بھی ہے)

4۔ آیات 10 تا 12 : چوتھے پیراگراف میں، بتایا گیا ہے کہ میاں اور بیوی، اپنے اپنے ایمان اور اپنے اپنے عمل کے مطابق، جنت میں جزا، یا دوزخ میں سزا پائیں گے۔

دین کے معاملے میں میاں کو بیوی کی یا بیوی کو میاں کی غیر مشروط پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ جیسے نیک انبیاء کی خائن بیویوں کا تذکرہ کیا گیا، جو داخلِ جہنم ہوں گی۔

﴿كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾

اس کے بعد حضرت مریمؑ جیسی پاک دامن خاتون اور طاغی شوہر فرعون کی نیک بیوی حضرت آسیہؓ کا ذکر کیا گیا۔

حضرت آسیہؓ کی چار (4) دعائیں نقل کی گئیں۔

(a) "میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے۔" ﴿رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾

(b) "فرعون سے نجات دے" ﴿وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ﴾

(c) "فرعون کے عمل سے بھی نجات دے" ﴿وَعَمَلِهٖ﴾

(d) "ظالم قوم فرعون سے نجات دے" ﴿وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (آیت:11)

مرکزی مضمون

میاں بیوی کے درمیان محبت و اعتماد کی صورت میں بھی، ﴿حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ کی پاسداری لازم ہے۔ خاندان کا ادارہ بھی، ﴿تقویٰ﴾ کی بنیاد پر ہی مستحکم رہ سکتا ہے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

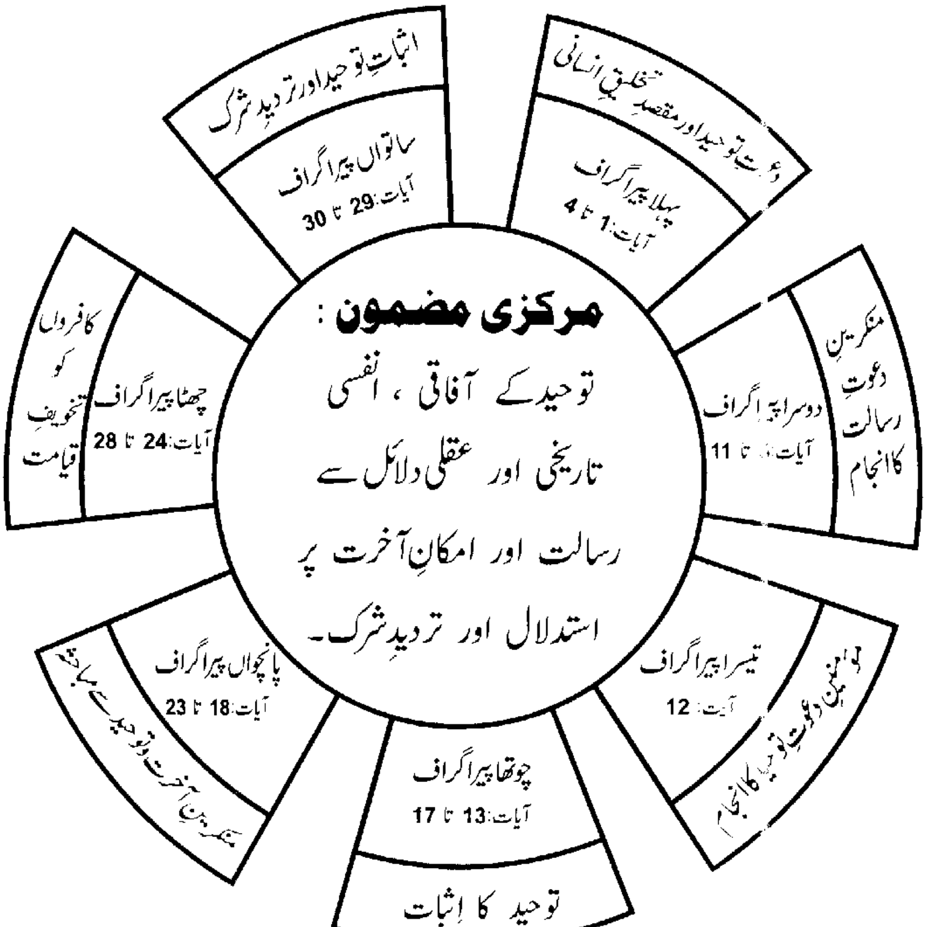
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO STRUCTURE

67- سُورَةُ المُلکِ

آیات : 30 ...... مَکِّیَّۃ ...... پیراگراف : 7



زمانۂ نزول

سورۃ ﴿الملك﴾ اعلانِ عام کے بعد، رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے دوسرے دور میں، غالباً 4 نبوی میں، نازل ہوئی، جب قریش کی بدعتی قیادت انکار اور کفر (آیت 6) پر تلی ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ کی دعوتِ توحید و آخرت کو مسترد کر کے اور آپ ﷺ کی حیثیتِ ﴿نَذِيرٌ﴾ (آیات 8، 9، 26) کو نظر انداز کر کے، اُلٹا رسول اللہ ﷺ کو گمراہی میں مبتلا یعنی ﴿فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ﴾ (آیت 9) اور ﴿فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (آیت 39) سمجھ رہی تھی۔

سورۃ ﴿الملك﴾ مضامین، جامعیت، دلائل، اسالیب اور طرزِ بیان کے اعتبار سے سورۃ ﴿ق﴾ سے ملتی جلتی ہے۔

سورۃُ المُلك کے فضائل

1۔ رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے یہ سورت پڑھا کرتے تھے۔

﴿كَانَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَأَ الٓمٓ تَنْزِيْلُ وَتَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾

"حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے: "نبی ﷺ جب تک الٓم تنزیل اور تبارک الذی بیدہ الملک (سورۃ الملک) نہ پڑھ لیتے اس وقت تک سوتے نہیں تھے" (ترمذی: ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی سورۃ الملک، حدیث: 2,892)

2۔ یہ سورت عذابِ قبر کے لیے رکاوٹ ہے اور نجات دینے والی ہے۔

﴿هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيْهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ﴾ (ترمذی: عن ابن عباسؓ، حدیث 2,890)

3۔ اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفاعت کرے گی۔

﴿ إِنَّ سُوْرَةً مِّنَ الْقُرْاٰنِ ثَلَاثُوْنَ اٰيَةً .شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهٗ .وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾

(ترمذی: ابواب فضائل القرآن، باب فی سورۃ الملک، حدیث: 2,891: حسن)

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قرآن کریم کی ایک سورت (تیس 30) آیات کی ہے، اس نے ایک آدمی کی شفاعت کی حتی کہ اس کی بخشش کرا دی"

4۔ یہ سورت روزِ قیامت جھگڑا کرے گی۔

﴿خَاصَمَتْ عَنْ صَاحِبِهَا حَتّٰى أَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِيْ﴾ (المعجم الاوسط للطبرانی: 3,654)

"ایک سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے روزِ قیامت جھگڑا کرے گی یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل کرا دے گی اور وہ سورۃ الملک ہے"

سورۃ المُلک کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ التحریم کی آیت نمبر آٹھ میں جس ﴿نُور﴾ اور ﴿مغفرت﴾ کی دعا مانگی گئی تھی، اُس کی قبولیت کی تمام شرائط سورۃ الملک میں بیان ہوگئی ہیں۔ دعوتِ توحید کو قبول کرنے والے ﴿الغفور﴾ اللہ کی ﴿مغفرت﴾ کے حق دار ہوں گے۔ (آیت:12)

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿الملک﴾ کی جامعیت:

یہ ایک جامع سورت ہے، جس میں توحید، رسالت، اور آخرت کی دعوت، کو استدلالی زبان میں پیش کیا گیا ہے۔

2۔ سورۃ ﴿الملک﴾ میں ﴿فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ﴾ اور ﴿فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ کے استعمال کی معنویت:

(a) دوزخی اعتراف کریں گے کہ انہوں نے اپنے رسولوں کی نہ صرف تکذیب کی، بلکہ انہیں گمراہ کہا کہ آپ ﴿فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ﴾ (آیت: 9) "بڑی گمراہی" میں مبتلا ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ﴿فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ "کھلی گمراہی" میں مبتلاء نہیں ہیں۔

(b) ﴿فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آیت: 29) کے الفاظ سے قریشِ مکہ کو دھمکی دی جارہی ہے کہ بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کھلی گمراہی میں تم مبتلاء ہو، یا رسول ﷺ ہیں۔

3۔ سورۃ ﴿الملک﴾ میں لفظ ﴿نَذِيْرٌ﴾ کے تین مرتبہ استعمال کی معنویت:

رسول اللہ ﷺ کی بنیادی ذمہ داری ﴿اِنذار Warning﴾ کی ہے، اور یہ ﴿اِنذار﴾ اتمامِ حجت ہے۔ دوزخ کے داروغہ یہی پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ﴿نَذِيْرٌ﴾ نہیں آیا؟۔ (آیت:8، 9 اور 26)

4۔ سورۃ ﴿الملک﴾ میں سوالیہ اسلوب سے ﴿غَيْرُ اللهِ﴾ کی تحقیر:

اس سورت میں ﴿مَنْ﴾ "کون؟" کے لفظ سے کئی مرتبہ اور ﴿مِنْ دُوْنِ اللهِ﴾ ﴿غَيْرُ اللهِ﴾ کی تحقیر کی گئی ہے اور ﴿اللہ﴾ کی عظمت وقدرت ثابت کی گئی۔

(a) ﴿ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ ؟﴾ (آیت:20)

(b) ﴿ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ ؟﴾ (آیت:21)

(c) ﴿ فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۤءٍ مَّعِيْنٍ ؟﴾ (آیت:30)

اِن سوالات کا مقصد تردیدِ شرک ہے۔ اللہ کی قدرت کا اقرار کرانا اور غیر اللہ کی بے بسی اور بے بضاعتی ثابت کرنا مقصود ہے۔

سورۃ الملک کا نظمِ جلی

سورۃ الملک سات (7) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1۔ آیات 1 تا 4: پہلے پیراگراف میں، دعوتِ توحید دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ مقصدِ تخلیقِ انسانی کیا ہے؟

کائنات کی باگ ڈور، ﴿قدیر﴾ اور بابرکت ہستی کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿اللہ﴾، ﴿عزیز و غفور﴾ خالق ہے، جس نے زندگی اور موت کے نظام کو، انسان کی آزمائش حسنِ عمل کے لیے وضع کیا ہے۔ اس آزمائش میں کامیاب ہونے والوں کے لیے، وہ ﴿غفور﴾ اور ناکام ہونے والوں کے لیے ﴿عزیز﴾ ہوگا۔ اللہ کی تخلیق کردہ کائنات، منظم اور مربوط ہے۔

2۔ آیات 5 تا 11: دوسرے پیراگراف میں، منکرینِ دعوتِ رسالت کا انجام بتایا گیا۔

حقائقِ قرآن و حقائقِ کائنات کا انکار کرنے والے دوزخی ہوں گے اور وہ دوزخ کی بھیانک آوازیں سنیں گے۔ (آیت:7)

(a) منکرین کو دوزخ کے غضب اور دوزخ کے پہرے داروں سے مکالمہ کی تفصیل بتا کر ڈرایا گیا۔

(b) دوزخ میں دخول کا سبب، رسول کی دعوت کا عدمِ سماع اور اُس پر عدمِ تفکر ہوتا ہے۔

دوزخی، نہ دعوتِ وحی اور دعوتِ پیغمبر کو توجہ سے سنتے ہیں اور نہ اس دعوت پر غور و فکر سے کام لیتے ہیں، وہ قیامت کے دن اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے کہ اگر غور سے سنتے اور غور و فکر سے کام لیتے تو دوزخی نہ ہوتے۔

﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ (آیت:10)

3۔ آیت 12: تیسرے پیراگراف میں باایمان اور باعمل لوگوں کے لیے، مغفرت اور اجرِ کبیر کا وعدہ ہے۔

دعوتِ توحید، دعوتِ رسالت اور غیب پر ایمان لانے والے ﴿خاشی﴾ لوگوں کے لیے، مغفرت اور اجرِ کبیر کا وعدہ ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ (آیت:12)

4۔ آیات 13 تا 17: چوتھے پیراگراف میں، ﴿عقیدۂ توحید﴾ کا اثبات کیا گیا کہ اللہ ﴿خالق﴾ ہے، مکمل علم بھی رکھتا ہے اور مکمل قدرت بھی۔

اس لیے ﴿لطیف و خبیر﴾ بھی ہے۔ جہری اور سری گفتگو بھی سن لیتا ہے، سینوں کے رازوں سے بھی واقف ہو جاتا ہے۔ اس لیے روزِ قیامت عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا اللہ تعالیٰ، جس نے زمین کو رزق کا ذریعہ بنایا ہے، انسانوں کو اسی زمین میں دھنسا دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ (آیت:16)

اللہ تعالیٰ، انسانوں کو آسمان سے طوفانی ہوا ﴿حَاصِبٌ﴾ بھیج کر بھی، ہلاک کر سکتا ہے۔ (آیت:17)

5۔ آیات 18 تا 23 : پانچویں پیراگراف میں، ﴿جزا و سزا کی تاریخی دلیل﴾ ہے۔ اور توحید کی ﴿آفاقی اور انفسی دلیلیں﴾ بھی ہیں

منکرینِ آخرت و منکرینِ توحید سے مباحثہ ہے کہ منکرینِ آخرت کو، تاریخ سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ (آیت:18)

اقرارِ توحید کے لیے آفاقی دلیل:

﴿رحمٰن و بصیر﴾ اللہ کے علم اور قدرت کو سمجھنے کے لیے، آسمان پر اُڑتے پرندوں کو پر پھیلاتے اور سکیڑتے ہوئے دیکھ کر عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ (آیت:19)

مغرور کافروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ﴿رحمٰن﴾ اللہ کے علاوہ، کوئی دیگر ہستی ﴿غیرُ اللہ﴾ اُن کی مدد نہیں کر سکتی۔ (آیت:20)

سرکش کافروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ﴿غیرُ اللہ﴾ رزّاق نہیں ہو سکتے۔

﴿اللہ﴾ اگر رزق روک لے تو کوئی دیگر ہستی، انہیں رزق فراہم نہیں کر سکتی۔ (آیت:21)

کافروں کو سوچنا چاہیے کہ کیا زمین کی طرف دیکھنے والا، مادّہ پرست آدمی اور توحید پرست صراطِ مستقیم پر گامزن آدمی کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

اقرارِ توحید کے لیے انفسی دلیل:

سماعت، بصارت اور عقل دینے والے خالق ﴿اللہ﴾ ہی کے لیے، شکر زیبا ہے۔ (آیت:23)

6۔ آیات 24 تا 28 : چھٹے پیراگراف میں کافروں کے لیے تخویفِ قیامت ہے۔

جس اللہ نے انسانوں کو زمین پر پھیلایا ہے، وہی روزِ قیامت انہیں جمع کرے گا (آیت:24)۔ رسول ﷺ کا کام قیامت کا وقت بتانا نہیں، بلکہ اُس کی آفت سے خبردار کرنا ہے۔ وہ ﴿إِنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾ ہیں۔ (آیت:26)

روزِ قیامت کافروں کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔

ایک اور عقلی استدلال:

کافروں سے عقلی استدلال کرتے ہوئے یہ سوال کیا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کو ہلاک کر دے، یا اُن پر رحم فرمائے تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو عذابِ الیم سے دوچار نہیں کرے گا۔ (آیت:28)

7۔ آیات 29 تا 30 : ساتویں اور آخری پیراگراف میں ﴿اثباتِ توحید﴾ اور ﴿تردیدِ شرک﴾ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو گمراہ کہنے کے بجائے، کافروں کو اپنی فکر کرنی چاہیے۔ اہلِ ایمان اللہ پر ایمان لا کر، اُسی پر بھروسہ ﴿توکّل﴾ کرتے ہیں، دیگر ہستیوں پر بھروسہ نہیں کرتے۔ (آیت:29)

بہت جلد فیصلہ ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ ﴿فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ﴾ بڑی گمراہی میں مبتلا ہیں، یا مشرکین مکہ ﴿ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ (آیت:29)

اقرارِ توحید کے لیے عقلی دلیل:

آخر میں توحید کی ایک عقلی دلیل پیش کرتے ہوئے سوال کیا گیا، کافر ذرا یہی غور کر لیں کہ اگر اللہ تعالیٰ زمین میں پانی کی سطح (Water Level) نیچے کر دے تو کون سی دیگر ہستی ﴿غَيْرُ اللهِ﴾ انہیں صاف شفاف پانی فراہم کر سکتی ہے؟ (آیت:30) تو وہ اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ اللہ ﴿رب﴾ بھی ہے اور کامل قدرت رکھنے والا ﴿قدیر﴾ بھی ہے۔

مرکزی مضمون

توحید کے آفاقی، انفسی، تاریخی اور عقلی دلائل سے، توحید، رسالت اور امکانِ آخرت کو ثابت کر کے، شرک کی تردید کر دی گئی ہے۔ لہٰذا ایمان لا کر نیک عمل کرو، یہی زندگی اور موت کی ایجاد کا مقصدِ آزمائش ہے۔

◈◈◈☼◈◈◈

ترتیبی نقشہ ربط

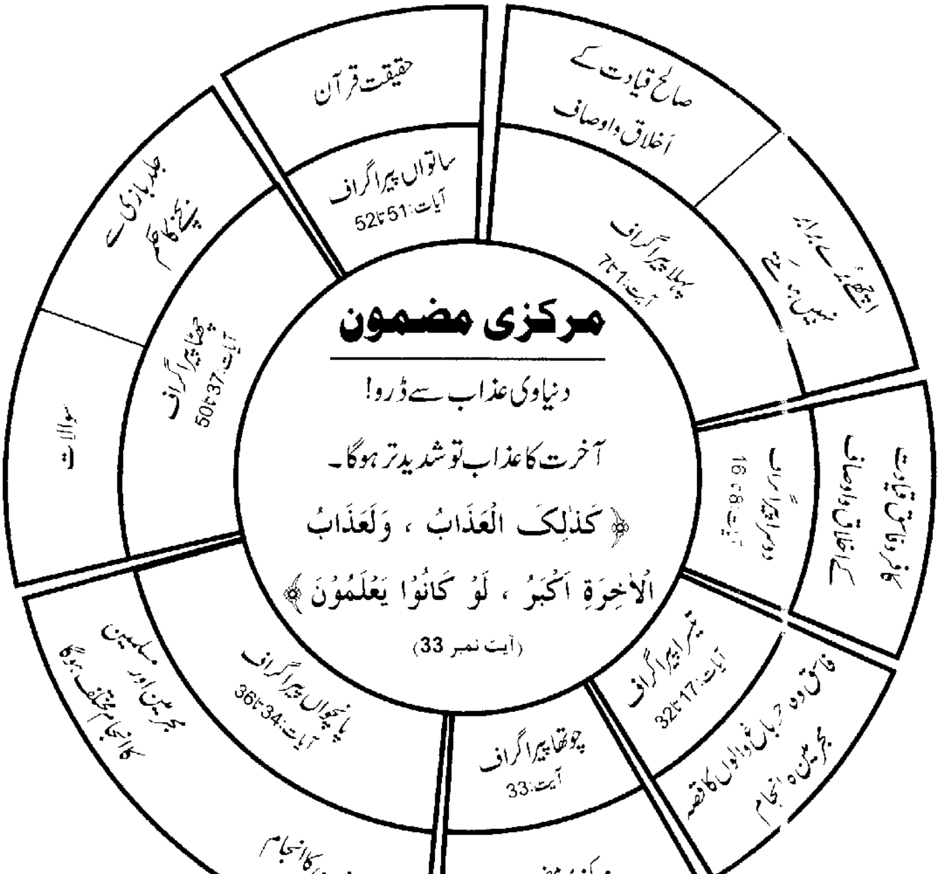
MACRO-STRUCTURE

FLOW CHART

نظمِ جلی

68- سُوْرَةُ الْقَلَمِ

آیات : 52...... مَكِّيَّةٌ ...... پیراگراف : 7



زمانۂ نزول

سورۃ﴿القلم﴾اعلانِ عام اور ہجرتِ حبشہ (رجب 5 نبوی) کے بعد، غالباً 5 نبوی کے اواخر میں نازل ہوئی ہوگی، جب مخالفت اپنے عروج پر تھی اور رسول ﷺ کو﴿مجنون﴾اور﴿مَفتون﴾کہا جارہا تھا۔

آیات 10 تا 15 غالباً مشرکین کے ایک سردار اخنس بن شریق ثقفی یا ولید بن مغیرہ یا اسود بن یغوث کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اس حصے میں کافر قیادت کے اوصاف گنوائے گئے اور ان کی اطاعت سے منع کر دیا گیا۔

آیت 16﴿سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ﴾غالباً قریش کے مشہور لیڈر﴿ولید بن مغیرہ مخزومی﴾کے بارے میں نازل ہوئی۔

سورۃُ القَلَم کا کتابی ربط

1۔ سورۃ﴿الملك﴾میں اسلام کی دعوت کا خلاصہ بیان ہوا تھا۔ یہاں سورۃ﴿القلم﴾میں اُس دعوت کو رد کرنے والی کافر قیادت کی اطاعت کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ (آیت:8)

سورۃ﴿الملك﴾میں مشرکینِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو﴿ضَلٰل كَبِير﴾یعنی کھلی گمراہی میں مبتلا کہا تھا۔

یہاں سورۃ﴿القلم﴾میں آپ ﷺ کو﴿مجنون﴾کہا گیا۔ سورت میں بخیل باغ والوں پر "دنیوی عذاب" کا ذکر ہے۔

2۔ اگلی سورۃ﴿الحاقّه﴾میں پہلے قیامت کے عذاب کا نقشہ کھینچا گیا اور پھر قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط، قومِ نوح اور فرعون کو دیے جانے والے "دنیوی عذاب" کا تذکرہ ہے۔ دونوں سورتوں میں قریش کو دنیاوی عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

3۔ انسانی عقل سے سوال کیا گیا ہے کہ آخرت میں کیا﴿مُسلِمین﴾اور﴿مُجرِمین﴾کا انجام ایک جیسا ہوسکتا ہے؟ اور کیا مسلم قیادت اور کافر قیادت ایک جیسی ہے؟

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

سورۃ﴿القلم﴾میں لفظ﴿مَجْنُوْن﴾کے دو مرتبہ استعمال کی حکمت:

اس سورت میں﴿مَجْنُوْن﴾کا لفظ ابتداء اور اختتام پر دو (2) جگہ استعمال کیا گیا۔ (آیت:2، 51)

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ سورت اُس دور میں نازل ہوئی، جب رسول اللہ ﷺ پر نعوذ باللہ پاگل ہونے کا الزام عائد کیا جارہا تھا۔ اُن لوگوں کی بات صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ یہ سورۃ العلق کے بعد دوسرے نمبر پر نازل ہوئی، کیونکہ ابتدائی تین سالوں میں دعوت خفیہ تھی۔ الزامات کا کیا سوال تھا؟

سورۃ القلم کا نظمِ جلی

یہ سورت سات (7) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔ اس سورت میں صالح اور کافر قیادت کا تقابل ہے۔

1- آیات 1 تا 7: پہلے پیراگراف میں ﴿صالح قیادت﴾ کے اوصاف بیان کیے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجنون و مفتون نہیں، بلکہ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر ہیں۔ ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (آیت:4)

اچھے اور برے برابر نہیں ہو سکتے۔ بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون صحیح ہے اور کون غلط۔

2- آیات 8 تا 16: دوسرے پیراگراف میں، قریش کی ﴿کافر و فاسق قیادت﴾ کے اخلاق و اوصاف بیان کیے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ﴿مُكَذِّبِيْن﴾ کے آگے نہ جھکنے کی ہدایت کی گئی۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم پڑیں تو وہ بھی نرمی دکھائیں۔ ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾، لیکن عقیدے کے معاملے میں کسی قسم کی سودے بازی نہیں ہو سکتی۔ ایسے لیڈر سے نہ دبنے کا حکم دیا گیا، جو ﴿حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ﴾ بہت قسمیں کھانے والا اور بے وقعت آدمی ہے۔

﴿هَمَّازٍ﴾ ہے یعنی طعنے دیتا ہے، ﴿مَشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ﴾ ہے یعنی چغلیاں کھاتا پھرتا ہے، ﴿مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ﴾ ہے یعنی بھلائی سے روکتا ہے، ﴿مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ﴾ ہے یعنی ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے۔ ﴿زَنِيْمٍ﴾ ہے یعنی سخت بداعمال ہے، ﴿عُتُلٍّ﴾ جفاکار ہے۔ ان سب عیوب کے ساتھ بد اصل ہے، صاحبِ مال و اولاد ہونے کی وجہ سے غرور و تکبر میں مبتلا ہے۔ ﴿ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾ (آیت:14)

جب ہماری آیات اُس کو سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو اگلے وقتوں کے افسانے ہیں۔ ﴿اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (آیت:15)

3- آیات 17 تا 32: تیسرے پیراگراف میں، قریش کی ﴿ناشکری قیادت﴾ کو فاجر باغ والوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

باغ والوں کی طرح قریش کی بھی آزمائش ہو رہی ہے۔ دنیاوی عذاب سے آخرت کے عذاب اور جزا و سزا پر استدلال کیا گیا ہے۔ باغ والے بخیل اور خالص مادہ پرست تھے۔

مسکینوں کو اپنی فصل میں سے کچھ نہیں دینا چاہتے تھے۔ باغ کی تباہی کے بعد انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

4- آیت 33: چوتھے پیراگراف میں، اس سورت کا مرکزی مضمون ہے۔

﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ (آیت:33)

”ایسا ہوتا ہے (دنیاوی) عذاب! اور آخرت کا عذاب اِس سے بھی بڑا ہے، کاش یہ لوگ اس کو جانتے۔“

5- آیت 34 تا 36 : پانچویں پیراگراف میں، یہ ثابت کیا گیا کہ ﴿مجرمین﴾ اور ﴿مسلمین﴾ کا انجام مختلف ہو گا۔

آخرت کی جزا و سزا کو ثابت کرنے کے لیے عقلی دلیل ایک سوال کی شکل میں رکھی گئی۔

﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ○ مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ (آیات:36،35)

6- آیات 37 تا 50 : چھٹے پیراگراف میں، قریش سے بعض چبھتے ہوئے سوالات کیے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کو جلد بازی سے بچنے کا حکم دیا گیا اور تسلی دی گئی۔

"اے نبی ﷺ، آپ اس کلام کے جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں ان سے نمٹ لوں گا"

میں ان کی رسّی دراز کر رہا ہوں، میری چال بڑی زبردست ہے۔ (میری تدبیر نہایت محکم ہوتی ہے) ﴿اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ﴾۔

اپنے ربّ کا فیصلہ صادر ہونے تک صبر کیجیے (جلد بازی سے کام نہ لیجئے) اور مچھلی والے (یونسؑ) کی طرح نہ ہو جائیے!

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ﴾

7- آیات 51 تا 52 : ساتویں اور آخری پیراگراف میں، قریش کو قرآن کی حقیقت بیان کی گئی۔

اگر منکرین توجہ سے سن کر قرآن پر غور و فکر کریں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ ﴿مجنون﴾ کا کلام نہیں ہے، بلکہ یہ تو ﴿رب العالمین﴾ کی طرف سے سارے جہاں والوں کے لیے نصیحت ﴿ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ ہے۔

مرکزی مضمون

رسول اللہ ﷺ اور قرآن کی تکذیب کی سزا، دنیاوی اور اُخروی عذاب ہے۔ دنیاوی عذاب سے آخرت کا عذاب شدید تر ہو گا۔ ﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ﴾ (آیت:33) آخرت میں صالحین ﴿مُسْلِمِیْن﴾ اور کافرین ﴿مجرمین﴾ کا انجام یقیناً مختلف ہو گا۔

FLOW CHART

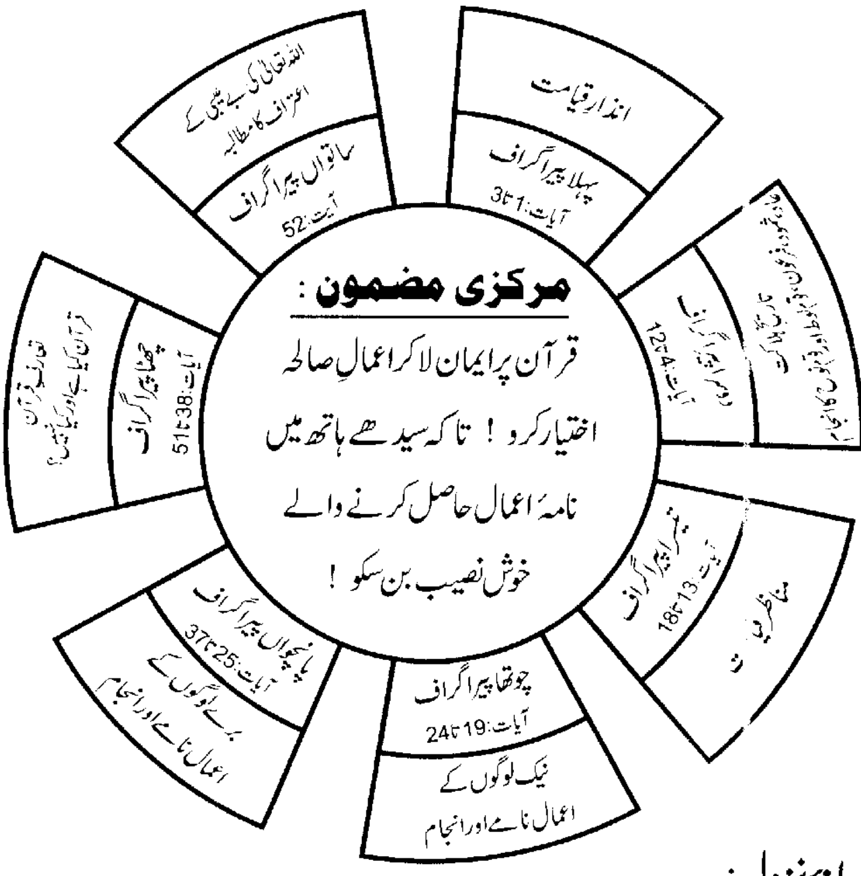
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

69- سُورَةُ الْحَآقَّةِ

آیات : 52...... مَكِّيَّة‘‘ ...... پیراگراف : 7



● **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿الحاقّہ﴾، سورت ﴿الطُّور﴾ کی طرح اعلانِ عام کے بعد، رسول ﷺ کے قیام مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) کے آخر میں نازل ہوئی، جب آپ ﷺ پر الزامات کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ جیسے ﴿شاعر﴾ ﴿کاھن﴾، ور ﴿مُتَقَوِّل﴾ وغیرہ۔ حضرت عمرؓ کے دل پر سب سے پہلے سورۃ ﴿الحاقّہ﴾ کی آیات ہی نے اثر کیا تھا۔ (مسند احمد ، ابن عمرؓ)

سورۃ الحاقّہ کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿القلم﴾ میں باغ والوں پر دنیاوی عذاب کا ذکر تھا اور بتایا گیا تھا کہ اُخروی عذاب شدید تر ہوگا یہاں سورۃ ﴿الحاقّة﴾ میں پہلے ﴿الحاقّة﴾ کے الفاظ سے ﴿اُخروی عذاب﴾ کا ذکر ہے اور پانچ قوموں پھر عاد، ثمود، فرعون، اور ﴿مُؤتفِکات﴾ یعنی ﴿قومِ لوطؑ﴾ اور ﴿قومِ نوحؑ﴾ کو دیے جانے والے ﴿دنیاوی عذاب﴾ کا ذکر ہے۔

2۔ سورۃ ﴿القلم﴾ کی آخری آیت میں قرآن کو ﴿وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ کہا گیا تھا۔

یہاں سورۃ ﴿الحاقّة﴾ میں اسے ﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کہا گیا۔ (آیت:43)

3۔ اگلی سورۃ ﴿المَعَارِج﴾ کا آغاز بھی مناظرِ قیامت اور احوالِ قیامت سے ہوا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الحَاقّة﴾ میں قیامت کے دو نام:

اس سورۃ میں قیامت کو ﴿ الحَاقّة ﴾ کہا گیا یعنی برحق، شُدنی، حق کو حق ثابت کرنے والی اور آیت: 51 میں اسے ﴿حَقُّ الْيَقِيْنِ﴾ "یقین کا حق" بھی کہا گیا۔

2- سورۃ ﴿الحَاقّة﴾ میں ہلاکتِ اقوام کے ذکر کا مقصد واضح کیا گیا:

اس سورت میں پانچ قوموں کی ہلاکت کا ذکر کرنے کے بعد، ان پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ ان کے ذکر کا مقصد عبرت حاصل کرنا ہے۔

﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴾ (آیت:12)

"تاکہ ہم ان واقعات کو تمہارے لیے ایک سبق آموز یادگار بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان ان کی یاد محفوظ رکھیں۔"

سورۃ الحاقّہ کا نظمِ جلی

سورۃ الحاقّہ سات (7) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3 : پہلے پیراگراف میں، اِنذارِ قیامت ہے۔

قیامت ﴿الحاقّہ﴾ ہے۔ یعنی برحق ہے اور حق کو حق ثابت کرنے والی آفت ہے۔

﴿اَلْحَآقَّةُ ۝ مَا الْحَآقَّةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝﴾ (آیات:1 تا 3)

2- آیات 4 تا 12 : دوسرے پیراگراف میں، اختصار کے ساتھ ہلاکتِ اقوام کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

جزاوسزا کی تاریخی دلیل فراہم کی گئی ہے۔ پانچ (5) مغضوب قوموں کا ذکر ہوا۔ عاد، ثمود، قومِ فرعون، ﴿مؤ تفکات﴾ یعنی قومِ لوطؑ اور قومِ نوحؑ۔ عاد و ثمود بھی قریش کی طرح آخرت کے منکر تھے۔ ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ﴾ انہیں عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ یادرکھنے والے کانوں کو اسے سن کر محفوظ کر لینا چاہیے۔

3- آیات 13 تا 18 : تیسرے پیراگراف میں، مناظرِ قیامت دکھائے گئے ہیں۔

﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ (آیت: 13) جب صور پھونکا جائے گا اور پہاڑوں اور زمین کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ یہ دن اللہ کے حضور پیشی کا ہوگا، انسان کی کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہوگی۔

4- آیات 19 تا 24 : چوتھے پیراگراف میں، بتایا گیا کہ نیک لوگوں کے اعمال نامے سیدھے ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ﴾ (آیت: 19)

یہ وہ لوگ تھے جو حساب کتاب پر یقین رکھتے تھے۔ یہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

5- آیات 25 تا 37 : پانچویں پیراگراف میں، بتایا گیا کہ برے لوگوں کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔

﴿وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ أُوْتَ كِتٰبِيَهْ﴾ (آیت: 25)

جن کو بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیے جائیں گے وہ قیامت کے دن پچھتائیں گے کہ ان کا مال ان کے کام نہ آیا اور ان کا اقتدار چھن گیا۔ ﴿مَآ أَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ﴾ یہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ مسکینوں کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے تھے۔ انہیں زنجیروں سے جکڑ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ کھولتے ہوئے پانی اور زخموں کے دھوون سے ان کی تواضع کی جائے گی۔

6- آیات 38 تا 51 : چھٹے پیراگراف میں، قرآن کا تعارف ہے:

قرآن نہ تو کسی ﴿شاعر﴾ کا کلام ہے اور نہ کسی ﴿کاھن﴾ کا، بلکہ یہ ﴿ربُّ العالمین﴾ کی تنزیل ہے۔

﴿وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

خدانخواستہ اگر رسول اللہ ﷺ اسے خود گھڑ لیتے تو آپ ﷺ کو بھی سزا دی جاتی۔

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيْلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝﴾

قرآن متقین کے لیے ایک یاددہانی ہے۔ اللہ تعالی جھٹلانے والوں سے خوب واقف ہے۔ کافر حسرت زدہ ہوں گے۔ قیامت کا دن ﴿حَقُّ الْيَقِينِ﴾ "یقین کا حق" ہو گا۔ (آیت:51)

7- آیت 52: ساتویں پیراگراف میں، اللہ تعالیٰ کی بے عیبی کے اعتراف کا مطالبہ ہے۔

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں شرک چھوڑ کر خالص توحید اختیار کرو ﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴾ اپنے عظیم رب کی بے عیبی کا اعتراف کرو کہ وہ ہر قسم کے شرک اور عیوب و نقائص سے پاک ہے۔

مرکزی مضمون

توحید، آخرت اور قرآن پر ایمان لا کر اعمالِ صالحہ اختیار کرنے چاہییں، تاکہ سیدھے ہاتھ میں نامۂ اعمال وصول کرنے والے خوش نصیب بن سکیں۔

ترتیبی نقشۂ ربط

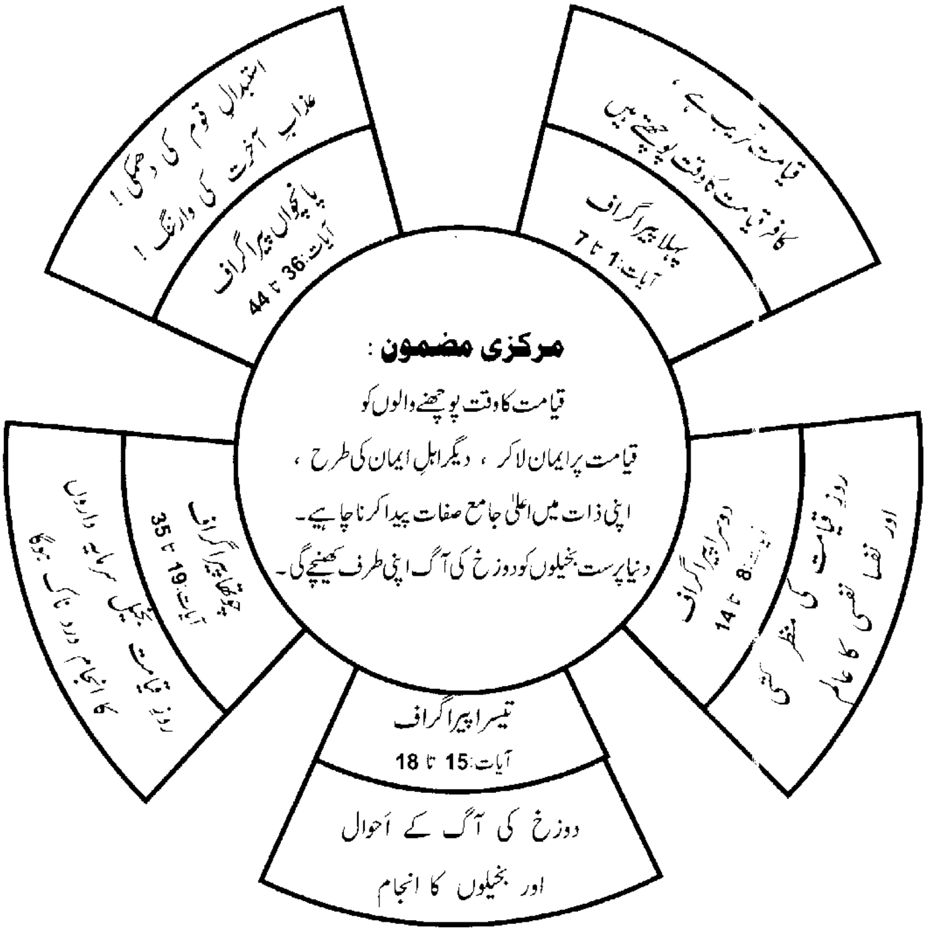
FLOW CHART

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

70- سُوْرَةُ الْمَعَارِج

آیات : 44 ...... مَکِّیَّۃ ...... پیراگراف : 5



زمانۂ نزول

سورۃ ﴿المعارج﴾ بھی رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے دوسرے دور میں اعلانِ عام کے بعد، حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام (ذوالحجہ 6 نبوی) سے پہلے، غالباً 5 نبوی میں نازل ہوئی۔ یہ وہی زمانہ تھا، جب سُورۃ ﴿الحَاقّۃ﴾ نازل ہوئی۔

اس سورۃ میں قریشی قیادت کے معاشی رویوں پر بھی سخت گرفت کی گئی ہے۔

قریش کے مشہور سردار نضر بن حارث نے (جو جنگِ بدر میں مارا گیا) یہ سوال کیا تھا کہ قیامت کب آئے گی؟ اس طرح کے لوگوں کو بتایا گیا کہ اللہ کے نزدیک تو وہ بہت قریب ہے۔ انہیں قیامت کا وقت پوچھنے کے بجائے قیامت کی تیاری کرنی چاہیے۔ ایمان لاکر وہ صفات پیدا کرنی چاہئیں، جو اس سورت میں بیان کی گئی ہیں، ورنہ انہیں مٹا کر دوسری قوم اُٹھائی جائے گی اور قیامت کا عذاب تو ہے ہی برحق۔

سورۃُ المَعَارِج کا کتابی ربط

1۔ سورۃ ﴿القلم﴾ میں سوال کیا گیا تھا ﴿اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ كَالۡمُجۡرِمِیۡنَ مَا لَكُمۡ كَیۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ﴾ "کیا ہم مسلمین اور مجرمین کو ایک ساتھ رکھیں گے؟" پچھلی سورت ﴿الحَاقّہ﴾ میں بتایا گیا تھا کہ قریش کی قیادت مسکینوں کے حقوق سے غافل ہے۔ ﴿وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡكِیۡنِ﴾ (آیت:34)

2۔ یہاں سورۃ ﴿المَعَارِج﴾ میں بتایا گیا ہے کہ یہ مجرم اور بخیل قیادت مال و دولت جمع کرتی ہے اور سینت سینت کر رکھتی ہے ﴿وَجَمَعَ فَاَوۡعٰی﴾ مجرمین کے اَحوال بیان کیے گئے ہیں کہ وہ روزِ قیامت اپنے قریبی عزیزوں کو فدیہ میں دے کر عذاب سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ (آیات:11،14)

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿المَعَارِج﴾ میں صبرِ جمیل، اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کی ہدایت کی گئی:

اس سورۃ میں رسول اللہ ﷺ کو صبرِ جمیل کی نصیحت کی گئی۔ ﴿فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِیۡلًا﴾ (آیت:5)

سورۃ ﴿المَعَارِج﴾ کی ابتداء ہی میں رسول اللہ ﷺ کو نصیحت کی گئی کہ مشرکین مکہ عذابِ قیامت کو بعید از عقل و قیاس سمجھ رہے ہیں۔ آخرت کے عذاب سے بچنے کے لیے، اعلیٰ اخلاق کے ساتھ نماز کی صورت میں ﴿اللہ کے حقوق﴾ اور زکوٰۃ و صدقات کی صورت میں سائل و محروم اللہ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی ہدایت ہے۔

2- سورۃ ﴿المَعَارِج﴾ میں قیامت کا بار بار تذکرہ کیا گیا:

سورت ﴿المَعَارِج﴾ میں روزِ قیامت کا ذکر کم از کم (9) مرتبہ ہوا ہے۔ (آیات: 1، 6، 7، 8، 11، 26، 42، 43 اور 44)

3- سورۃ ﴿المَعَارِج﴾ میں استبدالِ قوم کی دھمکی دی گئی ہے:

اس سورت میں ﴿رَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ﴾ کی گواہی پیش کر کے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قریش کو مٹا کر دوسری بہتر قوم اُٹھانے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (آیات: 40، 41)

4- سورۃ ﴿المَعَارِج﴾ میں بخیل زر پرست قیادت کی تصویر کشی کی گئی:

اس سورت میں ﴿وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ﴾ کے الفاظ سے بخیل زر پرست قیادت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ وہ نہ صرف مال جمع کرتے ہیں بلکہ سینت سینت کر رکھتے ہیں۔ (آیت: 18)

سورۃُ المَعَارِج کا نظمِ جلی

سورۃ المعارج پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 7: پہلے پیراگراف میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کا وقت، اللہ کے ہاں بہت قریب ہے۔

قریش کے سردار نضر بن حارث نے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے دنوں (Time Scale) کو، انسانی پیمانوں سے جانچنا صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لیے، فرشتوں اور جبریل کو بھی، پچاس ہزار (50,000) سال کے برابر کا ایک دن لگتا ہے۔

نبی ﷺ کو صبر جمیل کی تلقین کی گئی کہ منکرینِ قرآن و منکرینِ قیامت کی باتوں پر صبر ضروری ہے۔

2- آیات 8 تا 14: دوسرے پیراگراف میں، احوالِ قیامت اور اُس دن کی نفسا نفسی سے منکرینِ قیامت کی تخویف کی گئی۔

قیامت کے دن، آسمان تلچھٹ کی مانند سرخ، اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی مانند پراگندہ ہو جائیں گے۔

اُس دن کوئی جگری دوست اپنے جگری دوست کو دیکھنے کے باوجود نہ پوچھے گا۔ ﴿لَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا﴾ (آیت: 10)

اس دن مجرم چاہے گا کہ عذاب کے بدلے اپنے بیٹوں، بیوی، بھائی اور اپنے قریب ترین خاندان کو اور زمین کے سب لوگوں کو فدیے میں دے دے اور پھر نجات حاصل کر لے۔ (آیت: 14)

3- آیات 15 تا 18: تیسرے پیراگراف میں، دوزخ کی آگ کی تفصیل بیان کر کے بخیلوں کو عذاب کی خوش خبری دی گئی۔

دوزخ کے شعلوں کی لپٹ، اُس کی چمڑی ادھیڑ لے گی۔

دوزخ کی آگ، ان سب بخیلوں کو کھینچ بلائے گی، جنہوں نے دعوتِ حق سے اعراض کیا اور دولت جمع کرنے اور سینتنے میں لگے رہے۔

﴿وَجَمَعَ فَاَوْعٰی﴾ ”جس نے مال جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا۔“ (آیت:18)

4- آیات 19 تا 35: چوتھے پیراگراف میں چند انسانی عیوب بتائے گئے اور اُن عیوب سے بچنے والے اہل ایمان کی نو(9) اعلیٰ صفات بیان کی گئیں۔

(a) نفسِ انسانی کے عیوب: انسانوں کا عام حال یہی ہوتا ہے کہ

1۔ جب وہ اللہ کی کسی گرفت میں آجاتے ہیں تو واویلا شروع کر دیتے ہیں اور مایوس ہو جاتے ہیں۔

2۔ اللہ کی طرف سے اگر کوئی ڈھیل مل جائے تو اس کے شکر گزار ہونے کے بجائے، اترانے اور اکڑنے لگتے ہیں۔

3۔ اللہ کے بخشے ہوئے مال پر، خزانے کے سانپ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔

4۔ منکرین قیامت، بے صبرے اور بخیل ہوتے ہیں۔

(b) مومنین کی (9) نو صفات:

ان جنتی مومنین کی صفات کا آغاز بھی نماز سے ہوا، اور اختتام بھی نماز پر ہوا ہے۔

1- جو نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔ ﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ﴾ (آیت:23)

2- جو اپنے مالوں میں سے، سائل اور محروم کا حق ادا کرتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾ (آیت: 24، 25)

3- روزِ جزا کو برحق مانتے ہیں۔ ﴿يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (آیت:26)

4- ربّ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ ﴿مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ﴾ (آیت:27)

5- شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ﴿لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ (آیت:29)

6- امانتوں کا پاس ولحاظ کرتے ہیں۔ ﴿لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾ (آیت:32)

7- عہد وپیمان کا پاس کرتے ہیں۔ ﴿لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾ (آیت:32)

8- شہادتوں میں راست بازی پر قائم رہتے ہیں۔ ﴿بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ﴾ (آیت:33)

9- نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ﴿عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ (آیت:34)

5- آیات 36 تا 44 : پانچویں اور آخری پیراگراف میں مشرکین مکہ کو، دنیاوی عذاب اور استبدال قوم کی دھمکی دی گئی ہے اور عذابِ قیامت سے تخویف کی گئی ہے۔

منکرین اس خوش فہمی اور زعم باطل میں بھی مبتلا تھے کہ جو عیش و آرام انہیں یہاں حاصل ہے، بالفرض اگر آخرت ہوئی بھی تو انہیں وہاں اس سے بڑھ کر عیش و اکرام حاصل ہوگا۔ اس خوش فہمی کی تردید کی گئی۔ قریش کو استبدال قوم کی دھمکی دی گئی! منکرین کو ہلاک کر کے، دوسری قوم اٹھائی جاسکتی۔ ۔ ! ﴿إِنَّا لَقَادِرُونَ عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ﴾

آخر میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی اور ﴿مجرمین﴾ کو روزِ قیامت کے برے انجام سے ڈرایا گیا۔

مرکزی مضمون

قیامت کا وقت پوچھنے والے بخیل دنیا پرستوں کو قیامت پر ایمان لا کر، دیگر اہل ایمان کی طرح، اپنی ذات میں اعلیٰ جامع اخلاقی صفات پیدا کرنی چاہئیں۔ دوزخ کی آگ، دنیا پرست بخیلوں کو اپنی طرف کھینچے گی۔

FLOW CHART

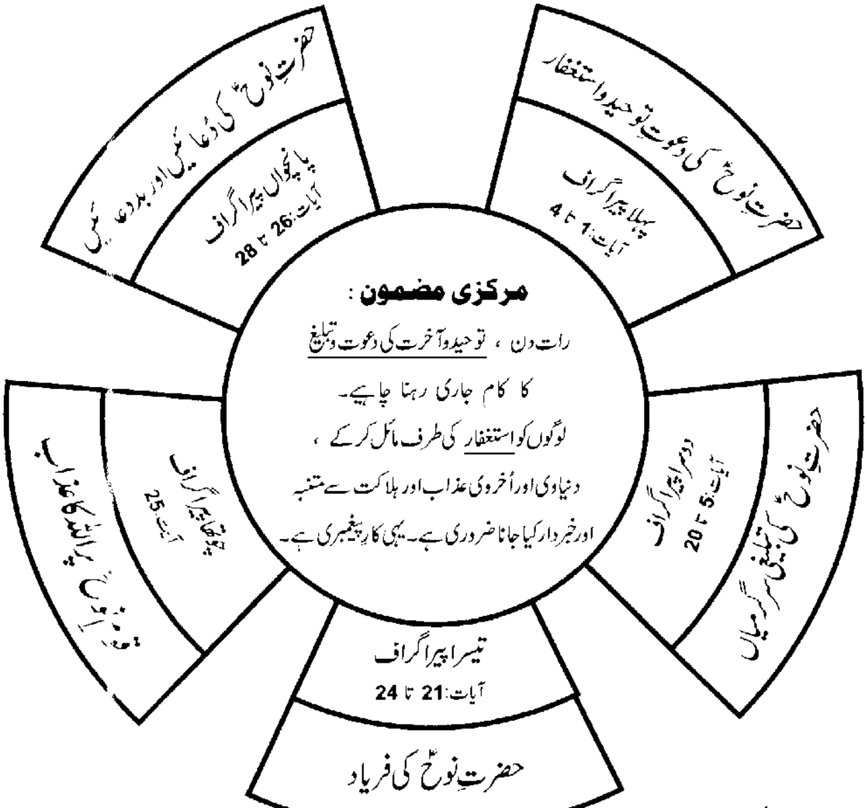
ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

71- سُورَۃُ نُوح

آیات : 28 ...... مَکِّیَّۃ“ ...... پیراگراف : 5



● زمانۂ نزول:

سورت ﴿ نوح ﴾ بھی غالباً ہجرت حبشہ (رجب 5 نبوی) کے بعد، غالباً 5 نبوی کے اواخر میں نازل ہوئی، جب مخالفت میں شدت آ گئی تھی۔

اس سورت میں، دعوت کے اس مرحلے میں نومسلم صحابہؓ کو حضرت نوحؑ کی طویل دعوتی زندگی سے صبر واستقامت کی تعلیم دی گئی ہے اور قریش کو دھمکی دی گئی ہے کہ دعوت توحید واستغفار کو مسترد کرنے کی صورت میں، قوم نوح کی طرح انہیں بھی ہلاک کیا جاسکتا ہے۔

سورۃ نوح کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿المعارج﴾ میں قیامت کے مناظر بیان کیے گئے تھے اور بخیل انسان کا اُخروی انجام بیان کیا گیا تھا۔ استبدال قوم (دنیاوی عذاب) کی دھمکی دی گئی تھی، یہاں اس سورۃ ﴿نوح﴾ میں، دنیاوی اور اُخروی عذاب سے بچنے کے لیے، حضرت نوحؑ کی دعوت و تبلیغ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

اگلی سورۃ ﴿الجن﴾ میں اُن سعید روحوں کا تذکرہ ہے، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن سن کر اپنے ہم جنس جنات میں جا کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا تھا۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿نوح﴾ میں دعوت و تبلیغ کے آداب بتائے گئے ہیں۔

سب سے پہلے اللہ کی عبادت کی دعوت دی جائے گی اور پھر اطاعتِ رسول کی۔ دعوت شب و روز دی جائے۔ یہ ہمہ وقتی فریضہ ہے۔ دعوت سری بھی ہو اور جہری بھی۔ لوگوں کو بتایا جائے کہ گناہ کے کام کون سے ہیں اور پھر اُنہیں دعوتِ استغفار دی جائے۔ دعوت کے متعلق وضاحت کی گئی ہے کہ یہ توحید، رسالت اور آخرت کے علاوہ، قوم کے اِنذار (Warning) پر مشتمل ہونی چاہیے۔

3- سورۃ ﴿نوح﴾ میں دعوتِ استغفار:

اس سورۃ میں قوم کو اُن کے گناہوں کا احساس دلا کر، اُنہیں استغفار کی دعوت بھی دی گئی ہے اور استغفار کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے۔ ﴿اِستِغفار﴾ (آیت 10) اور ﴿مغفرت﴾ (آیات 4، 6، 28) کا لفظ کئی بار استعمال ہوا ہے۔

4- سورۃ ﴿نوح﴾ میں حضرت نوحؑ کی ﴿دعائیں﴾ اور ﴿بددعائیں﴾:

اس سورۃ میں حضرت نوحؑ کی دُعائیں نقل کی گئیں ہیں اور نو سو پچاس برس کی دعوت و تبلیغ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس وحی کے بعد کہ "اب کوئی ایمان نہیں لائے گا" حضرت نوحؑ کی بددعائیں بھی نقل کی گئی ہیں۔

5- قوم ﴿نوح﴾ کو دعوتِ اطاعت اور اُن کی نافرمانی:

دعوتِ اطاعت دی گئی ﴿أَطِيعُونِ﴾ (آیت 3)، لیکن قوم کی نافرمانی رنگ لائی۔ ﴿إِنَّهُمْ عَصَوْنِي﴾ (آیت:21)

6- سورۃ ﴿نوح﴾ میں دو (2) قسم کی قیادت کا تذکرہ ہے۔ دونوں کی پیروی کا انجام بھی مختلف تھا:

(a) حضرت نوحؑ کی ﴿صالح قیادت﴾ نے دعوتِ استغفار دی، جس کے نتیجے میں اَموال و اَولاد میں اضافہ ممکن تھا۔
﴿وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾ (آیت:12)

(b) قومِ نوحؑ نے لیکن اُس ﴿مشرک قیادت﴾ کی پیروی کی، جس سے اُن کے اموال و اولاد میں اضافہ نہیں ہوا، بلکہ خسارے میں اضافہ ہوا۔ ﴿وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ إِلَّا خَسَارًا﴾ (آیت:21)

سورۃ نوح کا نظمِ جلی

سورۃ نوح پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 4: پہلے پیراگراف میں حضرت نوحؑ کی دعوتِ توحید و استغفار کی وضاحت کی گئی ہے۔

حضرت نوحؑ نے دعوت دی اور عذاب سے خبردار کیا۔ ان کی دعوت کے چار (4) نکات تھے۔

(1) اللہ کی بندگی کرو! ﴿اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾۔ (2) اللہ ہی سے ڈرو! ﴿وَاتَّقُوْهُ﴾ (3) اور میری اطاعت کرو! ﴿وَأَطِيْعُوْنِ﴾ (آیت:3)

(4) استغفار کرو! ﴿اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ﴾ تمہیں مزید مہلت مل جائے گی۔

استغفار کرنے پر اللہ گناہوں سے درگزر فرمائے گا۔ ﴿تقدیرِ مُعلّق﴾ اور ﴿تقدیرِ مُبرم﴾ کی وضاحت کی گئی۔

تقدیرِ معلق دُعا اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کے نتیجے میں بدل سکتی ہے، جبکہ تقدیرِ مبرم میں اٹل فیصلہ لکھا ہوا ہے۔ انسان اپنی آزادی کا صحیح استعمال کرے گا، یا غلط۔ تقدیرِ معلق کا ذکر ﴿وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلٰٓى أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ کے الفاظ سے اور تقدیرِ مبرم کا ذکر ﴿إِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ﴾ کے الفاظ سے ہوا۔

2- آیات 5 تا 20: دوسرے پیراگراف میں، آدابِ دعوت بتائے گئے اور توحید و آخرت کے دلائل پیش کیے گئے۔

حضرت نوحؑ کی تبلیغی سرگرمیوں کی روشنی میں آدابِ دعوت بتائے گئے اور توحید و آخرت کے دلائل پیش کیے گئے۔

دعوت ایک ہمہ وقتی (Full Time) کام ہے۔ شب و روز جاری رہنا چاہیے۔ موقع اور محل کے اعتبار سے دعوت جہری بھی ہو سکتی ہے، اعلانیہ بھی ہو سکتی ہے اور سری بھی۔ (آیات: 8 اور 9)

استغفار کے پانچ (5) دنیاوی فائدے بیان کیے گئے۔

بارشیں ہوں گی، مال میں اضافہ ہو گا، بیٹے عطا کیے جائیں گے۔ باغات اور نہریں ملیں گی۔ (آیت:12)

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے، توحید و آخرت کے دلائل پیش کیے گئے۔ (آیت:15)

اللہ نے انسان کو ایک خاص مقصد سے، بڑے اہتمام کے ساتھ زمین سے پیدا کیا ہے۔
"وہی پھر زمین میں لوٹائے گا اور وہی زمین سے دوبارہ برآمد کرے گا۔" (آیت:18)

3- آیات 21 تا 24: تیسرے پیراگراف میں مشرک قومِ نوحؑ کے خلاف فردِ جرم بیان کرکے نوحؑ کی فریاد نقل کی گئی۔

950 سالہ دعوت کے باوجود، قومِ نوحؑ اپنے پانچ (5) بتوں ﴿وَدّ، سُوَاع، يَغُوث، يَعُوق اور نَسْر﴾ کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوئی۔ قوم کے مشرک سرداروں اور بڑوں نے، بڑے مکر کا جال پھیلایا۔ (آیت:22)

حضرت نوحؑ کی پہلی بددعا: ﴿وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا﴾ "ظالموں کی گمراہیوں ہی میں اضافہ فرما"! (آیت:24)

4- آیت: 25 چوتھے پیراگراف میں قومِ نوحؑ پر اللہ کے عذاب کی تفصیل بیان کی گئی۔

قومِ نوحؑ پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے نزولِ عذاب ہوا اور انہیں عذابِ قبر سے بھی دوچار کیا جارہا ہے۔
"اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کئے گئے اور آگ کے عذاب میں (عذابِ قبر میں)، جھونک دیے گئے اور پھر عذابِ الٰہی سے بچانے والا، کوئی مددگار نہ پایا۔" (آیت:25)

5- آیات 26 تا 28: پانچویں اور آخری پیراگراف میں حضرت نوحؑ کی دُعائیں اور بددعائیں نقل کی گئی ہیں۔

نوحؑ کی دوسری بددُعا

﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ "میرے رب! ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔" (آیت:26)
"اگر تونے ان کو چھوڑ دیا، تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو پیدا ہوگا، بدکار اور سخت کافر ہی ہوگا۔" (آیت: 27)

دُعائے نوحؑ: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ "میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو، تمام مومنین کو اور ہر اس شخص کو، جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہو، بخش دے!" (آیت: 28)

حضرت نوحؑ کی تیسری بددعا:

﴿وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا﴾ "ظالموں کے لیے، ہلاکت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کر!" (آیت:28)

مرکزی مضمون

رات دن، توحید و آخرت کی دعوت و تبلیغ کا کام صبر و استقامت کے ساتھ جاری رہنا چاہیے۔ لوگوں کو ﴿استغفار﴾ کی طرف مائل کرکے دنیاوی اور اُخروی عذاب اور ہلاکت سے متنبہ اور خبردار کیا جانا ضروری ہے۔ یہی کارِ پیغمبری ہے۔

FLOW CHART

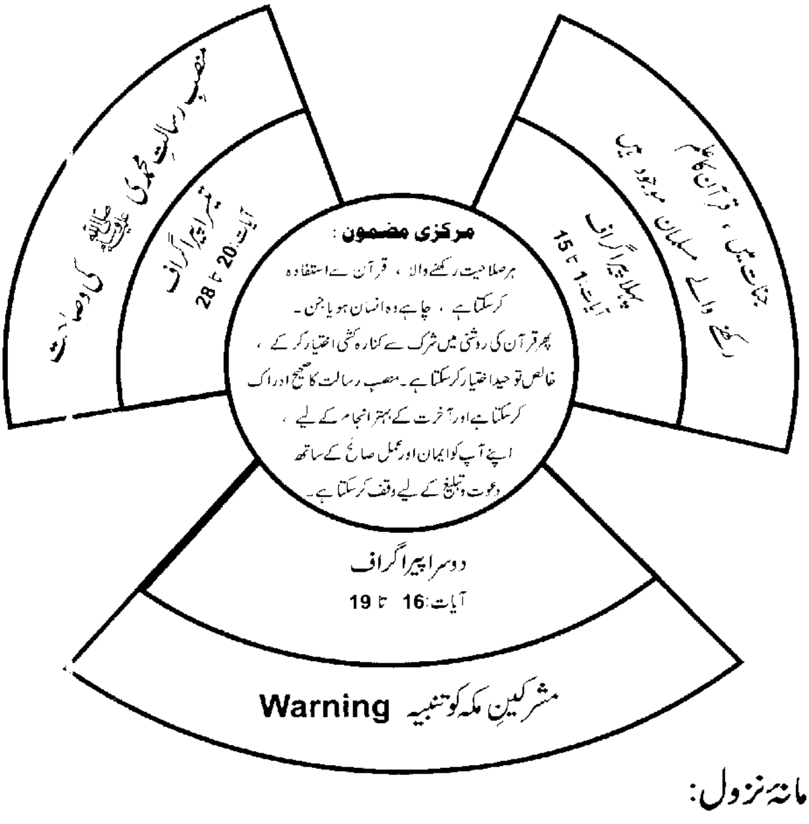
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

72- سُورَةُ الْجِنّ

آیات : 28 ...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 3



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿الجِنّ﴾ غالبًا سُورَةُ الاَحقاف کے ساتھ، سفرِ طائف سے واپسی پر، بمقام نخلہ شوال 10 نبوی میں نازل ہوئی۔

یہ وہ زمانہ تھا، جب آپ ﷺ شعبِ ابی طالب کی اسیری کے بعد رہائی پاتے ہی حضرت خدیجہؓ اور چچا ابوطالب کی وفات کے صدمے سے دوچار تھے اور مشرکین کا رویہ قرآن کے بارے میں نہایت سخت اور متعصّبانہ تھا۔ ان حالات میں چند جنات کے اسلام کی خبر، ہوا کا خوشگوار جھونکا تھا۔ اس موقع پر یہ مناسب تھا کہ قریش کو غیرت دلائی جائے اور ایک نہایت پُرتاثیر انداز میں توحید کی دعوت کا اعادہ کیا جائے، منصبِ رسالت کی وضاحت کی جائے اور ایمان کے دنیاوی اور اُخروی فائدوں سے تذکیر کی جائے۔

خصوصیات

1- یہ سورۃ ایک نہایت دلنشین آہنگ رکھتی ہے۔

2- اس سورۃ میں، توحید، رسالت اور آخرت کے عقیدے کی دعوت کا، ایک نئے زاویے سے اعادہ کیا گیا ہے۔

3- اس سورۃ میں، آزادیٔ اختیار (Freedom of Choice) کے صحیح استعمال کا حکم دیا گیا ہے، جو صرف دو(2) مخلوقات انسانوں اور جنات کو عطا کی گئی ہے۔

سورۃُ الجِنّ کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿نوح﴾ میں، آدابِ دعوت بتائے گئے تھے اور حضرت نوحؑ کی طویل دعوت کی سچی داستان اور اُن کی قوم کی ﴿تکذیب﴾ بیان کی گئی تھی۔ یہاں سورۃ ﴿الجِنّ﴾ میں جنات کے قبولِ اسلام اور ﴿تصدیق﴾ کا ذکر ہے مسلمان ہو جانے والے جنات سے سبق حاصل کرنے کا مشورہ ہے۔

2- اگلی سورۃ ﴿المزّمّل﴾ میں ایمان لانے کے بعد کے مراحل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ نماز تہجد، انفاق، ذکر اور استغفار کے نتیجے ہی میں قبولِ اسلام کے بعد توحید پر استقامت کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الجِنّ﴾ میں توحید کا بیان:

دعوتِ توحید (آیات: 3، 12، 18 اور 20) ﴿مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا﴾ "اللہ نے نہ تو اپنے لیے کوئی بیوی منتخب کی ہے اور نہ کوئی اولاد۔" (آیت:3)

2- سورۃ ﴿الجِنّ﴾ میں انکارِ آخرت کے مضمون کا تذکرہ:

انکارِ آخرت ورسالت ﴿لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا﴾ (آیت: 7) اللہ تعالیٰ کوئی رسول نہیں بھیجے گا، یا پھر اللہ تعالیٰ کسی کو مرنے کے بعد زندہ نہیں کرے گا۔

3- سورۃ ﴿الجِنّ﴾ میں منصبِ رسالت کی وضاحت:

﴿رسالات﴾ اس سورت میں کارِ رسالت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ رسول کا کام اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایات کو لوگوں تک پہنچانا ہوتا ہے۔ ﴿اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ﴾ (آیت:23) ﴿لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ﴾ (آیت:28)

4- سورۃ ﴿الجن﴾ میں توحید پر استقامت کے اُخروی فائدوں کے علاوہ، دنیاوی فائدوں کا ذکر:

توحید پر استقامت سے اُخروی فائدوں کے علاوہ، دنیاوی فائدے بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ کھیتیاں سیراب کی جا سکتی ہیں۔
﴿لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا﴾ (آیت:16)

5- سورۃ ﴿الجن﴾ میں جنات کی مذہبی آزادیِ خیر و شر کا تذکرہ:

جنات کو بھی انسانوں کی طرح آزادیٔ اختیار عطا کی گئی ہے۔ ان میں بھی ﴿مُسلِمُون﴾ اور ﴿قَاسِطُون﴾ یعنی ظالم دونوں موجود ہیں ﴿مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ﴾ (آیت:14) ظالم جنات کو جہنم رسید کیا جائے گا۔

سورۃ الجنّ کا نظمِ جلی

سورۃ الجنّ تین (3) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات: 1 تا 15: پہلے پیراگراف میں، نو مسلم توحید پرست ﴿جِنّات﴾ کے جذبات کی عکاسی ہے، جو داعی اور مبلغ بن گئے تھے

وہ قرآن کی دعوت کو سن کر ابلیس اور دیگر ظالم و قاسط جنات سے اپنے آپ کو مختلف محسوس کرتے تھے۔
بعض مؤمن ﴿جِنّات﴾ نے اپنے سردار، ابلیس کے خلاف سچی گواہی دی۔
﴿جِنّات﴾ میں اچھے اور برے، ہر قسم کے لوگ ہیں۔ ﴿جِنّات﴾ میں مسلمان بھی ہیں اور ظالم بھی، انہیں بھی آزادیٔ اختیار عطا کی گئی ہے۔ ﴿وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا﴾ یہ بھی جنت میں یا دوزخ میں جائیں گے۔

2- آیات: 16 تا 19: دوسرے پیراگراف میں مشرکین کو بتایا گیا ہے کہ تم جیسے انسانوں سے تو بعض جنات ہی بہتر ہیں جو شرک سے بےزاری کا اعلان کر کے توحید اختیار کر چکے ہیں۔

یہاں قریش کو تنبیہ اور فہمائش ہے کہ توحید کی دعوت کو مسترد کرنے کا انجام عذاب کی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے اور قبول کرنے پر بے شمار دنیاوی فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ ﴿لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا﴾ لہٰذا انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکاریں۔
﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (آیت: 18) اور رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچا کر توحید کی دعوت میں روڑے نہ اٹکائیں۔

3- آیات: 20 تا 28: آخری پیراگراف میں، چند اُصولی باتیں بتا کر رسالت اور منصبِ رسالت کی وضاحت کی گئی ہے۔

کلی علم، صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ رسول کو وحی سے بعض باتیں بتائی جاتی ہیں۔ کلی اختیارات بھی اللہ کے پاس ہوتے ہیں۔

﴿قُلْ إِنِّي لَآ أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا﴾ رسول نفع وضرر کا اختیار بھی نہیں رکھتا۔ ﴿قُلْ إِنِّي لَن يُّجِيرَنِي مِنَ اللهِ أَحَدٌ﴾ ہر رسول کی ذمہ داری ہے کہ وہ دعوتِ توحید دے اور اللہ کے پیغامات لوگوں تک پہنچائے۔

رسولوں کی دعوت کو ٹھکرانے والوں کو جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

مرکزی مضمون

خوفِ خدا اور عقلِ سلیم رکھنے والا ہر انسان اور ہر جن، قرآن سے فیض یاب ہو سکتا ہے۔ پھر قرآن کی روشنی میں شرک سے کنارہ کشی اختیار کرکے، خالص توحید اختیار کر سکتا ہے، منصبِ رسالت کا صحیح ادراک کر سکتا ہے اور آخرت کے بہتر انجام کے لیے، اپنے آپ کو ایمان اور عملِ صالح کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے لیے وقف کر سکتا ہے۔

FLOW CHART

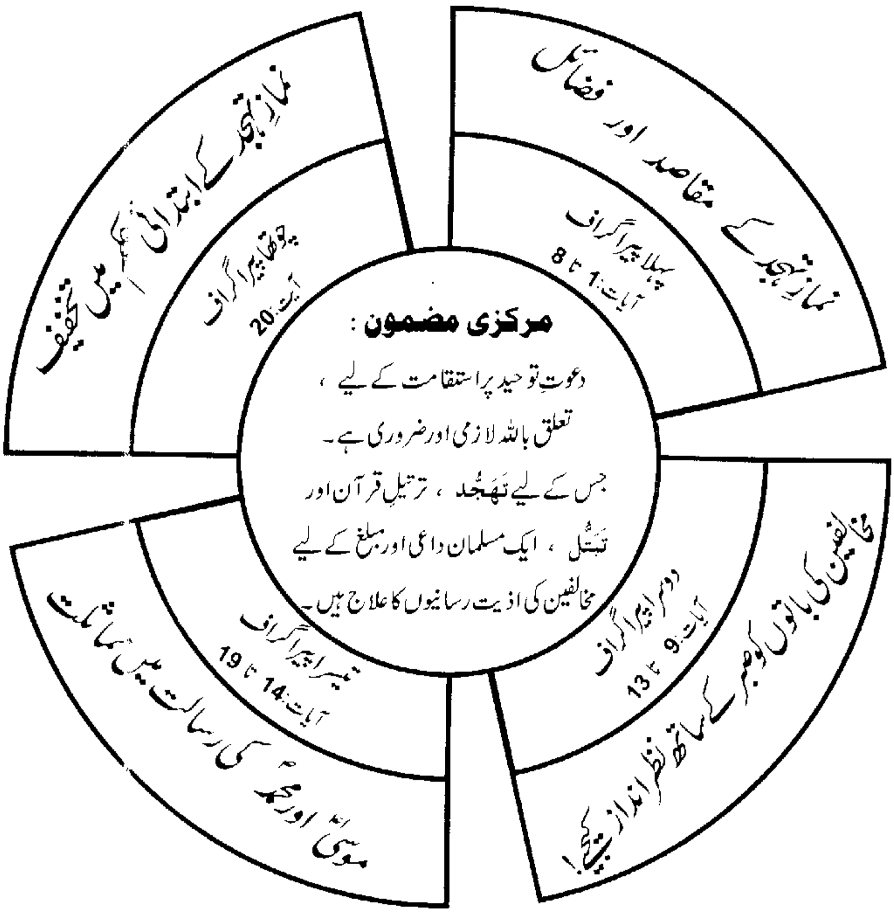
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

73- سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل

آیات : 20 ...... مَکِّیَّۃ" ...... پیراگراف : 4



زمانۂ نزول

1۔ سورۃ ﴿الْمُزَّمِّل﴾ کی ابتدائی آٹھ (8) آیات، غالباً سورۃ ﴿العَلَق﴾ اور سورۃ ﴿الْمُدَّثِّر﴾ کی ابتدائی آیات کے بعد، نازل ہوئیں۔ نزولی ترتیب کے اعتبار سے ﴿سورۃُ الْمُزَّمِّل﴾ کا یہ حصہ تیسرے نمبر پر ہے۔
یہ حصہ بہت ممکن ہے کہ وحی کے آغاز کے فوراً بعد پہلے سال ہی نازل ہوا ہو گا۔ دعوت کے اس مرحلے میں مستقبل کی قیادت تیار کرنے کے لیے، ﴿اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن﴾ کی تربیت کا اہتمام کیا گیا۔ چونکہ اس دور میں دعوت خفیہ تھی اور پنج وقتہ نماز بھی فرض نہیں کی گئی تھی، اس لیے انہیں نصف شب یا اُس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ وقت کے لیے نمازِ تہجد میں ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھنے اور سننے کی ہدایت کی گئی۔

2۔ اس سورۃ کی درمیانی گیارہ (11) آیات 9 تا 19 اِعلانِ عام کے بعد، دورِ تکذیب میں نازل ہوئیں، جب قریشی سرداروں کے رویوں کو فرعونی رویوں سے تشبیہ دے کر رسول اللہ ﷺ کو الزامات واعتراضات پر صبر کی نصیحت کی گئی۔

3۔ اس سورۃ کی آخری آیت نمبر 20، غالباً مدینۂ منورہ میں ہجرت کے فوراً بعد 1ھ میں نازل ہوئی۔

سورۃُ الْمُزَّمِّل کی خصوصیت

اِس سورۃ میں نومسلم صحابہؓ کی روحانی، ایمانی اور علمی تربیت کا سامان بھی فراہم کیا گیا ہے، تاکہ وہ اِقامتِ دین کے اگلے مرحلوں میں، سرداران قریش کے فرعونی رویوں کے خلاف، صبر و ثبات کے اعلیٰ معیار پر فائز ہو سکیں۔ مکی زندگی کے ابتدائی بارہ (12) سالوں میں صرف نمازِ تہجد کی پابندی کی ہدایت تھی۔ صحابۂ کرامؓ اہلِ زبان تھے۔ رسول اللہ ﷺ اور ان کے ابتدائی مخلص ساتھی رات کی آخری گھڑیوں میں، ساری دنیا سے کٹ کر (تَبَتُّل کے ساتھ)، چار پانچ گھنٹوں تک قیام کرتے اور ترتیل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے قرآن سنتے۔ پنجوقتہ نماز معراج کے بعد بارہ (12) نبوی میں فرض کی گئی۔ اس کے بعد تہجد کے ابتدائی حکم میں تخفیف کر دی گئی، جس کا ذکر اس سورت کی آخری آیت میں موجود ہے۔

نمازِ تہجد میں تَفَقُّہ فی القرآن کا طریقۂ کار

مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سورۃ المزمل میں نمازِ تہجد کے بارے میں وارد الفاظ ﴿وَ اَقْوَمُ قِیلاً﴾ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿اَجْدَرُ اَنْ یَفْقَہَ فِی الْقُرْآنِ﴾ "(تہجد میں تلاوت) قرآن میں تفقہ اور غور و فکر کے لیے زیادہ مناسب اور موزوں ہے۔" (ابوداود، کتاب الصلاۃ، حدیث:1,109)

فہمِ قرآن کے تقاضے صرف اُسی صورت میں پورے ہو سکتے ہیں، جب ترتیل کے ساتھ، قرآن کے ہر لفظ کو واضح کر کے پڑھا جائے اور ہر آیت کے بعد رک کر غور کیا جائے۔

حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حرف حرف واضح ہوا کرتا تھا۔
﴿اَنَّهَا وَصَفَتْ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ ﷺ حَرفاً حَرفاً﴾ (ترمذی، کتاب القراءت، حدیث:2,927)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں: "رسول اللہ ﷺ ایک ایک آیت کو الگ الگ پڑھتے اور ہر آیت پر ٹھہرتے۔
﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ پڑھ کر رک جاتے۔ پھر ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پر ٹھہرتے۔ اس کے بعد رک کر ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کہتے۔" (ابوداود۔ کتاب الحروف والقراءۃ۔ حدیث:3,487)

﴿ترتیل﴾ کے نتیجے ہی میں ﴿تفقُّه﴾ پیدا ہوتا ہے، جو مخلص اور ذہین اہل ایمان کو ﴿امامت﴾ کے لائق بناتا ہے۔ اسلامی ریاست کی مجلس شوریٰ کی اہلیت میں بھی قرآن کے علم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ لوگوں کا قرآنی علم دیکھا جاتا ہے، عمر نہیں دیکھی جاتی۔ عبد اللہؓ بن عباس کہتے ہیں: ﴿كَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلًا كَانُوْا اَوْ شُبَّانًا﴾
"حضرت عمرؓ کی مجلس شوریٰ، قرآن کے علما پر مشتمل ہوتی۔ اور اُن کی مشاورت میں بوڑھے بھی ہوتے اور جوان بھی۔"
(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، حدیث:4,642)

سورۃُ المُزَّمِّل کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الجنّ﴾ میں منصبِ رسالت کی تفصیل بیان کی گئی تھی کہ نبی اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو لوگوں تک پہنچاتا ہے، لیکن نہ تو نفع و نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ غیب کا علم رکھتا ہے۔ یہاں سورت ﴿المُزَّمِّل﴾ میں بتایا گیا ہے کہ قریشِ مکہ کی طرف رسول کریم ﷺ کی رسالت بالکل اُسی طرح ہے، جس طرح فرعون کی طرف حضرت موسیٰؑ کی رسالت تھی۔
﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ یہ شہادت حق کی ذمہ داری ہے، جو تمام رسولوں پر اور امتِ مسلمہ پر عائد کی گئی ہے۔

2- پچھلی سورۃ ﴿الجنّ﴾ میں جنات کی سماعتِ قرآن کا تذکرہ تھا کہ وہ کس طرح قرآن سن کر اُس سے متاثر ہوئے وہ نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ اپنے علاقے میں جا کر توحید کے عقیدے کی اشاعت میں سرگرم عمل ہو گئے۔
یہاں سورۃ ﴿المُزَّمِّل﴾ میں مسلمانوں کو، ترتیل، تبتّل اور تدبر قرآن کے ساتھ سماعتِ قرآن کی ہدایات دی گئیں، تاکہ وہ بھی داعی اور مبلغ بن جائیں۔

3- یہاں سورۃ ﴿المُزَّمِّل﴾ میں رسول اللہ ﷺ کو الزامات اور اعتراضات کے ماحول میں ﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ کے حکم کے ذریعے مخالفین کی باتوں پر صبر کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اگلی سورت ﴿المُدَّثِّر﴾ میں ﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ کے ذریعے ان مشکل حالات میں محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر دعوت و تبلیغ میں صبر و ثبات کا حکم دیا گیا۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿الْمُزَّمِّلُ﴾ میں ترتیلِ قرآن کا حکم:

﴿ترتیل﴾ کا مطلب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ہے، لیکن یہاں تاکیدِ مزید کے لیے مفعول مطلق استعمال کیا گیا ہے۔

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ (آیت: 4) قرآن دنیا کی واحد کتاب ہے، جس کا متکلم خود یہ ہدایت دے رہا ہے کہ اسے سرسری انداز میں نہ پڑھا جائے، بلکہ رک رک کر اطمینان سے سمجھ کر پڑھا اور سنا جائے۔

2۔ سورۃ ﴿الْمُزَّمِّلُ﴾ میں ذکر و تبتّل کا حکم:

﴿تبتیل﴾ کا مطلب سب سے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا ہے، لیکن یہاں بھی تاکیدِ مزید کے لیے مفعول مطلق استعمال کیا گیا ہے۔ ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴾ (آیت:8)۔ اپنے پالنے والے رب کے نام کو یاد کرنا چاہیے اور سب سے کٹ کر اسی کی طرف مائل ہو جانا چاہیے۔ تعلق باللہ کے بغیر اسلامی امامت و قیادت کا تصور ہی محال ہے۔

3۔ سورۃ ﴿الْمُزَّمِّلُ﴾ میں اللہ کو ﴿الٰہ﴾ اور ﴿وکیل﴾ بنا کر اُسی پر بھروسہ اور ﴿توکّل﴾ کرنے کا حکم:

آسمانوں اور زمین کے نظام کو چلانے والے اللہ کے علاوہ کوئی ﴿الٰہ﴾ نہیں ہے، لہٰذا اُسی کو وکیل بنالینا چاہیے۔ اُسی پر پورا اعتماد کر کے سارے امور اُسی کے حوالے کر دینے چاہییں وہی کارساز ہے۔ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾ (آیت:9)

4۔ سورۃ ﴿الْمُزَّمِّلُ﴾ میں صبر و استقامت کا حکم اور دعوت و تبلیغ کے آداب کی تعلیم:

مخالفت اور الزام تراشی کے ماحول میں مشرکین کی باتوں پر صبر کرنے کی نصیحت کی گئی اور خوبصورتی کے ساتھ انہیں نظر انداز کرنے کی تعلیم دی گئی۔ یہ وہ آدابِ تبلیغ تھے جو دعوت کے پہلے مرحلے ہی میں سکھائے گئے۔

﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا﴾ (آیت:10)

سورۃ المُزَّمِّل کا نظمِ جلی

1- آیات 1 تا 8: پہلا پیراگراف میں، ﴿تَعَلُّق بِالله﴾ میں اضافے کے لیے تہجد اور ترتیل اور ذکر و ﴿تَبَتُّل﴾ کا حکم:

اس ابتدائی حصے میں مندرجہ ذیل احکام ہیں۔

(1) آدھی رات کے لگ بھگ یعنی چار پانچ گھنٹوں کے لیے نمازِ تہجد کا طویل قیام کیا جائے۔

(2) قرآن کو اچھی طرح رک رک کر اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے اور سنا جائے، تاکہ فہم قرآن کے تقاضوں کی تکمیل ہو۔

(3) مستقبل کے بارے میں اشارہ کیا گیا کہ ایک قولِ ثقیل کی ذمہ داری آپ ﷺ پر عائد کی جائے گی۔

(4) تہجد کے لیے نصف شب کو اٹھ جانے کے دو فوائد بیان کیے گئے۔

(a) یہ نفس سرکش کو قابو میں رکھنے کے لیے بہترین ہتھیار ہے۔

(b) تہجد میں پڑھے جانے والے قرآن کو دل میں اتارنے کے لیے موثر اور مناسب وقت ہے، کیونکہ دن میں دعوت و تبلیغ کی اہم ذمہ داری کا فریضہ انجام دینا ہو گا۔ ﴿إِنَّ نَاشِئَةَ ٱلَّيْلِ هِىَ أَشَدُّ وَطْـًٔا وَأَقْوَمُ قِيلًا﴾ (آیت:6)

2- آیات 9 تا 13 : دوسرے پیراگراف میں، مشکل حالات میں اللہ کو ﴿وکیل﴾ بنا کر، اُسی پر ﴿توکّل﴾ کرنے کا حکم:

صبر و استقامت کی تلقین کر کے، مخالفین سے خود نبٹ لینے کا مژدہ سناتے ہوئے تسلی دی گئی ہے۔ یہ آیات اِعلانِ عام کے بعد ﴿دورِ تکذیب﴾ میں نازل ہوئیں۔ ان میں ﴿مُكَذِّبِين﴾ یعنی جھٹلانے والوں کو دھمکی دی گئی کہ ان کے لیے اللہ کے پاس بھاری بیڑیاں ہیں، اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے (آیت 12) حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔ (آیت 13)

3- آیات 14 تا 19 : تیسرے پیراگراف میں رسالتِ موسویؑ اور رسالتِ محمدی ﷺ کے درمیان مماثلت دکھائی گئی:

بتایا گیا ہے کہ قریش کے مشرک سرداروں کے رویے، بالکل فرعون کی طرح آمرانہ ہیں۔

فرعون کے دنیاوی انجام اور روزِ قیامت کے احوال سے قریش کو ڈرایا گیا ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی نافرمانی کی اور اللہ نے اسے پکڑ لیا۔ (آیت 16) اگر دوسروں نے بھی قومِ فرعون کی روش اختیار کی تو کوئی وجہ نہیں کہ اُن کا انجام بھی اس سے مختلف ہو۔ قیامت کا دن اس قدر سخت ہو گا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ قرآن کی دعوت کو نصیحت بتا کر یہ بات واضح کی گئی کہ یہ دل کا سودا ہے۔ کسی پر زبردستی اسلام مسلط نہیں کیا جا سکتا۔ ہر شخص کو مذہبی آزادی (Freedom of Choice) حاصل ہے۔ ﴿فَمَن شَآءَ ٱتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ سَبِيلًا﴾

4- آیت 20 : آخری طویل آیت میں، نمازِ تہجد کی طوالت میں تخفیف کا حکم دیا گیا :

نمازِ تہجد میں تخفیف کے اسباب کی وضاحت کر کے، چار چیزوں (نماز، زکوۃ، انفاق اور استغفار) کے احکامات دیے گئے ہیں۔

یہ آخری آیت دس (10) سال بعد، مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ (بروایت حضرت سعید بن جبیرؒ)

اللہ نے حکم دیا کہ اب تقریباً نصف شب کے بجائے، جس قدر آسانی سے ممکن ہو، تہجد میں قرآن پڑھنا کافی ہے۔

نمازِ تہجد میں تخفیف کے تین اسباب کی وضاحت کی گئی۔

(1) مریضوں کی رعایت کے لیے۔

(2) تلاشِ روزگار کے لیے سفر کرنے والوں کی رعایت کے لیے۔

(3) مجاہدین کی سہولت کے لیے۔

اس تخفیفی حکم کے بعد چار چیزوں کا حکم دیا گیا:

(1) پنجوقتہ نماز کا اہتمام کیا جائے۔ (2) زکوٰۃ ادا کی جائے۔

(3) اللہ کی راہ میں انفاق کیا جائے (قرضِ حسنہ)۔ (4) استغفار کا اہتمام کیا جائے۔

مرکزی مضمون

دعوتِ توحید اور اقامتِ دین پر استقامت کے لیے، تعلق باللہ لازمی اور ضروری ہے، جس کے لیے تہجد، ترتیلِ قرآن اور تبتّل، ایک مسلمان داعی اور مبلغ کے لیے تربیت کی پہلی منزل ہیں اور مخالفین کی اذیت رسانیوں کا علاج ہیں۔ ایک مسلمان نماز، زکوٰۃ، انفاق اور استغفار سے کبھی غافل نہیں ہو سکتا۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

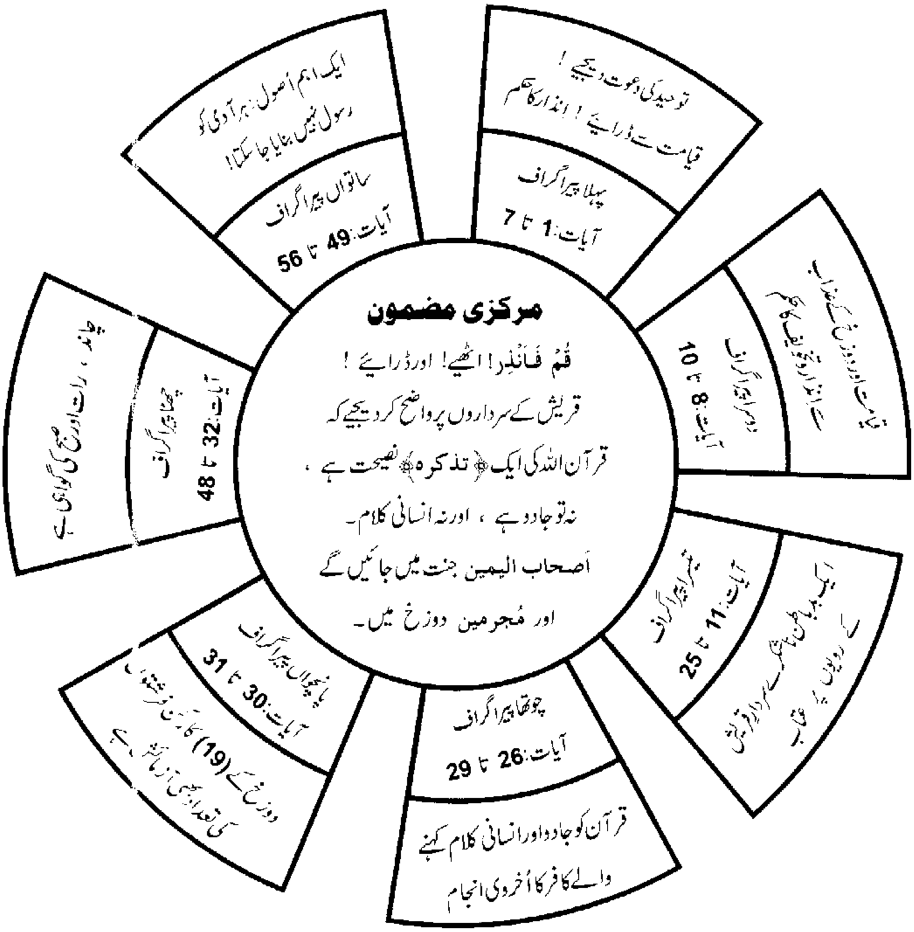
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

74- سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ

آیات : 56 ...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 7



زمانۂ نزول

1۔ سورۃ ﴿الْمُدَّثِّرُ﴾ کی ابتدائی سات آیات، سورۃ ﴿العَلَق﴾ کی ابتدائی 5 آیات کے بعد، دوسری وحی میں نازل ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ پیدل جا رہے تھے کہ آسمان کی طرف سے آواز سنی، سر اُٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا، جو غارِ حرا میں آیا تھا۔ آپ ﷺ نے گھر آکر ﴿دَثِّرُونِي﴾ کہتے ہوئے کمبل اوڑھ لیا۔ اس موقع پر سورۃ ﴿المدثر﴾ نازل ہوئی۔

(صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ المدثر، حدیث 4,638، عن جابر بن عبد اللہ)

2۔ اس سورۃ کی درمیانی آیت 8 تا 25 اعلانِ عام کے بعد قریش کے سردار ولید بن مغیرہ کے بارے میں، غالباً چار (4)ھ میں نازل ہوئیں، جس نے قرآن کو جادو اور انسانی کلام کہا تھا۔

3۔ آیات 26 تا 56 میں احوالِ آخرت سے تنبیہ کی گئی ہے۔ یہ بھی اعلانِ عام کے بعد دوسرے دور میں نازل ہوئیں۔

سورۃُ الْمُدَّثِّر کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الْمُزَّمِّل﴾ کی آیت 19 میں قرآن کو نصیحت کہا گیا تھا ﴿إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا﴾ یہاں اس سورۃ ﴿الْمُدَّثِّر﴾ میں بھی یہی بات ایک مختلف اسلوب سے دہرائی گئی ﴿كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ﴾۔ دونوں سورتوں میں اس بات کا اعادہ کیا گیا ہے کہ انسان کو مذہبی آزادی کا حق حاصل ہے اسلام زبردستی مسلط نہیں کیا جائے گا۔

2- یہاں ﴿سورۃ الْمُدَّثِّر﴾ میں قریش کی مجرم قیادت کے بارے میں بتا دیا گیا کہ وہ روزِ قیامت اعتراف کرے گی ﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ﴾ یقیناً ہم لوگ روزِ قیامت کو جھٹلایا کرتے تھے۔

اگلی سورۃ ﴿القِيَامَة﴾ میں عقلی نقلی اور انفسی دلیلوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ قیامت واقع ہو کر رہے گی۔

3- اس سورۃ میں قریشی لیڈروں کی ضد اور تکبر کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ محمد ﷺ کو رسول تسلیم کر لینے کے بجائے ان کا ہر لیڈر یہ چاہتا ہے کہ اُس پر صحیفے نازل کیے جائیں اور اُسے بھی رسول بنایا جائے ﴿بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً﴾ اس سورۃ میں ولید بن مغیرہ کے رویوں کا تذکرہ ہے، جب کہ اگلی سورت میں ابو جہل کے رویوں کا۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الْمُدَّثِّر﴾ میں قرآن کے ذریعے ﴿إِنذار﴾ کرنے یعنی خبردار کرنے کا حکم دیا گیا:

﴿قُمْ فَأَنذِرْ﴾ "اٹھیے اور لوگوں کو خبردار کیجیے۔" قرآن میں دوزخ کے عذاب کی تفصیل ہے۔ یہ بھی انسانوں کے لیے ایک تنبیہ اور Warning ہے۔ ﴿نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ﴾ (آیت:36)

قرآن کے بارے میں ولید بن مغیرہ کے خیالات کی تردید کی گئی کہ یہ ایک جادو یا انسانی کلام ہے قرآن ﴿تَذْكِرَة﴾ یعنی ایک نصیحت ہے۔

2- سورۃ ﴿الْمُدَّثِّر﴾ میں جنتی ﴿أَصحابُ اليَمِين﴾ اور ﴿مُجرِمِين﴾ کے درمیان موازنہ ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ o إِلَّا أَصْحٰبَ الْيَمِينِ o فِي جَنّٰتٍ يَتَسَاءَلُونَ o عَنِ الْمُجْرِمِينَ﴾

"ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے۔ صرف داہنے ہاتھ والے لوگ بھی اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ جنت کے باغوں میں مجرموں کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہوں گے۔"

سورۃ المدثر کا نظمِ جلی

سورۃ الْمُدَّثِّر سات (7) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 7: پہلے پیراگراف میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائی ہدایات دی گئی ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو ﴿إِنذَار﴾ کریں اور انہیں اسلام قبول نہ کرنے کے انجام سے ڈرائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ باتوں کا حکم دیا گیا۔

(1) اٹھیے اور خبردار کیجیے۔ (2) اپنے رب ہی کی عظمت و کبریائی کا اعلان کیجیے۔

(3) اپنے کپڑے پاک رکھیے۔ (4) (شرک کی) ہر گندگی سے دور رہیے۔ (اپنی جدوجہد برابر جاری رکھیے)۔

(5) دعوتی کام کو زیادہ خیال کر کے اپنی سعی کو منقطع نہ کیجیے۔

(6) رب کی خاطر تمام مخالفتوں کے علی الرغم ثابت قدمی کے ساتھ حق پر ڈٹے رہیے۔

2- آیات 8 تا 10: دوسرے پیراگراف میں احوالِ قیامت کے ذریعے منکرین دعوت کو ڈرایا گیا:

روزِ قیامت کو آسان چیز خیال نہ کیا جائے۔ یہ دن بڑا ہی سخت ہو گا۔ کافروں کے لیے ہلکا نہ ہو گا۔

﴿فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ○ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ○ عَلَى الْكٰفِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ○﴾

3- آیات 11 تا 25: تیسرے پیراگراف میں قریش کے ایک بدباطن ناشکرے لیڈر ولید بن مغیرہ کی گرفت کی گئی:

ولید بن مغیرہ پر اللہ کے احسانات کا ذکر ہے کہ اُسے بہت سامال دیا گیا۔ حاضر باش بیٹے دیے گئے۔ اُس کی سرداری کی راہ ہموار کی گئی، لیکن وہ اور زیادہ کا حریص ہے۔ ﴿كَلَّا﴾ کے ذریعے اُس کی غلط فہمیوں کی تردید کی گئی کہ اُسے مزید نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ اُس کے خلاف فردِ جرم عائد کی گئی کہ وہ اللہ کی آیات سے بغض و عناد رکھتا ہے۔ اُس نے سوچ کر ایک بات بنانے کی کوشش کی۔ لوگوں کے سامنے پیشانی

سکیڑی۔ منہ بنایا۔ پلٹا اور تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ قرآن محض ایک جادو ہے، جو پچھلے زمانوں سے چلا آرہا ہے۔ یہ خدائی کلام نہیں ہے، بلکہ انسانی کلام ہے۔ ﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ (آیت: 24، 25)۔ اس کی ہلاکت اور بربادی کی خبر سنائی گئی۔

4- آیات 26 تا 29 : چوتھے پیراگراف میں ولید بن مغیرہ جیسے لیڈروں کے اُخروی انجام اور احوالِ دوزخ کا تذکرہ ہے۔

جنہوں نے قرآن کو جادو اور انسانی کلام کہا، انہیں دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ دوزخ کی آگ نہ ان کو باقی رکھے گی، اور نہ چھوڑے گی بلکہ اُن کی کھال کو جھلس دے گی۔ ﴿سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝﴾

5- آیات 30 تا 31: پانچویں پیراگراف میں دوزخ کے اُنیس (19) کارکن فرشتوں کا ذکر ہے، جن کی تعداد آزمائش اور فتنہ بنادی گئی ہے۔

دوزخ پر اُنیس (19) کارکن فرشتے مقرر ہیں، کوئی وہاں سے راہِ فرار اختیار نہیں کر سکتا۔ اُنیس (19) کی تعداد پر منافق اور کافر اعتراض کرتے ہیں، جبکہ اہلِ ایمان صدقِ دل سے اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ ﴿وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا﴾ اس طرح اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔ اللہ کے لشکروں کو خود اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ انسانوں کی یاددہانی کے لیے ہے۔

6- آیات 32 تا 48 : چھٹے پیراگراف میں چاند، رات اور صبح کی گواہی پیش کی گئی ہے۔

یہ گواہی کہ انسان بھی چاند اور سورج کی طرح مختلف مراحل طے کرتے ہوئے اللہ کے حضور پہنچنے والا ہے۔ قرآن کی دعوت توحید اور شرک، دو مختلف چیزیں ہیں۔ ﴿مُجْرِمِيْن﴾ اور ﴿مُسْلِمِيْن﴾ کا انجام مختلف ہو گا۔

دوزخ انسانوں کے لیے انذار یعنی تنبیہ ہے، تاکہ جو اس کے لیے تیاری کرنا چاہیں وہ کر لیں اور جو منہ موڑنا چاہتے ہیں، اُن پر حجت قائم ہو جائے۔ ایک اہم حقیقت کا انکشاف کیا گیا کہ روزِ قیامت ہر شخص، اپنے اعمال کے بدلے (عذاب) میں رہن ہو گا، سوائے ﴿اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ﴾ کے، جو جنت میں ہوں گے۔ ﴿كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ﴾ (آیت 38) "ہر شخص، اپنی کمائی کے بدلے رہن ہے۔"

- جنت کے خوش نصیب ﴿اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ﴾ اور دوزخ کے مجرموں کے درمیان پیش آنے والے مکالمے کی تفصیل بیان کی گئی۔

جنتی پوچھیں گے : ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ﴾ تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟ (آیات:42)

دوزخی اعتراف کریں گے کہ چار (4) باتوں نے انہیں دوزخ میں پہنچا دیا۔ وہ نماز کی صورت میں اللہ کا حق ادا نہیں کرتے تھے اور طعام کی صورت میں مسکین بندوں کے حقوق بھی ادا نہیں کرتے تھے۔ نام نہاد دانشور تھے اور منکرِ قیامت تھے۔

(1) ﴿لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ﴾ "ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے۔" (آیت:43)

(2) ﴿وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾ "اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔" (آیت:44)

(3) ﴿وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ﴾ "حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ، ہم بھی باتیں بناتے تھے۔"

(4) ﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾ "اور ہم، روزِ قیامت کو جھوٹ قرار دیتے تھے۔" (آیت: 46)

- لیکن ہماری موت کا وقت آ گیا۔ ہمیں اپنے باطل معبودوں کی سفارش پر بھروسہ تھا۔ کسی کی سفارش ہمارے کام نہ آ سکی اور ہم اس طرح دوزخ میں آ پہنچے ہیں۔

7- آیات 49 تا 56 : آخری پیراگراف میں قرآن کا تعارف ہے کہ یہ ﴿تذکرہ﴾ یعنی ایک نصیحت اور یاددہانی ہے۔

ایک خوبصورت تشبیہ سے کافروں کو سمجھایا گیا کہ آخرت سے بے خوف لوگ، قرآن کی دعوت سے جنگلی گدھوں کی طرح بھاگتے ہیں، جب وہ شیر کو دیکھتے ہیں۔ کافروں کی غیر معقول شرطیں پوری نہیں کی جاسکتیں، ہر شخص کو رسول نہیں بنایا جاسکتا اور نہ ہر شخص کے پاس صحیفے بھیجے جاسکتے ہیں۔ مشرکین مکہ کی قیادت کے تین اہم جرائم بیان کیے گئے۔

(1) وہ قرآن سے فرار اور اعراض کا رویہ اختیار کر رہے ہیں۔ ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ﴾ (آیت:49)

(2) اِن کا ہر لیڈر محمد ﷺ کو رسول تسلیم کرنے کے بجائے یہ چاہتا ہے کہ اُسے بھی رسول بنا کر اُس پر بھی صحیفے نازل کیے جائیں۔

﴿بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً﴾ (آیت:52)

(3) اِن کا ہر لیڈر خوفِ آخرت سے بے نیاز ہے۔ ﴿لَا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ (آیت:53)

آخر میں صاف صاف بتادیا گیا کہ قریش کے لیڈر کسی غلط فہمی میں نہ رہیں کہ وہ کامیاب و کامران ہوں گے۔

ہرگز نہیں! یہ (قرآن) تو ایک ﴿تذکرہ﴾ یعنی نصیحت ہے۔

اللہ نے لوگوں کو مذہبی آزادی (Freedom of Faith) دے رکھی ہے۔

اب جس کا جی چاہے، اس سے سبق حاصل کرلے۔

اللہ اس کا اہل اور حق دار ہے کہ اُس سے تقویٰ کیا جائے اور اللہ اس کا اہل اور قادر ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو بخش دے۔ اللہ کی توفیق سے آخرت کا خوف رکھنے والے نیک لوگ ہی مغفرت کے مستحق ہوں گے۔

﴿هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ (آیت:56)

مرکزی مضمون

﴿قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ اٹھیے! اور ڈرائیے! قریش کے سرداروں پر واضح کردیجیے کہ قرآن ایک ﴿تذکرہ﴾ نصیحت ہے یہ نہ تو جادو ہے اور نہ انسانی کلام۔ ﴿اَصْحَابُ الْيَمِيْنِ﴾ جنت میں جائیں گے اور اللہ اور بندوں کے حقوق ادا نہ کرنے والے متکبر ﴿مُجْرِمِيْن﴾ دوزخ میں۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

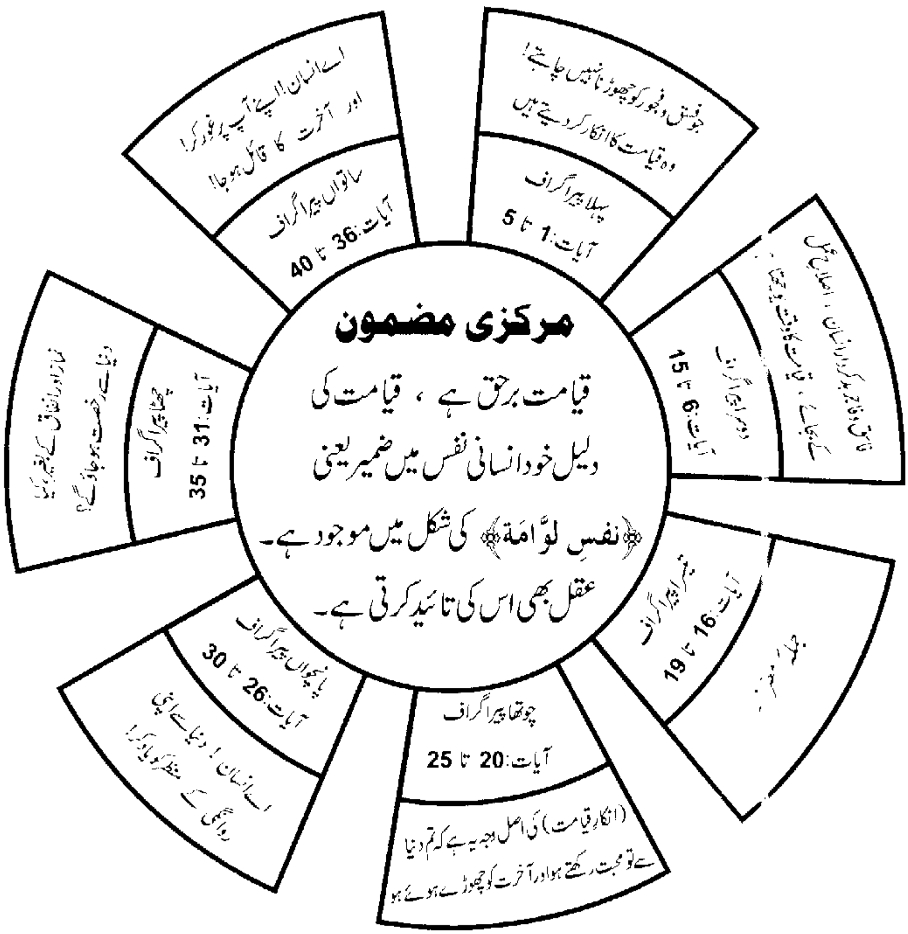
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

75- سُورَةُ الْقِیَامَةِ

آیات : 40 ...... مَکِّیَّة ...... پیراگراف : 7



زمانۂ نزول

سورۃ ﴿القیامه﴾ مکی دور کے ابتدائی ایام میں نازل ہوئی ، یہ وہی زمانہ تھا ، جب سورۃ ﴿الدّھر﴾ اور سورۃ ﴿النبأ﴾ نازل ہوئیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ ﴿القیامه﴾ کا پہلا اور آخری حصہ اعلانِ عام کے بعد 4 نبوی میں نازل ہوا اور درمیانی حصہ آغازِ نبوت کے وقت۔

1۔ آیات 1 تا 15 ، اعلانِ عام کے بعد نازل ہوئیں ، جب قریش کے لیڈر قیامت کا انکار کرتے ہوئے بطور استہزاء قیامت کا وقت پوچھ رہے تھے۔ ﴿يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ﴾ (آیت:6)

2۔ آیات 16 تا 19 ، آغازِ نبوت کے زمانے ہی میں نازل ہوئیں ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کا پہلا تجربہ ہو رہا تھا۔

3۔ آیات 20 تا 40 ، اعلانِ عام کے بعد نازل ہوئیں۔

4۔ آیات 31 تا 35 ، ابوجہل کے بارے میں ہیں ، جس نے ﴿تصدیق﴾ کے بجائے ﴿تکذیب﴾ سے کام لیا۔

سورۃ القِیَامَة کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿المُدَّثِّر﴾ میں ، ولید بن مغیرہ جیسے سردارانِ قریش کو آخرت اور دوزخ کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا۔

یہاں اس سورۃ ﴿القِیَامَة﴾ میں ، ابوجہل جیسے سرداروں کو تکذیب کی روش چھوڑ کر ، ضمیر کی آواز پر توجہ دینے کی دعوت دی گئی ہے۔ امکانِ آخرت کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

2۔ پچھلی سورۃ ﴿المُدَّثِّر﴾ میں ، ان لیڈروں کے انکار کا سبب بتایا گیا کہ یہ خوفِ آخرت سے بے نیاز ہیں ﴿بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ (آیت:53) اور یہاں اس سورۃ ﴿القِیَامَة﴾ میں اس مرض کی تشخیص ﴿بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ o وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ کے الفاظ سے کی گئی۔

یہ ﴿عاجله﴾ یعنی نقد دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں اور آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ (آیت:20،21)

3۔ اگلی سورۃ ﴿الدھر﴾ میں ان ﴿آثم﴾ یعنی گنہگار اور ﴿کفور﴾ یعنی ناشکری قیادت کی اطاعت کرنے سے روک دیا گیا۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿القِیَامَة﴾ میں ﴿النَّفْسُ اللَّوَّامَةُ﴾ ملامت کرنے والا نفس یعنی ضمیر کا ذکر:

﴿النَّفْسُ اللَّوَّامَةُ﴾ یعنی ضمیر (آیت:2) اللہ کی طرف سے ہر انسان کے اندر موجود ایک ایسی قوت ہے ، جو انسان کو برے کام کرنے پر ملامت کرتی رہتی ہے ، لیکن جب انسان ضمیر کی اس آواز کو دبا دبا کر پوری طرح کچل دیتا ہے تو پھر یہ قوت بھی ختم

ہو جاتی ہے۔اُس کو یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ بُرا کام کر رہا ہے۔

2- سورۃ ﴿القِیامَة﴾ میں ﴿اَوْلٰی﴾ کے لفظ کا چار (4) مرتبہ استعمال:

﴿اَوْلٰی﴾ کا لفظ چار (4) مرتبہ ابو جہل کے نامناسب رویوں کے بارے میں افسوس اور رنج کے ساتھ بطورِ تبصرہ استعمال کیا گیا ہے۔﴿اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی﴾ (آیت:34) ﴿ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی﴾ (آیت:35)

3- سورۃ ﴿القِیامَة﴾ کا سوالات پر اختتام:

سورۃ کا اختتام کئی سوالوں پر کیا گیا ہے، تا کہ لوگ غور و فکر سے کام لے کر، اپنے ضمیر کو ٹٹولیں اور آخرت کے قائل ہو جائیں۔﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ ۔۔۔۔۔۔ اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِ َۧ الْمَوْتٰی ؟﴾ (آیت:40)

سورۃُ القِیامَة کا نظمِ جلی

سورۃ القیامۃ سات (7) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 5 : پہلے پیراگراف میں امکانِ قیامت کے لیے ایک ﴿نفسی دلیل﴾ پیش کی گئی ہے۔

(a) سب سے پہلے ملامت کرنے والے نفس کی گواہی یعنی ضمیر کی شہادت پیش کی گئی ہے۔ دنیا کا ہر انسان خیر و شر، نیکی بدی اور صحیح و غلط کا قائل ہے۔وہ لوگ جو کسی مذہب اور کسی خدا کو نہیں مانتے، وہ بھی جزاء و سزا کے قائل ہیں۔وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ چور کو چوری کی سزا ملنی چاہیے۔ ملک میں پولیس اور عدالتوں کا نظام ہونا چاہیے۔
مجرموں کو جیل میں ڈالا جانا چاہیے۔ غرض جب انسانی نفس نیکی اور بدی اور اُن کی جزا اور سزا دونوں کو تسلیم کرتا ہے تو پھر اُسے آخرت کی جزا اور سزا کو بھی تسلیم کر لینا چاہیے۔﴿وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾

(b) اس کے بعد اس حقیقت کو کھولا گیا ہے کہ ایک منکرِ قیامت، آخرت کی جزاء و سزا کو ناممکن اور محال سمجھتا ہے۔ ایسے شخص کو سمجھایا گیا ہے کہ خالق کائنات کی ہستی وہ ہستی ہے، جو نہ صرف ہڈیوں کو بلکہ انگلیوں کے پوروں کو بھی ٹھیک ٹھیک دوبارہ پیدا کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔﴿بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ﴾

(c) تیسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ انکارِ قیامت کا بنیادی سبب یہ ہے کہ انسان اپنی بد عملی کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اگر وہ آخرت کی سزا کو تسلیم کر لے گا تو لازماً اسے گناہوں سے اور فسق و فجور سے پرہیز کرنا ہو گا۔ چونکہ وہ انہیں ترک کرنا نہیں چاہتا اس لیے وہ اپنی ضمیر کی آواز پر پردہ ڈال کر آخرت کا انکار کر دیتا ہے۔﴿بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ﴾

2- آیات 6 تا 15: دوسرے پیراگراف میں اس منکرِ قیامت کے رویے پر روشنی ڈالی گئی ہے:

منکرِ قیامت شخص فسق وفجور کو ترک کرنا نہیں چاہتا۔ چنانچہ وہ دعوت کو مسترد کرنے کے لیے الٹا یہ سوال کر دیتا ہے کہ یہ تو بتاؤ آخر یہ قیامت کب آئے گی؟

(a) صحیح بات یہ ہے کہ خوفِ قیامت رکھنے والا شخص قیامت کی تیاری کرتا ہے اور خوفِ قیامت سے بے نیاز آدمی محض ٹالنے کے لیے بے سروپا سوالات کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ایسے آدمی کو خبردار کیا گیا ہے کہ یہ وہی دن ہوگا جب دیدے پتھرا جائیں گے، چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند دونوں کو آپس میں ملا دیا جائے گا۔ یعنی کائنات کا موجودہ سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اُس وقت انسان فریاد کرے گا کہ میرے لیے فرار کی جگہ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی۔ اُسے اپنے رب کے آگے ٹھہرنا ہوگا۔ اُس دن اُس کو اُس کے سارے اعمال دکھادیے جائیں گے۔

(b) اس کے بعد ایک اہم نفسیاتی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ انسان اپنے نفس کے آگے شرمندہ ہوتا رہتا ہے، اگرچہ وہ لوگوں کے سامنے بہانے تراشتا ہے۔ وہ اپنے نفس اور ضمیر کے آگے مجرم ہی رہتا ہے۔

﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ o وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ﴾ (آیت:14، 15)

3- آیات 16 تا 19: تیسرا پیراگراف ﴿جملۂ معترضہ﴾ پر مشتمل ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔

(a) آپ ﷺ نبوت کے ابتدائی ایام میں وحی کو یاد کرنے کے لیے وحی سن کر تیزی سے زبان کو حرکت دیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا کام محض ایک مرتبہ سن لینا ہے۔

اللہ تعالیٰ خود بخود اُسے آپ کے قلب پر محفوظ کر دے گا البتہ اس کا اتباع کرنا آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے۔

(b) دو (2) اہم باتوں کی طرف نشاندہی کی گئی۔ اولاً یہ کہ جمع قرآن کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ہے۔

﴿اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ﴾ ثانیاً یہ کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف قرآن کے الفاظ کے نزول کی تکمیل کرے گا، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور احادیث صحیحہ وثابتہ کی صورت میں اس قرآن کی وضاحت اور تشریح کو بھی یقینی بنائے گا۔ ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ﴾

4- آیات 20 تا 25: چوتھے پیراگراف میں وضاحت کی گئی ہے کہ ﴿مؤمنین﴾ اور ﴿منکرین﴾ کا انجام مختلف ہوگا۔

(a) سب سے پہلے آخرت کا انکار کرنے والے بدکردار اور نفس وضمیر کی آواز کو دبانے والے لوگوں کی غلط فہمی کو ﴿کَلَّا﴾ کے لفظ سے دور کیا گیا کہ وہ ہرگز ہرگز اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ وہ کامران وکامیاب ہوں گے۔

﴿منکرین قیامت﴾ اس غلط فہمی میں بھی نہ رہیں کہ وہ دین دار اور خدا پرست ہیں، بلکہ وہ نقد دنیا کی محبت میں گرفتار ایسے لوگ ہیں، جو آخرت کی جزا وسزا سے بے نیاز ہو کر من مانی بے لگام زندگی گذار رہے ہیں۔

﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ﴾ (آیت:20،21)

(b) ﴿اللہ کا دیدار﴾ اس کے بعد بتایا گیا کہ قیامت کے دن کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے اور وہ اپنے پروردگار کے دیدار سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ اس کے برخلاف کچھ دوسرے چہرے اداس ہوں گے۔ انہیں یقین ہو جائے گا کہ اب اُن کے ساتھ نہایت برا سلوک ہونے والا ہے۔ ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ أَن يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝﴾ یہاں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ آخرت کو ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا انجام ایک جیسا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح آخرت کے خوف کے ساتھ گناہوں سے بچتے ہوئے نیک اعمال کرنے والوں کا انجام بدکردار فاسق وفاجر افراد کی طرح ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔

5- آیات 26 تا 30: پانچویں پیراگراف میں ﴿آخرت کے سفر کے مناظر﴾ سے انسان کو ڈرایا گیا ہے۔

﴿كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ﴾ کے الفاظ سے ﴿عالمِ نزع﴾ کی منظر کشی کی گئی، جب انسان کی روح قبض کی جاتی ہے۔ ﴿كَلَّا﴾ کے لفظ سے اس غلط فہمی کو دور کیا گیا کہ انسان اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا میں رہے گا۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اُسے یہ سوچنا چاہیے کہ اُس وقت اُس کا کیا ہوگا؟ جب جان حلق تک پہنچ جائے گی اور آدمی جھاڑ پھونک کی کوشش کرے گا۔ انسان کو معلوم ہو جائے گا کہ اب اس فانی دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی گھڑی آ پہنچی ہے۔

6- آیات 31 تا 35: چھٹے پیراگراف میں انسان کے ضمیر سے پوچھا گیا ہے کہ ﴿کیا وہ ابو جہل کی طرح﴾ اسلام کی تصدیق کے بغیر اور نیک اعمال کیے بغیر دنیا سے رخصت ہونا چاہتا ہے؟

﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ﴾ کے الفاظ سے یہ حقیقت واضح کی گئی کہ آخرت کے اِن پُر زور اور محکم دلائل کے باوجود ابو جہل نے نہ تو اسلام کی ﴿تصدیق﴾ کی اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ اُس نے ﴿تکذیب﴾ کی۔ جھٹلایا اور رعونت سے منہ موڑ کر اپنے گھر والوں کی طرف چل پڑا۔ اس پر تبصرہ کیا گیا کہ بدقسمتی اور بدنصیبی کی یہ ادا اسی کو زیب دیتی ہے۔ نہایت افسوس سے یہ جملہ چار (4) مرتبہ دہرایا گیا۔

﴿أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ۝ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ﴾ "ہاں! یہ روش تیرے ہی لیے سزاوار ہے اور تجھی کو زیب دیتی ہے!" (آیت:35)

7- آیات 36 تا 40: آخری پیراگراف میں چند سوالوں پر مشتمل امکانِ قیامت کی ﴿عقلی و نفسی دلیلیں﴾ ہیں۔

(a) سب سے پہلے یہ پوچھا گیا ہے کہ کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟

﴿أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى﴾ (آیت:36)

اُس سے حساب کتاب نہیں لیا جائے گا؟ گناہوں پر باز پرس نہیں ہو گی؟

(b) پھر ﴿انفسی دلیل﴾ ہے۔ اپنے نفس میں جھانک کر سوچنے اور غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہ کیا وہ ایک حقیر پانی کا نطفہ

نہیں تھا؟ جو رحم مادر میں ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر کیا اللہ تعالیٰ نے اُسے ایک لوتھڑا بنا کر ایک بھرپور آدمی میں تبدیل نہیں کیا؟ پھر کیا اس کی نسل سے لڑکے اور لڑکیاں نہیں پیدا کیے؟

(c) آخر میں ﴿عقلی دلیل﴾ پر مشتمل یہ سوال کیا گیا کہ حقیر نطفے سے ایک بھرپور انسان کو پیدا کرنے والا خالق اللہ، کیا مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟

﴿اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی؟﴾ (آیت 40) یہ اثباتِ قیامت کی دلیل ہے۔

مرکزی مضمون

قیامت برحق ہے، قیامت کی دلیل خود انسانی نفس و ضمیر یعنی ﴿نفسِ لوّامۃ﴾ کی شکل میں موجود ہے۔ عقل بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ فسق و فجور میں مبتلا لوگ، دنیا کی نقد آسائشوں میں کھو کر اور اپنے ضمیر کی آواز کو دبا کر آخرت کا انکار کر دیتے ہیں۔ اہلِ ضمیر ﴿عاجلہ﴾ کی محبت سے بچتے ہوئے آخرت پر ایمان لا کر، اپنے عملِ صالح سے قیامت کی تیاری کرتے ہیں۔ قائلین قیامت اور منکرین قیامت کا انجام مختلف ہو گا۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

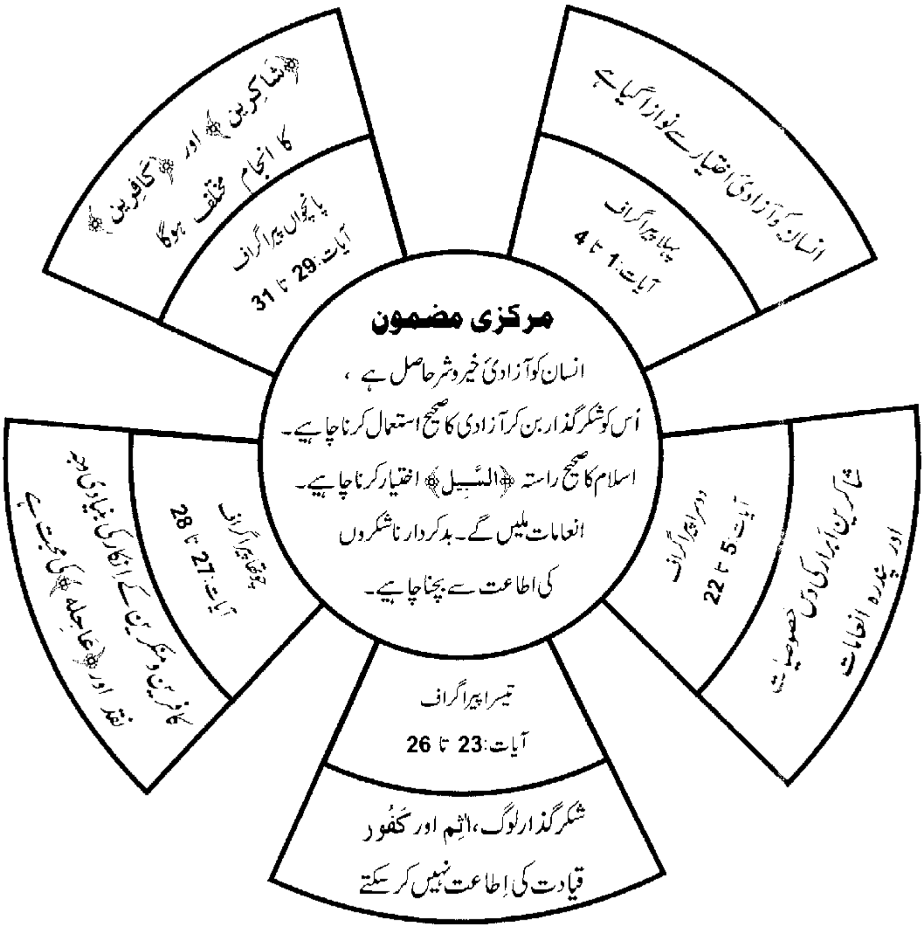
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

76- سُورَۃُ الدَّھرِ

آیات : 31 ...... مَکِّیَّۃ" ...... پیراگراف : 5



زمانۂ نزول

1۔ سورۃ ﴿الدّھر﴾ کی، ابتدائی بائیس (22) آیات آپ ﷺ پر قیامِ مکہ کے پہلے دور (0 تا 3 نبوی) میں نازل ہوئیں، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جارہی تھی۔ یہ وہی دور تھا جب سورۃ ﴿القِیامَۃ﴾ اور سورۃ ﴿النَّبَأ﴾ کا نزول ہوا۔

2۔ سورۃ الدھر کی آخری نو (9) آیات اِعلانِ عام کے بعد غالباً چار (4) نبوی میں نازل ہوئیں۔ قریشی قیادت پر فردِ جرم عائد کی گئی کہ یہ ﴿آثِم﴾ اور ﴿کَفُوْر﴾ ہیں۔ ان لیڈروں کی اِطاعت سے منع کر دیا گیا۔

﴿وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا﴾ (آیت:24)

ان لیڈروں کے بارے میں یہ بھی بتایا گیا کہ یہ ﴿عَاجِلَۃ﴾ یعنی نقد کی محبت میں گرفتار ہیں اور روزِ قیامت کی ہولناکی سے غافل ہیں۔ ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا﴾ (آیت:27)

خصوصیت

1۔ سورۃ الدھر میں، کفر کے انجام کو اجمالی طور پر تین لفظوں میں بیان کیا گیا ہے، جب کہ شکر گذاری کے انعامات کا ذکر تفصیلاً موجود ہے۔

2۔ اس سورت میں نیک اور بد کردار قیادت کا موازنہ بھی ہے۔ نیک قیادت اللہ کی محبت اور خوف آخرت کے ماتحت مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتی ہے، جب کہ بد کردار فاسق و فاجر قیادت (Leadership) خود پرست، دنیادار اور آخرت فراموش ہوتی ہے۔

سُورۃُ الدَّھر کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سُورۃ السَّجدَۃ اور ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ یعنی سورۃ ﴿الدَّھر﴾ پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: کتاب الجمعۃ، حدیث 2,068، عن عبد اللہ بن عباسؓ)

سُورۃُ الدَّھر کا کتابی ربط

1۔ سورۃ ﴿المُدَّثِّر﴾ میں ولید بن مغیرہ کے منفی رویوں کا ذکر تھا۔ اس کے بعد سورۃ ﴿القِیامَۃ﴾ میں ابو جہل کی تکذیب کا حوالہ تھا۔ یہاں سورۃ ﴿الدَّھر﴾ میں ان بد کردار فاسق و فاجر گناہ گار ﴿آثِم﴾ اور ناشکرے ﴿کَفُوْر﴾ لیڈروں کی اطاعت سے اجتناب کا حکم ہے۔

2۔ پچھلی سورت ﴿القیامۃ﴾ میں ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ o وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ (آیات: 21،22) کے الفاظ استعمال کیے

گئے تھے۔ یہاں سورۃ ﴿الدّھر﴾ میں ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَیَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ یَوْمًا ثَقِیْلًا﴾ (آیت:27) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ دونوں سورتوں میں ان کی دنیا پرستی اور آخرت کی جوابدہی سے بے نیازی کی تصویر کھینچی گئی ہے۔

3۔ اگلی سورۃ ﴿المرسلات﴾ میں دنیا دار مادہ پرست منکرین قیامت لیڈروں کو، امکانِ آخرت کے آفاقی، انفسی اور تاریخی دلیلیں فراہم کی گئی ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الدّھر﴾ میں اسلام کا صحیح راستہ یعنی ﴿السَّبِیْل﴾ کے لفظ کے دو مرتبہ استعمال کی معنویت:

﴿سبیل﴾ کا لفظ ابتداء میں بھی آیا ہے اور آخر میں بھی ﴿السَّبِیْل، سَبِیْلًا﴾ (آیات:3،29)

انسان کو مذہب کی آزادی کا بنیادی حق (Freedom of Faith) دیا گیا ہے۔

(a) انسان سے کہا گیا کہ اس کو مذہبی آزادی حاصل ہے، چاہے تو شکر گزار بن کر زندگی گزارے یا پھر ناشکرا بن کر۔

﴿اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا﴾ (آیت:3)

(b) اسی بات کو آخر میں بھی دہرایا گیا ہے۔ یہی اس سورت کا مرکزی مضمون ہے اور یہ قرآن کا خاص اسلوب ہے۔

﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْکِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا﴾ (آیت:29)

2- سورۃ ﴿الدّھر﴾ میں نیک لوگوں کے لیے بہت سارے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

جیسے: شکر گزار ﴿شَاکِر﴾ (آیت 3)، نیک اور باوفا ﴿اَبْرَار﴾، اللہ کے خاص نیک اور باعمل بندے ﴿عِبَادُ اللّٰه﴾

3- سورۃ ﴿الدّھر﴾ میں بدکار لوگوں کے لیے بھی بہت سے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

جیسے: ناشکرے ﴿کَافِر﴾ اسم فاعل (آیت 3)، ﴿کَفُوْر﴾ اسمِ صفت (آیت 24) اور ﴿ظالمین﴾ (آیت:31)

سُورَۃُ الدَّھر کا نظمِ جلی

سُورَۃُ الدَّھر پانچ (5) پیرگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 4: پہلے پیراگراف میں انسان کی حیثیت اور اس کے اختیارِ خیر و شر کا بیان ہے۔

وہ ﴿شَاکِر﴾ بھی بن سکتا ہے اور ﴿کَافِر﴾ یعنی ناشکرا بھی۔

انسان کا عرصہ دراز تک کوئی نام ونشان تک نہ تھا، وہ ایک شیء غیر مذکور تھا۔ (آیت:1)

اللہ تعالیٰ نے اسے ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا، اسے دیکھنے اور سننے کی صلاحیتیں عطا فرمائیں۔ (آیت:2)

پھر اسے راہِ ہدایت (السَّبیل) دکھائی تاکہ اسے آزما کر دیکھے کہ وہ کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے یا شکر کا۔ اسے آزادئ اختیار سے نوازا گیا ہے۔ (آیت: 3) صحیح استعمال کی وضاحت آیت: 29 میں بھی کی گئی ہے۔

ناشکری اور کفر کرنے والوں کا انجام:

﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا﴾ (آیت:4)

جو ناشکری اور کفر کرے گا، اس کے لیے طوق، سلاسل اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ (آیت:4)

◈ ◈ ◈

﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾ (آیت:1)

"کیا انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا؟"

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۝ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾ (آیت:2)

"ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لیے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا"

﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ (آیت:3)

"ہم نے اسے راستہ دکھادیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا"

﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا﴾ (آیت:4)

"کفر کرنے والوں کے لیے ہم نے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے۔"

2- آیات 5 تا 22: دوسرے پیراگراف میں شاکرین اَبرار کی دس (10) خصوصیات اور پندرہ (15) انعامات کا ذکر ہے۔

شاکرین ﴿اَبرار﴾ کی دس (10) خصوصیات:

1- اَبرار، شاکر (شکر گذار) ہوتے ہیں۔ (آیت:5)

2- اَبرار، ﴿عِبَادُ اللّٰهِ﴾ ہوتے ہیں۔ (آیت:6)

3- اَبرار، اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں۔ ﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ﴾ (آیت:7)

4- اَبرار، قیامت کی ہمہ گیر ہولناکی سے ڈرتے ہیں۔ ﴿وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا﴾ (آیت: 7)

5- اَبرار، مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾ (آیت:8)

6- ابرار، صرف اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لیے کھلاتے ہیں۔ ﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ﴾ (آیت:9)

7- ابرار، نیکی کرنے کے بعد، بدلے کی توقع نہیں رکھتے۔ ﴿لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾ (آیت:9)

8- ابرار کا نفس، نیکی کرنے کے بعد شکریے کا طالب بھی نہیں ہوتا۔ (آیت:9)

9- ابرار، قیامت کے دن کی ترشی اور اکھڑپن سے ڈرتے ہیں۔ ﴿ويخافون يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾ (آیت:10)

10- ابرار، صبر واستقامت کی اعلیٰ مثال پیش کرتے ہیں۔ ﴿وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا﴾ (آیت:12)

شاکرین ابرار کے پندرہ (15) انعامات:

1- ابرار، ایسی شراب پئیں گے، جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ (آیت:7)

2- وہ جدھر چاہیں گے، شراب کے چشموں سے شاخ نکال لیں گے۔ ﴿يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا﴾ (آیت:6)

3- اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کی آفت سے بچالے گا۔ ﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ﴾ (آیت:11)

4 اللہ تعالیٰ انہیں تازگی اور سرور سے نوازے گا۔ ﴿وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾ (آیت:11)

5- اللہ تعالیٰ انہیں باغ اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔ ﴿وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا﴾ (آیت:12)

6- جنت میں تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ﴾ (آیت:13)

7- جنت میں، موسم خوشگوار اور معتدل ہوگا، نہ گرمی اور نہ سردی۔ ﴿لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا﴾ (آیت:13)

8- جنت کے میوے، ابرار کی دسترس میں ہوں گے۔ ﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا﴾ (آیت:14)

9- ان کے لیے چاندی اور شیشے کے پیالے گردش میں ہوں گے۔ ﴿وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ﴾ (آیت:15)

10- ایک چشمے ﴿سَلْسَبِيْل﴾ سے شراب پلائی جائے گی، جس میں ﴿زنجبيل﴾ (ادرک) کی آمیزش ہوگی۔

﴿وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا﴾ (آیت:17)

11- موتی جیسے، ہمیشہ جوان رہنے والے تجربہ کار اور مستعد لڑکے گردش میں ہوں گے۔

﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ﴾ (آیت:19)

12- ہر طرف عظیم نعمت اور عظیم بادشاہت نظر آئے گی۔ ﴿وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا﴾ (آیت:20)

13- سبز سندس اور استبرق کا بالائی لباس ہوگا، چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ ﴿وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ﴾ (آیت:21)

14- پروردگار، پاکیزہ شراب پلائے گا۔ ﴿وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾ (آیت:21)

15- اَبرار (شکر گذاروں) کی سرگرمیاں اور ثابت قدمی مقبول ہو گی، اس کا اجر عطا کیا جائے گا۔

﴿وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ (آیت:22)

◈◈◈

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا﴾ (آیت:5)

"نیک لوگ (جنت میں) شراب کے ایسے ساغر پئیں گے جن میں آبِ کافور کی آمیزش ہو گی۔"

﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا﴾ (آیت:6)

"یہ ایک بہتا چشمہ ہو گا جس کے پانی کے ساتھ اللہ کے بندے شراب پئیں گے اور جہاں چاہیں گے بسہولت اس کی شاخیں لیں گے۔"

﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا﴾ (آیت:7)

"یہ وہ لوگ ہونگے جو (دنیا میں) نذر پوری کرتے ہیں، اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہو گی۔"

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾ (آیت:8)

"اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔"

﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾ (آیت:9)

"(اور اُن سے کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔"

﴿اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾ (آیت:10)

"ہمیں تو اپنے رب سے اُس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہو گا۔"

﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾ (آیت:11)

"پس اللہ تعالیٰ انہیں اُس دن کے شر سے بچالے گا اور انہیں تازگی اور سرور بخشے گا۔"

﴿وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا﴾ (آیت:12)

"اور اُن کے صبر کے بدلے میں اُنہیں جنت اور ریشمی لباس عطا کریگا"

﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۝ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا﴾ (آیت:13)

"وہاں وہ اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہونگے نہ اُنہیں دھوپ کی گرمی ستائے گی نہ جاڑے کی ٹھر"

﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا﴾ (آیت:14)

جنت کی چھاؤں ان پر جھکی ہوئی سایہ کر رہی ہو گی، اور اُس کے پھل ہر وقت ان کے بس میں ہوں گے (کہ جس طرح چاہیں انہیں توڑ لیں)

﴿وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا﴾ (آیت:15)

"ان کے آگے چاندی کے برتن اور شیشے کے پیالے گردش کرائے جارہے ہونگے"

﴿قَوَارِيرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا﴾ (آیت:16)

"شیشے بھی وہ جو چاندی کی قسم کے ہونگے، اور ان کو (منتظمین جنت نے) ٹھیک اندازے کے مطابق بھرا ہوگا۔"

﴿وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا﴾ (آیت:17)

"ان کو وہاں ایسی شراب کے جام پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔"

﴿عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا﴾ (آیت:18)

"یہ جنت کا ایک چشمہ ہوگا جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔"

﴿وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا﴾ (آیت:19)

"ان کی خدمت کے لیے ایسے لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے تم انہیں دیکھو تو سمجھو کہ موتی ہیں جو بکھیر دیے گئے ہیں۔"

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا﴾ (آیت:20)

"وہاں جدھر بھی تم نگاہ ڈالوگے نعمتیں ہی نعمتیں اور ایک بڑی سلطنت کا سروسامان تمہیں نظر آئے گا۔"

﴿عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا﴾ (آیت:21)

"ان کے اوپر باریک ریشم کے سبز لباس اور اطلس و دیبا کے کپڑے ہوں گے، ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، اور ان کا رب ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔"

﴿إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا﴾ (آیت:22)

"یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری کارگزاری قابل قدر ٹھہری ہے۔"

3- آیات 23 تا 26: تیسرے پیراگراف میں رسول اللہ ﷺ کے لیے ہدایات ہیں۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنزِيلًا﴾ (آیت:23) "اے نبی، ہم نے ہی تم پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کو مناسب وقت تک انتظار اور صبر کرنے کی ہدایت دی گئی۔ صبر، نماز اور صبح و شام تسبیح کا حکم دیا گیا اور آثم (گناہ گار) اور ﴿کفور﴾ یعنی ناشکری قیادت کی بات نہ ماننے کا حکم بھی دیا گیا۔ ﴿وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا﴾ (آیت: 24)

4- آیات 27 تا 28 : چوتھے پیراگراف میں کافر و منکر قیادت کی دنیا پرستی اور آخرت فراموشی کا بیان ہے۔

کافرین و منکرین کے انکار کی بنیادی وجہ، نقد اور ﴿عَاجِلَة﴾ کی محبت ہے:

منکرین جلدی حاصل ہونے والی چیز عَاجِلَة (نقد دنیا) سے محبت رکھتے ہیں اور آگے جو بھاری دن آنے والا ہے، اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ﴿إِنَّ هٰؤُلَآءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا﴾ (آیت:27)

منکرین کو دھمکی دی گئی کہ جس خدا نے انہیں پیدا کیا ہے، وہی خدا ان کی شکلیں بگاڑ سکتا ہے۔

﴿نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ أَسْرَهُمْ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا﴾ (آیت:28)

"ہم نے ہی اِن کو پیدا کیا ہے اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے ہیں، اور ہم جب چاہیں اِن کی شکلوں کو بدل کر رکھ دیں"

5- آیات 29 تا 31 : آخری پیراگراف میں بتایا گیا کہ روزِ قیامت ﴿شَاكِرِين﴾ اور ﴿كَافِرِين﴾ کا انجام مختلف ہوگا۔

یہ قرآن ایک کلمۂ نصیحت ﴿تذکرہ﴾ ہے، اب جس کا جی چاہے، اسے قبول کر کے اپنے رب کا راستہ ﴿السَّبِيل﴾ اختیار کر لے۔

﴿إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيلًا﴾ (آیت:29)

یہاں آیت 3 کے لفظ ﴿السَّبِيل﴾ کی مزید وضاحت کی گئی ہے، انسان کو خیر و شر کی آزادی کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ آخر میں ظالموں اور ناشکروں کو دھمکی دی گئی کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿يُدْخِلُ مَنْ يَشَآءُ فِي رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ (آیت:31)

"اپنی رحمت میں جس کو چاہتا ہے داخل کرتا ہے، اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

مرکزی مضمون

انسان کو آزادیٔ خیر و شر حاصل ہے، اُس کو ﴿شکر گذار﴾ بن کر آزادی کا صحیح استعمال کرنا چاہیے۔ اسلام کا صحیح راستہ ﴿السَّبِيل﴾ اختیار کرنا چاہیے۔ انعامات ملیں گے۔ بدکردار ناشکری قیادت کی اطاعت سے بچنا چاہیے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

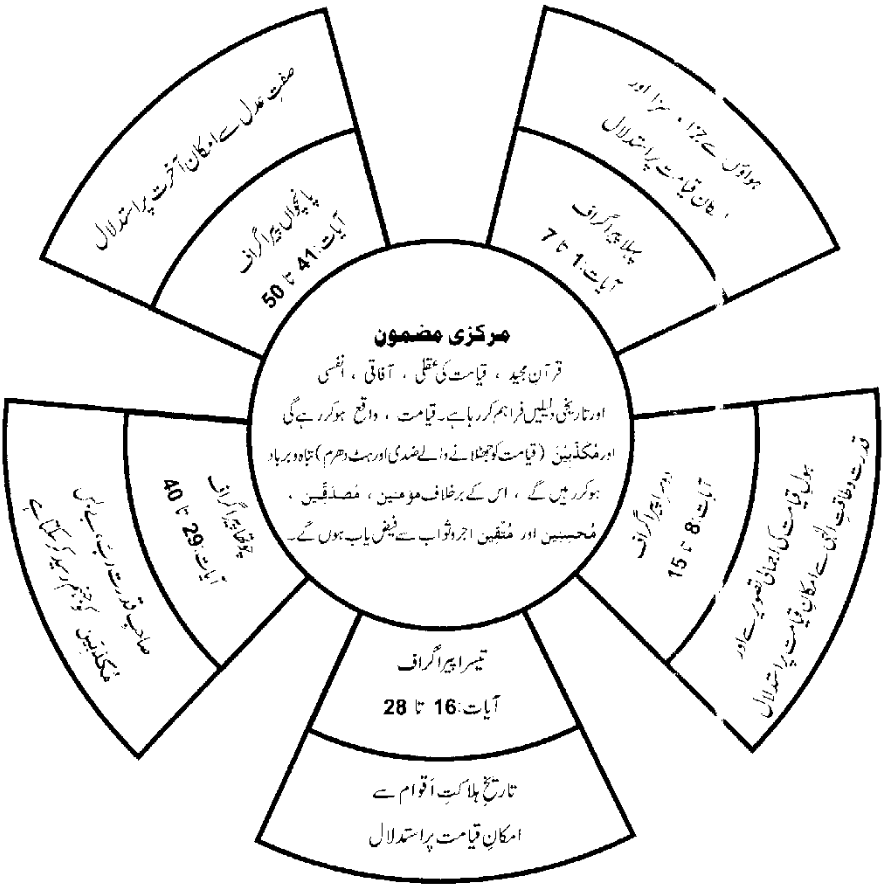
ترتیبی نقشہ/ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

77- سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ

آیات : 50 ...... مَکِّیَّۃ" ...... پیراگراف : 5



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿الْمُرْسَلٰت﴾ قیامِ مکہ کے پہلے دور (0 تا 3 نبوی) میں آپ ﷺ پر نازل ہوئی، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جارہی تھی۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ یہ منیٰ کے غار میں نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری)

زمانہ نزول

سورۃ ﴿المُرسَلات﴾ قیامِ مکہ کے پہلے دور (0 تا 3 نبوی) میں آپ ﷺ پر نازل ہوئی، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جارہی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ یہ منیٰ کے غار میں نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری)

سورۃ المُرسَلات کے فضائل

یہ اُن سورتوں میں سے ایک ہے، جس نے رسول اللہ ﷺ کو بوڑھا کر دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَالوَاقِعَةُ وَالمُرسَلاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا الشَّمسُ كُوِّرَتْ﴾

"سورۃ ھود، سورۃ الواقعہ، سورۃ المرسلات، سورۃ النّبأ اور سورۃ التکویر نے مجھے بوڑھا کر دیا۔"

(جامع ترمذی: کتاب التفسیر، باب سورۃ الواقعہ، حدیث 3,297، صحیح)

سورۃ المُرسَلات کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الدّھر﴾ میں ﴿آثم و کفور﴾ یعنی گنہگار اور ناشکری قیادت کی دنیا پرستی اور آخرت فراموشی کا نقشہ ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا﴾ سے کھینچا گیا تھا۔

یہاں ﴿سورۃ المرسلات﴾ میں، ایک طنزیہ اسلوب سے یہی بات دہرائی گئی کہ آخرت کو نہ ماننے والی یہ قیادت بدکردار اور ﴿مجرم﴾ ہے۔ ﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ﴾ (آیت:46)

2- سورۃ المرسلات میں ﴿مؤمنین و محسنین و متقین﴾ کے مقابلے میں ﴿مکذّبین و مجرمین﴾ کے درمیان موازنہ ہے، جب کہ اگلی سورت النبا میں ﴿متقین﴾ اور منکرِ آخرت ﴿طاغین﴾ کے درمیان تقابل ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿المرسلات﴾ میں آیتِ ترجیع دس مرتبہ دہرائی گئی ہے:

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ "تباہی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔" یہ آیتِ ترجیع ہے۔

منکرینِ آخرت کو اس تکرار کے ذریعے یہ سمجھایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی ﴿تصدیق﴾ کرنے ہی میں ان کی بھلائی ہے اور اس کی ﴿تکذیب﴾ ان کی تباہی، ہلاکت اور بربادی میں اضافے کا سبب بنے گی۔

2- سورۃ ﴿المرسلات﴾ کا اختتام ایک سوالیہ آیت پر ہوا ہے:

آخری آیت ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ؟﴾ (آیت: 50) آفاقی، تاریخی، انفسی دلائل کے ذریعے ان لیڈروں پر اتمام حجت کر کے پوچھا گیا ہے کہ اب قرآن جیسے معجزانہ کلام کے بعد کون سا ایسا کلام ہو سکتا ہے، جس سے متاثر ہو کر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔

سورۃُ المُرسلات کا نظمِ جلی

سورۃُ المُرسلات پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 7 : پہلے پیراگراف میں ہواؤں کی آفاقی دلیل سے جزاءوسزا اور امکانِ آخرت پر استدلال کیا گیا ہے۔

اس میں ایک تاریخی دلیل بھی پوشیدہ ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہواؤں سے کئی قوموں کو ہلاک کیا۔ جیسے ہودؑ کی قوم عاد۔ ہواؤں کی شہادت اور گواہی ہے کہ قیامت ضرور برپا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ پے در پے ہوائیں بھیجتا ہے، جو طوفانی رفتار سے چلتے ہوئے گرد و غبار اڑاتی ہیں۔ بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں اللہ کا عذاب یا ثواب نازل ہوتا ہے۔ ہواؤں کے دو پہلو ہیں۔ جزا کا پہلو اور سزا کا پہلو۔ ہوائیں لوگوں کے دلوں میں اللہ کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ انہیں ڈراتی ہیں۔ متنبہ اور خبردار کرتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ تم سے جو وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور واقع ہو کر رہے گا یعنی قیامت۔ ﴿إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعٌ﴾ (آیت:7)

2- آیات 8 تا 15 : دوسرے پیراگراف میں قیامت کی ہولناکی کی تصویر دکھا کر، منکرینِ قیامت کی تخویف کی گئی ہے۔

جب ستارے ماند پڑ جائیں گے، آسمان پھوڑ دیا جائے گا اور پہاڑ دھنک ڈالے جائیں گے اور رسولوں کی حاضری کا وقت آ پہنچے گا تو یہی دن ﴿یومُ الفصل﴾ ہو گا۔ فیصلے کا دن،اُس دن رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو جھٹلانے والوں کی شامت آئے گی۔

3- آیات 16 تا 28 : تیسرے پیراگراف میں ﴿تاریخی﴾، ﴿آفاقی﴾ اور ﴿ربوبیت کی دلیلیں﴾ بھی ہیں۔

تینوں قسم کے دلائل سے اللہ تعالیٰ کی قدرت ثابت کرتے ہوئے امکانِ قیامت پر استدلال کیا گیا ہے۔

اس کے تین ذیلی پیراگراف ہیں۔

(a) تاریخ ہلاکت اقوام سے قیامت پر استدلال:

تاریخ سے استدلال کیا گیا کہ کیا اللہ نے مجرم قوموں کو ہلاک نہیں کیا؟ اسی طرح وہ مستقبل میں بھی مجرم قوموں کو ہلاک کرتا رہے گا اور بالآخر ان مجرم اور جھٹلانے والوں کی ہلاکت ہو کر رہے گی۔ اس کے بعد وہی آیت ترجیع ہے۔

﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ﴾ تباہی ہے! اُس دن، جھٹلانے والوں کے لیے! (آیت:19)

(b) دلائلِ انفس سے قیامت پر استدلال:

پھر انسان کو اپنے نفس میں جھانک کر اپنے ماضی پر غور کرتے ہوئے، اپنے مستقبل پر یعنی آخرت پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا گیا۔ اللہ کی قدرت اور حکمت ثابت کی گئی کہ اس نے ایک حقیر نطفے سے ماں کے پیٹ میں حمل ٹھہرایا۔ یہی عظیم الشان قدرت رکھنے والی ہستی قیامت کو برپا کرنے کی پوری قوت وقدرت رکھتی ہے۔ لوگوں کو آخرت کی زندگی پر ایمان لا کر صحیح رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ ورنہ آخرت کو جھٹلانے والوں کی تباہی لازمی ہے۔ اس کے بعد وہی آیتِ ترجیع ہے۔

(c) اسبابِ ربوبیت اور آفاقی دلائل سے قیامت پر استدلال:

تاریخی اور انفسی دلائل کے بعد ربوبیت کے دلائل رکھے گئے۔ انسانی ضمیر سے پوچھا گیا کہ انہیں زمین پر، بلند وبالا پہاڑوں پر اور میٹھے پانی کی نعمت پر غور کر کے کیا اللہ کی قدرت اور طاقت کو تسلیم نہیں کر لینا چاہیے؟ اور اُس کی نعمتوں پر شکر نہیں ادا کرنا چاہیے؟ ورنہ قیامت کے دن ناشکروں کی ہلاکت ہو کر رہے گی۔ پھر اس کے بعد وہی آیتِ ترجیع دہرائی گئی ہے۔

4- آیات 29 تا 40 : چوتھے پیراگراف میں، منکرینِ قیامت کی تخویف کی گئی ہے:

یہاں دوزخ کے عذاب کی نوعیت سے، روزِ قیامت مُکَذِّبِین کی بے بسی کی تصویر سے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت سے منکرینِ قیامت کی تخویف کی گئی ہے، اس پیراگراف کے بھی تین ذیلی پیراگراف ہیں:

- دوزخ کے عذاب کی نوعیت سے تخویف:

سب سے پہلے دوزخ کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس کے سائے بھی تکلیف دے رہے ہوں گے۔ نہ وہ ٹھنڈک پہنچائیں گے اور نہ آگ کی لپٹ سے بچائیں گے۔ دوزخ کی آگ کے بلند شعلوں کو اونچے محل سے تشبیہ دی گئی۔ اچھلتے ہوئے شعلوں کو زرد اونٹوں سے تشبیہ دی گئی۔ وہ دوزخ جس کا فیصلہ روزِ قیامت اُس کے جھٹلانے والوں کے حق میں ہو گا۔ پھر اُس کے بعد وہی آیتِ ترجیع دہرائی گئی ہے۔ اس دن قیامت کے دن کو جھٹلانے والوں کی شامت آئے گی اور وہ دوزخ میں داخل ہو کر رہیں گے۔

- روزِ قیامت مُکَذِّبِین کی بے بسی سے تخویف:

اگلے ذیلی پیراگراف میں دوزخ کا نقشہ کھینچنے کے بعد جھٹلانے والوں کی بے بسی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ روزِ قیامت جھٹلانے والے نہ تو بول سکیں گے اور نہ انہیں معذرت کا موقع دیا جائے گا۔ کوئی عذر اور بہانہ بھی تراش نہیں سکیں گے۔

﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾ (آیات: 35، 36) پھر وہی آیتِ ترجیع ہے۔

یہ دن جھٹلانے والوں کی ہلاکت وبربادی کا ہو گا۔ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (آیت 37)

- روزِ قیامت اللہ کی قدرت سے تخویف:

آخری ذیلی پیراگراف میں اللہ کی قدرت کا تذکرہ ہے کہ وہ فیصلے کے دن تمام اگلوں اور پچھلوں کو جمع کر کے رہے گا۔ تمام

انسان بے بس ہوں گے۔ انسانوں کو چیلنج کیا گیا کہ اگر وہ اللہ کے خلاف کوئی چال چل سکتے ہوں تو اس کی کوشش کر دیکھیں وہ نہ تو قیامت کو روک سکتے ہیں اور نہ ٹال سکتے ہیں۔ اس دن منکرین قیامت کی شامت آ کر رہے گی۔

5- آیات 41 تا 50 : آخری پیراگراف میں منکرینِ قیامت بدکردار ﴿مجرمین﴾ کو ڈرایا گیا ہے:

روزِ قیامت سے ڈر ڈر کر زندگی گذارنے والے ﴿متقین﴾ اور ایمان لا کر نیک عمل کرنے والے ﴿محسنین﴾ کے اجر و ثواب کی تفصیل بیان کر کے، منکرینِ قیامت بدکردار ﴿مجرمین﴾ کو ڈرایا گیا ہے۔
﴿متقین﴾ کے لیے ایسے باغات ہوں گے، جن میں سائے، چشمے اور مختلف قسم کے پھل ہوں گے۔ اُن سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے نیک اعمال کے بدلے جنت کی ان نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ ایک اہم قاعدہ یہ بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ نیک لوگوں کو ایسی ہی جزا دیتا ہے اور جھٹلانے والوں کو عذاب سے دوچار کرتا ہے۔ ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ o وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (آیات: 44، 45)

- دعوت کو مسترد کرنے والے رویوں کی تصویر سے مُکَذِّبین کی تخویف:

متقین کی نعمتوں کے ذکر کے بعد ﴿مجرمین﴾ سے طنزیہ خطاب کیا گیا کہ اس دنیا کی چند روزہ زندگی میں خوب کھا پی لیں۔ عیش کر لیں لیکن قیامت کے دن انہیں ہلاکت سے دوچار ہونا پڑے گا۔
پھر قیامت کو جھٹلانے والے ان ﴿مجرم﴾ لوگوں کے باطنی خبث کی نشاندہی کی گئی کہ یہ ﴿متکبر﴾ ہیں۔
جب ان سے اللہ کے آگے جھکنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو یہ نہیں جھکتے۔ ان کی تباہی یقینی ہے۔

- آخری آیت میں ایک چبھتا اور دردمندانہ سوال کیا گیا کہ یہ جھٹلانے والے اب کون سے کلام پر ایمان لائیں گے؟ ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ؟﴾ (آیت: 50) اِن کا تکبر، ان کی ضد اور ہٹ دھرمی، قرآن جیسے بلند پایا کلام اور اُس کے ہمہ پہلو مسکت دلائل کے بعد بھلا کس چیز سے مطمئن و قائل ہو کر ایمان کی راہ پا سکتی ہے؟

مرکزی مضمون

قرآنِ مجید، قیامت کی عقلی، آفاقی، انفسی اور تاریخی دلیلیں فراہم کر رہا ہے۔ قیامت، واقع ہو کر رہے گی اور مُكَذِّبِيْنَ (یعنی قیامت کو جھٹلانے والے متکبر، ضدی اور ہٹ دھرم) تباہ و برباد ہو کر رہیں گے، اس کے برخلاف مؤمنین، مُصَدِّقِين، مُحسِنِين اور مُتَّقِين اجر و ثواب سے فیض یاب ہوں گے۔

FLOW CHART

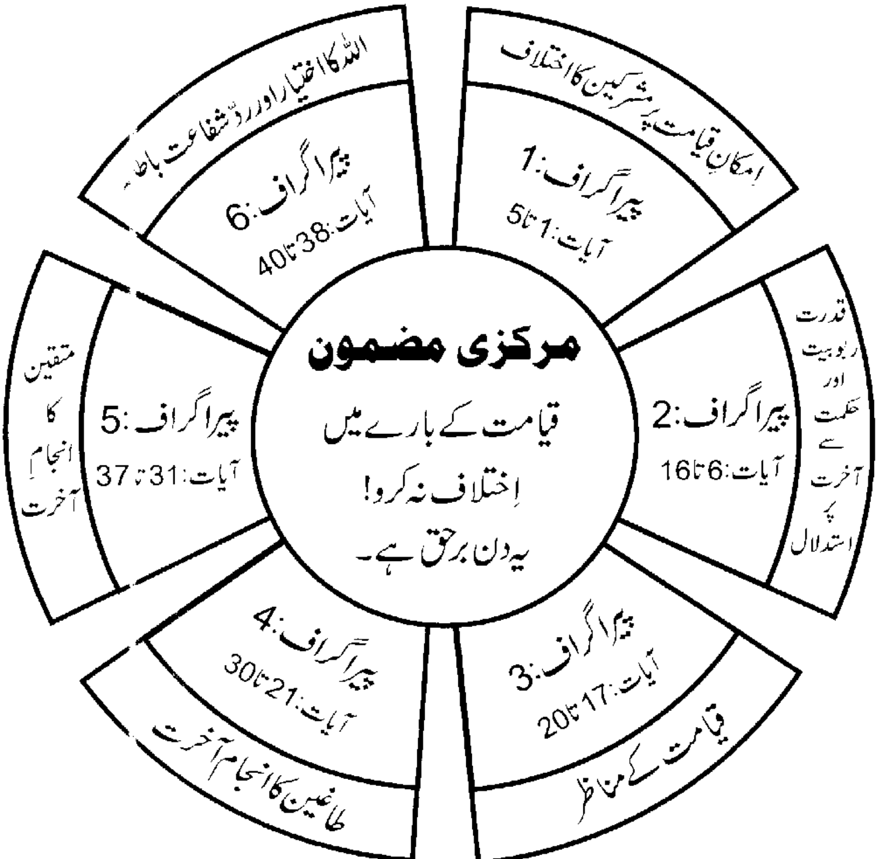
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

78- سُورَةُ النَّبَإِ

آیات : 40 ...... مَكِّيَّة'' ...... پیراگراف : 6



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿النَّبَأ﴾ قیامِ مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) میں اِعلانِ عام۔ کے بعد آپ ﷺ پر نازل ہوئی، جب قیامت کے بارے میں اختلاف برپا ہو چکا تھا اور جب قیامت اور امکانِ آخرت کے عقیدے کو پختہ کیا جا رہا تھا۔

سورۃ النَّبَأ کے فضائل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿شَيَّبَتْنِي هُودٌ والواقِعَةُ وَالمُرسلاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾
”سورۃ ھود، سورۃ واقعہ، سورۃ المرسلات، سورۃ النبأ اور سورۃ التکویر نے مجھے بوڑھا کر دیا۔“
(جامع ترمذی: کتاب التفسیر، باب سورۃ الواقعہ، حدیث 3,297، صحیح)

سورۃ النَّبَأ کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿المُرسَلات﴾ میں بار بار بتایا گیا تھا کہ قیامت کو جھٹلانے والے ﴿مُكَذِّبِين﴾ کی تباہی اور بربادی ہوگی، یہاں سورۃ ﴿النَّبا﴾ میں یہ بیان کیا گیا کہ قیامت کو نہ ماننے والے ﴿طَاغِين﴾ بن کر، سرکش اور متمرد دوزخی ہو جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف قیامت کو مان کر، حدود و قیود کے ساتھ زندگی گزارنے والے ﴿مُتَّقِين﴾ جنت کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿النَّبا﴾ میں آیت:3 کا جواب آیت:39 میں دیا گیا ہے:

آیت نمبر 3 میں قیامت کے بارے میں اختلاف نقل کیا گیا تھا ﴿الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ﴾، اس کا جواب آیت 39 میں ﴿ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ﴾ ”یہ دن برحق ہے“ کے الفاظ سے دیا گیا۔

2- سورۃ ﴿النَّبا﴾ میں آیت: 7 کا آیت: 20 سے تعلق:

آیت نمبر 7 میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو زمین میں کھونٹوں کی طرح گاڑ کر مضبوط اور مستحکم کر دیا ہے ﴿وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا﴾، لیکن آیت نمبر 20 میں بتایا گیا کہ روزِ قیامت یہی پہاڑ سراب ہو جائیں گے اور حرکت کرنے لگیں گے۔
﴿وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَاباً﴾

3- سورۃ ﴿النَّبا﴾ میں آیت: 12 کا آیت: 19 سے تعلق:

آیت 12 میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر سات مضبوط اور محکم آسمان بنائے ہیں ﴿وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا﴾، جن میں کوئی شگاف یا دراڑ نہیں ہے، لیکن آیت:19 میں بتایا گیا کہ روزِ قیامت یہی آسمان کھول دیے جائیں گے اور ان میں دروازے ہی دروازے ہوں گے۔ ﴿وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا﴾

4- سورۃ ﴿النّبا﴾ میں ﴿مُتَّقِین﴾ اور ﴿طَاغِین﴾ کے درمیان موازنہ ہے۔

ان دونوں کا انجام بھی مختلف ہو گا۔ خوفِ قیامت کے ساتھ زندگی گزارنے والے ﴿متقی﴾ ہوتے ہیں اور خوفِ قیامت کے بغیر زندگی گزارنے والے سرکش ﴿طاغی﴾ ہو جاتے ہیں۔

سُورۃُ النّبا کا نظمِ جلی

سورۃُ النّبا چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 5 : پہلے پیراگراف میں قیامت ﴿نَبَأٌ عظیمٌ﴾ پر اختلاف کرنے والوں کو تنبیہ:

﴿نَبَأٌ عظیمٌ﴾ پر اختلاف کرنے والوں کو، ان کے شک اور ان کی حیرت انگیزی پر تنبیہ کی گئی ہے۔ قیامت جس کے بارے میں، یہ چہ میگوئیاں کر رہے ہیں، ایک بہت بڑی خبر ہے۔ امکانِ قیامت کے بارے میں اختلاف غلط ہے، یہ ہو کر رہے گی۔ (آیت:39)

﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ﴾(1) یہ لوگ کس، چیز کے بارے میں پوچھ رہے ہیں؟

﴿عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ﴾(2) کیا اس بڑی خبر کے بارے میں!

﴿الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ﴾(3) جس کے متعلق یہ مختلف چہ میگوئیاں کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

﴿كَلَّا سَيَعْلَمُونَ﴾(4) ہرگز نہیں! عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔

﴿ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ﴾(5) ہاں! ہرگز نہیں! عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔

2- آیات 6 تا 16 : دوسرے پیراگراف میں، اللہ تعالیٰ کی قدرت، ربوبیت اور حکمت سے آخرت پر استدلال ہے۔

اس میں اسبابِ ربوبیت سے، امکانِ آخرت پر دلیل قائم کی گئی ہے۔

﴿أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا﴾(6) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے زمین کو فرش (گہوارہ) بنایا؟

﴿وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا﴾(7) اور (کیا نہیں) پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا؟

﴿وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا﴾(8) اور (کیا نہیں) ہم نے تمہیں جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا؟

﴿وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا﴾(9) اور (کیا نہیں) ہم نے تمہاری نیند کو باعثِ سکون بنایا؟

﴿وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا﴾(10) اور (کیا نہیں) رات کو پردہ پوش بنایا؟

﴿وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾(11) اور (کیا نہیں) ہم نے دن کو معاش کا وقت بنایا؟

﴿وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا﴾(12) اور تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) قائم کیے؟

﴿وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا﴾(13) اور ہم نے، ایک نہایت روشن اور گرم چراغ پیدا کیا؟

﴿وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا﴾(14) اور (کیا نہیں) ہم نے بادلوں سے، لگا تار بارش برسائی؟

﴿لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا﴾(15) تا کہ اس کے ذریعہ سے، غلہ اور سبزی اگائے؟

﴿وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا﴾(16) اور گھنے باغ بھی (اگائے)؟

3- آیات 17 تا 20: تیسرے پیراگراف میں، قیامت کے مناظر کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا﴾(17) بے شک فیصلے کا دن مقرر ہے۔

﴿يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا﴾(18) جس روز، صور میں پھونک ماردی جائے گی، تم فوج در فوج نکل آؤ گے۔

﴿وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا﴾(19) آسمان کھول دیا جائے گا اور اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔

﴿وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا﴾(20) اور پہاڑ چلائے جائیں گے، یہاں تک کہ وہ سراب ہو جائیں گے۔

4- آیات 21 تا 30: چوتھے پیراگراف میں، قیامت کا انکار کرنے والے ﴿طَاغِيْنَ﴾ کا انجام:

قیامت کے منکرین طاغی ہوتے ہیں، ان سرکشوں ﴿طَاغِيْنَ﴾ کے لیے آگ، کھولتا ہوا پانی اور زخموں کا دھوون ہے۔

﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا﴾(21) یقیناً جہنم، گھات میں ہوگی۔

﴿لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا﴾(22) جو طاغین (سرکشوں) کا ٹھکانا ہے۔

﴿لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا﴾(23) اس (دوزخ) میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔

﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا﴾(24) اس کے اندر کسی ٹھنڈک اور پینے کے قابل، کسی چیز کا مزہ نہ چکھیں گے۔

﴿اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا﴾(25) کچھ ملے گا تو بس گرم پانی! اور زخموں کا دھوون (پیپ!)

﴿جَزَآءً وِّفَاقًا﴾(26) ان کے (کرتوتوں کا) بھرپور بدلہ۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا﴾(27) یہ (دوزخی) کسی حساب کی توقع نہ رکھتے تھے۔

﴿وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا﴾(28) اور ہماری آیتوں کو انہوں نے بالکل جھٹلا دیا تھا۔

﴿وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا﴾(29) اور حال یہ تھا کہ ہم نے ہر چیز گن گن کر لکھ رکھی تھی۔

﴿فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾(30) اب چکھو مزہ! ہم تمہارے لیے عذاب کے سوا، کسی چیز میں ہرگز اضافہ نہ کریں گے

5- آیات 31 تا 37 : پانچویں پیراگراف میں بتایا گیا ہے کہ ﴿طاغین﴾ کے بالمقابل، ﴿مُتَّقِین﴾ کا انجام جنت ہو گا۔

کامیابی ﴿مُتَّقِین﴾ کا مقدر ہو گی، ان کے لیے باغات، بیویاں اور شراب وغیرہ کا انعام ہو گا۔

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا﴾(31)	یقیناً متقیوں کے لیے، کامرانی کا ایک مقام ہے۔
﴿حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا﴾(32)	باغ اور انگور۔
﴿وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا﴾(33)	اور نوخیز (اٹھتی جوانیاں)، ہم سن لڑکیاں۔
﴿وَّ كَاْسًا دِهَاقًا﴾(34)	اور چھلکتے جام۔
﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا﴾(35)	وہاں وہ کوئی لغو اور جھوٹی بات نہیں سنیں گے۔
﴿جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا﴾(36)	جزاء اور کافی انعام، تمہارے رب کی طرف سے۔
	(ان کے عمل کے حساب سے صلہ)
﴿رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	جو زمین اور آسمانوں کا مالک ہے
وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ	اور ان کے درمیان کی چیزوں کا بھی، مہربان رب
لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا﴾(37)	جس کے سامنے کسی کو بولنے کا یارا نہیں۔

6- آیات 38 تا 40 : چھٹے اور آخری پیراگراف میں، اللہ کے اختیار کی وضاحت ہے اور شفاعتِ باطلہ کی تردید ہے۔

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا	یہ وہ دن ہو گا جب جبریل اور فرشتے صف بستہ ہوں گے
لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ	کوئی بلا اجازت زبان تک نہ کھول سکے گا،
اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ	سوائے اس کے، جس کو رحمن اجازت دے گا
وَقَالَ صَوَابًا﴾(38)	اور وہ بالکل ٹھیک بات کہے گا۔
﴿ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ	وہ دن برحق ہے، (یہ دن ہونی شدنی ہے)
فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا﴾(39)	اب جس کا جی چاہے، اپنے رب کی طرف پلٹنے کا راستہ اختیار کرلے۔
﴿اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا	ہم نے لوگوں کو اس عذاب سے ڈرا دیا ہے جو قریب ہے
يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ	جس روز آدمی دیکھ لے گا، جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے
وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾(40)	اور کافر پکار اٹھے گا: کاش! میں خاک ہوتا!

اس پیراگراف میں عدالتِ خداوندی کا منظر ہے۔ سارے شفیع بے اختیار ہوں گے ﴿لَا يَمْلِكُوْن﴾ ﴿لَا يَتَكَلَّمُوْن﴾ قیامت کے دن کلی

اختیارات، صرف اور صرف اللہ کے ہاتھ میں ہوں گے، ﴿شفیع﴾ یعنی سفارش کرنے والا بھی، اللہ کی اجازت کے بغیر منہ نہ کھول سکے گا اور اس کی زبان سے، کسی غلط سفارش کے الفاظ نہیں نکل سکیں گے، اس کے لبوں پر قولِ صواب (قولِ عدل) ہی ہو گا۔ ﴿وَقَالَ صَوَابًا﴾

مرکزی مضمون

اِمکانِ قیامت کے بارے میں اِختلاف نہیں کرنا چاہیے۔ یقیناً یہ دن برحق ہے۔

قیامت کے دن، خوفِ آخرت سے بے نیاز ﴿طَاغِيْنَ﴾ اور خوفِ آخرت کے تحت زندگی گزارنے والے ﴿مُتَّقِين﴾ کا انجام مختلف ہو گا۔ شفاعتِ باطلہ کے عقیدے پر اِنحصار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ سرکشی ﴿طغوی﴾ سے بچتے ہوئے، خوفِ قیامت کے سائے میں زندگی گزارتے ہوئے، ﴿متقی﴾ بن کر جنت کے حصول کی کوشش کرنا چاہیے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

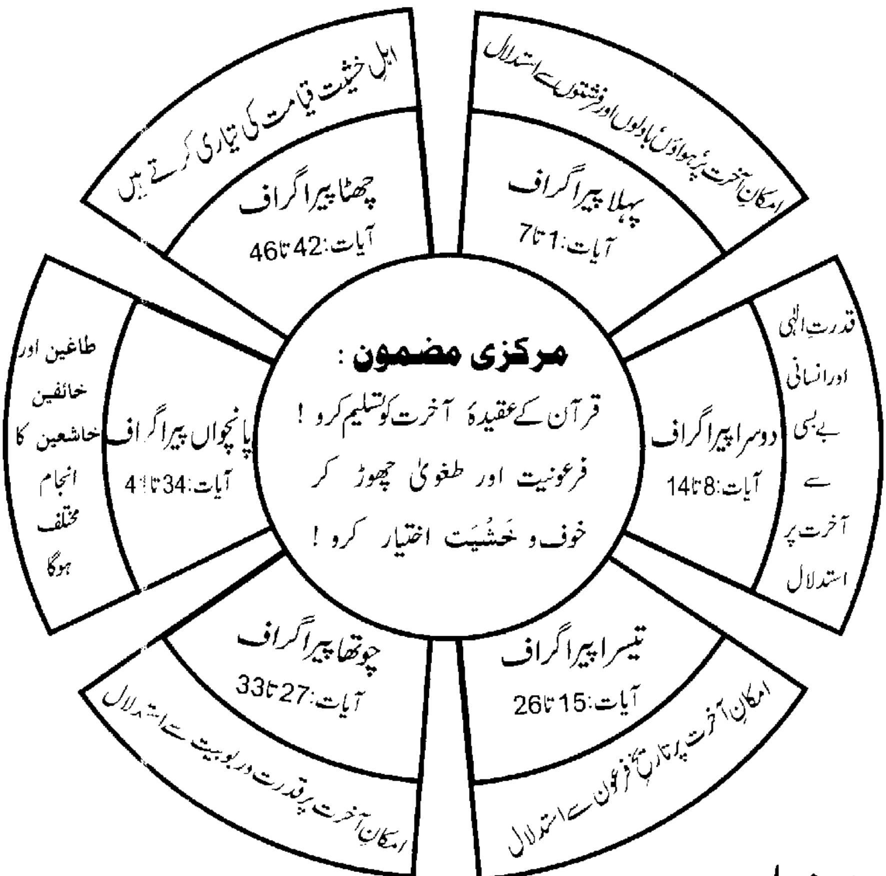
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

79- سُورَةُ النَّازِعَاتِ

آیات : 46 ...... مَكِّيَّة'' ...... پیراگراف : 6



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿النَّـازِعات﴾ بھی، سورت ﴿النباء﴾ کے بعد قیام مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) میں اِعلانِ عام کے بعد آپ ﷺ پر نازل ہوئی، جب قیامت کے بارے میں اختلاف برپا ہو چکا تھا اور مشرکینِ مکہ کے سرکش رویے، ﴿فرعون﴾ کی طرح طاغوتی ہو رہے تھے۔

سورۃُ النّازِعات کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿النَّبَأ﴾ میں ﴿طاغِین اور مُتَّقِین﴾ کے درمیان تقابل تھا، یہاں اس سورۃ ﴿النَّازِعات﴾ میں ﴿طاغِین﴾ اور ﴿اھلِ خَشیَت﴾ کے درمیان موازنہ ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿النّازِعات﴾ میں اہلِ خشیت اور سرکش قوتوں کے درمیان موازنہ ہے:

خَاشِئِین (اہلِ خشیت)، خاشِعِین اور خائِفِین کا تقابل، ﴿طاغین﴾ سے کیا گیا ہے۔

2- سورۃ ﴿النّازِعات﴾ میں تین (3) مرتبہ ﴿خَشیَت﴾ کے لفظ کے استعمال کی معنویت:

(a) حضرت موسیٰؑ نے، فرعون کو تزکیۂ نفس کی دعوت دی، تاکہ اس میں اللہ کی ﴿خَشیَت﴾ پیدا ہو۔ (آیت:19)

(b) قومِ فرعون کی ہلاکت میں عبرت کا سامان موجود ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ﴿خَشیَت﴾ اختیار کرنا چاہتا ہے۔ (آیت:26)

(c) رسول اللہ ﷺ کو صاف صاف بتا دیا گیا کہ آپ صرف ﴿مُنذِر﴾ یعنی خبردار کرنے والے ہیں، آپ کا ﴿اِنذار﴾ صرف اُس شخص کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے، جو آخرت کی ﴿خَشیَت﴾ اختیار کرنا چاہتا ہے۔

3- سورۃ ﴿النّازِعات﴾ میں ﴿طغویٰ﴾ کے لفظ کے استعمال کی معنویت:

جنت میں ہر وہ شخص داخل ہو گا، جو ﴿طغویٰ﴾، ﴿حُبِ دنیا﴾ اور خواہشاتِ نفس سے بچ کر، روزِ قیامت اللہ کے حضور قیام اور جواب دہی کے تصور کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔ (آیت:40)

4- سورۃ ﴿النّازِعات﴾ میں ﴿طغیٰ﴾ کے لفظ کے استعمال کی معنویت:

(a) اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا تھا کہ وہ فرعون کے پاس جا کر دعوتِ اسلام دیں، کیونکہ وہ ﴿طاغی﴾ یعنی سرکش ہو چکا تھا۔ (17)

(b) ہر اُس شخص کا ٹھکانہ جہنم ہو گا، جو آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دے کر ﴿طاغی﴾ یعنی سرکش بن جاتا ہے۔

(آیات:37تا39)

سورۃ النّٰزِعات کا نظمِ جلی

سورۃ النّٰزِعات چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 7 : پہلے پیراگراف میں، امکانِ آخرت پر ہواؤں، بادلوں اور فرشتوں سے استدلال کیا گیا ہے۔

﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾(1) قسم ہے ان (فرشتوں) کی! جو ڈوب کر کھینچتے ہیں۔

﴿وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾(2) اور (قسم ہے جو) آہستگی سے نکال لے جاتے ہیں۔

﴿وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا﴾(3) اور قسم ہے! (ان فرشتوں کی جو کائنات میں) تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں۔

﴿فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا﴾(4) پھر (حکم بجالانے میں) سبقت کرتے ہیں۔

﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾(5) پھر (احکامِ الٰہی کے مطابق) معاملات کا انتظام چلاتے ہیں۔

﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾(6) جس روز ہلامارے گا، زلزلے کا جھٹکا۔ (اس دن سے ڈرو)

﴿تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ﴾(7) اور اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا پڑے گا۔

ہوائیں، قانونِ جزا وسزا (Law of Reward & Punishment) کا ثبوت پیش کر رہی ہیں۔ ہواؤں اور بادلوں کے نظام پر اللہ تعالیٰ کا مکمل کنٹرول ہے، اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے ان کو رحمت بنادے اور جس کے لیے چاہے عذاب بنادے۔ ﴿نازِعات﴾ یعنی کھینچنے والیوں سے مراد، اللہ کے فرشتے بھی ہو سکتے ہیں اور ہوائیں بھی جو تناور درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہیں۔

2- آیات 8 تا 14 : دوسرے پیراگراف میں، قدرتِ الٰہی اور انسانی بے بسی سے آخرت پر استدلال کیا گیا ہے۔

﴿قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ﴾(8) کچھ دل ہوں گے، جو اس روز کانپ رہے ہوں گے۔ (دھڑکتے ہوں گے)

﴿اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ﴾(9) نگاہیں ان کی سہمی ہوئی ہوں گی۔ (پست ہوں گی)

﴿يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ﴾(10) یہ لوگ پوچھتے ہیں کیا واقعی ہم پلٹا کر پھر واپس لائے جائیں گے؟

﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً﴾(11) کیا جب ہم کھوکھلی بوسیدہ ہڈیاں بن چکے ہوں گے؟ (کھنکتی ہڈیاں)

﴿قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ﴾(12) کہنے لگے: یہ واپسی تو پھر بڑے گھاٹے کی ہوگی۔

﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾(13) حالانکہ یہ بس اتنا کام ہے کہ ایک زور کی ڈانٹ پڑے گی۔

﴿فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾(14) اور یکایک یہ کھلے میدان میں موجود ہوں گے۔

3- آیات 15 تا 26 : تیسرے پیراگراف میں، امکانِ آخرت پر ہلاکتِ فرعون سے استدلال کیا گیا ہے۔

﴿هَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾ (15) کیا تمہیں موسیٰؑ کے قصے کی خبر پہنچی ہے؟

﴿إِذْ نَادٰهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ (16) جب اُن کے رب نے انہیں طویٰ کی مقدس وادی میں پکارا تھا

﴿اِذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهٗ طَغٰى﴾ (17) فرعون کے پاس جاؤ! وہ سرکش (طاغی) ہو گیا ہے۔

﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلٰى أَنْ تَزَكّٰى﴾ (18) اس سے کہنا! کیا تو اس کے لیے تیار ہے کہ پاکیزگی اختیار کرے!

﴿وَأَهْدِيَكَ إِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى﴾ (19) اور میں تیرے رب کی طرف، تیری رہنمائی کروں تو (تیرے اندر) خوف پیدا ہو؟

﴿فَأَرٰهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى﴾ (20) پھر موسیٰؑ نے (فرعون کے پاس جا کر) اس کو بڑی نشانی دکھائی۔

﴿فَكَذَّبَ وَعَصٰى﴾ (21) مگر اس نے جھٹلا دیا اور نہ مانا،

﴿ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعٰى﴾ (22) پھر چالبازیاں کرنے کے لیے پلٹا۔

﴿فَحَشَرَ فَنَادٰى﴾ (23) اور لوگوں کو جمع کر کے پکارا۔ (اعلان کیا)

﴿فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى﴾ (24) پھر اس نے کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

﴿فَأَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْأُوْلٰى﴾ (25) آخر کار! اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔

﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً﴾ (26) در حقیقت اس میں بڑی عبرت ہے،

﴿لِّمَنْ يَّخْشٰى﴾ ہر اس شخص کے لیے جو خشیت اختیار کرے ڈرے۔

تاریخ کے اس واقعے سے قانونِ جزا و سزا کو ثابت کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور طاغی فرعون کا قصہ مختصراً بیان کر کے لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ اپنا تزکیہ کر لو! خشیت اختیار کرو! رسول کو جھٹلانے اور اس کی ہدایت و رہنمائی کو رد کرنے اور چالبازیوں سے اس کو شکست دینے کی کوشش کا جو انجام، فرعون دیکھ چکا ہے، اُس سے عبرت حاصل کر کے، اس روش سے باز آ جاؤ! ورنہ تمہارا بھی وہی انجام ہو گا۔ ﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى﴾

4- آیات 27 تا 33 : چوتھے پیراگراف میں، امکانِ آخرت پر اللہ تعالیٰ کی قدرت و ربوبیت سے استدلال کیا گیا ہے۔

آخرت کی عقلی دلیلیں فراہم کی گئی ہیں۔

﴿ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا﴾ (27) کیا تمہارا دوبارہ پیدا کرنا زیادہ دشوار کام ہے یا آسمان کا۔

﴿رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا﴾ (28) اس کی چھت خوب اونچی اٹھائی (گنبد بلند کیا) پھر اس کا توازن قائم کیا

﴿وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحٰهَا﴾ (29) اور اس کی رات ڈھانکی اور اس کا دن نکالا (دن کو بے نقاب کیا)

﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا﴾(30) اس کے بعد، زمین کو اس نے بچھایا۔(ہموار کیا)

﴿اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا﴾(31) اس کے اندر سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔

﴿وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا﴾(32) اور پہاڑ اس میں گاڑ دیے۔

﴿مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ﴾(33) سامانِ زیست کے طور پر، تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے لیے۔

5-آیات 34 تا 41 : پانچویں پیراگراف میں، ﴿طاغِین﴾ اور ﴿خائفین﴾ کے مختلف انجام سے آگاہ کیا گیا۔

انسان کی سعی (کوشش) اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی۔ انسان کو قیامت کے محاسبے سے ڈر کر، اعمالِ صالحہ کی کوشش کرنی چاہیے۔

﴿فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى﴾(34) پھر جب وہ ہنگامۂ عظیم برپا ہو گا (تو یہ سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا)

﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى﴾(35) جس روز انسان اپنا کیا دھرا (اعمال) یاد کرے گا۔

﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى﴾(36) اور ہر دیکھنے والے کے سامنے، دوزخ کھول کر رکھ دی جائے گی۔ (بے نقاب کر دی جائے گی، جن کو اس سے دوچار ہونا ہے)

﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى﴾(37) تو جس نے سرکشی کی تھی (طغویٰ اختیار کیا تھا)

﴿وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾(38) (اور آخرت کے بالمقابل) اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی،

﴿فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾(39) دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہو گی۔

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى﴾(40) اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا،

﴿فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾(41) پھر یقیناً جنت اس کا ٹھکانا ہو گی۔

6-آیات 42 تا 46 : چھٹے اور آخری پیراگراف میں، ﴿خشیت﴾ اختیار کرنے کی دعوت دی گئی۔

مُنذر ﷺ کے اِنذار (Warning) سے فائدہ اٹھا کر، ﴿خشیت﴾ اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا﴾

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ

اَيَّانَ مُرْسٰهَا﴾(42) آخر وہ گھڑی کب آ کر ٹھہرے گی۔ (کب کھڑی ہو گی)

﴿فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا﴾(43) تمہارا کیا کام کہ اس کا وقت بتائیں؟ (تم اس بحث میں کہاں پڑے ہو؟)

﴿اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا﴾(44) اس کا علم تو اللہ پر ختم ہے۔ (یہ معاملہ تو آپ کے رب کے حوالے ہے)

﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا﴾(45) آپ ﷺ صرف خبردار کرنے والے ہیں، ہر اس شخص کو، جو اس دن کی

خشیت اختیار کرے۔

﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا﴾ (46)

جس روز یہ لوگ اسے دیکھ لیں گے تو انہیں یوں محسوس ہو گا کہ (دنیا میں یا حالتِ موت میں) بس ایک دن کے پچھلے پہر، یا اگلے پہر تک ٹھہرے ہیں۔(ایک شام یا اس کی صبح سے زیادہ وقفہ نہیں گزرا)

دنیا کی زندگی بہت ہی مختصر اور آخرت کی زندگی لازوال ہے۔ کفار سوال کیا کرتے تھے، قیامت کب آئے گی؟ انہیں جواب دیا گیا ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کا کام قیامت کا وقت بتانا نہیں ہے، بلکہ خبر دار کرنا ہے۔

﴿فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا﴾ (آیت:43) قیامت کب آئے گی، یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ قیامت کا وقت نہ پوچھو! قیامت کی تیاری کرو!

مرکزی مضمون

فرعونیت اور ﴿طغٰی﴾ چھوڑ کر ﴿خشیت﴾ اختیار کرنا چاہیے۔ آفاقی، انفسی، تاریخی اور عقلی دلیلوں کی روشنی میں انسان کو قرآن کے عقیدۂ آخرت کو تسلیم کر لینا چاہیے۔

FLOW CHART

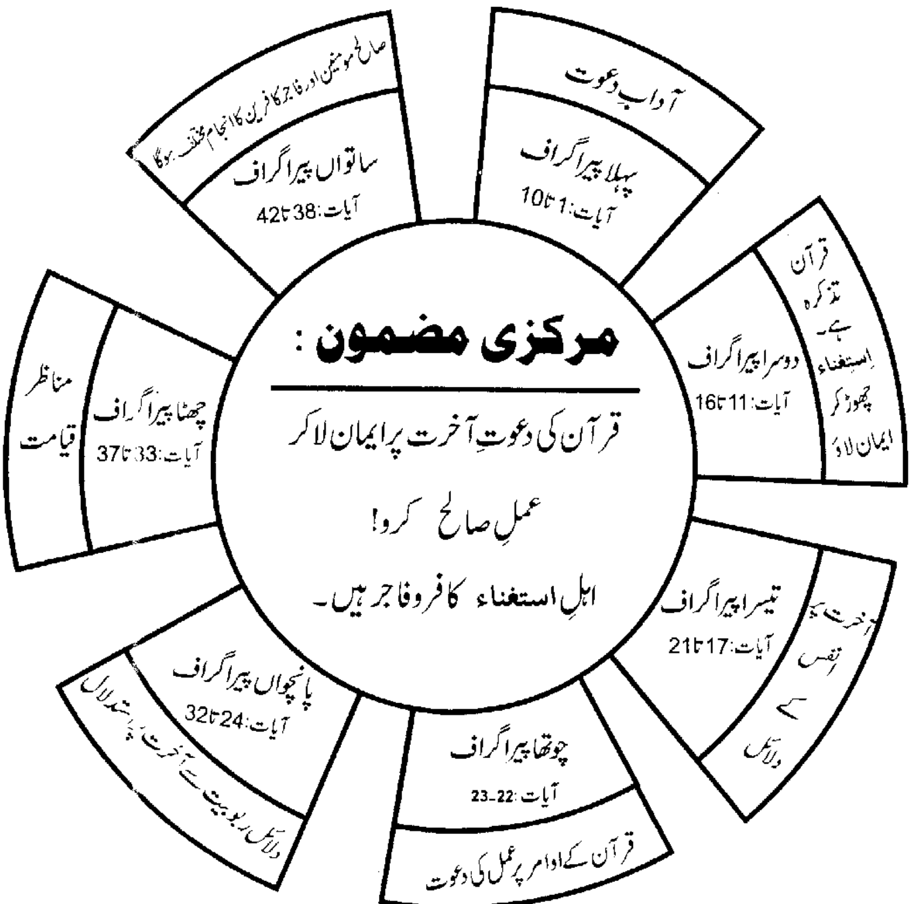
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

80- سُوْرَةُ عَبَسَ

آیات : 42 ...... مَکِّیَّۃ'' ...... پیراگراف : 7



● **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿عَبَسَ﴾ بھی، رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) میں اعلانِ عام کے بعد نازل ہوئی، جب کفار کی مجلس میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ سے بے اعتنائی ہوئی۔۔

سورۃ عَبَس کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿النّازِعات﴾ میں ﴿طاغِین﴾ اور ﴿اہلِ خشیت﴾ کے درمیان تقابل تھا۔ یہاں اس سورۃ ﴿عَبَس﴾ میں ﴿مؤمنینِ صالحین﴾ اور ﴿الکَفَرَةُ الفَجَرَةُ﴾ یعنی بدکردار منکرین کے درمیان موازنہ ہے۔

2۔ پچھلی سورۃ ﴿النّازِعات﴾ میں حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ فرعون کو تزکیۂ نفس کی دعوت دیں۔

یہاں سورۃ ﴿عبس﴾ میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر قریش کے سردار آپ کی دعوتِ تزکیہ کو مسترد کر دیتے ہیں تو آپ ﷺ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی (آیت:7) لیکن عین ممکن ہے کہ ایک نابینا آدمی میں اِس دعوتِ تزکیہ کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔ (آیت:3)

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿عبس﴾ میں لفظ ﴿اِستِغناء﴾ (بے پروائی) کے استعمال کی معنویت:

﴿مَنِ اسْتَغْنٰى﴾ کے الفاظ سے قریش کے سرداروں کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے بارے میں بے پرواہی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ (آیت:5)

2- سورۃ ﴿عبس﴾ میں وضاحت کہ تزکیے کی دعوت عام ہے:

﴿یَزَّکّٰى﴾: ہر انسان تزکیہ کا حاجت مند ہے، چاہے وہ فرعون جیسا آمر حکمران ہو یا حضرت ابن ام مکتومؓ جیسے نابینا صحابی۔

سورۃ عَبَس کا نظمِ جلی

سورۃ عبس سات (7) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 10: پہلے پیراگراف میں، آدابِ دعوت بیان کیے گئے۔

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى﴾ (1)	ترش رو ہوئے (تیوری چڑھائی) اور بے رخی برتی (منہ پھیرا) (محمد ﷺ نے)
﴿اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى﴾ (2)	اس بات پر کہ وہ اندھا اِن کے پاس آ گیا۔ (حضرت عبد اللہؓ ابن ام مکتوم)
﴿وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى﴾ (3)	تمہیں کیا خبر؟ شاید وہ سدھر جائے۔ (شاید وہ اپنی اصلاح کرتا)
﴿اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى﴾ (4)	یا نصیحت پر دھیان دے اور نصیحت کرنا اس کے لیے نافع ہو؟
﴿اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى﴾ (5)	جو شخص بے پروائی برتتا ہے، (جو قرآن سے اِستغناء اختیار کرتا ہے)

﴿فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ﴾(6) اس کی طرف تو آپؐ توجہ کرتے ہیں، (پیچھے پڑتے ہیں)

﴿وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ﴾(7) حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے، تو آپؐ پر اس کی کیا ذمہ داری ہے؟

﴿وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَىٰ﴾(8) اور جو خود آپ ﷺ کے پاس دوڑتا آتا ہے، (جو شوق سے آتا ہے)

﴿وَهُوَ يَخْشَىٰ﴾(9) اور وہ ڈر بھی رہا ہوتا ہے، (خشیت کی کیفیات کے ساتھ)

﴿فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ﴾(10) اس سے آپ ﷺ بے رخی برتتے ہیں۔

محمد ﷺ اور امتِ مسلمہ کو یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن کی دعوت کو قبول کرنے والے افراد اور قرآن کی دعوت و منہ موڑ کرنے والے افراد کے ساتھ، ایک داعی اور مبلغ کا رویہ مختلف ہونا چاہیے۔ دعوت قبول کرنے والا ہر شخص اہم ہوتا ہے، دعوت مسترد کرنے والا ہر شخص، چاہے وہ کتنا ہی امیر اور بااثر کیوں نہ ہو، داعی کے لیے غیر اہم ہونا چاہیے۔

اس حصے میں منکرینِ اسلام کی بے جا ناز برداری کی ممانعت کی گئی ہے، جو لوگ کبر و غرور اور ہٹ دھرمی میں مبتلا ہیں، اور آپ ﷺ کی تعلیم و تذکیر سے مستغنی ہیں، ان متکبر سرداروں کے پیچھے پڑنے کے بجائے، ان لوگوں کی طرف توجہ دینا چاہیے جو طالبِ حق ہیں اور اپنی اصلاح کے خواہشمند ہیں۔

2- آیات 11 تا 16 : دوسرے پیراگراف میں یہ بیان کیا گیا کہ قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ یاد دہانی ﴿تذکرہ﴾ ہے۔

اس پر غور کر کے ایمان لانا چاہیے۔ ﴿اِستغناء﴾ یعنی بے پروائی کا رویہ ترک کر دینا چاہیے۔ قرآن کاہنوں اور جادوگروں کا کلام نہیں ہے ﴿بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ﴾ معزز، باوفا، پاک فرشتوں کے ذریعے محمد ﷺ پر القاء کیا گیا ہے۔

﴿كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ﴾(11) ہرگز نہیں! یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے۔

﴿فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ﴾(12) جس کا جی چاہے، اس سے فائدہ اٹھائے۔ (اسے قبول کرے)

﴿فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ﴾(13) یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے، جو مکرّم (لائق تعظیم) ہیں۔

﴿مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ﴾(14) جو بلند مرتبہ ہیں، پاکیزہ (صحیفے) ہیں۔

﴿بِأَيْدِي سَفَرَةٍ﴾(15) ایسے کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں،

﴿كِرَامٍ بَرَرَةٍ﴾(16) جو معزز ہیں اور نیک (باوفا) ہیں۔

3- آیات 17 تا 21 : تیسرے پیراگراف میں، آخرت کے انفسی دلائل پیش کیے گئے۔

﴿قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ﴾(17) لعنت ہو انسان پر! کیسا سخت منکرِ حق ہے؟ (کتنا ناشکرا ہے؟)

﴿مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ﴾(18) کس چیز سے، اللہ نے اُسے پیدا کیا ہے؟

﴿مِنۡ نُّطۡفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴾ (19) نطفے کی ایک بوند سے اللہ نے اُسے پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر مقرر کی

﴿ثُمَّ السَّبِيۡلَ يَسَّرَهٗ ﴾ (20) پھر اُس کے لیے، زندگی کی راہ آسان کی،

﴿ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقۡبَرَهٗ ﴾ (21) پھر اُسے موت دی اور قبر میں پہنچایا۔

انسان کو اپنی ذات میں غور کر، معرفتِ نفس کے ساتھ معرفتِ رب حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور اپنے پروردگار کی ناشکری کا رویہ ترک کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

4- آیات 22 تا 23 : چوتھے پیراگراف میں، قرآن کے احکامات پر عمل کرنے کی دعوت دی گئی۔

﴿ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنۡشَرَهٗ ﴾ (22) پھر اُسے اللہ، جب چاہے، اٹھا کھڑا کرے گا۔ (آخرت کو مان لے!)

﴿كَلَّا لَمَّا يَقۡضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ﴾ (23) ہرگز نہیں! اس نے وہ فرض (اب تک) ادا نہیں کیا، جس کا اللہ نے اسے حکم دیا ہے۔

یعنی ابھی تک اس نے اللہ کے احکامات پر عمل کرنا شروع نہیں کیا۔ بظاہر یہاں انسان کو اس کی مختلف منزلوں سے آگاہ کیا جا رہا ہے، لیکن دراصل اس سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ آخرت کو مان کر قرآن کی دعوت پر ایمان لے آئے اور اللہ کے اَوامر و اَحکامات پر فوراً عمل کرنا شروع کر دے۔

5- آیات 24 تا 32 : پانچویں پیراگراف میں، دلائلِ ربوبیت سے آخرت پر استدلال کیا گیا۔

﴿فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ﴾ (24) پھر ذرا انسان اپنی خوراک کو دیکھے! (اپنی غذا پر دھیان کرے)

﴿اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا ﴾ (25) کہ ہم نے خوب پانی لنڈھایا،

﴿ثُمَّ شَقَقۡنَا الۡاَرۡضَ شَقًّا ﴾ (26) پھر زمین کو عجیب طرح پھاڑا، (اچھی طرح پھاڑا)

﴿فَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا حَبًّا ﴾ (27) پھر اس کے اندر غلے اگائے،

﴿وَّعِنَبًا وَّقَضۡبًا ﴾ (28) انگور اور ترکاریاں (اگائیں)

﴿وَّزَيۡتُوۡنًا وَّنَخۡلًا ﴾ (29) زیتون اور کھجوریں (اگائیں)

﴿وَّحَدَآئِقَ غُلۡبًا ﴾ (30) اور گھنے باغ (پیدا کیے)

﴿وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴾ (31) پھل اور چارہ (سبزہ) پیدا کیا،

﴿مَّتَاعًا لَّكُمۡ وَلِاَنۡعَامِكُمۡ ﴾ (32) تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے لیے، سامانِ زیست کے طور پر۔

غذا، پانی، غلہ، سبزیاں، پھل وغیرہ جیسے انعاماتِ ربوبیت کا ذکر کر کے، انسان کو اپنے رب پر ایمان لا کر، آخرت کی جزاو سزا کو تسلیم کر لینے کی ہدایت کی گئی ہے۔

6- آیات 33 تا 37 : چھٹے پیراگراف میں، قیامت کی ہولناکی کی تصویر کھینچ کر، نفسانفسی کا عالم بیان کیا گیا ہے۔

قیامت کے دن، ہر شخص پر نفسانفسی کی حالت طاری ہو گی ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ﴾ کوئی رشتے دار (بھائی، ماں، باپ، بیوی، بیٹا وغیرہ) کام نہیں آئے گا۔ لہٰذا انسان کو اس دن کے لیے خود نیک اعمال کر لینے چاہئیں۔

﴿فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ﴾(33)	آخر کار! جب وہ کان بہرے کر دینے والی آواز بلند ہو گی
﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ﴾(34)	اُس روز آدمی، اپنے بھائی سے بھاگے گا۔
﴿وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ﴾(35)	(اس روز آدمی)، اپنی ماں اور اپنے باپ سے (بھاگے گا)
﴿وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ﴾(36)	(اس روز آدمی) اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے (بھاگے گا
﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾(37)	(اُس دن ہر ایک کو اپنی پڑی ہو گی) ان میں سے ہر شخص پر اُس دن، ایسا وقت آپڑے گا کہ اُسے اپنے سوا، کسی کا ہوش نہ ہو گا۔"

7- آیات 38 تا 42: آخری پیراگراف میں صالح مومنین اور (بدکردار) کافرین ﴿الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾ کے انجام کا ذکر:

﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ﴾(38)	کچھ چہرے، اس روز دمک رہے ہوں گے۔
﴿ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ﴾(39)	ہشاش بشاش اور خوش و خرم ہوں گے۔
﴿وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ﴾(40)	اور کچھ چہروں پر اس روز، خاک اڑ رہی ہو گی۔
﴿تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ﴾(41)	کلونس (سیاہی) چھائی ہوئی ہو گی۔
﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾(42)	یہی کافر و فاجر (نابکار) لوگ ہوں گے۔

مرکزی مضمون

﴿اِستِغناء﴾ یعنی بے پروائی کا مظاہرہ کرنے والے بدکردار کافروں کو، قرآن کی دعوتِ آخرت پر ایمان لا کر عملِ صالح کرنا چاہیے۔

◈◈◈ ✡ ◈◈◈

FLOW CHART

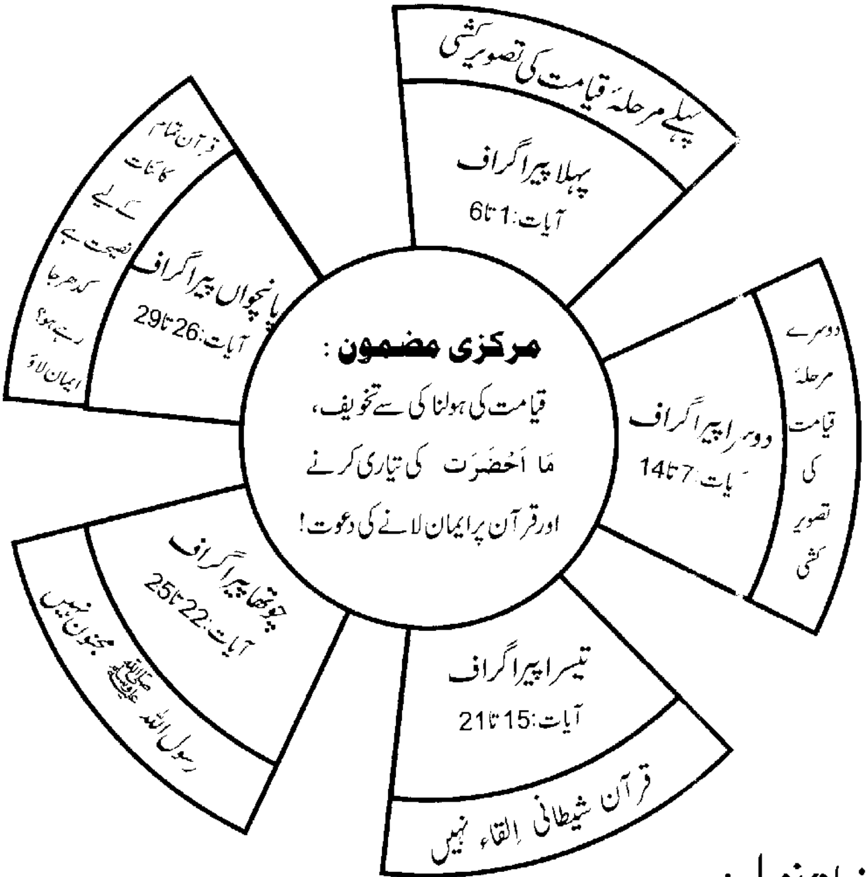
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

81- سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ

آیات : 29 ...... مَكِّيَّة'' ...... پیراگراف : 5



● زمانۂ نزول :

1۔ سورت ﴿التَّكوِير﴾ کی ابتدائی 14 آیات، قیامِ مکہ کے پہلے دور (0تا3 نبوی) میں آپ ﷺ پر نازل ہوئیں، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جا رہی تھی۔

2۔ آخری 15 آیات، اعلانِ عام کے بعد الزامات کے دور میں نازل ہوئیں، جب آپ کو ﴿مَجنُون﴾ کہا جا رہا تھا۔

سورۃ التکویر کے فضائل

1- یہ سورۃ، سورۃ ﴿ھود﴾ کی طرح اُن سورتوں میں سے ایک ہے، جس نے رسول اللہ ﷺ کو بوڑھا کر دیا تھا۔

شَيَّبَتْنِي هُودٌ والواقِعَةُ والمُرسَلاتُ وَعَمَّ يَتَساءَلُونَ وَإذا الشَّمسُ كُوِّرَتْ

"سورۃ ھود، سورۃ الواقعہ، سورۃ المرسلات، سورۃ النبأ اور سورۃ التکویر نے مجھے بوڑھا کر دیا۔"

(جامع ترمذی: کتاب التفسیر، باب سورۃ الواقعہ، حدیث 3,297، صحیح)

2- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأْيَ عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَإِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾

"جو شخص مناظرِ قیامت دیکھنا چاہتا ہے، اُسے سورت ﴿التکویر﴾ ﴿اِنفطار﴾ اور ﴿اِنشقاق﴾ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔"

(ترمذی: کتاب التفسیر، باب سورۃ التکویر: 3,333، صحیح)

سورۃ التکویر کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿عبس﴾ میں بتایا گیا تھا کہ قرآن ایک نصیحت ہے، مکرم صحیفوں میں درج ہے، معزز اور نیک کاتب فرشتوں کے ہاتھوں میں ہے۔ یہاں سورۃ ﴿التکویر﴾ میں بتایا گیا ہے کہ یہ ﴿رسولِ کریم﴾ یعنی حضرت جبریل کا قول ہے، جو فرشتوں کے سردار ہیں۔ قرآن، پاگلوں کی گفتگو اور ﴿مجنون﴾ کا کلام نہیں ہے، بلکہ خالق کائنات کا اعلیٰ اور ارفع کلام ہے۔

﴿ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ ہے یعنی تمام دنیا والوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿التکویر﴾ میں قرآن کا تعارف:

قرآن ﴿ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ ہے (آیت:27) قرآن قولِ جبریل ہے۔ ﴿قَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ (آیت:19)

قرآن قولِ شیطان رجیم نہیں ہے ﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ﴾ (آیت:25)

کسی مجنون کا کلام بھی نہیں ہے ﴿وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ﴾

2- سورۃ ﴿التکویر﴾ میں انسان کو آخرت کی تیاری کے لیے دعوتِ غور و فکر:

ہر انسان کو دعوتِ فکر دی گئی ہے کہ وہ غور کرے کہ اس نے قیامت کے لیے کیا کچھ کمایا ہے اور کیا کچھ لے کر اللہ کے حضور پیش ہو گا۔ انسان کو ﴿مَا أَحْضَرَتْ﴾ کی تیاری کی فکر کرنا چاہیے۔ (آیت:14)

سورۃ التّکویر کا نظمِ جلی

سورۃ التّکویر پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 6: پہلے پیراگراف میں، قیامت کے پہلے مرحلے کی تصویر کشی ہے۔

﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ (1)	جب سورج، بے نور ہو جائے گا (جب سورج کی بساط پلٹ دی جائے گی)
﴿وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ﴾ (2)	جب ستارے، بکھر جائیں گے۔ (بے نور ہو جائیں گے)
﴿وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ﴾ (3)	جب پہاڑ، چلائے جائیں گے۔
﴿وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾ (4)	جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں، اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی۔
﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ﴾ (5)	جب جنگلی (وحشی) جانور، سمیٹ کر اکٹھے کر دیے جائیں گے۔
﴿وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ (6)	جب سمندر، بھڑکا دیے جائیں گے۔ (ابل پڑیں گے)

سورج لپیٹ دیا جائے گا، ستاروں کی رونق باقی نہ رہے گی۔ مستحکم اور مضبوط پہاڑ حرکت کرنے لگیں گے، حاملہ اپنے حمل سے بے نیاز ہو گی اور جنگلی جانوروں پر بد حواسی کا وہ عالم ہو گا کہ وہ اکٹھے جمع ہو جائیں گے اور سمندروں میں آگ لگا دی جائے گی۔

2- آیات 7 تا 14: دوسرے پیراگراف میں، قیامت کے دوسرے مرحلے کی تصویر کشی ہے۔

﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾ (7)	اور جب جانیں، جسموں سے جوڑ دی جائیں گی۔
﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ﴾ (8)	جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔
﴿بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ (9)	وہ کس قصور میں ماری گئی؟
﴿وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ﴾ (10)	اور جب اعمال نامے، کھولے جائیں گے۔
﴿وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ﴾ (11)	اور جب آسمان کا پردہ، ہٹا دیا جائے گا (کھال کھینچ لی جائے گی)
﴿وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ﴾ (12)	اور جب جہنم، دہکائی جائے گی (بھڑکا دی جائے گی)
﴿وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ﴾ (13)	اور جب جنت، قریب لے آئی جائے گی۔

﴿عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّآ أَحۡضَرَتۡ﴾ (14) اس وقت، ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا، کہ وہ کیا لے کر آیا ہے؟

روح کو جسم سے جوڑ دیا جائے گا۔ ﴿وَإِذَا ٱلنُّفُوسُ زُوِّجَتۡ﴾ جرائم کی باز پرس ہو گی۔ نامۂ اعمال کھولے جائیں گے، ہر شخص کو اپنے نتیجے (Result) کا علم ہو جائے گا اور عدالت کے فیصلے کے بعد جنت اور دوزخ میں داخلے کی تمام تیاریاں مکمل ہوں گی۔ انسان جان لے گا کہ وہ اللہ کے حضور کس قسم کے اعمال لے کر حاضر ہوا ہے ﴿عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّآ أَحۡضَرَتۡ﴾

3- آیات 15 تا 21: تیسرے پیراگراف میں، بتایا گیا کہ قرآن شیطانی القاء نہیں ہے۔

﴿فَلَآ أُقۡسِمُ بِٱلۡخُنَّسِ﴾ (15) پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں، پلٹنے والے (پیچھے ہٹنے والے) (تاروں کی)

﴿ٱلۡجَوَارِ ٱلۡكُنَّسِ﴾ (16) (چلنے والے اور) چھپ جانے والے (تاروں کی)

﴿وَٱلَّيۡلِ إِذَا عَسۡعَسَ﴾ (17) اور میں قسم کھاتا ہوں، رات کی! جب کہ وہ رخصت ہونے (جانے لگتی ہے)

﴿وَٱلصُّبۡحِ إِذَا تَنَفَّسَ﴾ (18) اور میں قسم کھاتا ہوں، صبح کی! جب کہ اس نے سانس لیا (سانس لیتی ہے)

﴿إِنَّهُۥ لَقَوۡلُ رَسُولٖ كَرِيمٖ﴾ (19) یہ (قرآن) واقعی ایک بزرگ (باعزت) پیغام بر (جبریلؑ) کا قول ہے

﴿ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي ٱلۡعَرۡشِ مَكِينٖ﴾ (20) جو بڑی توانائی رکھتے ہیں، عرش والے کے ہاں بلند مرتبہ ہیں۔

﴿مُّطَاعٖ ثَمَّ أَمِينٖ﴾ (21) وہاں ان کا حکم مانا جاتا ہے، وہ بااعتبار ہیں۔

قیامت کے دن کی تیاری کے لیے، قرآن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس قرآن کی صحیح قدر و قیمت پہچاننا ضروری ہے۔ اس کے مضامین پر غور کرنا بھی ضروری ہے۔ نہ صرف ستاروں، بلکہ رات اور دن کی بھی قسم یعنی گواہی ہے کہ یہ قرآن، کاہنوں اور عاملوں کی خرافات سے بالکل مختلف چیز ہے، اسے شیاطین اور جنات لے کر نہیں آئے، بلکہ حضرتِ جبریلؑ لے کر آئے ہیں۔ حضرت جبریلؑ، ﴿رسولِ کریم﴾ ہیں، یعنی قابلِ احترام، بزرگ پیغام رساں ہیں۔ صاحبِ قوت ہیں، اللہ رب العرش کے ہاں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ امین اور دیانت دار ہیں۔ قرآن میں اپنی طرف سے کوئی چیز شامل نہیں کرتے۔ اللہ کے کلام کو، جوں کا توں محمد ﷺ کے قلب پر نازل کرتے ہیں۔

4- آیات 22 تا 25: چوتھے پیراگراف میں، بتایا گیا ہے کہ رسول ﷺ مجنون اور دیوانے نہیں ہیں۔

حضرتِ جبریلؑ کو انہوں نے کھلے آسمان کے افق پر، دن کی روشنی میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ رسول ﷺ بھی قرآن جوں کا توں لوگوں تک پہنچا رہے ہیں۔ اس معاملے میں یہ بخیل نہیں ہیں۔ لوگوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ رسول ﷺ کی ذات اور کردار پر غور کریں۔ پھر ان کے لائے ہوئے قرآن پر غور کریں۔ یہ شیطانی القاء نہیں ہے، جنون اور جنات کے اثرات قبول کرنے والوں کی باتیں ایسی نہیں ہوتیں۔

﴿وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ﴾ (22) تمہارے رفیق (محمد ﷺ) مجنون نہیں ہیں (خبطی نہیں ہیں)

﴿وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ﴾ (23) انہوں نے اُس پیغامبر (حضرت جبریل) کو روشن افق پر دیکھا ہے۔

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ﴾ (24) اور وہ، غیب کے اس علم کو، لوگوں تک پہنچانے کے معاملے میں بخیل نہیں ہیں۔

﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ﴾ (25) اور یہ (قرآن) کسی شیطانِ مردود کا قول نہیں ہے۔

5- آیات 26 تا 29: پانچویں اور آخری پیراگراف میں انسان سے سوال کیا گیا ہے کہ وہ کدھر جارہا ہے ﴿فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ﴾

قرآن ﴿ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ ساری کائنات کے لیے نصیحت ہے، لہٰذا اس پر ایمان لانا چاہیے۔

﴿فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ﴾ (26) پھر تم لوگ کدھر جارہے ہو؟ (تو تم کہاں کھوئے جاتے ہو؟)

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ (27) یہ (قرآن) تو سارے جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔

﴿لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ﴾ (28) تم میں سے ہر اس شخص کے لیے، جو راہِ راست پر چلنا چاہتا ہو۔

﴿وَمَا تَشَاءُونَ اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا،

إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (29) جب تک اللہ رب العالمین نہ چاہے۔

لوگوں کے ضمیر سے پوچھا گیا ہے کہ تم خود اپنے طرزِ عمل پر غور کرو! تمہارا یہ طرزِ عمل کیسا ہے؟ تم کدھر جارہے ہو؟ ترکِ قرآن کی یہ راہ کیسی ہے؟ ﴿فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ؟﴾ غور کرو! ثابت ہو جائے گا کہ یہ قرآن، خالقِ کائنات، ﴿اللہ ربُّ العالَمین﴾ کا کلام ہے۔

انسانوں کو اس قرآن کو قبول کرنے، اور مسترد کرنے کی آزادی (Freedom of choice) حاصل ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ انسان اس آزادی کا صحیح استعمال کرتا ہے یا غلط!

مرکزی مضمون

قرآن مجید میں غور و فکر کر کے انسان کو روزِ قیامت پر ایمان لانا چاہیے اور اسے روزِ قیامت پیش کیے جانے والے اعمال ﴿مَا أَحْضَرَتْ﴾ کی تیاری کرنی چاہیے۔

FLOW CHART

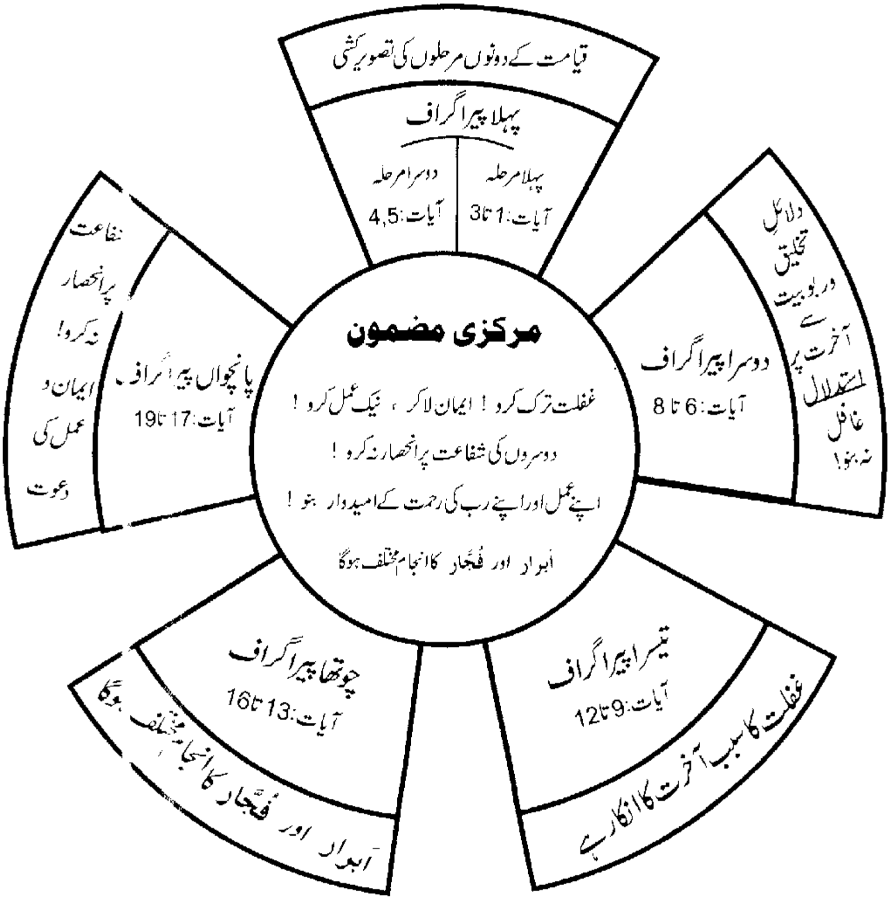
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

82- سُورَةُ الانفِطَارِ

آیات : 19 ...... مَكِّيَّة‘‘...... پیراگراف : 5



● **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿الانفطار﴾، قیامِ مکہ کے پہلے دور (0 ـ 3 نبوی) میں آپ ﷺ پر نازل ہوئی، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جارہی تھی اور جب مناظرِ قیامت سے نومسلم نوجوانوں کی اذہان سرزی کی جارہی تھی۔

سورۃ الانفطار کے فضائل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأْيُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَإِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ (ترمذی: کتاب التفسیر، باب سورۃ التکویر: 3,333، صحیح)

''جو شخص مناظر قیامت دیکھنا چاہتا ہے، اُسے سورت ﴿التکویر﴾ ﴿انفطار﴾ اور ﴿انشقاق﴾ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔''

سورۃ الانفطار کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿التکویر﴾ میں، قریش مکہ کو اللہ تعالیٰ کے بلند پایا کلام قرآن اور ﴿مجنون﴾ یعنی پاگل آدمی کی باتوں کے درمیان غور و فکر کرنے اور تقابل کرنے کی دعوت تھی۔ یہاں سورۃ ﴿الانفطار﴾ میں نیک لوگوں ﴿الابرار﴾ اور بدکردار لوگوں ﴿الفُجّار﴾ کے درمیان موازنہ ہے۔

دونوں سورتوں میں قیامت کے مناظر کی تفصیل بیان کر کے تخویف کی گئی ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ الانفطار ﴿میں ﴿أبرار﴾ کا موازنہ، ﴿فُجّار﴾ سے ہے:

روزِ قیامت ﴿أبرار﴾ اور ﴿فُجّار﴾ کا انجام مختلف ہو گا۔

2- سورۃ الانفطار ﴿میں تخلیق کے پانچ مراحل بیان کیے گئے ہیں:

(1) تخلیق ﴿خَلَقَ﴾ منصوبہ بندی (2) تسویۃ ﴿سَوّٰكَ﴾ نوک پلک سنوارنا
(3) تعدیل ﴿عَدَلَكَ﴾ متناسب اور موزوں بنانا (4) تصویر ﴿صورۃ﴾ (5) ترکیب ﴿رَكَّبَكَ﴾

3- سورۃ الانفطار ﴿میں انسانی ضمیر سے چبھتا ہوا سوال:

﴿مَا غَرَّكَ؟﴾ کے الفاظ سے انسانی ضمیر سے پوچھا گیا ہے کہ اپنے رب کریم سے غفلت کی وجہ کیا ہے؟ جزا و سزا کا انکار کیوں ہے؟ ﴿كِرَامًا كَاتِبِيْنَ﴾ یعنی اللہ کے معزز فرشتے، انسان کا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں۔ لہٰذا اسے ایمان لا کر نیک عمل کرنا چاہیے۔ قیامت کے دن شفاعت باطلہ کا عقیدہ کام نہ آئے گا۔ دوسرا شخص انسان کی مدد نہیں کر سکے گا۔ کُلّی اختیارات صرف اور صرف اللہ کے پاس ہوں گے۔

سورۃ الاِنفِطار کا نظمِ جلی

سورۃ الاِنفِطار پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 5: پہلے پیراگراف میں، قیامت کے دونوں مراحل کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾(1) جب آسمان، پھٹ جائے گا۔

﴿وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ﴾(2) اور جب تارے، بکھر جائیں گے۔

﴿وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ﴾(3) اور جب سمندر، پھاڑ دیئے جائیں گے۔ (پھٹ پڑیں گے)

﴿وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ﴾(4) اور جب قبریں کھول دی جائیں گی۔

﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ﴾(5) اس وقت ہر شخص کو، اس کا اگلا پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہو جائے گا۔

آسمان پھٹ جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے، سمندر پھٹ پڑیں گے اور قبریں اگلوائی جائیں گی۔ اس وقت انسان کو اس کے اگلے اور پچھلے اعمال دکھائے جائیں گے۔

2- آیات 6 تا 8: دوسرے پیراگراف میں، تخلیق کے پانچ مراحل سے اور ربوبیت سے آخرت پر استدلال۔:

انسان کو اپنے رب سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ﴾(6) اے انسان! کس چیز نے تجھے اپنے اس رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا؟

﴿الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ﴾(7) جس نے تجھے پیدا کیا (جس نے تیرا خاکہ بنایا) تجھے نک سک سے درست کیا، (پھر تیرے نوک پلک سنوارے) تجھے متناسب بنایا۔

﴿فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ﴾(8) اور جس صورت میں چاہا، تجھ کو جوڑ کر تیار کیا۔

3- آیات 9 تا 12: تیسرے پیراگراف میں، بتایا گیا کہ انسان کی غفلت کا اصل سبب، آخرت کا اِنکار ہے۔

﴿كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ﴾(9) ہرگز نہیں، بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم لوگ جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو۔

﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ﴾(10) حالانکہ تم پر نگران (فرشتے) مقرر ہیں۔

﴿كِرَامًا كَاتِبِيْنَ﴾(11) ایسے مُعزّز کاتب (فرشتے)، (دبیرانِ گرامی)

﴿يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾(12) جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔

دراصل انسان، ﴿الدِّيْنُ﴾ یعنی قیامت کی جزا و سزا کا عقیدہ نہیں رکھتا، بلکہ اسے جھٹلاتا ہے۔

وہی سے ڈرتے ہیں، مالی معاملات میں شفافیت اختیار کرتے ہیں)۔ انہیں ﴿رَحِيقٍ مَّخْتُومٍ﴾ پلائی جائے گی۔ ان ﴿مُقَرَّبُونَ﴾ کو ﴿تَسْنِيمٍ﴾ کے چشمے کا آمیزہ پلایا جائے گا۔ لوگوں کو اس کے حصول کے لیے، بازی لے جانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

یہاں بھی ﴿كَلَّا﴾ ہرگز نہیں، کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، یعنی سب کا انجام ایک جیسا نہ ہوگا)

﴿كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ﴾(18)	ہرگز نہیں! بے شک نیک آدمیوں کا نامہ اعمال، بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں ہے۔
﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ﴾(19)	اور تمہیں کیا خبر! کہ کیا ہے وہ(عِلِّيِّين)بلند پایہ لوگوں کا دفتر؟
﴿كِتَابٌ مَّرْقُومٌ﴾(20)	ایک لکھی ہوئی کتاب (لکھا ہوا دفتر)
﴿يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ﴾(21)	جس کی نگہداشت، مقرب (فرشتے) کرتے ہیں۔
﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ﴾(22)	ابرار، اللہ کی نعمتوں میں گھرے ہوں گے۔ (عیش میں ہوں گے)
عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ﴾(23)	تختوں (اونچی مسندوں) پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے۔
﴿تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ﴾(24)	ابرار کے چہروں پر خوشحالی کی رونق محسوس ہوگی۔
﴿يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ﴾(25)	ابرار کو نفیس سربند شراب (رحیق مختوم) پلائی جائے گی۔
﴿خِتَامُهُ مِسْكٌ﴾(26)	جس پر مشک کی مہر لگی ہوگی۔
﴿وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ﴾(26)	بازی لے جانے والے، رحیق مختوم کو حاصل کرنے کے لیے بازی لے جانے کی کوشش کریں!
﴿وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ﴾(27)	اس شراب میں، تسنیم کی آمیزش ہوگی۔
﴿عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ﴾(28)	یہ ایک چشمہ ہے، جس کے ساتھ مقرب لوگ شراب پئیں گے۔

4- آیات 29 تا 36: چوتھے اور آخری پیراگراف میں، آخرت کی سزا کے اسباب بیان کیے گئے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ﴾(29)	مجرم لوگ، دنیا میں ایمان لانے والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔
﴿وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ﴾(30)	جب ان کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار کر، ان کی طرف اشارے کرتے تھے۔
﴿وَإِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انقَلَبُوا فَكِهِينَ﴾(31)	اپنے گھر والوں کی طرف پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے۔
﴿وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ﴾(32)	اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے: یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔
﴿وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ﴾(33)	حالانکہ وہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔

انسان کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے۔ اس کا پورا نامۂ اعمال تیار کیا جا رہا ہے، اور نہایت معتبر کاتب (فرشتے) ہر وقت اس کی تمام حرکات و سکنات نوٹ کر رہے ہیں۔

4- آیات 13 تا 16 : چوتھے پیراگراف میں، بتایا گیا ہے کہ فرشتوں کے بنائے گئے ریکارڈ کے مطابق، جزا دی جائے گی:

﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ﴾ (13)	یقیناً اَبرار (نیک لوگ)، مزے (عیش) میں ہوں گے۔
﴿وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ﴾ (14)	اور بے شک فُجّار (بدکار) لوگ جہنم میں جائیں گے۔
﴿يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ﴾ (15)	جزا کے دن، وہ اس میں داخل ہوں گے۔
﴿وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ﴾ (16)	اور اس سے ہرگز غائب نہ ہو سکیں گے (اوجھل ہونے والے نہیں)

﴿آبرار﴾ اور ﴿فُجّار﴾ کا انجام مختلف ہوگا۔ ﴿آبرار﴾ نعمتوں میں اور ﴿فُجّار﴾ دوزخ میں ہوں گے۔

5- آیات 17 تا 19 : آخری پیراگراف میں شفاعت پر بھروسہ کرنے کے بجائے، اعمال پر توجہ دینے کا مطالبہ ہے:

﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ﴾ (17)	اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟
﴿ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ﴾ (18)	ہاں! (بولو) تمہیں کیا خبر کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟
﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا	وہ دن، جب کسی شخص کے لیے کچھ کرنا کسی دوسرے شخص کے بس میں نہ ہوگا،
وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ﴾ (19)	فیصلہ اس دن، بالکل اللہ کے اختیار میں ہوگا۔"

سب سے پہلے دو مرتبہ سوال کر کے ﴿یوم الدین﴾ کی اہمیت اور نوعیت کی سنجیدگی کا انکشاف کیا گیا ہے۔ پھر شفاعت باطلہ کی تردید کی گئی

﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا﴾۔ قیامت کا دن عام دنوں کی طرح نہ ہوگا۔

یہ نفسا نفسی کا دن ہوگا۔ پیشی کے دن، کسی دوسرے کے بس میں کچھ نہ ہوگا، بلکہ سارے اختیارات صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہوں گے۔

﴿وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ﴾ یہ توحیدِ اختیار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ مختار ہے، مجبور نہیں، دوسروں کے دباؤ میں نہیں آتا۔ اس لیے دوسروں پر اور دوسروں کی شفاعت پر انحصار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اپنے ذاتی نیک اعمال سے اپنی ذات کو سنوارنا چاہیے اور اللہ کی رحمت کا امیدوار بن جانا چاہیے۔

مرکزی مضمون

انسان کو اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے خالق و رب سے غفلت کا رویہ ترک کر دینا چاہیے۔ ایمان لا کر، نیک عمل کرنا چاہیے۔ دوسروں کی شفاعت پر انحصار کرنے کے بجائے اپنے عمل اور اپنے رب کی رحمت کے امیدوار بن کر ﴿آبرار﴾ کو دی جانے والی نعمتوں کو حاصل کرے، اور ﴿فُجّار﴾ کے انجام دوزخ سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

FLOW CHART

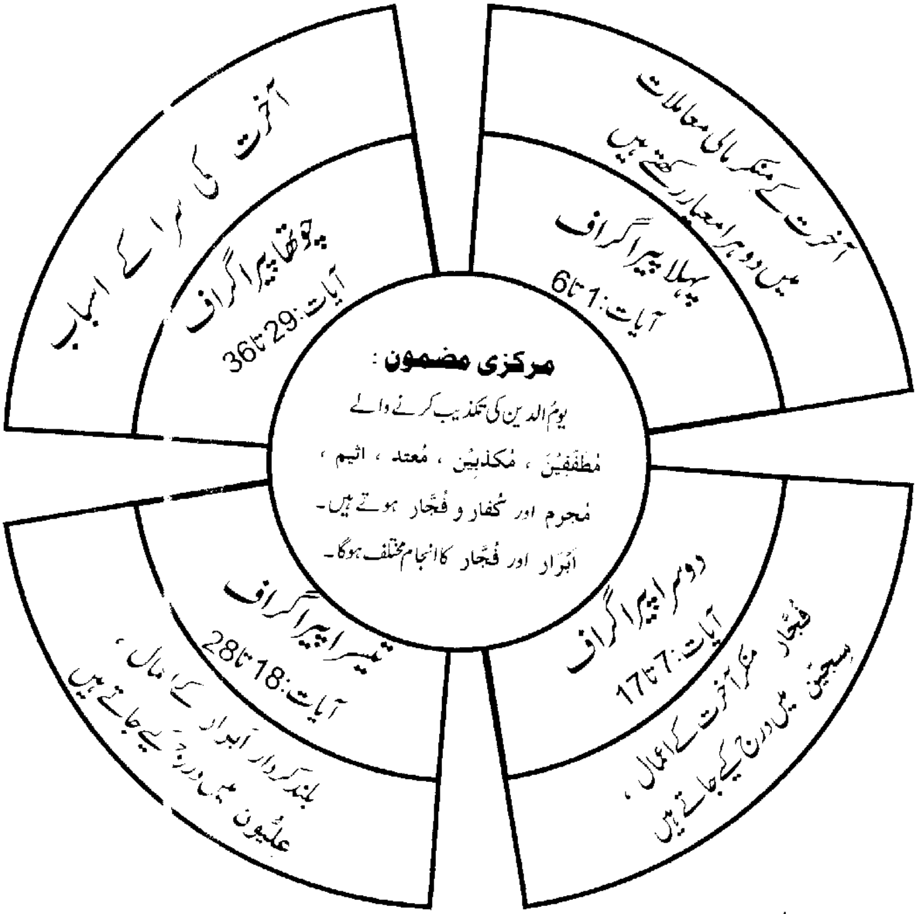
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

83- سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ

آیات : 36...... مَكِّيَّة"...... پیراگراف : 4



● **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿الْمُطَفِّفِيْن﴾ ، اِعلانِ عام کے بعد قیامِ مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) میں نازل ہوئی، جب آپ ﷺ کے خلاف توہین وتذلیل اور استہزا کا بازار گرم تھا۔

سورۃ المُطَفِّفِين کا کتابی ربط

اس سورۃ میں بھی پچھلی سورت ﴿الانفطار﴾ کی طرح ﴿اَبرار﴾ اور ﴿فُجّار﴾ کے درمیان موازنہ ہے، لیکن ﴿فُجّار﴾ کے لیے ان کے کرتوتوں کے مطابق کچھ نئے نام بھی استعمال کیے گئے ہیں۔ جیسے: ﴿مُعْتَدٍ﴾ یعنی حد سے گزر جانے والے بد عمل ﴿مُطَفِّفِيْنَ﴾ یعنی ڈنڈی مارنے والے ﴿اَثِيْم﴾ یعنی حق تلفی کرنے والے گناہ گار ﴿مُكَذِّبِيْن﴾ یعنی جھٹلانے والے ﴿اَلَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا﴾ یعنی مجرم ﴿كُفَّار﴾ یعنی انکار کرنے والے وغیرہ۔ ﴿اَبرار﴾ اور ﴿فُجّار﴾ کے اعمال نامے دو مختلف دفتروں میں درج کیے جارہے ہیں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿المُطَفِّفِين﴾ میں بدکار ﴿فُجّار﴾ کے لیے کئی الفاظ کا استعمال:

﴿مُطَفِّفِين﴾ (آیت:1) ﴿مُكَذِّبِين﴾ (آیت:10) ﴿مُعتَدٍ﴾ (آیت:13) ﴿اَثِيم﴾ (آیت:13) ﴿اَلَّذِين اَجرَمُوا﴾ (آیت:29) ﴿كُفَّار﴾ (آیت:36)

2۔ سورۃ ﴿المُطَفِّفِين﴾ میں محذوف الفاظ:

اس سورت میں، اہل ایمان ﴿اَبرار﴾ کے لیے ﴿فُجّار﴾ کے مقابلے میں کچھ الفاظ محذوف ہیں:

﴿مُطَفِّفِين﴾ کے مقابلے میں ﴿مُستَوفِين﴾ محذوف ہے۔ ﴿مُكَذِّبِين﴾ کے مقابلے میں ﴿مُصَدِّقِين﴾ محذوف ہے۔ ﴿اَلَّذِين اَجرَمُوا﴾ کے مقابلے میں ﴿صَالِحِين﴾ محذوف ہے۔ ﴿كُفَّار﴾ کے مقابلے میں ﴿مُسلِمِين﴾ محذوف ہے۔

3۔ سورۃ ﴿المُطَفِّفِين﴾ میں دوہرے معیار (Double Standards) اختیار کرنے سے منع کیا گیا:

انسان اپنے لیے بھی وہی اصول اور ضوابط اختیار کرے، جو وہ دوسروں کے لیے اختیار کرتا ہے۔ بدکردار لوگوں کو اپنے مالی معاملات کو شفاف بنانے کی ہدایت کی گئی ہے۔

4۔ سورۃ ﴿المُطَفِّفِين﴾ میں دل کے زنگ کا تذکرہ:

یہاں قریش مکہ کی بدکردار قیادت کو صاف صاف بتایا گیا ہے کہ ان کے مجرمانہ افعال کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے، جس کی وجہ سے وہ قرآن کی دعوتِ آخرت کا انکار کررہے ہیں۔ ﴿رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (آیت:14)

5- سورۃ ﴿الْمُطَفِّفِيْنَ﴾ میں ﴿اَبرار﴾ اور ﴿فُجَّار﴾ کے اعمال ناموں کی تفصیل:

(a) ﴿فُجَّار﴾ کو بتایا گیا کہ ان کے اعمال نامے ﴿سِجِّيْن﴾ کے دفتر میں محفوظ کیے جا رہے ہیں۔ انہیں برے اعمال سے بچنا چاہیے، ورنہ یہ نہ صرف جسمانی عذاب سے دوچار ہوں گے، بلکہ اللہ کے دیدار کی عظیم روحانی سعادت سے بھی محروم رکھے جائیں گے۔ ﴿اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ (آیت:15)

(b) انسان کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ نیک عمل کرے اور ﴿اَبْرَار﴾ میں شامل ہو جائے اور ﴿اَبْرَار﴾ کے لیے تیار کیے گئے اعمال ناموں کے دفتر ﴿عِلِّيِّيُوْن﴾ کی کتاب میں اپنی جگہ بنا لے۔ ﴿اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ﴾

6- سورۃ ﴿الْمُطَفِّفِيْنَ﴾ میں جنت کی شراب کے حصول کے لیے دوڑ لگانے کی ترغیب:

اس سورت میں اللہ کا تقرب حاصل کرنے والے ﴿اَبْرَار﴾ کو یہ خوشخبری بھی دی گئی ہے کہ ان کی جنت میں ایسی خوشبودار شراب سے تواضع کی جائے گی، جو سربند ہو گی اور جس پر مشک کی مہر لگی ہو گی ﴿يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ﴾ (آیت:25) اس شراب کو حاصل کرنے کے لیے انہیں نیک اعمال کے ذریعے، ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ ﴿فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾

سورۃُ الْمُطَفِّفِيْن کا نظمِ جلی

سورۃُ الْمُطَفِّفِيْن چار (4) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 6: پہلے پیراگراف میں بتایا گیا کہ منکرینِ آخرت، مالی معاملات میں دوہرا معیار رکھتے ہیں۔

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾ (1)	تباہی ہے، ڈنڈی مارنے والوں کے لیے۔
﴿الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ﴾ (2)	جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں، تو پورا پورا لیتے ہیں۔
﴿وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ﴾ (3)	اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں، تو انہیں گھاٹا دیتے ہیں۔
﴿اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ﴾ (4)	کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ (ایک بڑے دن) یہ اٹھا کر لائے جانے والے ہیں؟
﴿لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ (5)	ایک بڑے دن (اٹھا کر لائے جانے والے ہیں)
﴿يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (6)	اس دن، جبکہ سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

کاروباری معاملات میں بددیانتی اور فریب کاری کی بنیادی وجہ، آخرت کی جوابدہی کے احساس سے محرومی ہے۔

دوسروں سے تو پورا ناپ کر اور تول کر لینا، مگر دوسروں کو ناپ تول میں گھاٹا دینا، دوہرے معیار (Double Standards) اور آخرت

سے غفلت کا نتیجہ ہے۔ آخرت پر یقین کامل کے بغیر، مالی معاملات میں، کامل راست بازی اور شفافیت (Transparency) اختیار کرنا ممکن نہیں ہے۔

2- آیات 7 تا 17 : دوسرے پیراگراف میں منکرِ آخرت ﴿فُجَّار﴾ کے اعمال کا ﴿سِجِّين﴾ میں اندراج کا ذکر ہے۔

﴿كَلَّآ إِنَّ كِتَـٰبَ ٱلْفُجَّارِ لَفِى سِجِّينٍ﴾(7) ہرگز نہیں، یقیناً! بدکاروں (فُجَّار) کا نامۂ اعمال، قید خانے کے دفتر میں ہے۔

﴿وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا سِجِّينٌ﴾ (8) اور تمہیں کیا معلوم کہ کیا ہے وہ سجّین قید خانے کا دفتر؟

﴿كِتَـٰبٌ مَّرْقُومٌ﴾(9) وہ ایک کتاب ہے، لکھی ہوئی۔ (لکھا ہوا دفتر)

﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ﴾(10) تباہی ہے! اس روز، جھٹلانے والوں کے لیے۔

﴿ٱلَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ ٱلدِّينِ﴾(11) جو روزِ جزا کو جھٹلاتے ہیں۔

﴿وَمَا يُكَذِّبُ بِهِۦٓ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ﴾(12) اور اسے نہیں جھٹلاتا، مگر ہر وہ شخص، جو حد سے گزر جانے والا بد عمل ہے۔

﴿إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ءَايَـٰتُنَا قَالَ أَسَـٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ﴾ اسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے، یہ اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں (13)

﴿كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ﴾ ہرگز نہیں! بلکہ دراصل ان کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔ (14)

﴿كَلَّآ إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾(15) ہرگز نہیں! بالیقین اُس روز یہ اپنے رب کی دید سے محروم رکھے جائیں گے۔

﴿ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا۟ ٱلْجَحِيمِ﴾(16) پھر یہ جہنم میں جا پڑیں گے۔

﴿ثُمَّ يُقَالُ هَـٰذَا ٱلَّذِى كُنتُم بِهِۦ تُكَذِّبُونَ﴾(17) پھر ان سے کہا جائے گا: یہ وہی چیز ہے، جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

جن لوگوں نے جزاء اور سزا کے دن کو جھٹلایا اور اپنی زندگی، حرام خوری، ﴿تَطْفِيف﴾ اور اللہ کی نافرمانی میں گذاری، ان کے نامۂ اعمال، جرائم پیشہ لوگوں کے رجسٹر (Black List) میں درج ہو رہے ہیں اور مرنے کے بعد ایک خاص ریکارڈ آفس ﴿سِجِّين﴾ (Criminal Record Book) میں رکھے گئے ہیں، جو مجرمین ﴿فُجَّار﴾ کے لیے مخصوص ہے۔ قیامت کے دن، اس ریکارڈ کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا اور اُس روز، اُن کا انجام، بڑا ہی حسرتناک ہوگا یہ بدنصیب، دیدارِ الٰہی سے بھی محروم رکھے جائیں گے۔

پیراگراف کا آغاز، ﴿كَلَّآ﴾ سے ہوا ہے، جس سے پہلے کچھ محذوف ہے۔ یعنی منکرینِ قیامت کی خوش فہمیاں غلط ہیں۔

3- آیات 18 تا 28 : تیسرے پیراگراف میں، ﴿أَبْرَار﴾ یعنی نیک لوگوں کو خوشخبری دی گئی ہے۔

ان کے اعمال نامے، بلند پایہ لوگوں کے رجسٹر ﴿عِلِّيُّون﴾ (Talent Record Book) میں درج ہو رہے ہیں، جس پر مقرب فرشتے مامور ہیں۔ (یہ وہ لوگ ہیں)، جو راست باز ہیں، جو دوہرے معیار نہیں رکھتے۔ حرام مال نہیں کھاتے۔ ڈنڈی نہیں مارتے، آخرت کی جواب

﴿فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ﴾(34)	ہاں! آج (قیامت کے دن) اہل ایمان کافروں کے حال پر ہنس رہے ہیں
﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ﴾(35)	مسندوں (تختوں) پر بیٹھے ہوئے، ان کا حال دیکھ رہے ہیں۔
﴿هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾(36)	مل گیا نا! کافروں کو، ان حرکتوں کا ثواب، جو وہ کیا کرتے تھے؟

﴿فُجّار﴾ کے جرائم کا ذکر کیا گیا ہے، ﴿فُجّار﴾ کو ﴿الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا﴾ یعنی مجرم کا نام دیا گیا ہے۔ ان کے اخلاقی کردار پر گرفت کی گئی ہے، یہ لوگ اہل ایمان کو حقیر سمجھتے ہیں، ان کا مذاق اڑاتے ہیں ﴿يَضْحَكُون﴾ ہدایت یافتہ لوگوں کو گمراہ سمجھتے ہیں، چنانچہ ان کی بے پروائی، بے فکری اور تکبر کا نقشہ کھینچ کر، روزِ قیامت ان کے روحانی عذاب کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے۔

مرکزی مضمون

﴿یومُ الدِّین﴾ یعنی قیامت کی تکذیب کرنے والے مُطَفِّفِین، مُکَذِّبِین، مُعتَد، اَثِیم، مُجرِم اور کُفّار وفُجّار بن جاتے ہیں۔ ﴿اَبرار﴾ اور ﴿فُجّار﴾ کا انجام مختلف ہوگا۔ دونوں کے اعمال دو مختلف قسم کے دفتروں میں درج کیے جا رہے ہیں۔

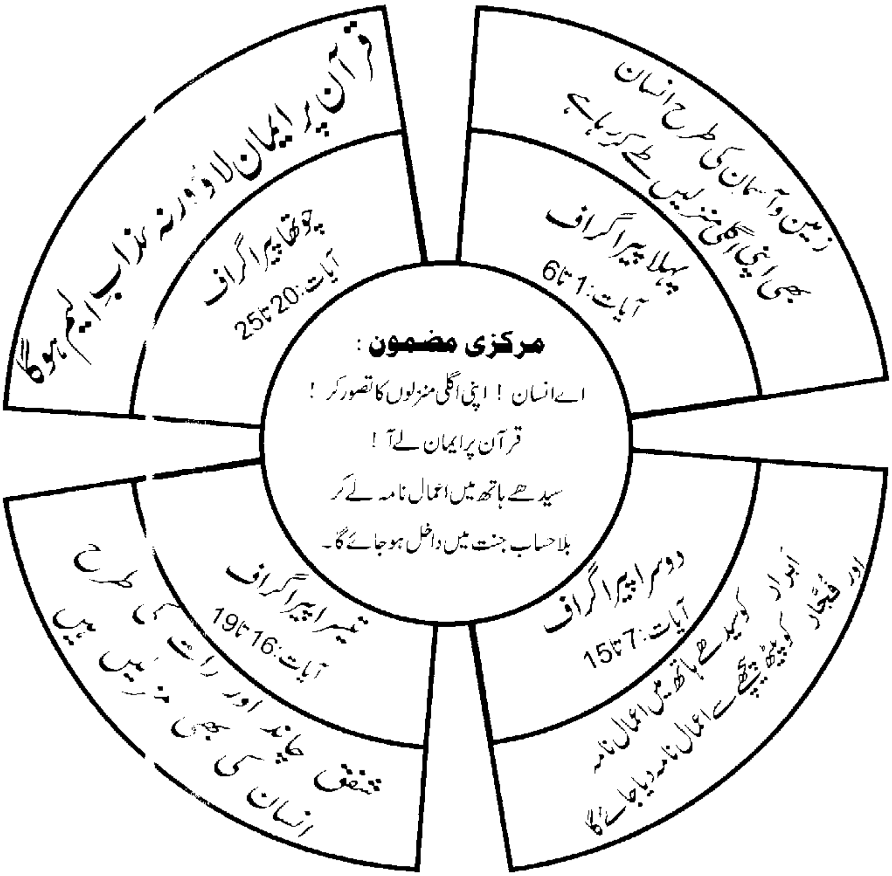
◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART — ترتیبی نقشہ ربط

نظمِ جلی — MACRO-STRUCTURE

84- سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاق

آیات : 25...... مَکِّیَّة ...... پیراگراف : 4



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿الانشقاق﴾ بھی اعلانِ عام کے بعد قیامِ مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) میں نازل ہوئی، جب آپ ﷺ کے خلاف توہین وتذلیل اور استہزا کا بازار گرم تھا۔

سورۃ الانشقاق کے فضائل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهٗ رَأْىَ عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾

"جو شخص مناظرِ قیامت دیکھنا چاہتا ہے، اُسے سورۃ ﴿التکویر﴾ ﴿انفطار﴾ اور ﴿انشقاق﴾ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔"

(ترمذی: کتاب التفسیر، باب سورۃ التکویر، حدیث 3,333، صحیح)

سورۃ الانشقاق کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿الْمُطَفِّفِين﴾ میں اعمال ناموں کا ذکر تھا۔

﴿فُجَّار﴾ کے اعمال ﴿سِجّين﴾ میں اور ﴿ابرار﴾ کے اعمال ﴿عِلِّيُّون﴾ میں درج کیے جا رہے ہیں۔

یہاں سورۃ ﴿الانشقاق﴾ میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ اعمال نامے خوش نصیبوں کو سیدھے ہاتھ میں اور بد نصیبوں کو پیٹھ کے پیچھے سے دیے جائیں گے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الانشقاق﴾ میں حقیقتِ زندگی کی وضاحت:

انسان پر یہ بات واضح کی گئی ہے کہ وہ بڑی محنت اور مشقت کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے، لیکن اسے یہ احساس نہیں کہ موت کے بعد اسے اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے۔ ﴿اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ﴾ (آیت:6) یہی بات آیت:19 میں بھی ایک دوسرے انداز میں دہرائی گئی۔ ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾

2- سورۃ ﴿الانشقاق﴾ میں خوش نصیبوں کے آسان حساب کا تذکرہ:

قیامت کے دن جو خوش نصیب سیدھے ہاتھ میں نامۂ اعمال وصول کرے گا، اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔

﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾ (آیت:8) رسول اللہ ﷺ نے وضاحت کی ہے کہ ﴿حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾ یعنی آسان حساب سے مراد، جنت میں بلا حساب داخلہ ہے۔

3- سورۃ ﴿الانشقاق﴾ میں مخلوق کی منزلوں کا حوالہ:

زمین اور آسمان بھی، اپنی اگلی منزلیں طے کرتے ہیں۔ شفق، رات اور چاند کی طرح، انسان کی بھی منزلیں ہیں۔
(پیدائش، بچپن، جوانی، بڑھاپا، موت، قبر، پھر قیامت کا حساب کتاب، اور آخر کار جنت یا دوزخ)

سورۃ الانشقاق کا نظمِ جلی

سورۃ الانشقاق چار (4) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 6 : پہلے پیراگراف میں، مناظرِ قیامت کی روشنی میں، آسمان اور زمین کے آفاقی دلائل دے کر بتایا گیا کہ انسان بھی، اپنے رب سے ملاقات کے لیے اپنی اگلی منزلیں اسی طرح طے کر رہا ہے۔ جیسے آسمان، زمین، چاند وغیرہ۔

﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾(1) جب آسمان، پھٹ جائے گا۔

﴿وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ﴾(2) اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گا اور اس کے لیے حق یہی ہے۔

﴿وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ﴾(3) اور جب زمین، پھیلا دی جائے گی۔

﴿وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ﴾(4) اور جو کچھ اس کے اندر ہے، اسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی۔

﴿وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ﴾(5) اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گی اور اس کے لیے حق یہی ہے۔

﴿يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ اے انسان، تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے

إِلَى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ﴾(6) اور اس سے ملنے والا ہے۔

آسمان ہوں یا زمین، دونوں اللہ کے غلام ہیں، مطیع و فرماں بردار ہیں۔ قوتِ اختیار سے عاری ہیں۔ یہ دونوں اپنے اپنے تکوینی دائرے میں سمع و طاعت پر مجبور ہیں۔ قیامت کا پہلا مرحلہ ہو یا دوسرا مرحلہ، اللہ کی مرضی کے مطابق ہی طے ہو گا۔ اس کے برخلاف انسان کو کچھ عمل کی آزادی کا اختیار حاصل ہے، لیکن وہ کلّی طور پر خود مختار نہیں۔ وہ چاہے نہ چاہے، طوعًا یا کرھًا اپنے رب سے ملاقات کے لیے، اپنی مقررہ منزلوں کو طے کر رہا ہے۔

2- آیات 7 تا 15 : دوسرے پیراگراف میں، خوش نصیبوں کے اعمال ناموں ﴿کتاب﴾ کا ذکر ہے۔

خوش نصیبوں کا اعمال نامہ اُن کے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ ان سے ہلکا حساب لیا جائے گا۔ ہلکے حساب کی وضاحت، حدیث نبویؐ میں بلا حساب دخول جنت سے کی گئی ہے۔

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ﴾(7) پھر جس شخص کا نامۂ اعمال، اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا۔

﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾(8)	اُس سے ہلکا حساب لیا جائے گا۔
﴿وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾(9)	اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش (شادمند) پلٹے گا۔
﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ﴾(10)	رہا وہ شخص، جس کا اعمال نامہ، اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا
﴿فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا﴾(11)	تو وہ موت کو پکارے گا۔ (تو وہ موت کی دہائی دے گا)
﴿وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا﴾(12)	اور وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔
﴿اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾(13)	وہ اپنے گھر والوں میں مگن تھا۔
﴿اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ﴾(14)	اس نے سمجھا تھا کہ اسے کبھی پلٹنا نہیں ہے۔
﴿بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا﴾(15)	ہاں! (پلٹنا کیسے نہ تھا!) اس کا رب اس کے کرتوت دیکھ رہا تھا۔

خوش نصیب مؤمنین آخرت کے برخلاف، بدنصیب منکرین آخرت، آگ میں جلیں گے۔ ان کا نامۂ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ خوش نصیبوں اور بد نصیبوں کے درمیان، ایک واضح فرق یہ ہو گا کہ بدنصیب منکرین آخرت، اس دنیا میں اپنے بیوی بچوں میں مگن تھے، (ان کی خوشی کے لیے حرام کماتے تھے، رشوت لیا کرتے تھے وغیرہ)۔

اس کے برخلاف خوش نصیب ﴿مُتَّقِين﴾، اس دنیا میں پرہیز گاری کی زندگی گذارتے تھے، زندگی کی پُرپیچ راہوں میں بچ بچا کر چلتے تھے۔ وہ آخرت میں اپنے اہل وعیال کی طرف خوش خوش پلٹیں گے۔

3- آیات 16 تا 19: تیسرے پیراگراف میں، شفق، چاند، اور رات کے آفاقی دلائل پیش کر کے بتایا گیا کہ اسی طرح انسان کی بھی منزلیں ہیں۔

ایک اور زاویے سے انسان کی اگلی منزلوں کی وضاحت کی گئی ہے کہ جس طرح چاند کی منزلیں ہیں، رات کی گردش ہے، شفق کی نمود اور غیوب ہے، اسی طرح انسان کو بھی، لازماً اگلی منزلوں سے دوچار ہونا ہے ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾، لہٰذا اُسے قرآن پر ایمان لا کر نیک عمل کرنا چاہیے۔ ﴿اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ سے نوازا جائے گا، ورنہ دوزخی ہو گا۔

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ﴾(16)	پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں، شفق کی!
﴿وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ﴾ (17)	اور رات کی قسم! اور جو کچھ وہ سمیٹ لیتی ہے۔
﴿وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ﴾ (18)	اور چاند کی قسم! جبکہ وہ ماہِ کامل ہو جاتا ہے۔
﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾(19)	تم کو ضرور درجہ بدرجہ، ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جانا ہے

4- آیات 20 تا 25: آخری پیراگراف میں، عذابِ الیم سے بچنے کے لیے قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

﴿فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾(20)	پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے؟

﴿وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ﴾(21)	اور جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے، تو سجدہ نہیں کرتے؟
﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ﴾(22)	بلکہ، یہ منکرین تو الٹا جھٹلاتے ہیں۔
﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ﴾(23)	حالانکہ اللہ اسے خوب جانتا ہے جو کچھ یہ (اپنے نامۂ اعمال میں) جمع کر رہے ہیں۔
﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾(24)	لہذا! ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔
﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	البتہ جو ایمان لا چکے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں
لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾(25)	ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔(دائمی انعام ہے)

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ انسان کی منزلیں ہیں تو پھر وہ قرآن پر ایمان کیوں نہیں لاتا؟ اس قرآن پر، جو اگلی منزلوں کے بارے میں واضح معلومات فراہم کر رہا ہے۔ روزِ قیامت ﴿مُكَذِّبِيْنِ قرآن﴾ اور ﴿مؤمنينِ قرآن﴾ کا انجام مختلف ہوگا۔ ﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ایمان نہ لانے والوں، ﴿لَا يَسْجُدُوْنَ﴾ سجدہ نہ کرنے والوں، ﴿يُكَذِّبُوْنَ﴾ جھٹلانے والوں، اور ﴿يُوْعُوْن﴾ مال جمع کرنے والوں کا انجام ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ایمان لانے والوں ﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ نیک عمل کرنے والوں سے مختلف ہوگا۔

مرکزی مضمون

انسان کو اپنی اگلی منزلوں کا تصور کر کے، قرآن پر ایمان لانا چاہیے۔ سیدھے ہاتھ میں اعمال نامہ لے کر بلا حساب جنت میں داخل ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

FLOW CHART

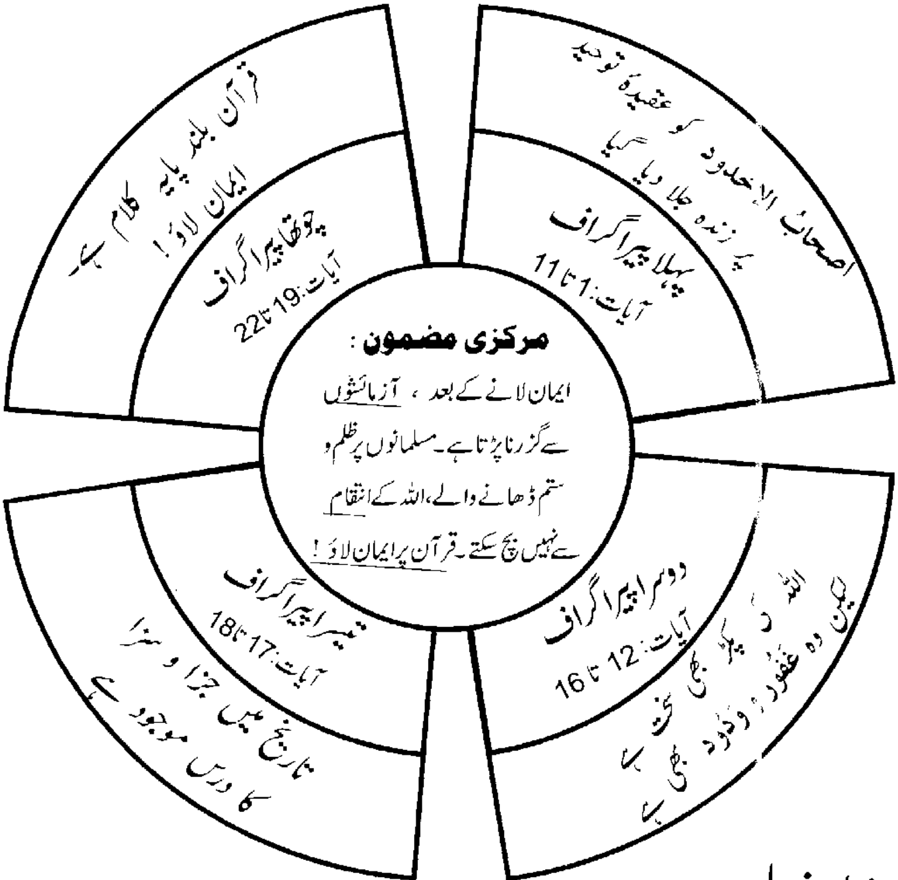
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO- STRUCTURE

85- سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ

آیات : 22 ...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 4



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿البروج﴾ رسول ﷺ کے قیام مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) میں نازل ہوئی، جب عقیدۂ توحید اختیار کرنے کے جرم میں، ﴿أصحابُ الأُخدُود﴾ کی طرح، مکے کے مشرک سردار مسلمانوں پر شدت کے ساتھ ظلم و ستم ڈھا رہے تھے۔

قریشِ مکہ کو فرعون اور ثمود کے لشکروں کے انجام سے ڈرایا گیا۔

سورۃ البُرُوج کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿الانشقاق﴾ کے آخر میں ﴿بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُکَذِّبُوْنَ﴾ کے الفاظ سے اہل تکذیب کی صفات بیان کر کے، ان کے مقابلے میں اہل ایمان کا تذکرہ کیا گیا تھا اور انہیں ﴿اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ کی بشارت دی گئی تھی۔

یہاں اس سورۃ ﴿البُرُوج﴾ میں بھی کافروں کی تکذیب کا ذکر ہے ﴿بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ تَکْذِیْبٍ﴾ کافروں کو ﴿تکذیبِ قرآن﴾ کے بجائے ﴿تصدیقِ قرآن﴾ کا مشورہ دیا گیا ہے۔

اس سورۃ ﴿البُرُوج﴾ میں قرآن کو ﴿مَجِیْد﴾ یعنی بلند پایہ کلام کہا گیا۔

اگلی سورۃ ﴿الطَّارِق﴾ میں قرآن کو ایک فیصلہ کن کلام ﴿لَقَوْلٌ فَصْلٌ﴾ کہا گیا۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿البُرُوج﴾ میں ایمان لانے کے بعد دنیاوی آزمائشوں کا تذکرہ:

اس سورۃ میں ﴿اَصحابُ الْاُخدُود﴾ (گڑھے والوں) کا ذکر ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک ذہین لڑکے کو ایک بڑے جادوگر سے جادو سیکھنے کے لیے بھیجا۔ لڑکا جادو سیکھنے کے بجائے ایک راہب کی صحبت میں رہ کر حضرت عیسیٰؑ کی سچی تعلیماتِ توحید کا پیروکار بن گیا۔ لوگ اس لڑکے کی تعلیمات پر ایمان لانے لگے۔ بادشاہ نے ایک گڑھا کھدوایا اور اس میں آگ جلائی۔ عقیدۂ توحید پر ایمان لانے والے ہر شخص کو آگ سے بھرے اس گڑھے میں پھکوا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ظالموں کو ﴿عَذَابُ الْحَرِیْق﴾ یعنی آگ کی سزا اور ایمان لانے والے مظلوموں کو جنت یں ﴿الفوز الکبیر﴾ کی بشارت دی ہے۔ قریش مکہ کے سرداروں پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ ان کے رویے بھی اسی ظالم بادشاہ کی طرح ہیں۔ اگر یہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی دوزخ کے عذاب سے اور آگ کے عذاب سے دوچار کرے گا۔

2- سورۃ ﴿البُرُوج﴾ میں لفظ ﴿مَجِیْد﴾ کے استعمال کی حکمت:

یہ لفظ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے، ﴿اللہ﴾ کے لیے بھی اور ﴿قرآن﴾ کے لیے بھی۔ اللہ تعالیٰ بلند ہے، عزت ہے، عظیم الشان ہے، قابلِ تعظیم ہے۔ مسلمانوں پر ظلم ڈھانے والے پست اور حقیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام بھی بلند پایہ ہے۔ عظیم الشان ہے اور قابلِ تعظیم ہے۔ اس کے آگے مخلوق کے سارے کلام حقیر ہیں۔

سورۃ البُرُوج کا نظمِ جلی

سورۃ البروج چار (4) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 11 پہلے پیراگراف میں، برجوں والے آسمان اور روزِ قیامت کی گواہی پیش کی گئی ہے کہ ظلم وستم کا بدلہ مل کر رہے گا، اہلِ ایمان پر تشدد کرنے والے تباہ ہو کر رہیں گے۔

اس مضمون کے دو پہلو ہیں۔ اس میں ظالموں کے لیے اِنذار (Warning) ہے، اور مظلوموں کے لیے تسلی اور خوشخبری ہے۔ اللہ پر ایمان لانے کے بعد اہلِ ایمان کو لازماً، سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ظالموں کے لیے دوزخ کا عذاب اور ﴿عَذَابُ الْحَرِیْقِ﴾ ہوگا۔ ایمان لاکر نیک عمل کرنے والوں کے لیے ﴿اَلْفَوْزُ الْکَبِیْرُ﴾ کی خوشخبری دی گئی۔

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ﴾(1)	قسم ہے! مضبوط قلعوں والے، آسمان کی!
﴿وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ﴾(2)	اور اس دن کی! جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔
﴿وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ﴾(3)	دیکھنے والے کی اور دیکھی جانے والی چیز کی!
﴿قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ﴾(4)	مارے گئے! گڑھے والے
﴿النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ﴾(5)	(اس گڑھے والے) جس میں خوب بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی۔
﴿اِذْ هُمْ عَلَیْهَا قُعُوْدٌ﴾(6)	جبکہ وہ لوگ اس گڑھے کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے۔
﴿وَّهُمْ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُهُوْدٌ﴾(7)	اور جو کچھ وہ لوگ، ایمان لانے والوں کے ساتھ کر رہے تھے، وہ اسے دیکھ رہے تھے۔
﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ	اور ان اہلِ ایمان سے، ان (اَصْحَابُ الاُخدُود) کی دشمنی کی
اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ﴾(8)	اس کے سوا کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ "اللہ" پر ایمان لے آئے تھے، اُس اللہ پر، جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔
﴿الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	(وہ اللہ) جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے
وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾(9)	اور وہ اللہ، سب کچھ دیکھ رہا ہے۔
﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ	جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں پر ستم توڑا ہے
ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا	اور پھر اس سے تائب نہیں ہوئے،
فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ﴾(10)	یقیناً، ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور جلائے جانے کی سزا ہے۔
﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	جو لوگ (پختہ) ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے۔

لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ	یقیناً ان کے لیے جنت کے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿11﴾	یہ ہے بڑی کامیابی۔ (بڑی کامیابی دراصل یہ ہے)

2- آیات 12 تا 16: دوسرے پیراگراف میں، اللہ تعالیٰ کی جلالی اور جمالی صفات کے ذریعے، قیامت کی جزا و سزا پر دلیل قائم کی گئی ہے۔

﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾ (12)	درحقیقت! تمہارے رب کی پکڑ، بڑی سخت ہے۔
﴿اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ﴾ (13)	وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے، اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔
﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ﴾ (14)	وہ بخشنے والا ہے، محبت کرنے والا ہے۔
﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ﴾ (15)	عرش کا مالک ہے، بزرگ و برتر ہے۔
﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ (16)	اور جو کچھ چاہے، کر ڈالنے والا ہے۔

اللہ کی پکڑ بھی سخت ہے ﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾، لیکن وہ غفور و ودود بھی ہے ﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ﴾ ظلم ڈھانے والوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ ظالموں کو ظلم سے فوراً باز آجانا چاہیے، اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے۔ انہیں توبہ کرنا چاہیے، ورنہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں سے انتقام لے کر رہے گا اور مظلوموں کی فریادرسی ہو کر رہے گی۔ مظلوم مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کریں اور ہمیشہ انہیں مستحضر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ، غَفُور بھی اور وَدُود بھی ہے۔ وہ مہلت اور ڈھیل دیتا ہے۔ توبہ کا موقع فراہم کرتا ہے، لیکن صاحبِ اقتدار ہے۔ بااختیار ہے۔ عرش کا مالک ہے۔ (بے بس اور مجبور نہیں)، جو چاہے کر ڈالتا ہے۔ ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ ہے۔

3- آیات 17 تا 18: تیسرے پیراگراف میں، اللہ تعالیٰ کے قانونِ جزا و سزا کی تاریخی دلیلیں فراہم کی گئی ہیں۔

تاریخ میں عسکری قوتوں کی ہلاکت کا (یعنی فرعون کے لشکروں اور ثمود کے جنود کی ہلاکت کا) درس موجود ہے۔

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ﴾ (17)	کیا تمہیں لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟
﴿فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ﴾ (18)	فرعون اور ثمود (کے لشکروں) کی؟

مسلمانوں پر ظلم و ستم کرنے والوں کو، تاریخ سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

فرعون، بنی اسرائیل پر ظلم و ستم ڈھایا کرتا تھا۔ اور قوم ثمود کے نو (9) لیڈروں نے، حضرت صالح کے قتل کی منصوبہ بندی کی تھی۔

4- آیات 19 تا 22: چوتھے اور آخری پیراگراف میں، قیامت کے منکرین کو قرآن مجید کی عظمت پر غور و فکر کر کے قرآن اور اس کی دعوتِ آخرت پر ایمان لانے کا مشورہ دیا گیا۔

﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ﴾ (19)	مگر جنہوں نے کفر کیا ہے، وہ جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ﴾ (20) حالانکہ اللہ نے ان کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ﴾ (21) (یہ جھٹلانے کی چیز نہیں) بلکہ یہ قرآن، بلند پایہ ہے۔

﴿فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾ (22) اس لوح میں (نقش ہے) جو محفوظ ہے۔

یہاں دو مرتبہ ﴿بَلْ﴾ ستعمال ہوا ہے، جس سے پہلے کچھ محذوف ہے، یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ ظالم طاغی اور فسادی لوگوں کے لیے مناسب تو یہی تھا کہ وہ مسلمانوں پر ظلم و ستم سے باز آجاتے، قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے، فرعون اور قوم ثمود کے لشکروں کے انجام سے سبق لیتے۔ لیکن اس کے بجائے، وہ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب میں مصروف اور منہمک ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نہ صرف ان کی نگرانی کر رہا ہے، بلکہ ان کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے ﴿وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ﴾۔ ایک مناسب وقت ان کو پکڑ لیا جائے گا۔ قرآن جنات اور شیطان کا کلام نہیں ہے بلکہ لوح محفوظ کا بلند پایہ ﴿مَّجِيْد﴾ کلام ہے۔

مرکزی مضمون

عقیدۂ توحید پر ایمان لانے کے بعد، لازمی طور پر آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھانے والی طاغوتی اور عسکری قوتیں، اللہ کے انتقام سے نہیں بچ سکتیں۔ اللہ تعالیٰ کی جلالی اور جمالی صفات کا جائزہ لے کر، اس کے بلند پایہ ﴿مَّجِيْد﴾ قرآن پر ایمان لاکر، صبر واستقامت کی تاریخ رقم کرنا چاہیے۔

FLOW CHART

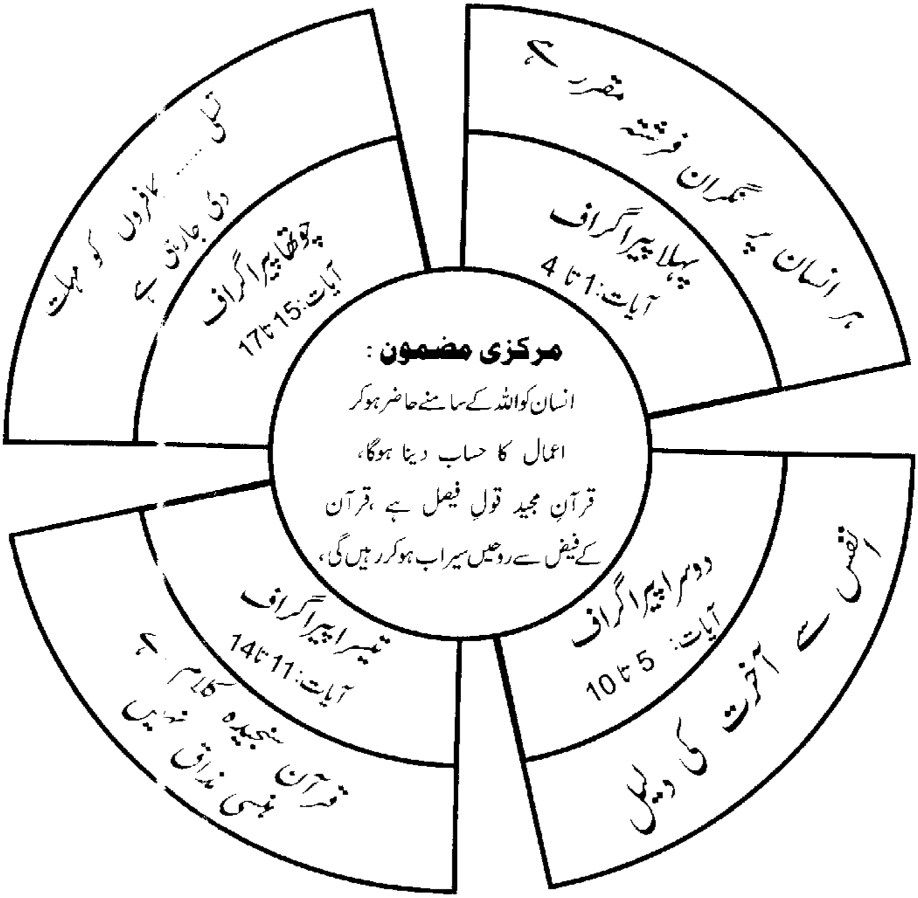
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

86- سُوْرَةُ الطَّارِقِ

آیات : 17 ...... مَكِّيَّة"...... پیراگراف : 4



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿الطَّارِق﴾ رسول ﷺ کے قیام مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) میں نازل ہوئی، جب قریش آپ ﷺ کے خلاف گہری سازشوں ﴿کَید﴾ سے کام لے رہے تھے۔

سورۃُ الطَّارِق کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿البروج﴾ میں قریش مکہ کی تکذیب کا ذکر تھا ﴿بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ﴾ انہیں قرآن کی تکذیب نہ کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ یہاں اس سورۃ ﴿الطَّارِق﴾ میں بتایا گیا ہے کہ قرآن ایک سنجیدہ کلام ہے، ہنسی دل لگی نہیں ہے۔ ﴿إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ o وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾ اس سورۃ میں کافروں کی تکذیب کے علاوہ، مسلمانوں کے خلاف ان کی سازشوں ﴿كَيد﴾ کا ذکر ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

سورۃ ﴿الطَّارِق﴾ : میں آفاق وانفس کی دلیلوں کی روشنی میں عقیدۂ آخرت کی دعوت:

اَنفُس اور آفاق کی دلیلوں پر غور کر کے آخرت کو تسلیم کر لینے کی دعوت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ منکرین آخرت کو اہلِ ایمان کے خلاف سازشیں کرنے کے بجائے، قرآن کی سنجیدہ باتوں پر غور و فکر کر کے آخرت کو تسلیم کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

سورۃ الطارق کا نظمِ جلی

سورۃ الطارق چار (4) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 4 : پہلے پیراگراف میں، بتایا گیا کہ ہر انسان پر ایک نگران فرشتہ مقرر ہے۔

آسمان اور تاروں کی آفاقی شہادت ہے کہ انسان اپنے آپ کو آزاد نہ سمجھے، ہر نفس پر ایک محافظ ہے۔ ﴿إِن كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾، آسمان اور ستاروں کے نظام، دونوں گواہی دے رہے ہیں کہ کائنات کی کوئی چیز اور کوئی جان ایسی نہیں، جو ایک ہستی کی نگہبانی کے بغیر، اپنی جگہ پر قائم رہ سکتی ہو۔ اس نگرانی کا تقاضا ہے کہ ہر شخص سے اس کی کارکردگی کا ایک روز حساب لیا جائے۔

﴿وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ﴾(1)	قسم ہے، آسمان کی! اور رات کو نمودار ہونے والے کی!
﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ﴾(2)	اور آپ کیا جانیں وہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے؟
﴿النَّجْمُ الثَّاقِبُ﴾(3)	وہ چمکتا ہوا تارا ہے۔ (دمکتے ستارے)
﴿إِن كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾(4)	کوئی جان ایسی نہیں، جس کے اوپر کوئی نگہبان نہ ہو

2- آیات 5 تا 10: دوسرے پیراگراف میں، انفس سے اِمکانِ آخرت کی دلیل پیش کی گئی، یہ توحید قدرت کا مضمون ہے۔

﴿فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ﴾(5)	پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے! وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟

﴿خُلِقَ مِن مَّآءٍ دَافِقٍ﴾(6) وہ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔

﴿يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ﴾(7) جو پیٹ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

﴿إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ﴾(8) یقیناً وہ (خالق) اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ﴾(9) جس روز، پوشیدہ اسرار کی جانچ پڑتال ہو گی۔

﴿فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ﴾(10) تو اس وقت انسان کے پاس، نہ خود اپنا کوئی زور ہو گا اور نہ کوئی اس کی مدد کرنے والا ہو گا۔

انسان کو اپنی ذات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ کس طرح نطفے کی ایک بوند سے، اس کو وجود میں لایا گیا ﴿فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِن مَّآءٍ دَافِقٍ﴾۔ جس اللہ نے، اس طرح انسان کو وجود بخشتا ہے، وہ یقیناً اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے ﴿إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ﴾ اور یہ دوبارہ پیدائش، اس غرض کے لیے ہو گی کہ انسان کے ان تمام رازوں کی جانچ پڑتال کی جائے ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ﴾، جن پر دنیا میں پردہ پڑا رہ گیا تھا۔ اس وقت اپنے اعمال کے نتائج بھگتنے سے، انسان نہ تو خود اپنے بل بوتے پر بچ سکے گا، اور نہ کوئی دوسرا اس کی مدد کو آ سکے گا۔ شفاعتِ باطلہ کے تصور کی تردید کی گئی ہے۔ ﴿فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ﴾

3- آیات 11 تا 14 : تیسرے پیراگراف میں دو آفاقی دلیلوں سے قرآنی تعلیمات کے پھیلنے کی پیش گوئی ہے :

بارش والے آسمان کی دلیل اور پھٹنے والی زمین کی دلیل۔

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ﴾(11) قسم ہے! بارش برسانے والے آسمان کی (شاہد ہے آسمان! پر از باراں)

﴿وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ﴾(12) قسم ہے! (نباتات اگتے وقت) پھٹ جانے والی زمین کی (شاہد ہے زمین پُرشگاف)

﴿إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ﴾(13) یہ (قرآن) ایک نپی تلی بات ہے۔ (دو ٹوک بات ہے)

﴿وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾(14) ہنسی مذاق نہیں ہے۔

قرآن قول فیصل ہے، یعنی فیصلہ کن کلام ہے، سنجیدہ کلام ہے، خیرِ کثیر ہے، ہنسی دل لگی نہیں ہے آسمان کو ﴿ذَاتِ الرَّجْعِ﴾ لوٹانے والا کہا گیا ہے۔ اس آیت سے اُس سائنسی نظریے کو تقویت حاصل ہوتی ہے، جسے Cycle H2O کہتے ہیں۔ بارش کے فیض سے، زمین پھٹ کر لہلہانے لگتی ہے، اسی طرح قرآن کے فیض سے بھی، انسانی روحیں سیراب ہو کر رہیں گی۔

4- آیات 15 تا 17 : چوتھے اور آخری پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی اور قریش مکہ کو دھمکی دی گئی ہے کہ ان کی سازشیں قرآن کی دعوت کو ناکام نہیں کر سکتیں۔

﴿إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا﴾(15) (یقیناً) یہ لوگ (یعنی کافرین) کچھ چالیں چل رہے ہیں۔

﴿وَّاَكِيْدُ كَيْدًا﴾(16) اور میں بھی ایک تدبیر کر رہا ہوں۔

﴿فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا﴾(17) پس چھوڑ دیجیے (مہلت دیجیے)! اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان کافروں کو ذرا کی ذرا! ان کے حال پر چھوڑ دیجیے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا صبر سے کام لیں اور کچھ مدت کفار کو اپنی سی کر لینے دیں، زیادہ دیر نہ گزرے گی کہ انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ ان کی چالیں قرآن کو زک دیتی ہیں، یا قرآن اسی جگہ غالب آ کر رہتا ہے، جہاں یہ اسے شکست دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کافروں کی اپنی چالیں ہیں! اللہ کے اپنے منصوبے ہیں ﴿اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا o وَّاَكِيْدُ كَيْدًا﴾۔ کافروں کو ڈھیل اور مہلت دی جا رہی ہے۔

مرکزی مضمون

اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔ قیامت کے دن انسان کو اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اعمال کا حساب دینا ہو گا، اس دن نیتوں کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔ قرآن مجید قولِ فیصل ہے، قرآن کے فیض سے روحیں سیراب ہو کر رہیں گی اور کافروں کی چالیں ناکام ہو جائیں گی۔

FLOW CHART

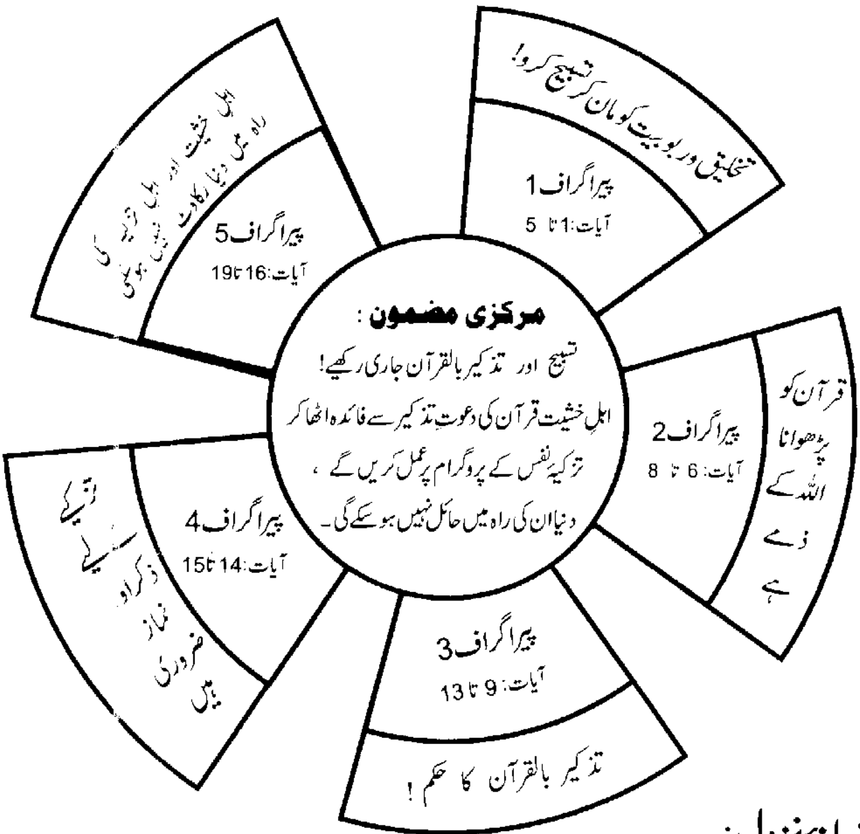
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ / ربط

MACRO-STRUCTURE

87- سُوْرَةُ الْاَعْلٰی

آیات : 19 ...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 5



• زمانۂ نزول:

1۔ سورت ﴿ الاعلیٰ ﴾ قیامِ مکہ کے پہلے دور (0 تا 3 نبوی) میں آپ ﷺ پر نازل ہوئی، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جا رہی تھی اور جب ابتدائی ایام میں آپ وحی کو سن کر یاد کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى﴾

2۔ اس سورت کا کچھ حصہ غالباً اعلانِ عام کے بعد دوسرے دور کے زمانۂ تذکیر میں نازل ہوا ﴿ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴾۔

سورۃ الاَعلیٰ کے فضائل

1۔ رسول اللہ ﷺ جمعہ اور عیدین کی پہلی رکعت میں سورۃ ﴿الاعلیٰ﴾ اور دوسری رکعت میں سورۃ ﴿الغاشیۃ﴾ پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: کتاب الجمعۃ، باب مایقرأ فی صلوٰۃ الجمعۃ، حدیث 2,065، عن نعمان بن بشیرؓ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ سورت ہے، جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی تمنا تھی کہ یہ ہر خاص وعام کو زبانی یاد ہو جائے اور اس کا مضمون ذہن نشین ہو جائے۔

2۔ وتر کی پہلی رکعت میں بھی آپ ﷺ سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ ﴿الاعلیٰ﴾ پڑھتے تھے۔

(ابوداود: کتاب الوتر، باب مایقرأ فی الوتر، حدیث 1,465، عن ابی بن کعبؓ، صحیح)

سورۃ الاَعلیٰ کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿الطَّارِق﴾ میں قرآن کی بارش سے دلوں کی کھیتیوں میں ایمان کی فصل اُگانے کی ترغیب تھی۔

یہاں سورۃ ﴿الاعلیٰ﴾ میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کی نصیحت کو قلب میں اتارنے کے لیے دل کی خشیت درکار ہوتی ہے۔

﴿سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى﴾

سورۃ ﴿الاعلیٰ﴾ اور اگلی سورۃ ﴿الغَاشِيَة﴾ دونوں میں ﴿فَذَكِّرْ﴾ کے الفاظ سے نصیحت کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- سورۃ ﴿الاعلیٰ﴾ میں اللہ تعالیٰ کی بے عیبی کے اعتراف کا حکم دیا گیا:

پہلی آیت ہی میں ﴿سَبِّحِ﴾ کے الفاظ سے اللہ کی بے عیبی کا اعتراف کرتے ہوئے خالص توحید اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

2- سورۃ ﴿الاعلیٰ﴾ میں قرآن کے ذریعے تذکیر اور یاددہانی کی ہدایت دی گئی:

رسول اللہؐ کو ﴿فَذَكِّرْ﴾ کے الفاظ سے قرآن کے ذریعے سے مستقل نصیحت کرتے رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ (آیت:9)

سورۃُ الاَعلیٰ کا نظمِ جلی

سورۃُ الاَعلیٰ پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 5 : پہلے پیراگراف میں، انفسی دلیلوں کی روشنی میں عقیدۂ توحید اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی۔

انسان کو اپنے ربِّ برتر ﴿الاعلی﴾ کی تخلیق (کی ہوئی چیزوں) پر غور کر کے، تخلیق کے مختلف مراحل کا جائزہ لینے کے بعد صحیح عقیدۂ توحید اختیار کرنے اور اللہ کی بے عیبی کو تسلیم کر لینے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

﴿تسبیح﴾ کے بغیر توحید کی تکمیل نہیں ہوتی۔ ہر چیز کی پیدائش کے چار مراحل ہیں۔

(1) تخلیق (2) تسویہ (3) تقدیر اور (4) ھدایت

ہر چیز کو ڈیزائن کیا گیا، اسے وجود میں لایا گیا، اس کی صلاحیتوں کے دائرۂ کار کا تعین کیا گیا اور پھر ہر چیز کو اپنے دائرۂ کار میں کام کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ وہ زمین میں نباتات کو پیدا کرتا ہے اور پھر انہیں خس و خاشاک بھی بنا دیتا ہے۔ چنانچہ ایسی کائنات کے خالق کی صناعی اور کاری گری پر غور و فکر سے کام لے کر اس کی بے عیبی کا اعتراف کرنے یعنی تسبیح کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (1)	(اے نبی ﷺ) اپنے ربِّ برتر کے نام کی تسبیح کیجیے،
﴿الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى﴾ (2)	جس نے پیدا کیا اور (جس نے خاکہ بنایا) تناسب قائم کیا۔
﴿وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى﴾ (3)	جس نے تقدیر بنائی، (جس نے مقدر کیا) پھر راہ دکھائی۔
﴿وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى﴾ (4)	جس نے نباتات اُگائیں۔
﴿فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى﴾ (5)	پھر اس کو سیاہ کوڑا کرکٹ بنا دیا۔ (پھر ان کو گھنی سرسبز شاداب بنایا)

2- آیات 6 تا 8 : دوسرا پیراگراف، ایک جملۂ معترضہ پر مشتمل ہے۔ وحی کی حفاظت اللہ کے ذمے ہے۔

﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى﴾ (6)	ہم آپ ﷺ کو پڑھوا دیں گے، پھر آپ ﷺ نہیں بھولیں گے۔
﴿إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ،	سوائے اس کے جو اللہ چاہے،
إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى﴾ (7)	یقیناً وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے، اور جو کچھ پوشیدہ ہے اس کو بھی۔
﴿وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَى﴾ (8)	اور آپ ﷺ کو آسان طریقے کی سہولت دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ قرآن پڑھوانا اور اسے یاد کرانا اللہ کے ذمے ہے۔ محمد ﷺ کے حافظے میں، وحی کو محفوظ کرنے کی یقین دہانی کرائی گئی۔

3- آیات 9 تا 13 : تیسرے پیراگراف میں رسول اللہ ﷺ کو ﴿تذکیر بالقرآن﴾ کا حکم دیا گیا۔

﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَىٰ﴾(9) لہٰذا! آپ ﷺ نصیحت کیجیے! اگر نصیحت (یاددہانی) نافع ہو۔

﴿سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَخْشَىٰ﴾(10) جو شخص ڈرتا ہے، وہ نصیحت قبول کرلے گا۔

﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى﴾(11) اور اس نعمت سے گریز کرے گا، وہ انتہائی بدبخت۔(أشقٰی)

﴿الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ﴾(12) جو بڑی آگ میں جائے گا۔

﴿ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ﴾(13) پھر، نہ اس میں مرے گا، نہ جیئے گا۔

قرآن کی تذکیر سے، صرف ﴿اهلِ خشیت﴾ ہی فائدہ اٹھا سکیں گے۔ اس پیراگراف میں ﴿مَن يَخْشَىٰ﴾ اور ﴿أشقٰی﴾ کا موازنہ ہے۔ جن لوگوں کے دل میں اللہ کی ﴿خشیت﴾ ہوگی، وہ قرآن کی نصیحت و تذکیر سے فیض یاب ہوں گے، لیکن شقی اور بدبخت اس نعمت سے محروم رہیں گے۔ ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى﴾

4- آیات 14 تا 15 : چوتھے پیراگراف میں بتایا گیا کہ تزکیے کے لیے ذکر اور نماز دو (2) اہم اور ضروری شرائط ہیں۔

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ﴾(14) فلاح پا گیا، جس نے پاکیزگی اختیار کی۔

﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ﴾(15) اور اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر نماز پڑھی۔

تزکیۂ نفس کا پروگرام دیا گیا۔ یہ پروگرام ان کے لیے ہے، جو قرآن کی تذکیر سے فائدہ اٹھا کر فیض حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

"یقیناً وہ شخص فلاح پا گیا، جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا، چنانچہ نماز پڑھتا رہا"

یہاں چار (4) باتوں کی ترتیب اور ان کے باہمی ربط پر غور کیجیے۔

(a) کامیابی ﴿فلاح﴾ کے لیے، محنت درکار ہوتی ہے۔

(b) کامیابی کے لیے ﴿نفس کا تزکیہ﴾ ضروری ہے۔

(c) تزکیے کے لیے ﴿ذکر الٰہی﴾ کا اہتمام لازمی ہے۔

(d) ﴿ذکر الٰہی﴾ کے لیے، ﴿نماز﴾ کا التزام ضروری ہے۔ کاش ہماری نماز ذکر والی نماز بن جائے، اللہ کی یاد والی نماز بن جائے۔

5- آیات 16 تا 19 : آخری پیراگراف میں، بتایا گیا کہ اہلِ خشیت اور اہلِ تزکیہ کی راہ میں دنیا رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا﴾(16) مگر تم لوگ، دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔

﴿وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾(17) حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے (پائیدار ہے)

﴿إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ﴾(18) یہی بات، پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی۔

﴿صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى﴾ (19) حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔

یہ پیراگراف ﴿بَلْ﴾ سے شروع ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے کچھ مضمون محذوف ہے۔ مطلب ہے: لیکن تم کیوں ساز پڑھو گے؟ کیوں ذکر کرو گے؟ کیوں تزکیہ اختیار کرو گے! تم تو دنیا کی زندگی پر مرے جاتے ہو! تم ایک عارضی چیز (دنیا) کے خواہاں ہو! تمہیں آخرت سے کیا دلچسپی ہے؟ تم اہلِ خشیت میں سے نہیں ہو، اس لیے قرآن کی تذکیر سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اور اہلِ خشیت کے لیے، تذکیر بالقرآن کے بعد، تزکیۂ نفس کا جو پروگرام دیا گیا تھا، اس پر عمل درآمد کی راہ میں، دنیا اور دنیا کی محبت حائل ہے۔

دنیا کی محبت سے بچ کر، نماز اور ذکر کے ذریعے، نفس کی پاکیزگی اختیار کرنے کا آسمانی نسخہ پہلی مرتبہ قرآن میں نہیں بیان کیا گیا، بلکہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی تزکیۂ نفس کا یہی پروگرام درج تھا۔

مرکزی مضمون

﴿تسبیح﴾ اور ﴿تذکیر بالقرآن﴾ جاری رہنا چاہیے۔ اہلِ خشیت قرآن کی دعوتِ تذکیر سے فائدہ اٹھا کر تزکیۂ نفس کے پروگرام پر عمل کریں گے، دنیا ان کی راہ میں حائل نہیں ہو سکے گی۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

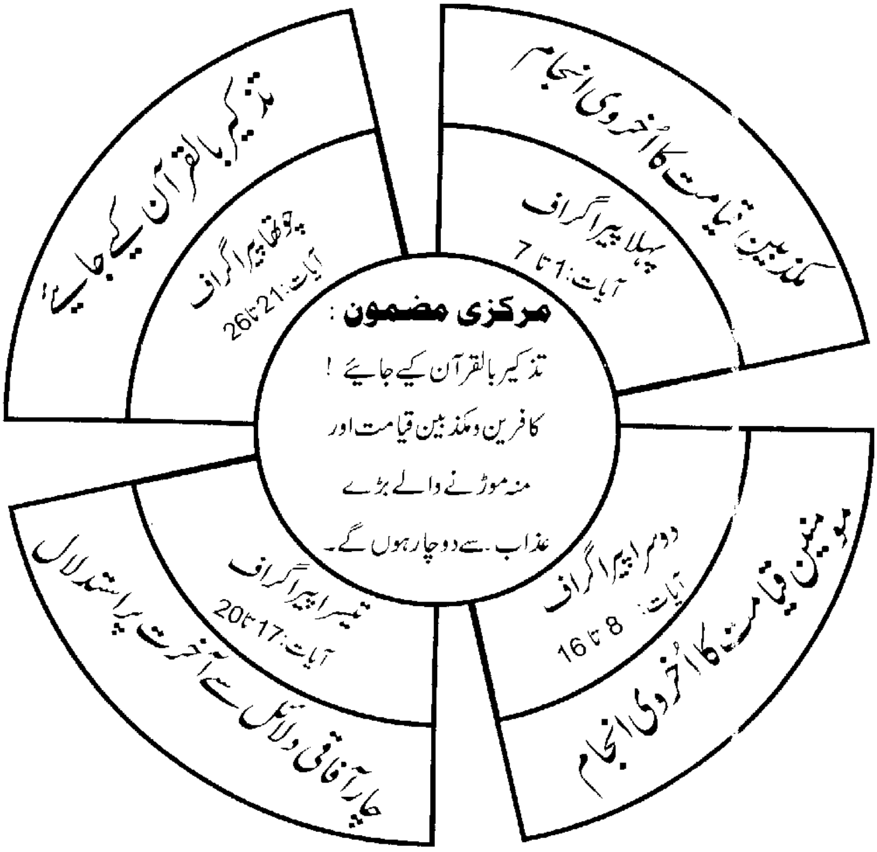
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

88- سُوْرَةُ الغَاشِيَةُ

آیات : 26 ...... مَكِّيَّة''...... پیراگراف : 4



- **زمانۂ نزول**

سورت ﴿الغَاشِيَة﴾ کی پہلی آیت ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعلانِ عام کے بعد رسول ﷺ کے قیام مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) کے زمانۂ تذکیر میں نازل ہوئی۔

﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾ ''نصیحت وتذکیر کیجیے ! آپ ﷺ تذکیر کرنے والے ہی تو ہیں''۔

اس سورت کے فضائل

رسول اللہ ﷺ نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین کی پہلی رکعت میں سورۃ ﴿الاعلیٰ﴾ اور دوسری رکعت میں سورۃ ﴿الغاشِیَة﴾ پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: کتاب الجمعۃ، باب مایقرأ فی صلاۃ الجمعۃ، حدیث 2,065)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ سورت ہے، جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی تمنا تھی کہ یہ ہر خاص و عام کو زبانی یاد ہو جائے اور اس کے مضامین سب کو ذہن نشین ہو جائیں۔

سورۃُ الغَاشِیَةِ کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الاعلیٰ﴾ کی طرح یہاں بھی سورۃ ﴿الغَاشِیَة﴾ میں ﴿فَذَكِّرْ﴾ کے الفاظ سے رسول اللہ ﷺ کو نصیحت و تذکیر کی ہدایت موجود ہے۔

2- پچھلی سورۃ ﴿الاعلیٰ﴾ میں جسے ﴿النَّارُ الْكُبْرٰى﴾ کہا گیا تھا، اُسے یہاں ﴿عذابُ الاکبر﴾ کہا گیا ہے۔ (آیت:24)

3- سورۃ ﴿الغاشیة﴾ میں اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کے احوال کو ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ﴾ اور ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ﴾ کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اگلی سورت ﴿الفجر﴾ میں ﴿نفوسِ مطمئنہ﴾ اور ﴿نفوسِ غیر مطمئنہ﴾ کا موازنہ ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

رسول اللہ ﷺ کو واضح طور بتا دیا گیا کہ آپ صرف ﴿مُذَكِّرٌ﴾ ہیں، وعظ و نصیحت سے کام لے سکتے ہیں، ﴿مُصَيْطِرٍ﴾ (داروغہ) نہیں ہیں۔

زبردستی توحید اور اسلام کا اقرار کرانا مطلوب نہیں ہے۔ یہ انسان کے مذہبی اختیار (Freedom of Faith) کا مضمون ہے۔

اخلاص اور محبت کے ساتھ دلائل کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر دین کی دعوت دینی چاہیے۔

سورۃُ الغَاشِیَة کا نظمِ جلی

سورۃُ الغَاشِیَة چار (4) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 7: پہلے پیراگراف میں قیامت کو جھٹلانے والوں کا اُخروی انجام بیان کیا گیا۔

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾ (1)	کیا تمہیں اس چھا جانے والی آفت کی خبر پہنچی ہے؟
﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ﴾ (2)	کچھ چہرے اس روز، خوفزدہ ہوں گے۔ (اترے ہوئے)
﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾ (3)	سخت مشقت کر رہے ہوں گے، تھکے جاتے ہوں گے۔

﴿تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً﴾(4) شدید آگ میں، جھلس رہے ہوں گے۔

﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ﴾(5) کھولتے ہوئے چشمے کا پانی، انہیں پینے کو دیا جائے گا۔

﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ﴾(6) خار دار سوکھی گھاس کے سوا کوئی کھانا، ان کے لیے نہ ہوگا۔

﴿لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ﴾(7) جو نہ موٹا کرے، نہ بھوک مٹائے۔

آغاز، ایک سوال سے کیا گیا ہے ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ؟﴾، اس کے فوراً بعد، قیامت کو جھٹلانے والوں کے انجام سے آگاہ کیا گیا ہے۔ ان کے چہروں پر رسوائی ہوگی، تھکے ماندے دہکتی آگ میں داخل ہوں گے، پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی اور کھانے کے لیے کانٹے دار جھاڑیاں فراہم کی جائیں گی۔

2- آیات 8 تا 16 دوسرے پیراگراف میں، قیامت پر ایمان لانے والوں کا اُخروی انجام بیان کیا گیا۔

جو اللہ کے حضور، جوابدہی کے تصور کے تحت زندگی گزارتے ہیں، اُن کے چہرے ترو تازہ ہوں گے، اپنی کوششوں پر شاداں، بلند پایہ جنتوں میں، جہاں کوئی لغو بات نہ سنیں گے۔ باغ میں ان کے لیے، بہتے ہوئے چشمے، اونچے تخت، قرینے سے رکھے ہوئے شراب کے پیالے اور نفیس قالینوں پر گاؤتکیے سجے ہوں گے۔

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ﴾(8) کچھ چہرے اس روز، بارونق (شگفتہ) ہوں گے۔

﴿لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ﴾(9) اپنی کارگزاری پر خوش (شاد و مطمئن) ہوں گے۔

﴿فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾(10) عالی مقام جنت (اونچے باغ) میں ہوں گے۔

﴿لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً﴾(11) کوئی بیہودہ بات وہ وہاں نہ سنیں گے۔

﴿فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ﴾(12) اس میں چشمے رواں ہوں گے۔ (چشمہ رواں ہوگا)

﴿فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ﴾(13) اس کے اندر، اونچی مسندیں ہوں گی۔ (اونچے بچھے تخت)

﴿وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ﴾(14) ساغر رکھے ہوئے ہوں گے۔ (آب خورے، قرینے سے دھرے)

﴿وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ﴾(15) گاؤتکیوں کی قطاریں لگی ہوں گی۔ (غالیچے ترتیب سے لگے)

﴿وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ﴾(16) اور نفیس فرش، بچھے ہوئے ہوں گے۔ (اور تکیے ہر طرف پڑے)

3- آیات 17 تا 20: تیسرے پیراگراف میں، چار آفاقی دلیلوں سے امکانِ آخرت پر استدلال ہے۔

قیامت کا انکار کرنے والوں کو، آفاق کی چار نشانیوں اور قدرت الٰہی سے استدلال کر کے غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور قیامت کو تسلیم کر لینے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

﴿اَفَلَا يَنظُرُونَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ﴾(17) کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے! کیسے بنائے گئے ہیں؟

﴿وَاِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ﴾(18) آسمان کو نہیں دیکھتے! کیسے اٹھایا گیا ہے؟

﴿وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ﴾(19) پہاڑوں کو نہیں دیکھتے! کیسے جمائے گئے ہیں؟

﴿وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ﴾(20) اور زمین کو نہیں دیکھتے! کیسے بچھائی گئی؟

اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت پر دلالت کرنے والی چار (4) آفاقی دلیلیں:

(1) اونٹ کی تخلیق پر (جس پر عربوں کی معاشی اور معاشرتی زندگی کا انحصار ہے) غور کرنا چاہیے!

(2) آسمان کی بلندی کا جائزہ لینا چاہیے کہ اس کو بلند کرنے والی ہستی کتنی عظیم ہو سکتی ہے؟

(3) پہاڑوں کی تنصیب پر تدبر کرنا چاہیے کہ ان کو گاڑنے والی ہستی کس قدر قدرت وطاقت کی مالک ہو سکتی ہے؟

(4) زمین کو ہموار کرنے والی ہستی کس قدر صاحب اختیار ہو گی؟

ان چار دلیلوں کی روشنی میں انسان کو غور کرنا چاہیے کہ کیا ان سب کا خالق، مردوں کو زندہ کر کے عدالت قائم نہیں کر سکتا؟ کیا وہ لوگوں کو جزاء اور سزا نہیں دے سکتا؟

4- آیات 21 تا 26: چوتھے اور آخری پیراگراف میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ﴿تذکیر بالقرآن﴾ یعنی قرآن کے ذریعے نصیحت کا حکم ہے اور آپ کے لیے تسلی آمیز کلمات ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف یاد دہانی اور نصیحت کرنا ہے۔ حق کو زبردستی منوانے کی ذمہ داری آپ پر نہیں ڈالی گئی ہے ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ○ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾، لہٰذا جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت سننے کے لیے تیار نہیں ہیں، ان کا معاملہ، اللہ کے حوالے ہے۔ آخر کار! ان کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

اس وقت وہ ان سے حساب لے لے گا۔ ﴿اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾

﴿فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾(21) اچھا تو (اے نبی) نصیحت کیے جائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت ہی کرنے والے ہیں۔

﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾(22) کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔ (داروغہ نہیں)

﴿اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ﴾(23) البتہ جو شخص منہ موڑے گا اور انکار کرے گا۔

﴿فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ﴾(24) اللہ تعالیٰ اس کو بھاری سزا دے گا،

﴿اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ﴾(25) (یقیناً) ان لوگوں کو ہماری طرف پلٹنا ہے۔

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾(26) پھر ان لوگوں کا حساب لینا، ہمارے ہی ذمہ ہے۔

مرکزی مضمون

مسلسل ﴿تَدَبُّر بِالقرآن﴾ کرتے رہنا چاہیے۔ قرآن کی دعوت کو مسترد کرتے ہوئے، قیامت کا انکار کرنے والے اور منہ موڑنے والے دوزخ کے بڑے عذاب ﴿العَذَابُ الاکبَر﴾ سے دوچار ہوں گے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

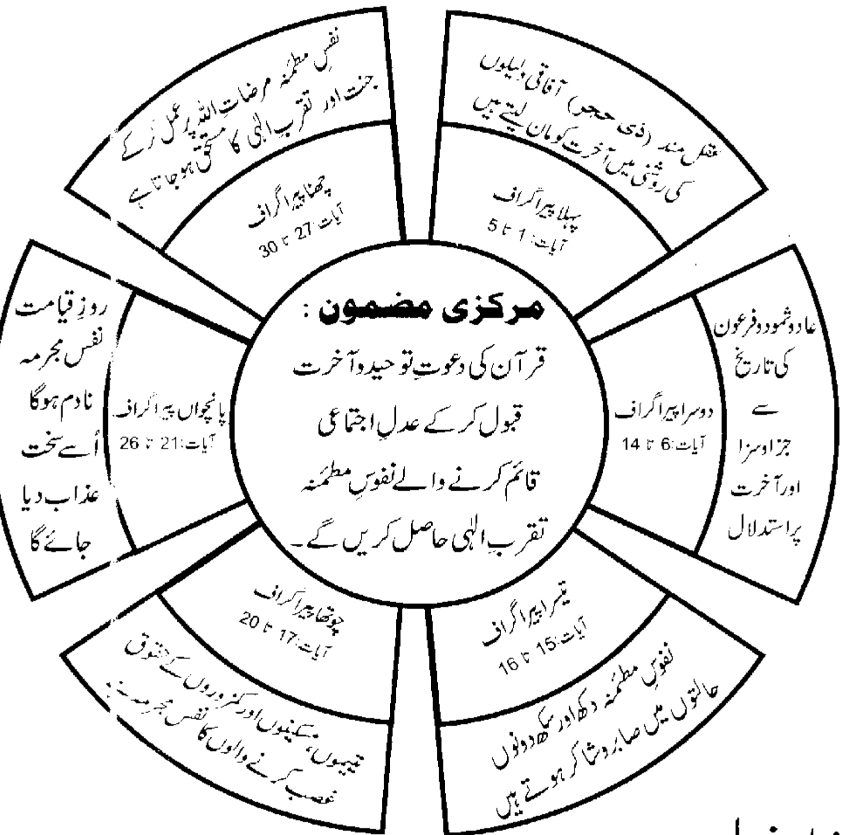
ترتیبی نقشہ/ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

89- سُوْرَةُ الْفَجْرِ

آیات : 30 ...... مَكِّيَّة''...... پیراگراف : 6



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿ الفجر ﴾، رسول ﷺ کے قیامِ مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) میں نازل ہوئی، جب مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی گئی تھی۔ قریش کو عاد و ثمود و فرعون کے انجام سے ڈرایا گیا اور بتایا گیا کہ اللہ گھات میں ہے۔

﴿ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴾۔

سورت ﴿ الفجر ﴾ اِس اعتبار سے سورت ﴿ البروج ﴾ سے مشابہت رکھتی ہے جہاں کہا گیا تھا

﴿ "إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ" ﴾۔

سورۃُالفجر کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الغاشیۃ﴾ میں قیامت کا نقشہ کھینچ کر دو (2) قسم کے کرداروں کے مختلف انجام کو ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ﴾ اور ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ﴾ کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا۔

یہاں سورۃ ﴿الفجر﴾ میں ﴿نفسِ مطمئنہ﴾ اور ﴿نفسِ غیر مطمئنہ﴾ کی صفات بیان کر کے دونوں کے مختلف انجام کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔

2- اس سورۃ اور اگلی سورۃ ﴿البلد﴾ دونوں میں عدلِ اجتماعی کی ترغیب ہے۔ قیامت کے انکار کی وجہ سے ہی انسان مال کی شدید محبت میں گرفتار ہو کر یتیموں اور مسکینوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے اور میراث کا مال کھا جاتا ہے۔

سورۃُالفجر کا نظمِ جلی

سورۃُالفجر چھ (6) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 5 : پہلے پیراگراف میں عقل مندوں کو آفاقی دلیلوں پر غور کرنے کی دعوت ہے۔

آفاقی دلائل کی روشنی میں عقل مند ﴿ذِی حِجر﴾ انسان، آخرت کی جزاوسزا پر ایمان لے آتے ہیں۔

﴿وَالْفَجْرِ﴾ (1)	قسم ہے فجر کی! (شاہد ہے فجر)
﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ (2)	اور دس (10) راتوں کی! (اور دس راتیں)
﴿وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ﴾ (3)	اور جفت اور طاق کی!
﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ﴾ (4)	اور رات کی! جبکہ وہ رخصت ہو رہی ہو۔
﴿هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ﴾ (5)	کیا اس میں کسی صاحب عقل کے لیے کوئی قسم ہے؟

2- آیات 6 تا 14 : دوسرے پیراگراف میں، تاریخ سے جزاوسزا اور امکانِ آخرت پر استدلال ہے۔

ذی حجر (عقل مند) افراد تاریخ سے عبرت حاصل کر کے قیامت اور آخرت کی جزاء وسزا پر ایمان لاتے ہیں۔

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ (6)	تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا، عاد کے ساتھ؟
﴿إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ (7)	اونچے ستونوں والے، عادِ ارم کے ساتھ
﴿الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ (8)	جن کے مانند کوئی قوم، دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی؟
﴿وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾ (9)	اور ثمود، جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں؟

﴿وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ﴾ (10) اور میخوں والے، فرعون کے ساتھ؟

﴿الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ﴾ (11) یہ وہ لوگ تھے، جنہوں نے دنیا کے ملکوں میں، بڑی سرکشی کی تھی۔

﴿فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ﴾ (12) اور ان میں بہت فساد پھیلایا تھا۔

﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾ (13) آخر کار! تمہارے رب نے، ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔

﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (14) یقیناً! تمہارا رب، گھات لگائے ہوئے ہے۔

انسانی تاریخ سے استدلال کرتے ہوئے تین طاغوتی اور فسادی قوتوں، ﴿عاد﴾، ﴿ثمود﴾ اور ﴿فرعون﴾ کے انجام کو پیش کیا گیا ہے، جب وہ حد سے گزر گئے اور زمین میں انہوں نے بہت فساد مچایا تو ان پر اللہ کے عذاب کا کوڑا برسایا گیا۔

3- آیات 15 تا 16 : تیسرے پیراگراف میں، ناشکرے لوگوں کا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے۔

﴿نفسِ غیر مطمئنہ﴾ اور ﴿نفسِ مجرمہ﴾ کا عمل بتایا گیا کہ وہ دکھ اور سکھ دونوں حالتوں میں صابر و شاکر نہیں ہوتا۔

﴿فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ﴾ (آیت:15)

مگر انسان کا حال یہ ہے کہ اس کا رب، جب اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اسے عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے، مجھے عزت دار بنایا ہے۔ (میری شان بڑھائی ہے)

﴿وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ﴾ (آیت:16)

اور جب وہ اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے، اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے، تو وہ کہتا ہے:

میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔ اس میں انسان کی اس نفسیاتی ناشکری سے بحث کی گئی ہے، جس میں وہ اپنا رویہ بدل لیتا ہے۔ دکھ میں کچھ اور ہوتا ہے، سکھ میں کچھ اور۔ یہ بے وفا سکھ میں ﴿رَبِّي أَكْرَمَنِ﴾ کی صدا لگاتا ہے اور دکھ میں ﴿رَبِّي أَهَانَنِ﴾ کی آواز۔ اس کے برخلاف، عقیدۂ آخرت کو تسلیم کرنے والا، ﴿نفسِ مطمئن﴾ ہر حال میں صابر و شاکر ہوتا ہے، باوفا ہوتا ہے۔ دولت، اقتدار اور اعلیٰ مناصب انسان کے لیے معیار عزت نہیں۔ اسی طرح غربت اور کسمپرسی معیار ذلت نہیں، بلکہ امیری اور غریبی خوش حالی اور بدحالی، حاکمیت اور محکومی، دونوں اللہ کی طرف سے آزمائش ہیں۔

4- آیات 17 تا 20 : چوتھے پیراگراف میں، ﴿نفسِ مجرمہ﴾ کے جرائم بیان کیے گئے:

﴿نفسِ مجرمہ﴾ انکار آخرت کے سبب، یتیموں، مسکینوں اور کمزوروں کے حقوق غصب کرنے والا بن جاتا ہے۔ عدلِ اجتماعی کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔

﴿كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ﴾ (17) ہرگز نہیں! بلکہ تم یتیم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے

﴿وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ﴾ (18) — اور مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو نہیں اکساتے

﴿وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا﴾ (19) — اور میراث کا سارا مال، سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔

﴿وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ (20) — اور مال کی محبت میں، بری طرح گرفتار ہو۔

اس پیراگراف میں مضمون کا رخ یکایک بدل جاتا ہے، اس کی ابتداء ﴿کَلَّا﴾ سے ہوئی ہے۔ اس سے پہلے کا مضمون محذوف ہے۔ (دکھ اور سکھ کے امتحان میں، ناشکری کا مظاہرہ کرنے والو! تم آخرت پر ایمان نہیں لاتے، اس لیے تمہارے معاشی اور سماجی رویے سراسر ظلم اور ناانصافی پر مبنی ہیں)

یہ سارا پیراگراف سماجی عدل و انصاف (Socio-Economic Justice) سے متعلق ہے۔

عقیدۂ آخرت کو نہ ماننے والے ﴿طاغین﴾، سماجی اور معاشی عدل کی پروا نہیں کرتے۔ یتیموں کی قدر نہیں کرتے، مسکینوں کی امداد کے کلچر کو فروغ نہیں دیتے۔ زرپرست اور بخیل ہوتے ہیں۔ کمزور طبقات کا استحصال کرتے ہیں۔ میراث کا مال چٹ کر جاتے ہیں۔ مال اور دولت کی بے پناہ محبت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا ضرور بہ ضرور محاسبہ ہو کر رہے گا۔ جو کمزوروں کے حقوق غصب کرتے ہیں، انہیں عذاب ضرور ملے گا۔

5- آیات 21 تا 26 : پانچویں پیراگراف میں روزِ قیامت ﴿نفسِ مجرمه﴾ کا انجام بتایا گیا ہے۔

بے وقوف، ناشکرا اور منکرِ آخرت نفسِ مجرمہ روزِ قیامت نادم ہوگا اور اُسے سخت عذاب دیا جائے گا۔

﴿کَلَّآ اِذَا دُکَّتِ الْاَرْضُ دَکًّا دَکًّا﴾ (21) — ہرگز نہیں! جب زمین پے درپے کوٹ کوٹ کر، ریگزار بنادی جائے گی۔

﴿وَّجَآءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا﴾ (22) — اور تمہارا رب جلوہ فرما (نمودار) ہوگا، اس حال میں کہ فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے۔

﴿وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ﴾ (23) — اور جہنم اس روز، سامنے لائی جائے گی،

﴿یَوْمَئِذٍ یَّتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰی لَهُ الذِّکْرٰی﴾ — اس دن انسان کو سمجھ آئے گی (مگر) اس وقت اس کے سمجھنے کا کیا حاصل؟

﴿یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ﴾ (24) — وہ کہے گا: کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لیے، کچھ پیشگی سامان کیا ہوتا

﴿فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ﴾ (25) — پھر اس دن اللہ جو عذاب دے گا، ویسا عذاب دینے والا کوئی نہیں۔

﴿وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ﴾ (26) — اور اللہ، جیسا باندھے گا، ویسا باندھنے والا کوئی نہیں۔

یہ پیراگراف بھی ﴿کَلَّا﴾ سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کا مضمون بھی محذوف ہے۔ (یعنی یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ آخرت نہیں آئے گی، اور تمہیں سزا نہیں ملے گی) اس میں یکایک قیامت کے منظر کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

عقیدۂ آخرت کو تسلیم نہ کرنے والے بخیل نفسِ مجرمہ ﴿نفسِ غیر مطمئنه﴾ کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

روزِ قیامت اُس کا "مکالمۂ معذرت" نقل کیا گیا ہے۔ اللہ کے عذاب سے تخویف کی گئی ہے۔ خالق کا عذاب مخلوق کی طرح نہ ہو گا۔ خالق کی پکڑ اور گرفت مخلوق کی طرح نہ ہو گی، بلکہ نہایت شدید تر ہو گی۔

6- آیات 27 تا 30 : چھٹے اور آخری پیراگراف میں ﴿نفسِ مطمئنہ﴾ کے اُخروی انجام کی وضاحت ہے۔

﴿يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ﴾(27)	(دوسری طرف ارشاد ہو گا) اے نفسِ مطمئن !
﴿ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾(28)	چل اپنے رب کی طرف! اس حال میں کہ تو (اپنے انجام بلکہ سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے (تو اللہ سے راضی، اللہ تجھ سے راضی)
﴿فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ﴾(29)	شامل ہو جا! میرے (نیک) بندوں میں۔
﴿وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾(30)	اور داخل ہو جا! میری جنت میں۔

﴿نفسِ مطمئنہ﴾، اللہ کی مرضی ﴿مَرضَاتِ الله﴾ کے مطابق عمل کر کے جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

﴿نفسِ مطمئنہ﴾، عقیدۂ توحید و آخرت پر نہ صرف ایمان لاتا ہے، بلکہ معاشرے میں سماجی اور معاشی عدل (Socio-economic Justice) کے قیام کی کوشش کرتا ہے۔ اسے استحصال سے بچاتا ہے، میراث کی صحیح تقسیم کو یقینی بناتا ہے۔

دکھ اور سکھ میں صابر و شاکر ہوتا ہے۔ ذِی حِجْر (عقل مند) ہوتا ہے۔ طاغی اور فسادی نہیں ہوتا۔

یتیم دوست اور مسکین دوست اور مال کی محبت سے محفوظ ہوتا ہے۔ عذابِ آخرت سے ڈرتا ہے۔ اللہ سے محبت کرتا ہے۔

یہ ﴿رَاضِيَة﴾ ہوتا ہے، یعنی اللہ کی شریعت اور اللہ کے اَحکام و اوامر پر پوری طرح مطمئن اور راضی۔

یہ ﴿مَّرْضِيَّة﴾ بھی ہوتا ہے، اس کے اِخلاص، حسنِ عمل اور حسنِ نیت کا اللہ بھی قدر دان ہوتا ہے۔

﴿نفسِ مطمئنہ﴾ کا استقبال کیا جاتا ہے۔ اُس کی روح، اللہ کے خاص نیک بندوں (انبیاء، صدیقین اور صالحین) کی اَرواح کے ساتھ، اللہ کی خاص جنت میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہ تقربِ الٰہی اور ولایت کا مقام ہے۔

مرکزی مضمون

قرآن کی دعوتِ توحید و آخرت قبول کر کے، ﴿عدلِ اجتماعی﴾ قائم کرنے والے ﴿نُفُوسِ مُطمَئِنَّه﴾ ہی اللہ تعالیٰ کا تقرّب حاصل کر سکیں گے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

تقابلی جائزہ

سورۃ ﴿الفجر﴾ کے (6) پیراگرافوں کے نظم جلی کو سمجھنے کے لیے ﴿نفس مطمئنہ﴾ اور ﴿نفس غیر مطمئنہ﴾ کے اوصاف پر مشتمل مندرجہ ذیل تقابلی جدول کا جائزہ لیجئے۔ سورت میں بعض باتیں مذکور ہیں اور بعض باتیں غیر مذکور یعنی محذوف ہیں۔

پیراگراف	عنوان	نفس مجرمہ (غیر مطمئنہ) کے اوصاف	نفس مطمئنہ کے اوصاف
1	قیامت سے آفاقی دلائل	﴿ذِی حِجر﴾ یعنی عقل مند نہیں ہوتے آفاقی دلائل سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ جزا اور سزا اور آخرت کو نہیں مانتے۔	﴿ذِی حِجر﴾ یعنی عقل مند ہوتے ہیں۔ آفاقی دلائل سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ جزا اور سزا اور آخرت کو مان لیتے ہیں۔
2	قیامت سے تاریخی دلائل	عاد، ثمود اور فرعون جیسی طاغی اور فسادی طاقتوں کی ہلاکت پر مشتمل تاریخی دلیلوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔	عاد، ثمود اور فرعون جیسی طاغی اور فسادی طاقتوں کی ہلاکت پر مشتمل تاریخی دلیلوں سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔
3	قیامت سے انفسی دلائل	بے وفا ہوتے ہیں۔ عنایات الٰہی پر خوش ہوتے ہیں اور آزمائشوں پر اللہ کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں۔	ہر حالت میں اللہ کے وفادار ہوتے ہیں۔ عنایات الٰہی پر شکر ادا کرتے ہیں اور آزمائشوں پر صبر کرتے ہیں۔
4	عدل اجتماعی Socio Economic Justice	جزا و سزا یعنی آخرت کی عدالت کے منکر ہوتے ہیں اس لیے یتیموں اور مسکینوں کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ میراث کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں۔ مال کی شدید محبت میں گرفتار ہوتے ہیں۔	جزا و سزا یعنی آخرت کی عدالت کے قائل ہوتے ہیں اس لیے یتیموں اور مسکینوں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ میراث کا مال ہڑپ نہیں کرتے۔ مال کی محبت میں گرفتار نہیں ہوتے۔
5	منکرین قیامت کا انجام	قیامت کے دن پچھتائیں گے۔ سخت عذاب سے دوچار کیے جائیں گے۔	قیامت کے دن رسوائی، ندامت اور عذاب سے محفوظ رہیں گے۔
6	نفس مطمئنہ کا انجام	اللہ کی مشیت اور شریعت پر راضی نہیں رہتے۔ نہ ان کا عمل سنت کے مطابق ہوتا ہے اور نہ ان کی نیت صحیح ہوتی ہے۔	اللہ کی شریعت اور مشیت پر راضی رہتے ہیں۔ ان کی نیت اور حسن عمل سے اللہ بھی راضی ہو جاتا ہے۔ اللہ کی خاص جنت میں نیک بندوں کے ساتھ داخل کیے جائیں گے

FLOW CHART

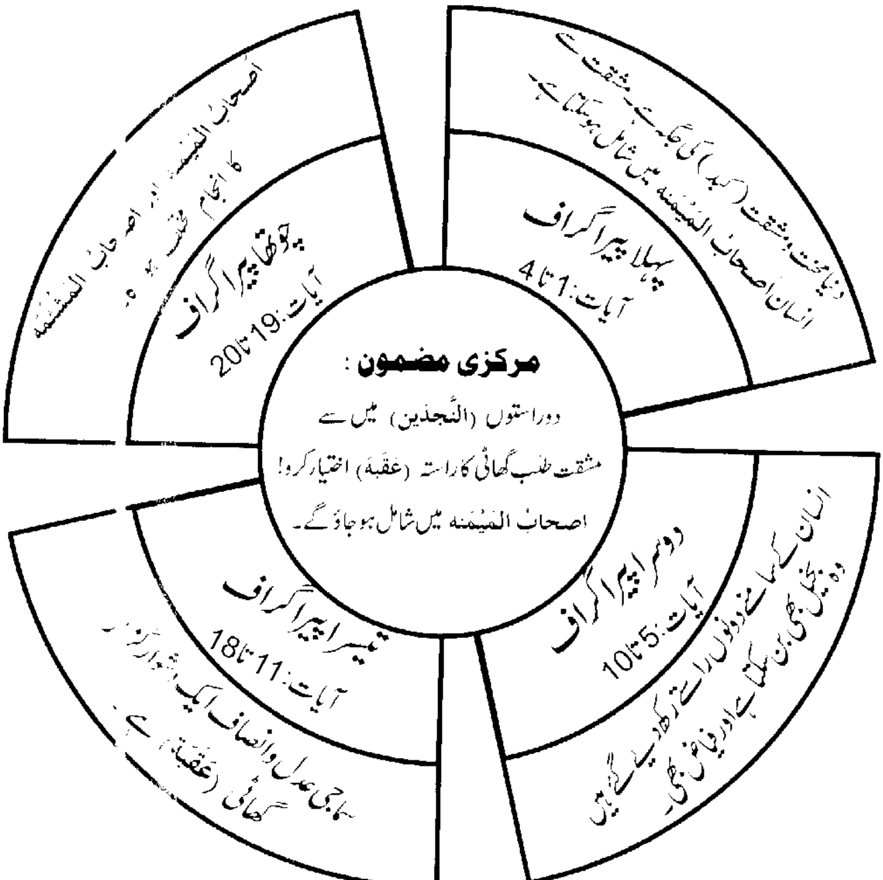
نظم جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

90- سُوْرَةُ الْبَلَدِ

آیات : 20 ..... مَكِّيَّة"..... پیراگراف : 4



● **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿البَلَد﴾ ، رسول ﷺ کے قیام مکہ کے تیسرے دور (6تا10نبوی) میں نازل ہوئی، جب مکہ جیسے پرامن شہر میں، جسے ﴿البَلَد الامین﴾ کا نام دیا گیا تھا، رسول اللہ ﷺ پر ہر ظلم کا ظلم وستم حلال کرلیا گیا تھا﴿وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾۔

سورۃُ البَلَد کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الفجر﴾ میں نفوسِ غیر مطمئنہ کے اوصاف بتائے گئے تھے کہ وہ اِنکارِ آخرت کے سبب، عدلِ اجتماعی کے قائل نہیں ہوتے۔ اسی لیے وہ مال کی محبت میں گرفتار رہ کر یتیموں اور مسکینوں کے حقوق کی پرواہ نہیں کرتے اور میراث کا مال کھا جاتے ہیں۔

یہاں سورۃ ﴿البلد﴾ میں عدلِ اجتماعی کو ایک دشوار گزار راستہ ﴿الْعَقَبَةُ﴾ کہا گیا ہے۔ آخرت پر پختہ یقین رکھنے والے خوش نصیب اہلِ جنت ﴿أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ﴾ ہی اس گھاٹی کو پار کر سکتے ہیں۔

2- سورۃ ﴿البَلَد﴾ اور اگلی سورۃ ﴿الشَّمس﴾ دونوں میں انسان کی آزادیٔ اختیار (Freedom of Choice) کا ذکر ہے۔ یہاں ﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ کے الفاظ سے اور وہاں ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا﴾ کے الفاظ سے یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ انسان میں دونوں قسم کی صلاحیتیں رکھی گئی ہیں۔

انسان اپنی اس آزادی کا صحیح استعمال کر کے جنت کا مستحق بھی ہو سکتا ہے اور غلط استعمال سے دوزخ کا مستحق بھی۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

سورۃ ﴿البَلَد﴾ میں ﴿أَصحابُ المَيمَنَة﴾ اور ﴿أَصحابُ الْمَشْئَمَة﴾ کے درمیان موازنہ ہے۔

سماجی انصاف اور معاشی عدل (Socio - Economic Justice) کو ایک دشوار گزار گھاٹی ﴿العَقَبَة﴾ کہا گیا ہے۔

(a) ﴿أَصحابُ المَيمَنَةِ﴾ یعنی خوش نصیب اس گھاٹی کو پار کر لیتے ہیں اور ﴿تَوَاصِي بِالصَّبر﴾ اور ﴿تَوَاصِي بِالمَرحَمَة﴾ کی تہذیب کو پروان چڑھاتے ہیں۔

(b) ﴿أَصحابُ المَشئَمَة﴾ یعنی بدبخت اور منحوس انسان، ایثار اور قربانی کی اِس بلندی ﴿العَقَبَة﴾ کو سر نہیں کر سکتے۔ وہ نہیں سمجھتے کہ اللہ انہیں دیکھ رہا ہے اور انہیں سزا دے سکتا ہے۔

سورۃُ البَلَد کا نظمِ جلی

سورۃُ البَلَد چار (4) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 4: پہلے پیراگراف میں بتایا گیا کہ دنیا محنت ومشقت کی جگہ ہے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ﴾

توحید پر استقامت اور نیک اعمال کی محنت اور مشقت کے ذریعے ہی انسان ﴿أَصحابُ المَيمَنَة﴾ خوش نصیبوں کی صف میں شامل ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور ان پر ایمان لانے والے، مکہ جیسے پرامن شہر ﴿البَلَدُ الأَمِين﴾ میں مصائب و آلام کی چکی میں پس

رہے ہیں، لیکن بالآخر یہی کامیاب ہوں گے۔

﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾(1)	نہیں! میں قسم کھاتا ہوں، اس شہر (سرزمین) کی!
﴿وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾(2)	اور حال یہ ہے کہ (اے نبی ﷺ) اس شہر میں آپ ﷺ کو حلال کر لیا گیا ہے
﴿وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ﴾(3)	اور قسم کھاتا ہوں! باپ کی! اور اس اولاد کی! جو اس سے پیدا ہوئی۔
﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ﴾(4)	در حقیقت! ہم نے انسان کو، مشقت میں پیدا کیا ہے۔

2- آیات 5 تا 10 : دوسرے پیراگراف میں بیان کیا گیا کہ انسان کو دونوں راستے ﴿النَّجْدَيْنِ﴾ دکھا دیے گئے ہیں۔

وہ بخیل بھی بن سکتا ہے اور فیاض بھی۔ آنکھ، زبان اور ہونٹ دے کر انسان کو خیر و شر کی آزادی دی گئی ہے۔

﴿اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ﴾(5)	کیا اس نے سمجھ رکھا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پا سکے گا؟
﴿يَقُوْلُ: اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا﴾(6)	کہتا ہے: میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا۔
﴿اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ﴾(7)	کیا وہ سمجھتا ہے کہ کسی نے اس کو نہیں دیکھا؟
﴿اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ﴾(8)	کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں؟
﴿وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ﴾(9)	اور کیا ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟
﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾(10)	اور کیا دونوں نمایاں راستے اسے (نہیں) دکھا دیے؟

یہ پیراگراف ایک سوال سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں اللہ اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے انسان کی ذہنیت سامنے رکھ دی گئی ہے۔ وہ نہ صرف یہ سمجھتا ہے کہ اس کے معاشی رویوں پر، کوئی اسے نہیں پکڑے گا ﴿اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ﴾، کوئی ہستی اس کی بخیلی اور کنجوسی پر گرفت نہیں کرے گی۔ کوئی طاقت اس کی فضول خرچیوں اور عیاشیوں کا احتساب نہیں کرے گی، بلکہ وہ اللہ کو بینا ﴿بَصِيْرٌ﴾ ہی نہیں سمجھتا۔ ﴿اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ﴾ اس کے بر خلاف ایک بندۂ مومن، احساسِ تقویٰ کے ساتھ رزقِ حلال کماتا ہے اور احساسِ تقویٰ کے تحت، اعتدال کے ساتھ خرچ کرتا ہے۔ جبکہ ایمان سے عاری شخص، نہ صرف حرام کماتا ہے، بلکہ بے فائدہ چیزوں پر بے دریغ رقم خرچ کر دیتا ہے۔ ﴿يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا﴾

3- آیات 11 تا 18 : تیسرے پیراگراف میں واضح کیا گیا ہے کہ سماجی عدل و انصاف ایک دشوار گزار گھاٹی ﴿الْعَقَبَة﴾ ہے۔

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ﴾(11)	مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی۔
﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ﴾(12)	اور تم کیا جانو! کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟
﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾(13)	کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا،

﴿أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ﴾ (14)	یا فاقے (بھوک) کے دن کھانا کھلانا،
﴿يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ﴾ (15)	کسی قریبی یتیم کو (کھانا کھلانا)
﴿أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾ (16)	یا خاک نشین مسکین کو (کھانا کھلانا)
﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا	پھر اس کے ساتھ یہ کہ ان لوگوں میں شامل ہو، جو ایمان لائے
وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ	اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی
وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾ (17)	اور ایک دوسرے کو (خلق خدا پر) رحم کرنے کی تلقین کی۔
﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ﴾ (18)	یہ لوگ دائیں بازو والے (خوش بخت) ہیں۔

یہاں ﴿أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ﴾ سیدھے بازو والے خوش نصیبوں کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ ﴿الْعَقَبَةَ﴾ ایک دشوار گذار راستہ ہے۔ فضول خرچ آدمی نے یہ گھاٹی پار نہیں کی، لیکن ﴿أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ﴾ اس گھاٹی کو پار کر لیتے ہیں۔

(1) ﴿أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ﴾ انسانوں کو غلامی سے آزاد کرتے ہیں ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾

(2) یہ قریبی یتیم رشتے داروں کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں ﴿إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ﴾

(3) خاک نشین مسکینوں کے حقوق ادا کرتے ہیں ﴿مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾

(4) صاحب ایمان ہوتے ہیں ﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا﴾

(5) ایک دوسرے کو مصیبتوں میں صبر کی نصیحت کرتے رہتے ہیں۔ ﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾

(6) اپنے ہم جنسوں کو، خلق خدا پر رحم کی باہمی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ ﴿وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾

4- آیات 19 تا 20: چوتھے اور آخری پیراگراف میں ﴿أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ﴾ یعنی بائیں ہاتھ والوں کا انجام بیان کیا گیا۔

پچھلے پیراگراف میں ﴿أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ﴾ کے رویوں کا ذکر تھا۔ یہاں ﴿أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ﴾ کا تذکرہ ہے۔

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا (19)	اور جنہوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کیا،
هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ﴾	وہ بائیں بازو والے (کم بخت) ہیں۔
﴿عَلَيْهِمْ نَارٌ مُؤْصَدَةٌ﴾ (20)	(وہ آگ میں موندے ہوئے ہوں گے) ان پر آگ چھائی ہو گی۔

یہاں مختصراً دو آیتوں میں ﴿أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ﴾ کا جرم اور ان کی سزا بیان کر دی گئی ہے کہ یہ آیاتِ الٰہی کا انکار کرنے والے ہیں اور یہ دوزخ میں جائیں گے۔

﴿أَصحابُ المَشئَمَة﴾ کے اوصاف:

سورت کے آغاز سے اختتام تک، تمام آیات پر غور کیا جائے تو ﴿أَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ﴾ کی مندرجہ ذیل صفات معلوم ہوں گی۔

(1) یہ آزادیٔ اختیار کا غلط استعمال کرتے ہیں، اپنے رب کی نعمتوں کے ناشکرے ہوتے ہیں۔

(2) یہ لوگ ﴿النَّجْدَيْنِ﴾ یعنی دو راستوں میں سے، غلط راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

(3) اللہ کے بارے میں بدگمانی رکھتے ہیں کہ وہ انہیں اپنی گرفت میں نہیں لے گا۔ ﴿أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ﴾

(4) فضول خرچیوں اور عیاشیوں میں بے دریغ مال اڑا دیتے ہیں۔ ﴿يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا﴾

(5) اللہ کے بارے میں یہ بدگمانی بھی رکھتے ہیں کہ وہ انہیں نہیں دیکھ رہا ہے۔ ﴿أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ؟﴾

(6) سماجی انصاف اور معاشی عدل کی ﴿العَقَبَة﴾ یعنی دشوار گذار گھاٹی کو پار کرنے کی، ہمت اور جرأت نہیں رکھتے۔ ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ﴾

(7) معاشرے کے مظلوم طبقات کے حقوق کے بارے میں بے حس اور بے پروا ہوتے ہیں۔

مرکزی مضمون

انسان کو دو راستوں ﴿النَّجدَين﴾ میں سے مشقت طلب گھاٹی ﴿العَقَبة﴾ کا راستہ، یعنی عدل اجتماعی کے راستے کا انتخاب کرنا چاہیے، وہ ﴿أَصحابُ الْيَمِين﴾ میں شامل ہو سکتا ہے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

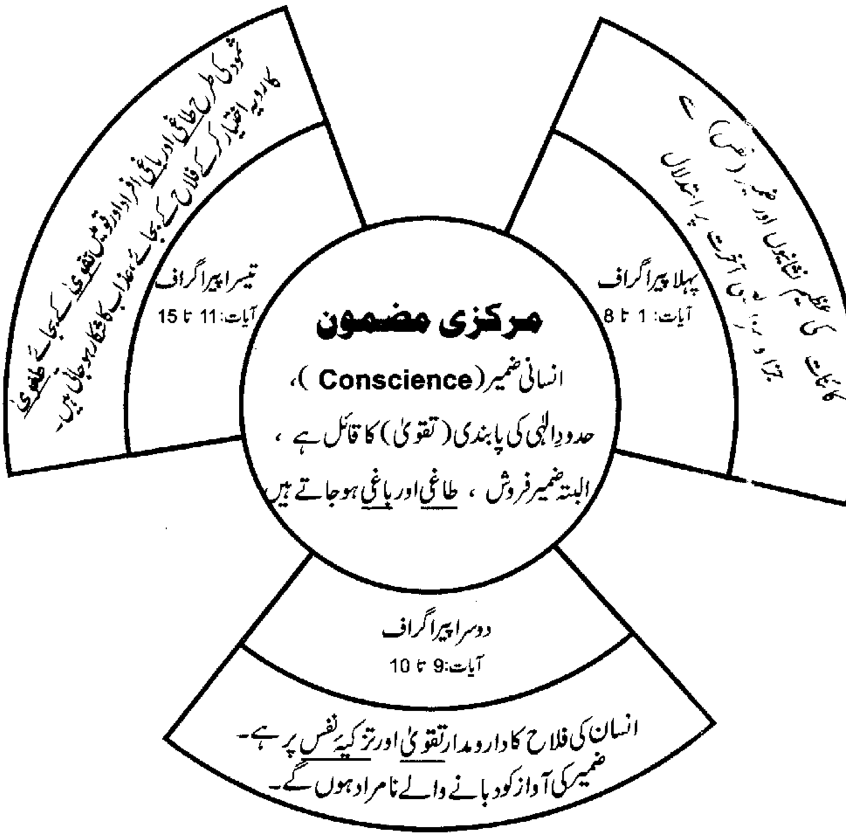
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

91- سُوْرَةُ الشَّمْسِ

آیات : 15 ...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 3



● زمانۂ نزول:

سورت ﴿الشمس﴾، اعلانِ عام کے بعد رسول ﷺ کے قیامِ مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) کے آخر میں، پرزور مخالفت کے دور میں نازل ہوئی۔ سردارانِ قریش کے رویے قوم ثمود کی طرح سرکش اور جابرانہ ہو گئے تھے۔ انہیں قوم ثمود کی طرح عذاب کی دھمکی دی گئی۔

سورۃُ الشّمس کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿البلد﴾ میں انسان کی آزادیٔ اختیار کو ﴿النَّجْدَین﴾ کے لفظ سے واضح کیا گیا تھا۔
یہاں اس سورۃ ﴿الشمس﴾ میں انہی ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ کے الفاظ سے واضح کیا گیا ہے۔

2- اگلی سورۃ ﴿اللّیل﴾ میں یہی بات ﴿إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى﴾ کے الفاظ سے ادا کی گئی ہے۔

3- اس سورۃ میں ﴿أَشْقٰى﴾ کا لفظ قوم ثمود کے ایک طاغی لیڈر کے لیے استعمال ہوا ہے۔
اگلی سورۃ ﴿اللّیل﴾ میں اس بدبخت ﴿أَشْقٰى﴾ کے اُخروی عذابِ دوزخ کی وعید ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

اس سورۃ میں ﴿تقوٰی﴾ کا موازنہ ﴿طغوٰی﴾ سے کیا گیا ہے۔ ﴿فسق و فجور﴾ کا موازنہ ﴿تزکیہ﴾ سے کیا گیا ہے۔ انسانی نفس کے اندر جہاں گناہ کرنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے، وہیں گناہوں سے بچنے کی صلاحیت بھی عطا کی گئی ہے۔

سورۃُ الشّمس کا نظمِ جلی

سورۃُ الشّمس تین (3) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 8: پہلے پیراگراف میں ثابت کیا گیا ہے کہ انسانی ضمیر خیر و شر کو تسلیم کرتا ہے۔

مختلف چیزوں کی گواہی پیش کی گئی ہے کہ انسانی نفس کو، فطری الہام کے ذریعے خیر و شر کا شعور عطا کر دیا گیا ہے۔
کسی خدا اور کسی مذہب کو نہ ماننے والا شخص بھی، کچھ نہ کچھ اچھے اور بُرے (Good & Evil) کا فطری احساس و ادراک رکھتا ہے۔ انسانی ضمیر خیر و شر کا اور جزاء و سزا کا قائل ہے۔ دہریے بھی عدالت اور پولیس کے نظام کو تسلیم کرتے ہیں۔

﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ (1) سورج اور اس کی دھوپ کی قسم! (شاہد ہے، آفتاب اور اس کا چڑھنا)

﴿وَالْقَمَرِ إِذَا تَلٰهَا﴾ (2) چاند کی قسم! جبکہ وہ اس کے پیچھے آتا ہے

﴿وَالنَّهَارِ إِذَا جَلّٰهَا﴾ (3) دن کی قسم! جبکہ وہ (سورج کو) نمایاں کر دیتا ہے (دکھا دے)

﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰهَا﴾ (4) رات کی قسم! جبکہ وہ (سورج کو) ڈھانک لیتی ہے

﴿وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا﴾ (5) اور آسمان کی قسم! اور اس ذات کی قسم، جس نے اسے قائم کیا۔

﴿وَالْأَرْضِ وَمَا طَحٰهَا﴾ (6) اور زمین کی قسم! اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بچھایا۔

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا﴾ (7) اور نفسِ انسانی کی قسم! اور اس ذات کی قسم! جس نے اسے ہموار کیا۔

(جیسا کچھ اس کو سنوارا)

﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ (8) پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری اس پر الہام کر دی۔

ان شہادتوں اور گواہیوں کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہر صاحبِ عقل آدمی یہ تسلیم کرتا ہے کہ سورج کی روشنی اور چاند کا تعاقب مختلف نوعیت کا ہوتا ہے اور اس کے اثرات مختلف ہوتے ہیں، دن کی روشنی اور رات کا اندھیرا ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ آسمان اور اس کی بلندی، زمین اور اس کا پھیلاؤ مختلف ہے، اسی طرح ہر صاحبِ عقل یہ بات بھی تسلیم کرے گا کہ انسان کے نفس میں، نیکی اور بدی کا شعور بھی موجود ہے۔ اللہ نے اسے ضمیر ﴿النَّفْسُ اللَّوَّامَةَ﴾ عطا کیا ہے، جو برائی اور بدی پر ملامت کرتا ہے۔ یہی وہ ضمیر (Conscience) ہے، جو اچھے کام کر کے خوش بھی ہوتا ہے۔ انسان کو آزادیٔ اختیار (Freedom of Choice) عطا کی گئی ہے۔ انسان کے اندر گناہ کرنے اور گناہوں سے بچنے کی دونوں صلاحیتیں رکھ دی گئی ہیں ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا﴾۔

اس سے خود بخود یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جزا و سزا ﴿الدِّينُ﴾ یعنی قیامت واقع ہو کر رہے گی۔

2- آیات 9 تا 10 : دوسرے پیراگراف میں، ضمیر کی آواز پر لبیک کہنے کی دعوت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسانی نفس کو دونوں رجحانات کا شعور عطا کیا ہے تو جو شخص اپنے نفس کو پاک رکھے گا، اور اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہے گا، وہ کامیاب ہو گا اور جو اس ضمیر کی آواز کو دبا دے گا، وہ نامراد ہو جائے گا۔

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾ (9) یقیناً فلاح پا گیا وہ شخص، جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔ (پاک کیا)

﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾ (10) اور نامراد ہوا وہ شخص، جس نے اسے دبا دیا۔ (آلودہ کیا)

"انسان کے مستقبل کا انحصار اس پر ہے کہ اس کے اندر، تمیز، ارادے اور فیصلے کی جو قوتیں اللہ نے رکھ دی ہیں، ان کو استعمال کر کے وہ اپنے نفس کے اچھے اور برے رجحانات میں سے، کس کو ابھارتا اور کس کو دباتا ہے؟"

اگر وہ اچھے رجحانات کو ابھارے اور برے رجحانات سے اپنے نفس کو پاک کرے تو فلاح پائے گا اور اس کے برعکس اگر وہ نفس کی اچھائی کو دبائے اور برائی کو ابھارے تو نامراد ہو گا۔ آزادیٔ اختیار کا صحیح استعمال فائدہ بخش اور غلط استعمال نقصان دہ ہو گا۔

3- آیات 11 تا 15 : تیسرے اور آخری پیراگراف میں، نفس کو آلودہ کرنے والی ایک سرکش قوم اور ان کے ایک بدبخت ﴿أَشْقٰى﴾ انسان کی مثال پیش کی گئی ہے کہ وہ کیسے نامراد ہوا۔

﴿كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰهَا﴾ (11) قومِ ثمود نے، اپنی سرکشی (طغوىٰ) کی بنا پر جھٹلایا۔

﴿إِذِ انْبَعَثَ أَشْقٰهَا﴾ (12) جب اس قوم کا، سب سے بڑا اشقی (بدبخت) آدمی، بپھر کر اٹھا۔

﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ تو اللہ کے رسول (صالح ؑ) نے ان لوگوں سے کہا:

نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿13﴾	خبردار! اللہ کی اونٹنی! (ہاتھ نہ لگانا) اور خبردار! اس اونٹنی کا پانی پینا! (اس میں رکاوٹ نہ بننا)
﴿فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ	مگر انہوں نے اس کی بات کو جھوٹا قرار دیا اور اونٹنی کو مار ڈالا۔
فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿14﴾	آخرکار ان کے گناہ کی پاداش میں، ان کے رب نے ان پر ایسی آفت توڑی کہ ایک ساتھ سب کو پیوندِ خاک کر دیا۔
﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿15﴾	اور اسے (اپنے اس فعل کے) برے نتیجے کا کوئی خوف نہیں ہے

اللہ کے نبی حضرت صالحؑ نے، قومِ ثمود کو تزکیۂ نفس کی دعوت دی، لیکن انہوں نے اسے مسترد کر دیا۔ ان کے نفس نے ﴿طَغْوٰى﴾ یعنی سرکشی اختیار کر کے، بغاوت کا راستہ اختیار کیا۔ یہ اُن کی اپنے ضمیر سے جنگ تھی۔ انہوں نے اپنے نفس کی آواز کو کچل دیا۔ اس کا انجام، ان کی ہلاکت کی صورت میں ظاہر ہوا۔

مرکزی مضمون

انسانی ضمیر (Conscience)، انسانوں کو گناہوں پر ملامت کرتا رہتا ہے۔ انسان کے اندر گناہوں سے بچنے کی صلاحیت ﴿تقوٰى﴾ موجود ہے، البتہ بے لگام ضمیر فروش، قومِ ثمود کی طرح اپنے ضمیر کی آواز کو کچل کر سرکش ﴿طاغی﴾ اور باغی ہو جاتے ہیں۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

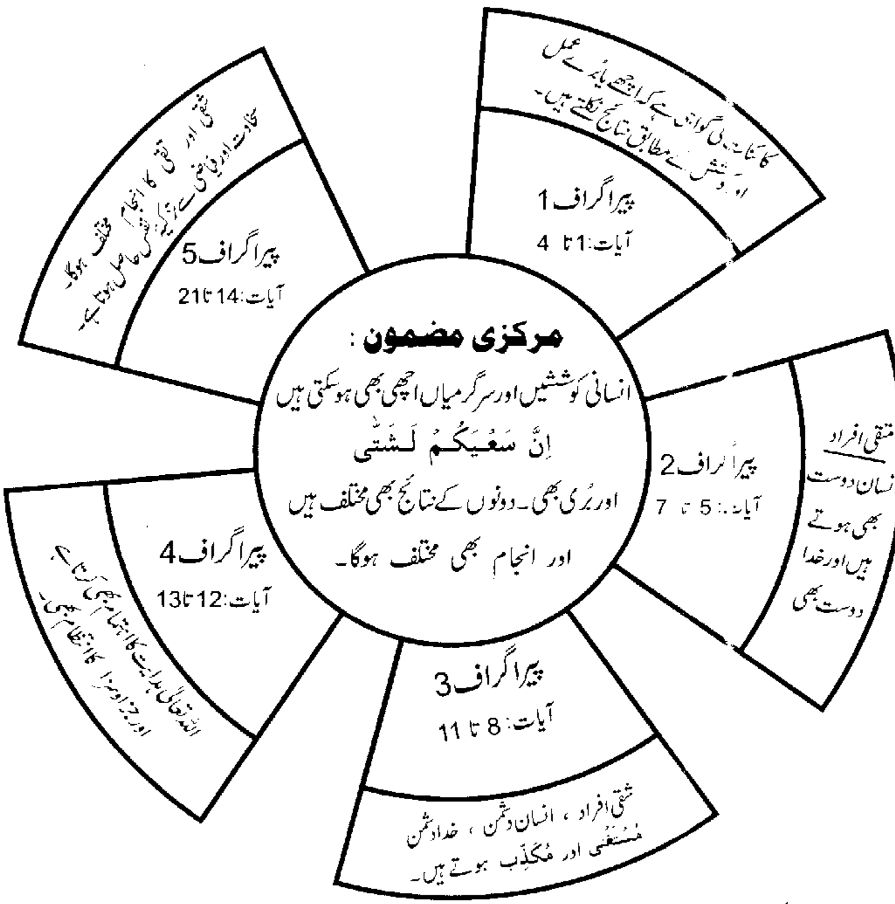
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ / ربط

MACRO-STRUCTURE

92- سُورَةُ اللَّيل

آیات : 21 ...... مَکِّیَّة ...... پیراگراف : 5



- **زمانۂ نزول:**

سورۃ ﴿اللَّیل﴾، سورۃ ﴿الشَّمس﴾ کے ساتھ اعلانِ عام کے بعد رسول ﷺ کے قیامِ مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) کے دورِ مخالفت میں نازل ہوئی، جب مشرکینِ مکہ کو عذاب کی دھمکی دی گئی۔

سورۃ اللّیل کا کتابی ربط

1- سورۃ ﴿البلد﴾ میں انسان کی آزادیٔ اختیار کو ﴿النَّجْدَیْن﴾ کے لفظ سے واضح کیا گیا تھا۔
پچھلی سورۃ ﴿الشَّمس﴾ میں انہیں ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ کے الفاظ سے واضح کیا گیا ہے۔ یہاں سورۃ ﴿اللّیل﴾ میں ﴿إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى﴾ کے الفاظ سے نمایاں کیا گیا ہے۔

2- اس سورت کا اختتام ﴿وَلَسَوْفَ يَرْضٰى﴾ کے الفاظ پر ہوا ہے۔ اگلی سورۃ ﴿الضُّحٰی﴾ میں رسول اللہ ﷺ کو بشارت دی گئی ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ بہت جلد اس قدر دے گا کہ آپ خوش اور راضی ہو جائیں گے ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿البلد﴾ میں فیاض اور زیادہ پرہیز گار ﴿أَتْقٰى﴾ انسان کا موازنہ، بخیل، بے پرواہ، مستغنی اور بد نصیب ﴿أَشْقٰى﴾ سے کیا گیا ہے۔

2۔ رسول اللہ ﷺ اور قرآن کی دعوت کی ﴿تصدیق﴾ کرنے والے لوگوں اور ﴿تکذیب﴾ کرنے والے لوگوں کی صفات مختلف ہوتی ہیں اور ان کا انجام بھی مختلف ہو گا۔

3۔ تزکیۂ نفس کے حصول کے لیے ﴿ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلٰى﴾ یعنی محض اللہ کی رضا جوئی اور خوشنودی کے جذبے کے ساتھ انسان کو اپنا مال خرچ کرنا چاہیے ﴿الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكّٰى﴾

سورۃ اللّیل کا نظمِ جلی

سورۃ اللّیل پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 4: پہلے پیراگراف میں، تین چیزوں کی گواہی سے خیر و شر پر دلیل قائم کی گئی ہے۔

دن کی، رات کی اور نر و مادہ کی پیدائش و افزائش کی تین دلیلیں ہیں۔ جس طرح دن سے رات مختلف ہے، نر سے مادہ مختلف ہے، اندھیرے سے روشنی مختلف ہے، بالکل اسی طرح انسانی سعی، انسانی کوششیں اور سرگرمیاں بھی بالکل مختلف ہیں ﴿إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى﴾ انسانوں کی کمائی الگ الگ قسم کی ہے۔ کوئی فیاض اور سخی داتا ہے۔ کوئی کنجوس مکھی چوس ہے۔ کوئی ﴿مُصَدِّق﴾ ہے یعنی تصدیق کرتا ہے۔ کوئی ﴿مُكَذِّب﴾ ہے یعنی جھٹلا رہا ہے۔ کوئی نیکیاں کما رہا ہے، کوئی برائیاں سمیٹ رہا ہے۔

﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى﴾ (1) قسم ہے رات کی! جبکہ وہ چھا جائے! (شاہد ہے رات، جب چھا جاتی ہے)

﴿وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى﴾ (2) قسم ہے دن کی! جب وہ روشن ہو، (اور دن، جب چمک اٹھتا ہے)

﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰىٓ﴾ (3)	اور اس ذات کی! جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا، (اور شاہد ہے نر و مادہ کی افزائش)
﴿إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى﴾ (4)	درحقیقت! تم لوگوں کی کوششیں مختلف قسم کی ہیں۔

2- آیات 5 تا 7: دوسرے پیراگراف میں، اچھے لوگوں کی تین (3) صفات بیان کی گئی ہیں۔

﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى﴾ (5)	سو جس نے (راہِ خدا میں) مال دیا اور (اللہ کی نافرمانی سے) پرہیز کیا۔
﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى﴾ (6)	اور بھلائی کو سچ مانا۔ (اور اچھے انجام کو مانا)
﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى﴾ (7)	اس کو ہم، آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔

اچھے لوگ انسان دوست بھی ہوتے ہیں اور خدا دوست بھی۔ یہ حق کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ ایمان لاتے ہیں۔ حق کو جھٹلاتے نہیں، بلکہ اس کی ﴿تصدیق﴾ کرتے ہیں۔ اللہ کے حقوق کے ساتھ ساتھ انسانوں کے حقوق بھی ادا کرتے ہیں۔ بخیل نہیں ہوتے بلکہ فیاض ہوتے ہیں۔ اِنفاق فی سبیل اللہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ راستہ ہموار کرتا ہے۔ ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى﴾

تین اچھی خصوصیات جو نیکی کی راہ ہموار کرتی ہیں:

(1) اِنفاق کرنا یعنی مال دینا (2) خدا ترسی اور پرہیزگاری اختیار کرنا (3) بھلائی کو بھلائی ماننا۔

جو شخص یا گروہ، ان خصوصیات کو اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے زندگی کے صاف اور سیدھے راستے کو آسان کر دے گا، یہاں تک کہ اس کے لیے نیکی پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا (اور بدی پر عمل کرنا مشکل ہو جائے گا)

3- آیات 8 تا 11: تیسرے پیراگراف میں، برے لوگوں کی تین (3) صفات بیان کی گئی ہیں۔

﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى﴾ (8)	اور جس نے بخل کیا اور (اپنے اللہ سے) بے نیازی برتی (بے پرواہوا)
﴿وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى﴾ (9)	اور بھلائی کو جھٹلایا۔
﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى﴾ (10)	اس کو ہم سخت راستے کے لیے سہولت دیں گے۔
﴿وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهٗٓ إِذَا تَرَدّٰى﴾ (11)	اور اس کا مال، آخر اس کے کس کام آئے گا، جبکہ وہ ہلاک ہو جائے؟

برے لوگ انسان دشمن بھی ہوتے ہیں، اور خدا دشمن بھی۔ یہ لوگ بھلائی کو جھٹلاتے ہیں، دنیا پرست ہوتے ہیں۔ بخل کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اپنے خالق رب سے نہ صرف غفلت، بلکہ ﴿اِسْتِغْنَاء﴾ یعنی بے پروائی کا رویہ اختیار کرتے ہیں ایسے لوگوں کو مشکل راستے کی طرف ڈھیل دی جاتی ہے۔ ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى﴾ آخر میں انسانی ضمیر سے ایک چبھتا سوال کیا گیا۔ انسان کا مال، اس کے کس کام کا؟ جب وہ اُسے دوزخ کے گڑھے میں لے جائے؟ ﴿وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهٗٓ إِذَا تَرَدّٰى﴾ یہ مال، رحمت نہیں، آفت ہے۔

تین بری خصوصیات، جو بدی کی راہ ہموار کرتی ہیں:

(1) بخل کرنا (2) اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضی کی فکر سے بے پرواہو جانا (3) بھلی بات کو جھٹلا دینا۔

جو شخص بھی یہ طرزِ عمل اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے کٹھن اور سخت راستے کو سہل کر دے گا، یہاں تک کہ اس کے لیے بدی آسان ہو جائے گی (اور نیکی کے کاموں پر عمل مشکل ہو جائے گا)

4- آیات 12 تا 13 : چوتھے پیراگراف میں، چند بنیادی اُصولی باتیں بیان کی گئی ہیں۔

﴿إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ﴾(12) بے شک راستہ بتانا، ہمارے ذمے ہے،

﴿وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ﴾(13) اور درحقیقت، آخرت اور دنیا، دونوں کے ہم ہی مالک ہیں۔

(1) اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ اور قرآن کے ذریعے ﴿الْهُدَىٰ﴾ ہدایت کا انتظام کیا ہے۔

(2) دنیا اور آخرت دونوں میں اختیار صرف اللہ کو حاصل ہے۔ وہ ہدایت کو ٹھکرانے والوں کو سزا دے گا اور قبول کرنے والوں کو اجرِ عظیم۔ ﴿وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ﴾

انسان اگر دنیا مانگے گا تو وہ بھی اللہ ہی سے ملے گی اور آخرت مانگے گا تو اس کا دینے والا بھی اللہ ہی ہے۔ یہ فیصلہ کرنا انسان کا اپنا کام ہے کہ وہ اللہ سے کیا مانگتا ہے؟

(3) تیسری اُصولی بات یہ بیان کی گئی ہے کہ جو بدبخت اس بھلائی کو جھٹلائے گا، جسے رسول اللہ ﷺ اور کتاب کے ذریعے سے پیش کیا جارہا ہے اور اس سے منہ پھیرے گا، اس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار ہے۔

5- آیات 14 تا 21 : آخری پیراگراف میں، ﴿الْأَشْقَى﴾ اور ﴿الْأَتْقَى﴾ کی صفات اور انجام کا موازنہ ہے۔

﴿الْهُدَىٰ﴾ کو قبول کرنے والوں اور مُسترد کرنے والوں کی صفات اور ان کا انجام بتایا گیا ہے۔

﴿فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ﴾(14) پس! میں نے تم کو خبردار کر دیا ہے! بھڑکتی ہوئی آگ سے!

﴿لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى﴾(15) اس (آگ) میں نہیں جھلسے گا، مگر وہ انتہائی بدبخت۔ (الْأَشقی)

﴿الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ﴾(16) جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى﴾(17) اور اس (آگ) سے دور رکھا جائے گا، وہ نہایت پرہیز گار شخص۔

﴿الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ﴾(18) جو پاکیزہ ہونے کی خاطر، اپنا مال دیتا ہے۔

﴿وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ﴾(19) اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں، جس کا بدلہ اسے دینا ہو

﴿إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ﴾(20) وہ تو صرف اپنے ربِ برتر کی رضاجوئی کے لیے، یہ کام کرتا ہے۔

﴿وَلَسَوْفَ يَرْضٰى﴾(21) اور ضرور عنقریب وہ (اس سے) خوش ہو گا۔

﴿الْهُدٰى﴾ کو مسترد کرنے والے بدبخت ﴿الْاَشْقٰى﴾ ہوتے ہیں۔ تکذیب کرتے ہیں، منہ موڑتے ہیں، انہیں دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا۔ اس کے برخلاف فیاض، سخی اور مخلص ﴿اَتْقٰى﴾ یعنی زیادہ پرہیزگار شخص کو دوزخ کی آگ سے دور رکھا جائے گا۔ جو خدا ترس آدمی، پوری بے غرضی کے ساتھ، محض اپنے رب کی رضا کی خاطر، اپنا مال راہِ خیر میں صرف کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو گا اور اسے اتنا کچھ دے گا کہ وہ خوش ہو جائے گا۔

مرکزی مضمون

انسانی کوششیں اور سرگرمیاں اچھی بھی ہو سکتی ہیں اور بری بھی۔ دونوں قسم کی کاوشوں کے نتائج بھی مختلف ہیں اور انجام بھی مختلف ہو گا۔ انفاق سے تزکیہ نفس ہو سکتا ہے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

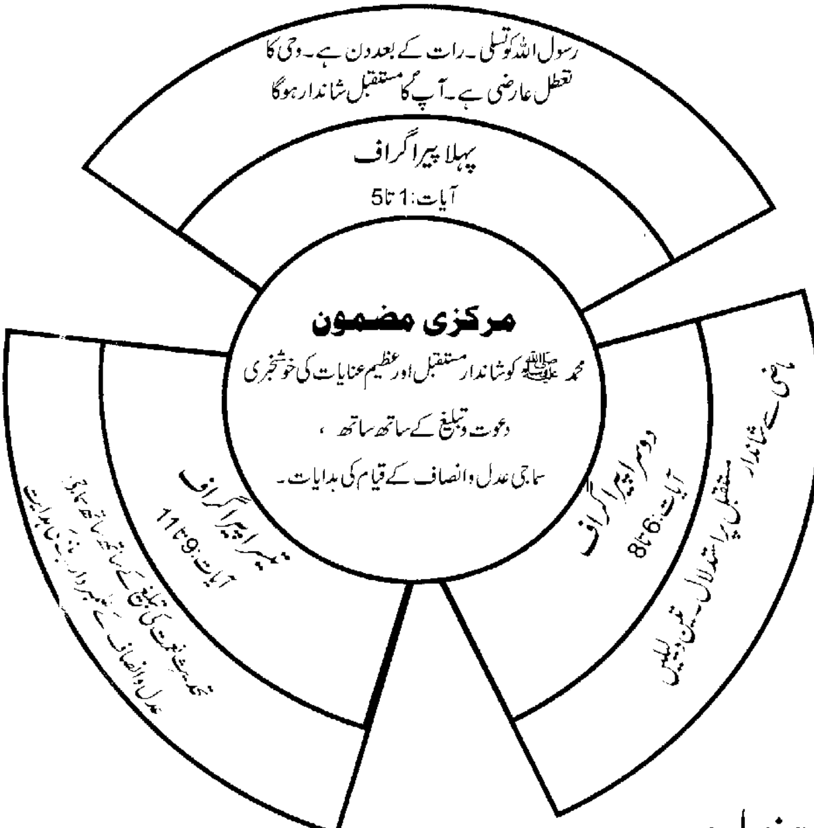
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

93- سُوْرَةُ الضُّحىٰ

آیات : 11 ...... مَکِّیَة ...... پیراگراف : 3



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿ الضُّحیٰ ﴾ قیامِ مکہ کے پہلے دور (0 تا 3 نبوی) میں آپ ﷺ پر نازل ہوئی، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جارہی تھی، اور جب مختصر وقفے ﴿ فَتْرَةُ الوَحی ﴾ کے بعد دوبارہ نزول کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ انقطاعِ وحی اور تعطّل کا یہ دورانیہ 15، 20 دن کا تھا۔ اس اثناء میں آپ ﷺ پریشان ہوتے تو حضرت جبریلؑ آکر آپ ﷺ کو تسلی دیتے کہ آپ ﷺ رسول برحق ہیں۔

(صحیح بخاری : کتاب التعبیر ، باب 1، حدیث 6,581)

سورۃ الضُّحیٰ کی خصوصیت

یہ سورۃ ہر انسان کو مشکل اور صبر آزما حالات میں تسکینِ دل و جان کا سامان فراہم کرتی ہے۔

سورۃ الضُّحیٰ کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿ اللَّیل ﴾ میں اللہ کی رضا جوئی کے خواہش مند، فیاض اہلِ ایمان کو رضوان کی بشارت دی گئی تھی اور پچھلی سورۃ کا اختتام ﴿وَلَسَوْفَ يَرْضٰى﴾ کے الفاظ پر ہوا تھا۔ اس سورت ﴿الضُّحیٰ﴾ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ اس قدر دے گا کہ آپ خوش اور راضی ہو جائیں گے۔ ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾

2- اگلی سورۃ ﴿الم نشرح﴾، اس سورت سے پوری طرح جڑی ہوئی ہے۔ دونوں کا مرکزی مضمون بھی ایک جیسا ہے۔

سورۃ الضُّحیٰ کا نظمِ جلی

سورۃ الضُّحیٰ تین (3) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 5: پہلے پیراگراف میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ وحی میں تعطل حکمت پر مبنی ہے۔

رات کے بعد دن کا آنا لازمی اور یقینی ہے۔ جس طرح رات انسان کو سکون فراہم کرتی ہے اور دن کی تھکاوٹ دور کر دیتی ہے، اسی طرح وحی کی آمد میں، یہ وقفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جمعی کے لیے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر گز ناراض نہیں۔ ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾ آپ کا مستقبل شاندار ہو گا ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾

﴿وَالضُّحٰى﴾ (1)	قسم ہے! روزِ روشن کی! (شاہد ہے وقتِ چاشت)
﴿وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى﴾ (2)	قسم ہے رات کی! جبکہ وہ سکون کے ساتھ طاری ہو جائے۔
﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾ (3)	(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رب نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر گز نہیں چھوڑا! اور نہ وہ ناراض ہوا!
﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾ (4)	یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہو گا۔
﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ (5)	اور عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے

2- آیات 6 تا 8: دوسرے پیراگراف میں، ماضی کی تین دلیلوں سے شاندار مستقبل پر استدلال ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے، خود ان کی زندگی کے ماضی کے واقعات رکھ کر، مستقبل کے لیے تسلی کا سامان فراہم کیا گیا ہے۔

﴿اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی﴾(6)	کیا اُس نے آپ ﷺ کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ فراہم کیا؟
﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی﴾(7)	اور آپ ﷺ کو ناواقفِ راہ (جویائے راہ) پایا اور پھر ہدایت بخشی؟
﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی﴾(8)	اور آپ ﷺ کو نادار (محتاج) پایا اور پھر مالدار کر دیا؟

یہ پیراگراف ﴿اَلَمْ﴾ کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ اگلی سورت بھی ﴿اَلَمْ﴾ کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس سورت کی پہلی پانچ آیات دونوں سورتوں کے لیے تمہید کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اس حصے میں ماضی کی تین حقیقتوں سے شاندار مستقبل پر استدلال ہے۔

(1) رسول اللہ ﷺ یتیم تھے۔ کیا اللہ نے آپ ﷺ کو ٹھکانہ فراہم نہیں کیا؟

(2) رسول اللہ ﷺ ناواقفِ راہ تھے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کی نعمت سے نہیں نوازا؟

(3) رسول اللہ ﷺ غریب اور نادار تھے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے کر کے مضاربت یعنی تجارت کے ذریعے آپ ﷺ کو امیر اور مالدار نہیں کیا؟ لہٰذا ماضی کے یہ حالات شہادت دے رہے ہیں کہ مستقبل بھی نہایت شاندار ہو گا۔

3- آیات 9 تا 11 : تیسرے پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کو تین (3) ہدایات دی گئی ہیں۔

﴿فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾(9)	لہٰذا! یتیم پر سختی نہ کیجیے! (مت دبائیو)
﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾(10)	اور سائل کو نہ جھڑکیے !
﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾(11)	اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کیجیے !

(1) یتیم کے ساتھ سختی نہ کی جائے۔ ﴿فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾

(2) سائل یعنی مانگنے والے کو جھڑکا نہ جائے۔ ﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾

(3) تحدیث نعمت کی جائے، یعنی اللہ کی نعمتوں کا مسلسل چرچا کیا جائے۔ ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾

مطالبہ کیا گیا ہے کہ دعوت و تبلیغ ﴿تحدیث﴾ کا فریضہ انجام دیتے ہوئے، سماجی عدل و انصاف (Socia Justice) کے قیام کے لیے، کمزور طبقات کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کا بدستور مظاہرہ کیا جائے۔

مرکزی مضمون

یہ سورۃ مایوس کن حالات میں تسکین قلب کا سامان ہے۔ انسان کو اپنے ماضی پر غور کر کے، روشن اور تابناک مستقبل کے بارے میں پُر امید رہنا چاہیے اور دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ سماجی عدل و انصاف کے قیام کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

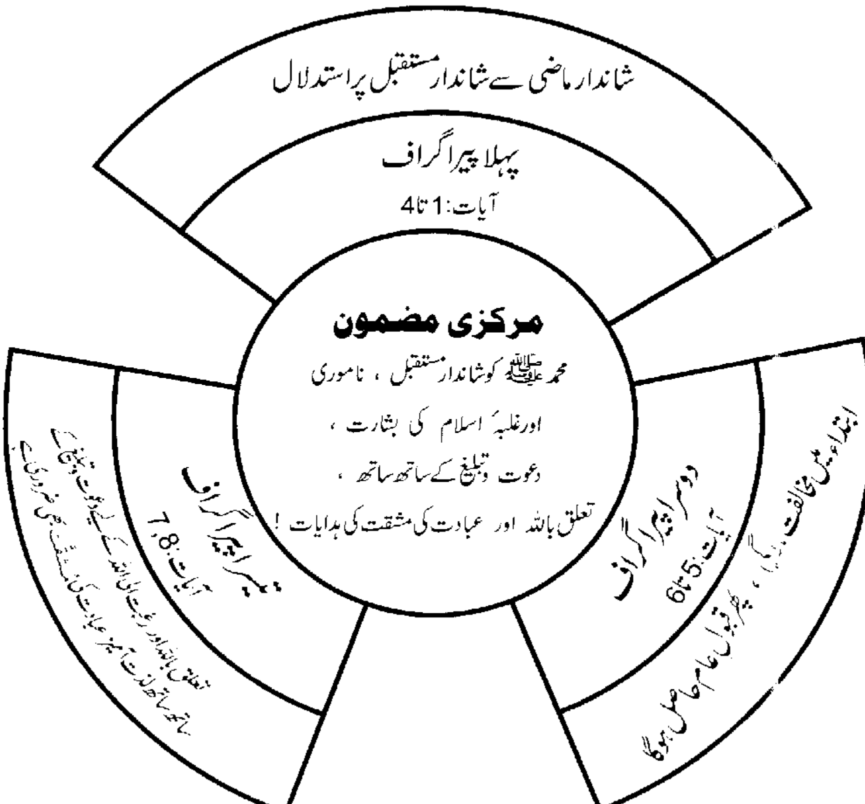
ترتیبی نقشہ ربط

نظم جلی

MACRO-STRUCTURE

94- سُوْرَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ

آیات : 8 ...... مَکِّیَّۃٌ ...... پیراگراف : 3



● **زمانہ نزول:**

سورت ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ﴾، سورت ﴿الضُّحٰی﴾ کے بعد قیام مکہ کے پہلے دور (0 تا 3 نبوی) میں آپ ﷺ پر نازل ہوئی، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جارہی تھی اور جب مختصر وقفہ تعطل ﴿فَـتْـرَۃُ الْـوَحی﴾ کے بعد دوبارہ نزول کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ انقطاع وحی کا یہ دورانیہ 15، 20 دن کا تھا۔ اس اثناء میں آپ ﷺ پریشان ہوتے تو حضرت جبریل آکر آپ ﷺ کو تسلی دیتے کہ آپ ﷺ رسول برحق ہیں۔

(صحیح بخاری : کتاب التعبیر ، باب 1، 6,581)

خصوصیات

1- سورۃ ﴿أَلَمْ نَشْرَحْ﴾ بھی سورۃ ﴿الضُّحٰى﴾ کی طرح، مایوس کن حالات میں ہمت اور حوصلہ فراہم کرتی ہے۔

سورۃ آلم نشرح کا کتابی ربط

1- پچھلی ﴿الضُّحٰى﴾ سورت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ الفاظ مختلف ہیں، لیکن مضمون ایک ہی ہے۔

سورۃ ﴿الضُّحٰى﴾ میں ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾ کے الفاظ سے مشکل اور صبر آزما حالات میں روشن مستقبل کی بشارت تھی، یہاں اسی مضمون کے لیے ﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

2- سورۃ ﴿الضُّحٰى﴾ کی ابتدائی (5) آیات، گویا سورۃ ﴿الانشراح﴾ کے لیے بھی تمہید کی حیثیت رکھتی ہیں۔

3- دونوں سورتوں میں ماضی سے استدلال ہے اور روشن و تابناک مستقبل کی نوید ہے۔

4- دونوں سورتوں کے آخر میں ہدایات دی گئی ہیں۔

سورۃ الم نشرح کا نظمِ جلی

سورۃ ﴿أَلَمْ نَشْرَحْ﴾ تین (3) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 4: پہلے پیراگراف میں، ماضی سے شاندار مستقبل پر استدلال ہے۔

پچھلی سورۃ کی طرح یہاں بھی رسول ﷺ کے ماضی سے استدلال کرتے ہوئے، شاندار مستقبل کی بشارت دی گئی ہے۔

﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ (1)	(اے نبی ﷺ) کیا ہم نے آپ کا سینہ، آپ کے لیے کھول نہیں دیا؟
﴿وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ﴾ (2)	(اور کیا) تم پر سے وہ بھاری بوجھ اتار (نہیں) دیا؟
﴿الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ﴾ (3)	جو آپ کی کمر توڑے ڈال رہا تھا۔
﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (4)	اور (کیا) تمہاری خاطر، تمہارے ذکر کا آوازہ بلند (نہیں) کر دیا؟

آپ ﷺ کی دل جمعی کے لیے آپ ﷺ کو سچی ناموری کی بشارت دی گئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ماضی میں آپ ﷺ پر اس قدر عنایات کی ہیں تو آپ ﷺ مستقبل کے بارے میں بھی کامل تسلی رکھیے! مخالفتوں اور اذیت رسانیوں کے بعد، ایک روشن اور درخشاں مستقبل، پوری آب و تاب کے ساتھ آپ کا منتظر ہے۔

2- آیات 5 تا 6: دوسرے پیراگراف میں، آزمائشوں کے بعد کامیابیوں کی پیش گوئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ ابتداء میں آپ ﷺ کو دعوتِ توحید کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لیکن بہت جلد اسے قبولِ عام حاصل ہو جائے گا۔

﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾(5) پس حقیقت یہ ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔

﴿إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾(6) بے شک! تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔

﴿عُسر﴾ کے بالکل ساتھ جڑی ہوئی چیز ﴿یُسر﴾ ہے۔ یہ بات دو(2) بار تکرار اور تاکید کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ ہر طرح کی دل جمعی رکھیے۔ اس مضمون میں غلبۂ اسلام کی بشارت بھی پوشیدہ ہے۔

3- آیات 7 تا 8 : تیسرے اور آخری پیراگراف میں، دعوت و تبلیغ اور تعلق باللہ کی ہدایات ہیں۔

یہ بات واضح کی گئی ہے کہ دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ، تعلق باللہ اور رغبت الی اللہ کے لیے، لذت آمیز عبادات کی مشقت لازمی اور ضروری ہے۔

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾(7) لہٰذا جب تم فارغ ہو تو عبادت کی مشقت میں لگ جاؤ! (کمربستہ ہو جاؤ)

﴿وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾(8) اور اپنے رب ہی کی طرف راغب رہو۔ (اور اپنے رب سے لو لگاؤ)

رسول اللہ ﷺ کو ہدایت فرمائی گئی کہ عبادت ہی سے ابتدائی دور کی ان سختیوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا ہو گی۔ جب اپنے مشاغل دعوت و تبلیغ سے آپ ﷺ فارغ ہوں تو عبادت کی مشقت و ریاضت میں لگ جائیں اور ہر چیز سے بے نیاز ہو کر، صرف اپنے رب سے لو لگائیں۔ دوسرے لفظوں میں آپ ﷺ کو بتایا گیا ہے کہ توحید کی دعوت کو عام کرنے کے لیے تعلق باللہ اور رغبت الی اللہ کی لذت آمیز مشقت لازمی اور ضروری ہے۔ پنجوقتہ نماز تو رجب بارہ(12) نبوی میں معراج کے موقع پر فرض ہوئی۔ ابتدائی بارہ(12) سالوں میں تربیت اور تزکیۂ نفس کے لیے نمازِ تہجد کا طویل قیام مشروع تھا۔ صحابہؓ اور رسول اللہ ﷺ طویل ﴿قِيَامُ اللَّيْلِ﴾ کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پیروں پر ورم آجایا کرتا تھا۔

مرکزی مضمون

رسول اللہ ﷺ کو شاندار مستقبل، ناموری اور غلبۂ اسلام کی بشارت دی گئی ہے اور دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ۔ تعلق باللہ اور عبادت کی مشقت کی ہدایات دی گئیں۔

FLOW CHART

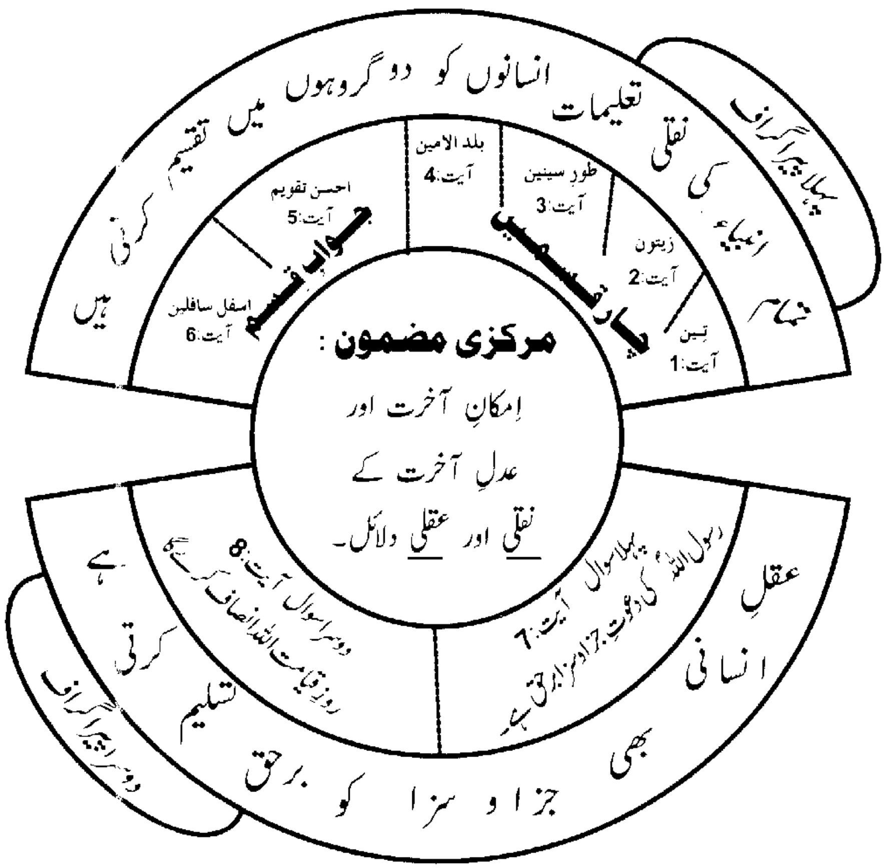
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

95- سُورَةُ التِّيْنِ

آیات : 8 ...... مَکِّیَّۃ" ...... پیراگراف : 2



- **زمانۂ نزول:**

سورۃ ﴿التِّيْن﴾، قیامِ مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) میں اعلانِ عام کے بعد، تکذیب میں نازل ہوئی، جب اسلام کی دعوت کو جھٹلایا جا رہا تھا اور قریش کے دانشور قیامت اور جزا وسزا ﴿الدِّين﴾ کے بارے میں طرح طرح کے شکوک وشبہات عام کر رہے تھے۔

سورۃ التین کا کتابی ربط

1- سورۃ ﴿التِّین﴾ میں بھی پچھلی دو سورتوں ﴿الضُّحٰی﴾ اور ﴿الانشراح﴾ کی طرح ﴿فَمَا يُكَذِّبُكَ ؟﴾ کے الفاظ میں نبیِ کریم ﷺ کے لیے تسلی کا سامان موجود ہے اور روشن و تابناک مستقبل کی بشارت ہے۔

2- اس سورۃ میں ایمان نہ لانے والے اور عمل صالح نہ کرنے والوں کو ﴿أَسْفَلَ سَافِلِينَ﴾ کہا گیا ہے۔

اگلی سورۃ ﴿العَلَق﴾ میں اسلام کے ایک بڑے دشمن کے طاغوتی رویوں سے اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ ﴿تِين﴾ سے مراد، جبلِ تین یا جبلِ جودی، جہاں حضرت نوحؑ کی کشتی آکر رکی تھی، یا وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت آدمؑ کی اولاد آباد ہوئی تھی، یا غالباً شام اور فلسطین کا وہ علاقہ ہے، جہاں بکثرت انبیاء مبعوث ہوئے۔

2۔ ﴿زَيْتُون﴾ سے مراد، کوہِ زیتون ہے۔ یہ غالباً بیت المقدس کا پہاڑ ہے، جہاں حضرت عیسیٰؑ وعظ کیا کرتے تھے۔

3۔ ﴿طُورِ سِينِينَ﴾ سے مراد، وہ پہاڑ ہے، جہاں حضرت موسیٰؑ کو شریعت عطا کی گئی تھی۔

4۔ ﴿الْبَلَدِ الْأَمِينِ﴾ سے مراد، مکہ ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ کو قرآن کی وحی عطا کی گئی۔

5۔ تمام انبیاء کو دی جانے والی نقلی تعلیمات شہادت دے رہی ہیں کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔
پہلی قسم ﴿أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ پر بدستور قائم و دائم رہتی ہے۔ دوسری قسم فطرت کی آواز کو مسترد کر کے ﴿أَسْفَلَ سَافِلِينَ﴾ بن جاتی ہے۔

6۔ انسانوں کی پہلی قسم ﴿خَير﴾ کو قبول کر لیتی ہے اور دوسری قسم ﴿شَرّ﴾ کو ترک کرنا نہیں چاہتی۔ خیر و شر کی یہ جنگ ازل سے جاری و ساری ہے۔

7۔ اہلِ خیر ایمان لا کر عمل صالح کرتے ہیں۔ ان کے لیے ﴿أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ﴾ ہوگا۔

8۔ اہلِ شر نہ ایمان لاتے ہیں اور نہ عمل صالح کرتے ہیں۔ یہ ﴿أَسْفَلَ سَافِلِينَ﴾ بن جاتے ہیں۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

9۔ جب روزِ ازل سے خیر اور شر کی لڑائی جاری ہے اور تمام انبیاء کی نقلی تعلیمات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے تو اے محمدؐ ﴿الدِّين﴾ یعنی قیامت کی جزا و سزا کی جو دعوت آپ پیش کر رہے ہیں، اُسے کون سا معقول آدمی مسترد کر سکتا ہے؟

10۔ عقل بھی ﴿خیر و شر﴾ کو تسلیم کرتی ہے اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ اہلِ خیر اور اہلِ شر کا انجام مختلف ہونا چاہیے۔

11۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف حاکم ہے، بلکہ ﴿احکم الحاکمین﴾ ہے۔ تو کیا وہ اہلِ خیر اور اہلِ شر کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرے گا؟ عقلِ سلیم بھی یہی کہتی ہے کہ ان دونوں قسم کے انسانوں کا انجام بھی مختلف ہونا چاہیے۔

12۔ قرآن مجید کی بعض سورتیں سوال سے شروع ہوتی ہیں اور بعض کا اختتام سوال پر ہوتا ہے۔

سورۃ ﴿التِّین﴾ کا اختتام دو(2) سوالات پر ہوا ہے۔ ان دو سوالات کے ذریعے انسانی عقل اور انسانی ضمیر کو بیدار کیا گیا ہے کہ وہ آخرت کی جزا و سزا کو تسلیم کر لے۔

سورۃ التّین کا نظمِ جلی

سورۃ ﴿التِّین﴾ دو(2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔ پہلے میں امکانِ آخرت کے نقلی دلائل اور دوسرے میں، عقلی دلائل ہیں۔

1- آیات 1 تا 6 : پہلے پیراگراف میں، امکانِ آخرت اور عدلِ آخرت کے نقلی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾(1) قسم ہے! انجیر اور زیتون کی۔ (شاہد ہے جبل تین اور کوہِ زیتون)

﴿وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ﴾(2) اور طورِ سینا کی۔ (اور طورِ سینین)

﴿وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ﴾(3) اور اس پُرامن شہر (مکہ) کی۔

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾(4) ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔

﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ﴾(5) پھر اسے الٹا پھیر کر، ہم نے سب نیچوں سے نیچا کر دیا۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾(6) سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ (دائمی صلہ ہے)

جبلِ تین، کوہِ زیتون، طورِ سینا اور بَلَدِ اَمین ﴿مَكَّه﴾ میں، مختلف انبیاء کو دی جانے والی نقلی تعلیمات کی گواہی پیش کی گئی ہے کہ وہ بھی خیر و شر اور ان کی جزا و سزا کی مسلسل تعلیمات دیتی رہی ہیں۔

انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد ﴿اَعمالِ صالحة﴾ کر کے احسنِ تقویم پر قائم رہتے ہیں۔ بنیادی طور پر انسان احسنِ تقویم اور فطرتِ سلیمہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ یہ لوگ ﴿اَجر غیر ممنون﴾ کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں، جو انبیاء کی دعوت کو ٹھکرا کر ﴿اَعمالِ سَيِّئَة﴾ میں بدستور مبتلا رہتے ہیں۔ یہ ﴿اَسفَلَ سَافِلِين﴾ بن جاتے ہیں۔

2- آیات 7 تا 8 : آخری پیراگراف میں، امکانِ آخرت اور عدلِ آخرت کے عقلی دلائل دو سوالات پر مشتمل ہیں۔

﴿فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ﴾(7) پس (اے نبیؐ!) اس کے بعد کون سزا و جزا کے معاملے میں آپ کو جھٹلا سکتا ہے؟

﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ﴾(8) کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟

دنیا میں نیک لوگوں کو پوری جزاء نہیں ملتی اور بُرے لوگوں کو پوری سزا نہیں ملتی۔ مکمل انصاف روزِ قیامت ہی ممکن ہے۔

(1) پہلا سوال یہ رکھا گیا ہے کہ جب تمام انبیاء کی تعلیمات خیر و شر اور ان کی جزا و سزا پر متفق ہیں تو اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کی

دعوتِ جزا و سزا یعنی ﴿الدِّین﴾ (Law of Reward & Punishment) کو کون جھٹلا سکتا ہے؟
﴿فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ؟﴾ آپ ﷺ تو آخری پیغمبر ہیں اور آپ کی تعلیمات، پچھلے انبیاء کی تعلیمات کا تسلسل ہیں۔

(2) دوسرا سوال یہ کیا گیا ہے کہ عقلِ انسانی بھی یہ تسلیم کرتی ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے بھی بعض حکمران عادل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ چونکہ خالق ہے، اس لیے اسے تو بدرجۂ اولیٰ اور بدرجۂ اتم ﴿اَحْکَمُ الحَاکِمِیْن﴾ ہی ہونا چاہیے۔ عقل بھی یہی کہتی ہے کہ ایک دن ضرور ایسا ہونا چاہیے، جس میں کامل عدل و انصاف ہو۔ دنیا میں کامل عدل و انصاف نہیں ملتا۔ بڑے بڑے مجرم چھوٹ جاتے ہیں۔ بے گناہوں کو سزا ملتی ہے۔ لیکن بعض اوقات، انسان بھی انصاف سے کام لیتا ہے تو پھر اپنے خالق اللہ سے بدگمانی کیوں ہے کہ وہ ناانصافی کرے گا؟ انصاف سے کام نہ لے گا۔ کیا وہ ﴿احکَمُ الحاکمین﴾ نہیں ہے؟ ﴿اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ﴾

مرکزی مضمون

تمام انبیاء کی نقلی تعلیمات میں امکانِ آخرت اور عدلِ آخرت کے دلائل موجود ہیں۔ عقل بھی امکانِ آخرت اور عدلِ آخرت کی حقانیت کو تسلیم کرتی ہے۔ لہٰذا آخرت پر پختہ ایمان اور یقین ضروری ہے، آخرت کے عقیدے کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

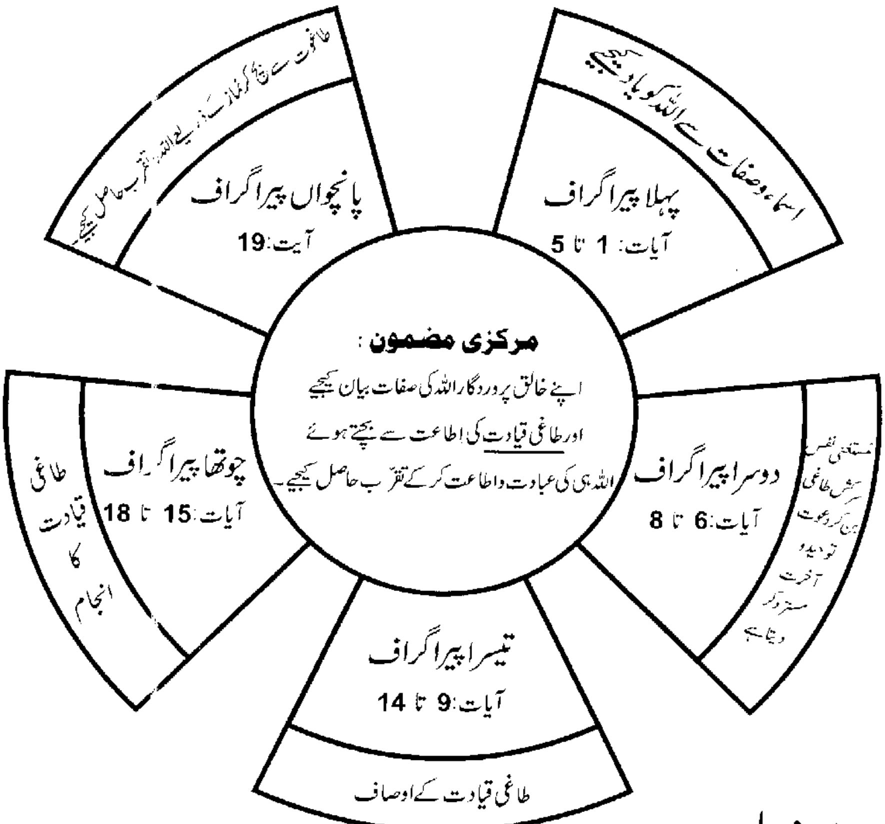
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ/ربط

MACRO-STRUCTURE

96- سُوْرَةُ الْعَلَقِ

آیات : 19 ...... مَکِّیَّۃ" ...... پیراگراف : 5



- **زمانۂ نزول:**

1۔ سورۃ ﴿الْعَلَق﴾ کی ابتدائی پانچ (5) آیات سے رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا۔

(صحیح بخاری :کتاب التفسیر ، باب سورۃ العلق ، حدیث 4,670 ، عن عائشۃؓ)

یہ غالباً رمضان مطابق 10 اگست 610ء کا واقعہ ہے۔

2۔ اس سورت کی آخری چودہ (14) آیات، دوسرے دور میں اعلانِ عام کے بعد غالباً 4 یا 5 نبوی میں ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئیں ، جب اس نے آپ ﷺ کو حرم میں نماز سے روکا تھا۔

خصوصیات

1- سُورۃ ﴿العَلَق﴾ کی آخری آیت میں ایک سلبی حکم ﴿لَا تُطِعْهُ﴾ ہے اور ایک ایجابی حکم ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ ہے۔

2- یہ اُسی طرح کا اُسلوب ہے جو سورۃ النحل آیت:36 میں ﴿أَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ کے الفاظ سے استعمال ہوا ہے۔

3- اسلامی تحریکوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ﴿طاغوت﴾ کا مقابلہ کرنے کے لیے، اِحسان پر مبنی عبادت اور طویل سجدوں کے ذریعے اپنے ربّ اور خالق سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں۔

سورۃُ العَلَق کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿التِّین﴾ میں جن ﴿أَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ﴾ کا ذکر تھا، یہاں سورۃ ﴿العَلَق﴾ میں اُس کی ایک مثال قریش کے ایک بڑے دشمنِ اسلام (ابوجہل) کے طاغوتی رویوں سے پیش کی گئی ہے۔

2- سورۃ ﴿العَلَق﴾ میں نبی کریم ﷺ پر کی جانی والی اولین وحی کا ذکر ہوا ہے۔ اگلی سورت ﴿القدر﴾ میں اُس رات کی اہمیت اُجاگر کی گئی ہے، جس میں قرآن اُتارا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ سورۃ ﴿التِّین﴾ میں مؤمن قیادت اور طاغوتی قیادت کا فرق بتانے کے بعد، آخری آیت میں طاغوت کی اطاعت سے بچ کر، اللہ کی اطاعت وبندگی کرکے، اُس کا تقرب حاصل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

2۔ سورۃ ﴿العلق﴾ میں مؤمن قیادت کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

(a) وہ ہدایت پر ہوتی ہے۔ ﴿عَلَى الْهُدٰى﴾ (آیت:11)

(b) مؤمن قیادت نماز کے ذریعے اپنے ربّ کے ساتھ ایک مضبوط تعلق قائم کرتی ہے۔ ﴿صَلّٰى﴾ (آیت:10)

(c) مؤمن قیادت پاکیزگی اور تقویٰ کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ ﴿أَمَرَ بِالتَّقْوٰى﴾ (آیت:12)

3۔ سورۃ ﴿العلق﴾ میں طاغوتی قیادت کے اوصاف بھی بیان کیے گئے ہیں۔

(a) طاغوتی قیادت سرکش اور حد سے تجاوز کرنے والی ہوتی ہے۔ ﴿لَيَطْغٰى﴾ (آیت:6)

(b) طاغوتی قیادت اپنے آپ کو جواب دہی سے بے نیاز سمجھتی ہے۔ ﴿اسْتَغْنٰى﴾ (آیت:7)

(c) طاغوتی قیادت اللہ کے نیک بندوں کو نماز جیسی عبادت سے روکتی ہے۔﴿يَنۡهٰى عَبۡدًا اِذَا صَلّٰى﴾ (آیات:9،10)

سورۃُ العَلَق کا نظمِ جلی

سورۃُ العَلَق پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 5: پہلا پیراگراف، قرآن کی پہلی وحی پر مشتمل ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کا تعارف ہے۔

﴿اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ﴾(1) پڑھیے! اپنے رب کے نام کے ساتھ، جس نے پیدا کیا۔

﴿خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ﴾(2) جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے، انسان کی تخلیق کی۔

﴿اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ﴾(3) پڑھیے! آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے۔

﴿الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ﴾(4) جس نے، قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔

﴿عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ﴾(5) انسان کو وہ علم دیا، جسے وہ نہ جانتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ﴿رَبّ﴾ ہے، اللہ تعالیٰ ﴿خَالِق﴾ ہے، اللہ تعالیٰ ﴿اَكۡرَم﴾ ہے، اللہ تعالیٰ ﴿مُعَلِّم﴾ ہے۔

یہاں رسول اللہ ﷺ کو، اُس ﴿ربّ﴾ کا نام لے کر قرآن پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے، جس نے ساری کائنات، اور کائنات کی ہر چیز کو ﴿تخلیق﴾ کیا ہے۔کائنات کی عام تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد، خاص طور پر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا ﴿خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ﴾۔ حقیر ترین حالت سے، انسان کو پیدا کر کے صاحبِ علم بنایا، جو مخلوقات کی بلند ترین صفت ہے۔ صرف صاحبِ علم ہی نہیں بنایا، بلکہ اس کو ﴿قلم﴾ کے استعمال سے لکھنے کا فن بھی سکھایا۔ اللہ تعالیٰ ﴿مُعَلِّم﴾ ہے۔

انسان کو وہ علم دیا، جسے وہ جانتا نہیں تھا ﴿عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ﴾

2- آیات 6 تا 8: دوسرے پیراگراف میں سرکش اور بے نیاز طاغوتی صفات رکھنے والے انسان کے انکارِ آخرت کا بیان ہے۔

﴿كَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَيَطۡغٰٓى﴾(6) ہرگز نہیں! (یقیناً) انسان سرکشی کرتا ہے۔(طاغی بنتا ہے)

﴿اَنۡ رَّاٰهُ اسۡتَغۡنٰى﴾(7) اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے۔(اپنے تئیں بے نیاز سمجھ کر)

﴿اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجۡعٰى﴾(8) (حالانکہ) پلٹنا یقیناً تیرے رب ہی کی طرف ہے۔

اس پیراگراف کی ابتداء ﴿كَلَّاۤ﴾ سے ہوئی ہے۔ یہاں کچھ محذوف ہے۔ یعنی اللہ نے انسان کو نہ صرف پیدا کیا، بلکہ اُس نے انسان کی ہدایت کے لیے، قرآن کی تعلیم کا بھی اہتمام کیا، اس کو وہ تمام باتیں بتائیں، جو وہ نہیں جانتا تھا، لیکن انسان ﴿طغیٰ﴾ یعنی سرکشی اختیار کرتا ہے، ﴿طاغی﴾ بنتا ہے ﴿اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَيَطۡغٰٓى﴾، اپنے آپ کو جواب دہی سے بے نیاز اور ﴿مُسۡتَغۡنِى﴾ سمجھتا ہے، آخرت اور جزاو

سزا کا انکار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسے مرنے کے بعد، اللہ کے حضور پلٹنا نہیں ہے۔

3- آیات 9 تا 14 : تیسرے پیراگراف میں، طاغی، ﴿مُسْتَغْنی﴾ اور منکرِ آخرت طاغی قیادت کے اوصاف کا تذکرہ۔

﴿أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ﴾ (9)	کیا تم نے دیکھا اس شخص کو، جو منع کرتا ہے؟
﴿عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ﴾ (10)	ایک بندے صلی اللہ علیہ وسلم کو، جبکہ وہ نماز پڑھتا ہو؟
﴿أَرَءَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ﴾ (11)	تمہارا کیا خیال ہے، اگر وہ (بندہ) راہِ راست پر ہو؟
﴿أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ﴾ (12)	یا وہ پرہیز گاری کی تلقین کرتا ہو؟ (یا نیکی کی تلقین کرنے والا ہو)
﴿أَرَءَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ﴾ (13)	تمہارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا شخص حق کو) جھٹلاتا اور منہ موڑتا ہو؟ (بھلا دیکھو تو! اگر اس نے جھٹلایا اور منہ موڑا)
﴿أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ﴾ (14)	کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟

(1) یہ طاغی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکتا ہے ﴿يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ﴾

(2) یہ طاغی شخص تجزیاتی ذہن (Analytical mind) نہیں رکھتا، نماز پڑھنے والی ہستی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سنجیدگی اور اخلاص سے غور کرنے کی بھی کوشش نہیں کرتا کہ یہ ہستی ہدایت پر بھی ہو سکتی ہے۔ ﴿أَرَأَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ﴾ یہ ہستی لوگوں کو نیکی اور پرہیز گاری کی دعوت دینے والی شخصیت بھی ہو سکتی ہے۔ ﴿أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ﴾

(3) یہ طاغی شخص حق کو جھٹلاتا ہے۔ ﴿أَرَءَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ﴾

(4) یہ طاغی شخص حق سے منہ موڑتا ہے۔ ﴿وَتَوَلَّىٰ﴾

(5) یہ طاغی شخص اللہ کو ناظر و بصیر نہیں سمجھتا کہ وہ ایک دن سزا دے سکتا ہے۔ ﴿أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ﴾

4- آیات 15 تا 18 : چوتھے پیراگراف میں، مندرجہ بالا صفات رکھنے والی طاغی قیادت کا انجام بتایا گیا ہے۔

﴿كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ	ہرگز نہیں! اگر وہ باز نہ آیا تو
لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ﴾ (15)	ہم اس کی پیشانی کے بال (چوٹی) پکڑ کر کھینچیں گے۔
﴿نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾ (16)	اس پیشانی کو، جو جھوٹی اور سخت خطار کار ہے۔
﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ﴾ (17)	وہ بلا لے اپنے حامیوں کی ٹولی کو۔ (اپنی پارٹی کو)
﴿سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ﴾ (18)	ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔

یہ پیراگراف بھی ﴿كَلَّا﴾ سے شروع ہوتا ہے۔ یہاں بھی کچھ محذوف ہے۔ مطلب ہے، یہ طاغی اور مستغنی شخص اس غلط فہمی میں نہ رہے

کہ وہ یوں ہی اپنی باغی سرگرمیاں جاری رکھ سکے گا۔ ہرگز نہیں! بلکہ اگر وہ اپنی اصلاح نہ کرے تو اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکے گا۔ نہایت ذلت سے اُسے داخلِ جہنم کر دیا جائے گا۔ اللہ کی قوت کے سامنے اُس کی جمعیت اُس کی پارٹی اور اُس کی جتھ بندی بے بس ہو گی۔

5- آیت 19 : پانچواں اور آخری پیراگراف آخری آیت پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک ایجابی اور ایک سلبی حکم ہے۔

یہ بھی ﴿كَلَّا﴾ سے شروع ہوتا ہے۔

﴿كَلَّا لَا تُطِعْهُ — ہرگز نہیں! اس کی بات نہ مانیے

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ (19) — اور سجدہ کیجیے اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کیجیے!

مطلب ہے، آپ ﷺ کو ایسے طاغی سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں، وہ آپ ﷺ پر ہرگز غالب نہیں آ سکے گا۔ آپ ﷺ کو اس سے دبنے اور ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کی بات ماننے اور اس کی اطاعت کی کوئی حاجت نہیں۔
آپ ﷺ کو دلجمعی سے اپنی نماز جاری رکھنا چاہیے۔ سکون اور وقار سے سجدوں کو طوالت دیجیے۔ سجدوں کی یہ طوالت، قربتِ الٰہی کی ضامن ہے۔ حالتِ سجدہ میں اللہ تعالیٰ بندے سے بہت قریب ہوتا ہے۔ اس آخری آیت میں بیک وقت دو باتوں کا حکم ہے۔ ایک ایجابی حکم ہے اور دوسرا سلبی حکم۔

(1) طاغی قیادت (Tyrant Leadership) کی اطاعت سے اجتناب لازمی اور ضروری ہے۔

(2) تعلق باللہ کے حصول میں، نماز کا کردار نہایت اہم ہے۔ نماز میں اعتدال، سکون اور طمانیت، قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ سجدوں میں تقرب کی یہ حالت اپنی بلندی پر ہوتی ہے۔

مرکزی مضمون

اپنے ﴿رب﴾ اور ﴿خالق﴾ اللہ کی صفات کا اظہار کرنا چاہیے۔ طاغی قیادت کی اطاعت سے بچتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کر کے اللہ کا تقرب حاصل کرنا چاہیے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

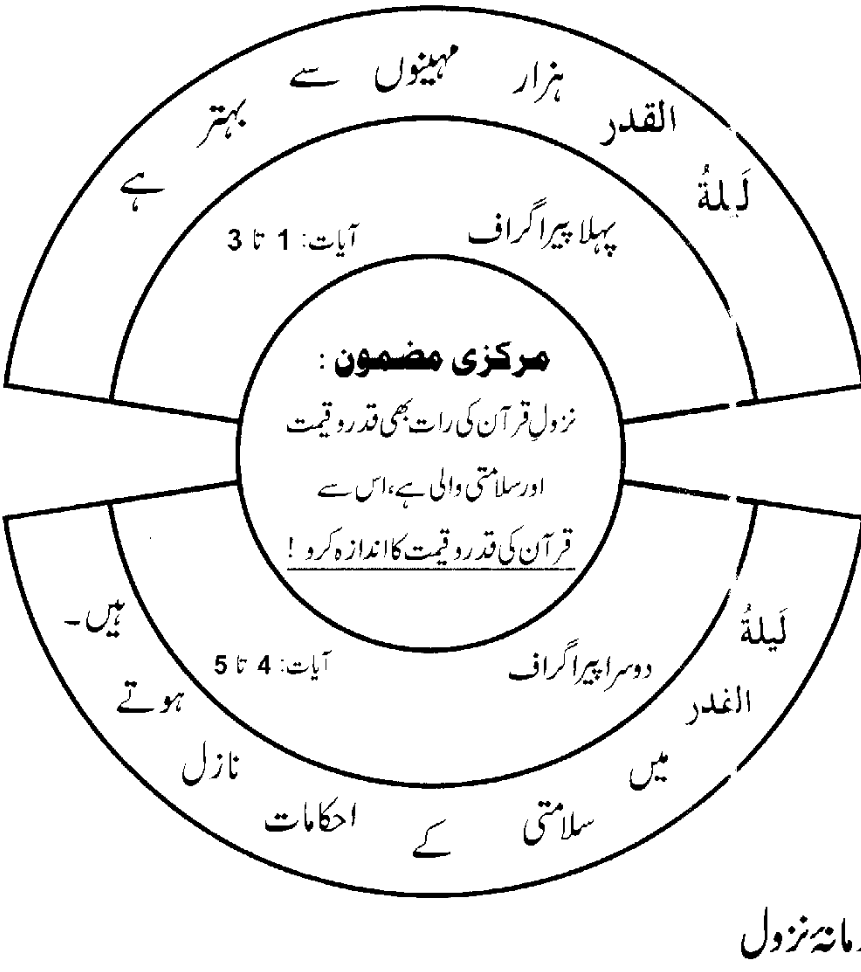
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO STRUCTURE

97- سُورَةُ الْقَدْرِ

آیات : 5 ...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 2



- **زمانۂ نزول**

سورۃ ﴿القدر﴾ ، غالباً قیامِ مکہ کے پہلے دور (0 تا 3 نبوی) میں نازل ہوئی ہوگی، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جا رہی تھی اور جب آپ ﷺ پر اعلیٰ ادبی اسلوب میں مختصر، محکم اور جامع سورتیں نازل کی جا رہی تھیں۔

سورۃُ القدر کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿العَلَق﴾ میں پہلی وحی کا ذکر تھا، اس سورۃ ﴿القدر﴾ میں وحی کے نزول کی رات کا ذکر ہے۔

2- اگلی سورۃ ﴿البَیِّنَة﴾ میں قرآن کے نزول کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کے نزول کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کی دونوں شاخوں ﴿بنی اسرائیل﴾ یعنی اہلِ کتاب اور ﴿بنی اسماعیل﴾ یعنی مشرکینِ مکہ پر اتمامِ حجت ہو گئی ہے۔ اب وہ اسلام قبول کر کے ﴿خَیرُ البَرِیَّة﴾ میں شامل ہو سکتے ہیں، یا اسلام کو مسترد کر کے ﴿شَرُّ البَرِیَّة﴾ میں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بابرکت رات کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کی ہدایت کی ہے۔

﴿تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ﴾ (صحیح بخاری: 1,913، عن عائشہ)

2۔ قرآن کا نزول، وہ عظیم الشان آسمانی فیصلہ ہے، جو قوموں کی تقدیر کو بدلنے والا اور انسانیت کی کایا پلٹ دینے والا ہے۔

3۔ قیامت تک ہر انسان کی نجات کا دارومدار، اِسی آخری کتاب ﴿قرآن﴾ پر موقوف ہے۔

سورۃُ القدر کا نظمِ جلی

سورۃُ القدر دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3: پہلے پیراگراف میں، بتایا گیا کہ ﴿لیلۃُ القدر﴾ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

﴿إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (1)	(یقیناً) ہم نے اس (قرآن) کو، شبِ قدر میں نازل کیا۔
﴿وَمَا أَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ﴾ (2)	اور تم کیا جانو کہ شبِ قدر کیا ہے؟
﴿لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ (3)	شبِ قدر، ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔

جس طرح یومِ آزادی سے بڑی چیز خود آزادی ہوتی ہے، اسی طرح نزولِ قرآن کی رات سے زیادہ بڑی چیز خود قرآن ہے ﴿لَیلَةُ القدر﴾ کو بھی قرآنِ مجید کی وجہ سے ہی چار چاند لگے ہیں اور یہ رات اسی وجہ سے ہزار مہینوں سے افضل ٹھیرائی گئی ہے۔ اب قیامت تک تمام انسانیت کی فلاح کا دارومدار اِسی کتاب پر موقوف ہے۔

2- آیات 4 تا 5: دوسرے اور آخری پیراگراف میں ﴿لیلۃُ القدر﴾ کے فضائل ہیں۔

﴿لیلۃُ القدر﴾ میں فرشتوں اور ان کے سردار حضرت جبریلؑ کا نزول ہوتا ہے اور طلوعِ فجر تک اللہ کی طرف سے سلامتی کے احکامات نازل ہوتے رہتے ہیں۔

﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا	فرشتے اور روح (جبریل) اس میں اترتے ہیں
بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ﴾ (4)	اپنے رب کے اذن سے، ہر حکم لے کر
﴿سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ (5)	وہ رات، سراسر سلامتی ہے، طلوعِ فجر تک۔

مرکزی مضمون

نزولِ قرآن کی رات جب اس درجہ قدر و قیمت اور سلامتی والی ہے تو انسانوں کو اس سے قرآن کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنا چاہیے۔

FLOW CHART

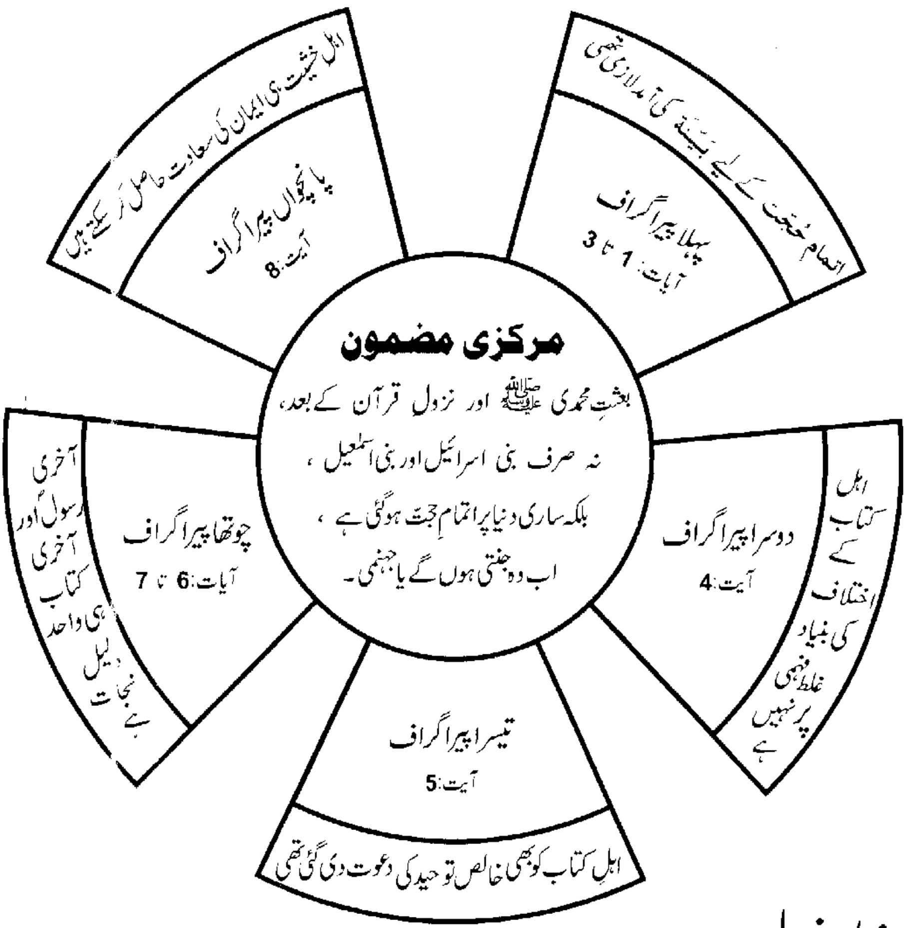
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ/ربط

MACRO-STRUCTURE

98- سُورَةُ البَيِّنَة

آیات : 8...... مَـدَنِـيَّـةٌ...... پیراگراف : 5



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿ الـبَـيِّـنَـة ﴾، اُن آخری دو (2) سورتوں میں سے ایک ہے، جو مدینۂ منورہ میں وفات سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئیں۔ اس سورت کے بعد غالباً صرف سورت ﴿ الـنَّـصـر ﴾ اور چند متفرق آیات نازل ہوئیں۔ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ دس (10) ہجری کے آخر میں نازل ہوئی ہوگی۔

سورۃُ البَیِّنَۃِ کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿القدر﴾ میں وحی کے نزول کی رات کا ذکر تھا، اس سورۃ ﴿البَیِّنَۃ﴾ میں آخری رسول محمد ﷺ پر آخری کتاب قرآن کے نزول کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کے نزول کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کی دونوں شاخوں ﴿بنی اسرائیل﴾ یعنی اہلِ کتاب اور ﴿بنی اسماعیل﴾ یعنی مشرکینِ مکہ پر دنیا میں اِتمامِ حجت ہو گئی ہے۔ اب وہ اسلام قبول کر کے ﴿خیرُ البَرِیَّۃ﴾ اور جنتی بن سکتے ہیں، یا اسلام کو مسترد کر کے ﴿شَرُّ البَرِیَّۃ﴾ اور جہنمی بن سکتے ہیں۔

2- اگلی سورۃ ﴿الزِّلْزَال﴾ میں بتایا گیا ہے کہ روزِ قیامت انسان کو اُس کے اچھے اور برے اَعمال دکھا کر اتمامِ حجت کر دی جائے گی۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ ﴿اَلْبَیِّنَۃ﴾ سے مراد، رسول اللہ ﷺ ہیں، جو قرآنی دعوت پیش کر رہے ہیں۔

2۔ ﴿صُحُفًا مُّطَھَّرَۃ﴾ سے مراد قرآنِ مجید ہے۔

3۔ آخری رسول محمد ﷺ اور آخری کتاب قرآن پر ایمان لا کر عمل صالح کرنے والے، بہترین خلائق ﴿خَیرُ البَرِیَّۃ﴾ ہیں۔

4۔ آخری رسول محمد ﷺ اور آخری کتاب قرآن کو ٹھکرانے والے، بدترین خلائق ﴿شرالبریّۃ﴾ ہیں۔

5۔ مشرکین (بنی اسمٰعیل) اور اہلِ کتاب (بنی اسرائیل) دونوں ابراہیمی شاخوں کی نجات (Salvation) کا انحصار، صرف آخری کتاب قرآن اور آخری رسول محمد ﷺ پر ایمان اور اَعمالِ صالحہ پر ہے۔

6۔ ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾ کے الفاظ کے ذریعے، یہ بات واضح کی گئی ہے کہ بنی اسمٰعیل (مشرکین) ہوں یا بنی اسرائیل (اہلِ کتاب) دونوں کے اندر موجود صرف اہلِ خشیت ہی، آخری کتاب اور آخری رسول ﷺ پر ایمان لا کر، جنت کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔

سورۃُ البَیِّنَۃ کا نظمِ جلی

سورۃ البَیِّنَۃ پانچ (5) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3: پہلے پیراگراف میں، ﴿البَیِّنَۃ﴾ یعنی رسول اللہ ﷺ اور قرآن کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ	اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے،
وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ	(اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے،

﴿حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾(1)	جب تک کہ ان کے پاس دلیل روشن، کھلی نشانی نہ آجائے۔
﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾(2)	(یعنی) اللہ کی طرف سے ایک رسول (محمد ﷺ)
	جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔(پاکیزہ اوراق پڑھتا ہو)
﴿فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾(3)	جن میں بالکل راست اور درست تحریریں لکھی ہوئی ہیں۔

آلِ ابراہیم کی دونوں شاخوں میں پھیلے ہوئے کفر کے انسداد کے لیے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات کے آخری انتظام کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ آلِ ابراہیم کی پہلی شاخ کے بیشتر افراد، گمراہ ہو کر یہودی اور عیسائی بن گئے، جبکہ دوسری شاخ کے بیشتر افراد نے، اصنام پرستی کے شرک میں مبتلا ہو کر، خانۂ کعبہ جیسی جگہ کو 360 بتوں سے آلودہ کر دیا۔ یہ مشرکین مکہ تھے۔ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل پر مشتمل، ان دونوں شاخوں کی رشد و ہدایت کے لیے آخری حُجّت، آخری دلیل اور کھلی نشانی ﴿الْبَيِّنَة﴾ کا آنا ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز ظالم نہیں۔ وہ اپنے بندوں کو اتمامِ حجّت کے بغیر، دوزخ میں نہیں ڈالتا۔ چنانچہ یہ ﴿الْبَيِّنَة﴾، شریعت و حکمت پر مشتمل قرآن کے پاکیزہ صحیفوں کے احکام سناتے ہوئے، آخری رسول محمد ﷺ کی صورت میں بھیجی گئی۔ چونکہ پچھلی کتابوں کی تعلیمات میں تحریف کر دی گئی تھی، انہیں آلودہ کر دیا گیا تھا، اس لیے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی، جو ﴿قَيِّمَة﴾ یعنی سیدھی سیدھی صاف بھی ہو، اور ﴿مُطَهَّر﴾ یعنی آلودگی اور آمیزش سے پاک بھی ہو۔ اس لیے آخری رسول محمد ﷺ پر، آخری کتاب قرآن نازل کی گئی۔

2- آیت 4: دوسرے پیراگراف میں، اہلِ کتاب کی تحریف کی داستان رقم کر دی گئی ہے۔

﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ	پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی، ان میں تفرقہ برپا نہ ہوا،
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾(4)	مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس (راہِ راست کا) بیان واضح آچکا تھا۔

اہلِ کتاب، یہودی اور عیسائی بن گئے، اپنے مذہب ﴿الاسلام﴾ اور اپنی اساس توحید کو فراموش کر کے اپنے انبیاء کے بارے میں غلو کا ارتکاب کرتے ہوئے، انہیں (یعنی حضرت عزیزؑ اور حضرت عیسیٰؑ) کو اللہ کا بیٹا بنا لیا حالانکہ ان کے پاس بھی ﴿الْبَيِّنَة﴾ یعنی واضح تعلیمات اور کھلی نشانیاں آچکی تھیں۔

یہاں ایک اہم بات یہ بتائی گئی ہے کہ اہلِ کتاب کا یہ اختلاف و افتراق، غلط فہمی کی بنیاد پر ہرگز نہیں تھا بلکہ ﴿بَيِّنٰت﴾ کے آنے کے بعد رونما ہوا۔ تورات، انجیل اور زبور کی تعلیمات بھی بہت ہی واضح اور غیر مبہم تھیں، ان میں غلط فہمی کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔ دراصل اہلِ کتاب کا یہ اختلاف ﴿حَسَد﴾ کی بنیاد پر تھا (البقرۃ:109) اور اہلِ کتاب کا یہ اختلاف ﴿بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ باہمی ظلم و زیادتی اور استحصال (Exploitation) کی بنیاد پر تھا۔ (البقرۃ:213)

3- آیت 5 : تیسرے پیراگراف میں یہ بتایا گیا ہے کہ اہلِ کتاب کو بھی، خالص توحید اور نماز و زکوۃ کا حکم دیا گیا تھا۔

﴿وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ	اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں،
مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ	اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے بالکل یکسو ہو کر،
وَيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ	نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں
وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ ﴾(5)	یہی نہایت صحیح اور درست دین ہے۔

پچھلے رسولوں اور پچھلی کتابوں کی دعوت کا خلاصہ حسب ذیل تھا۔

(1) اللہ ہی کی خالص عبادت، اطاعت اور بندگی کی جائے۔ ﴿وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ﴾

(2) یہ عبادت ﴿ٱلدِّين﴾ یعنی اطاعت اور بندگی کو اللہ ہی کے لیے خالص کرتے ہوئے کی جائے۔

﴿ٱلدِّين﴾ کا مطلب، اللہ کی حاکمیت، بندوں کی محکومیت، اور اللہ کی شریعت و قانون کے علاوہ جزا و سزا کا عقیدہ ہے۔

﴿خَالِص﴾ کا مطلب، ملاوٹ اور آمیزش سے پاک عبادت و اطاعت ہے۔ یعنی اللہ کی ذات، صفات اور حاکمیت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اپنی عبادت اور محکومیت میں بھی کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اللہ کے قانون کے علاوہ، کسی اور کی شریعت پر عمل نہ کیا جائے اور یہ سارے کام، عقیدۂ آخرت اور عقیدۂ جزا و سزا کے ماتحت کیے جائیں۔

(3) یہ بندگی، ﴿حَنِيف﴾ یکسو (Upright) بن کر کی جائے۔ اللہ اور اس کے احکام کے علاوہ کسی اور پر توجہ نہ ہو۔

(4) اہلِ کتاب کو بھی، نماز اور زکوۃ کا حکم دیا گیا تھا، نماز انہوں نے ضائع کر دی ﴿أَضَاعُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ﴾ (مریم :59) اور زکوۃ کو اپنے بخل اور دنیا پرستی کی وجہ سے مٹا دیا۔

(5) آخر میں بتایا گیا کہ توحید، اخلاص (Purity)، دین کے جامع تصور، ﴿حَنِيفِيَّت﴾ (Uprightness) نماز اور زکوۃ پر مبنی راستہ ہی سیدھا راستہ ہے۔ اہلِ کتاب کے بگاڑ کو اب درست کر دیا گیا ہے، اب انہیں بھی اسی سیدھے راستے پر چلنا چاہیے۔ اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ یہی سچا اور سیدھا دین ہے۔

4- آیات 6 تا 7 : چوتھے پیراگراف میں، آخری رسول ﷺ کا انکار کرنے والے ہر کافر کے لیے دوزخ کی نوید ہے۔

یہاں صاف صاف بتا دیا گیا کہ آخری رسول محمد ﷺ اور آخری کتاب قرآن کا انکار کرنے والا، چاہے وہ بنی اسرائیل کے اہلِ کتاب میں سے ہو، یا بنی اسمٰعیل کا مشرک ہو (یا دنیا کا کوئی اور مشرک ہو) ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جائے گا۔

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ وَٱلْمُشْرِكِينَ فِى نَارِ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَآ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ ٱلْبَرِيَّةِ﴾ (آیت:6)

اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے، وہ یقیناً جہنم کی آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے،

اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾(7) وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں۔

یہاں دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ آخری ہدایت سے محرومی، انسان کو ﴿شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ یعنی بدترین خلائق بنا دیتی ہے، پھر وہ آسمانی وحی کی نعمت سے استفادہ کرنے کا کوئی اور موقع نہ پائے گا۔ نَتِيْجَةً وہ نہ صرف اعتقاد اعتبار بلکہ معاش و اقتصاد میں بھی ٹھوکریں کھاتا رہے گا۔ اس کے برخلاف، آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخری کتاب پر ایمان لانے والا ہر شخص، آسمانی وحی کے سائے میں زندگی بسر کر کے، ﴿خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ یعنی بہترین خلائق میں شامل ہو سکتا ہے، چاہے وہ نسلی اعتبار سے یہودی ہو، عیسائی ہو، مجوسی ہو، برہمن ہو، شودر ہو۔ بس دو (2) ہی شرطیں ہیں ایمان لائے اور پھر اس کے مطابق نیک اعمال پر مشتمل زندگی گزارے۔

5- آیت 8: پانچویں اور آخری پیراگراف میں، اہل کتاب اور مشرکین دونوں کی نجات کی کلید ﴿خشیت﴾ بیان کی گئی ہے۔

﴿جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾ (آیت:8)

ان کی جزا، ان کے رب کے ہاں دائمی قیام کی جنتیں (ہیشگی کے باغ ہیں) جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ کچھ ہے اس شخص کے لیے جس نے اپنے رب کا خوف کیا ہو۔ (یہ صلہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرا) ان سے پوچھا گیا: تمہارے دلوں میں خشیت موجود بھی ہے کہ نہیں ہے؟ کیونکہ آخری رسول اور آخری کتاب پر ایمان لانے کی سعادت، صرف اہلِ خشیت ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾

ایمان اور اعمالِ صالحہ کا انعام، جنت کی صورت میں ملے گا، لیکن یہ اسی صورت میں ہو گا، جب بندے اللہ سے راضی ہو جائیں گے اور اللہ ان کی نیتوں اور ان کی بدعت سے پاک عبادت سے راضی ہو جائے گا۔ شریعت اسلامی پر پوری طرح یکسو ہو کر، اللہ کی کامل رضا حاصل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی، صرف اُسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے، جب اللہ کا بندہ، اللہ کی وحی، اللہ کے رسول، اللہ کی کتاب اور اللہ کی شریعت سے راضی ہو جائے۔ یہ یک طرفہ استحقاق نہیں ہے، بلکہ ایک دو طرفہ معاملہ ہے، دو طرفہ رضامندی مطلوب ہے۔ ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾

مرکزی مضمون

بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور نزولِ قرآن کے بعد، نہ صرف بنی اسرائیل (اہل کتاب) اور بنی اسمٰعیل (مشرکین مکہ) بلکہ ساری دنیا پر اتمامِ حجت ہو گئی ہے۔ اب وہ جنتی ہوں گے یا جہنمی۔

FLOW CHART

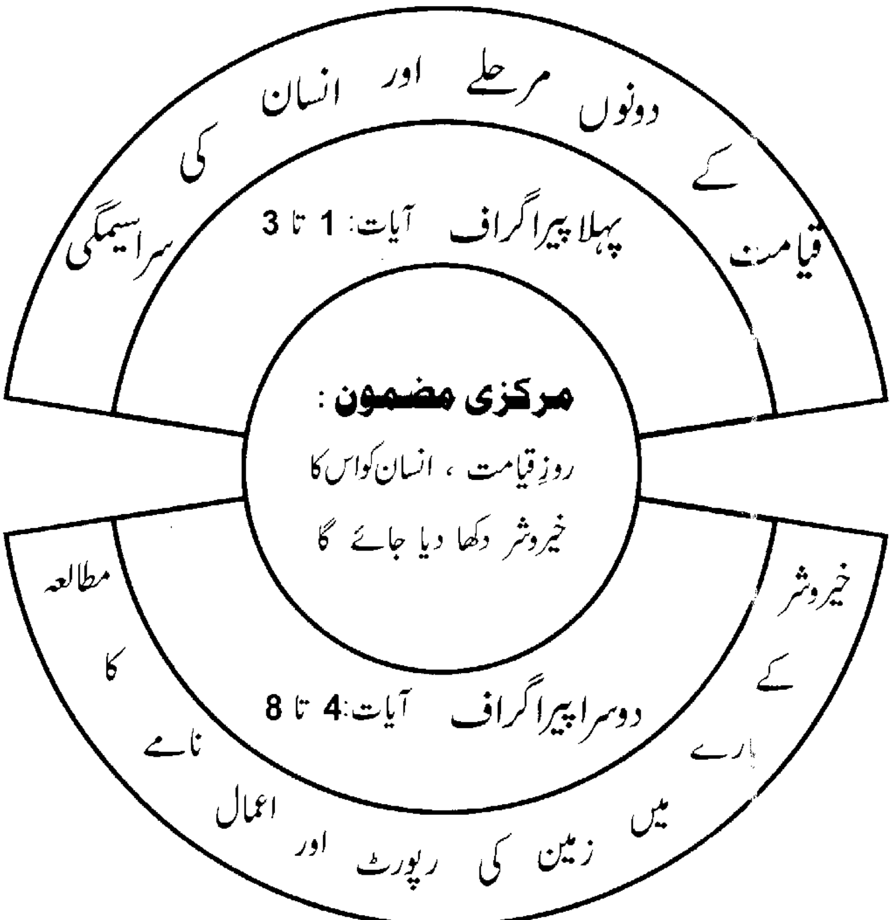
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

99- سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ

آیات : 8 ...... مَکِّیَّة ...... پیراگراف : 2



- **زمانۂ نزول :**

سورت ﴿الزِّلْزَال﴾ ، غالباً قیام مکہ کے پہلے دور (0 تا 3 نبوی) میں نازل ہوئی، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جارہی تھی ، اور جب آپ ﷺ پر اعلیٰ ادبی اسلوب میں مختصر، محکم اور جامع سورتیں نازل کی جارہی تھیں۔

سورۃُ الزّلزال کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿البیّنۃ﴾ میں آخری رسول محمد ﷺ کا اقرار اور انکار کرنے والوں کو ﴿خَیْرُ الْبَرِیَّۃ﴾ اور ﴿شَرُّ الْبَرِیَّۃ﴾ کہا گیا تھا اور انہیں دوزخ کے عذاب کی وعید سنائی گئی تھی۔

یہاں سورۃ ﴿الزّلزال﴾ میں دوزخ کے عذاب سے پہلے کے مرحلۂ حساب و کتاب کا ذکر ہے، جب اقرار اور انکار کرنے والے سب انسان اپنی ہر نیکی اور ہر برائی کو اپنے نامۂ اعمال میں دیکھ لیں گے۔

2- پچھلی سورۃ ﴿البیّنۃ﴾ میں اہلِ کتاب اور مشرکین پر دنیا کے اندر "اِتمامِ حجت" کر دی گئی تھی۔

یہاں سورۃ ﴿الزلزال﴾ میں بتایا گیا ہے کہ جزا و سزا سے پہلے انسانوں کو ان کے اعمال نامے دکھا کر روزِ قیامت بھی "اِتمامِ حجت" کر دی جائے گی۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- ﴿اَشْتَاتًا﴾: اشتات کے لفظ سے یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ انسان روزِ قیامت خیر و شر پر مبنی مختلف اور متفرق عقیدے اور اعمال کے ساتھ اللہ کے حضور پیش کیے جائیں گے۔ (آیت:6)

2- اس سورت میں قیامت کے مناظر کی تصویر کشی کر کے بتایا گیا ہے کہ اُس دن اعمال ناموں میں انسانوں کو اُن کے اچھے اور برے اعمال دکھائے جائیں گے۔ چنانچہ ﴿لِیُرَوْا اَعْمَالَھُمْ﴾ (آیت:6) اور ﴿یَرَہٗ﴾ (آیات:7،8) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

سورۃُ الزّلزال کا نظمِ جلی

سورۃُ الزّلزال دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3: پہلے پیراگراف میں، روزِ قیامت کے دونوں مرحلوں کی تصویر کشی ہے۔

﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَا﴾ (1)	جب زمین، اپنی پوری شدت کے ساتھ، ہلا ڈالی جائے گی۔
﴿وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَھَا﴾ (2)	اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ، نکال کر باہر ڈال دے گی۔
﴿وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَھَا﴾ (3)	اور انسان کہے گا (پکار اٹھے گا) کہ یہ اس کو کیا ہو رہا ہے؟

پہلے مرحلے میں زلزلہ پورے کرۂ ارض کو اپنی گرفت میں لے لے گا اور دوسرے مرحلے میں زمین پھٹ جائے گی اور اس میں سے تمام مرے ہوئے لوگ برآمد کیے جائیں گے۔ زمین گزرے ہوئے حالات سنائے گی۔ اس موقع پر انسان کی حیرت، تعجب، خوف اور سراسیمگی کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

2- آیات 4 تا 8 : دوسرے پیراگراف میں، حساب کتاب سے پہلے، اعمال ناموں کے دکھائے جانے کا تذکرہ ہے۔

﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾ (4)	اُس روز، وہ اپنے (اوپر گزرے ہوئے) حالات بیان کرے گی۔
﴿بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا﴾ (5)	کیونکہ تیرے رب نے اسے (ایسا کرنے کا) حکم دیا ہوگا۔
﴿يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا	اُس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے
لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ﴾ (6)	تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں۔
﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾ (7)	پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا۔
﴿وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ (8)	اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا۔

اللہ کی طرف سے زمین کو زبان عطا کی جائے گی اور وہ گزرے ہوئے سچے واقعات بیان کرے گی۔ لوگ متفرق حالات میں اپنے اپنے اچھے اور برے اعمال کے ساتھ حاضر ہوں گے اور اپنے اپنے نامۂ اعمال میں اپنی نیکیاں اور برائیاں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تاکہ اتمامِ حجت ہو جائے۔

مرکزی مضمون

روزِ قیامت، جنت اور دوزخ کے فیصلے سے پہلے) اِتمامِ حجت کے لیے، انسان کو اس کی تمام نیکیاں اور برائیاں دکھائی جائیں گی۔

FLOW CHART

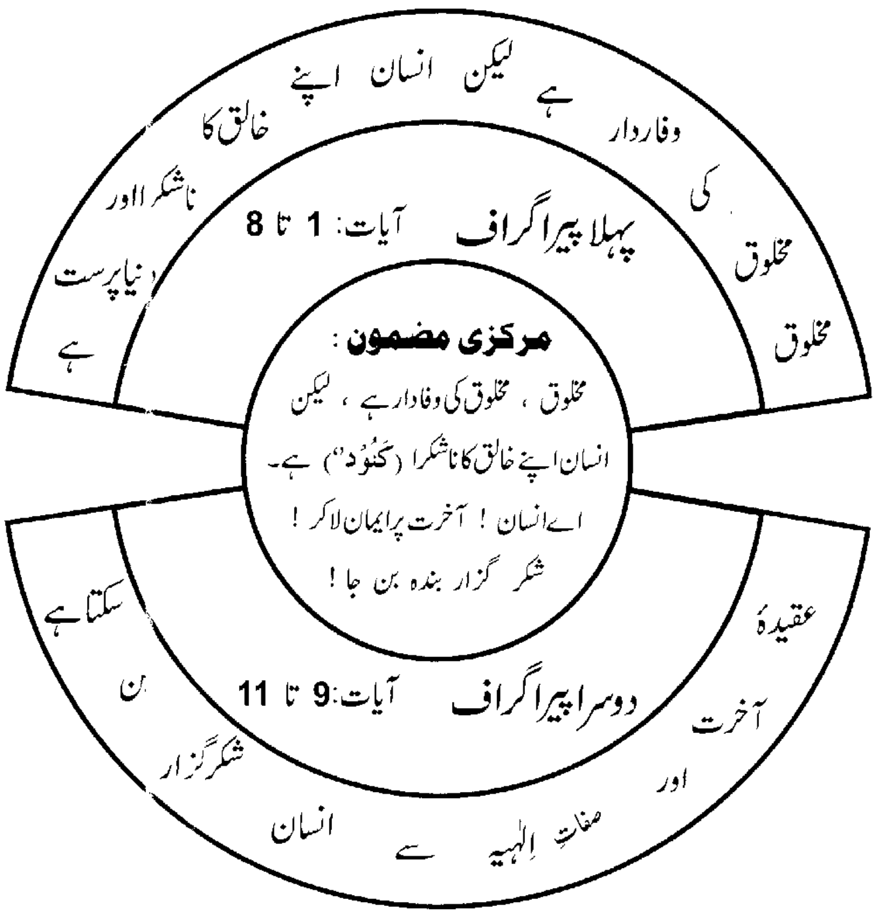
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

100- سُوْرَةُ الْعٰدِیٰتِ

آیات : 11 ...... مَکِّیَّة" ...... پیراگراف : 2



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿العادِیات﴾، قیامِ مکہ کے پہلے دور (0 تا 3 نبوی) میں نازل ہوئی، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جا رہی تھی، اور جب آپ ﷺ پر اعلیٰ ادبی اسلوب میں مختصر، محکم اور جامع سورتیں نازل کی جا رہی تھیں۔

سورۃُ العَادِیات کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ﴾ میں روزِ قیامت اچھے اور بُرے اعمال کے دکھائے جانے کا تذکرہ تھا۔

یہاں اس سورۃ ﴿العادِیات﴾ میں بتایا گیا ہے کہ انسان ﴿کَنُود﴾ یعنی ناشکرا نہ ہو تو اُس سے اچھے اعمال کا صدور بھی ممکن ہے اور بخل، مال کی حرص اور دنیا پرستی سے اجتناب بھی ممکن ہے۔

2- اگلی سورۃ ﴿القارعۃ﴾ میں اچھے اعمال کی کثرت کی ترغیب دی گئی ہے، تاکہ ترازو میں برائیوں کے مقابلے میں نیکیاں زیادہ سے زیادہ پائی جائیں۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- ﴿عادِیات﴾: تیز دوڑنے والیاں۔ 2- ﴿ضَبحٌ﴾: سانس کی آواز۔

3- ﴿مُوریات﴾: چنگاریاں اُڑانے والیاں۔ 4- ﴿قدحۃ﴾: چقماق سے آگ نکالنا۔

5- ﴿مُغِیرات﴾: حملہ کرنے والیاں۔ 6- ﴿نقع﴾: چمکتا ہوا غبار

﴿فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا﴾ یہاں ﴿بِهٖ﴾ سے مراد ﴿بِعَدْوٍ﴾ ہے۔ یعنی تیز رفتاری کی وجہ سے گرد و غبار اڑاتی ہیں۔

7- ﴿فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا﴾ یہاں ﴿بِهٖ﴾ سے مراد ﴿بِنَقْعٍ﴾ ہے۔ یعنی غبار کے ساتھ مجمع میں گھس جاتی ہیں۔

8- ﴿کَنُود﴾: ناشکرا۔ 9- ﴿خیر﴾: مال و دولت۔

سورۃُ العَادِیات کا نظمِ جلی

سورۃُ العَادِیات دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 8 پہلے پیراگراف میں، مخلوق سے مخلوق کی وفاداری اور انسان کی خالق سے بے وفائی کی دلیل ہے۔

تیز رفتار گھوڑوں کی شہادت ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا ناشکرا ہے، کیونکہ انسان مال کی شدید محبت میں مبتلا ہے۔

﴿اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾ گھوڑا بھی اللہ کی ایک مخلوق ہے۔ اور انسان بھی ایک مخلوق۔ گھوڑا انسان کا شکر گذار اور وفادار ہوتا ہے۔

مخلوق مخلوق کی وفادار ہے۔ اپنے مالک کی مرضی اور خوشنودی کے حصول کے لیے چنگاریاں جھاڑتے ہوئے، جان کی بازی لگا کر دشمن کی صف میں گھس جاتا ہے۔ دوسری طرف انسان اپنے خالق سے بے وفائی کرتا ہے۔ مال کی شدید محبت کی وجہ سے، اپنے مالکِ حقیقی اور خالق ربّ کا ناشکرا بن جاتا ہے۔ ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ﴾

﴿وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا﴾ 1 قسم ہے! ان (گھوڑوں) کی، جو پھنکارے مارتے ہیں۔

﴿فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا﴾(2)	پھر (اپنی ٹاپوں سے) چنگاریاں جھاڑتے ہیں۔
﴿فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا﴾(3)	پھر صبح سویرے چھاپہ مارتے ہیں۔
﴿فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا﴾(4)	پھر اس موقع پر، گردو غبار اڑاتے ہیں۔
﴿فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا﴾(5)	پھر اسی حالت میں، کسی مجمع کے اندر جا گھستے ہیں۔
﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ﴾(6)	حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا (کَنُوْد) ہے۔
﴿وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ﴾(7)	اور یقیناً وہ خود اس پر گواہ ہے۔
وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾(8)	وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے۔

2- آیات 9 تا 11 : دوسرے پیراگراف میں، قیامت کے دن کا نقشہ کھینچ کر مردہ انسانی ضمیر کو بیدار کیا گیا ہے۔

﴿اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ﴾(9)	تو کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا؟ جب قبروں میں جو کچھ (مدفون) ہے، اسے نکال لیا جائے گا۔
﴿وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ﴾(10)	اور سینوں میں جو کچھ (مخفی) ہے، اسے برآمد کر کے اس کی جانچ پڑتال کی جائے گی؟
﴿اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ﴾(11)	یقیناً ان کا رب، اُس روز ان سے خوب باخبر ہو گا۔

بتایا گیا ہے کہ اگر انسان عقیدۂ آخرت پر پختہ یقین رکھے اور مرنے کے بعد قبروں سے دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان رکھے، اللہ کی صفات پر ایمان لے آئے کہ وہ علیم و خبیر ہستی ہے ﴿اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ﴾، جو نہ صرف انسان کے تمام افعال و اعمال کا علم رکھتی ہے، بلکہ انسان کے ارادوں اور اس کی نیتوں سے بھی پوری طرح واقف ہے۔ علاوہ ازیں یہ عقیدہ بھی رکھے کہ اللہ تعالیٰ علم کے ساتھ قدرت بھی رکھتا ہے کہ سینوں کے اندر چھپے رازوں اور بھیدوں کو نکال باہر کر کے اس کا حساب لے گا ﴿وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ﴾، تبھی یہ عین ممکن ہے کہ وہ اس دنیا کے اندر، ایک شکر گزار بندے کی حیثیت سے زندگی گزارے۔

مرکزی مضمون

مخلوق، مخلوق کی وفادار ہے، لیکن انسان اپنے خالق کا ناشکرا ﴿کَنُوْد﴾ ہے۔ انسانوں کو مال کی محبت ﴿حُبُّ الْخَيْرِ﴾ سے بچتے ہوئے آخرت پر ایمان لا کر، شکر گزار بندہ بن جانا چاہیے۔ عقیدۂ توحید کہ اللہ تعالیٰ ﴿خَبِیْر﴾ ہے اور نیتوں کو بھی جان لیتا ہے اور عقیدۂ آخرت کہ مرنے کے بعد قبروں سے اُٹھایا جائے گا، ان دونوں چیزوں پر کامل ایمان اور ایقان کے نتیجے میں انسان ناشکری سے بچ کر شاکرانہ زندگی گزار سکتا ہے۔

◈ ◈ ◈ ☼ ◈ ◈ ◈

FLOW CHART

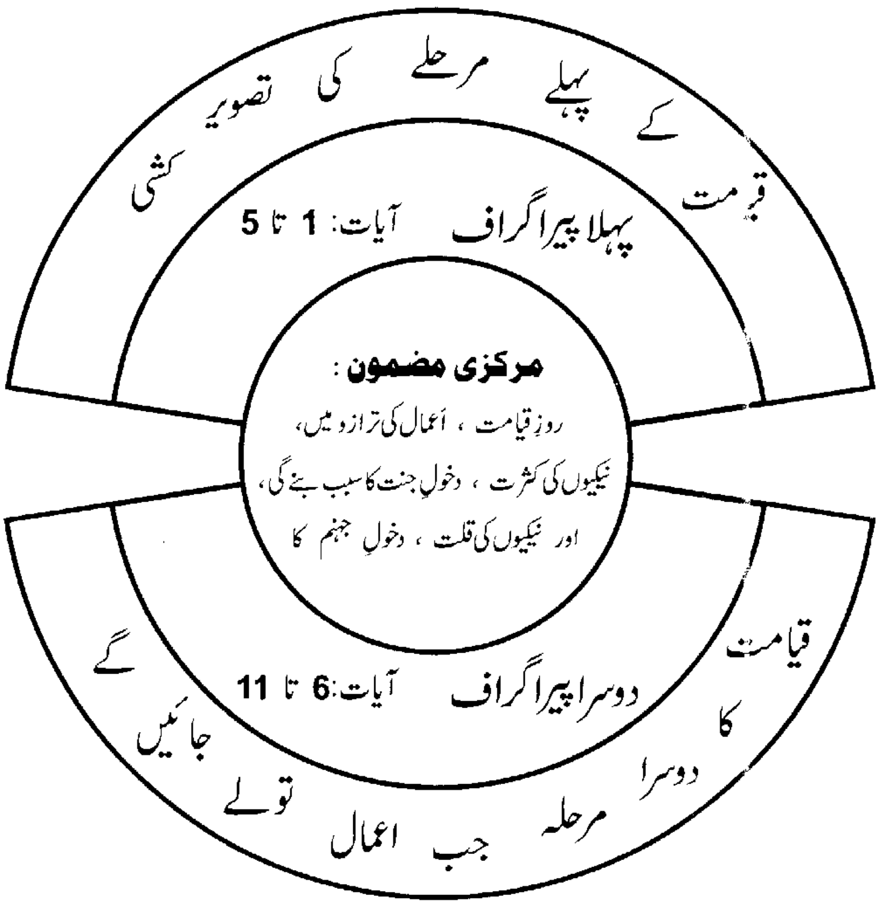
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

101- سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ

آیات : 11 ...... مَکِّیَّۃ ...... پیراگراف : 2



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿القارِعَۃ﴾، قیامِ مکہ کے پہلے دور (0 تا 3 نبوی) میں نازل ہوئی، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جا رہی تھی، اور جب آپ ﷺ پر اعلیٰ ادبی اسلوب میں مختصر، محکم اور جامع سورتیں نازل کی جا رہی تھیں۔

سورۃُ القارِعۃ کا کتابی ربط

1- سورۃ ﴿الزّلزال﴾ میں اعمال کے دکھائے جانے کا ذکر تھا۔ پچھلی سورۃ ﴿العادِیات﴾ میں ناشکری ﴿کنود﴾ سے بچنے کی ہدایت تھی، کیونکہ شکر سے اچھے اعمال کا صدور اور بخل اور دنیا پرستی سے بُرے اعمال کا صدور ہوتا ہے، یہاں سورۃ ﴿القارِعۃ﴾ میں اچھے اعمال کی کثرت کی ترغیب ہے، تاکہ ترازو میں یہ بُرے اعمال کے مقابلے میں وزنی ہوں۔

2- اگلی سورۃ ﴿التّکاثر﴾ میں مادّہ پرستی کی دوڑ سے الگ تھلگ رہ کر آخرت کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے۔

3- سورۃ ﴿العادِیات﴾ میں انسان کی مادّہ پرستی کا نقشہ ﴿وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ﴾ کے الفاظ سے کھینچا گیا تھا، اگلی سورۃ ﴿التّکاثر﴾ میں اسے ﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ روزِ قیامت انسان پروانوں کی طرح اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہوں گے۔

﴿يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ○ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ﴾

یہ قیامت کا پہلا مرحلہ ہے، جب ہر چیز تباہ و برباد کر دی جائے گی۔

2۔ ﴿هَاوِيَةٌ﴾: گہری کھائی۔

3۔ ﴿مَا هِيَهْ﴾: دراصل ﴿مَا هِيَ﴾ ہے۔

سورۃُ القارِعۃ کا نظمِ جلی

سورۃُ القارِعۃ دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 5 : پہلے پیراگراف میں، قیامت کے پہلے مرحلے کی تصویر کشی ہے، جب دنیا تباہ و برباد کر دی جائے گی۔

﴿الْقَارِعَةُ﴾(1)	عظیم حادثہ! (کھٹکھٹانے والی)
﴿مَا الْقَارِعَةُ﴾(2)	کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ (کیا ہے کھٹکھٹانے والی؟)
﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ﴾(3)	تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟
﴿يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ﴾(4)	وہ دن، لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے
﴿وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ﴾(5)	اور پہاڑ، رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون کی طرح ہوں گے۔

ثابت اور محکم پہاڑ، دھنکے ہوئے اون کی طرح ہلکے اور خفیف ہو کر رواں دواں ہوں گے۔ انسان پروانوں کی طرح منتشر ہوں گے۔

2- آیات 6 تا 11 دوسرے پیراگراف میں، قیامت کے دوسرے مرحلے کی تصویر کشی ہے، جب اعمال تولے جائیں گے۔

﴿فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ﴾ (6)	پھر جس کے پلڑے، بھاری ہوں گے
﴿فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ (7)	وہ دل پسند عیش میں ہو گا۔
﴿وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ﴾ (8)	اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔
﴿فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ﴾ (9)	اس کی جائے قرار، گہری کھائی ہو گی۔
﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ﴾ (10)	اور تمہیں کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟
﴿نَارٌ حَامِيَةٌ﴾ (11)	بھڑکتی ہوئی آگ۔ (دہکتی ہوئی آگ)

اعمال کی ترازو میں، (برائیوں کے مقابلے میں) جن لوگوں کی نیکیاں زیادہ ہوں گی، وہ دل پسند عیش میں ہوں گے ﴿فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ اور جن لوگوں کی نیکیاں کم ہوں گی (اور گناہ زیادہ ہوں گے) وہ دوزخ کے گڑھے میں گر جائیں گے، جس میں بھڑکتی ہوئی آگ ہو گی۔ ﴿فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ﴾

اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر گناہ پر سزا نہیں دی جائے گی، بلکہ بحیثیتِ مجموعی یہ دیکھا جائے گا کہ اعمال نامے میں نیکیاں زیادہ ہیں، یا برائیاں۔ جنت میں داخلے اور دوزخ کی آگ سے نجات (Salvation) کے لیے شرک سے پاک عقیدۂ توحید اور نیک اعمال کی کثرت دو (2) بنیادی شرائط ہیں۔ اس کے بعد اللہ کی رحمت ہے، جس کے بغیر نجات کا تصور محال ہے۔

مرکزی مضمون

روزِ قیامت، اعمال کی ترازو میں نیکیوں کی کثرت، دخولِ جنت کا سبب بنے گی اور نیکیوں کی قلت، دخولِ جہنم کا سبب۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ نیکیاں کر کے اپنی ترازو کو وزنی کر لینا چاہیے۔

FLOW CHART

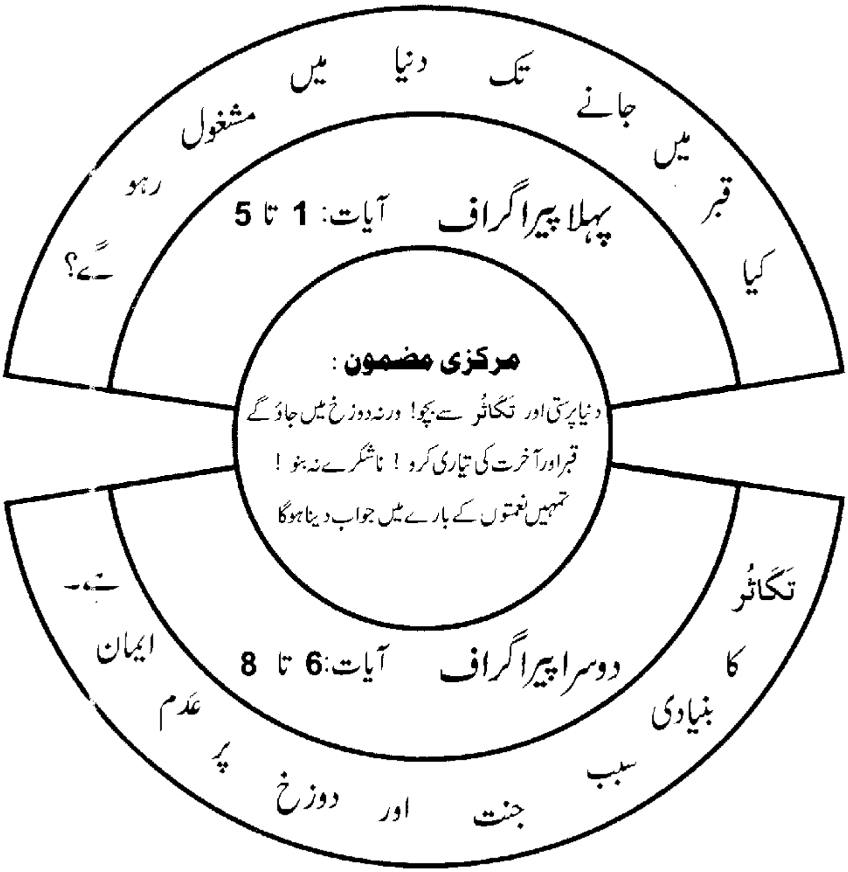
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ/ربط

MACRO-STRUCTURE

102- سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ

آیات : 8 ...... مَكِّيَّة“ ...... پیراگراف : 2



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿التَّكَاثُر﴾، غالباً قیام مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) میں اعلانِ عام کے بعد نازل ہوئی ، جب قریش کی مادّہ پرست قیادت کی دنیاداری پر سخت گرفت کی گئی۔

سورۃُ التّکاثُر کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿القَارِعَة﴾ میں اچھے اور برے اعمال کے تولے جانے کا ذکر تھا، یہاں سورۃ ﴿التّکاثُر﴾ میں اچھے اعمال اور بُرے اعمال کی وضاحت کی گئی ہے، جن کی روشنی میں، انسان دوزخ سے بچ کر جنت حاصل کر سکتا ہے۔

2- اگلی سورۃ ﴿العَصر﴾ میں چار (4) باتوں پر جلد سے جلد عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ انسان خسارے سے بچ سکے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ ﴿أَلْهَى، يُلْهِي، إِلْهَاء﴾: غافل کر دیا، بھلا دیا، توجہ ہٹا دی،

2۔ ﴿تَکَاثُرْ﴾: باب تفاعل سے ہے، طلبِ مال کی مسابقت، ایک دوسرے سے بڑھ جانے اور زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی دوڑ

3۔ ﴿عِلْمُ الْيَقِين﴾: یقین کا علم، شک وشبہ سے بالاتر علم۔ یقین کا علم، اہلِ خشیت کو حاصل ہوتا ہے۔

﴿عِلْمُ الْيَقِين﴾ کا یہ علم، قرآنی دلائل اور آفاق اور انفس کی نشانیوں پر غور وفکر اور تدبر سے حاصل ہوتا ہے۔

4۔ ﴿عَيْنُ الْيَقِين﴾: یقین کی آنکھ، وہ حقیقت جس کو دیکھا جاسکے، قابلِ مشاہدہ حقیقت۔

﴿عَيْنُ الْيَقِين﴾ کا یہ علم، روزِ قیامت مشاہدے کے بعد ہی حاصل ہوگا۔

5۔ لوگ ﴿تَکَاثُر﴾ کی دھن میں اپنی اگلی زندگی سے غافل ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ آخرت کی جزا وسزا پر عدم ایمان ہے۔

6۔ لوگ جہنم کو یقینی علم کی حیثیت ﴿عِلْمُ الْيَقِين﴾ سے جان لیں تو ﴿تَکَاثُر﴾ کی اس غفلت میں مبتلا نہ ہوں۔

7۔ مرنے کے بعد نعمتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی اور جہنم کو یقینی آنکھ ﴿عَيْنُ الْيَقِين﴾ سے دیکھا جاسکے گا۔

سورۃُ التّکاثُر کا نظمِ جلی

سورۃُ التکاثر دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 5: پہلے پیراگراف میں، انسان کے بارے میں دو حقیقتیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ وہ ﴿تَکَاثُر﴾ کی دھن میں اپنے ربّ سے غافل ہے۔ دوسری یہ کہ وہ مال ودولت کے حصول کی اسی دوڑ میں، اپنی غفلت کے سبب موت سے ہمکنار ہونے کے بعد قبر تک پہنچ جاتا ہے۔ ﴿حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾

﴿أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ (1)	تم لوگوں کو، زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے، غفلت میں ڈال رکھا ہے۔
﴿حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ (2)	یہاں تک کہ (اسی فکر میں) تم لبِ گور تک پہنچ جاتے ہو۔

﴿كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾(3)	ہر گز نہیں! عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔
﴿ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾(4)	پھر (سن لو کہ) ہر گز نہیں! عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔
﴿كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ﴾(5)	ہر گز نہیں! اگر تم یقینی علم کی حیثیت سے (اس روش کے انجام کو) جانتے ہوتے (تو تمہارا یہ طرزِ عمل نہ ہوتا)

تیسری آیت بھی کلاّ (ہر گز نہیں) سے شروع ہوتی ہے۔ رب سے غفلت اور دنیا پرستی کی وجہ صرف یہ ہے کہ انسان آخرت کا پختہ عقیدہ نہیں رکھتا۔ جزاو سزا اور جنت و دوزخ پر محکم ایمان نہیں رکھتا۔ انسان کی غلط فہمی ہے کہ اس طرزِ عمل پر اُسے دوزخ کا عذاب نہیں دیا جائے گا، لیکن کچھ مدت بعد ﴿سَوْفَ﴾ یہ جان لے گا۔

2- آیات 6 تا 8 : دوسرے پیراگراف میں، غفلت کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

﴿لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ﴾(6)	تم دوزخ دیکھ کر رہو گے۔ (کہ دوزخ سے ضرور دوچار ہوگے)
﴿ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ﴾(7)	پھر (سن لو کہ) تم بالکل یقین کے ساتھ اسے دیکھ لوگے۔
﴿ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾(8)	پھر ضرور اس روز، تم سے ان نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائے گی۔

اگر انسان پختہ یقین کے ساتھ جانتا ہوتا کہ وہ دوزخ کو دیکھے گا اور اسے دوزخ سے دوچار ہونا ہے تو وہ موت اور قبر کے مراحل سے غافل نہ ہوتا۔ اس طرح غفلت ﴿اِلْهَاءٌ﴾ کی زندگی نہ گذارتا۔ اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ روزِ قیامت اُس سے نعمتوں کے بارے میں بازپرس ہوگی ﴿لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾

مرکزی مضمون

انسان کو دنیا پرستی اور ﴿تَكَاثُرْ﴾ کی دوڑ سے بچنا چاہیے، ورنہ وہ دوزخ میں جا سکتا ہے۔ اُسے قبر کی تیاری کرنی چاہیے اور ناشکری سے بچنا چاہیے۔ روزِ قیامت اُسے اپنے رب کی تمام نعمتوں کے بارے میں حساب دینا ہوگا۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

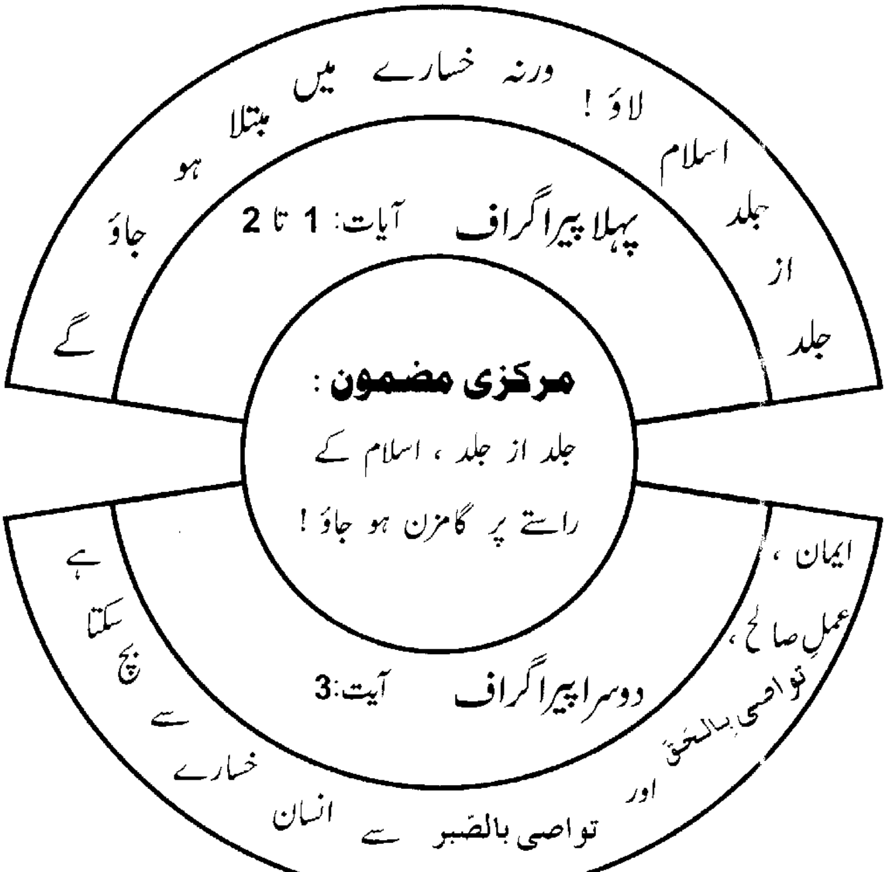
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

103- سُوْرَۃُ الْعَصْرِ

آیات : 3 ...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 2



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿العصر﴾، قیامِ مکہ کے پہلے دور (0 تا 3 نبوی) میں نازل ہوئی، جب اسلام کی دعوت خفیہ طور پر دی جا رہی تھی اور جب آپ ﷺ پر اعلیٰ ادبی اسلوب میں مختصر، محکم اور جامع سورتیں نازل کی جا رہی تھیں۔

سورۃُ العَصر کے فضائل

امام شافعیؒ نے اس سورۃ کی جامعیت کے بارے میں فرمایا:

﴿لَوْ لَمْ يُنَزِّلْ غَيْرَ هٰذِهِ السُّوْرَةِ لَكَفَتِ النَّاسَ﴾ (تفسیر روح المعانی: ج30، ص227)

"اگر اللہ اس سورت کے علاوہ کچھ نازل نہ کرتا، تب بھی لوگوں کی ہدایت کے لیے یہی سورت کافی تھی۔"

سورۃُ العَصر کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿التَّكَاثُر﴾ میں اچھے اعمال (نعمتوں پر شکر، آخرت پر پختہ یقین، قناعت اور احساس جواب دہی) اور بُرے اعمال (تکاثر، غفلت، شک اور جواب دہی کے عدم احساس) کی وضاحت تھی۔

یہاں سورۃ ﴿العَصر﴾ میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اچھے اعمال سے پہلے ایمان لانا ضروری ہے اور ایمان لانے میں دیر نہیں لگانی چاہیے، کیونکہ وقت بڑی تیزی کے ساتھ ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ ﴿عصر﴾: زمانہ، گزرتا ہوا زمانہ۔

2۔ قسم اور جواب قسم: ﴿عصر﴾ مقسم بہ ہے اور ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ﴾ مقسم علیہ ہے۔ مُقسَم بِهِ اور مُقسَم عَلَيه میں گہرا ربط اور تعلق ہوتا ہے۔ قسم کا مطلب شہادت اور گواہی ہے۔ قسم کا مقصد دلیل فراہم کرنا ہوتا ہے۔ گزرتے ہوئے وقت کا ہر لمحہ یہ گواہی اور شہادت دے رہا ہے کہ اگر انسان ایمان اور عمل صالح کے بغیر مر جائے تو خسارے اور نقصان میں رہے گا۔ انسان یہ نہیں جانتا کہ اس کی موت کب آئے گی۔ لہٰذا اسے ہر لمحے کی قدر کرتے ہوئے اپنے خالق اور اپنے رب کی بندگی کے راستے پر جلد از جلد گامزن ہو جانا چاہیے۔

3۔ ﴿تَوَاصَوْا﴾: باب ﴿تفاعل﴾ سے فعل ماضی جمع ہے۔ ﴿تواصیٰ يَتَوَاصٰى، مُتَوَاص، تَوَاصَ، تَوَاصٍ﴾ یعنی جن لوگوں نے ایک دوسرے کو نصیحت کی۔

4۔ ﴿الحَقّ﴾: حقیقت، اللہ کا نام، باطل کی ضد، سچی بات، توحید، استحقاق

5۔ ﴿صَبر﴾: پختہ عزم و ارادہ، استقامت، ثابت قدمی، مداومت، استمرار، اپنے آپ کو تھامنا، نجاست گندگی سے بچنا، مناسب وقت کا انتظار کرنا، جزع فزع اور ماتم نہ کرنا، بے چین اور بے قرار نہ ہونا، ڈٹ جانا، جہاد کرنا وغیرہ

سورۃ العصر کا نظمِ جلی

سورۃ العصر دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 2 : پہلے پیراگراف میں بتایا گیا ہے وقت گریزاں سے استدلال ہے۔

وقتِ گریزاں اور عمرِ گریزاں پر غور کر کے انسان کو جلد از جلد اسلام قبول کر لینا چاہیے، ورنہ وہ آخرت کے خسارے سے دوچار ہو سکتا ہے کسی بھی وقت موت آسکتی ہے۔

﴿وَالْعَصْرِ﴾(1)	زمانے کی قسم! (زمانہ شاہد ہے)
﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ﴾(2)	انسان درحقیقت خسارے میں ہے۔

2- آیت 3 : دوسرے پیراگراف میں بتایا گیا کہ چار (4) چیزیں انسان کو خسارے سے بچا سکتی ہیں۔

﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	سوائے ان لوگوں کے، جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ	اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے رہے
وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾(3)	اور (ایک دوسرے کو) صبر کی تلقین کرتے رہے۔

(1) ایمان، (2) عمل صالح، (3) ﴿تَوَاصِي بِالْحَقِّ﴾ اور (4) ﴿تَوَاصِي بِالصَّبْرِ﴾

صرف ﴿ایمان﴾ انسان کی نجات کی کلید نہیں ہے۔ ایمان لانے کے بعد ﴿اعمالِ صالحہ﴾ لازمی اور ضروری ہیں۔

اسلام کے نزدیک انسان کا خود ﴿حق﴾ پر ہونا، ﴿صالح﴾ یعنی نیک ہونا کفایت نہیں کرتا، بلکہ اسے دوسروں کو بھی ﴿حق﴾ کی نصیحت کرتے رہنا چاہیے۔

﴿تَوَاصِي بِالْحَقِّ﴾ میں توحید اور اسلام کی دعوت و تبلیغ، تذکیر، وعظ و نصیحت، ﴿أمر بالمعروف﴾ یعنی نیکیوں کا حکم دینا، ﴿نہی عن المنکر﴾ یعنی برائیوں سے روکنا وغیرہ جیسے تمام اعمال شامل ہیں۔ ﴿تَوَاصِي بِالْحَقِّ﴾ کے نتیجے میں مخالفین کی طرف سے ایک صاحب ایمان شخص کو مصیبتوں اور آزمائشوں میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔ توحید کی دعوت پر انبیاء، صدیقین اور صالحین کو پھولوں کے ہار نہیں پہنائے جاتے، بلکہ انہیں اذیتوں سے دوچار کیا جاتا رہا۔ یہی تاریخ کا دائمی سبق ہے۔

مخالفتوں کے اس ماحول میں نیک آدمی جھک سکتا ہے، دب سکتا ہے، یا پھر خاموشی اختیار کر سکتا ہے۔ ایسے ماحول میں اسے ﴿تَوَاصِي بِالصَّبْرِ﴾ کا حکم دیا گیا۔ تمام نیک لوگوں کو چاہیے کہ ان مشکل حالات میں ایک دوسرے کی ہمت بندھائیں۔ ایک دوسرے کو ڈٹے رہنے کی تلقین کرتے رہیں۔ یہی فلاح کا راستہ ہے، جو خسارے سے بچا سکتا ہے۔

مرکزی مضمون

آخرت کے خسارے سے بچنے کے لیے انسان کو جلد از جلد اسلام کے راستے پر گامزن ہو جانا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے چار نکاتی فارمولے پر عمل در آمد کرنا چاہیے۔ ایمان، عمل صالح، ﴿تَوَاصِي بِالْحَقِّ﴾ اور ﴿تَوَاصِي بِالصَّبْرِ﴾۔

FLOW CHART

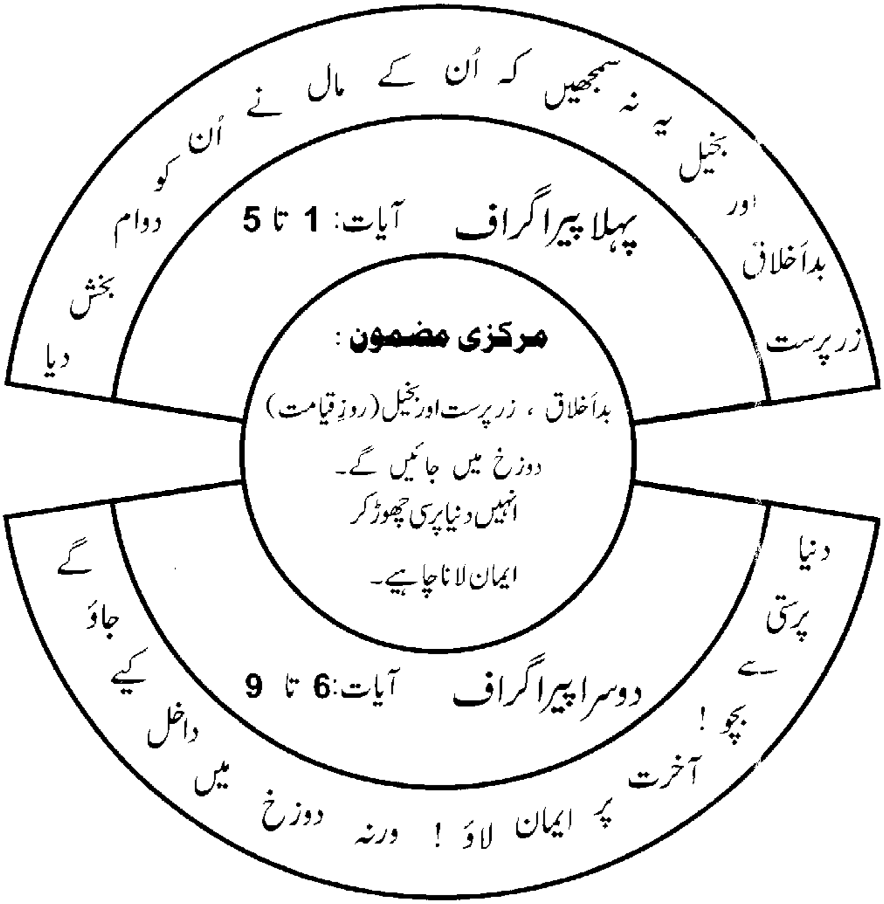
ترتیبی نقشہ/ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

104- سُورَةُ الْهُمَزَةِ

آیات : 9 ..... مَكِّيَّةٌ ..... پیراگراف : 2



● **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿الهُمَزَة﴾ ، اعلانِ عام کے بعد قیامِ مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) کے آغاز میں نازل ہوئی، جب اُمیہ بن خلف جیسی قریشی قیادت کے اخلاقی اور معاشی رویے زیرِ بحث تھے، جن کا بنیادی سبب آخرت فراموشی تھا۔

سورۃُ الھُمَزَۃ کا کتابی ربط

پچھلی سورۃ ﴿العصر﴾ میں ایمان لا کر عمل صالح نہ کرنے والے کافروں کو نقصان اور خسارے کی وعید سنائی گئی تھی۔
یہاں سورۃ ﴿الھُمَزَۃ﴾ میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے، ایک بداخلاق اور بخیل لیڈر کے انجام کا ذکر کیا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ ﴿ھَامِزٌ﴾: عیب گر، نکتہ چیں، عیب چیں۔
2۔ ﴿ھُمَزَۃٌ﴾: اسمِ مُبالَغہ ہے۔ بڑا عیب گر، بڑا عیب چین، زیادہ غیبت کرنے والا، بڑا چغل خور حرکات و سکنات سے لوگوں کا مذاق اڑانے والا۔
3۔ ﴿لُمَزَۃٌ﴾: یہ بھی اسم مبالغہ ہے۔ (زبان سے) لوگوں کے منہ پر ان کی برائی کرنے والا، عیب، ہجو اور مذمت کرنے والا۔
4۔ ﴿عَمَدٌ﴾: عُمود کی جمع۔ ستون، کھمبے۔

سورۃُ الھُمَزَۃ کا نظمِ جلی

سورۃُ الھُمَزَۃ دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 5: پہلے پیراگراف میں، زر پرست منکرِ آخرت اور بداخلاق قیادت کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

زر پرست، بداخلاق اور بخیل لیڈر اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ ان کے مال نے انہیں دوام بخش دیا ہے۔

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ (1)	تباہی ہے، ہر اس شخص کے لیے، جو (منہ در منہ) لوگوں پر طعن اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا خوگر ہے۔ (ہلاکت ہو! ہر اشارہ باز، عیب جو کے لیے)
﴿الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهُ﴾ (2)	جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔
﴿يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ﴾ (3)	وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال، ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔
﴿كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ﴾ (4)	ہرگز نہیں! وہ شخص تو چکنا چُور کر دینے والی جگہ میں، پھینک دیا جائے گا“
﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ﴾ (5)	اور تم کیا جانو کہ کیا ہے، وہ چکنا چُور کر دینے والی جگہ؟

آخرت فراموشی کے سبب انسان کے اندر دو (2) قسم کے اخلاقی عیب پیدا ہو جاتے ہیں۔

(1) وہ اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھنے لگتا ہے اور دوسروں کو حقیر گردانتا ہے۔ چنانچہ نہ صرف زبان سے، بلکہ اپنی حرکات و سکنات سے عیب چین بن کر لعن طعن کرنے لگتا ہے۔ ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾

(2) مال کی شدید محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ بخیل بن کر مال کو گن گن کر اور سینت سینت کر جمع کرتا ہے۔ ﴿الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ﴾ اور اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اُس کے مال نے اُس کو دوام بخش دیا ہے۔ ﴿يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ﴾

2- آیات 6 تا 9 : دوسرے پیراگراف میں، بداخلاق، عیب چین، بخیل زر پرست لیڈر کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

﴿نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ﴾(6)	اللہ کی آگ، خوب بھڑکائی ہوئی۔
﴿الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ﴾(7)	جو دلوں تک پہنچے گی۔ (جو دل تک جا چڑھے گی)
﴿إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ﴾(8)	وہ ان پر ڈھانک کر، بند کر دی جائے گی۔
﴿فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾(9)	(اس حالت میں کہ وہ) اونچے اونچے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے۔ (لمبے ستونوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے)

وہ ﴿الْحُطَمَةِ﴾ میں جھونک دیا جائے گا۔ دوزخ کی آگ میں جلے گا۔ دوزخ ایک ایسی جگہ ہے، جہاں سے کوئی باہر نہیں نکل سکے گا۔ اس کے ستون بہت ہی بلند ہیں۔ دنیا کی جیلوں کے برعکس، وہاں کوئی شخص دوزخ سے فرار نہیں ہو سکتا اس پر سخت گیر فرشتے مقرر ہیں۔ دوزخ کی چھت کو مکمل طور پر سیل کر دیا جائے گا۔

مرکزی مضمون

دوزخ کی آگ سے بچنے کے لیے انسان کو تکبر اور عیب چینی جیسی بُری اخلاقی صفات سے اور دنیا پرستی اور مادّہ پرستی سے بچنا چاہیے، یہ چیزیں اُسے بخیل بنا دیتی ہیں۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

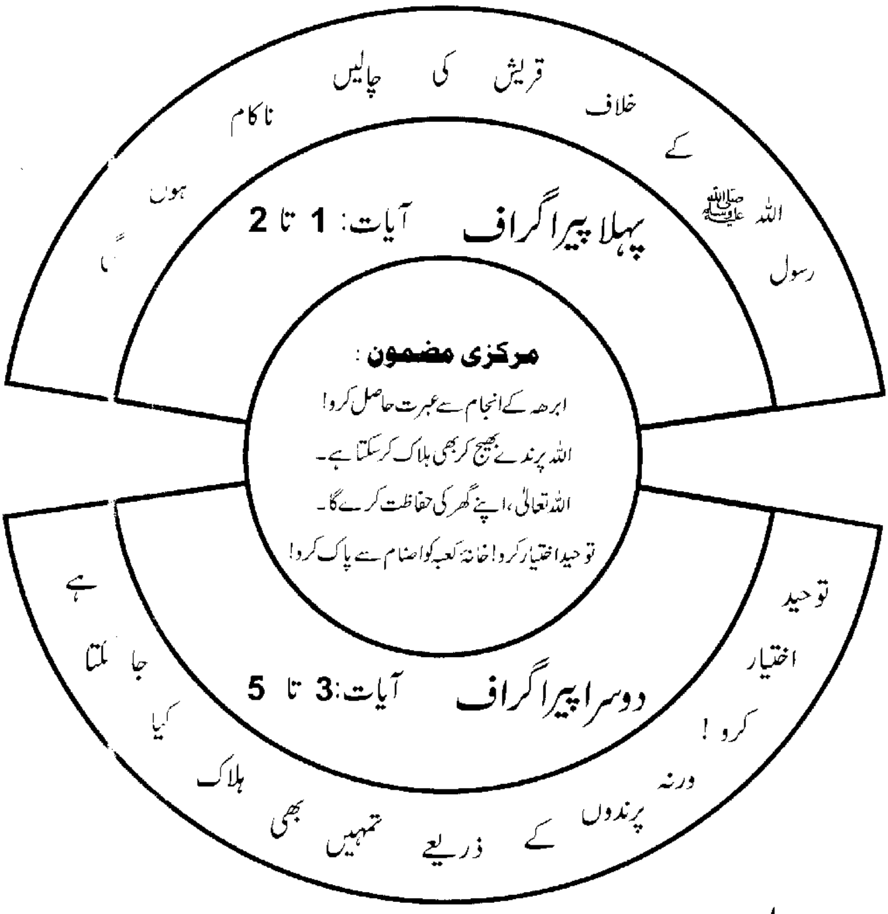
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

105- سُوْرَةُ الْفِيْل

آیات : 5 ...... مَکِّیَّۃ ...... پیراگراف : 2



● زمانہ نزول:

سورت ﴿ الفِیل ﴾ غالباً آپ ﷺ کے قیام مکہ کے دوسرے دور میں اعلانِ عام کے بعد 4 ہجری میں نازل ہوئی ہوگی۔ ﴿ اَلَمْ تَرَ ﴾ کے سوالیہ اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں قریش کے لیے تنبیہ بھی ہے اور دعوت غور و فکر بھی۔

سورۃُ الفِیل کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الہُمَزَۃ﴾ میں قریش کی بد اخلاق اور زر پرست بخیل قیادت کا ذکر تھا، یہاں سورۃ ﴿الفِیل﴾ میں خانۂ کعبہ کے متولی (Custodians) سردارانِ مکہ پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ قریش نے تعمیرِ کعبہ کے مقاصد کو فراموش کر کے اُسے بتوں سے آلودہ کر دیا ہے۔ اس گھر کی حفاظت اور اس کی تعمیر کے مقاصد کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

2- اگلی سورۃ ﴿قُریش﴾ میں انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ انہیں صرف اِس گھر کے ﴿رَبّ﴾ ہی کی عبادت کرنی چاہیے۔ ﴿فَلْیَعْبُدُوا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ﴾

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ ﴿اَبَابِیل﴾: غول کے غول، جھنڈ کے جھنڈ (اسم جمع ہے، جس کا واحد نہیں)۔

2۔ ﴿عَصْف﴾: کھیتی کے پتے۔ مویشیوں کا بھوسا، کھائے ہوئے پھل کا چھلکا۔

3۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے صرف 50 یا 55 دن پہلے یمن کے عیسائی حکمران ﴿اَبرھہ﴾ نے فروری 571ء میں 60 ہزار فوج اور کئی ہاتھیوں سے مکہ پر حملہ کیا۔
مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان، وادیٔ مُحَصَّب کے قریب مُحَسِّر میں، ﴿اَبرھہ﴾ اور اُس کے لشکر پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ انہیں پرندوں کے ذریعے ہلاک کیا گیا۔

سورۃُ الفِیل کا نظمِ جلی

سورۃُ الفِیل دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 2: پہلے پیراگراف میں، سردارانِ مکہ کو بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف قریش کی چالیں ناکام ہوں گی۔

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ﴾(1) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟

﴿اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ﴾(2) کیا اُس نے ان کی چالوں کو ناکام نہیں کیا؟

2- آیات 3 تا 5: دوسرے پیراگراف میں قریش کو، خانۂ کعبہ کے دشمنوں کے انجام سے خبردار کیا گیا۔

﴿وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ﴾(3) اور (کیا نہیں) ان پر پرندوں (چڑیوں) کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے۔

﴿تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ﴾(4) جو ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے۔

﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ﴾(5) پھر ان کا یہ حال کر دیا (جیسے جانوروں کا) کھایا ہوا بھوسا۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجے، جو اُن پر مٹی کی کنکریاں پھینک رہے تھے، جس کے نتیجے میں ﴿ابرہہ﴾ کا لشکر جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح پامال کر دیا گیا۔

قریش مکہ کو بت پرستی چھوڑ کر رسول کریم کی دعوتِ توحید کو قبول کرنے، خانۂ کعبہ کو اصنام سے پاک کرنے اور ابرہہ کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا، ورنہ قریش کی شامت بھی آسکتی ہے۔

مرکزی مضمون

خانۂ کعبہ کے متولیوں کو خانۂ کعبہ کی تعمیر کے مقاصد کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ یہ عمارت توحید کی علامت ہے۔ اسے بتوں سے پاک ہونا چاہیے، ورنہ اللہ تعالیٰ خود بھی اپنے گھر کی حفاظت کر سکتا ہے۔

FLOW CHART

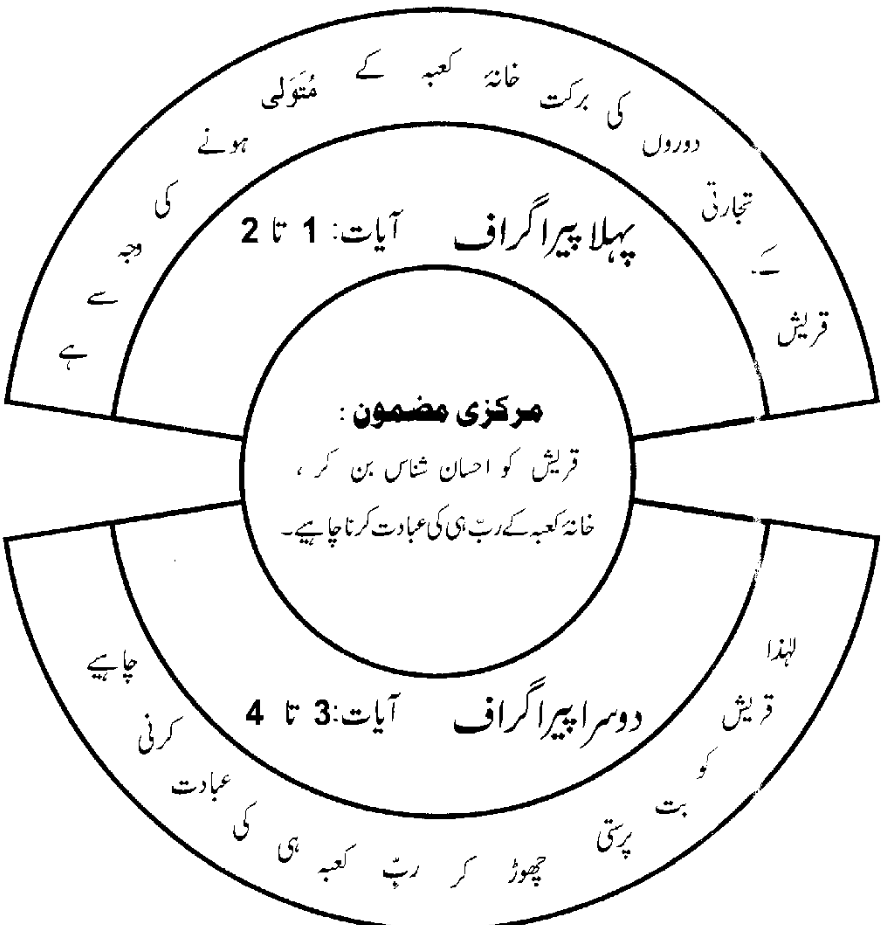
ترتیبی نقشہ/ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

106- سُورَةُ قُرَيْشٍ

آیات : 4 ...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 2



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿قُریش﴾، غالباً سورۃُ الفیل کے بعد آپ ﷺ کے قیامِ مکہ کے دوسرے دور میں نازل ہوئی ہوگی، جب علانیہ دعوت کے ابتدائی مرحلے میں، قریش کو نمک حرامی چھوڑ کر احسان شناسی کا سبق سکھایا جارہا تھا۔

سورۃ قُریش کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الفیل﴾ میں خانۂ کعبہ اور مقاصدِ تعمیر کعبہ کی حفاظت کا ذکر تھا۔ یہاں اس سورۃ ﴿قُریش﴾ میں قریش کے سرداران مکہ کی احسان فراموشی کا ذکر ہے کہ یہ خانۂ کعبہ کے متولی ہونے، حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد ہونے کے باوجود، ﴿بلدِامین﴾ کی وجہ سے قائم ہونے والے امن و امان سے فیض یاب ہوتے ہوئے، تمام معاشی اور تجارتی فوائد سے لطف اندوز ہونے کے باوجود، توحید سے انحراف کر کے شرک میں مبتلا ہیں۔

2- اگلی سورۃ ﴿الماعُون﴾ میں قریش کے خلاف مزید فردِ جرم ہے۔ خانۂ کعبہ کے ان نام نہاد متولیوں (Custodians) سے نہ تو اللہ کے حقوق پورے ہوتے ہیں اور نہ بندوں کے حقوق۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- ﴿اِیلاف﴾: مانوسیت، وابستگی

2- ﴿رِحلَۃَ الشِّتَاءِ وَالصَّیف﴾: سردیوں اور گرمیوں کا تجارتی سفر۔ سردیوں میں یمن کی جانب جنوبی سفر اور گرمیوں میں شام کی طرف شمالی سفر۔

3- مکہ ایک بے آب و گیاہ وادی تھی۔ نہ یہاں زراعت ہوتی تھی اور نہ کوئی صنعت تھی۔ اہل مکہ کی معیشت کا سارادارومدار تجارت پر موقوف تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کے رزق کے لیے دعا کی تھی۔ اسی گھر کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انہیں بھوک اور فاقہ کشی سے محفوظ رکھا اور صحرائے عرب کے غیر محفوظ ماحول میں امن وامان عطا کیا۔

4- قریش مکہ کی ساری فضیلت، تجارتی ساکھ اور دنیاوی خوش حالی خانۂ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے تھی۔ اللہ کا قریش پر یہ احسان تھا کہ اُس نے سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کے تجارتی سفر سے انہیں مانوس کر دیا۔

لوگ اسی فضیلت کی وجہ سے ان سے لین دین کیا کرتے تھے۔ خانۂ کعبہ ہی کی وجہ سے قریش بھوک اور قحط سے محفوظ تھے، ان کے تجارتی راستے محفوظ تھے۔ قریش کو احسان فراموشی اور بت پرستی چھوڑ کر، خانۂ کعبہ کے ربِ واحد ہی کی بندگی اور اطاعت کرنا چاہیے۔

سورۃ قُرَیش کا نظمِ جلی

سورۃ قُرَیش دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 2: پہلے پیراگراف میں بتایا گیا کہ قریش کے تجارتی دوروں کی برکت، کعبے کے متولی ہونے کے سبب ہے۔

﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ﴾ (1)	چونکہ قریش مانوس ہوگئے۔

﴿إِۦلَٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ﴾(2) (یعنی) جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس۔

اللہ تعالیٰ نے قریش کو خانۂ کعبہ کا متولی بنا کر، مکے کی وادیٔ غیر ذی زرع کو نہ صرف ایک پُرامن مقام، بلکہ ایک اہم تجارتی مرکز بنا دیا۔ اب وہ موسم گرما میں شمال کے سرد علاقے شام اور سردیوں میں جنوب کے گرم علاقے یمن کے تجارتی سفر بسہولت کر لیتے ہیں۔ قریش کے معاشی استحکام کا انحصار، صرف اور صرف خانۂ کعبہ کی وجہ سے تھا، یمن اور شام کے لوگ انہیں متولیٔ کعبہ سمجھ کر ہی احترام کے ساتھ کاروبار کیا کرتے تھے، لیکن یہ احسان فراموش اللہ کی بندگی چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرنے لگے۔

2- آیات 3 تا 4 : دوسرے پیراگراف میں بتایا گیا کہ قریش کو بت پرستی چھوڑ کر ربِّ کعبہ ہی کی عبادت کرنی چاہیے۔

﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ﴾(3) لہذا انہیں چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔

﴿الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ جس نے انہیں بھوک (قحط) سے بچا کر کھانے کو دیا

وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ﴾(4) اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔

احسان شناسی کا تقاضا یہی ہے کہ قریش شرک کو چھوڑ کر، توحید اختیار کریں اور اس گھر کے ربّ (اللہ) ہی کی خالص بندگی کریں، جس نے انہیں رزق فراہم کیا اور امن و امان کی دولت عطا کی۔

مرکزی مضمون

قریش کو اللہ تعالیٰ کا احسان شناس بن کر، شرک سے بچتے ہوئے صرف خانۂ کعبہ کے رب ہی کی عبادت کرنا چاہیے جس نے ان کے تجارتی دوروں کے ذریعے انہیں رزق فراہم کیا اور امن امان کی زندگی نصیب کی۔

FLOW CHART

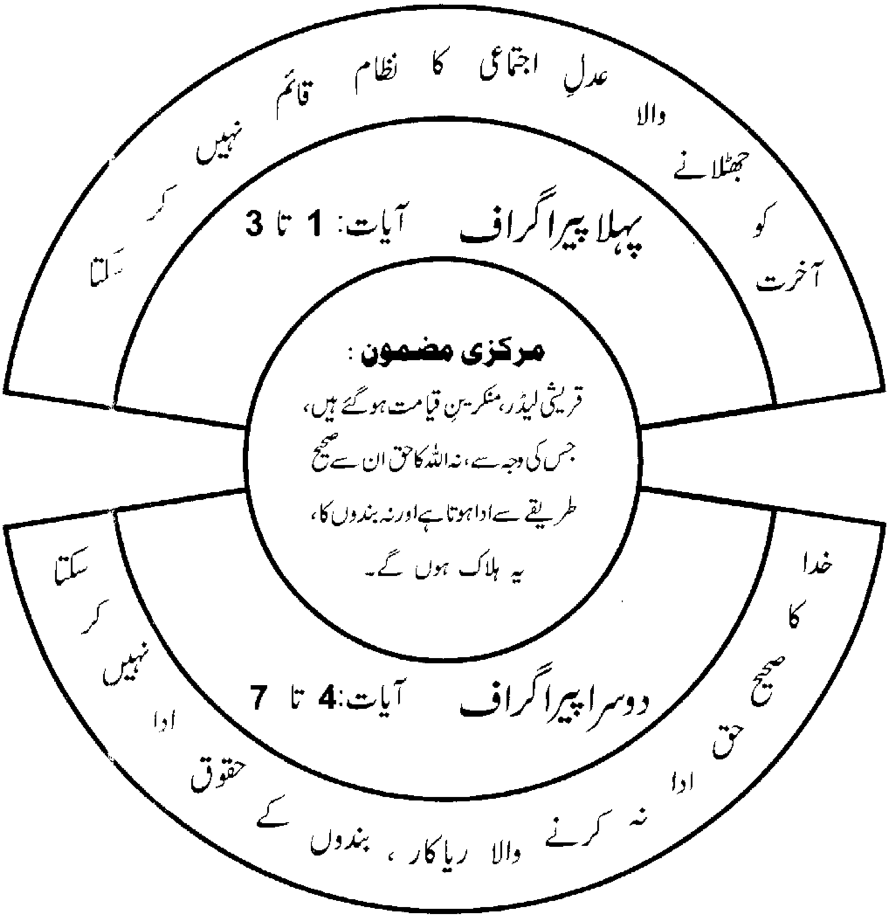
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ/ربط

MACRO-STRUCTURE

107- سُورَةُ الْمَاعُونِ

آیات : 7 ...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 2



● زمانۂ نزول:

سورت ﴿الماعون﴾ ، اعلان عام کے بعد غالباً 4 نبوی میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں سردارانِ مکہ کے خلاف فردِ جرم ہے۔

سورۃُ الماعُون کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿قریش﴾ میں قریش کی احسان فراموشی کا ذکر تھا۔ یہاں سورۃ ﴿الماعون﴾ میں اُن کی مذہبی منافقت کا تذکرہ ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے برہمن اور متولی ہوتے ہوئے، آخرت فراموشی کے نتیجے میں، نہ صحیح طور پر انسانوں کے حقوق ادا کر رہے ہیں اور نہ اللہ کے حقوق۔ قریش دکھاوے اور ریاء کاری کے لیے نماز پڑھا کرتے تھے۔ سورۃ الانفال کی آیت: 35 میں ان کی نماز کا پول کھولا گیا ہے ﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً﴾ یہ نماز میں سیٹیاں بجاتے تھے اور تالی پیٹتے تھے۔

2- اگلی سورۃ ﴿الکوثر﴾ میں نبی کریم ﷺ کو خالص اللہ ہی کے لیے نماز پڑھنے اور اللہ ہی کے لیے قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- ﴿يَدُعُّ: دَعَّ يَدُعُّ﴾	دھکے دیتا ہے۔
2- ﴿لَا يَحُضُّ حَضَّ يَحُضُّ﴾	ابھارتا نہیں ہے، اکساتا نہیں ہے۔
3- ﴿سَاهُونَ﴾:	غفلت برتنے والے، بے پروا، بے خبر۔
4- ﴿الْمَاعُونَ﴾:	گھریلو استعمال کے برتن، ضرورت کی چھوٹی چیزیں۔

سورۃُ الماعُون کا نظمِ جلی

سورۃُ الماعُون دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3: پہلے پیراگراف میں، بتایا گیا ہے کہ آخرت کو جھٹلانے والا شخص، عدلِ اجتماعی کا نظام قائم نہیں کر سکتا۔

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ﴾(1)	تم نے دیکھا اس شخص کو، جو آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟
﴿فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ﴾(2)	وہی تو ہے، جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔
﴿وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾(3)	اور مسکین کو کھانا دینے پر نہیں اکساتا۔

منکرِ آخرت نہ تو یتیم کو احترام کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے اور نہ مسکینوں کے حقوق کے لیے کوئی کوشش کر سکتا ہے ایسا شخص غریب پروری کے کلچر کو فروغ نہیں دے سکتا۔ انکارِ آخرت کے سبب انسان اخلاقی طور پر اس قدر ذلیل اور پست ہو جاتا ہے کہ وہ یتیم کو دھکے دے کر دھتکارتا ہے ﴿فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ﴾۔ یہ قریش کی منکرِ آخرت قیادت کی اخلاقی حالت تھی۔

2- آیات 4 تا 7 : دوسرے پیراگراف میں، اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کا ذکر ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حقوق اِخلاص کے ساتھ ادا نہیں کرتا، وہ بندوں کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتا۔

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ﴾ (4) پھر تباہی ہے، ان نماز پڑھنے والوں کے لیے،

﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾ (5) جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں (بے خبر ہیں)

﴿الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ﴾ (6) جو ریاکاری کرتے ہیں،

﴿وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾ (7) اور معمولی ضرورت کی چیزیں دینے سے گریز کرتے ہیں۔

ریاکار نمازیوں کی تباہی اور بربادی کی وعید سنائی گئی، جو دکھاوے کی نماز پڑھتے ہیں ﴿الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ﴾، جو اپنی نمازوں سے غفلت برتتے ہیں، جو ضرورت کی چھوٹی موٹی چیزیں لوگوں کو دینے سے گریز کیا کرتے ہیں۔ ﴿وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾ آخرت کی زندگی پر یقینِ کامل، انسان کو اللہ تعالیٰ کی خالص پاک، بے ریا عبادت کی طرف مائل کرتا ہے۔ ایسی نماز اور عبادت جو ذکر سے معمور ہو، خشوع و خضوع پر مشتمل ہو اور جو اللہ سے راز و نیاز اور گفتگو کی آئینہ دار ہو۔ آخرت کی زندگی پر یقینِ کامل، انسان کو مظلوم اور پسماندہ طبقات کے حقوق ادا کرنے کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ آخرت پر ایمانِ محکم سے ہی غریب پروری اور مسکین دوستی کے کلچر کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

مرکزی مضمون

قریشی لیڈر، منکرینِ قیامت ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے، نہ اللہ کا حق ان سے صحیح طریقے سے ادا ہوتا ہے اور نہ بندوں کا حق۔ ان کی تباہی اور بربادی یقینی ہے۔ آخرت پر پختہ ایمان رکھنے والا شخص ہی اللہ کے حقوق بھی ادا کر سکتا ہے اور بندوں کے حقوق بھی۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

ترتیبی نقشۂ ربط

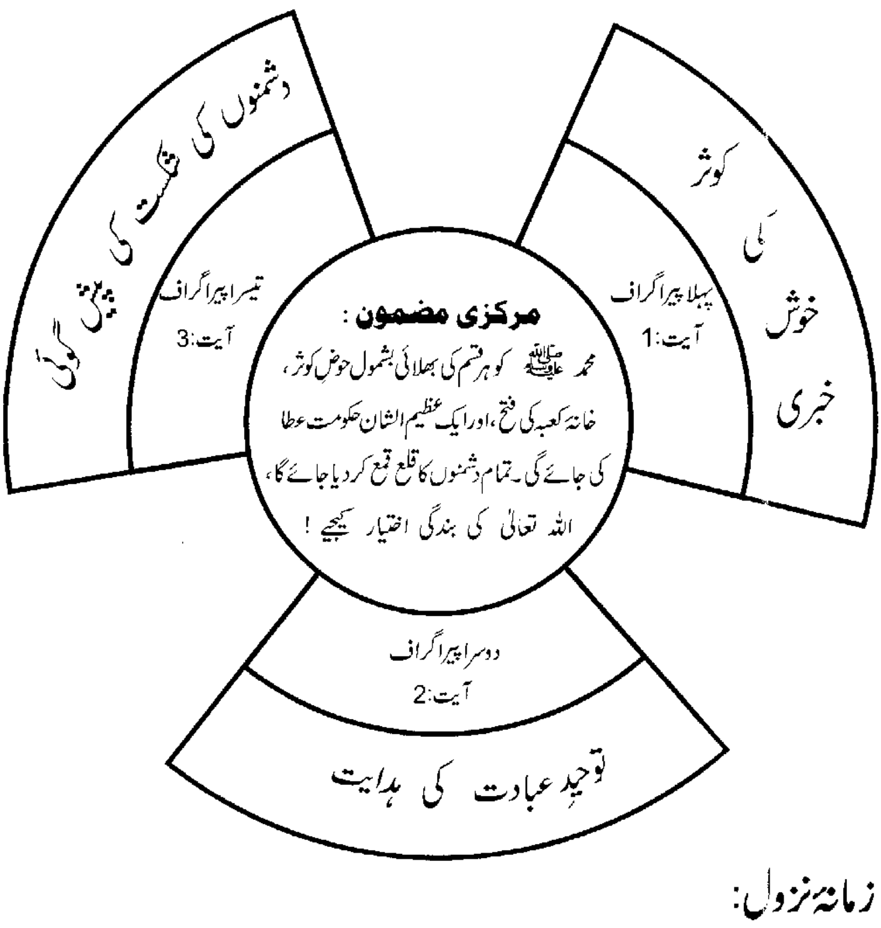
MACRO-STRUCTURE

FLOW CHART

نظمِ جلی

108- سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ

آیات : 3 ...... مَكِّيَّةٌ



- **زمانۂ نزول:**

سورۃ ﴿الکوثر﴾، قیامِ مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) میں اعلانِ عام کے بعد نازل ہوئی۔ یہ سورت انتہائی دل شکن حالات میں نازل ہوئی، جب آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسمؓ کے انتقال پر قریش کے سردار عاص بن وائل سہمی نے ﴿ابتر﴾ کہا تھا۔

سورۃُ الکوثر کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الماعُون﴾ میں قریش کے لیڈروں کے خلاف فردِ جرم تھا کہ وہ آخرت کے انکار کے سبب اللہ اور بندوں کے حقوق ادا نہیں کر رہے ہیں، یہاں سورۃ ﴿الکوثر﴾ میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے یہ تمام دشمن ہلاک ہو جائیں گے اور آپ ﷺ کے ذریعے انسانیت اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کے لائق ہو جائے گی۔

2- پچھلی سورۃ ﴿الماعون﴾ میں قریش کے لیڈروں کے خلاف فردِ جرم تھا کہ وہ اللہ کے لیے نماز نہیں پڑھتے، بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور نماز سے غفلت برتتے ہیں۔ یہاں سورۃ ﴿الکوثر﴾ میں رسول اللہ ﷺ کی قیادت کو نمونہ اور مثال بنادیا گیا کہ وہ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے نماز ادا کریں اور اُسی کی رضا کے لیے قربانی دیں۔

3- اگلی سورۃ ﴿الکافِرُون﴾ میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قریش کے ان ریاکار اور مشرک لیڈروں سے مکمل طور پر عملی قطع تعلق کرلیں۔ عقیدۂ توحید کے معاملے میں کسی سیاسی لین دین کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ ﴿الکوثر﴾: کثیر سے اسم مبالغہ ہے: یہ ایک جامع لفظ ہے، جس میں ہر قسم کی نعمتیں اور خیرِ کثیر شامل ہے۔

کوثر جنت کی ایک نہر کا بھی نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا۔ ﴿أَتَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ؟ کیا تم جانتے ہو ﴿الکوثر﴾ کیا ہے؟ قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ، انہوں نے جواب دیا: اللہ اور اُس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔

قَالَ: فَإِنَّهٗ نَهْرٌ وَعَدَنِيْهِ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِ خَيْرٌ كَثِيْرٌ﴾

فرمایا: یہ ایک نہر ہے اور میرے ربّ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھے یہ نہر عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس میں خیر کثیر ہے۔

(صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، حدیث 921، عن انسؓ)

2۔ ﴿شانِئَ﴾ شَنَأَ یَشْنَأُ (ف) سے اسم فاعل ہے۔ بدخواہ اور کینہ پرور دشمن

3۔ ﴿أَبْتَر﴾ دُم کٹا۔ مقطوع۔ لاولد

سورۃُ الکوثر کا نظمِ جلی

سورۃُ الکوثر تین (3) آیات پر مشتمل ہے۔

1- آیت 1: پہلی آیت میں، رسول اللہ ﷺ کو ﴿الکوثر﴾ کی خوش خبری سنائی گئی۔

﴿إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾(1) (اے نبی ﷺ!) یقیناً ہم نے آپ کو کوثر عطا کر دیا۔

مکی دور کے آغاز ہی میں یہ بشارت دی گئی کہ ﴿خَيْرٍ كَثِيْرٍ﴾ یعنی دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں آپ ﷺ کو عطا کی جائیں گی۔ آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا جائے گا۔ آپ ﷺ کے اہل بیت صالحین میں سے ہوں گے۔ جنت میں نہر کوثر عطا کی جائے گی۔ آپ کی امت آخری امت ہونے کے باوجود تعداد میں تمام امتوں سے فائق ہوگی۔ مکے کی مظلومانہ زندگی کے بعد مدینۂ منورہ میں قوت اور اقتدار سونپا جائے گا۔ فتوحات کا آغاز ہوگا اور ہجرت کے بعد مکے کی زمین میں، جو آپ ﷺ کے لیے تنگ کر دی گئی ہے، آپ ﷺ دوبارہ فاتحانہ داخل ہوں گے۔ دنیا کے ہر برِ اعظم میں آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجا جائے گا۔

2- آیت 2 : دوسری آیت میں، رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ نعمتِ کوثر پر اللہ کا شکر ادا کریں۔

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (2) پس آپ اپنے رب ہی کے لیے، نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے!

اُسی کی رضا جوئی کے لیے نماز پڑھیں۔ اپنے پالنے والے رب کی خاطر ہی قربانی کریں۔ مکی زندگی ہی میں یہ پیشگوئی کر دی گئی کہ نماز اور قربانی کا مرکز و محور اور مسلمانوں کا قبلہ خانۂ کعبہ ہی ہوگا۔ اسی خانۂ کعبہ کے پاس محض اللہ کی خاطر قربانی ادا کی جائے گی۔

3- آیت 3 : تیسری آیت میں پیش گوئی کی گئی کہ آپ ﷺ کے تمام دشمنوں کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔

﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ (3) یقیناً آپ ﷺ کا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔

رمضان دو (2) ہجری میں یہ پیشگوئی میدانِ بدر میں قریش کے بڑے بڑے سرداروں کی ہلاکت کی صورت میں پوری ہوئی اور غزوۂ بدر کے چھ (6) سال بعد، رمضان 8 ہجری میں فتح مکہ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

مرکزی مضمون

رسول اللہ ﷺ کو نہ صرف جنت کی نہر ﴿الکوثر﴾، بلکہ خانۂ کعبہ کی فتح ایک عظیم الشان حکومت اور دین اور دنیا کی تمام نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ آپ ﷺ کے تمام دشمنوں کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔ لہٰذا تمام مالی اور بدنی عبادتیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لیے کی جانی چاہییں۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

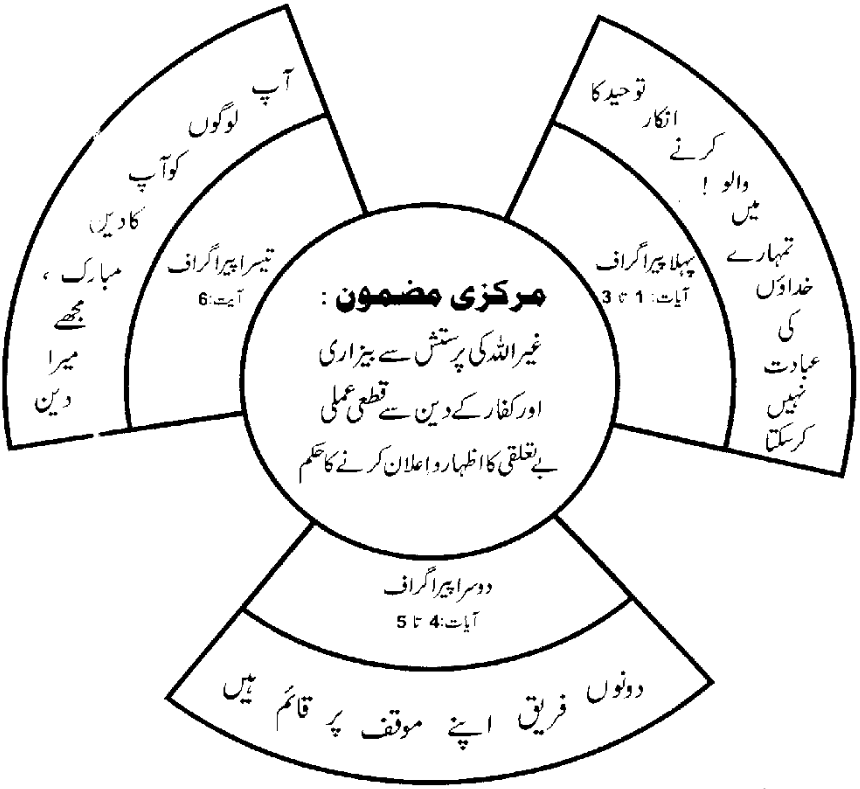
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

109- سُوْرَةُ الْكَافِرُوْنَ

آیات : 6 ...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 3



• زمانۂ نزول:

سورة ﴿الكافِرُونَ﴾، اعلانِ عام کے بعد، قیام مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) میں نازل ہوئی، جب قریش کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک وفد کی صورت میں آ کر مصالحانہ پیش کش کی کہ ایک سال بتوں کی پوجا کی جائے اور ایک سال اللہ کی۔ انہیں صاف صاف کہہ دیا گیا ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ "تم لوگوں کے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین"۔ اس طرح واضح طور پر کفر سے عملی بے تعلقی کا اعلان کر دیا گیا۔

سورۃُ الکافِرُون کے فضائل

1- آپ ﷺ نے طواف کے بعد کی سنتوں میں اور فجر کی سنتوں میں سورۃ ﴿الکافرون﴾ اور سورۃ الاخلاص پڑھی ہے۔ (صحیح مسلم:726)

2- تین رکعات والی وتر میں آپ ﷺ نے سورۃ الفاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۃ ﴿الاعلیٰ﴾، دوسری رکعت میں سورۃ ﴿الکافرون﴾ ورتیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھی۔ (ابن ماجہ:1,171، نسائی: کتاب قیام اللیل، حدیث 1,684)

سورۃُ الکافِرُونَ کا کتابی ربط

1- پچھلی سورۃ ﴿الکوثر﴾ میں رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی ہلاکت کی پیش گوئی تھی۔

یہاں سورۃ ﴿الکافرون﴾ میں رسول اللہ ﷺ کو اُن کافر دشمنوں کی سیاسی مصالحانہ پیشکش کو مسترد کر دینے اور اُن سے قطع تعلق کا حکم دیا گیا ہے کہ عقیدۂ توحید کے معاملے میں کسی قسم کی سودے بازی اور سیاسی لین دین نہیں ہو سکتا۔

2- اگلی سورۃ ﴿النصر﴾ میں اس پیش گوئی کی تصدیق ہے، جو سورت ﴿الکوثر﴾ میں کی گئی تھی۔

دشمن ﴿ابتر﴾ ہو گئے۔ اللہ کی مدد آگئی اور مسلمان فتح سے ہمکنار ہو گئے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ اس سورۃ میں مشرکانہ دین سے، عملی بیزاری اور بے تعلقی کا اعلان اور مطالبہ ہے۔

- اس سورۃ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عقیدے اور عبادات میں مصالحت (Compromise) نہیں ہو سکتی (اجتہاد بھی نہیں ہو سکتا)۔ ور توحید کے معاملے میں، کسی قسم کی مداہنت اختیار نہیں کی جا سکتی۔
- اس سورۃ میں خوشخبری کا مفہوم بھی پوشیدہ ہے، توحید پر سختی سے کاربند ہونے کے نتیجے ہی میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہو سکتی ہے۔

سورۃُ الکافِرُون کا نظمِ جلی

سورۃُ الکافِرُون تین (3) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3 : پہلے پیراگراف میں، رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ مشرکین مکہ کی پیش کش کو مسترد کر دیں۔

﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ (1)	کہیے کہ اے کافرو!
﴿لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ (2)	میں ان کی عبادت نہیں کرتا، جن کی عبادت تم کرتے ہو۔

﴿وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ﴾(3) نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو، جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔

نہ تو رسول اللہ ﷺ غیر خالص عبادت کر رہے ہیں اور نہ مشرکین مکہ اللہ کی خالص عبادت کے لیے تیار ہیں۔

2- آیات 4 تا 5 : دوسرے پیراگراف میں، دونوں فریقوں کے سخت موقف کا ذکر ہے۔

مشرکین ضدی ہیں، واضح دلائل کے باوجود بت پرستی ترک کرنا نہیں چاہتے۔ اس کے برخلاف مسلمانوں نے دلائل کی روشنی میں توحید کی دعوت کو قبول کیا ہے۔ عقیدے کے معاملے میں مسلمان کسی مروت، لحاظ و خاطر کے بغیر سختی سے اپنے موقف پر قائم رہیں گے۔

﴿وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ﴾(4) اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں، جن کی عبادت تم نے کی ہے

﴿وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ﴾(5) اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کروں گا۔

3- آیت 6 : تیسرے پیراگراف میں، صاف کہہ دیا گیا کہ آپ لوگوں کو آپ کا دین مبارک ہو، اور مجھے میرا دین۔

﴿لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ﴾(6) تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔

توحید کا معاملہ ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی قسم کی سودے بازی کی گنجائش نہیں۔

عواقب اور نتائج سے بے نیاز ہو کر ہم اللہ کی خالص اور آمیزش سے پاک اطاعت و عبادت جاری رکھیں گے۔

مرکزی مضمون

ہر مسلمان کو توحید کے معاملے میں کامل یکسوئی کے ساتھ، ﴿غیر اللہ﴾ کی پرستش سے بیزاری کا اقرار اور اعلان کر دینا چاہیے اور کفار کے دین سے قطعی عملی بے تعلقی کا اظہار و اعلان بھی۔

FLOW CHART

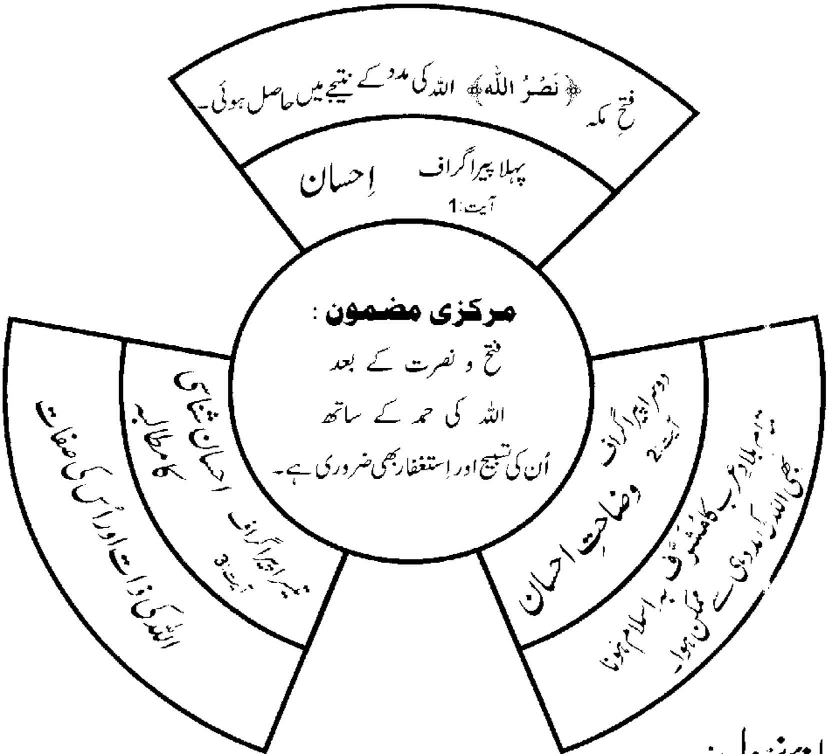
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

110- سُوۡرَۃُ النَّصۡر

آیات : 3 ...... مَدَنِیَّۃ''



- **زمانۂ نزول:**

یہ سورت چونکہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اس لیے مدنی سمجھی جاتی ہے، حالانکہ یہ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں نازل ہوئی۔

سورۃ ﴿النَّصر﴾ ، آخری مکمل سورت ہے، جو رسول اللہ ﷺ پر وفات سے پہلے 10 ہجری میں مدینۂ منورہ میں نازل کی گئی (صحیح مسلم: کتاب التفسیر، حدیث 7,731)۔ غالباً اس کے بعد بعض چند متفرق آیات ہی نازل ہوئیں۔ اس سورت میں آپ ﷺ کو بتا دیا گیا کہ آپ ﷺ کا مشن مکمل ہو گیا ہے اور بہت جلد آپ ﷺ کو رختِ سفر باندھنا ہے۔

سورۃُ النّصر کا کتابی ربط

1- سورۃ ﴿الکوثر﴾ میں رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی ہلاکت کی پیش گوئی تھی اور سورۃ ﴿الکافرون﴾ میں اُن سے ترکِ تعلق کا حکم تھا۔ یہاں سورۃ ﴿النصر﴾ میں اُس پیش گوئی کی تصدیق ہے، جو فتح کی صورت میں ترکِ تعلق کے نتیجے میں ظاہر ہوئی۔ کافروں سے ترکِ تعلق کا یہ حکم فتح کے لیے وسیلے کی حیثیت رکھتا ہے۔

2- اگلی سورۃ ﴿اللّھب﴾ میں ایک بڑے دشمن کا نام لے کر اس کی اور اُس کی بیوی کی ہلاکت کی پیش گوئی ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ ﴿نَصْرُ اللهِ﴾: فتح یعنی کامیابی، اللہ کی نُصرت (مدد) ہی سے نصیب ہوتی ہے، انسان کو بے جا غرور میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

2۔ فتح مکہ (رمضان 8ھ) میں ہوئی۔ اگلے سال 9 ہجری میں لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ 9 ہجری کو ﴿عَامُ الوُفُود﴾ (Year of Delegations) کہا جاتا ہے، اس سال مختلف قبائل کے وفود مدینہ آ آ کر رسولؐ سے بیعت کرتے رہے۔ اس طرح (20) بیس سال پہلے، مکۃ المکرمۃ میں کی گئی پیش گوئی، المدینۃ المنورۃ میں پوری ہوئی۔ ﴿کوثر﴾ عطا ہوا۔ تمام دشمنوں کا قلع قمع ہو گیا۔

3۔ اس سورت میں نبیٔ اکرم ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ ان کا مشن پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ بہت جلد انہیں اس دنیا سے سفر کرنا ہو گا۔ اسی لیے اس سورت کو سورۃ ﴿التّودیع﴾ یعنی وداعی سورت بھی کہا جاتا ہے۔

سورۃُ النّصر کا نظمِ جلی

سورۃ ﴿النّصر﴾ تین (3) آیات پر مشتمل ہے۔ پہلی آیت میں اللہ کے احسان کا ذکر ہے دوسری آیت میں اِحسان کی وضاحت ہے۔ تیسری آیت میں اِحسان شناسی کا مطالبہ ہے، جو حمد، تسبیح اور استغفار پر مشتمل ہے۔

1- آیت 1 : پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے اِحسان کا تذکرہ ہے۔ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ﴾

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ﴾ (1) ”جب اللہ کی مدد آ جائے اور فتح نصیب ہو جائے۔“

اللہ کی مدد کے نتیجے ہی میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور ہو گی۔

2- آیت 2 : دوسری آیت میں اس احسان کی وضاحت ہے۔

﴿وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللهِ اَفْوَاجًا﴾ (2)

”اور (اے نبی ﷺ) آپ ﷺ دیکھ لیں کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔“

تمام بلادِ عرب کا مشرف بہ اسلام ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی مدد ہی سے ممکن ہوا۔

نو (9) ہجری میں جسے ﴿عَامُ الوُفُود﴾ کہتے ہیں، لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

3- آیت 3 : تیسری آیت میں، احسان شناسی کا مطالبہ ہے۔

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ	"لہٰذا اپنے رب کی حمد کے ساتھ، اس کی تسبیح بھی کیجیے
وَاسْتَغْفِرْهُ،	اور اسی سے مغفرت طلب کیجیے،
إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾(3)	بلاشبہ وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا ہے۔"

چنانچہ رب کی ﴿حمد﴾ کے ساتھ ﴿تسبیح﴾ بیان کرنے اور اُس سے ﴿مغفرت﴾ طلب کرنے کا حکم دیا گیا۔

فتح و نصرت کے بعد انسان کو پھولنا نہیں چاہیے، بلکہ عاجزی اور انکسار اختیار کرنا چاہیے، اللہ کا مزید شکر ادا کرنا چاہیے۔ یہاں تین (3) باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ (1) تسبیح (2) حمد اور (3) استغفار

(1) ﴿حمد﴾ : حمد اللہ کی ذات سے، مثبت صفات کو منسوب کرنے کا نام ہے۔ جیسے: السَّمیع، البَصِیر، العَلِیم وغیرہ

(2) ﴿تسبیح﴾ : اللہ کی ذات سے منسوب کردہ، غلط اور منفی صفات سے براءت کا اظہار ہے۔

جیسے: ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾، ﴿لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾، ﴿وَلَا يَؤُدُهُ﴾، ﴿وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ﴾، ﴿وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ﴾ ﴿لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾، ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾، ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ﴾ وغیرہ

(3) ﴿إِستِغفَار﴾ : مغفرت کی درخواست ہے۔ گذارشِ عفو و درگذر، درخواستِ عدم محاسبہ و پردہ پوشی ہے۔

مرکزی مضمون

فتح و نصرت کے بعد، انسان کو اللہ کی زیادہ سے زیادہ حَمد کے ساتھ تَسبِیح اور اِستِغفار بھی کرنا چاہیے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

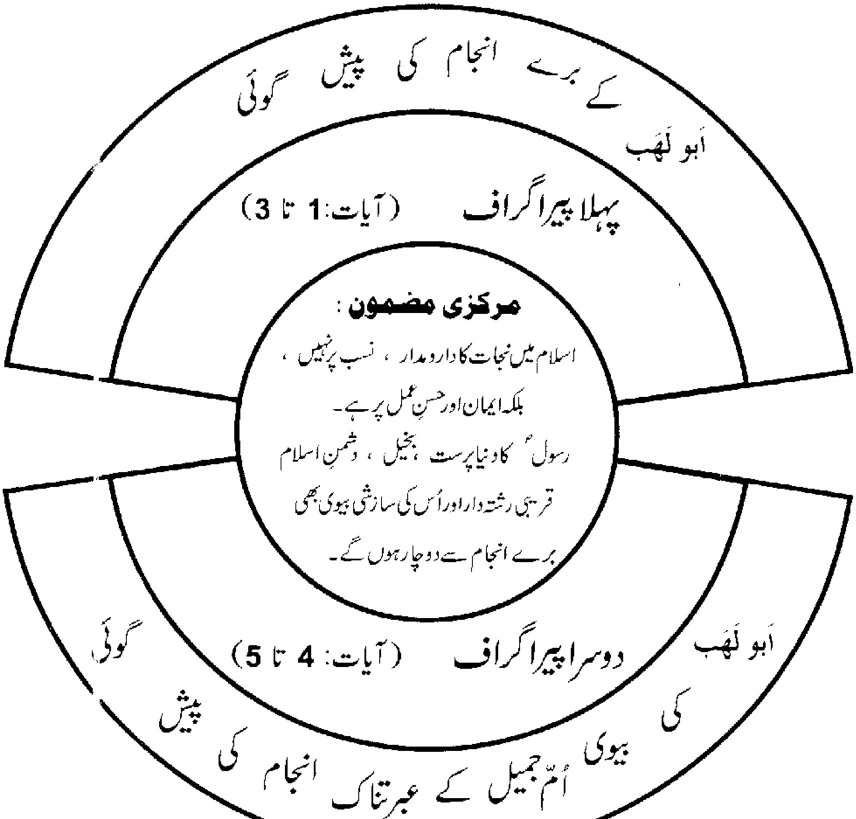
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO-STRUCTURE

111- سُورَةُ اللَّهَب

آیات : 5 ...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 2



- **زمانۂ نزول:**

سورۃ ﴿ ابی لهب ﴾ غالباً رسول ﷺ کے قیام مکہ کے دوسرے دور میں اعلانیہ تبلیغ کے بعد 4 نبوی میں نازل ہوئی، جب آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اعلانیہ تبلیغ کی۔ جس پر ابولہب نے آپ کے لیے ﴿ تَبًّا لَّكَ ﴾ کے الفاظ استعمال کیے۔ (صحیح بخاری:4,687)

یا پھر ہو سکتا ہے، یہ سورت اس وقت نازل ہوئی، جب آپ ﷺ کو شعب ابی طالب میں تین (3) سال کے لئے (7 تا 10 نبوی) نظر بند کر دیا گیا تھا اور جب ابولہب نے خود اپنے خاندان بنی ہاشم کو چھوڑ کر کافروں کا ساتھ دیا تھا۔

سورۃُ اَبِی اللَّھب کا کتابی ربط

سورۃ ﴿الکوثر﴾ میں دشمن کی ابتری کی پیش گوئی تھی اور سورت ﴿النّصر﴾ میں فتح ونصرت کا مژدہ سنایا گیا۔

یہاں سورۃ ﴿ابی لھب﴾ میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، توحید اور اسلام کے ایک بڑے دشمن کا نام لے کر اُس کی اور اُس کی بیوی کی ہلاکت کی پیش گوئی کی گئی۔ اگلی سورۃ ﴿الاخلاص﴾ میں خالص توحیدِ ذات کے عقیدے ہی کی وضاحت ہے، جس پر ابولہب سیخ پا ہوا تھا۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ ﴿ابولہب﴾ دشمنِ اسلام اور دشمنِ نبی، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا، عبد العزّٰی بن عبد المطّلب (کنیت ابولہب) اور اس کی بیوی اَرْوٰی بنتِ حرب (اختِ ابی سفیان، کنیت اُمِّ جمیل) کے برے انجام کے بارے میں پیش گوئی کی گئی ہے۔

2۔ ابولہب وہ واحد دشمن ہے، جس کا نام لے کر قرآن میں مذمت کی گئی ہے، حالانکہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا اور بنی ہاشم سے تھا۔

3۔ اسلام میں نسب اور خاندان کے بجائے، ایمان اور عملِ صالح کو اہمیت حاصل ہے۔

سورۃُ اَبِی لَھَب کا نظمِ جلی

سورۃُ اَبِی لَھَب دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3: پہلے پیراگراف میں، ابولہب کے بُرے انجام کی پیش گوئی کی گئی۔

ابولہب کا مال اور اس کی کمائی اس کے کسی کام نہ آئی۔ وہ دوزخ کی آگ میں جلے گا۔

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ	ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہو گیا۔
مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ	نہ اُس کا مال اُس کے کام آیا اور نہ اُس کی کمائی۔
سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾	وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو گا۔

2- آیات 4 تا 5: دوسرے پیراگراف میں، ابولہب کی بیوی اُمِّ جمیل کے عبرتناک انجام کی پیش گوئی کی گئی۔

ابولہب کی بیوی بھی برے انجام سے دوچار ہو گی، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کانٹے چنا کرتی تھی۔

﴿وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ	اُس کی بیوی بھی، ایندھن اُٹھاتے ہوئے
فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾	اُس کی گردن میں بٹی ہوئی رسی ہو گی۔

مرکزی مضمون

اسلام میں نجات کا دار و مدار نسب اور خاندان پر نہیں ہے، بلکہ ایمان اور حسن عمل پر ہے۔ رسول کریم ﷺ کا سگا چچا اور اس کی بیوی تک، اپنے کفر اور اپنی بداعمالیوں کے سبب دوزخ میں جائیں گے۔

FLOW CHART

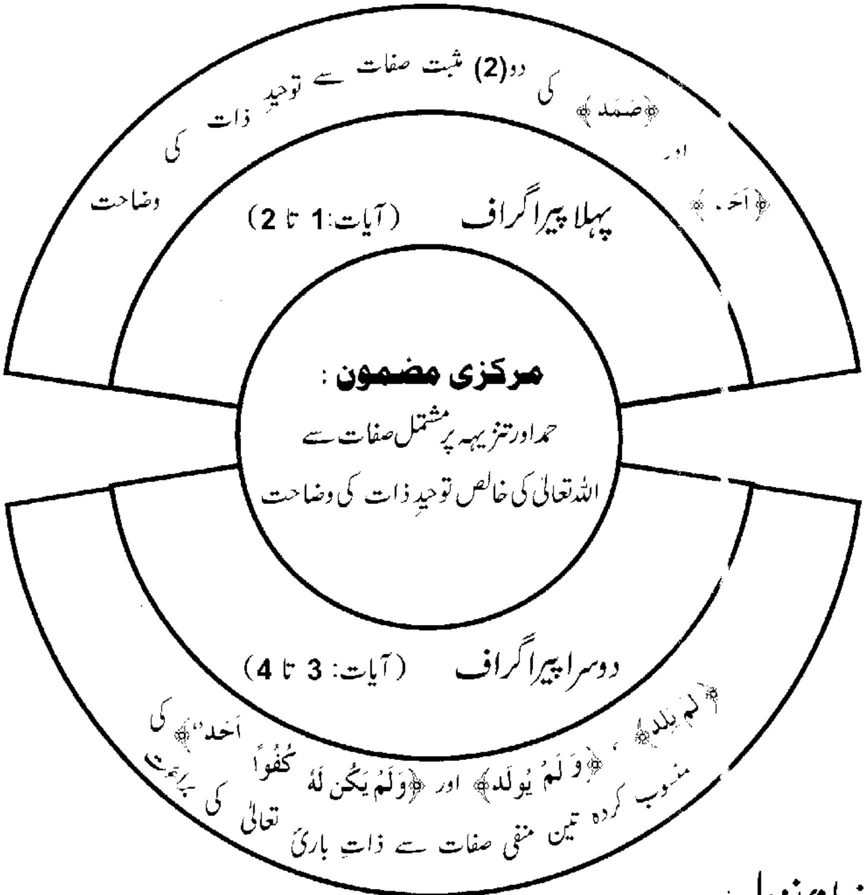
ترتیبی نقشۂ ربط

نظمِ جلی

MACRO STRUCTURE

112- سُورَةُ الإِخْلَاص

آیات : 4 ...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 2



- **زمانۂ نزول:**

1- اعلانِ عام کے ا رأ بعد، غالباً 4 نبوی میں نازل ہوئی، جب نومسلم صحابہؓ کے لئے مخالفین کے شر کا آغاز ہو چکا تھا۔ اسی سورت کے ایک لفظ ﴿اَحَد﴾ کی بازگشت، دورِ ستم کے آغاز کے بعد، حضرت بلالؓ کے ہونٹوں پر رہتی تھی جب قر ش کا سردار اُمیّہ بن خلف انہیں تپتی دھوپ پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھ دیتا تھا۔

2- ﴿قُل﴾ کے ا ندائی لفظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت غالباً اعلانِ عام کے بعد نازل ہوئی ہوگی۔

سورت کے فضائل

1- یہ سورۃ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (صحیح بخاری:4,726)

2- سورۃ ﴿الاخلاص﴾ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے، رات میں سونے سے پہلے پڑھنا چاہیے۔ (صحیح مسلم: 1,922)

3- رسول اللہ ﷺ سنتِ فجر کی دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: 1,723)

4- سورۃ الاخلاص کی محبت، انسان کو جنت میں لے جاتی ہے۔ (سنن ترمذی: 2,901، حسن صحیح)

5- وتر کی آخری رکعت میں بھی یہ سورت پڑھنا مسنون ہے۔ (سنن ابی داؤد: 1,426، صحیح)

6- طواف کے بعد پڑھی جانے والی سنتوں کی دوسری رکعت میں بھی یہ سورت پڑھنا مسنون ہے۔ (سنن ترمذی: 869، صحیح)

7- دس(10) مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھنے والے کے لیے جنت میں گھر تعمیر کیا جاتا ہے۔ (مسند احمد:15,648، ضعیف)

سورۃُ الاخلاص کا کتابی ربط

1- پچھلی سورتوں میں مشرکین مکہ اور قریشی قیادت کے کافرانہ اور مشرکانہ رویوں کا ذکر تھا، جو آپ ﷺ کی دعوتِ توحید کے نتیجے میں ظاہر ہو رہے تھے، یہاں سورۃ﴿الاخلاص﴾میں خالص ﴿توحیدِ ذات﴾ بیان کی گئی ہے۔

2- اگلی دو سورتوں میں ﴿توحیدِ ربوبیت﴾ کا ذکر ہے اور ہر قسم کے شر سے بچنے کے لیے، اسی بزرگ و برتر ہستی کی پناہ حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

اِس سورۃ سے توحیدِ ذات کے بارے میں مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ ﴿اَحَدٌ﴾ ہے۔ یعنی وہ نرالا ہے، یکتا (Unique) ہے، یگانہ ہے، اُس جیسی کوئی ہستی نہیں ہے۔ وہ ایسا خالق (Creator) ہے، جس کی نظیر اور مثال، اُس کی کسی مخلوق (Creation) میں نہیں ہو سکتی۔

2- اللہ تعالیٰ ﴿الصَّمَدُ﴾ ہے۔ نہ اُس کے اندر سے کوئی چیز نکلی ہے اور نہ اُس کے اندر کوئی چیز داخل ہوتی ہے۔ وہ ایسا سردار اور ایسی بلند ہستی ہے، جس کے آگے ساری مخلوق محتاج ہے۔ وہ خود کسی کا محتاج نہیں۔

3- اللہ تعالیٰ ﴿لَمْ يَلِدْ﴾ ہے، اُس نے کسی کو نہیں جنا۔ یعنی وہ کسی کا باپ نہیں ہے، اُس کے اندر سے کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی۔ اُس کا کوئی بیٹا یا بیٹی نہیں ہے۔ اولاد ماں باپ کا حصہ ہوتی ہے۔ اللہ کا کوئی جزو یا حصہ (Part) نہیں ہے۔

4- اللہ تعالیٰ ﴿وَلَمْ يُولَدْ﴾ ہے۔ وہ خود کسی کے اندر سے برآمد نہیں ہوا۔ اُس کا کوئی باپ نہیں ہے۔ اُس کی کوئی ماں نہیں ہے۔ اُس نے کوئی چیز میراث میں نہیں پائی۔

یعنی اُس کے نسب کا سلسلہ، نہ تو نیچے ہے اور نہ اُوپر۔ یعنی نہ تو اللہ تعالیٰ میں کوئی چیز داخل ہوتی ہے اور نہ اللہ کے اندر سے کوئی چیز خارج ہوتی ہے۔ نہ وہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے۔ پھر بتایا گیا ہے کہ

5۔ اُس کا کوئی ﴿کُفو﴾ بھی نہیں ہے، یعنی اُس جیسا کوئی نہیں۔ اُس کا نظیر کوئی نہیں۔ اُس کا ہمسر اور اُس کے برابر بھی کوئی نہیں۔ اُس کے ہم پلہ اور ہم رتبہ کوئی نہیں۔ پہلے بتایا گیا تھا کہ اُس کا نسب اُوپر کی طرف بھی کوئی نہیں اور اُس کا نسب نیچے کی طرف بھی کوئی نہیں ہے۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ اُس کا نسب اُس کے متوازی بھی کوئی نہیں ہے۔ یعنی اُس کا کوئی بھائی بھی نہیں ہے اور کوئی بیوی بھی نہیں ہے۔

سورۃُ الاخلاص کا نظمِ جلی

سورۃُ الاِخلاص دو (2) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 2 : پہلے پیراگراف میں، دو (2) مثبت صفات سے ﴿توحیدِ ذات﴾ کی وضاحت کی گئی ہے۔

﴿اَحَدٌ﴾ اور ﴿الصَّمَدُ﴾ کی دو (2) مثبت صفات سے ﴿توحیدِ ذات﴾ کی وضاحت کی گئی ہے۔

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (1)	کہیے! وہ اللہ ہے، یکتا۔
﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ (2)	اللہ سب سے بے نیاز اور سب اس کے محتاج ہیں۔

2- آیات 3 تا 4 : دوسرے پیراگراف میں، ﴿توحیدِ تنزیہہ﴾ کا مضمون ہے۔

﴿لَمْ يَلِدْ﴾، ﴿وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ اور ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ کی تین (3) منفی صفات سے براءت کا اظہار کیا گیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی بے عیب ہستی کے ساتھ منسوب کی جاتی ہیں۔

﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ (3)	نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد۔
﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ (4)	اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

مرکزی مضمون

انسان کو ﴿احد﴾ اور ﴿تنزیہہ﴾ کی صفات پر مشتمل، اللہ تعالیٰ کی خالص توحیدِ ذات کا صحیح عقیدہ اختیار کرنا چاہیے۔

FLOW CHART

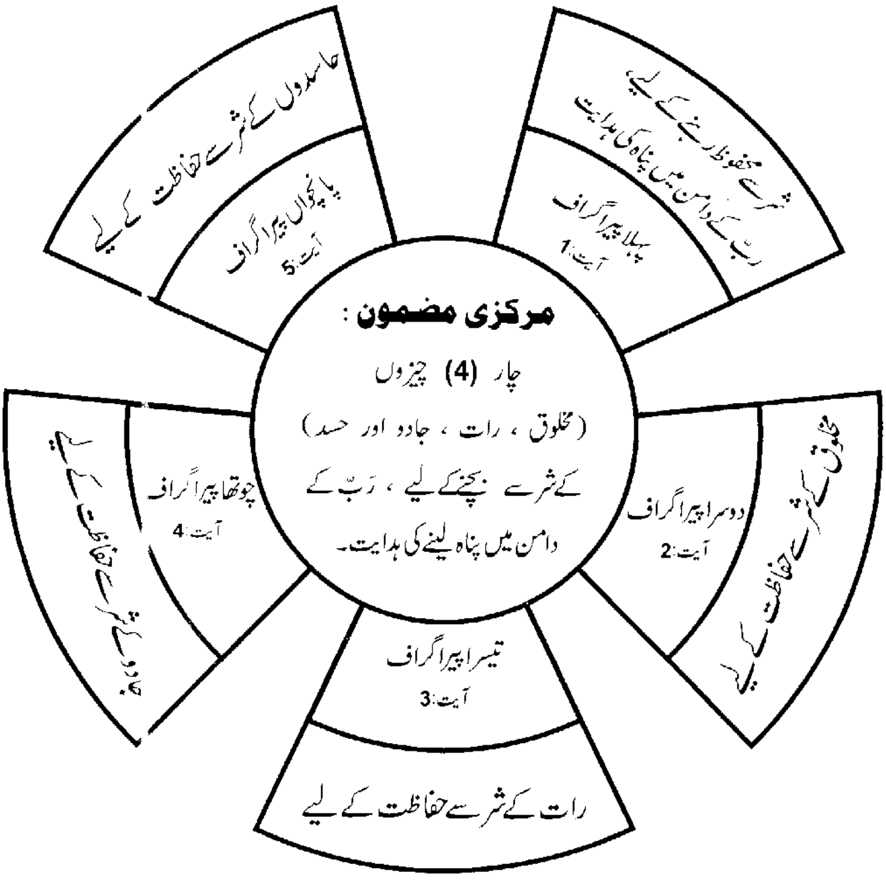
نظمِ جلی

ترتیبی نقشۂ ربط

MACRO-STRUCTURE

113- سُورَةُ الْفَلَق

آیات : 5 ...... مَكِّيَّة" ...... پیراگراف : 5



- **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿الفلق﴾ اعلانِ عام کے بعد آپ ﷺ کے قیام مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) میں نازل ہوئی، جب رسول اللہ ﷺ اور نومسلم صحابہؓ کے لئے مخالفین کے شر کا آغاز ہو چکا تھا۔

آخری تین سورتوں اور مُعَوِّذَتَین کے فضائل

1۔ رسول اللہ ﷺ نے مرض موت میں ان دونوں سورتوں ﴿مُعَوِّذَتَین﴾ کو پڑھ کر اپنے آپ پر دم کیا تھا۔ (صحیح بخاری: 4,175)

2۔ رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے ﴿سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، اور سورۃ الناس﴾ پڑھ کر پھونکتے اور اپنے چہرے اور جسم پر ہاتھ پھیر لیتے۔ (صحیح بخاری: 5,960)

3۔ آفاتِ سماوی میں سورۃ ﴿الفلق﴾ اور سورۃ ﴿الناس﴾ اپنے پڑھنے والے کو پناہ فراہم کرتی ہیں۔ (ابو داود: 1,465، صحیح)

4۔ آپ ﷺ نے ہر (فرض) نماز کے بعد ان دو سورتوں کو پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (سنن نسائی: 1,259، صحیح)

سورۃُ الفَلَق کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿الاخلاص﴾ میں خالص ﴿توحیدِ ذات﴾ کا ذکر تھا، یہاں سورۃ ﴿الفَلَق﴾ میں، ﴿توحیدِ ربوبیت﴾ کے ساتھ چار (4) قسم کے شر سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

2۔ اگلی سورۃ ﴿الناس﴾ میں تین (3) چیزوں کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اہم کلیدی الفاظ

1۔ ﴿عاذَ﴾ یَعُوذُ عَوْذ: کسی آفت سے بچنے کے لیے، کسی دوسری بڑی اور طاقتور ہستی کی پناہ حاصل کرنا۔

2۔ ﴿غَاسِق﴾: رات، جب وہ شفق کی سرخی کو مٹا کر اپنی تاریکی کو مزید گہرا کر دے۔

3۔ ﴿وَقَبَ﴾ وَقُوب: غروب ہونا، چھپ جانا۔

4۔ ﴿نَفَّاث﴾: اسم مبالغہ، پھونکنے والا، جادوگر۔ ﴿نَفَّاثات﴾ مؤنث پھونکنے والیاں

5۔ ﴿عُقَد﴾: ﴿عُقدَۃ﴾ کی جمع، گرہیں، گتھیاں۔

6۔ ﴿ربّ﴾: ﴿ربّ﴾ کا لفظ پانچ (5) مفہوموں پر مشتمل ہے۔ اس سورت اور اگلی سورت میں ربوبیت کا حوالہ ہے اور ﴿ربّ﴾ کے دامن میں پناہ لینے کی ہدایت ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ﴿ربّ﴾ کے تمام مفاہیم پیشِ نظر ہوں۔

(1) پروردگار، نشوونما دینے والا، بڑھوتری کرنے والا۔

(2) (Sustainer) خبرگیری، دیکھ بھال اور اصلاح کرنے والا۔

(3) (Maintainer) بالادستی اور فوقیت رکھنے والا، سردار، حکم چلانے والا، تصرف کرنے والا، جو پناہ دے سکے۔

(4) سمیٹنے والا، جمع کرنے والا، فراہم کرنے والا (Provider)۔

(5) مالک (Owner)، آقا (Lord)

اہم مضامین

1- قرآن کی ان آخری دو سورتوں میں، چند منفی قوتوں سے بچاؤ اور حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

2- جب کوئی مسلمان قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو بہت ساری منفی قوتیں اس کے حوصلے کو پست کرتی ہیں، اسے پریشان کرتی ہیں اور اس کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہیں، اس لیے قرآن کے آخر میں حفاظت کا نسخہ تجویز کیا گیا ہے۔

سورۃ الفلق کا نظمِ جلی

سورۃ ﴿الفَلَق﴾، ایک اسْتِعَاذَة ہے اور پانچ (5) آیات پر مشتمل ہے۔

1- آیت 1 : پہلی آیت میں، شر سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے ﴿ربّ﴾ کے دامن میں پناہ کی ہدایت کی گئی۔

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ (1) کہیے: میں پناہ مانگتا ہوں، صبح کے رب کی۔ (نمودار کرنے والے کی)

﴿رَبِّ الفَلَق﴾ وہ ہستی ہے، جو صبح کو نمودار کر کے انسان کو خوف سے نجات دلاتی ہے۔

2- آیت 2 : دوسری آیت میں، ہر قسم کی مخلوق ﴿مَا خَلَقَ﴾ کے شر سے حفاظت کے لیے خالق ﴿ربّ﴾ کی پناہ کا حکم۔

﴿مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾ (2) ہر مخلوق کے ہر فتنے اور شر سے (ہر اس چیز کے شر سے، جو اس نے پیدا کی ہے)

مخلوق کے شر میں، تمام مخلوقات کا شر شامل ہے۔ جیسے انسان، جنّات، موذی جانور (شیر، چیتا، سانپ، بچھو) کیڑے مکوڑے (Insects)

جراثیم، بیکٹیریا (Bacteria)، فنگس (Fungus)، وائرس (Virus)

زہریلے مادے، بخارات (Gases) اور بے شمار وہ چیزیں جنہیں ہم جانتے ہیں اور جنہیں ہم نہیں جانتے وغیرہ وغیرہ۔

3- آیت 3: تیسری آیت میں، رات کی تاریکی کے شر سے حفاظت کے لیے خالق کے دامن میں پناہ کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ﴾ (3) اور رات کی تاریکی کے شر سے (جب وہ چھا جائے)

تمام چور اچکے، شیاطین جنّ و انس اور موذی کیڑے مکوڑے رات کی تاریکی ہی میں انسان کے لیے شر کا سبب بنتے ہیں۔ ان میں بعض مخلوقات (Nocturnal) ایسی ہیں، جو صرف رات کو دیکھ سکتی ہیں۔

4- آیت 4 : چوتھی آیت میں جادو کے شر سے حفاظت کے لیے خالق ﴿ربّ﴾ کے دامن میں پناہ کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ﴾ (4) اور گرہوں میں پھونکنے والوں (یا والیوں) کے شر سے (جادو کے شر سے)

شریر جنات اور شریر انسانوں کی ایک مذموم کارستانی ہے، جس سے انسانوں پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، ایسا جادو، جو گرہوں پر پھونک کر کیا جاتا ہے۔

5- آیت 5 : آخری آیت میں، حاسدوں کے شر سے حفاظت کے لیے خالق ﴿رب﴾ کے دامن میں پناہ کا حکم دیا گیا۔

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ (5) اور حاسد کے شر سے، جب کہ وہ حسد کرے۔

حاسد کا شر بھی، بد خواہی کے جذبے ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

مرکزی مضمون

انسان کو چار (4) چیزوں (یعنی مخلوقات، رات، جادو اور حاسد) کے شر سے بچنے کے لیے، اپنے ﴿رب﴾ اللہ کے دامن میں پناہ لیتے ہوئے، توحیدِ ربوبیت اختیار کرنا چاہیے۔ ﴿خالق﴾ ہی وہ عظیم اور برتر ہستی ہے، جو ﴿مخلوقات﴾ کے شر سے حفاظت عطا کر سکتی ہے۔

◈◈◈ ☼ ◈◈◈

FLOW CHART

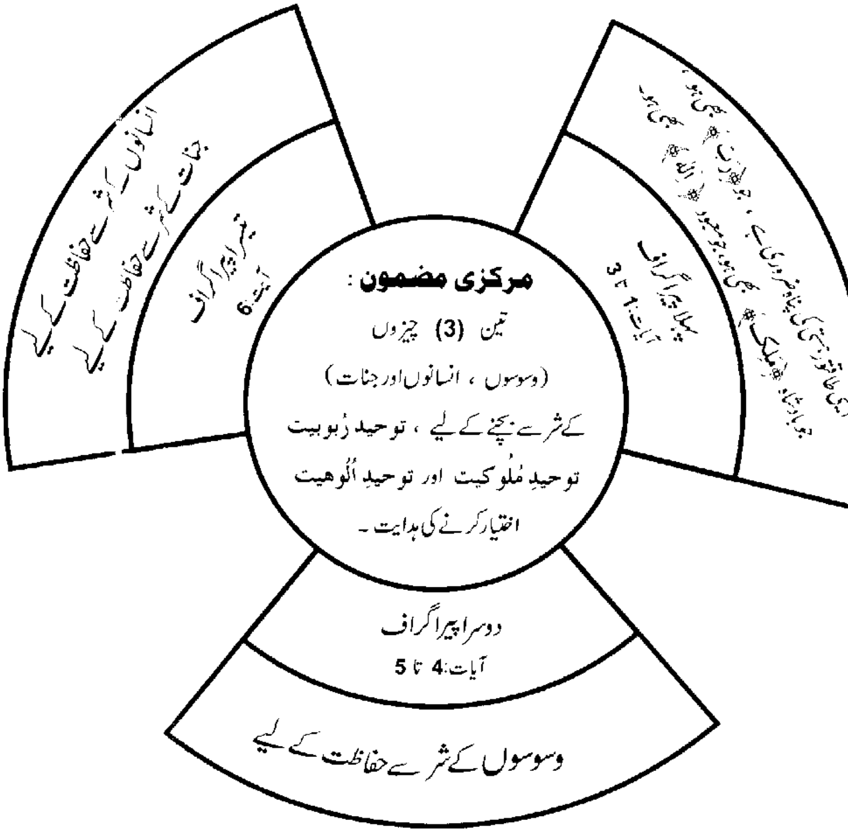
نظمِ جلی

ترتیبی نقشہ ربط

MACRO-STRUCTURE

114- سُوْرَةُ النَّاس

آیات : 6 ...... مَكِّيَّة ...... پیراگراف : 3



● **زمانۂ نزول:**

سورت ﴿النَّاس﴾ بھی ،اعلانِ عام کے بعد آپ ﷺ کے قیام مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) میں نازل ہوئی، جب رسول اللہ ﷺ اور نومسلم صحابہؓ کے لئے مخالفین کے شر کا آغاز ہو چکا تھا۔

سورۃُ النّاس کا کتابی ربط

1۔ پچھلی سورۃ ﴿الفلق﴾ میں ﴿توحیدِ رُبوبیت﴾ کا ذکر تھا۔

یہاں قرآن کی اس آخری سورۃ ﴿النّاس﴾ میں، ﴿توحیدِ ربوبیت﴾ کے ساتھ ﴿توحیدِ اُلوھیت﴾ اور ﴿توحیدِ مُلوکیت﴾ یعنی توحید حاکمیت کا ذکر بھی ہے، جس کے ذریعے سے انسانوں اور جنات کے شر پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

2۔ قرآن کی پہلی سورۃ ﴿الفاتحہ﴾ کا آغاز بھی ﴿توحیدِ ربوبیت﴾ سے ہوا ہے۔ اللہ کی مکمل معرفت کے زینے کی پہلی سیڑھی اِحساسِ ربوبیت ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1۔ ﴿ربّ﴾: پروردگار، نشوونما دینے والا، خبر گیری، دیکھ بھال اور اصلاح کرنے والا، بالادستی اور فوقیت رکھنے والا سردار، حکم چلانے والا، تصرف کرنے والا، جو پناہ دے سکے آقا۔

2۔ ﴿مَلِك﴾: بادشاہ، بااختیار حاکم، صاحبِ اقتدار، سب سے بڑی قوت، جو پناہ دے سکے۔

3۔ ﴿إِله﴾: اِلٰہٗ کا مطلب سات (7) مفاہیم پر مشتمل ہے۔

(1) پناہ دینے والا (2) سکون بخشنے والا

(3) حاجت روائی کرنے والا (4) پُراسرار

(5) جس کو جاننے کے لیے لوگ متلاشی اور مشتاق ہوں،

(6) بالاتر اور بالادست قوت، جو پناہ دے سکے

(7) معبود، جس کی اِطاعت وعبادت کی جائے۔

4۔ ﴿وَسوَسه﴾: پوشیدہ آواز، محسوس نہ ہونے والی حرکت۔

5۔ ﴿خَنّاس﴾: چھپ چھپ کر، دبک کر بار بار حملہ کرنے والا۔

سورۃُ النّاس کا نظمِ جلی

سورۃُ النّاس بھی اِستِعاذَہ ہے اور سورۃ الناس تین (3) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 3 پہلے پیراگراف میں، تین قسم کی توحید کا بیان ہے۔

یہاں بتایا گیا کہ ایسی طاقتور ہستی کی پناہ ضروری ہے، جو لوگوں کا ﴿رَب﴾ بھی ہو، جو بادشاہ ﴿مَلِك﴾ بھی ہو اور جو معبود ﴿إِله﴾ بھی ہو۔

اللہ کی ہستی، ایسی ہی غیر معمولی اور عظیم الشان طاقت رکھنے والی ہستی ہے۔

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾(1) کہیے: میں پناہ مانگتا ہوں! انسانوں کے رب کی

﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾(2) انسانوں کے بادشاہ کی!

﴿اِلٰهِ النَّاسِ﴾(3) انسانوں کے حقیقی معبود کی!

یہ سورۃ﴿توحیدِ رُبُوبیت﴾، ﴿توحیدِ مُلُوکیت﴾ اور ﴿توحیدِ اُلوھیت﴾ کی جامع ہے۔ یہاں انسانوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو انسانوں کا ربّ، انسانوں کا ﴿مَلِك﴾ یعنی بادشاہ اور انسانوں کا ﴿إِله﴾ تسلیم کرتے ہوئے، اس کی بڑائی، بزرگی اور طاقت پر ایمان لاکر، پریشانیوں، مصیبتوں اور تکلیفوں میں اس کا دامن پکڑیں۔ اُسی کے حفظ و امان میں آئیں۔ انسانوں اور جنات کے شر سے بچنے کے لیے، اللہ ہی سے مدد طلب کریں۔

2- آیات 4 تا 5 : دوسرے پیراگراف میں، وسوسوں سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ حاصل کرنے کا حکم ہے۔

﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ﴾(آیت:4) اُس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے، جو بار بار پلٹ کر آتا ہے۔ (دبک جانے والے کی آفت سے)

﴿الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ﴾(5) جو لوگوں کے دلوں میں، وسوسے ڈالتا ہے۔

وسوسوں کی جگہ انسان کا سینہ اور اس کا دل ہے۔ ﴿وسوسہ﴾ دراصل ابلیس کا طریقۂ واردات ہے، جس سے اس نے حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو گمراہ کرکے ممنوعہ درخت کا پھل کھانے پر اُکسایا، انہیں بے لباس کیا۔ ابلیس ہی فحاشی اور عریانی کا موجد ہے۔

3- آیت 6 : تیسرے اور آخری پیراگراف میں، جنات اور انسانوں کے شر سے بچنے کی ہدایت ہے۔

﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾(6) خواہ وہ جنوں میں سے ہو، یا انسانوں میں سے۔

مرکزی مضمون

وسوسوں کے علاوہ انسانوں اور جنات کے شر سے بچنے کے لیے، اللہ کے دامن میں پناہ لینا چاہیے۔ جو انسانوں کا ﴿ربّ﴾ بھی ہے بادشاہ بھی ہے اور ﴿إِله﴾ بھی ہے۔

خلیل الرحمٰن چشتی صاحب کی کتابوں کا مختصر تعارف

1۔ قواعدِ زبانِ قرآن (حصہ اوّل):

خلیل الرحمٰن چشتی صاحب کی قواعدِ زبانِ قرآن (اول و دوم) کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، نہایت ہی کم وقت میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے، جبکہ کتاب دو ضخیم جلدوں پر یعنی ہر جلد تقریباً آٹھ سو (800) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں عربی کے قواعد بیان کرنے کے بعد، کثرت سے قرآنی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

یہ اللہ کے کلام کی برکت ہے اور اللہ کے کلام کو سمجھنے کے لیے تعلیم یافتہ افراد میں پایا جانے والا شوق بے پایاں ہے۔ نئی زبان کو سیکھنا آسان کام نہیں ہے۔ گرامر یعنی قواعد ایک خشک موضوع ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں مرتب نے قواعد کی تمام پرانی کتابوں کو پیش نظر رکھا ہے اور ان سب سے استفادہ کیا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ کے شاگرد مولانا خالد مسعودؒ نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کی یہ خصوصیت بتائی ہے کہ مرتب نے طالب علم کی توجہ صرف اسی نکتے پر مرکوز رکھی ہے، جو وہ اسے پڑھانا چاہتا ہے۔ مرتب کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ نکتہ، وہ قاعدہ اور وہ کلیہ پوری طرح گرفت میں آجائے۔ مثالوں کی کثرت سے اس میں بڑی مدد ملتی ہے۔ حافظِ قرآن کے لیے تو یہ کتاب اکسیر ہے۔ تھوڑی سی محنت کرلے تو وہ تمام قواعد پر دسترس حاصل کر سکتا ہے۔ مرتب کے پیشِ نظر جدید تعلیم یافتہ افراد اور بالغ مبتدی ہیں۔

یہ کتاب بنیادی طور پر ان کے لیے مفید ہے، لیکن دینی مدارس کے طلبہ بھی اس سے بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔

2۔ قواعدِ زبانِ قرآن (حصہ دوم):

قواعدِ زبانِ قرآن حصہ دوم میں، ثلاثی مزید کے بارہ (12) ابواب میں ہر باب کی سات سات قسمیں، کئی کئی قرآنی مثالوں کے ساتھ کھول دی گئی ہیں اور حروف پر بحث کی گئی ہے۔ اردو زبان میں ہماری معلومات کی حد تک یہ پہلی مفصل کوشش ہے۔

3۔ قرآنی سورتوں کا نظمِ جلی:

اس کتاب میں قرآن کی تمام ایک سو چودہ (114) سورتوں کا نظمِ جلی (Macro-Structure) بیان کیا گیا ہے۔ ہر سورۃ کے مضامین کو مختلف پیراگرافوں میں تقسیم کرکے مرکزی مضمون کی وضاحت کی گئی ہے۔ سب سے پہلے سورت کے زمانۂ نزول کا تعین صحیح احادیث اور خود قرآن کی داخلی شہادتوں کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ صحیح احادیث کی روشنی میں بعض سورتوں کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ پچھلی سورت اور اگلی سورت سے کتابی ربط کی وضاحت کی گئی ہے۔ ہر سورت کے اہم اور کلیدی الفاظ اور مضامین کو کھولا گیا ہے۔ ہر پیراگراف کا مختصر خلاصہ پیش کرکے آخر میں سورت کے مرکزی مضمون پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

4۔ آسان اُصولِ تفسیر:

قرآن فہمی کے سلسلے میں بعض اساتذہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا مقدمہ پڑھاتے ہیں، دوسری طرف ﴿الفوز الکبیر﴾ میں بیان

کردہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے اُصول کا خلاصہ پیش کرتے ہیں، تیسری طرف بعض اساتذہ علم قرآن کے حوالے سے مولانا حمید الدین فراہیؒ کے اسلوب کو پیش نظر رکھتے ہیں اور چوتھے مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے چار بنیادی اصطلاحوں اور تفہیم القرآن میں تفسیر کا جو نیا منہج اختیار کیا ہے، وہ بھی پیش نظر رکھتے ہیں، جس سے صحیح عقیدے اور اتباعِ سنت رسول اللہ ﷺ کے علاوہ، قرآن کا سماجی، سیاسی اور معاشی شعور بھی حاصل ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا چار بزرگوں کے اُصولوں کو جمع کرکے یہ رسالہ ﴿آسان اُصولِ تفسیر﴾ مرتب کیا گیا ہے اور مثالیں دی گئی ہیں تاکہ قرآن کا طالب علم بڑی بڑی غلطیوں سے بچ سکے۔

5۔ درسِ قرآن کی تیاری کیسے؟

قرآن فہمی کے حوالے سے، ﴿قواعدِ زبانِ قرآن﴾ کے علاوہ، خلیل الرحمن چشتی صاحب کی دوسری اہم کتاب ﴿درسِ قرآن کی تیاری کیسے؟﴾ ہے۔ الحمد للہ اس کتاب کو بھی عوامی مقبولیت حاصل ہوئی اور اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ کسی مخصوص سورت کا درس دینا ہو، یا کسی موضوع پر قرآنی درس دینا ہو، دونوں صورتوں میں مدرس قرآن کے لیے یہ کتاب مفید ہے۔ چند مشہور اردو تفاسیر کا تعارف کرایا گیا ہے اور مدرس کے لیے معاون کتابوں کی رہنمائی بھی کی گئی ہے۔

6۔ سورۃ یٰس:

قرآنی سورتوں کے نظم جلی (Macro-Structure) اور نظم خفیف (Micro-Structure) کے تعارف کے لیے بطور مثال ﴿سورۃ یٰس﴾ کی تفسیر شائع کی گئی ہے، جو کورسز کے دوران میں پڑھائی جاتی ہے۔ چونسٹھ (64) صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ، سورت کے مرکزی مضمون، سورت کی صوتیات، سورت کی جلالی فضا، سورت کے مضامین اور سورت کی بلاغت پر بحث کرتا ہے۔ عربی متن کے ساتھ ترجمہ بین السطور ہے، درمیان میں عنوانات دے دیے گئے ہیں، تاکہ طالبِ علم مضامین کو بھی ساتھ ساتھ ذہن نشین کرتا جائے۔

7۔ قیادت اور ہلاکتِ اقوام:

فہم قرآن کے حوالے سے خلیل الرحمن چشتی صاحب کی ایک اور اہم کتاب ﴿قیادت اور ہلاکتِ اقوام﴾ ہے۔ جو لوگ توجہ سے اس کتاب کو پڑھیں گے، وہ قرآنِ مجید سے جدید دور کے مسائل کے سلسلے میں رہنمائی حاصل کرنے کے فن سے ان شاء اللہ آشنا ہو جائیں گے۔

دو سو (200) صفحات پر مشتمل یہ کتاب سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عدل پر روشنی ڈالتی ہے، پھر مختلف قوموں کی ہلاکت کی تاریخ بیان کرتی ہے، پھر ہلاکت کے بیس (20) سے زیادہ اسباب پر روشنی ڈالتی ہے۔ ہلاکت کے اصول، ہلاکت کے مقاصد اور ہلاکت کا طریقہ کار بیان کرنے کے بعد مسلم قیادت کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں قیادت کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے۔

8۔ حدیث کی اہمیت اور ضرورت:

اُصولِ حدیث اور اصطلاحاتِ حدیث بھی ایک ادق مضمون ہے۔ صحیح حدیث کی تعریف کیا ہے؟ حسن کسے کہتے ہیں؟ ضعیف کی کتنی قسمیں ہیں۔ موضوع (Fabricated) احادیث کیا ہوتی ہے؟ یہ کتاب ان سب کی وضاحت کرتی ہے۔ روایتِ احادیث کے سلاسل

کو سمجھنا بھی ایک مبتدی کے لیے دشوار مرحلہ ہوتا ہے۔ اس فن کو بھی آسان کرنے کے لیے یہ کتاب ﴿حدیث کی اہمیت اور ضرورت﴾ مرتب کی گئی ہے۔

الحمد للہ اس کتاب کے بھی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور کئی مدارس کے نصاب میں بھی یہ کتاب شامل کر لی گئی ہے۔ انگریزی اور سندھی میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ سلاسلِ احادیث کو سمجھنے کے لیے آسان چارٹ بنا دیے گئے ہیں، تاکہ کتب مشہورہ کے راویوں سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک سند کے اتصال کو واضح کیا جائے۔ صحابہؓ تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور تبع تبع تابعینؒ اور دیگر مشہور محدثین کا اختصار سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ منکرین حدیث کے چند مشہور اور بنیادی اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ تین سو چوراسی (384) صفحات پر مشتمل دسواں ایڈیشن جدید اضافوں سے مزین ہے۔ مہران اکیڈمی شکارپور، سندھ نے اس کتاب کا سندھی ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے۔ انگریزی ترجمہ امریکہ اور کنیڈا میں مقبول ہے۔

9۔ معارف نبوی ﷺ :

حفظ کے مقصد کے تحت پانچ سو (500) سے زائد مختصر احادیث کا مجموعہ ﴿معارف نبوی ﷺ﴾ کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ احادیث مختصر ہوں اور متنوع ہوں، تاکہ دین کا مجموعی نظام سامنے آجائے۔ اسلام، ایمان، وحی، علم، دعوت و تبلیغ، ارکانِ اسلام، احسان، اذکار و اوراد، معاشرت، اخلاقیات، معاملات، اجتماعیت، سمع و طاعت، امیر اور مامور کے فرائض، شورائیت اور جہاد کے موضوعات پر مبنی یہ کتاب تقریباً چار سو (400) صفحات پر مشتمل ہے۔ عربی متن کی کتابت کرائی گئی ہے۔ اردو کے علاوہ انگریزی ترجمہ بھی کتاب کی زینت ہے۔ عام مسلمانوں کے علاوہ اردو میڈیم اور انگریزی میڈیم کے طلباء دونوں اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ احادیث کی تخریج کے مکمل حوالے دیے گئے ہیں۔

نوجوانوں کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ہے، وہ ان چھوٹی چھوٹی حدیثوں کو زبانی یاد کر کے رسول ﷺ اور آپ کی سنتوں سے محبت قائم کر سکتے ہیں۔

10۔ توحید اور شرک کی مختلف قسمیں:

عقیدۂ توحید پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی۔ اسلام کے نزدیک یہ وہ بنیادی عقیدہ ہے، جس کے بغیر کوئی انسان جنت میں داخل ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ اس موضوع پر حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور شیخ محمد بن عبد الوہابؒ کی کتابیں دنیا میں بہت مشہور ہوئیں۔ دو سو (200) صفحات پر مشتمل یہ کتاب ﴿توحید اور شرک کی مختلف قسمیں﴾ اس لحاظ سے بہت ہی منفرد ہے کہ اس میں بنیادی طور پر قرآن مجید کی محکم آیات کی روشنی میں، توحیدِ ذات، توحیدِ اسماء و صفات، توحید تنزیہہ، توحید صفت علم، توحیدِ صفت اختیار، توحیدِ الوہیت، توحید ربوبیت، توحید دعاء، توحید استغفار اور توحید تشریع یعنی توحیدِ حاکیت پر مفصل بحث کر کے اس کے مقابل شرک کی مختلف قسموں کی وضاحت کی گئی ہے۔ جدید ایڈیشن میں مزید اضافے کیے گئے ہیں۔

11۔ **رسالت اور منصبِ رسالت:**

دین اسلام کو سمجھنے کے لیے عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت اور عقیدۂ آخرت کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ یہ مختصر رسالہ، سب سے پہلے یہ بتاتا ہے کہ شاعر، عابد، جوگی، فلسفی اور نبی ورسول میں بنیادی فرق کیا ہوتا ہے۔ پھر رسولوں کے بارے میں قرآنی آیات کی روشنی میں وضاحت کرتا ہے کہ یہ کون ہوتے ہیں؟ یہ دنیا میں کس لیے آتے ہیں؟ رسولوں کی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں؟ آخر میں نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذمہ داریوں اور اُن کی رسالت کی خصوصیات پر بحث کی گئی ہے۔

12۔ **آخرت اور فکر آخرت:**

اس رسالے کے اب تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ رسالہ دنیا اور آخرت کی حقیقت بیان کرنے کے بعد آخرت کے مختلف مراحل سے بحث کرتا ہے۔ قبر کی زندگی، روز قیامت کی عدالت، جنت کی مادی اور روحانی نعمتیں، دوزخ کی مادی اور روحانی سزائیں اس کتاب کے اہم ترین موضوعات ہیں۔ قرآن مجید کی محکم آیات کی روشنی میں، اُن بڑے بڑے گناہوں کی وضاحت کی گئی ہے جو دوزخ کے عذاب کا سبب بن سکتے ہیں۔

13۔ **اسلام میں نجات کا تصور اور عقیدۂ شفاعت:**

اسلام میں نجات (Salvation) کی تین (3) بنیادیں ہیں۔ اولاً ایمان اور صحیح عقیدۂ توحید، ثانیاً آخری رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سنت کے مطابق اعمال، جنہیں قرآن ﴿الاعمال الصالحات﴾ کہتا ہے اور ثالثاً اللہ تعالیٰ کی رحمت یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ کی شفاعت عظمیٰ اور علماء، شہداء، صالحین وغیرہ کی شفاعت کیا مرتبہ اور مقام رکھتی ہے۔ یہ کتاب اس طرح کے سوالوں کا جواب دیتی ہے۔ قرآن مجید اور صحیح اور مستند احادیث کی روشنی میں شفاعت کی مختلف نوعیتوں کی وضاحت کی گئی ہے اور اُن اعمال پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، جو قیامت کے دن ایک مسلمان کی سفارش اور شفاعت کریں گے۔

14۔ **تزکیۂ نفس:**

اصلاحِ ذات، فروغِ ذات اور تحسین ذات کے حوالے سے چشتی صاحب کی اہم ترین کتاب ﴿تزکیۂ نفس﴾ ہے۔ یہ کتاب تین مباحث پر مبنی ہے۔

(1) تزکیۂ نفس کا مفہوم اور ماہیت۔ (2) تزکیے کے اصول و قواعد

(3) تزکیۂ نفس کے حصول کی بارہ (12) عملی تدبیریں

تصوف اور تزکیۂ نفس کے سلسلے میں افراط و تفریط عام ہے۔ دوسو تیس (230) صفحات پر مشتمل اس کتاب میں، قرآن مجید کے محکم دلائل اور مستند اور صحیح احادیث کی روشنی میں فروغ ذات اور تحسین ذات کے خالص مسنون طریقوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

15۔ **نماز کی ظاہری ہیئت اور معنویت:**

نماز کے موضوع پر دنیا میں کئی ہزار کتابیں لکھی گئیں ہیں اور قیامت تک لکھی جاتی رہیں گی، لیکن ایک سو اٹھارہ (118) صفحات

پر مشتمل یہ کتاب ایک منفرد چیز ہے۔ نہایت اختصار کے ساتھ نماز کے تمام ارکان کی ظاہری ہیئت کو صحیح اور مستند احادیث کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔ ہر رکن کی معنویت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے والا اپنی نماز کے معیار (Quality) کو بہتر بنا سکے۔ جو شخص اس کتاب کی ساری مسنون دعاؤں کو یاد کر لے گا، ان کا ترجمہ ذہن نشین کر لے گا اور پھر خشوع اور خضوع کے ساتھ اپنی نماز کو ادا کرنے کی کوشش کرے گا، وہ یقیناً دن بہ دن اپنی نماز کو بہتر بناتا جائے گا۔

16۔ انفاق فی سبیل اللہ:

توحید اور نماز کے بعد، انسان سے خالق کائنات کا تیسرا مطالبہ ﴿انفاق﴾ کا ہے۔ زکوۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ ایک سو بیالیس (142) صفحات پر مشتمل یہ کتاب اِمساک، بخل، شحِ نفس وغیرہ کی تعریف کر کے عام انفاق اور انفاق فی سبیل اللہ کے فرق کو نمایاں کرتی ہے۔ انفاق کے بنیادی اصول بیان کرنے کے بعد، فضائل انفاق، فلسفۂ انفاق، آدابِ انفاق، ترتیب انفاق، مقاصد انفاق، اوقاتِ انفاق اور مقدار انفاق جیسے موضوعات پر تفصیلی بحث کے بعد عدم انفاق کے عواقب ونتائج پر روشنی ڈالتی ہے۔

17۔ نمازِ تہجد:

ساٹھ (60) صفحات پر مشتمل یہ مختصر رسالہ، نمازِ تہجد کی اہمیت، فضیلت اور احکام ومسائل پر مشتمل ہے۔ نمازِ تہجد ایک مسنون عبادت ہے، ایک وسیلۂ تقرب ہے۔ یہ سامان فروغ ذات اور ذریعۂ تحسین ذات ہے۔ ایک اعلیٰ جذبۂ تشکر اور احساسِ عبودیت ہے۔ اپنی بے بضاعتی پر ایک احساس ندامت ہے۔ اللہ کی بے عیبی کا اظہار واعتراف ہے۔ ایک وظیفۂ خواص وصالحین ہے۔ ایک نصاب قیادت ہے۔ ایک مجلس تفقہ ہے۔ ایک محفل تدبر ہے۔ ایک علمی نشست ہے۔ ایک روحانی تربیت گاہ ہے۔

اسلامی قیادت کے لیے ضروری ہے کہ وہ تزکیۂ نفس اور فہم قرآن میں اضافہ کے لیے اس اہم ترین نفل، لیکن ضروری عبادت کی اہمیت کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کی بھرپور کوشش کرے۔

18۔ اعتکاف:

اعتکاف ایک ایسی عبادت ہے، جس کے بے شمار فوائد ہیں۔ آخری عشرے کے اعتکاف کا کم سے کم فائدہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر مل جاتی ہے۔ چھتیس (36) صفحات پر مشتمل یہ مختصر رسالہ اعتکاف کی اہمیت اور اس کے فضائل واحکام پر بحث کرتا ہے۔ اُس کے فوائد کی روشنی میں اس اہم ترین نفل عبادت کی ترغیب دیتا ہے۔

خلیل الرحمٰن چشتی

کی

مرتب کردہ تمام کتابیں

تحریکِ محنت پاکستان کے مندرجہ ذیل مکتبات سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

واہ کینٹ	مرکزی مکتبہ تحریکِ محنت بالمقابل نیوسٹی، جی ٹی روڈ، واہ کینٹ	051-453-5334
لاہور	5 عمر ٹاور، فرسٹ فلور، 31 حق اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور	0321-492-0998
کراچی	کمرہ نمبر 1، دوسری منزل، آمنہ پلازہ، ایم اے جناح روڈ، کراچی	0321-295-3721
پشاور	معرفت مکتبہ جماعت اسلامی، نشتر آباد چوک، محلہ اسلام آباد، پشاور	0301-981-5104
ملتان	اندرون پرانی بکر منڈی، حضوری باغ روڈ، ملتان	061-458-6245
راولپنڈی	الاکرام بلڈنگ، مریڑ حسن چوک، راولپنڈی	0333-576-1766
فیصل آباد	کمرہ نمبر 23، تیسری منزل، جاوید سنٹر، کچہری بازار، فیصل آباد	0333-655-7598
اسلام آباد	مکان نمبر 1، گلی نمبر 38، سیکٹر G-6/2 اسلام آباد	051-227-3300
سوات	کمرہ نمبر 12، خان مارکیٹ، گلشن چوک، سوات	0300-574-6539

﴿ہماری آرزو﴾

قرآن وسنت کی خالص، ٹھوس، مستند اور اساسی تعلیمات کو جدید طریقہ ہائے تدریس کے ذریعے، تعلیم یافتہ افراد تک پہنچانا ہماری آرزو ہے۔

قرآن فہمی اور حدیث فہمی کے لیے ایسی آسان اور عام فہم کتابیں مرتب کرنا ہمارا ہدف ہے، جن سے جدید تعلیم یافتہ ذہین افراد کم عرصے میں دینِ اسلام کو اس کے اصلی مصادر اور ماخذ تک رسائی کے ذریعے سمجھ سکیں اور دنیا کو سمجھا سکیں۔

ہمارا مقصد عربی کی ایسی استطاعت پیدا کرنا ہے کہ انسان قرآن وسنت کو اس کی اپنی اصلی زبان میں راست سمجھنے اور مختلف تفاسیر سے استفادہ کرنے کے قابل ہو جائے اور اُصولِ تفسیر، اُصولِ حدیث اور اُصولِ فقہ کا فہم حاصل کر کے غلطیوں سے محفوظ رہ سکے۔

اُمید کی جاسکتی ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ مختلف کورسز کے ذریعے اپنی فکری اور عملی تربیت کر کے دعوت دین کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے گا اور اسلامی تعلیمِ اخوت سے لسانی، نسلی، صوبائی اور دیگر گروہی تعصبات کا خاتمہ کر کے، باہمی اسلامی رواداری اور یکجہتی کی فضا قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔

برائے یادداشت

دورۂ قرآن میں مفید ومعاون

1- چشتی صاحب کا اسلوب جدید ہے، مگر اس کی حدود قرآن وسنت کے بحرِ ذخار سے باہر جاتی کہیں بھی نظر نہیں آتیں۔

حافظ محمد ادریس مدظلہ العالی

2- قرآنی سورتوں کے مفاہیم کو ذہن نشین کرانے کا یہ ایک نیا تجربہ ہے یہ کتاب اساتذہ اور تلامذہ کے لیے تدبر قرآن کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

ڈاکٹر سہیل حسن مدظلہ العالی

3- ہر سورت کے مضامین کو چارٹ کی شکل میں پیش کرنے کی غالباً یہ پہلی کاوش ہے۔ ایک تصویر ہزار تفسیری الفاظ پر بھاری ہوتی ہے۔ یہ امیج ایک دیرپا نقش ہے۔

ڈاکٹر توصیف الرحمٰن